حالات و واقعات و ملفوظات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

القول الجلی فی ذکر آثار الولی (اردو)

مؤلف

حضرت مولانا محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا محمد تقی انور علوی

واحد تقسیم کار

شاکر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور فون: 042-37240084

حالات و واقعات و ملفوظات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

القول الجلی

مسماۃ

فی

ذکر آثار الولی (اردو)

مؤلف

حضرت مولانا محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا محمد تقی انور علوی

مسلم کتابوی
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
فون نمبر ۳۷۲۲۵۶۰۵

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور فون: 042-37240084

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُنْھِہٖ وَکُنْ فَیَکُوْنَ ● (درودِ نجات۔ القول الجلی)

کتاب ———— اَلْقَوْلُ الْجَلِیْ فِیْ ذِکْرِ آثَارِ الْوَلِیْ (فارسی)

———— سَعْیُ التَّقِیْ فِیْ تَرْجَمَۃِ الْقَوْلِ الْجَلِیْ (اردو)

موضوع ———— حالات وملفوظات ومکشوفات کراماتِ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

مؤلف ———— حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم کتاب ———— مولانا حافظ تقی انور علوی ولی اللّٰہی

مقدمہ ———— حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی

تعارف ———— حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی)

ترتیبِ نو ———— مسلم کتابوی لاہور

صفحات ———— ۶۵۶

اشاعت ———— بار اول یکم ربیع الاول ۱۴۲۰ھ ۱۶ جون ۱۹۹۹ء

کتابت ———— عبدالرزاق بھٹہ خوشنویس لاہور

طابع ———— اشتیاق پرنٹرز لاہور

تعداد ———— گیارہ سو

ناشر ———— مسلم کتابوی لاہور

قیمت ————

اِنتساب

حضرتِ اقدس مُرشدِ مرشدِنا، نائبُ الرسول، قائم الزماں

شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کی رُوحِ پُر فتوح کے نام جس کے فیوض کی تابندہ کرنوں نے معارف اسرار کی تشریح و تفہیم اور ترجمہ کی دشوار گذار راہوں کو روشن کیا

اور

اپنے والد ماجد و اُستادِ مکرم حضرت مولانا حافظ شاہ **محمد مجتبیٰ** حیدر صاحب قلندر مدظلہٗ، کی نظرِ بصیرت کے نام جن کے حکم اور راہنمائی نے مجھے یہ بارِ عظیم اُٹھانے کا حوصلہ دیا نہ صرف یہ بلکہ اس کے بیشتر مضامین سبقاً سبقاً اُن سے پڑھ کر معانی مطالب میں اِستمداد کرتا رہا۔

(مترجم)

وَصَلّٰی عَلَیکَ اللّٰہُ یَا خَیرَ خَلقِہٖ
وَیَا خَیرَ مَأمُولٍ وَّیَا خَیرَ وَاھِبِ

وَیَا خَیرَ مَن یُّرجیٰ لِکَشفِ رَزِیَّۃٍ
وَمَن جُودُہٗ قَد فَاقَ جُودَ السَّحَائِبِ

وَاَنتَ مُجِیرِی مِن ھُجُومِ مُلِمَّۃٍ
اِذَا اَنشَبَت فِی القَلبِ شَرَّ المَخَالِبِ

●

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے، اے تمام مخلوق سے بہتر
اے بہترین جائے اُمّید! اور اے بہترین عطا فرمانے والے!
اور اے بہترین وہ ذات کہ مصیبت دُور کرنے کی جن سے اُمّید کی
جاتی ہے اور جن کی سخاوت بادلوں سے بلند و بالا ہے۔ اور آپ
مصیبتوں کے وقت پناہ دینے والے ہیں، جب وہ اپنے بدترین پنجے دل
میں گاڑ دیں۔ (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

باسمہٖ تعالیٰ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمْ

اللہ کریم کا بے حد وحساب شکر ہے کہ اس نے اپنے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وسیلہ سے حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کے اوّلین ومستند ترین سوانح اور تعلیمات پر مشتمل کتاب بنام اَلْقَوْلُ الْجَلِیْ فِیْ ذِکْرِ آثَارِ الْوَلِیْ (اردو) شائع کرنے کی ہمّت وطاقت بخشی۔

علمِ تصوّف پر اس بُلند پایہ کتاب کی کتابت، عنوانات، پیرائی تقسیم اور فہرست اگرچہ جدید ہے لیکن اصل کتاب وہی ہے جو ۱۹۸۹ء میں شاہ ابو الخیر اکیڈمی (دہلی) نے شائع کی۔ تعارفِ کتاب کیلئے مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی کا ایک علمی و تحقیقی مقالہ ابتداء میں ضرور شامل کیا گیا ہے۔ اثناءِ کتابت وتصحیح ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ کتاب میں کسی قسم کی خیانت نہ ہو جیسا کہ ماضی بعید میں بعض خوفِ خدا سے عاری لوگوں نے کیا۔ بہرحال اگر کسی قسم کی کوئی کتابتی غلطی رہ گئی ہے تو معلوم ہونے پر آئندہ اشاعت میں بصد شکریہ تصحیح کردی جائے گی (انشاء اللہ)

مزید اس کتاب کی اشاعت ان حضرات کے لیے ہے :۔

- جو صاحبِ تذکرہ کے حالاتِ زندگی، افکار ومعمولات، روحانیت میں بُلند پروازی اور ان کی علمِ تصوّف کی نسبت سے عظیم خدمات کا گہرا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔
- جو صاحبِ سوانح کی عقیدت ومحبّت کا دم بھرتے ہیں لیکن علم غیب انبیاء واولیاء، میلاد، عرس، بیعت، چلّہ کشی، مراقبہ، استمدادِ انبیاء واولیاء، ندا و پکار، کشف وکرامت اور روحانی منازل کا انکار کرتے ہیں۔
- جو دلائل وشواہد کی روشنی میں اس مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ علماء اہلسنّت، علماء دیوبند اور علماء غیر مقلدین میں سے کونسا گروہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی تعلیمات کا امین وترجمان ہے اور کون منکر وخائن ؟

ادارہ ان تمام مُحسنین کا شکر گزار ہے جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں کسی بھی لحاظ سے معاونت فرمائی۔

(ادارہ)

کتاب ایک نظر میں

مزاراتِ حضرت اقدس امام شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز وغیرہ

(السلام علیکم یا اہل القبور)

پہلے یہ پختہ مزارات ایک پختہ چبوترے پر تھے بعد ازاں ارباب توحید کو شاید القائے ربانی ہوا اور انھوں نے ایک مسقف مقبرہ قائم کر دیا۔ ———— عقل حیران ہے کہ اس تضادِ جلی پر اظہارِ افسوس کرے یا انقلاب عقائد پر تحفۂ تبریک پیش کرے۔

اَلْقَوْلُ الْجَلِی

فِی ذِکْرِ

آثَارِ الْوَلِی
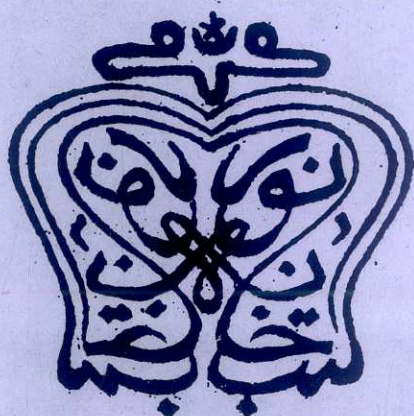
در بیان ملفوظات و مکشوفات و معارف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ

بہ اہتمام

ابو النصر انس فاروقی حلیۂ طباعت پوشیدہ

در

شاہ ابو الخیر اکاڈمی، شاہ ابو الخیر مارگ، دہلی ۶

ملفوظات شاه ولی الله علیه الرحمه
محمد معظم ۱۳۲۹ هجری

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم و تمم بالخیر

الحمد لله الذی اصطفی نوع الانسان علی سایر الخلایق و فضلهم تفضیلا و خص الکمل منهم بمعرفة اسمایه و صفته و بمحبة کنه ذاته اجمالا و تفصیلا فاولیک من الانسان کالعین من الانسان العین تشریفا و تفضیلا و افاض علومًا جمة علی سویداء قلوبهم من آیات قدرته و اسرار حکمته و نزلها هنالک تنزیلا و اظهر علی ظواهرهم و بواطنهم امارات یعرفون بها و علامات یمیزون بها انه کملهم تکمیلا و جعلهم وسایط جوده و سحایب جوده و منهم تنزل البرکات و علی ایدیهم تظهر الکرامات و تلک سنة الله و لن تجد لسنة الله تحویلا و صلی الله علی افضل الرسل اکمل الکمل هادی الخلیقة من غوایات الطبیعة ترهیبًا و تهویلا الذی جاء بالملة الحنیفیة السمحة السهلة و العارف الجنة العلیة المضیاء و تسهیلا و علی آله و اصحابه الذین اتخذوا سنته فی جمیع امورهم مسلکًا و سبیلا و فازوا بالحظ الاوفی و السهم الاسنی من علومه و معارفه و حصلوها تحصیلا چون پیش ارباب علم و ایقان و اصحاب معرفت و وجدان

صورة من خط الامام الشاه ولى الله الدهلوى

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده اما بعد فقد سمع علي طرفا من هذا الكتاب

المسمى بفتح الرحمان في ترجمة القرآن صاحب هذه النسخة السيد

نور شاه واجزت له روايته [illegible] وانا الفقير مؤلف

الكتاب احمد المدعو بولي الله كان الله [illegible]

[illegible] والحمد لله

و هذه صورة من خط الامام الشاه ولى الله الدهلوى فى إجازة منحها تلميذا له سمع منه طرفا من ترجمة القرآن المسماة بفتح الرحمن فى ترجمة القرآن. وهى مكتوبة بيد الإمام على غلاف النسخة الخطية لهذه الترجمة التى توجد برقم ٩٥ فى قسم المخطوطات بمكتبة الدكتور حميد الله بمجمع البحوث الاسلامية (بالجامعة الاسلامية العالمية) باسلام اباد - باكستان

عکس تحریر حضرت اقدس

امام شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

اِجازت نامہ بنام بابا فضل اللہ کشمیری

الحمد لله وحده اجزت بهذه الرسالة للاخ في الله
عز وجل فضل الله بن عبد السلام الكردي الكشميري
قال ذلك بفمه وكتبه بقلمه الفقير الى رحمة الله الكريم
مصنف الرسالة ولي الله بن عبد الرحيم كان الله له
لهما وصلى الله على خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين

تصدیقات و تأثرات

(القول الجلی فی ذکر آثار الولی)

بعد مراقبہ ہرچہ بہ کشف می رسید می نگاشتند

یعنی آپ پہلے مراقبہ کرتے تھے جو کچھ آپ کے پاک سینہ پر اسوقت منقش ہوتا تھا، آپ اس کو قلمبند کرتے تھے۔ (حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

ایک عزیز ترین بھائی اور محترم دوست نے ان باتوں اور میرے دوسرے حالاتِ زندگی کو ایک رسالے میں جمع کر دیا ہے اور اس کا نام قولِ جلی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دے اور ان کے بزرگوں اور اخلاف کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے اور ان کی دین اور دنیا کی خواہشوں کو پورا کرے۔ (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ)

اللہ تعالیٰ "القول الجلی" کے اس ترجمہ کو بہ وجہ احسن طبع کرائے... اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث قدس سرہٗ کی باطنی بلند پروازی اور علوِ منزلت کا علم سب کو ہو (حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمۃ)

"القول الجلی فی ذکر آثار الولی" شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستند ترین سوانح اور ان کے افکار و معمولات کا معتمد ترین مجموعہ ہے، حیرت ہے کہ اتنی اہم کتاب دو سو سال سے زیادہ عرصہ تک شائع نہیں کی گئی (حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری)

کتاب کے مطالعے کے بعد ایک طبقہ کے لیے شاہ صاحب کی شخصیت میں جاذبیت بڑھ جائے گی تو دوسرے طبقہ کو شاہ صاحب سے اپنی نسبتِ خاطر اور وابستگی پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوگی۔ (مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی)

یہ کتاب (القول الجلی) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور ان کے مسلک و مشرب پر اولین اور مستند ترین ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اسے جس قدر جلد ممکن ہو، شائع ہونا چاہیے۔ (فرمودہ حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری)

اس (القول الجلی) کا ایک نسخہ ہمیں مولانا یٰسین اختر مصباحی سے دستیاب ہوا۔ انہوں نے بتایا چونکہ یہ کتاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عقیدہ و مسلک کی صحیح ترجمانی کرتی ہے اور غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کے معتقدات کے خلاف ہے اس لیے ان لوگوں نے مارکیٹ میں آنے سے پہلے اسکو غائب کر دیا۔

(مکتوب گرامی مفتی جلال الدین احمد امجدی بنام حافظ محمد فیاض احمد مورخہ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ)

فہرست

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

○

تَرَیٰ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَجْزِیْ وَحَاجَتِیْ

وَضُعْفِیْ وَدُنْقِیْ فِیْ هَوَاكَ وَعَاهَتِیْ

اَمَّا اَنَّكَ تَرْثٰی لِمَنْ قَدْ اَصَابَهٗ

غَلِیْلُ الْهَوٰی فِیْكَ وَفَارَ الصَّبَابَهٗ

ترجمہ

یا رسول اللہ! آپ میری خستہ حالی، میری حاجت، میرا ضعف اور میری اذیت اپنی محبت میں ملاحظہ فرما رہے ہیں

کیا آپ اُس شخص کے لیے رنجیدہ نہ ہوں گے جو آپ کی محبت میں تشنہ لب ہے اور آتشِ فراق میں مُحصن رہتا ہے

(الہامی نعت از حضرت شاہ ولی محدث دہلوی، القول الجلی فی ذکر آثار الولی)

حکیم سید محمود احمد برکاتی

تعارفِ کتابِ ھٰذا

"القول الجلی" کی بازیافت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اوّلین اور مستند سوانح حیات خود ان کی حیات میں شاہ محمد عاشق پھلتی نے مرتب کی تھی اور شاہ صاحب کی نظر سے بھی یہ کتاب گزر چکی تھی اور اُن کی ہدایت کے مطابق اس میں اضافات بھی کئے گئے تھے۔ اور اپنی خود نوشت (الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضّعیف) میں شاہ صاحب نے اس کی تصدیق و تصویب بھی فرما دی تھی[1] اور اس طرح یہ کتاب شاہ صاحب کی نہ صرف اوّلین بلکہ مستند اور معتبر سوانح حیات تھی۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کچھ عرصہ متداول بھی رہی، نواب صدیق حسن خاں نے ۱۸۸۰ء میں اس سے التقاط و اقتباس کیا تھا[2] اور ۱۸۹۰ء میں مولوی رحمٰن علی نے اپنے مآخذ میں اس کا نام لیا تھا[3] مگر اس کے بعد یہ کتاب بے نشان ہو گئی اور تقریباً ایک صدی تک بے نشان رہی۔ کسی مؤرخ اور مُصنّف نے اس کا حوالہ نہیں دیا۔

حیاتِ ولی کے مُصنّف مولوی رحیم بخش کو بھی یہ کتاب دستیاب نہیں ہو سکی تھی، کسی نجی یا عام ذخیرۂ کتب میں بھی اس کے وجود کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ ۱۹۷۸ء میں جناب خلیق احمد نظامی نے یہ مژدہ سنایا کہ خانقاہ کاکوری کے ذخیرۂ کتب میں اس کتاب کا مخطوطہ شناخت اور دریافت کر لیا گیا ہے[4]

---

[1] ص ۱۹۴ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف، مطبع اول دہلی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)

[2] ص ۹۱۲ ابجد العلوم، مطبع صدیقی بھوپال سنہ (۱۲۹۶ھ/۱۸۸۰ء) و ص ۴۳۰ اتحاف النبلاء، مطبع نظامی کان پور (۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۲ء)

[3] ص ۲۵۸ تذکرہ علماءِ ہند، نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء (اشاعت دوم)

[4] ص ۲۹ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی ۱۹۶۹ء

بعد میں خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری (پٹنہ) میں بھی اس کے ایک ناقص الاول مخطوطے کا سُراغ مل گیا۔[۱]

خانقاہ کاکوری میں اس مخطوطے کے وجود کی خبر سن کر جب خاکسار نے جناب مولانا مجتبیٰ حیدر علوی سے اپنے اور دوسرے بہت سے اہل علم کے اشتیاق اور مطالعے کے لیے بے تابی کا ذکر کر کے اس کی طباعت کی درخواست کی تو معلوم ہوا کہ ان کے فاضل فرزند جناب مولانا تقی انور علوی نے اس کا ترجمہ اردو کر لیا ہے۔ اب کتاب طباعت کے مرحلے میں ہے بالآخر ۱۹۸۸ء میں القول الجلی کا اردو ترجمہ ہمارے ہاتھوں میں تھا،[۲] پھر اس کے کچھ دن بعد ہی جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے اصل مخطوطے کا مصوّرہ شائع فرما دیا۔[۳]

۱ے کتاب کے تین ابواب میں سے پہلا باب شاہ صاحب کے سوانح کے لیے مختص ہے وہی اس مخطوطے میں سے غائب ہے ؎ ہمیں ورق کہ سیہ گشت مدعا ایں جاست

۲ے کتب خانہ انوریہ تکیہ شریف، کاکوری ضلع لکھنو، اترپردیش بھارت۔ ترجمہ ۶۷۹ صفحات پر مشتمل ہے آغاز میں جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، دہلی) کا ۵۵ صفحات کا مقدمہ اور ۱۲ صفحات کی عرض مترجم، مزید علیہ ہیں۔

۳ے شاہ ابوالخیر اکادمی، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶ بھارت کتاب ۴۹۸ صفحات پر مشتمل ہے آخر میں ۵، صفحات کا اختتامیہ اور ۵۵ صفحات کا مقدمہ (از مولانا ابوالحسن زید) بھی شامل ہے۔ مخطوطہ کی کتابت ۵ ہر شعبان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲؍اگست ۱۸۱۳ء کو ہوئی ہے ضخامت ۴۹۸ صفحات سطور فی صفحہ ۱۹ ر کتاب کی مخطوطہ کے مصورہ (فوٹو سٹیٹ) کے ذریعے طباعت اس پہلو سے تو صحیح ہے کہ مشتملات کتاب کے اعتبار و استناد میں کسی کو کلام کی گنجائش نہ رہے اور الحاق یا ترمیم و تحریف کا شائبہ نہ پیدا ہو مگر یہ شکل کتاب سے استفادے میں خارج ہے اور کاتب کے خوش قلم اور محتاط نہ ہونے کی وجہ سے بکثرت مقامات ناقابلِ قرأت ہیں اور پھر فہرست مضامین اور اشاریہ رجال و اماکن و کتب کی کمی بھی بہت محسوس ہوتی ہے۔ اور کتاب سے اِستفادہ محنت طلب ہو گیا ہے۔

شاہ صاحب کی شخصیت کی عظمت کی بنا پر ان کی یہ مستند اور مفصّل سوانح حیات بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس کی گمشدگی جتنی صبر آزما اور حیران کن تھی اب اس کی بازیافت اور طباعت اتنی ہی دل خوش کن ہے۔ کتاب جن حقائق پر مشتمل ہے وہ نہ صرف نئے بلکہ چونکا دینے والے بھی ہیں ایک طرف اس میں شاہ صاحب کے سوانح کے سلسلے میں معلومات میں اضافہ اور اب تک کی معلومات کی تصحیح ہوئی ہے وہ اس تصویر سے مختلف ہے جس سے اب تک ہماری نگاہیں آشنا ہیں اور شاہ صاحب کے کلامی وفقہی مسلک اور انداز فکر کے متعلق اب تک ہمارا جو تاثر رہا ہے کتاب کے مطالعے کے بعد ایک طبقہ کے لیے شاہ صاحب کی شخصیت میں جاذبیت بڑھ جائے گی تو دوسرے طبقے کو شاہ صاحب سے اپنی نسبت خاطر اور وابستگی پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوگی۔

القول الجلی کے بالاستیعاب مطالعے کے بعد اس کے مخطوطے کی نایابی اور گمشدگی کا راز بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔

آیئے کتاب پر ایک نظر ڈالیں۔

تعارفِ مؤلف پہلے اس کے مؤلف سے متعارف ہولیں۔

کتاب کے مؤلف شاہ محمد عاشق پھلتی ہیں جو شاہ صاحب کے ممیرے بھائی تھے، ان کے والد شاہ عبید اللہ، شاہ صاحب کے حقیقی ماموں تھے اور ان کے دادا شاہ محمد، شاہ صاحب کے حقیقی نانا شاہ عبدالرحیم کے خسر تھے۔

وہ شاہ صاحب کے نسبتی بھائی بھی تھے۔ شاہ صاحب کا پہلا عقد ان کی حقیقی بہن سے ہوا تھا جن کے بطن سے شاہ صاحب کے سب سے بڑے فرزند شاہ محمد اور ان کی دو بہنیں تھیں انہیں شاہ صاحب سے مصاہرت کا تعلق بھی تھا۔ ان کے دو فرزندوں شاہ عبدالرحمن اور شاہ عبدالرحیم فائق کے عقد علی الترتیب شاہ صاحب کی دو صاحبزادیوں (امۃ العزیز اور فرخ بی) سے ہوا تھا۔

وہ شاہ صاحب کے شاگرد بھی تھے (القول الجلی ص ۴۸۶) وہ شاہ صاحب کے رفیقِ درس بھی تھے، شیوخ حجاز سے صحیح بخاری اور سنن دارمی کے درس میں شاہ صاحب کے شریک رہے (القول الجلی ص ۴۹۱) وہ شاہ صاحب کے مسترشد بھی تھے۔ انہوں نے شاہ صاحب سے

دورانِ طلب علم ہی میں بیعت کرلی تھی (ص ۴۸۶) اور مسجد الحرام میں میزاب رحمت کے نیچے بیعتِ ثانیہ کی تھی۔ (ص ۴۹۱)

شاہ محمد عاشق کی ولادت ۱۱۱۰ھ میں پھلت (ضلع مظفر نگر، اتر پردیش، بھارت) میں ہوئی تھی یوں وہ شاہ صاحب سے چار سال بڑے تھے، مستقل قیام پھلت میں ہی رہا مگر تحصیل علوم کے عہد کے علاوہ بھی بکثرت دہلی آتے جاتے رہتے تھے خصوصاً (شدید مجبوری کے سوا) ہر سال ماہِ صیام میں دہلی میں آتے اور شاہ صاحب کے ساتھ معتکف رہتے تھے۔ شاہ صاحب سے مسلسل مراسلت کرتے رہتے تھے شاہ صاحب کے مسوّدات کی تبییض ہی نہیں بلکہ ان کے متفرق شذرات کی جمع و ترتیب بھی وہ عمر بھر بڑے اہتمام اور ذوق وشوق سے کرتے رہے۔ شاہ صاحب جو مکاتیب خود ان کے اور دوسرے حضرات کے نام لکھتے تھے انہیں حاصل کر کے حفاظت سے رکھتے تھے، مختصر یہ کہ شاہ محمد عاشق، شاہ ولی اللہ کے عاشق تھے اور ان دونوں کو باہم وہی نسبت خاطر تھی جو حضرت نظام الدین اور امیر خسرو کے درمیان تھی، شاہ صاحب بھی دوسرے اعزہ اور متوسلین کے مقابلے میں ان سے خصوصی محبت کرتے تھے، کہیں ان کو "اعز اخوان واجلّہ خلاّن" لکھا ہے کہیں سجادہ نشین اسلاف کرام، کہیں وعاء علمی وحافظ اسراری وناظور کتبی والباعث علی التسوید اکثر منہا والمباشر لتبییضہ (میرا ظرف علم، میرے اسرار کے امین، میری کتابوں کے نگراں، میری اکثر کتابوں کے سببِ تالیف، میرے مسوّدات کو صاف کرنے والے) لکھا ہے۔

شاہ صاحب نے خود بھی کئی کتابیں تالیف کیں جو افسوس ہے کہ اب تک سب کی سب غیر مطبوعہ ہی نہیں نایاب بھی ہیں۔

۱۔ شاہ صاحب کی الخیر الکثیر کی شرح۔

۲۔ درایات الاسرار

۳۔ شرح اعتصام الامین

۴۔ کشف الحجاب

۵۔ تذکرۃ الواقعات

۶۔ سبیل الرشاد

۷۔ مکاتیب شاہ ولی اللہ

۸۔ القول الجلی فی ذکر آثار الولی۔

القول الجلی

القول الجلی، شاہ صاحب کی حیات ہی میں مرتب ہو گئی تھی اور ۱۱۶۲ھ میں اس کے پہلے دو باب مکمل ہو چکے تھے (ص ۳۶۹) تیسرا اور آخری باب بعد میں تحریر کیا گیا اور پہلے باب میں شاہ صاحب کے وصال کی فصل کا اضافہ، حادثہ، وفات ۱۱۷۶ھ کے بعد کیا گیا، کتاب کے استناد کے متعلق مؤلف کا بیان ہے کہ:

ہیچ چیز دریں رسالہ بقید قلم نیاوردہ مگر کہ برآں جناب مکرر عرض شدہ وبشرف اصلاح نیافتہ (ص ۴)	اس رسالے میں کوئی چیز ایسی نہیں لکھی گئی جسے شاہ صاحب نے ملاحظہ نہ فرمایا ہو اور اصلاح نہ فرمائی ہو۔

اور خود شاہ صاحب نے اپنی خود نوشت میں اس کی تصدیق وتصویب فرمائی ہے۔

بعض اعز اخوان واجلہ خلان تفصیل آں واقعات با وقائع دیگر در رسالہ مضبوط نمودہ اند وآں را بہ قول جلی مسمّی کردہ اند جزاہ اللہ خیر الجزاء و احسن الیہ والی اسلافہ واعقابہ وادخلہ الی ماتیمناہ من دینہ ودنیاہ (ص ۹۴)	ایک عزیز ترین بھائی اور محترم دوست نے ان باتوں اور میرے دوسرے حالات زندگی کو ایک رسالے میں جمع کر دیا ہے اور اس کا نام قول جلی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزا دے اور ان کے بزرگوں اور اخلاف کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے اور ان کی دین اور دنیا کی خواہشوں کو پورا کرے

کتاب تین اقسام (ابواب) پر مشتمل ہے۔

۱۔ شاہ صاحب کے سوانح (ص ۷ تا ۲۹)

۲۔ شاہ صاحب کے ارشادات (ص ۲۷۹ تا ۳۶۶)

۳۔ تلامذہ ومسترشدین کے تراجم وفضائل

ان میں سے پہلے دو باب ہی اہم اور اصل ہیں اور ۳۶۶ صفحات پر محیط ہیں، تیسرے باب کو خود مؤلف نے بمنزلہ ذیل قسم اول قرار دیا ہے اور ۱۳۲ صفحات کا ہے۔

اضافات القول الجلی سے شاہ صاحب کے سوانح کے سلسلے میں ہماری معلومات میں جو اضافات ہوئے یا اب تک کی معلومات کی جو تصحیح ہوئی ہے ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱

شاہ صاحب کی والدہ (شاہ عبدالرحیم کی دوسری اہلیہ) کا نام فخر النساء تھا اور وہ تعلیم شریعت از تفسیر و حدیث عالمہ و بآداب طریقت مؤدبہ و بافلیم عارفہ و بمصداق اسم خود فخر النساء بودند و دریں معنی از بس از رجال سبقت نمودہ (ص ۶)

۲

شاہ صاحب نے اپنے معلوم سفر حج سے پہلے بھی ایک بار حج کے ارادے سے سفر اختیار کیا تھا مگر کھنبایت سے لوٹ آئے تھے۔ بیس سال کی عمر میں ۱۱۳۴ھ میں ہی غالباً جذب کی سی کیفیت میں سفر حج کا عزم کر لیا تھا، والدہ تک سے حج کے بجائے توریئے کے طور پر کسی دوسرے (قریبی) مقام کا نام لیا تھا اور زاد راہ کی فکر کیے بغیر بے سروسامانی کے عالم میں نکل کھڑے ہوئے تھے اور کئی اصحاب طریقت بھی ساتھ ہو گئے تھے جنہیں نے کم پیدل روانہ ہو گئے تھے۔ راجپوتانے (راجستھان) کے راستے احمد آباد ہوتے ہوئے کھنبایت پہنچ گئے جہاں سے جہازوں کے ذریعے روانہ ہونا تھا، مگر وہاں ایک اشارے کی بنا پر فسخ عزم کر کے واپس گھر تشریف لے آئے تھے (ص ۲۵-۲۷)

اس سفر پر روانہ ہوتے وقت شاہ صاحب کے پاس تین چار روپے سے زیادہ نہیں تھے، رفقاء بھی تہی کیسہ تھے، اتنا طویل سفر درپیش تھا مگر ایک وقت بھی فاقہ کی نوبت نہیں آئی بلکہ شاہ صاحب اور ان کے ہم سفر اصحاب مستقل طور پر اعلیٰ درجے کی غذا استعمال کرتے رہے۔

اور شاہ صاحب کے توکل کا یہ عالم تھا کہ رفقاء سفر اگر کفایت کے پیش نظر کم درجے کی غذا کا اہتمام کرنا چاہتے تو شاہ صاحب منع فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ "جب ہم نے اللہ تعالیٰ کے تکفل پر اعتماد کر لیا ہے تو اب اس کی مرضی یہ نہیں کہ کم تر درجے کی غذا استعمال کریں تم میں سے جن کا جس چیز کو جی چاہے وہی غذا بے تکلف استعمال کرو" اس کے علاوہ شاہ صاحب سے اس سفر میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ کرامات کا ظہور ہوا۔

۳

دوسری بار شاہ صاحب نے ۱۱۴۳ھ میں سفرِ حج کا عزم کیا اور ۸ ربیع الاول کو روانہ ہو گئے، ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۴۳ھ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ حج سے فراغت کے بعد ربیع الاول ۱۱۴۴ھ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ ۱۵ شعبان کو مکہ معظمہ واپس ہوئے حجِ ثانی کیا اور ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو دہلی واپس پہنچ گئے۔

شاہ صاحب نے یہ سفر دہلی سے پنجاب اور سندھ ہوتے ہوئے سورت تک اس طرح کیا کہ راہ میں جہاں جہاں بزرگوں کے مزارات آتے ان پر حاضری دیتے اور مراقب ہوتے پانی پت میں شاہ بو علی قلندر کے، سرہند میں حضرت شیخ مجدد کے، لاہور میں شیخ ہجویری کے ملتان میں مخدوم بہاء الدین زکریا اور شاہ رکن عالم کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے اور نصر پور[1] سے ٹھٹھہ اور وہاں سے سورت پہنچے، سورت سے جہاز میں جدہ اور جدہ سے مکہ معظمہ پہنچے، واپسی میں سورت سے دوسرا راستہ اختیار فرمایا اور گوالیار میں خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث کے اور آگرہ میں امیر ابو العلی کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے دہلی واپس پہنچے۔

اس سفر میں ملتان میں بہت سے حضرات آپ سے بیعت ہوئے اور نصر پور میں تو بکثرت علماء و فضلاء دور دور سے سفر کر کے آئے، آپ سے استفادہ کیا اور بیعت کی ٹھٹھہ میں تو شہر کے تمام ہی علماء اور صوفیہ داخلِ سلسلہ ہوئے انہی میں سندھ کے مشہور عالم اور مصنف محمد معین بھی تھے جو اجازت سے سرفراز ہوئے۔ (ص ۳۸ تا ۴۹)

شاہ صاحب کی ایک صاحبزادی صالحہ[2] تھیں جو جوان اور شادی شدہ تھیں مگر شاہ صاحب

---

[1] نصر پور، ٹھٹھہ کے قریب ایک شہر ہے اس دور میں یہ بندرگاہ بھی تھی فیروز تغلق نے ۷۵۲ھ میں اسے آباد کیا تھا۔

[2] صالحہ، شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ سے سب سے پہلی اولاد تھیں۔ ان کی ولادت ۱۱۴۳ھ میں ہوئی، ان کے بعد ۱۱۴۵ھ میں شاہ محمد اور ۱۱۴۸ھ میں امۃ العزیز کی ولادت ہوئی، مقالہ مولانا نور الحسن راشد، فکر و نظر اسلام آباد

کی حیات میں ہی ان کی رحلت ہو گئی تھی (ص ۱۷۵) شاہ صاحب کے ایک صاحبزادے میاں سعد الدین تھے (ص ۲۰۲) شاید یہ نوعمری ہی میں وفات پا گئے کیونکہ پھر کسی موقع پر ان کا نام نہیں آیا۔ شاہ عبد العزیز کا بیان ہے کہ "والدین را کودک بسیار مردہ بودند" شاید میاں سعد الدین بھی عہد طفلی میں ہی وفات پا گئے۔

۵

شاہ صاحب مستقل طور پر مہدیوں میں مقیم تھے (جسے اس زمانے میں محلہ کوٹلہ نرور کہتے تھے) مگر صفدر جنگ (۱۷۵۳ء) کے ہنگامے کے دوران نیاز مندوں کی درخواست پر عارضی طور پر "نئی دلی" منتقل ہو گئے تھے (ص ۲۰۶)۔

کوٹلہ نرور اس دور میں پرانی دلّی میں شمار ہوتا تھا اور شاہ جہاں کی بسائی ہوئی دلّی کو "نئی دلّی" کہتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں فرنگیوں نے اپنی "نئی دلّی" بسائی تو شاہ جہاں کی "دلّی" "پرانی دلّی" کہلانے لگی۔

۶

احمد شاہ درانی کے حملے کے دوران، ۱۱۷۰ھ میں، شاہ صاحب عارضی طور پر دلّی سے بڈھانہ (ضلع مظفر نگر) منتقل ہو گئے تھے (ص ۲۳۰)۔

۷

شعبان ۱۱۷۴ھ میں شاہ صاحب، بڈھانہ میں مقیم اور حسب عادت اعتکاف اربعین میں تھے، بازو میں درد محسوس ہونے لگا۔ درد جب شدید ہو گیا تو خلوت موقوف فرما کر علاج کی طرف توجہ فرمائی۔ درد کے ازالے کے بعد پھر خلوت اختیار فرمائی تو درد پھر عود کر آیا، جو علاج سے زائل تو ہو گیا مگر سقوط اشتہا، صلابت معدہ، سوء تنفس اور سوء القنیہ کے عوارض لاحق ہو گئے۔ مقامی اطباء کے علاج سے جب افاقہ نہیں ہوا تو دہلی سے ایک عقیدت کیش اور فاضل طبیب بڈھانے آئے اور معالجہ کا آغاز کیا مگر عوارض میں تخفیف نہیں ہوئی تو ۸ ذی الحجہ کو دہلی تشریف لے گئے وہاں متعدد اطباء نے اپنی اپنی تشخیص کے مطابق تدابیر اختیار کیں مگر عوارض میں اشتداد ہی ہوتا گیا ایک دن طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور اطراف سرد ہو گئے، نبض غائب ہو گئی تو معالج مایوس ہو گئے۔

لے ملفوظات شاہ عبد العزیز، مطبع مجتبائی میرٹھ ۱۳۱۴ھ۔

اسی حالت میں ایک دن حضرت مرزا مظہر جان جاناں عیادت کے لیے تشریف لائے اور تخلیہ کر کے ڈیڑھ گھنٹہ تک مراقبہ کیا، مرزا صاحب کے رخصت ہوتے ہی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی اور آناً فاناً موت کے آثار مترتب ہونے لگے، یہاں تک کہ ظہر کے وقت (۳ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کو) وصال ہو گیا (ص ۲۵۹ - ۲۶۴)

شاہ صاحب کے ذہنی ارتقاء کے جائزے کے لیے ان کی تالیفات کی ترتیب زمانی کا تعین ضروری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی کوشش ڈاکٹر مظہر بقا نے کی تھی[1] اب القول کی اشاعت کے بعد اس موضوع پر بات آگے بڑھائی جا سکتی ہے دو کتابوں کے سنینِ تالیف کا تعین تیقن کے ساتھ ہو گیا ہے۔

(۱) فیوض الحرمین کی تالیف حجاز میں ہی ہو گئی تھی، مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ واپسی (رمضان ۱۱۴۴ھ) میں اعتکاف کے دوران یہ کتاب تالیف کی گئی (ص ۴۷)

(۲) المقدمۃ السنیہ کی تحریر بھی مکہ معظمہ میں اسی سال ہوئی۔ شیخ ابوطاہر کی فرمائش پر شاہ صاحب نے شیخ مجدد الف ثانی کے رسالہ ردّ روافض کی تعریب کی تھی[2] (ص ۴۶)

(۳) القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، یہ کتاب شاہ صاحب کے سفرِ حج (۱۱۴۳ھ) سے پہلے ہی مرتب ہو گئی تھی اور شاہ صاحب اسے ساتھ حجاز لے گئے تھے۔ جہاں شیخ ابوطاہر کردی نے اپنے ہاتھ سے اس کی نقل کی اور پھر شاہ صاحب سے اس کا درس لیا۔ دیارِ مغرب، بصرہ، مصر کے متعدد اصحابِ طریقت نے بھی اس کی نقول حاصل کیں اور شاہ صاحب سے اجازت حاصل کی۔

(ص ۴۷ و ۴۸)

---

[1] اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد۔

[2] المقدمۃ السنیہ بھی شاہ صاحب کی گم شدہ یا گم کردہ کتابوں میں سے تھا یقینی طور پر اس کا وجود صرف ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی ٹونک میں تھا۔ اس کے علاوہ دو ایک نجی ذخیروں میں اس کے مخطوطات کی صرف خبریں ہی تھیں اب مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے ۱۹۸۳ء میں یہ مخطوطہ حاصل کر کے شائع کر دیا ہے۔ ساتھ ہی شیخ مجدد کا اصل فارسی رسالہ بھی۔

۹

شاہ صاحب کے جو مکاتیب اب تک دریافت اور شائع ہو چکے ہیں القول میں ان کے علاوہ متعدد نئے مکاتیب نظر آتے ہیں مختلف مقامات پر القول میں ہی کل گیارہ مکاتیب ہیں ان میں سے ایک ایک مکتوب نجیب الدولہ، ملکہ زینت محل اور مخدوم محمد معین تتوی کے نام اور آٹھ مکاتیب شاہ محمد عاشق کے نام ہیں (ص ۱۸۹، ۱۹۹، ۲۰۷، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۵۴، ۲۵۶، ۲۵۷ اور ۴۸۲)

۱۰

مکاتیب کے علاوہ القول میں شاہ صاحب کی بعض نئی تحریریں بھی ہیں، مثلاً

(۱) ایک مسترشد شیخ شرف الدین کی تالیف نقاوۃ التصوف پر شاہ صاحب کی تقریظ (ص ۴۷۶)

(۲) شاہ صاحب نے خواجہ محمد امین کی درخواست پر "قواعد سلوک" کے سلسلے میں رباعیات نذر فرمائی تھیں اور ساتھ ہی ان کی شرح بھی کی تھی۔ (ص ۳۱۱ تا ۳۱۳)

۱۱

القول میں شاہ صاحب کی حسب ذیل تصانیف و تالیفات کے نام دیئے گئے ہیں۔

۱، تفہیمات الٰہیہ
۲ حجۃ اللہ البالغہ
۳ الخیر الکثیر
۴ لمحات
۵ ہمعات
۶ الطاف القدس
۷ فیوض الحرمین
۸ ہوامع
۹ فتح الرحمٰن
۱۰ اطیب النغم
۱۱ اعتصام الامین بحبل اللہ بذریعہ توسل ولی اللہ۔
۱۲ القول الجمیل
۱۳ سطعات
۱۴ انفاس العارفین
۱۵ المقدمۃ السنیہ
۱۶ المسوّٰی
۱۷ المصفّٰی

۱۸ قرۃ العینین ۱۹ الفوز الکبیر

۲۰ فتح الخبیر ۲۱ الانصاف

۲۲ شفاء القلوب ۲۳ عقد الجید

۲۴ مکتوب مدنی ۲۵ وصیت نامہ

مگر حیرت ہے کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہے اور مذکورہ کتابوں کے علاوہ شاہ صاحب کی اور بھی تالیفات ہیں۔ مثلاً

خود شاہ صاحب نے اپنی حسب ذیل دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) النخبتہ فی سلسلہ الصحبتہ[۱]

(۲) الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین[۲]

حاشیہ رسالہ لبس[۳] احمر کا ذکر شاہ عبدالعزیز نے کیا ہے۔

حسب ذیل کتابیں مطبوعہ ہیں۔

(۱) ازالۃ الخفاء (۲) البدور البازغہ

(۳) تاویل الاحادیث (۴) الجزء اللطیف

(۵) رسالۂ دانشمندی (۶) الدر الثمین

(۷) النوادر (۸) الارشاد الی مہمات الاسناد

(۹) تراجم ابواب بخاری (۱۰) الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

(۱۱) انحاف النبیہ (۱۲) شرح تراجم ابواب بخاری

(۱۳) کشف الغین (۱۴) سرور المحزون

(۱۵) السر المکتوم (۱۶) صرف منظوم

---

[۱] اجازہ بنام شیخ جار اللہ، مقدمہ المسوّٰی، طبع مکہ معظمہ۔

[۲] اجازہ بنام شیخ محمد بن پیر محمد، الخیر الکثیر طبع ڈابھیل۔

[۳] فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۱۲۸ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۲ء۔

حسب ذیل دو کتابوں[1] کا ذکر مولانا سید محمد نعمان رائے بریلوی نے کیا:

(۱) منصور ۲ اسرارِ فقہ

حسب ذیل آٹھ تالیفات کا ذکر عبدالرحیم ضیاؔ[2] نے مقالاتِ طریقت میں کیا ہے:

(۱) فتح الودود فی معرفتہ الجنود (۲) عوارف

(۳) واردات (۴) نہایات الاصول

(۵) الانوار المحمدیہ (۶) فتح اسلام

(۷) ذکر روافض (دررَدِّ گوہر مراد) (۸) کشف الانوار

۱۲

شاہ صاحب پر اب تک دستیاب مآخذ کی بنا پر میرا تاثر یہ تھا کہ وہ اپنی حیات میں نہ زیادہ متعارف تھے اور نہ مقبول، ان کا نام ان کے بعد شاہ عبدالعزیز کی شہرت کے بعد روشن ہوا تھا اور ۱۸۰۱ء[3] میں لطف نے اور ۱۸۲۴ء[4] میں رنگین نے ان کا تعارف شاہ عبدالعزیز کے والد کی حیثیت سے کروایا تھا، مگر القول الجلی کے مطالعے کے بعد یہ تاثر باقی نہیں رہا، شاہ صاحب اپنی حیات میں ہی متعارف تھے اور اللہ نے انہیں قبولِ خواص بھی عطا کیا تھا اور ان کی شخصیت میں ابتدا ہی سے بڑی جاذبیت تھی، وہ بیس سال کی عمر میں جب اچانک اور کسی قدر اخفاء کے ساتھ اور پا پیادہ سفرِ حج کے لیے روانہ ہوئے تو نیازمندوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ تھی (ص ۲۵، ۲۶، ۲۹) بعد میں جیسے جیسے ان کے فضائل وکمالات نمایاں ہوتے گئے ان کا حلقۂ تعارف وارادت وسیع ہوتا گیا اور ان کے گرد ہجومِ خلقت رہنے لگا۔ (ص ۱۱۵-۱۵۸)

ان آنے والوں میں دعا خواہ عوام بھی تھے، طالبانِ علوم بھی، جادۂ طریقت کے راہ رو بھی

---

[1] مکتوب بنام شاہ ابو سعید رائے بریلوی، الفرقان لکھنؤ، صفر ۱۳۸۵ھ

[2] تالیف ۱۸۷۴ء مطبع تین کرتان، حیدر آباد دکن۔

[3] گلشن ہند ص ۲۶ از مرزا لطف علی، طبع دکن ۱۹۰۶ء

[4] وصیت نامہ از سعادت یار خاں رنگین، مشمولہ وصایا اربعہ مرتب محمد ایوب قادری، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد سندھ۔

مرکزی حکومت کے اونچے درجے کے حکام بھی، ملکۂ زینت محل بھی ان سے ربط و نسبت رکھتی تھی اور تخت نشینی کے امیدوار بھی" ایک بار بادشاہِ وقت احمد شاہ (۱۷۵۴ء - ۱۷۴۸ء) نے ان کے آستانے پر نیازمندانہ حاضری دی تھی، مختصر یہ کہ مدرسہ رحیمیہ کی طرف رجوع خلق شاہ عبدالعزیز کے عہد میں نہیں خود شاہ صاحب کے عہد میں ہونے لگا تھا اور صرف دہلی اور اس کے نواح نہیں کشمیر اور سندھ تک یہ سلسلہ دراز تھا شاہ صاحب ۱۱۴۳ھ میں (ستائیس سال کی عمر میں) سفرِ حج کے لیے نکلے اور پانی پت، سرہند، لاہور، ملتان ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے تو

از ہمہ جا علماء و طلبہ خبر قدوم فیض لزوم ایشاں شنیدہ می دویدند و سعیہا می نمودند۔ (ص ۲۹)	ان کی تشریف آوری کی خبر سن کر ہر طرف علماء اور طلبہ دوڑے آتے تھے اور استفاضے کی کوشش کرتے تھے۔

نصرپور (نزد ٹھٹھہ) میں سندھ کے کئی علماء دُور دُور سے آکر بیعت ہوئے اور اشغال کی اجازت حاصل کی (ص ۳۹) سندھ کے نامور عالم اور اہلِ قلم مخدوم محمد معین تتوی بھی اسی موقع پر داخلِ سلسلہ ہوئے تھے۔ سندھ کے بعد کشمیر کا درجہ ہے شاہ صاحب کے مستفیدین اور عقیدت مندوں ہی میں سندھ کے بعد سب سے زیادہ تعداد کشمیر کے طالبانِ علوم اور مسترشدین کی ہے شاہ صاحب کے تلامذہ اور مسترشدین کی جو فہرست میں نے "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں دی ہے (ص ۵۰ تا ۵۱) ان کے علاوہ حسب ذیل منتسبین کے نام القول میں ملے:

۱، مولوی محمد اعظم کشمیری (ص ۷، ۱۴۳، ۱۹۶)

۲، محمد قطب رہتکی (ص ۳۴
۳، ہدایت اللہ تتوی (ص ۸۳)

۴، سید محمد خاں سندھی (ص ۸۸)
۵، سلطان حسین (ص ۸۹)

۶، شیخ شمس الحق (ص ۹۰)
۷، میر افضل (ص ۱۱۱)

۸، خواجہ ابوالخیر کشمیری (ص ۱۰۰)
۹، ہبتہ اللہ (ص ۱۳۳)

۱۰، حافظ محمد کشمیری (ص ۱۴۳، ۲۴۱)
۱۱، شیخ محمد مراد بدخشی (ص ۱۵۸)

۱۲، حافظ محمد افضل کشمیری (ص ۱۷۷)
۱۳، حکیم ابوالوفا کشمیری (ص ۲۴۳، ۲۵۶، ۲۵۷)

۱۴، خواجہ عبدالحکیم (ص ۲۵۵)
۱۵، محمد جواد (ص ۲۵۸) ۱۶، محمد بیگ (ص ۲۶۲)

۱۳

میں نے "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں متفرق مقامات سے شاہ صاحب کے اشعار یک جا کر دیئے ہیں مگر القول الجلی میں جو مزید اشعار نظر آئے وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں :

کہ باور دار د ایں حرف از فقیر خاکسار من | کہ ظل عالم قدس است انکار و قبول او
ندار د با ظلش از خویش آئینہ صفت رنگے | طلسم حیرت آموز ست تمکین و فصول او
شعاع آفتاب از راہ ایں روزن ہمی ریزد | بجز ایں نکتہ نتواں بست مضمون وصول او
حباب آساز خود خالی ز سطح بحر می جوشد | وجود او نمود او شہود او حصول او

(ص ۲۵۶)

رباعیات

۱، علمے کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ نبی ست | واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی ست
جائے کہ بود جلوہ حق حاکم وقت | تابع شدن حکم خرد بو لہبی ست

(ص ۳۱۱)

۲، دانی چہ بود نہج قدیم اے دلدار! | شغل دل تو بظاہر و باطن بایار
ایں را شنوی از درس عوارف عارف | واں فن دگر یار بگیر از احرار

(ص ۳۱۱)

۳ درمذہب ما ہست ز اسباب غرور | ذکرے کہ بود عاطل از انوار حضور
در حاشیہ نفی بشو از خلق نفور | از جانب اثبات برو سوئے غفور

(ص ۳۱۱)

۴ مستی دولہ شرط طریق افتادست | بے مست شدن کار کسے نکشادست
در ذکر خفی جہر تخیل کردن | شرط ست ز استاد طریقم یادست

(ص ۳۱۱)

۵ خواہی کہ مئے حرف محبت نوشی | باید کہ بتقلیل علائق کوشی
دل را ز خیالات جہاں صرف کنی | چشم از صور حیلۂ عالم پوشی

(ص ۳۱۲)

۶ در عشق تو از جملہ جہاں بگزشتم
وز ہر چہ بجز یاد تو زاں بگزشتم
مقصود ایں بندۂ بجز وصل تو نیست
اندر طلبت از دل و جاں بگزشتم
(ص ۳۱۲)

۷ دائم دل من پیش تو حاضر باشد
چشم بر رخ خوب تو ناظر باشد
در مذہب ما شرک جلی ست و صریح
گر سوئے دگر خطرۂ خاطر باشد
(ص ۳۱۲)

۸ دانی چہ بود سہل کثیر البرکات
در مشرب اہل دل وجود عدمات
تحصیل علوم ست بسعی مانع
در نفی خواطر و در شدّ جہات
(ص ۳۱۲)

۹ خوش آں کہ بانوار وضو رنگین ست
زیرا کہ طہارت ز اصول دین ست
تنویر دل و نفی خواطر خواہی
قوی ذریعہ حصولش ایں ست
(ص ۳۱۲)

۱۰ تحصیل عدم اگر ندانی کردن؛
باید نظر اہل فنایت جستن
ایں دار عضال را دوائے بر ازیں
در حکمت اہل دل نخواہی دیدن
(ص ۳۱۲)

۱۱ آناں کہ ز اذناس بہیمی رستند
با لجۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں می جو
دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند
(ص ۳۱۲)

۱۲ آں ذات کہ از قید جہت بیرون ست
از حیطۂ اسمار و صفت بیرون ست
ہر مرتبہ زاں ذات نشانے دارد
ہر چند ز تعیین سمت بیرون ست
(ص ۳۱۲)

۱۳ ہر مدرکہ شد مظہر آں یار عجیب
ظاہر شد از صور نقش آثار عجیب
در لوح دل ار ثبت کنی صورت او
پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب
(ص ۳۱۲)

۱۴ اے دوست توئی دیدہ و بینائی من
شنوائی و دانائی و گویائی من
عشق تو وہم دل غم دیدہ من
و اندر دل غم دیدہ شکیبائی من

(ص ۳۱۲)

در شان شاہ عاشق

آنی تو کہ از نام تو می بارد عشق
از نامہ و پیغام تو مے بارد عشق
عاشق شود آں کس کہ بکوئیت گزرد
آرے ز در و بام تو مے بارد عشق

(ص ۴۸۳)

تاریخ سفر حج

ز دہلی بر آمد ولی بہر حج
بہشتم صباح از ربیع دوم
ہزار و صد و چہل و سہ سال بود
کہ ایں داعیہ گشت با فعل ضم

(ص ۴۹)

تاریخ مراجعت از سفر حج

ولی چوں پس از حج بدہلی رسید
سر آمد سفر منقطع گشت رنج
بتاریخ رابع عشر از رجب
ز سال ہزار و صد و چہل و پنج

(ص ۴۹)

۱۴
ایام عاشورہ میں فاتحہ

در ایام عاشورہ از جانب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحہ ایشاں یاید کرد بنا براں روزے چیزے از حلاوت حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد پس سرور و ابتہاج از ارواح طیبہ

ایام عاشورہ میں ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے ایک سے زیادہ بار یہ اشارات ملے کہ ان کی فاتحہ کے لیے کچھ اہتمام کرنا چاہیے اس لیے ایک دن کچھ شیرینی منگائی گئی اور قرآن کریم کا ختم کر کے فاتحہ پڑھی گئی تو

ایشاں مشاہدہ افتاد۔[۱] (ص ۸۰-۸۱)

• ان حضرات کی ارواحِ پاک کی طرف سے خوشی کی کیفیت نظر آئی۔

زیارت موئے مبارک

در دوازدہم[۲] ربیع الاول بحسب دستور قدیم قرآن خواندم و چیزے نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و زیارت موئے[۳] شریف نمودم۔ (ص ۷۴)

بارہ ربیع الاول کو میں نے دستور قدیم کے مطابق قرآن پاک کی تلاوت کی اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیاز کے طور پر کچھ تقسیم کیا اور موئے شریف کی زیارت کی۔

---

[۱] غالباً اس کے بعد شاہ صاحب ہر سال مستقلاً یہ محفل منعقد فرماتے رہے اور ان کے بعد شاہ عبد العزیز نے اس تسلسل کو برقرار رکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

در تمام سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد می شوند (۱) مجلس ذکر وفات شریف: (۲) مجلس ذکر شہادت حسنین۔

سال بھر میں دو مجلسیں خاکسار کے ہاں برپا ہوتی ہیں: (۱) ذکرِ وفات شریف کی مجلس اور (۲) ذکر شہادتِ حسنین کی مجلس۔

(ص، ۱۱ فتاویٰ عزیزی مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ)

[۲] ربیع الاول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز شاہ عبد الرحیم رحمہ اللہ بھی دلایا کرتے تھے فرماتے ہیں: یک سال در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نہ شد کہ نیاز آں حضرت طعامے پختہ شود یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخوں میں ایک سال کوئی چیز میسر نہ ہوئی کہ حضور کی نیاز کے طور پر کچھ پکایا جائے، چنانچہ بھنے ہوئے چنے اور گڑ کی نیاز دی۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور کے سامنے انواع واقسام کے کھانے پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بھی پیش کیا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نہایت خوش دلی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول فرمایا اور باقی حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیا۔ (ص ۴۲ انفاس العارفین، مطبع احمدی دہلی)

[۳] یہ موئے مبارک، شاہ عبد الرحیم کو عطا ہوا تھا، شاہ ولی اللہ نے اس کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ کہ والد صاحب فرماتے تھے کہ "ایک بار بیماری کے تسلسل سے میری حالت غیر ہوگئی اسی حالت میں خواب میں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عرس

۱۔ روزِ مجلسِ عرسِ حضرت بزرگ قدس سرہٗ حضرت ایشاں بر مزار پُر اسرار نشستہ بودند (ص ۳۶)	شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالرحیم صاحب کے عرس کی مجلس میں ان کے مزار پُر اسرار پر بیٹھے ہوئے تھے۔
۲۔ حضرت ایشاں فرمودند کہ شبِ عرس حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کہ در مقبرۂ شاں ہنگامہ و سرودے و بر و ماں شوق و وجدے بود، در مسجد خویش بعد عشا نشستہ بودم کہ یک پارۂ نور آوردند و گفتند و آنچہ دراں جا ذوق و شوق و برکاتِ توجہ روح مبارک شاں بود ہمہ مرکب شدہ ایں صورت گرفتہ کہ ارسال یافتہ۔ (ص ۱۰۱)	شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ میرے چچا حضرت شاہ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کے عرس کی رات ان کے مقبرے میں محفل سماع برپا تھی اور حاضرین پر شوق و وجد کی کیفیت طاری تھی میں عشاء کے بعد اپنی مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک پارہ نور لایا گیا اور کہا گیا کہ محفلِ عرس میں جو ذوق و شوق اور ان کی روح مبارک کی توجہ کی برکات تھیں، وہ سب مرکب ہو کر اس نور کی شکل اختیار کر گئی ہیں سو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے آغوش میں لے لیا اور اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر دو موئے مبارک مجھے عطا فرمائے، بیدار ہوتے پر میں نے وہ موئے مبارک تکیے کے نیچے پائے اور بیماری اور نقاہت بھی زائل ہو گئی"۔ شاہ عبدالرحیم نے ان میں سے ایک موئے مبارک شاہ ولی اللہ کو عطا کیا تھا اور ایک شاہ اہل اللہ کو، اہل اللہ اسے پھلت لے گئے تھے اور وہاں اب تک شاہ محمد عاشق کے اخلاف ہے، شاہ ولی اللہ کے ہاں اس موئے مبارک کی سالانہ زیارت تھی۔ مولانا فضل رسول بدایونی (جو شاہ عبدالعزیز کے معاصر خورد ہیں) لکھتے ہیں کہ زیارت کے موقع پر موئے مبارک کا صندوقچہ شاہ اسمٰعیل اپنے سر پر اٹھا کر لاتے تھے (ص ۴۰ انفاس العارفین وص ۶ الدر الثمین از شاہ ولی اللہ وص ۱۰۶ العوارف المحمدیہ از مولانا فضل رسول بدایونی)

۳۔ ہم دراں ایام موسم عرس حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس سرہٗ رسید (ص ۲۵۵)

انہی دنوں حضرت شاہ عبدالرحیم کے عرس کا وقت آگیا۔

قبر پر مراقبہ

فرمودند۔۔۔ پس بابر مزارِ شریف (والد ماجد) اکثر اوقات متوجہ بروحانیت شاں می نشستم پس راہِ حقیقت بہ ما کشادہ شد (ص ۲۶۳)

شاہ صاحب نے فرمایا میں اکثر والد ماجد کے مزار پر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کرکے بیٹھ جایا کرتا تھا جس سے راہِ حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی۔

تعویذ

۱۔ حضرت ایشاں بقصبہ رہتک تشریف بردند و برائے اطفال تعویذ ہا نوشتند۔ (ص ۳۴)

شاہ صاحب ایک بار رہتک گئے ہوئے تھے اور وہاں مخلصوں کے بچوں کے لیے تعویذ لکھ رہے تھے۔

۲۔ شاہ صاحب کے ایک مسترشد حافظ عبدالرحمان کا بیان ہے کہ میرا بچہ چیچک میں مبتلا ہوگیا، میں نے حضرت (شاہ ولی اللہ) سے گذارش کی، حضرت نے "تعویذ عنایت کیا اور بچے نے شفا پائی۔

(ص ۱۰۱)

۳۔ ہر کہ ازآں جناب استفاضہ شفا از علل و امراض مے نماید تعویذ و دعا بالیشاں حوالہ مے فرمایند۔ (ص ۴۵۴)

جو کوئی شاہ صاحب سے بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے توجہ کی درخواست کرتا آپ تعویذ اور دعا کے لیے حافظ عبدالرحمان کے حوالے فرما دیتے

۴۔ شاہ صاحب کے ایک مسترشد سلطان حسین خاں کا بچہ شدید بیمار ہوگیا اس کی درخوست پر آپ نے ایک ظرف چینی پر آیات قرآنی اور اسماءِ الٰہی لکھ کر اس کو دے دیئے کہ اسے دھو کر بچے کو پلا دو اور تین دن تک پانچ روپے روزانہ "نیازِ بزرگان" کے طور پر ہیں لا کر دو، ان پانچ روپوں میں سے ایک روپیہ خواجہ نقشبند اور ان کے سلسلے کی نیاز کا ہے، ایک روپیہ حضرت غوث اعظم اور ان کے اولیاء سلسلہ کا اور

ایک روپیہ خواجگانِ چشت کا اور ایک روپیہ سلسلۂ سہروردیہ وکبرویہ کا اور ایک روپیہ سلسلۂ شطاریہ و شاذلیہ کا، مسترشد نے اس پر عمل کیا، بچے نے شفا پائی اور اس نے مقررہ نیاز لاکر پیش کیا۔

(ص ۸۹، ۹۰)

انگوٹھی

بارے در شرفِ زہرہ و در قمر ساختن دو انگشتری اتفاق افتاد و بدو کسے از نسواں حوالہ نمود۔ (ص ۱۱۰)

ایک بار میں (شاہ صاحب) نے شرف زہرہ در قمر میں دو انگوٹھیاں بنائیں اور عورتوں کو (پہننے کے لیے) دیں

فضائل درود

از آں جملہ آنست کہ خوانندۂ درود از رسوائی دنیا محفوظ مے ماند و خللے در آبرو نہ پیند (ص ۲۷ - ۲۷۷)

درود شریف کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی آبرو میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

غوثِ اعظم

شاہ صاحب نے اپنے ارشادات میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے لیے متعدد مواقع پر غوثِ اعظم کا استعمال کیا ہے (ص ۸۱ - ۲۸۵) غوثِ اعظم کا استعمال بعض حضرات کی نظر میں قابلِ اعتراض ہے۔

سدا سہاگ

در ہنگام عبور در احمد آباد بر قبر موسیٰ سہاگ کہ مجذوبے مشہور بود گزر افتاد (ص ۳۳۶)

(ایک سفر کے دوران) احمد آباد سے گزرتے ہوئے موسیٰ سہاگ کی قبر پر تشریف لے گئے جو ایک مشہور مجذوب تھے۔

یہ بزرگ سدا سہاگی فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور

اتباع وے ہمہ متشبہین بہ نساء بودند و دریں تشبیہ اقتدا بوے داشتند۔ (ص ۳۳۶)

موسیٰ سہاگ کے پیرو ان کی اقتدا میں (لباس و اوضاع میں) عورتوں سے

مشابہت اختیار کرتے تھے۔

شاہ صاحب کے ان ملفوظات و معمولات کو پڑھ کر شاہ صاحب کی طرف ان کے انتساب میں تأمل ہوتا ہے اور سوچنا پڑتا ہے کہ یہ شاہ صاحب کے ہو سکتے ہیں ؟ اس تأمل کی وجہ یہ ہے کہ اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔

ہمیں تسلیم ہو یا نہ ہو اور پسند آئے یا نہ آئے ان ملفوظات و معمولات کے شاہ صاحب کی طرف استناد میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ القول الجلی اس شخص کی مرتبہ ہے جو شاہ صاحب کا سب سے مستند ترجمان تھا، جسے خود شاہ صاحب نے "اعز الاخوان واجلہ خلان" لکھا ہے اور جسے شاہ عبدالعزیز نے شاہ صاحب کا "اجل خلفاء" لکھا ہے۔ پھر اس نے۔

ہیچ چیز دریں رسالہ بقید قلم نیاوردہ مگر کہ بر آں جناب مکرر عرض شدہ و بشرف اصلاح تشریف یافتہ۔ (ص ۴)	اس رسالے میں کوئی بات ایسی نہیں لکھی جو ایک سے زیادہ بار شاہ صاحب کو نہ دکھائی گئی ہو اور اس پر شاہ صاحب نے (ضرورت ہوئی تو) اصلاح نہ فرمادی ہو۔

پھر خود شاہ صاحب نے اس کتاب کی تصدیق و تصویب فرمادی تھی، ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب کا بڑا حصہ شاہ صاحب کے جن ملفوظات وارشادات پر مشتمل ہے وہ نئے نہیں ہیں بلکہ ان کی تالیفات سے منقول و مقتبس ہیں اور یہ تالیفات سب کی سب غیر مطبوعہ نہیں ہیں بلکہ ان میں سے تفہیمات الٰہیہ، فیوض الحرمین، ہمعات، انفاس العارفین مطبوعہ ہیں۔

کسی بھی شخصیت سے اعتنا اور اس کے افکار و آراء کے جائزے کے سلسلے میں صحیح اور دیانتدارانہ طرز فکر و عمل یہ ہے کہ ہم یہ تحقیق کریں کہ اس کے افکار و آراء کیا ہیں! نہ یہ کہ کیا ہونے چاہئیں! اور تحقیق و تلاش کے بعد ان افکار و آراء ہی کو تسلیم کرکے یہ فیصلہ دیں کہ ان کو رد کریں یا قبول، اور اس شخصیت کو پسند کریں یا ناپسند! یہ طرز فکر و عمل صحیح نہیں ہے کہ پہلے ہم یہ طے

کریں کہ صحیح نظریہ یا مسلک یہ ہے۔ لہٰذا اس شخصیت کا بھی یہی نظریہ اور مسلک ہونا چاہیئے اور اس کے متن میں اپنے الفاظ کو ڈال دیں۔ اس کی تحریروں میں الحاقات کے ذریعے اپنے پسندیدہ نظریات شامل کر دیں یا مستقل رسائل و کتب تصنیف کر کے اس کی طرف ان کا انتساب کر کے اسے اپنے پسندیدہ مسلک سے مشرف کر دیں۔

شاہ صاحب کے ساتھ تو ابتدا ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و الحاق کیا گیا۔ اس کے علاوہ ان کی طرف بر سبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کر دی گئیں۔

۱۔ قرۃ العین فی ابطال شہادت الحسنین

۲۔ جنۃ العالیۃ فی مناقب المعاویۃ۔

۳۔ البلاغ المبین

۴۔ تحفۃ الموحدین

۵۔ اشارۂ مستمرہ

۶۔ قولِ سدید۔

پہلی دو کتابیں ایک شیعہ مؤلف، مرزا لطف علی نے منسوب کی ہیں مگر ان کا صرف نام ہے وجود نہیں ہے، باقی چار کتابیں بار بار طبع کی جاتی رہیں اور ان ہی کی کثرتِ اشاعت سے شاہ صاحب کے مسلک کے متعلق جو تاثر اب تک عام رہا ہے وہ "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کے مشتملات کے برعکس ہے۔

شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبد العزیز کی کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کیے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے براءت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔

از کلکِ گوہر ریز، ناظم اجل، فاضل اکمل، قاموسِ علوم واسرار، مجمع الفضائل والمکارم، قدوۃ الاصاغر والاکابر، یادگار علمائے سلف صالحین، محقق العصر حضرت مولانا ابو الحسن زید فاروقی دہلوی المصداق اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ نبیرۂ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لبسط اللہ تعالیٰ ظلال رافتہ علیٰ رؤسِ العالمین۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور کتاب القول الجلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّی اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ۔

حضرت شیخ احمد قطب الدین شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی قدس سرہ۔

ولادت: طلوع آفتاب کے وقت بدھ کے دن ۴ شوال ۱۱۱۴ھ (۲۱ فروری ۱۷۰۳ء)

وفات: ظہر کے وقت ہفتہ کے دن ۳۰ محرم ۱۱۷۶ھ (۲۱ اگست ۱۷۶۲ء)

آپ کی جلالت قدر اور علمی منزلت کے سب قائل ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے کتاب "اَبْجَدُ الْعُلُوْم" کے صفحہ ۹۱۳ میں لکھا ہے۔

ترجمہ: میں نے تفصیل کے ساتھ آپ کا بیان اپنی کتاب "اتحاف النبلاءؔ" میں لکھا ہے اور ہمارے معاصر مولوی محمد محسن بن یحییٰ البکری التیمی الترہتی مرحوم نے اپنی کتاب "اَلْیَانِعُ الْجَنِی" میں آپ کا ذکر نہایت بلاغت کے ساتھ نفیس پیرایہ سے کیا ہے۔ انہوں نے آپ کے ابتدائی اور انتہائی احوال شرح و بسط سے بیان کئے ہیں۔ اگر کسی کو تفصیل کے ساتھ آپ کے احوال معلوم کرنے کی خواہش ہو وہ آپ کی تالیف کی طرف مراجعت کرے الخ

تصنیفات وتالیفات

آپ کے احوال اور علم وفضل کا بیان تفصیل کے ساتھ اختصار کے ساتھ علماء کرام نے بہ کثرت کیا ہے البتہ آپ کی تالیفات کے ساتھ بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ صحیح طور پر کہا نہیں جاسکتا کہ ان کی تعداد کیا ہے، مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی نے اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں ۱۹ کتابوں کے نام لکھے ہیں، مولانا ڈاکٹر مظہر بقا نے "اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ" میں ۷۰ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا سید محمد نعمان مؤلف "اعلام الہدیٰ" یعنی "تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی" اپنے مکتوب میں جو شاہ ابوسعید حسنی کے نام لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

صاحب من! ظاہر صحبت الیشان روبہ استتار کشیدہ تصنیفات آنحضرت قریب بہ نود بل زیادہ در علوم دین از تفسیر واصول وفقہ وکلام وحدیث مثل حجۃ اللہ البالغہ واسرار فقہ ومنصورہ وازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء وترجمۂ قرآن کہ ہر واحد قریب بہ ہشتاد نود جز کلاں بہ حجم خواہد بود و دیگر رسائل در حقائق ومعارف مثل الطاف القدس وہمعات وفیوض الحرمین وانفاس العارفین وغیرہم کہ نشان از صحبت وبرکت خدمت می دہند، می باید کہ عزیمت برایں آرند کہ ہمہ را نولیسانیدہ رائج نمایند الخ

یہ مکتوب حیدرآباد سندھ کے مجلہ "الرحیم" کی جلد ۲، شمارہ ۳، از ماہ اگست ۱۹۶۵ء میں چھپا ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

جناب من۔ حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ آپ کی تصنیفات نوّے کے قریب بلکہ اس سے زیادہ علوم دین میں ہیں۔ تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، منصور، ازالۃ الخفاء اور ترجمۂ قرآن کہ ان میں سے ہر ایک اسّی نوّے جز میں بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل حقائق ومعارف میں ہیں۔ جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور دوسری کتابیں جو حضرت والا کی صحبت اور برکتِ خدمت کا پتہ دیتی ہیں، چاہیے کہ آپ اس کا عزم کرلیں کہ سب کو لکھوا کر رائج کریں۔

شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلافِ کرام
کی تحریرات میں تحریفات والحاقات

مولانا برکاتی نے شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات کا عنوان دے کر دردانگیز

مضمون لکھا ہے ان حضرات کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا اور بارہ کتابوں کے متعلق (۱۶ میں سے) لکھا ہے، خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے اور لکھا ہے شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کرکے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی؛ آپ نے ۱۔ البلاغ المبین ۲۔ تحفۃ الموحدین ۳۔ اشارہ مستمرہ ۴۔ قول سدید کے نام لکھے ہیں اور دو نام قرۃ العینین فی ابطال شہادۃ الحسین ۲۔ اَلجَنَّۃُ العَالِیَۃُ فِی مَنَاقِبِ المُعَاوِیَہ لکھے ہیں کہ ان دو کو ارباب تشیّع نے ایک دوسرے پہلو سے آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ مکمل رسائل و کتب تصنیف کرکے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا بے جا ترمیم و اضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی۔ اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے۔ یہی معاملہ شاہ صاحب کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔

تقسیم ہند کے بعد اس فعل شنیع میں اضافہ

افسوس صد افسوس کہ اب تقسیم ہند کے بعد سے اس فعل شنیع میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ صاحبان اصلاح کے نام پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ یہ طریقہ یہود کا تھا جس کی مذمت کئی جگہ اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے کی ہے فرمایا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر۔

مولانا برکاتی نے "البلاغ المبین" وغیرہ کا ذکر کرکے لکھا ہے۔

مندرجہ رسائل میں اہلسنت و جماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشددانہ افکار پیش کئے گئے ہیں، جن کو یہ حضرات تمسک بالکتاب والسنّۃ "کا نام دیتے ہیں اور "جو کتاب التوحید" کی بازگشت ہیں، اس طرح شاہ صاحب سے احناف کو جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن اور دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

واضح رہے، کتاب التوحید محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ہے، اردو میں اس کا خلاصہ اور بیان تقویۃ الایمان کے نام سے چھپا اور نجد کے ارباب اقتدار اور بن باز وغیرہ کو خوش کرنے کے لیے تقویت الایمان کا خلاصہ اب عربی میں "کتاب التوحید"، کے نام سے ہوا ہے۔ اس طرح كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلَى أَصْلِهِ کا ظہور ہوا۔ یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

مولانا سید محمد فاروق مترجم کتاب "انفاس العارفین" نے تقدیم کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے۔

اس امر کی طرف سید ظہیر الدین احمد نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں، مثال کے طور پر شاہ صاحب کی تفہیمات کی یہ عبارت پیش کی جاسکتی ہے جو ان کی ساری تعلیمات میں ہمارے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے حالانکہ شاہ صاحب کے دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور تحریف کرنے والوں کی یہ عبارت لکھی ہے)

(نعوذ باللہ، کُلُّ مَنْ ذَهَبَ اِلٰی بَلْدَةِ اَجْمِیْرَ اَوْ اِلٰی قَبْرِ سَالَارِ مَسْعُوْدٍ مَاضَاهَاهَا لِاَجْلِ حَاجَةٍ یَطْلُبُهَا فَاِنَّهٗ اَثِمَ اِثْمًا اَکْبَرَ مِنَ الْقَتْلِ وَالزِّنَاءِ اَلَیْسَ مِثْلُهٗ اِلَّا مِثْلَ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ الْمَصْنُوْعَاتِ اَوْ مِثْلَ مَنْ کَانَ یَدْعُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰی (تفہیمات الٰہیہ مطبوعہ حیدر آباد سندھ تفہیم ۲۲ صفحہ ۴۹ ج ۲)

یعنی ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لیے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو (بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسری جگہ جائے اس نے گناہ کیا جو قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں جو بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہ لات وعزیٰ کو پکارتا ہے۔

عاجز کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں اس باطل کا ملانے والا شریعت مطہرہ کے اصول وقواعد سے بے بہرہ ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں کہ کسی فعل کے ثواب کو یا گناہ کو فرض قطعی کے ثواب سے یا حرام قطعی کے گناہ سے زیادہ اور بڑا قرار دینا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے کوئی دوسرا اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو یہ نہیں معلوم کہ قتل کرنے اور زنا کرنے کے گناہ کا منکر کافر ہے اور اجمیر شریف اور بہرائچ شریف کسی حاجت کی طلب کے لیے جانے والا اگر کہتا ہے کہ اس میں گناہ نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہے۔

علامہ سید سمہودی رحمۃ اللہ نے کتاب "وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کی دوسری جلد صفحہ ۔ ۴۱ میں لکھا ہے، مروان نے ایک شخص کو قبر نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والتحیۃ پر اپنے رخسار دل کو رکھے دیکھا۔ مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا۔ یہ کیا کر رہے ہو، اس شخص نے کہا، میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا ہوں، میں نے آپ سے سنا ہے۔ دین پر اس وقت گریہ نہ کرو جب دین کی زمام دینداروں کے ہاتھ میں ہو بلکہ اس وقت گریہ کرو جب دین کی زمام غیر دینداروں کے ہاتھ میں آجائے۔

اس مبارک حدیث کے سننے والے اور قبر مطہر پہ اپنا رخسار رکھنے والے صحابی جلیل القدر

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا۔[1]

مولانا سید محمد فاروق نے تقدیم کے صفحہ بارہ میں کیا خوب لکھا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔

ہماری ملی تاریخ میں کسی چیز پر امت کا مسلسل کاربند ہونا بجائے خود ایک شرعی دلیل اور حجت ہے آخر کیا وجہ ہے کہ اگر چودھری غلام احمد پرویز اس تعامل کا انکار کریں تو وہ مجرم گردن زدنی ٹھہریں لیکن ہم میں سے بعض محققین توحید کے نام پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں تو وہ اسلامی خدمت قرار پائے، شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین، القول الجمیل، الدرّ الثمین، اور انفاس العارفین میں بزرگان دین کے واقعات، کرامات، اشغال و اوراد، تصرفات، چلّوں، روحانی امداد اور اس قبیل کی جو سینکڑوں حکائتیں، مثالیں اور اپنے معمولات ذکر کیے ہیں، وہ اسی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی ہیں، پھر جگہ جگہ شاہ صاحب نے "کاتب الحروف می گوید" کے الفاظ کے ساتھ انہیں اپنی طرف سے سندِ تحسین بھی دی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ڈاکٹر ظہور الدین احمد کا وہ جملہ نقل کر دوں جو انہوں نے انفاس العارفین پڑھ کر لکھا ہے۔

جو لوگ اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کے منکر ہیں ان کے لیے اس تذکرے (انفاس العارفین) کے بیانات ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے انکار شاہ ولی اللہ جیسے برگزیدہ عالم اور مومن کی گواہی سے انکار کے مترادف ہے۔"

یہ عاجز کہتا ہے، مولانا سید محمد فاروق نے لکھا ہے "توحید کے نام سے پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں"۔ کاش مولانا فاروق "چہار دہ صد سالہ تاریخ" لکھتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منبر نبوی علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام پر قیام فرمانے کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے ہوتے

---

[1] یہ روایت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مسند میں لکھی ہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی أبی حدثنا عبد الملک بن عمرو حدثنا کثیر بن زید عن داود بن أبی صالح قال أقبل مروان یوماً فوجد رجلاً واضعاً وجھہ علی القبر فقال أتدری ما تصنع فاقبل علیہ فاذا ھو ابو ایوب فقال نعم جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم آت الحجر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ (مسند امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلد ۵ صفحہ ۴۲۲) (تقی انور)

بلکہ ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے انہوں نے مسنون مقام چھوڑا۔ اور "القدس" کی فتح کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار یہودی عالم سے جو کہ آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تھے فرمایا۔

"ھَل لَکَ اَن تَسِیرَ مَعِی اِلَی المَدِینَۃِ وَ تَزُورَ قَبرَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم"

کیا تمہاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ مدینہ چلو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔ چنانچہ کعب احبار فلسطین سے سفر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت کے واسطے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کا نام تک نہ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور وہ ملک شام سے دیوانہ وار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے روضۂ مطہرہ پر آئے اور مدعیان سنت کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے جانے والا مشرک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ آثارِ نبویّہ سے مواظبت کے ساتھ برکت حاصل کیا کرتے تھے، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں جن جن مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا یا نماز پڑھی تھی وہ بھی ان مبارک مقامات میں قیام کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم کا بھی یہی معمول رہا۔ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۴۶۹ میں حضرت سالم کے عمل کو بیان کر کے حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے کہ آپ وہاں کسی جگہ نماز پڑھ لیں اور وہ اسی جگہ کو اپنا مصلیٰ بنالیں۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور حضرت عتبان نے اس مبارک جگہ کو اپنا مصلیٰ بنایا۔ یہ واقعہ بیان کر کے ابن حجر نے لکھا ہے ھُوَ حُجَّۃٌ فِی التَّبَرُّکِ بِآثَارِ الصَّالِحِین۔ یعنی یہ واقعہ اللہ کے نیک بندوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے حجت ہے۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود ∴ سالہا سجدہ گاہِ صاحب نظراں خواہد بود

افسوس صد افسوس اب اس شخص کو مشرک کہا جاتا ہے جو آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرے

تاج کمپنی کے شائع کردہ ترجمۂ قرآن میں دو تحریفات

حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں تالیفات میں تحریفات کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے اور اب تیس چالیس سال سے "اصحابِ توحید" منظم طریقہ سے "اِصلاح" کے نام پر اس مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں عاجز کے پاس حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن مجید طبع کردہ حکیم غلام نجف مطبع سلطانی میں ۱۲۶۲ھ کا موجود ہے۔ یہ مبارک نسخہ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ کے استعمال میں رہا کرتا تھا

اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا ۱۳۷۳ھ کا چھپا ہوا نسخہ لیا. اتفاقی طور پر اس میں دو تحریفات کا پتا چلا ہے اور یہ دونوں تحریفات فوائد میں کی گئی ہیں عاجز ان کو لکھتا ہے۔

۱. سورہ بقرہ کی آیت ۱۸ کے ترجمہ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

اللہ نے نبی سے دین اسلام روشن کیا اور خلق نے اس میں راہ پائی اور منافق اس وقت اندھے ہو گئے۔

تحریف کرنے والے نے "اللہ نے نبی سے دین اسلام روشن کیا" کو "اللہ کے نبی نے دین اسلام کو روشن کیا" کر دیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورہ مائدہ کی آیت ۱۵ میں فرمایا ہے۔" قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ۔ تحقیق تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی"۔ یہ نور اور روشنی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مبارک ذات ہے اسی مبارک نور اور روشنی میں ہم کو کتاب پڑھنی اور سمجھنی ہے۔

۲. سورہ طارق کی آیت ۸ کے ترجمہ میں یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے۔ اللہ دنیا میں پھر لاوے گا مرنے کے بعد، "محرف" نے لفظ" دنیا میں" نکال دیا ہے اور لکھا ہے۔ اللہ پھر لاوے گا مرنے کے بعد۔

عاجز سے ایک صاحب نے کہا کہ یہ تبدیلی آواگون کے ثابت نہ ہونے کے لیے کی گئی ہے۔ افسوس ہے اس مُصلح نے" پھر لاوے گا"، پر غور نہ کیا۔ جہاں سے لے جانا ہوتا ہے۔ لانا بھی وہاں ہی ہوتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۹، اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ کو حذف کر دے کیونکہ اس میں حضرت عُزیر کا پورے ایک سو سال بعد اُسی مقام پر پھر زندہ ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت شاہ رفیع الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے مولانا ظہیر الدین سید احمد نے سو سال پہلے لکھا ہے۔

" آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور در حقیقت وہ تصانیف اس میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ بھڑا اور موقع پایا تو عبارت کو تغیر و تبدل کر دیا الخ

انکشاف: مجلہ" الرحیم" کے مدیر نے ماہ فروری ۱۹۶۸ء کے پرچہ میں لکھا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی خاص باتیں جو انہوں نے مقبول عام باتوں کے ضمن میں لکھی ہیں اگر آج ان کو الگ کر کے پیش کیا جائے تو اکثر راسخ العقیدہ بزرگ ان سے بھڑک اٹھتے ہیں اور گو وہ شاہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے چپ رہتے ہیں لیکن ان پر کڑھتے ہیں مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم و مغفور نے مولانا

مسعود عالم مرحوم کو ایک خط میں لکھا تھا کہ شاہ ولی اللہ کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کرنا چاہیے کیوں کہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک پہنچ جاتے ہیں؎۱ " (رسالہ الرحیم صفحہ ۲۷، فروری ۱۹۶۸ء)

مولانا سید سلیمان کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے " انفاس العارفین" اور " القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ ان دونوں کتابوں میں " اصحاب توحید" اور علم ظاہر کے اکثر علماء کرام کی سمجھ سے بالاتر باتیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے حضرات صوفیۂ اعلام قدس اللہ اسرارہم العلیہ کی اصطلاحات اور اُن کے اندازِ بیان میں بہت کچھ لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ کا پایہ اگر علم ظاہر میں بلند سے بلند تر تھا علم باطن میں بھی اولیاء برگزیدہ میں سے ایک فردِ اکمل تھے۔ آپ جس وقت علم باطن کے اسرار رموز بیان فرماتے ہیں کاسُ الوصال کی سرشاری ظاہر و باہر ہوتی ہے۔ مولانا برکاتی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۸۶ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کا ارشاد نقل کیا ہے بعد مراقبہ ہرچہ بہ کشف می رسید می نگاشتند" یعنی آپ پہلے مراقبہ کرتے تھے جو کچھ آپ کے پاک سینہ پر اس وقت منقش ہوتا تھا آپ اس کو قلم بند کرتے تھے سرشارانِ جام اَلست کی یہی کیفیت ہے، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ اسرار و معارف پر بعض ظاہر بینوں نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے پیر بھائی خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا۔

ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر درمیان علوم و اسرار ایں طائفہ علیہ نوشتہ است بے مزج سکر، حاشا و کلاّ کہ آں حرام و منکر است و گزاف و سخن بافی است، سخن بافاں کہ بہ صحو خالص متصف اند لبیار اند، چہ ایں

؎۱ سید صاحب ایک جگہ اور لکھتے ہیں' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعبیرات ایسی نازک ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان پل صراط کا فرق رہ جاتا ہے (الرحیم جنوری ۶۷ء) سید صاحب کے یہ افکار و نظریات اس عہد کے ہیں جب وہ علوم ظاہری کے بہت بڑے عالم و فلسفی تھے اور العلم حجاب الاکبر کے حجاب میں تھے۔ مولانا تھانوی کے آخر عہد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ے "مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلام شمس تبریزی نہ شد" کا مشاہدہ و یقین حاصل ہوا اور ان کی غلامی (مریدی) میں داخل ہو کر قال را بگذر و مرد حال شو — پیش مرد کاملے پامال شو۔ اپنی پائے مالی اور قید (مریدی) پر خوش و نازاں ہو کر کہتے ہیں ے تھی جب آزادی تو ہر سو دوڑ تھی۔ قید میں آرام ہی آرام ہے حضرت اقدس کے مشاہدات و حقائق و معارف سے قبل از بیعت آپ کو دلچسپی و شغف ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اس دور میں تو ابن تیمیہ کے افکار و آراء سے متاثر تھے۔ (تقی انور)

...نحنان نہ بافتند دولہائے مردم را از جانہ بر دندے

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست

ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

(دفتر سوم مکتوب ۱۲۱)

"یعنی اس طائفۂ عالیہ کے علوم و اسرار کے بیان کرنے میں فقیر نے جو یہ تمام دفاتر لکھے ہیں۔ کیا ...ب سُکر و سرشاری کی آمیزش کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ایسا کہنا منکر اور حرام اور سخن ...زی ہے۔ وہ سخن ساز جو اس سُکر و سرشاری سے خالی ہیں کیونکہ اس قسم کی باتیں نہیں بنا سکے اور کیوں نہیں ...وں کے دلوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکے۔

...جمہ: حافظ کی یہ ساری فریاد آخر بیکار اور لغو نہیں ہے قصہ بھی انوکھا ہے اور بات بھی نرالی ہے جو افرادِ ...وم و اسرار سے بے بہرہ ہیں اور اس چاشنی سے نا آشنا ہیں وہ یقیناً حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ...عبارتوں میں تحریفات کریں گے اور ان پر کفر و زندقہ کا فتویٰ جڑیں گے جیسا کہ حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ ...جڑ چکے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا مسعود عالم کو جو نصیحت کی ہے یہ اُس وقت کی نہیں ہے ...ب کہ وہ خود اس شاہراہ پر آگئے تھے اور فنا فی الشیخ کی وادی میں گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

پاکر تجھے اپنے کو میں کیا بھول گیا ہوں — ہر سود و زیاں دوسرا[۱] بھول گیا ہوں

(از سید سلیمان ندوی)

جس دن سے مرے دل میں تری یاد بسی ہے — ہر ایک کو میں تیرے سوا بھول گیا ہوں

منظور تری چشمِ رضا جب سے ہوئی ہے — امیدِ جزا خوفِ سزا بھول گیا ہوں

آتا ہے[۲] خدا بھی ترے صدقہ میں مجھے یاد — گویا کہ بہ ظاہر میں خدا بھول گیا ہوں

---

[۱] دنیا و عقبیٰ [۲] حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس غزل میں اپنے پیر و مرشد کو مخاطب کرکے اپنا حالِ مومن کیلیے حضرت سید صاحب اپنے عہد کے علما میں جو اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے، سید صاحب کے اس وجدان اور مرشد سے عشق (پیر پرستی) پر معلوم نہیں "علماء اصحابِ توحید" شرکِ جلی کا فتویٰ صادر کریں گے یا شرکِ خفی کا اہل سنت علمائے کرام میں اس وقت وہ ہی بڑے گرم وہ بر سر اقتدار اور عام مسلمان کے ذہن و کردار (باقی اگلے صفحہ پر)

سجدہ طرف کعبہ ہے دل تیری طرف ہے — اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

(سلیمان نمبر معارف اعظم گڈھ مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۳۳)

یہی مولانا سید سلیمان تھے جو اپنی آزادی کے دوران میں سرہند شریف آستانۂ عالیہ مجددیہ پر اپنے دوستوں کے ساتھ گئے اور حضرت کے مزار پرانوار پہ فاتحہ نہیں پڑھی اور مسجد شریف کی دیوار پر بیٹھ گئے اور حضرت مجدد قدس سرہ آپ پر ظاہر ہوئے الخ اور یہی مولانا سید سلیمان حضرت شاہ ولی اللہ کو مولانا اسماعیل کا حقیقی معلم سمجھتے تھے۔

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ یُغَیِّرُ وَلَا یَتَغَیَّرُ وَسُبْحَانَ مَنْ لَّا یَقْبَلُ الزَّوَالَ۔

یہ عاجز ملفوظ نمبر ۱ میں شاہ ولی اللہ کا بیان لکھ رہا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عمر اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت تقریباً سترہ سال کی تھی آپ نے ایک دن اپنے فرزند شاہ عبدالعزیز سے فرمایا۔ ما بر مزار شریف متوجہ بہ روحانیت ایشان می نشستیم پس راہ حقیقت بر ما کشادہ شد" میں اپنے والد ماجد کے مزار شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر اکثر اوقات بیٹھا کرتا تھا، پھر حقیقت کی راہ مجھ پر کھلی۔

مؤلفِ القول الجلی کا
مختصر تعارف

حضرت والد ماجد کی روحانیت سے آپ پر راہِ حقیقت کھلی اور ۱۱۴۳ھ کو اپنے ماموں اور خسر کے صاحبزادے جو آپ سے چار سال چوبیس دن بڑے تھے، اور آپ کے ہمدم و مونس اور آپ کے خلیفۂ باختصاص اور آپ کی تالیفات کے نگراں جناب شیخ محمد عاشق پھلتی جن کی ولادت دس رمضان ۱۱۱۱ھ میں ہوئی اور "محمد غازی" آپ کا تاریخی نام ہے اور دیگر رفقاء کے ساتھ حج اور زیارت روضۂ مقدسہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا۔

فراغت یافتم از حج و عمرہ — بجو احرام سر کوئے تو بستم

(باقی حاشیہ پر چھائے ہوئے ہیں دافسوس کہ باہم برسرِ پیکار بھی) ہیں ان میں کا ہر فرد اپنے علم کے زعم و نمائش میں اپنے داماں کی حکایات بیان کرنے پر نازاں اور اپنے کو رضوانِ جنت سمجھے بیٹھا ہے اعرف عام میں جنت کا دادا نہ یا ٹھیکیدار ایک گروہ میں تکفیر و تفسیق (بے چارے مسلمانوں پر کفر و فسق کے فتووں) کی بھرمار وارزانی ہے تو دوسرے گروہ میں مشرک بدعتی قبر پرست وغیرہ وغیرہ" القاب کی بے باکانہ تقسیم کی لا انتہا فراوانی ہے۔ العیاذ باللہ۔

قانہ شرع خراب است کہ اربابِ صلاح — در عمارت گرمی گنبد دستار خود اند (تقی انور)

میں حج و عمرہ سے فارغ ہو گیا　　جب آپ کی گلی کا احرام میں نے باندھا

چو دیدم روے زیبائے تو جاناں　　ز تشویش وجودِ خویش رستم

اے جاناں جب آپ کا زیبا چہرہ میں نے دیکھ لیا　　اپنے وجود کی تشویش سے میں نے چھٹکارا پا لیا

بیا ساقی بدہ جام شرابے　　کہ مخمورِ صبوحیِ اَلَستم

آؤ ساقی مجھ کو اس شراب کا جام دو　　کیونکہ میں تو اَلَستُ بِرَبِّکُم کی صبوحی کا مخمور ہوں

اور پھر آپ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا

إِذَا أَقْلَقَتْنِي أَزْمَةٌ مُدْلَهِمَّةٌ　　تُحِيطُ بِنَفْسِي مِنْ جَمِيعِ الْجَوَانِبِ

جب اس تاریک مصیبت نے جس نے تمام جانبوں سے میرے نفس کو گھیر رکھا تھا مجھے بے چین کیا

تَطَلَّبْتُ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ أَوْ مُسَاعِدٍ　　أَلُوذُ بِهِ مِنْ خَوْفِ سُوْءِ الْعَوَاقِبِ

میں نے تلاش کیا، کیا کوئی معین و مددگار ہے کہ انجاموں کی برائی کے خوف سے اس کی میں پناہ پکڑوں

فَلَسْتُ أَرَى إِلَّا الْحَبِيبَ مُحَمَّدًا　　رَسُولَ إِلٰهِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ

تو میں نے یہ دیکھا بجز حضرت محمد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخلوق کے معبود کے رسول اور گھنی تعریفوں والے ہیں،

وَمُعْتَصَمَ الْمَكْرُوبِ فِي كُلِّ غَمْرَةٍ　　وَمُنْتَجَعَ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبِ

اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کو بچانے والے اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے مغفرت کی چراگاہ ہیں

وَقَدْ كَانَ نُورَ اللّٰهِ فِينَا لِمُصْعِدٍ　　وَصَمْصَامَ تَدْمِيرٍ عَلٰى كُلِّ نَاكِبِ

اور ہدایت کے طلب گار کے لیے وہ ہم میں اللہ کے نور اور ہر منہ موڑنے والے کے لیے اللہ کی تلوار ہیں

سات مہینے آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا، اس عرصہ میں آپ نے علمائے کرام سے حدیث شریف کی تکمیل کی اور اپنے استاد گرامی ابو طاہر جمال الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم المدنی الکردی الکورانی الشافعی کی فرمائش پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کی تالیف "رد روافض" عربی میں منتقل کی اور اس کا نام "اَلْمُقَدِّمَةُ السَّنِيَّةُ فِي الْإِنْتِصَارِ لِلْفِرْقَةِ السُّنِّيَّةِ" رکھا اس رسالہ میں آپ نے جو مدح و ستائش حضرت مجدد کی ہے شایانِ مطالعہ ہے، اور آپ نے جہاں بھی کچھ فوائد کا اضافہ کیا ہے یا کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے" قال العبد الضعیف عفی اللہ عنہ" لکھ کر کیا ہے۔ ترجمہ کرنے میں آپ نے کسی قسم کا ناجائز تصرف نہیں کیا۔ اس مبارک رسالہ کا نسخہ جب عاجز کو دستیاب ہوا، برخوردار سراسر نیک اطوار، ڈاکٹر ابو الفضل

محمد فاروقی رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ نے جمعہ ۱ ر ماہ مبارک میلاد ۱۴۰۴ھ ۱۶ ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی دہلی ۶ سے اس کو شائع کیا، جزاہ اللہ خیر الجزاء و جعل الجنۃ مثواہ۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ اور بقیع غرقد میں قبۂ اہل بیت اطہار سے آپ نے خوب فوائد حاصل کئے۔ حضرات آئمہ اہل بیت سے آپ کو نیا طریقہ ملا ہے۔ آپ نے اس کا ذکر "فیوض الحرمین" میں کیا ہے۔

چھ یا سات شعبان کو آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔ شیخ محمد عاشق نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خاص اونٹ پر مجھ کو جگہ دی۔

واضح رہے کہ حجاز مقدس میں اونٹ کے دونوں طرف تقریباً چار چار فٹ لمبے کھٹولے ہوا کرتے تھے۔ اور ہر کھٹولہ میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ ان کھٹولوں کو شغدف کہا کرتے تھے۔

تاریخ "القول الجلی"

اور لکھا ہے گیارہ شعبان ۱۱۴۴ھ کی رات کو منزل رابغ میں حضرت نے فرمایا "اگر کوئی میرے بیان کیے ہوئے معارف اور حقائق کو اس طرح لکھ لے کہ لوگ سمجھ سکیں وہ فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا۔"

آپ نے لکھا ہے یہ سن کر میں نے اسی وقت کچھ لکھا اور پھر باقاعدہ پندرہ شعبان کو مکۂ مکرمہ میں اس کام کو شروع کیا اور اس نام "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" رکھا۔

اسّی نوّے سال پہلے تک اس کتاب کے چند نسخوں کا پتہ چلتا ہے مولانا رحمان علی مؤلف کتاب "تذکرۂ علمائے ہند" اور سید صدیق حسن خاں کے پاس یہ کتاب تھی لیکن اب اس کتاب کا کامل نسخہ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے علاوہ غالباً دوسری جگہ نہیں ہے۔ خدا بخش لائبریری میں ناقص نسخہ ہے۔ اس کتاب کی تین قسمیں یعنی تین فصلیں ہیں۔ پہلی قسم باقی دونوں قسموں سے بڑی ہے اور یہی حصہ خدا بخش لائبریری میں نہیں ہے تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے سجادہ نشین محترم گرامی جناب مولانا مولوی محمد مصطفٰے حیدر قلندر ہیں ان کے برادر خورد محترم گرامی جناب مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر ہیں، تکیہ ان صاحبان کے دم سے آباد ہے تین سال ہوتے ہیں کہ عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ جناب برادر خورد کے بڑے صاحبزادے مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی حفظ اللہ و وفقہ لما یحبہ و یرضاہ نے کتاب القول الجلی کا بامحاورہ بہت عمدہ ترجمہ اردو میں سَعْیُ التَّقِیِّ فِی تَرْجَمَۃِ الْقَوْلِ الْجَلِی کے نام سے کیا ہے، عاجز

نے چند جگہ سے ترجمہ کو اصل سے ملا کر دیکھا اور بہت دِل خوش ہوا کہ جناب مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے مترجم سلمہٗ نے اس کے مفہوم کو صحیح پیرائے میں بیان کیا ہے نیز جابجا بہترین صوفیانہ شرح حواشی میں کی ہے۔
اس کتاب سے حضرت شاہ ولی اللہ کے صحیح حالات منظرِ عام پر آجائیں گے۔ آپ اگر علمِ ظاہر میں یگانۂ دہر تھے تو علمِ باطن میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحبِ طریق نَو تھے۔ آپ کا کشف بے مثال تھا۔ اور آپ کے انکشافات کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ عاجز نے جناب مولانا محمد مجتبیٰ حیدر سے شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے چودہ ملفوظات لیے ہیں جو القولُ الجلی میں تحریر ہیں تاکہ حضرت اقدس سرّہٗ کے صحیح حالات کا سب کو علم ہو اور حقیقت امر واضح ہو کہ آپ اہلسنت وجماعت کے مقتدا تھے، وہابیہ اور "اصحابِ توحید" کے عقائد سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا، اب ناظرین کرام حضرت کے ملفوظات اور انکشافات ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو گروہ اسمٰعیلیہ، وہابیہ، غیر مقلد اور اہل حدیث نے تحریفات وتنزویرات کر کے اپنے رنگ میں عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کے چند مکشوف اور ملفوظ

عرس مبارک روزے[1] عرس حضرت بزرگ بود قدس سرہ، حضرت ایشان بر مزار پُر اسرار نشستہ بودند کہ ناگاہ حق سبحانہ بحضرت ایشان الہام فرمود کہ ایں تقریر را بہ مردم برسانید۔ وھو ھذا۔
ایں فقیر نسبت شتّی دارد، یہ یک لسان ولی اللہ بن عبدالرحیم است وبہ دیگرے انسان است، وبہ دیگر حیوان وبہ دیگر نامی وبہ دیگر جسم وبہ دیگر جوہر، وبہ لسان آخر ہست است وبہ اعتبار آں لسان ہم حجر ہم شجر ہم فرس ہم فیل وہم بعیر وہم غنم، تعلیم اسماء مر آدم را من بودم، وآنچہ نوح طوفان شد وسبب نصرت اُو شد من بودم، آنچہ برابراہیم گلزار گشت من بودم توریت موسیٰ من بودم، احیاء عیسیٰ میت را من بودم، قرآن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم من بودم، والحمد للہ رب العالمین۔
پس بر حضرت ایشان ایں کلام گراں آمد کہ عادت شریف اخفائے امثال ایں امور بود اما معلوم فرمودند کہ عدم اظہار ایں معنی موجب نوعے از چیزے خواہد بود، مضطر شدہ آں را بیان فرمودند دراں

---

[1] اس واقعہ سے واضح ہے کہ آپ اپنے والد ماجد حضرت بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب کا عرس کرنے کے پابند تھے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ حضرت اقدس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے بلکہ کتاب ہذا میں آپ کے سوئم اور اس میں فاتحہ خوانی کا ذکر بالتفصیل ہے۔

حال آثارِ شدت وکلفت در روئے مبارک حضرت ایشاں مشاہدہ می افتاد۔ چنانچہ در بعض اوقات در حال وحی بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدتے طاری می شد بِسِرٍّ مِن اَسْرارِ اللہ تعالیٰ۔ ہم چنیں کمل ورثہ بعضے احیان ازاں معنی خالی نہ می باشند۔ (اصل ص۳۶)

ترجمہ اردو صفحہ ۴۹ یعنی ایک مرتبہ حضرت بزرگ کے عرس شریف کے موقع پر آپ مزار شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ یہ فقیر چند نسبتیں رکھتا ہے، ایک نسبت سے ولی اللہ فرزند عبدالرحیم ہے اور ایک سے انسان ہے اور ایک سے حیوان اور ایک سے نامی اور ایک سے جسم اور ایک سے جوہر اور ایک اعتبار سے وہ موجود ہے اور اس اعتبار سے پتھر بھی ہوں، گھوڑا بھی، ہاتھی بھی، اونٹ بھی بھیڑ بھی" آدم کو اسماء کی تعلیم" میں تھا، نوح کا طوفان جو اٹھا اور ان کی کامیابی کا سبب ہوا، وہ میں تھا، ابراہیم پر جو گلزار ہوا وہ میں تھا، موسیٰ کی تورات میں تھا، عیسیٰ کا مردے کو زندہ کرنا میں تھا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں تھا، سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

ایسے امور کے متعلق آپ کی عادت چھپانے کی تھی، لیکن آپ کو محسوس ہوا کہ ان چیزوں کا ظاہر نہ کرنا کسی خاص بات کا سبب بن جائے گا۔ لہٰذا مجبور ہو کر آپ نے بیان فرمایا، جیسا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کے وقت شدت طاری ہوتی تھی، اور یہ اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ آپ کی امت کے اصحابِ کمال بھی اس حالت سے خالی نہیں ہیں۔ جس وقت آپ نے اس الہام کا بیان فرمایا اس وقت شدت اور کلفت کے آثار آپ کے مبارک چہرہ پر نظر آرہے تھے۔

تشریح یہ عاجز کہتا ہے، ارباب طریقت کے لیے اس مبارک کشف میں کوئی سغرابت نہیں ہے اصحابِ قلوب جب مراقبہ کرتے ہیں اور صفات تکوینیہ کی تجلیات سے سرشار ہوتے ہیں ان پر وحدت وجود کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اول کے مکتوب ۲۹۱ میں لکھا ہے، "ایسی توحید والے ارباب قلوب اگر اسی مقام سے عالم کو مراجعت کریں گے تو عالم کے ہر ذرہ میں اپنے محبوب کو دیکھیں گے۔"

یعنی مراقبہ میں لطائف کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ مراقبۂ صفات ہو یا ذات۔ عروج کے وقت سالک اس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے، اور جب لطائف کا نزول ہو چکتا ہے تو اس پر صحو طاری ہو جاتا ہے البتہ خمار اور سرور کی کیفیت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور اگر سالک کے لطیفہ کو عروج ہوا اور وہ اس حالت میں مراجعت کرے تو دنیا کے ہر ذرہ میں اس کو وہی کیفیت نظر آئے گی جو مراقبہ میں پیش آئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلہ | اہلبیت اطہار کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت سے سینہ روشن ہوگیا

نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ سے وابستہ تھے ۱۱۴۴ھ میں کامل سات مہینے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ علم ظاہر میں وہاں کے گرامی قدر علماء سے استفادہ کیا اور علم باطن میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ کی خاک روبی کی اور حضرات اہلبیت اطہار کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کی اور وہاں مراقبات کرتے سے درجاتِ کمال پر فائز ہوئے۔ آپ نے الدر الثمین میں حضرات حسنین کی عنایتوں کا ذکر فرمایا ہے اور لکھا ہے۔ فَمِنْ یَوْمِئِذٍ انْشَرَحَ صَدْرِیْ لِلتَّصْنِیْفِ فِی الْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس دن سے میرا سینہ کھل گیا علوم شریعت کے تصنیف کرنے میں اور آپ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے۔ جب میں نے اہلِ بیتِ اطہار کے قبور کی زیارت کی مجھ پر ایک خاص طریقہ کا اظہار ہوا جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا طریقہ ہے۔

اہل تمکین اور اصحابِ صحو و آگاہی ایسے اُمور کا اظہار نہیں کرتے ہیں اور آپ کو حکم ملا کہ اس کا اظہار کریں۔ ہوسکتا ہے اس میں یہ حکمت ہو کہ خلائق کو معلوم ہو جائے کہ اصحابِ قلوب پر ایسے واقعات ظاہر ہوا کرتے ہیں لہٰذا اپنی نادانی کی بناء پر اس کا رَدّ و انکار نہ کیا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مبارک ارشاد کو جناب سعدی شیرازی نے دو شعروں میں بیان کیا ہے۔ فرمایا ہے ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب — دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر غیر بدبیں مباش — دوم آں کہ بر خویش خودبیں مباش

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت ایشان فرمودند کہ دوازدہم ربیع الاول بہ حسب دستور قدیم قرآن خواندم و چیزے نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و زیارت موئے شریف نمودم در اثنائے تلاوت ملاء اعلیٰ حاضر شدند و روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ جناب ایں فقیر و دوست داران ایں فقیر بہ غایت التفات فرمود دراں ساعت کہ ملاء اعلیٰ و جماعتِ مسلمین کہ با فقیر بود بہ ناز و نیائش صعود می کنند و برکات و نفحات ازاں حال نزول می فرماید[۱]

یعنی۔ حضرت نے فرمایا، قدیم طریقہ کے موافق بارہ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے مبارک بال کی زیارت کرائی، تلاوت کلام پاک کے دوران میں ملاء اعلیٰ کا وُرود ہوا (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح پُرفتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) اور

[۱] (۱۴۷) ترجمہ ص ۹۸

ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت نیازمندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کر رہی ہے) ہو رہی ہے (او
اٹھ رہی ہے) اور اس کیفیت کی برکتیں اور اس کی لپٹیں نازل ہو رہی ہیں۔

تشریح اس ملفوظ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ خاص بارہ ربیع الاول کو شاہ ولی اللہ رسول ال
صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ اور نذر و نیاز دلوایا کرتے تھے اور یہ آپ کا پرانا طریقہ تھا اور نیک بخت حاضرین کو
موئے مبارک از لبس مکرم ومقدس کی زیارت کراتے تھے اور شیرینی تقسیم کرتے تھے، تاریخ کی تعیین کی وجہ سے
(پناہ بخدا) کراہت تو درکنار، آپ کو برکات اور انوار نظر آتے تھے آپ حاضرین محفل کے درجات بلند ہوت
ہوئے دیکھتے تھے۔ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ۔

آپ نے رسالہ الدر الثمین کے صفحہ ۸ حدیث ۲۲ میں اپنے حضرت والا مولانا شاہ عبدالرحیم کا بیا
نقل کیا ہے کہ میں ایام مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا کھانا پکوایا کرتا تھا۔ ایک سال کچھ پاس
نہ تھا کچھ بھنے چنے تھے ان کو میں نے تقسیم کیا میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنے چنے رکھ
ہوئے ہیں اور آپ شاد اور بشاش ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے والد بزرگوار پابندی کے ساتھ میلاد مبارک کے د
خوشی کا کھانا اور شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور یہی حضرت شاہ عبدالعزیز اور آپ کے شاگردوں کا طریقہ رہا۔
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

فاتحہ شریف ۳۔ حضرت ایشاں فرمودند کہ در ایام عاشوراء از جانب ائمہ اہل بیت رضوان
اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحۂ ایشان باید کرد، بنا براں روز
چیزے از حلاوہ حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد پس سرور و ابتہاج در ارواح طیبۂ ایشا
مشاہدہ افتاد و نیز ارشاد فرمودند کہ چوں در ارواح طیبۂ اہل بیت رضی اللہ عنہم بامعان نظر تامل واقع
شد بہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امتیازے و مکنتے و عظمتے مشاہدہ افتاد کہ مثل ذلک در دیگراں
معلوم نہ شد و خیال واضح گشت کہ نسبتے کہ مخصوص اہلبیت است گویا از تلاحق افکار دوراں حضرت تام
کامل گشتہ و بعد ازاں اتباع ہماں نسبت و تلون باقی ماند و پس در اولیاء اللہ سطوتے و ابہتے کہ د

لہ حضرت اقدس کو جو فیوض و برکات اور محفل میلاد مبارک میں ملائکہ کے نزول کے مشاہدات
ہوئے وہ بالتفصیل آپ نے اپنی تالیف فیوض الحرمین (مطبوعہ) میں تحریر فرمائے ہیں۔

غوث اعظم معلوم می گردد در دیگرے یافتہ نہ می شود۔

یعنی۔ حضرت نے فرمایا۔ عاشوراء کے ایام میں حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرّر اشارہ ہوا کہ ان حضرات کی فاتحہ کرائی جائے چنانچہ ایک دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کر کے فاتحہ دلائی گئی اور حضرات ائمہ اطہار کی ارواح طیبہ میں خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر حضرت نے ارشاد کیا جب حضرات ائمہ اہل بیت اطہار کی ارواحِ طیبہ میں گہری نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک روح میں ایک خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں دیکھی نہ گئی اور کھلے طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت میں ہے وہ افکار کے مل جانے کی وجہ سے اتمام اور اکمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و عظمت حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی میں نظر آتی ہے وہ کسی دوسرے میں نظر نہیں آتی۔

تشریح اس مبارک ملفوظ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار قدس اللہ اسرار ہم کے ایماء اور خوشنودی کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ نے ایام عاشوراء میں ان حضرات کی فاتحہ دلوائی۔

شاہ ولی اللہ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت مبارکہ کے متعلق بہت خوب کہا ہے حضرات مشائخ کبار نے ایک اور وجہ تحریر فرمائی ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اُمّ فروہ دخترِ حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم تھیں۔ حضرت قاسم مدینۂ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک امام تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے علمی اور روحانی فوائد حاصل ہوئے، علامہ بدرالدین نے حضرات القدس میں آپ کا یہ قول لکھا ہے۔ وَلَدَنِی اَبُوْبَکْرٍ رضی اللہ عنہ مَرَّتَیْنِ۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں ایک جسمانی پیدائش ہے کہ وہ میرے نانا ہیں اور ایک روحانی پیدائش ہے کہ میں ان کے سلسلے سے مستفید ہوا ہوں۔

ایک مبارک پیشین گوئی

۴ حضرت ایشان فرمودند کہ در عالم مثال در یکے از فرزندان خود جا ہے دیدم وتے تمام و عظمتے و نورانیتے عظیم مشاہدہ نمودم امید آن است کہ ایں معنی ظہور نماید و در بعضے از فرزندان

لہ القول الجلی ص ۷۹، ۸۰ ۔ ترجمہ ص ۱۰۵ ۔

لہ آپ کے صاحبزادے و جانشین سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاحیات مجالس محرم کرنے کے پابند رہے جس میں صحیح و مستند روایات بیان فرماتے تھے اور کثیر مجمع ہوتا تھا تحریر فرماتے ہیں کہ ایک ہزار تک لوگ جمع ہو جاتے ہیں (فتاوی عزیزی مطبوعہ)

علمے وسیع معلوم می شود وازبعضے دیگر بقائے نسل ادراک نمودہ می آید (ص۸۲) ترجمہ ص۱۰۹

یعنی حضرت نے فرمایا۔ میں نے عالم مثال میں اپنے فرزندوں میں سے ایک میں عزت، دولت، بڑائی اور عظیم نورانیت دیکھی۔ امید ہے اس کا ظہور ہوگا اور بعض فرزندوں کا علم وسیع معلوم ہوا اور دوسرے بعض سے نسل کا باقی رہنا معلوم ہوا۔

تشریح آپ کے فرزند شاہ عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت، علمیت، نورانیت کی دولت سے نوازا۔ شاہ ولی اللہ نے کتابیں لکھیں اور شاہ عبدالعزیز نے چار اطراف میں ان کے علم کو پھیلایا، آپ سارے ہندوستان کے مُسلّم استاذ ہوئے۔ شاہ عالم بادشاہ نے جاگیر عنایت کی دو مواضع آپ کے اور آپ کے تین بھائیوں کے اور ایک بلا شرکت غیرے آپ کا[1]۔ بادشاہ آپ کے حلقۂ وعظ میں آیا کرتے تھے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر آپ کے دست و بازو تھے۔ جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے آپ سکون سے رہے اللہ تعالیٰ ان حضرات پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔

تصرف باطنی ۵۔ وقتے ظاہر شد کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واہل بیت آنجناب متوجہ حال فقیر وجمیع اطراف فقیر است ونیز روشن شد کہ نور الٰہی در عالم اجسام بہر دو قسم ظہور می نماید۔ ظہور تشریعی وظہور تکوینی۔ ظہور تشریعی بر ضبط قواعد کلیہ، علمے کہ متعلق بہ اول باشد علم ظاہر است، وعلمے کہ متعلق بہ ثانی است علم باطن است، بالجملہ بہ حسب نور تکوینی وعلم باطن ہیچ احدے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہ قومی تر نیست گویا ملاء اعلیٰ کہ بنائے احکام عالم بر آنہا است از اعظم الفریق اند بہ حسب نسبت او بدلیشان متوجہ شدن تریاقے مجرب است۔ (ص۸۷) ترجمہ ص۱۱۴۔

یعنی ایک مرتبہ ظاہر ہوا کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت مبارک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کے حال پر اور اس کے تمام اطراف پر متوجہ ہے، اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ عالم اجسام میں

---

[1] تین موضع جاگیر میں تھے جو شاہ عالم بادشاہ اور دولت راؤ سندھیا کے نذر کیے ہوئے تھے حسن پور اور مراد آباد پرگنہ سکندر آباد تو چاروں بھائیوں میں مشترک تھے اور ایک موضع محل جنہ (قریب پھلت) بلا شرکت صرف آپ (شاہ عبدالعزیز) کا تھا۔ آپ کی وفات کے وقت قریب ایک لاکھ روپیہ نقد اور دیگر بیش قیمت سامان آپ کی ملکیت تھا۔ چند ہزار روپے اپنے نواسوں شاہ محمد اسحٰق، شاہ محمد یعقوب کو برائے سفر حج وعمرہ دیئے اور چند ہزار روپے اپنی تجہیز وتکفین اور دیگر مابعد مراسم تعزیت (فاتحہ وغیرہ) کے لیے ورثا کو دیئے (تلخیص از مقالات طریقت مطبوعہ صفحہ ۴۰)

اللہ تعالیٰ کا نور دو طرح کا ظاہر ہوتا ہے ایک تشریعی ظہور اور دوسرا تکوینی[1] ظہور۔ تشریعی ظہور کی اساس شریعت کے قواعد کلیہ کے ضبط اور استحکام پر ہے اور تکوینی ظہور کی اساس قواعد کلیہ کی مراعات کے بغیر مصالح کلیہ کے قائم رکھنے پر ہے، وہ علم جس کا تعلق پہلے نور (تشریعی) سے ہے وہ علم ظاہر ہے اور وہ علم جس کا تعلق دوسرے نور تکوینی سے ہے وہ علم باطن ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نور تکوینی اور علم باطن کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اثنا عشری ائمہ سے زیادہ قوت والا کوئی نہیں ہے یہ حضرات گویا کہ ملاء اعلیٰ کا ایک بہت با عظمت فریق ہے جس پر اس علم کا استحکام اور مضبوطی ہے۔ جو نسبت ان حضرات کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کی وجہ سے ان حضرات کی طرف متوجہ ہونا مجرب تریاق ہے یعنی اکسیر اعظم ہے۔

مبارک جماعت اس میں کوئی کلام نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام احمد کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی محبت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں بیٹھا وہ طوفان سے بچا اور جو نہ بیٹھا وہ ہلاک ہوا، حضرات صحابہ کا احترام برقرار رہے اور احادیث صحیحہ کی مشعل ہاتھ میں رہے۔ وہ اللہ کے لطف وکرم سے قیامت کے لرزہ خیز واقعات اور دوزخ کے درکات سے (گہرائیوں سے) محفوظ رہے گا، جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے اور ملا علی قاری نے مرقات میں نقل کیا ہے عاجز نے خلاصہ پیش کیا ہے اللہ کے فضل وکرم سے یہ مبارک جماعت جو نجات کی کشتی میں بیٹھی ہے اہل سنت وجماعت کی ٹولی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

محفلِ سماع ۶۔ حضرت ایشان فرمودند کہ شب عرس حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ در مقبرۂ شان ہنگامہ و سرودے وہمر دمان شوقے و وجدے بود۔ در مسجد خویش بعد عشاء نشستہ بودم کہ یک پارۂ نور آوردند و گفتند کہ آنچہ درآں جا ذوق وشوق وکرامات توجہ روح مبارک شان بود، ہمہ مرکب شدہ ایں صورت گرفتہ کہ ارسال یافتہ و درہماں اثنا نفس ناطقہ را سریان در تمام عالم ظاہر شد و واضح ساختند کہ آں نور تابع از آں منبع است اگرچہ از انجام سول ہم است۔ (صنا۱) ترجمہ ص۱۲۹

یعنی حضرت نے فرمایا، حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کے عرس کی رات کو ان کے مقبرہ میں لوگوں کی بھیڑ اور نغمہ سرائی کا ہنگامہ برپا تھا لوگ اپنے شوق اور وجد میں مصروف تھے، میں عشاء کے بعد اپنی مسجد

---

[1] نیست را ہست نمودن و در وجود آوردن۔ نیست کو ہست کرنا اور (عدم سے) وجود میں لانا

شریف میں بیٹھا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا میرے پاس لایا اور کہا گیا کہ وہاں پر ذوق وشوق اور روح مبارک کی کرامات کا جو کچھ ظہور ہوا ہے وہ سب مل کر اس صورت میں ہو گئے ہیں جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے۔ اسی دوران میں نفس ناطقہ کا اثر تمام عالم میں ظاہر ہوا اور یہ بات واضح کی گئی کہ وہ نور اسی منبع کا تابع ہے اگرچہ وہاں سے بھیجا بھی گیا ہے۔

تشریح اس ملفوظ سے ثابت ہے کہ آپ کے محترم چچا کا (بھی) عرس ہوا کرتا تھا اور محفل سماع وسرود منعقد ہوا کرتی تھی اور لوگوں پر ذوق وشوق طاری ہوتا تھا اور آپ کے محترم چچا کی روح کی کرامات (اور برکات وانوار) کا ظہور ہوا کرتا تھا اور وہ محفل نورانی ہوا کرتی تھی۔ شاہ ولی اللہ کو اس احتفال پر کوئی اعتراض نہ تھا[1] بلکہ آپ کو اس سے مشاہدات اور فیوضات روحانی حاصل ہوتے تھے۔

صحبت ولی کی تاثیر ۷۔ اتفاق چناں افتاد کہ قبل ازاں، شب وقت خواجہ محمد امین وخواجہ ابو الخیر طبخ دوا برائے آنجناب مشغول شدند ودریں باب اہتمام تمام بہ کار بردند، وقت شب جناب حضرت الیشان ارشاد فرمودند کہ سابق ازیں مدتے دراز شد کہ یکبارگی در خانۂ ما چیزے از طعام بہ دیر میسّر آمدہ بود و میاں نور اللہ متصدی سرانجام بعضے اسباب آں شدہ بودند، بنا براں نماز مغرب پیش از جماعت ادا کردہ آں را سرانجام دادند پس نماز شاں بہ جناب الٰہی بہ محل قبول رسیدہ بود ہم چنیں امروز عمل ایں ہر دو عزیزاں قبول گشتہ۔ (ص۱۲۲، ترجمہ ص۱۵۱)

یعنی۔ اس سے پہلے ایسا اتفاق ہوا تھا کہ خواجہ محمد امین اور خواجہ ابو الخیر بڑے اہتمام سے رات کے وقت (حضور کی) دوا پکانے میں مصروف ہو گئے تھے (اس کام کی وجہ سے جماعت ان سے فوت ہو گئی تھی) حضرت نے رات کو فرمایا، اس واقعہ سے ایک زمانہ پہلے ایک مرتبہ ہمارے گھر میں کھانے کا سامان دیر سے میسر آیا، میاں نور اللہ.... (بڈھانوی) بعض چیزوں کی فراہمی میں ساعی (کوشاں) ہوتے تھے اور اس (حضرت اقدس اور آپ کے اہلبیت کی خدمت کی) وجہ سے انہوں نے مغرب کی نماز جماعت سے پہلے پڑھ لی تھی اور پھر کام کے پورا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گئی تھی۔ اسی طرح آج کے عمل میں ان دونوں عزیزوں کی نماز قبول ہو گئی ہے۔

تشریح جماعت سنت موکدہ ہے بلا عذر چھوڑنا بازپرسی کا سبب ہے خواجہ محمد امین ولی اللہی

---

[1] حضرت اقدس نے اپنے والد ماجد کی چشم دید روایت حضرت مجدد الف ثانی کے پیرو مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی کے عرس کا حال جس میں قوالی کا بھی بندوبست ہوتا تھا نیز حضرت اقدس نے اپنے استاد شیخ ابراہیم کردی مدنی کا شدت ذوق سماع اور اس کے فوائد انفاس العارفین صفحہ ۱۸۴ و ۱۸۵ میں لکھے ہیں۔ نقی انور

اور خواجہ ابوالخیر اور ان سے پہلے میاں نور اللہ سے جماعت فوت ہوگئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ان تینوں سے باز پرسی نہ ہوگی، ان تینوں کو ان کا اخلاص کام آیا۔

وَجد و سُرود ۸ (بہ حالت اعتکاف در ماہ رمضان) شب بست و نہم نادر کیفیتے داشت کہ بہ جز شوق و وجد و انجذاب چیزے دیگرے را گنجائش نہ بود، بہ تقریبے بعضے نغمہائے طیبہ کہ در جوار آں مکان اتفاق افتادہ بود نیز مہیج آں کیفیت شدہ بودند، بالجملہ تمام شب بہ ہمیں رنگ گزشت در ثلث اخیر وقت حضرت الیشان بہ غایت خوایش بود، از شوق و ذوق سر تا پا امتلائے عظیم داشت، و مستی و جوشش از ہر بن موئے مبارک می تراوید، و اثرے عجیب در تشرف آں دوران حضور در گرفتہ بود، دراں وقت نغمہ سرا بیت حافظ شیراز کہ

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود　　　سر ما خاک رہ پیر مغاں خواہد بود

آغازید، ازاں آواز پر سوز و گداز دل و جگر ہر یک می پاشید، ہر کس از فدویاں بے اختیار می خواست کہ خود را پروانہ وار بران شمع الٰہی فدا سازد انخ　　(۱۲۳) ترجمہ ص ۱۵۲

یعنی۔ اعتکاف کی حالت میں رمضان کی انتیسویں رات کو آپ پر نادر کیفیت طاری ہوئی کہ شوق، وجد اور جذبہ کے سوا کسی شے کی گنجائش نہ تھی، متصل مکان میں اتفاقی طور پر کوئی خوشی تھی اور وہاں اچھے گانے ہو رہے تھے اور ان کی آواز آرہی تھی، اس سے شوق و محبت کی آگ اور بھڑکی اور اس کیفیت میں ساری رات بسر ہوئی۔

تہائی رات باقی تھی، آپ خوش تھے اور ذوق و شوق میں از سر تا پا ڈوبے ہوئے تھے مستی اور جوش آپ کے ہر بُن مُو سے ٹپک رہا تھا کہ گانے والے نے حافظ شیراز کا عشق و محبت میں ڈوبا ہوا شعر پڑھا جس کا مطلب کچھ ایسا ہے۔

جب تک میخانۂ معرفت اور شراب محبت کا نام و نشان باقی ہے ہمارا سر ساقی خمخانۂ الست کی راہ کی مٹی بنے گا۔

یہ عاشقانہ و مستانہ شعر اور پھر پڑھنے والے کی پُرسوز و گداز آواز نے ہم میں سے ہر ایک کا دل اور جگر پاش پاش کر دیا، اس وقت جتنے جاں نثار وہاں موجود تھے سب کی تمنا تھی کہ اس نورانی شمع (حضرت اقدس) پر اپنے کو پروانے کی طرح فدا کرکے خاکستر ہو جائیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

تشریح: شیخ محمد عاشق رحمۃ اللہ کے اس بیان سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ

قدس سرہ نہ ملائے خشک تھے اور نہ صوفی خشک علم ظاہر میں اگر بے مثل و بے بدل تھے، علم باطن میں اچھی مثال
"رُوَیدَکَ اَنجَشَۃَ لَا تَکسِرِ القَوارِیرَ" کے تھے۔

حضرت اُنجشہ کا واقعہ

قصۂ حادی جناب اَنجشۃ / کردہ نقل آں را جماعت از خیار
انجشہ حُدی خواں کا قصہ / بہترین لوگوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے

آں حُدی خوانِ جنابِ مصطفیٰ[1] / اندر جز خواندے بہ صوت زیر و زار
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حُدی خواں / نرم اور غمگین آواز سے رجز پڑھتا تھا

اشتر بے چارہ ازاں صوتِ جمیل / مست گشتہ تیز رفتے زیر بار
بے چارہ اونٹ اس حسین آواز سے / بوجھ میں دبا ہوا مست ہو کر تیز چلتا

در سفر بارے حُدی آغاز کرد / بود سرورِ[2] نیز بر ناقہ سوار
ایک مرتبہ سفر میں اس نے حُدی شروع کی / سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر سوار تھے

خواند مستانہ بہ نوع پاک دِل / ذکر پاکش مانند شیریں یادگار
اس پاک دل نے مست ہو کر اسطرح حدی پڑھی / کہ اس کا پاک ذکر یادگار بن گیا

چوں جناب مصطفیٰ[3] اشعرش بدید / کاں بہ رنگِ برق گشتہ شعلہ بار
جب جناب مصطفےٰ نے اسکے شعروں کو دیکھا / کہ وہ بجلی کی طرح شعلے برسا رہے ہیں

گفت لَا تَکسِر قَوارِیرَ اَنجَشَۃُ / سینہا را تا نہ سوزاند شرار
فرمایا اے انجشہ شیشیوں کو نہ توڑ / تاکہ سینوں کو چنگاریاں نہ جلادیں

خوش نصیب است آں کہ سُکر و اِنبساط / صَرفِ یادِ حق کند لیل و نہار
وہ خوش نصیب ہے جو سکر اور اَنبساط کو / شب و روز خدا کی یاد میں صرف کر دے

در رہ اُلفت بہ عزم و صدقِ تام / مردواراں پا نہادہ استوار
پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں / مردانہ وار مضبوط قدم جمائے ہوئے ہو

---

[1] صلی اللہ علیہ وسلم [2] صلی اللہ علیہ وسلم [3] صلی اللہ علیہ وسلم۔

چشم پُرنم آہ پُر سوزش بود	تن زلون و قلب باشد بے قرار
اس کی آنکھ نمناک اور دل پر سوز ہو	جسم عاجز اور دل بے قرار ہو
ہر زماں از شوق مستیہا کند	ہر نفس بر جانِ جانانش نثار
ہر لحظہ شوق سے مستیاں کرے	ہر سانس میں محبوب کے نام پر قربان ہو
ذکرِ پاکش داروئے دلہا است زید	آتشِ عشقش سپر باشد زنار
اے زید اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے	اس کے عشق کی آگ جہنم کی سپر ہو گی،

افسوس ایسے فرد اکمل و بے مثال کو اہلِ اہوا نے وہابیہ کے عقائد کا علم بردار ظاہر کیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے اور آپ کے رفیق و مونس، آپ کے خلیفۂ اعظم جناب شیخ محمد عاشق آپ کے مسلک پر ترجمان اہل سنت و جماعت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۹۔ آگاہی آمد، ایں فرزندان کہ لطفِ الٰہی ایشاں را بہ ما عطا کردہ است ہمہ سُعَدَاء اند، نوعے از ملکیت بر ایشان ظہور خواہد کرد و لیکن تدبیر غیب تقاضہ می کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علوم دین نمایند و ہماں جا وطن اختیار کنند، از طرف مادر نسبت ایشاں بہ ما متمکن باشد زیرا کہ آدمی زادہ بہ وطن مادر میلان طبعی دارد، انتقال جماعہ کہ وطن والدۂ ایشان متمکن باشد بہ سر زمینے بالطبع مستحیل است مگر بہ سبب قسر قاسر[1]

یعنی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے یہ اولاد جو مجھ کو عنایت کی ہے، سب نیک بخت ہیں اور ان پر ایک طرح کی فرشتگی کا ظہور ہو گا۔ اور غیبی تدبیر کا تقاضا ہے کہ دو افراد اور پیدا ہوں جو سالہا سال مکہ اور مدینہ میں علوم دین کی ترویج کریں اور وہیں کی وطنیت اختیار کر لیں ماں کی طرف سے ان کا رشتہ مجھ سے ہو گا۔ ایسی جماعت جس کا تعلق والدہ کے وطن سے ہو، وطن کو چھوڑنا مشکل کام ہے مگر یہ کہ کوئی بہت جدّ و جُہد کرے۔

تشریح آپ کے تین صاحبزادوں کا قیام دہلی میں تھا۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ، شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ تینوں حضرات بہ ظاہر بشر اور بہ باطن فرشتے تھے، عاجز کے پردادا حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے اور تفسیر کلام الٰہی میں شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے، تینوں بھائی صاحب نسبت و

---

[1] القول الجلی ص ۲۳۸، ص ۲۳۹ ترجمہ صفحہ ۳۱۱

کشف صحیح تھے اور شاہ عبدالقادر کا کشف نہایت عمدہ تھا انہوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا تھا۔ الخ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے شاہ محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب مع متعلقین و اولاد اور اپنے دامادوں اور ان کے اہل و عیال اور مع دوسرے رفقاء کے ۱۲۵۸ھ کو حرمین محترمین ہجرت کر گئے اور وہاں سالہا سال علوم دین پڑھاتے رہے اور آخر وہاں کی پاک مٹی میں پیوند ہو گئے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا۔

شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے ان کی وفات کے بیاسی سال کے بعد یہ واقعہ ظاہر ہوا۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب "اتحاف النبلاء" مطبوعہ نظامی کانپور در ۱۲۸۸ھ کے صفحہ ۴۳۰-۴۳۱ میں "القول الجلی" کی عبارت نقل کر کے لکھا ہے۔

مصداق ایں آگاہی بہ ظاہر وجود ہر دو نواسۂ شاہ عبدالعزیز دہلوی است، مولوی محمد اسحاق و محمد یعقوب کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند و سالہا بہ احیاے روایت حدیث بہ اہل عرب و عجم پرداختند۔" یعنی اس آگاہی کا مصداق بہ ظاہر شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دو نواسے مولوی محمد اسحاق اور محمد یعقوب ہیں جو دہلی سے ہجرت کر کے مکہ میں مقیم ہوئے اور برسوں اہل عرب اور عجم کو حدیث کی روایت کی۔" یہ ہے اَلْمُؤْمِنُ یُنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کی ایک مثال نواب صدیق حسن خاں (بھوپالی) کے پاس القول الجلی کا نسخہ تھا اور وہ اس کو مستند سمجھتے تھے۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کشف کے قائل ہو گئے۔ باوجودیکہ وہ اہل حدیث کے امیر اور غیر مقلدین اور وہابیوں کے اپنے عہد میں امام تھے۔

مزار شریف پر حاضری

۱۰ روزے بہ شیخ عبدالعزیز کہ خلف الصدق ظاہراً و باطناً حضرت ایشان اند در ضمن بعض تقریبات فرمودند کہ حضرت قبلہ گاہ ما چوں ازیں عالم انتقال نمودند عمر ما مثل ہمیں عمر شما بود و میاں اہل اللہ یعنی برادر خورد بہ سن رفیع الدین بودند پس ما بر مزار شریف اکثر اوقات متوجہ بہ روحانیت ایشان می نشستیم پس راہ حقیقت بر ما کشادہ شد۔ پس ازیں حکایات تنبیہ بر قرب ارتحال خویش کردند۔

روزے فرزندان گرامی را بہ بشارات نواختند و بہ شیخ عبدالعزیز خطاب نمودہ فرمودند کہ فرزندم شیخ محمد را نسبتے مع اللہ مانند نسبت شاہ حسین۔ ملاں کہ معلم فرمودند و انہ خاطر برفت، خواہد شد و نام تو در ملاء اعلیٰ حجۃ اللہ است و نام رفیع الدین ابو العجائب اعنی تسخیر عناصر دے را باشد کہ ہر چہ از زبان او بر

آید صورت وقوع گیرد ونام عبدالقادر معین الحق که حجۃ اللہ را بہ مال یا بہ نوعے دیگر اعانت نماید، پس شیخ عبدالعزیز عرض نمودند کہ آیا مارا ولایت نخواہد بود فرمودند نہ فہمید یدکہ حجۃ اللہ جارحۂ الٰہی می باشد دہ اتمام مراد وے تعالی۔ الحمدللہ در ہر یک از ایشان آثار ایں بشارت ظاہر و باہر است (ص۲۶۲) ترجمہ ص۶ حصہ دوم

یعنی۔ ایک دن بعض تقریبات کے دوران اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز سے جو ظاہراً اور باطناً آپ کے خلف صدق ہیں فرمایا کہ ہمارے والد ماجد جب دنیا سے آخرت کو منتقل ہوئے ہماری عمر ہماری عمر تمہاری اس عمر کی طرح تھی اور میرے چھوٹے بھائی میاں اہل اللہ کی عمر رفیع الدین کی سی عمر تھی۔ میں آپ کے مزار شریف پر آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا پھر مجھ پر راہ حقیقت کھلی۔ ان حکایات کے بعد آپ نے آگاہ کیا کہ میری رحلت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

ایک دن آپ نے اپنے چار فرزندان گرامی کو بشارات عظیمہ سے نوازا آپ نے شیخ عبدالعزیز سے فرمایا، میرے فرزند شیخ محمد کو اللہ سے نسبت فلاں شاہ حسین۔ آپ نے بیان فرمایا تھا۔ جو میرے ذہن سے اتر گئی ہے، کی نسبت کی طرح ہوگی۔ اور تمہارا نام ملاء اعلیٰ میں حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین کا نام ابوالعجائب ہے۔ ان کو عناصر کی تسخیر حاصل ہوگی جو بات کہیں گے وہ ہوگی اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے، وہ مال سے یا دوسرے طریقہ سے حجۃ اللہ (شیخ عبدالعزیز) کی مدد کریں گی یہ سن کر شیخ عبدالعزیز نے آپ سے کہا کہ کیا ولایت مجھ کو نہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا تم سمجھے نہیں حجۃ اللہ، اللہ تعالیٰ کا آلہ ہے۔ وہ اس سے مراد کی تکمیل کراتا ہے۔ محمد عاشق نے کہا ہے۔ الحمدللہ سب میں بشارت کے آثار صاف طور پر ظاہر ہیں۔

تشریح اس مبارک قطعہ میں دو واقعات کا بیان ہے۔

پہلے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے فرزند دوم شاہ عبدالعزیز سے فرمایا کہ حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت میری عمر اتنی تھی جتنی اب تمہاری عمر ہے۔ میں ان کے مزار شریف کے پاس ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا تا آں کہ راہ حقیقت مجھ پر کھلی۔

افسوس ہے اب مدعیان سنت و اصحاب توحید کے نزدیک یہ عمل شرک میں داخل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو جو نعمت ملی اس کی ابتدا ان کے والد ماجد کی مرقد مبارک سے ہوئی اور اس کا اتمام سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ پر ہوا، وہ روضۂ مقدسہ جس کے زیارت، سراسر سعادت کا شوق امیر المومنین حضرت عمر فاروق کعب احبار کو دلا رہے ہیں۔

دوسرے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے (اپنے صرف چار صاحبزادوں)، شیخ محمد، شیخ عبدالعزیز، شیخ

رفیع الدین، شیخ عبدالقادر کو بشارات سے نوازا ہے اور جناب شیخ محمد عاشق نے لکھا ہے کہ بشارت کے آثار صاف طور پر ثابت ہیں [1]

۱۱۷۶ھ چوں سلخ محرم سَنَةَ سِتٍّ وَ سَبْعِيْنَ بَعْدَ الْأَلْفِ وَ مِائَةٍ رسید کہ از عمر شریف سال شصت و دوم شروع شدہ بود وقت صبح روز شنبہ مرزا جان جاناں کہ از مشاہیر طریقہ نقشبندیہ احمدیہ اند با خویش بہ عیادت آمدند و خلوت ساختند کہ بہ جز چند کس از مخصوصان کہ ایں بندہ ہم طفیلی شان بود، دیگرے نہ بود، پس حلقۂ مراقبہ شد و قریب نیم پاس ہم ہماں صحبت ماند۔ بعد ازاں چوں مجلس مراقبہ منقضی شد مرزا رخصت خواستند ازاں وقت حال مزاج شریف متغیر گشت پس ازاں آناً فاناً آثار انتقال ظہور نمودند تا کہ وقت ظہر ہماں روز طائر روح پاک شاں بہ عالم قدس طیران نمود و بہ رفیق اعلیٰ پیوست۔

(ص ۲۶۳) ترجمہ ص ۷ حصہ دوم

یعنی جب ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ ہوئی اور آپ کی عمر کا باسٹھواں سال شروع ہو گیا تھا، ہفتہ کے دن مرزا جان جاناں جو کہ طریقہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشاہیر میں سے ہیں اپنی جماعت کے ساتھ عیادت کے لیے آئے، خلوت کی محفل ہوئی، چند مخصوص افراد کے علاوہ کوئی نہ تھا، یہ بندہ مخصوص افراد کا طفیلی تھا یعنی محفل میں شریک تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ کی محفل رہی پھر مرزا نے رخصت طلب کی۔ اس وقت سے شاہ ولی اللہ کے مزاج شریف میں تغیر ہوا اور لحظہ بہ لحظہ موت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے چنانچہ اسی دن ظہر کے وقت طائر روح پاک نے عالم قدس کو پرواز کی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملا۔ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ۔

وفات: آپ کی وفات ظہر کے وقت، ہفتہ کے دن ۳۰ ماہ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۷۶۲ء کو دہلی میں ہوئی اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب محمد عاشق نے حضرت میرزا کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

تعارف حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ

آپ کا اسم گرامی شمس الدین حبیب اللہ جانِ جاناں ہے اور مظہر آپ کا تخلص ہے۔ آپ کے

[1] حضرت اقدس کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادگان کی عمریں: ۱۔ شیخ محمد تقریباً ۲۹ یا ۳۰ سال ۲۔ شیخ عبدالعزیز ۱۶ سال چھ ماہ ۳۔ شیخ رفیع الدین ۱۳ سال ۴۔ شیخ عبدالقادر تقریباً ۹ سال ۵۔ شیخ عبدالغنی ۵ سال تھی

والد ماجد کا نام میرزا جان ہے آپ کا نسب محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ۲۸ وسائط سے پہنچتا ہے، چونکہ آپ کے جدِّ اعلیٰ نے سلاطین تیموریہ کی بیٹی سے شادی کر لی تھی میرزا کا خطاب پایا اور دربار کے امرا میں ان کا شمول ہوا۔

لفظ میرزا کی اصل امیر زادہ ہے۔ کثرت استعمال سے میرزا اور پھر مرزا ہو گیا۔

آپ کی ولادت گیارہ رمضان ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ کی ہے۔ آپ کے احوال شاہ غلام علی نے مقاماتِ مظہری اور کمالاتِ مظہری میں اور شاہ نعیم اللہ نے بشاراتِ مظہریہ اور معمولاتِ مظہریہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

مقاماتِ مظہری مطبع احمدی ۱۲۶۹ھ کے صفحہ ۳۴ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ۔

"مجھ کو اللہ نے ایسا صحیح کشف عنایت کیا ہے کہ روئے زمین کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، سب کچھ ہاتھ کی ہتھیلی کی لکیروں کی طرح مجھ پر عیاں ہے۔ اس وقت حضرت میرزا جانِ جاناں کا مثل کسی ملک اور کسی شہر میں نہیں ہے، جس کو مقامات کے سلوک کی آرزو ہو اُن کی خدمت میں حاضر ہو"۔

یہ لکھ کر حضرت شاہ غلام علی نے لکھا ہے "آپ کے فرمانے کے بموجب حضرت شاہ ولی اللہ کے اصحاب استفادہ کے لیے آپ کے پاس آئے" اور لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ خطوط میں آپ کو ان القاب سے یاد کرتے تھے۔

" متع اللہ المسلمین بافادات قیم الطریقۃ الاحمدیۃ و روی ریاض الطریقۃ بتوجھات نفسہ الزکیۃ آمین " اور خدائے عز و جل آں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سُنن نبویہ را دیرگاہ داشتہ مسلمین را متمتع و مستفید گرداناد" اور " خدائے عز و جل آں قیم طریقۂ احمدیہ خصوصًا و طریقۂ صوفیہ عمومًا و آں متحلی بہ انواع فضائل و فواضل را دیرگاہ سلامت داشتہ انواع برکات بہ کافۂ انام مفتوح گرداناد"

معمولاتِ مظہری کے مقدمہ کے آخر میں سامع خاں کا بیان لکھا ہے کہ میں شیخ محمد علی حزیں کے پاس راستہ میں ایک بلند جگہ بیٹھا تھا۔ ناگاہ حضرت میرزا گھوڑے پر سوار اس راستے سے گزرے شیخ محمد علی حزیں نے دریافت کیا۔ یہ جوان کون ہے۔ کسی نے کہا یہ حضرت میرزا جانِ جاناں ہیں محمد علی حزیں نے کہا۔

"چشم بد دور، ہمہ داتی و ہمہ جانی"

حضرت میرزا حضرت شاہ ولی اللہ کی بہت قدر کرتے تھے ۔ سچ ہی اصحاب کمال ہی اہل کمال کی قدر کرتے ہیں "کلمات طیبات کے" صفحہ ۸۳ ۔ ۸۴ میں آپ کا مکتوب شریف ہے ۔ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے ۔

ترجمہ ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار و معارف اور علوم کی باریکیوں کی تحقیق میں آپ کا خاص طرز ہے ان کمالات اور ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے آپ علماء ربانیوں میں سے ہیں محقق صوفیوں میں جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوئے ہیں اور جنہوں نے علم نو کا بیان کیا ہے آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں "

فیوض الحرمین مطبوعہ ۱۳۰۷ھ کے صفحہ ۶۳ میں ہے ۔

میں ائمہ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوا ۔ میں نے ان کا ایک خاص طریقہ پایا اور وہی اصل ہے اولیاء کے طریقوں کا میں اس اصل کا بیان کرتا ہوں اور ان منضمات (جو اس سے ملے ہیں) کا بیان بھی کرتا ہوں جو اولیاء اللہ کے طریقوں میں ہوئے ہیں اور وہ اصل یہ ہے کہ "یادداشت" کی طرف التفات رکھی جائے الخ

طریقۂ نقشبندیہ کی اصل عاجز کہتا ہے طریقہ نقشبندیہ کی اصل طریقہ خواجگان ہے اور اس طریقہ کے سرکردہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی متوفی ۵۷۵ھ ہیں آپ کو حضرت خضر سے فوائد حاصل ہوئے ہیں آپ کے آٹھ ارشادات ہیں جو ان کے طریقہ کی اساس ہیں ۱ ہوش در دم ۲ نظر بر قدم ۳ سفر در وطن ۴ خلوت در انجمن ۵ یاد کرد ۶ بازگشت ۷ نگاہ داشت ۸ یادداشت ۔

حضرات خواجگان کے نزدیک ذوق اور وجدان کی رو سے دوام آگاہی حاصل ہونے کا نام "یادداشت" ہے ۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس اصل کو حضرات ائمہ اہل بیت کے طریقہ کا اصل قرار دیا ہے ۔

الٰہی از تو رحمت بے کراں باد ۔ سلام از ما رسد بر جان ایشاں

مقام حضرت امام مہدی [۱] (از قسم دوم) فرمودند اندر دل شے اگر میل سلطنت و رغبت حکومت سر بزند و ایں رغبت بہ الہام حق ظاہر نماید کہ برائے اعلاء کلمۃ اللہ بودہ است قبول نہ باید کرد و سخن او را معتبر نباید داشت کہ مفتون تسویل [۲] نفس و شیطان شدہ است زیرا کہ وجود سلطنت

---

[۱] یہ کشف چونکہ قسم دوم کتاب القول الجلی میں ہے ۔ بلفظہ پٹنہ لائبریری کے نسخہ میں صفحہ ۴۳ پر ہے جس کا عکس میرے پاس آگیا ہے ۔ [۲] تسویل شیطان کا لوگوں کے نفس میں گناہوں کو آراستہ کرنا سخن آرائی وافترا (غیاث وغیرہ)

در اولیائے ایں امت بہ الہام حق و انتظام امر ملت صورت نہ یافتہ مگر در حضرت امام مہدی کہ در آخر زماں پیدا می شوند کہ تیمّ ایں ہر دو امر بہ الہام الٰہی خواہند شد و غیر الشان ہر کہ مدعی ایں معنی شود حکم بر بطلان او باید کرد کہ میل او از سر نفسانیت است کہ ہیچ اصل نہ دارد (ص ۳۴۲)

یعنی۔ آپ نے فرمایا اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے واسطے ہے، قبول نہ کیا جائے کیوں کہ یہ ہرا باغ نفس و شیطان کا بنایا ہوا ہے اس امت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام کے لیے اولیاء اللہ میں سے سوا حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے کسی اور کے لیے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور انتظام امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعویٰ کرے اس کی غلط روی کا حکم کیا جائے۔ کیوں کہ اس کا یہ فعل از راہ نفسانیت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ایک عظیم کشف: حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ مسلمانوں کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھ لو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام آخیر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے۔

اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ مدار بحث و تحقیق ہیں، ایک لفظ درویش ہے اور دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش خدا رسیدہ کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی لو خدا سے لگ گئی ہو اور الہام دل میں اچھے خیال کے آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہید" کے مکتوب ۲۶ میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۸ میں ہے۔

"مصلحت وقت چناں اقتضا کرد کہ اقامت ایں رکن رکین اسلام بدون نصب امام بہ وجہ مشروع صورت نہ می بندد بنا بر علیہ بہ تاریخ دوازدہم جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ سنہ ہجری مقدس بہ اتفاق مشاہیر سادات کرام و علمائے اعلام و مشائخ عظام و صاحبزادگان ذوی الاحترام و خوانین ذوی الاحتشام و جماہیر خواص و عوام از اہل ایمان و اسلام بہ بیعت امامت بر دست ایں جانب واقع گردید و بر روز جمعہ خطبہ بہ نام ایں جانب خواندہ شد ہر چند ایں خاکسار ذرۂ بے مقدار بہ حصول ایں مرتبہ منیف اولاً بہ اشارات

غیبی والہامات لاریبی مبشر بود"۔ الخ

اور اس کا ترجمہ ص ۱۵۲ میں لکھا ہے یہ ہے۔

"مصلحت وقت کے مد نظر یہ تھی کہ اس رکن اعظم جہاد کا قائم رہنا شریعت کی رو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے ۱۲ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ مقدس کو مشاہیر کرام مشائخ عظام اور قابل احترام شہزادوں اور صاحب حشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت[1] کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا، اس خاکسار ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں پہلے ہی دی گئی تھی"۔

ایسے الہامات و اشارات کو بموجب مرہون سلطان خیال ہوں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۲۹۱ از دفتر اول میں) معلول قرار دیتے ہیں۔ کاش درویش جناب سید اور ان کے رفقاء کار حضرت شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد سراسر رشاد کو پہلے ہی ملاحظہ فرما لیتے۔ شاہ ولی اللہ کی وفات کے ۶۶[2] سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا۔ اگر سید صدیق حسن خاں اس مکاشفہ کا بھی ذکر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے امیر شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے الخ۔

مولانا سندھی نے جو رائے لکھی ہے، درست رائے ہے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یورپ اور روس وغیرہ کے دور میں "ہمفرے جاسوس" کی رپورٹ پڑھ لی ہو جس کو جرمنی کی حکومت نے چھپوایا تھا اور پھر اس

---

[1] اس کے بعد ہی حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے خطوط میں اپنے کو "امیر المومنین" لکھنے لگے (سوانح احمدی) دیوبند کے جلیل القدر عالم مولانا عبید اللہ سندھی تو عقیدت میں غلو کے اس مقام تک پہنچ گئے کہ وہ تو حضرت سید صاحبؒ کو "امام معصوم" بھی لکھ گئے ہیں یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے قطعاً خلاف ہے (الرحیم جنوری ۶۵ء صفحہ ۱۶، ۱۹)

[2] حضرت سید احمدؒ کی ولادت سے ۲۵ سال قبل اور آپ کے رفیق خاص عالم اجل مولانا اسمٰعیل کی ولادت سے ۱۷ سال قبل حضرت اقدسؒ اس عالم فانی سے انتقال فرما چکے تھے۔

کا ترجمہ دوسرے ممالک میں چھپا اور اب پاکستان میں "ہمفرے کے اعترافات" کے نام سے چھپا ہے کہ کس طرح انگریزوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو سلطنت عثمانیہ کو کمزور کرنے کے لیے تیار کیا اور پھر محمد بن سعود امیر نجد کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ محمد بن عبدالوہاب کے باطل عقائد کی حمایت کرے اور نجد کا بادشاہ بنے۔ چنانچہ ۱۷۳۴ء، ۱۱۴۷ھ میں محمد بن سعود نے وہابی مذہب اختیار کیا۔ مذہبی امور میں وہ ابن عبدالوہاب کا مطیع ہوا۔ اور آج تک یہی کیفیت ان دونوں گھرانوں کی ہے۔

۱۳ چوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در فتح مکہ مصاریع کعبہ راگرفتہ ایستادند و جماعۂ از صنادید قریش راکہ در باب ایذاے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعی بلیغ داشتند و سینہائے ایشاں بہ عداوت پر بود دیدند کہ ہمہ جمع شدہ ایستادہ اند فرمودند چہ می گوئید گفتند می گوئیم کہ اَنْتَ اَخٌ کَرِیْمٌ فرمودند شاید ارادہ می کنید قصۂ یوسف را۔ گفتند آرے۔ فرمودند، من ہم می گویم لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ ایں کلمہ گفتن ہماں بود و غل و حسد از دلہا رفت۔ ہماں غرض تحفۂ حادثہ پیدا شد۔ از باب لطف و صفا کہ خرق عادت باشد بلاشک۔ و اصل ایں خرق عادت قوتِ زہرہ بود کہ از میان نفسِ نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوش زدہ قوائے زہرہ راکہ در نفوس ایشاں کافرہ بودند در ہیجان آورد و ہر دو باہم طرفہ تعالج نمودند و طرفہ انجذابے وروحے وراحتے وبہجتے وسرورے بہ ظہور رسید و ہم چنیں وہب بن عمر بہ قصد کشتن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او را بر بعض امور معینہ مطلع ساختند، در ضمن ایں مطلع ساختن طرفہ قوت زہرہ از نفس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر آمد و بر نفس وہب تر رصفت رسید و رعونت را بہ کلی لبسوخت و ہم چنیں شمامہ مرزبانی و قصۂ ہند زوجۂ ابی سفیان۔ اینہا ہمہ قوت زہرہ است کہ از نفس صاحب دم لتے بر آمد و بہ نفوس دیگراں می رسد و قوائے کامنۂ ایشاں را در ہیجان می آرد و طلسمے طرفہ بہ نمود می رسد، ہم چنیں در بدر قوتِ مریخیہ مزوجہ بہ دو چنداں از قوت شمسیہ ممزوج شدہ از نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر جوشید و غائب را مسخر خود گردانید و رعب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ سیر یک ماہ منتشر گردانید، و ہم چنیں روز حجۃ الوداع قوت مشتری با قوتِ شمسیہ و قوت قمر و قوت زہرہ و قوتِ زحل و قوتِ عطارد درہم آمیخت مِنْ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْھَا جُزْءٌ وَاحِدٌ۔ تا آں کہ یک چیز شد۔ در عالم تحفۂ تسخیری و تالیفی و فرمانی و تشریعی منتشر گردانید

(ص ۳۶۱-۳۶۲)

تصرفاتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ایمان افروز واقعات

● یعنی فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے دروازے کے پٹوں کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریش کے سربرآوردہ لوگوں کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنہوں نے آپ کی ایذا رسانی میں پوری کوشش کی تھی اور جن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا تم کیا کہتے ہو۔ شاید تمہارا مقصد قصۂ یوسف دھرانا ہے پھر آپ نے فرمایا۔ تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا، ہم کہتے ہیں اَنْتَ اَخٌ کَرِیْمٌ۔ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں بھی کہتا ہوں۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو۔

● اس بات کے سنتے ہی سارا مکر و حسد اُن کے دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرق عادت کا تحفہ تھا جو لطف و صفا کے طریقے سے بلاشک ظاہر ہوا۔ اس خرقِ عادت کی اصل زہرہ کی قوت تھی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوش مار کر نکلی اور اس نے زہرہ کی ان قوتوں کو جو نفوس اہل مکہ میں کافرانہ پوشیدہ تھیں ہیجان میں ڈال دیا۔ پھر دونوں نے باہم مل کر عجیب معالجہ کیا اور کیا ہی عمدہ و اعلیٰ انجذاب و خوشی و راحت و مسرت کا ظہور ہوا۔

● ایسا ہی معاملہ وہب بن عمر کے ساتھ پیش آیا جب وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا۔ آں حضرت نے اس کو بعض معینہ امور (خفیہ راز) سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے آپ کے نفس مبارک سے زہرہ کی قوت نکلی اور چنگاری کی طرح وہب کے نفس پر گری اور وہب کی رعونت اور خباثت یکسر جل گئی۔

● اسی طرح کا قصہ ثمامہ مرزبانی اور ہند زوجہ ابوسفیان کا ہے یہ سب قوت زہرہ کی کارستانی ہے کہ صاحب دولت کے نفس سے نکلتی ہے اور دوسروں کے چھپے ہوئے قواء کو ہیجان میں ڈال کر انوکھا طلسم دکھاتی ہے۔

● اسی طرح بدر کے دن گرنے والی قوت اپنے سے دگنی آفتابی قوت سے گھل مل کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ نفیس سے جوش مار کر نکلی اور غائب کو اپنا مطیع کر لیا اور ایک مہینہ کی مسافت تک آپ کا رعب طاری کر دیا۔

● اسی طرح حجۃ الوداع کے دن مشتری کی قوت، آفتابی قوت، ماہتابی قوت زہرہ کی قوت، زحل کی

قوت، عطارد کی قوت سے گھُل مِل گئی۔ کُلّ وَاحِدٍ مِنھا جزءٌ واحد ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جز یہ سب مل کر ایک شے ہو گئیں اور اس نے تمام عالم میں مسخر کرنے، مالوف کرنے حکم نافذ کرنے اور ایک شریعت کا تحفہ پھیلا دیا۔"

تشریح | حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی حقیقی وابستگی طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے یوں اجازت دیگر سلاسل میں بھی ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے زمانے تک سلسلہ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان ولایت کبریٰ تک ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے نہایۃ النہایۃ تک اس کا بیان کیا، اور آپ نے بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق کے اجزا شامل ہیں۔ عالم امر کے اجزاء نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ میں مکین ہیں۔ یہ نورانی اجزا ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی نورانیت کھو بیٹھتے ہیں۔ اور جب خوش نصیب بندہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے یہ اجزا اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب مراقبہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزاء پرواز کر کے اپنے اصول تک پہنچتے ہیں جو عالم امر میں ہیں۔ آپ نے پانچ نورانی اجزا کا بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو نیا طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے ملا ہے۔ اس نئے سلسلہ کا تفصیلی بیان عاجز کی نظر سے نہیں گزرا ہے۔ آپ کے اس مبارک مکشوف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان پانچ نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسری نورانی طاقتوں کے اجزاء سے بھی انسان کے سینہ کو محلّی اور مجلّی قرار دیتے ہیں۔ سورۂ حم السجدہ کی آیت ۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ۔ "ہم دکھادیں گے ان کو اپنی آیات اُفقوں میں اور ان کے نفسوں میں۔" دلائل قدرت میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے اس کا نمونہ انسان کا جسم ہے۔

نے فلک راست مُسلّم نہ ملک را حاصل
آں چہ در سِرّ سویدائے بنی آدم ہست

کچھ پہلے کتاب "القول الجلی" پر ایک مقالہ ندیم حیدر علوی کاکوروی کا دہلی کے "مجلّہ قاری" میں چھپا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز سے کہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور تاثیرات کواکب کا بیان کیا ہے اور یہ کچھ مناسب نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا یہ مکشوف بعض دیگر فضلاء کی نظر سے بھی گزرا اور انہوں نے اس مکشوف (نیز بعض دیگر مکشوفات) کے حذف کرنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ

میں عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا مکتوب آیا اور انہوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے تحریر کیا کہ کسی کی تالیف میں کمی وبیشی کا تصرف ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کئی جگہ اس قبیح فعل کی برائی بیان کی ہے۔ افسوس ہے مولانا اسمٰعیل کے پیروان اس کام میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحریرات ومکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن اور اُن کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی اولاد، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابرین کے احوال میں خوب ہی تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسمٰعیل کا ہمنوا سب کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب القول الجلی کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے۔ بنابریں اس سلسلہ میں عاجز کچھ لکھتا ہے۔

نجُوم اور تاثیرات کواکب کے بارے میں مُفسّرین کرام کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی دوشنبہ ۹ شوال ۶۷۱ھ نے اپنی تفسیر ''اُلجامع لاحکام القرآن'' میں ''فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا'' کے بیان میں لکھا ہے۔

قال القشیری۔ اجمعوا علیٰ ان المراد الملائکۃ وقال الماوردی فیہ قولان احدھما الملائکۃ قالہ الجمھور والقول الثانی ھی الکواکب السبعۃ حکاہ خالد بن معدان عن معاذ بن جبل۔ قشیری نے کہا ہے اتفاق کیا ہے علماء نے کہ اَلْمُدَبِّرَات امرًا سے مراد فرشتے ہیں اور ماوردی نے کہا ہے کہ اَلْمُدَبِّرَات کے بیان میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں وہ ملائکہ ہیں اور یہ جمہور کا قول ہے اور دوسرے قول میں وہ سات سیارے ہیں اس قول کو خالد بن معدان نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

علامہ قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے۔ اگرچہ تدبیر کرنے والا اللہ ہی ہے چونکہ یہ کام نجوم کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اس لیے نجوم کو مُدبّرات فرمادیا ہے یعنی تدبیر کرنے والیاں۔

علامہ سید ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۸۳ میں والنازعات

غرقاً سے فالمُدَبِّرات اَمراً تک کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان آیات کا تعلق سیارات سے ہے۔
لکھا ہے کہ حسن وقتادہ واخفش وابن کیسان وابو عبیدہ نے والنازعات غرقاً کا حمل نجوم پر کیا
ہے۔ اور ابن عباس وحسن وقتادہ واخفش نے وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطاً کا حمل نجوم پر کیا ہے۔ اور
المُدَبِّرَاتِ اَمراً کا حمل نجوم پر معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تدبیر کی نسبت کواکب کی طرف
مجازی ہے۔

علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ سَلُّ الحُسَامِ الهِندِی میں جو کہ ان کے
مجموعۂ رسائل کے دوسرے حصہ میں ہے لکھا ہے۔

قال الامام المرغینانی صاحب الهدایۃ فی کتابہ مختارات النوازل واما
علم النجوم فهو فی نفسه حسن غیر مذموم۔

یعنی ہدایہ کے مؤلف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات النوازل میں لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہٖ
اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک سیارات کی قوتِ فعالہ نورانی
طاقت ہے۔ اور ان نورانی طاقتوں سے انسان کا سینہ معمور ہے اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے آماجگاہِ
تجلیات وانوار ہیں، ان طاقتوں سے بہ حکمِ الٰہی کام لیتے ہیں۔ آپ کے بیان پر کوئی ایراد وارد نہیں ہوتا۔
اسرار ومعارف کا اظہار آخر وقت تک اللہ کے نیک بندے کرتے رہیں گے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ۔

۱۴۔ از قسم سوم۔ حضرت ایشان روز عرس مخدوم جمال الدین قدس سرہ در موضع بھلاودہ بہ
زیارت قبر ایشان رفتند، درانجا ازدحام بسیار بود ومردمان کثیر ہجوم آوردہ قبر اوشان را تقبیل می کردند
خدمت ایشان آں جا قدرے توقف نمودہ از مقبرہ برآمدہ بیرون آں نشستہ وفرمودند تا شخصے بہ
قید حیات می باشد ہر چند باحق می کند دراں ترقیات می نماید اما بہ سبب علاقۂ جسمانیہ از بشریہ
ناسوتیہ خلاصی او را بالکلیہ میسر نیست وچوں ازیں عالم انتقال نمود آں ہنگام از بشریت بالکلیہ نجات
حاصل می شود وصفت لاہوت غالب می گردد ولہذا مسجود می شود۔ (ص ۳۸۷)

یعنی حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہٗ کے عرس کے دن آنجناب موضع بھلاودہ آپ کی قبر

شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے وہاں بہت بھیڑ تھی۔ آپ کی قبر شریف کے چومنے میں کثرت سے لوگ مصروف تھے۔ آپ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر آکر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک انسان زندہ رہتا ہے جس قدر بھی وہ اللہ کی یاد کرتا ہے اس کو ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جسمانی تعلق کی وجہ سے بشریت اور عالم اجسام کی بندشوں سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پاسکتا۔ اور جب وہ اس جہاں سے رخصت ہو جاتا ہے اس وقت اس کو بشریت کے عوارض سے پوری طرح نجات حاصل ہو جاتی ہے اور اس پر لاہوتی صفت غالب آجاتی ہے لہٰذا لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں۔"

تشریح حضرت نے اس مبارک ملفوظ میں ناسوت اور لاہوت کے الفاظ استعمال کئے ہیں ناسوت عالم اجسام کا نام ہے جس وقت روح جسم میں داخل ہوتی ہے دورِ ناسوتی کا آغاز ہوتا ہے اور پھر جب خوش نصیب بندہ اپنے مولی جل شانہ کی یاد کرتا ہے اور تجلیات اسماء الٰہیہ سے محظوظ ہوتا ہے وہ مقام ملکوت پر فائز ہوتا ہے اور جب مرتبہ صفات میں اس کو فنائیت حاصل ہوتی ہے۔ مقام جبروت حاصل کرتا ہے اور جب وہ خوش نصیب ذات بحت الٰہی کی تجلیات کی آماجگاہ بنتا ہے مقام لاہوت حاصل کرتا ہے اور جب تک روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے وہ اس مقام کو بہ تمام و کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جب اس کی روح قفس تن سے پرواز کر جاتی ہے وہ عالم قدس کے مزے لیتی ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ"۔ میں ایسے خوش نصیبوں کا بیان ہے۔ جعلنا اللہ منھم جو لوگ ڈر والے ہیں۔ باغوں میں ہیں اور نہروں میں، بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔

اس ملفوظ میں حضرت نے "لہٰذا مسجود می شود" فرمایا ہے اس مسجودیت کے سمجھنے کے لیے دو مبارک صحیح حدیثوں کو نظر میں رکھنا ضروری ہے لہٰذا عاجز ان کا ترجمہ لکھتا ہے۔

مقامِ ولی
ازروئے صحیح احادیث مبارکہ

حدیث ۱: مشکوٰۃ کے باب "ذکر اللہ والتقرب الیہ" میں بخاری سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جو شخص میرے

کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں لڑائی سے خبردار کر دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی شے سے
بھی جو مجھ کو بہت محبوب ہے میرا قرب نہیں پا سکتا جو کہ وہ میرے عائد کردہ فرض سے پاتا ہے اور میرا
بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں
اور جب مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کی وہ سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور
وہ بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ
پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے وہ طلب کرے البتہ میں اس کو دوں گا اور اگر وہ مجھ
سے پناہ چاہے البتہ میں اس کو پناہ دوں گا۔ الخ

حدیث ۱۲ مشکوٰۃ کے باب الحب فی اللہ ومن اللہ میں مسلم کی ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے وہ جبریل کو بلا
کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندہ سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو چناں چہ جبریل کو اس سے محبت ہوتی
ہے اور پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ کو فلانے سے محبت ہے تم سب اس سے محبت کرو
چناں چہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِی الْاَرْضِ پھر زمین
میں اس کے لیے مقبولیت رکھدی جاتی ہے الخ

یعنی۔ زمین پر رہنے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی ہے خود بخود دل اس کی
طرف مائل ہوتے ہیں سورۂ مریم کے آخر میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔

جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمان محبت۔

یعنی اللہ ان سے محبت کرے گا، یا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے گا یا خلق کے دل میں
ان کی محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ نیک بندے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں اور جن
کا سننا، دیکھنا، پکڑنا، چلنا سب اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ
عوام کے دلوں میں ڈالتا ہے پھر عوام کے دل خود بہ خود اس کی طرف جھکتے ہیں۔ یہی ہے شانِ محبوبیت
جو فنا فی اللہ ہونے کی وجہ سے اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ باکمال عالم دین اور بلند مرتبہ شیخ طریقت ہوئے ہیں حضرت میرزا
جانِ جاناں مظہر قدس اللہ اسرارہما ان کے متعلق فرماتے ہیں "آپ کا مثل چند ہی افراد

ہوئے ہیں"۔ ایسے حضرات کے اقوال کو ان طریقوں سے حل کرنا ضروری ہے جو حضرات مشائخ کے طریقے ہیں۔

علامہ اجل مفتی عنایت احمد کاکوروی متوفی ۱۲۷۹ھ نے حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے۔ آپ کے الفاظ کو "نزہتہ الخواطر" نے عربی میں نقل کیا ہے۔

شجرِ طوبیٰ

"شاہ ولی اللہ کی مثال شجرِ طوبیٰ کی طرح ہے کہ تنا اُن کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پہنچی ہوئی ہیں مسلمانوں کا کوئی گھر اور ٹھکانا ایسا نہیں جہاں اس کی ٹہنی نہ پہنچی ہو۔ اگر لوگوں کو خبر نہیں کہ اس ٹہنی کی جڑ کہاں ہے"۔

یعنی ہندوستان میں جو علم دین پھیلا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ آپ کی مبارک ذات کو کیا ہے شیخ محمد محسن صدیقی ترہٹی نے "الیانع الجنی" کے آخر میں لکھا ہے کہ میں نے دو مرتبہ علامہ عبدالحق فاروقی خیرآبادی کو کہتے سنا ہے جب کہ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "ازالۃ الخفا" کا مطالعہ کیا ایک مجمع کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا (عاجز ترجمہ لکھتا ہے)

"جس شخص نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ علم کا ایسا بحرِ ذخار ہے جس کا ساحل نظر نہیں آتا اور اُن پر اعتراض کرنے والا جاہلوں میں سے ایک ایسا غبی جاہل ہے جس کے سمجھنے کی توقع نہیں کی جا سکتی یا وہ اُن انعامات پر حسد کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ القول الجلی کے اس ترجمہ کو بہ وجہ احسن طبع کرائے اور پھر اصل فارسی نسخہ اہل علم اور اربابِ کمال کے سامنے آئے اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی باطنی بلند پروازی اور علو منزلت کا علم سب کو ہو۔

حضرت میرزا کا ارشاد "آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں حقیقتِ امر کا اظہار کرتا ہے عاجز آپ کو متنبی کے اس شعر کا مصداق پاتا ہے۔

مَضَتِ الْقُرُوْنُ وَمَا اَتَيْنَ بِمِثْلِهٖ ۔۔۔ وَلَقَدْ اَتٰى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهٖ

زمانے گزرے وہ اُن جیسا نہ لا سکے، اور وہ آئے تو ان کا مثل لانے سے قاصر رہے۔

قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا۔

جمعہ ۲؍ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ
۵؍ دسمبر ۱۹۸۶ء

ابوالحسن زید فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ
شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

●

اِختتامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا عَلَیْنَا اَنْعَمَ وَ عَلَّمَنَا مَا لَمْ نَعْلَمْ وَ الشُّکْرُ لَہٗ عَلٰی مَا اَلْهَمَ وَ وَفَّقَنَا لِلسَّبِیْلِ الْاَقْوَمِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی وَ صَفِیِّہِ الْمُجْتَبٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ادا کرنے کے بعد یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ زیرِ نظر کتاب حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی وہ نایاب کتاب ہے جس کا کامل صرف ایک نسخہ کتب خانہ انوریہ، تکیہ شریف، کاکوری ضلع لکھنؤ میں محفوظ ہے۔ اس کا نام القول الجلی فی ذکر آثار الولی ہے۔ کاتب اس نسخہ کی کتابت سے جمعہ ۲۵ شعبان ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۲۔ اگست ۱۸۱۳ء کو فارغ ہوئے ہیں یہ دونوں تاریخیں ان کی تحریر کردہ ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کا نام نہ پڑھا گیا۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ وعمّ احسانہٗ، کو منظور تھا کہ یہ نسخہ اس کتب خانہ میں محفوظ رہے اور اب یہ عاجز اس کا ایک سو اسّی سال پرانے خط سے عکس لے کر ناظرین کی خدمت میں پیش کرے

یہ تکیہ حضراتِ قلندریہ کا زاویہ ہے۔ اس وقت سجادہ نشین جناب عالی مرتبت مولانا محمد مصطفیٰ حیدر قلندر صاحب ہیں اور ان کے معین و نائب اُن کے چھوٹے بھائی جناب والا منزلت مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر صاحب ہیں۔ مؤخر الذکر کے صاحبزادے عزیزِ گرامی مولوی حافظ تقی انور علوی صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ اردو میں دو سال پہلے کیا ہے۔ مترجم کے حضرت والد کی خواہش ہوئی کہ یہ عاجز اس کا مقدمہ لکھے۔ اگرچہ عاجز مصروف تھا لیکن جنابِ والا کی شفقت و محبت نے مجبور کیا کہ مقدمہ لکھے چنانچہ عاجز نے مقدمہ لکھا اور وہ ترجمہ کے ساتھ چھپ گیا ہے۔

مقدمہ لکھنے کے وقت، عاجز کو احساس ہوا کہ علم تصوّف کے اسرار و معارف و فیوض و مکشوفات کے بیان میں اور حضرت شاہ ولی اللہ کے نئے سلسلۂ مبارکہ کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب آپ کی کتابوں میں بے نظیر اور بے مثال ہے۔ جو شخص حضراتِ مشائخ کی عبارات و تعبیرات سے واقف نہیں ہے وہ اس کتاب کو پڑھ کر اعتراضات کرے گا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام کو بُرا کہے گا۔ ایسے افراد سے جناب حافظ شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

؎ چو بشنوی سخنِ اہل دل مگو کہ خطا است　　سخن شناس نہ ئی دلبرا خطا ایں جا است

اور جو اصحابِ قلوب کے استعارات و مکالمات سے واقف ہے وہ آپ کی جلالت قدر اور علوِّ منزلت کا معترف ہوگا اور کہے گا جیسا کہ حضرت حافظ نے کہا ہے۔

؎ دل سراپردۂ محبّت اوست	دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست
دورِ مجنوں گزشت نوبت ماست	ہر کسے پنج روز نوبت اوست
گر من آلودہ دامنم چہ عجب	ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

لہٰذا اس عظیم القدر کتاب کو دیکھ کر عاجز کو خواہش ہوئی کہ اصل کتاب جو ایک نایاب علمی وثیقہ ہے (۱)، کا چھپنا ضروری ہے، چنانچہ عاجز نے اس کا اظہار جناب سیادت پناہ والا مرتبت سید محمد حسن حسینی سجادہ نشین درگاہ حضرت گیسو دراز واقع گلبرگہ سے کیا۔ آپ نے جناب قلندر صاحب کو خط لکھا اور جناب قلندر صاحب نے نہ صرف

عاجز کی طلب منظور فرمائی بلکہ اصل نسخہ کو لے کر دو شنبہ۔ ۳ شوال ۱۴۰۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۹۱ء کو دہلی تشریف لائے اور کتاب عاجز کے حوالہ کی اس گرمی میں کاکوری سے آمد اور پھر دوسرے دن مراجعت نے انیس کا یہ شعر یاد دلایا۔

خیال خاطر احباب چاہیئے ہمدم انیسؔ ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

قلندر صاحب کو پروردگار جل شانہ، دعم احسانہ، اجر کثیر عنایت فرمائے۔ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کے بموجب آپ اس کار خیر میں از اول تا آخر شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت سے رکھے۔ دو صد سالہ کتابت کی اور اب اس عکسی طباعت کی عاجز نے درج ذیل تاریخ کہی ہے۔

بحمد اللہ کہ القول الجلی را
کتابت "باعث لطف و عنایت" ۱۲۲۱
ز لطف حق تعالیٰ نیز بنگر
"چراغ راہ" شدہ سال طباعت ۱۴۰۹

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے مسلک تصوف کو سمجھنے کے لیئے القول الجلی، چراغ راہ ہدایت ہے وَفَقَنَا اللّٰہُ لِمَرضَاتِہٖ افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کتابت میں لغزشیں ہوئی ہیں۔

جناب مولف شیخ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ رضی عنہ نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصّہ کو قسم کہا ہے۔ پہلی قسم میں حضرت شاہ ولی اللہ کا حال ہے۔ از ولادت تا آخر وفات و مراثی، اس قسم میں آپ کے کمالات، مکشوفات اور معارف کا بیان ہے اور تیسری قسم صفحہ ۲۶۶ سے آخر کتاب صفحہ ۱۸۴ تک ہے۔ اس قسم میں ان افراد کا ذکر ہے جن کا حضرت شاہ ولی اللہ سے نسبی اور قرابتی تعلق ہے۔

اس کتاب کی قسم دوم اور سوم "خدا بخش لائبریری پٹنہ" میں موجود ہے۔ قسم دوم صفحہ ایک سے آخر صفحہ ۴۷ تک اور قسم سوم صفحہ ۴۸ سے آخر کتاب صفحہ ۱۲۹ تک، یہ نسخہ مولوی محمد عمر کے تصرف میں رہا ہے۔ عاجز کا خیال ہے آپ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی فرزند مولوی

عبدالغنی فرزند شاہ ولی اللہ ہیں۔ آپ نے آخر کتاب میں لکھا ہے۔

اللھم ارحم علی محمد عمر مرید حبیبك محمد صلعم اولاً و آخراً و ظاھراً و باطناً فقط۔

اللھم ارحم علی محمد عمر مرید حبیبك محمد صلعم

یہ مہر صفحہ ایک اور ۳۳ میں بھی ہے۔

کتاب القول الجلی کی قسم دوم اور سوم کی تصحیح اس نسخہ سے ہوسکتی ہے سَوا سو سال پہلے اس کتاب کے دو نسخوں کا پتا چلتا ہے، کیا عجب کوئی نسخہ پردۂ خفا میں مستور ہو اور وہ اس کتاب کی تصحیح کا ذریعہ بن جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ساحتِ صدر میں پانچ اُن لطائف عالم امر کا بیان کیا ہے کہ وُہ مجلّی مزکّی ہو کر اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں، سالک کو مقامِ فنائیت تک پہنچاتے ہیں، سالک حضرتِ معبودیتِ صرفہ اور حضرتِ اطلاق میں فنائیت حاصل کرتا ہے اس وقت اس کے تن کا ذرّہ ذرّہ کہتا ہے:

نے عیش و تنعّم جہاں مے خواہم	نے از تو حیاتِ جاوداں مے خواہم
ہر چیز رضائے تست آں می خواہم	نے کام دل و راحتِ جاں مے خواہم

حضرت شاہ ولی اللہ نے ساحتِ صدر کے اُن لطائف کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق المدرّات امراسے ہے۔ یہ لطائف فعّالہ ہیں، آپ نے ان لطائف کے اسرار و دقائق کا خوب بیان کیا ہے۔

عاجز کے جدّ الجد حضرت شاہ ابوسعید نے کتاب "ہدایۃ الطالبین" میں تحریر کیا ہے کہ دورانِ عروج میں راہِ مستوی سے بعض مقامات کا ظہور سالک پر ہوتا ہے سالک کو ان لطائف کے دیکھنے میں مشغول نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ بے انتہا مقامات ہیں جو ان کی سیر میں مصروف ہوا انتہا کی لذت سے محروم رہا۔

ہر چہ بروے می رسی بروے مہ ایست	اے برادر بے نہایت درگہے الیست

حضرت شاہ ولی اللہ نے ان لطائفِ فعّالہ کا بیان اس کتاب میں کیا ہے اور

خوب کیا ہے۔ آپ کے بیان کو پڑھ کر دل پر اثر ہوا۔ آپ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا خیال آیا اور درج ذیل چار شعر نظم ہو گئے۔

حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ

ولادت: چہار شنبہ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ

وفات: شنبہ ۳۰ محرم ۱۱۷۶ھ

قطب الدین احمد ولی اللہ شاہ	بود بیشک حبرِ اکمل، دیں پناہ
پاک باطن، صاحبِ کشفِ صحیح	راست بازو نیک دل بے اشتباہ
سال میلادش "ہمایوں بخت" بود	ذاتِ پاکش بہرِ عالم گشت ماہ ۱۱۱۴
زید بشنو ایں صدائے ہاتفی	"روضۂ اقدس" شدہ آرام گاہ ۱۱۱۴

آپ کا اور آپ کے صاحبزادوں کا وجود ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَأَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهِمْ وَأَسْرَارِهِمْ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّهُ وَتَرْضَاهُ وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنْ أُوْلٰهُ۔

چشم دارم کز گنہ پاکم کنی	پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی
اندراں دم کز بدن جانم بری	از جہاں با نور ایمانم بری

بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَآلِهِ الْأَمْجَادِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔

ابوالحسن زید فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر

شاہ ابوالخیر مارگ

ترکمان دروازہ، دہلی ۶

جمعہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

۲۱ جولائی ۱۹۸۹ء

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور

جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کا (ولی) دوست ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔ (ترجمہ فتح الحمید مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ (اللہ) ان کی محبت کا مرکز و محور ہو جاتا ہے اندھیروں یعنی صفاتِ نفس اور اوہام خیالی سے نکال کر نورِ یقین و ہدایت عطا فرما کر عالم ارواح کی فضاؤں میں لاتا ہے۔

نحمدہٗ و نشکرہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین

تاریخ عالم پر ایک طائرانہ لیکن بصیرت افروز نظر ڈالنے سے ہمیں یہ محسوس اور عیاں ہوتا ہے کہ جب سماجی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی قدریں درہم و برہم ہو جاتی ہیں۔ بحر عالم میں بحران کی کیفیت طاری ہوتی ہے انتشار، افتراق، انشقاق اور پریشانی کا دور دورہ ہوتا ہے دیو استبداد کے پنجے کچلی ہوئی عامہ خلائق کے گلے پر گڑ جاتے ہیں اور ان کی گردنیں خوں چکاں ہو جاتی ہیں۔ اس وقت اسی کثافت کے ماحول میں لطافت کی پری جلوہ گر ہو کر ایک عالم کے لیے جنت نگاہ اور فردوس گوش کے سامان مہیا کرتی ہے اور مظلوم ہستیاں وجد کناں ہو کر پکار اٹھتی ہیں ؎

رات کو ہر ثابت و سیارہ گرمِ لاف تھا   صبح جب خورشید نکلا تب تو مطلع صاف تھا

ہر دور میں جب زندگی محشر بہ داماں ہوتی رہی مصائب کی کف در دہاں موجیں حلقۂ کام نہنگ بن کر ہر مظلوم کو ہڑپ کرنے پر آمادہ رہیں تو پھر خاصانِ حق و مردانِ خدا پردۂ غیب سے نمایاں ہوتے رہے

جنہوں نے اپنی صلابت کردار اپنی بے پناہ روحانی قوتوں سے وقت کی کلائی مروڑ کر رکھدی اور قوموں کی تاریخ میں ہر منہج و ہر جہت میں وہ عنبر فشاں روحانی خوشبو کی مہک پھیلاتے رہے جس سے مشام جاں مہک اٹھے زندگی کو زندہ ولی اور زندہ سامانی کا اسم اعظم بتاتے رہے۔ دین جس میں اِضمحلال پیدا ہو چکا تھا ان نفوس قدسی کے نفس مسیحا آسا نے اس میں ایک تازہ جان ڈال دی۔ کوئی دور ایسا نہیں رہا جس میں ایسے روحانی بزرگ نہیں پیدا ہوئے جو مامور من اللہ نہ ہوئے ہوں۔ وہ ہیبت شاہی اور جبروت سلطانی سے ہرگز ہرگز مرعوب نہ ہوئے اور ان کی جمال ہم نشینی سے ہزار ہا ایسے افراد پیدا ہوئے جو تربیت یافتہ ہو کر معاشرہ کی سطح کو روحانی بلندی عطا کرتے رہے ہندوستان جنت نگاہ تو بڑا آغوش قسمت رہا کہ اس کی طرف حضرت سرور کائنات کی نگاہ محبوبیت ہمیشہ متوجہ رہی اور ہزارہا اولیاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کی بشارت کی بجا آوری میں تیرہ خاکدان ہندوستان آئے اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یہ تائید ولایت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت کے جوہر دکھلائے۔

جہاں مسلمان فاتح ملک گیری کے لئے اس ملک میں در آئے وہیں اہل اللہ و اولیاء اللہ کے قافلے بہ ایماء و اذنِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آئے وہ اپنے ساتھ عرب کا وقار اور فصاحت و بلاغت۔ ایران کی کج کلاہی اور بانکپن۔ ترکستان کا شکوہ و شان بھی ساتھ لائے ان کی قلوب عشق خدا اور عشقِ رسول خدا میں سرشار تھے۔ ان کے نفوس قدسیہ نے یہاں کی خاک دامنگیر کو عرفان و معرفت کے موتیوں سے مالا مال کر دیا اور یہاں کی رواداری فضا نے ان کو اس طرح گلے لگایا ہے

تمثال میں تیرے ہی وہ شوخی بصد شوق　　　آئینہ بہ انداز گل آغوش کشا ہے۔

ان اولیاء کرام کے میٹھے بولوں نے زخمی دلوں پر مرہم کے سامان فراہم کئے وہ اس ملک کے مزاج کو سمجھے اور روح اسلام جو رواداری میں ایک عالم بسیط پر چھائی ہوئی ہے اس کی تعلیمات سے دلوں میں محبت کی جوت جگا دی اور یہ کار مشاطگی اخلاق اسلامی، سلاطین کی آمد آمد سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ افغان حکومتوں کا دور ختم ہوا مغلوں کی حکومت قائم ہوئی اور اس دور میں بھی باوجود دنیوی جاہ و حشمت کی ترقی کے بیشتر اولیاء کرام کی زندگی کانٹوں کے بستر پر بسر ہوتی رہی۔ ہمایوں کے دور تک تو ذرا بے سکون رہا کیونکہ اس غریب کو شیر شاہ سے مقابلہ کرتے ہی گذری پھر اکبر کا دور آیا اور اس نے مبارک و ابو الفضل اور فیضی کے دام تزویر میں پھنس کر ایک نئے دین کو پھیلانے کی کوشش کی اور شجرِ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ

پھینکنے کا بیڑہ اٹھایا۔ مشیت کی غیرت چونک اٹھی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی کی ہستی کتمِ عدم سے پردۂ وجود پر جلوہ پیرا ہوئی اور مشیت کا یہ وعدہ پورا ہوا کہ ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

انہوں نے علم جہاد بلند کیا اور بادشاہ وقت کی ہر کوشش کو جو دین حق کا چہرہ مسخ کرنے پر تلی ہوئی تھی ناکام بنا دیا۔

ہمہ سازِ بے نیازی ہمہ سوزِ بے نوائی
دلِ شاہ لرزہ گیر و زگدائے بے نوائے

اورنگ زیب کے بعد انگریزوں کے تسلط ہونے تک کا زمانہ ہندوستان کے لیے ایک محشر بدوش اور طوفان بکف دور رہا۔ نادر شاہ کا حملہ اور اس کا بے گناہ رعایا کی خوں ریزی خاندانوں کی تباہی اور محمد شاہ رنگیلے کی رنگین مزاجی کی پاداش میں شاہی خاندان کی ذلتیں ایک ایسا المناک باب ہے جس کے خیال سے روح تھرا جاتی ہے۔ اس دور کے تاریخی واقعات کی تفصیل مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمۃ کی تالیف "شاہ ولی اللہ" میں دیکھی جائے۔

اس پرفتن دور اور ظلم و ظلمت کی گھنگھور گھٹاؤں میں حضرت اقدس مجدد ملت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی "ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد" بن کر ابھری اور اس کا وجود سراپا جود گھنگھور گھٹاؤں میں امید کی کرن بن کر افق حیات پر تاباں و درخشاں ہوا۔ جن کی عدیم المثال دینی اور روحانی خدمات نے احیائے دین و تحفظ دین اسلام کا بیڑہ اٹھایا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کے لیے یہ بات بعید نہیں کہ وہ تمام عالم کو ایک فرد واحد میں جمع کر دے۔

بگڑے ہوئے نصیب کی آندھی کے سامنے کیونکر چراغ تھا تہہ داماں نہ پوچھئے

آخر چند صدی میں من حیث جامعیت ایسی جامع شخصیت آپ کے سوا دوسری نظر نہیں آتی جو

لہ۔ پیوستہ سال محترم و معظم جناب مولانا ابو الحسن علی میاں صاحب مدظلہ، ندوی القول الجلی ملاحظہ فرمانے تشریف لائے تو میرے یہ الفاظ سن کر تائید و تحسین فرمائی۔ حضرت اقدس کی کرامت کشف متعلق شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب سن کر تعریفاً فرمایا کہ "شاہ صاحب کے شہود و کشوف کا کیا کہنا۔"

بہ یک وقت محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ بمیثال بلکہ مجتہد اعظم، علم معقول و منقول میں بے مثال مفکر، معاشیات و عمرانیات میں رمز آشنا و نکتہ شناس ۔سیاست میں فقید المثال سیاست داں ۔تاریخ میں محقق مورخ، تدبیر میں مدبرانہ ذہن کے مالک حکیم الامت شاعری میں نغز گو اور قادر کلام شاعر تصوف کے بحر بیکراں کہ نہ صرف خود غواص بلکہ ہزار ہا کو ساحل بہ کنارہ کرنے والے انسان کامل ے

تیر اک اُسے کہیے جو اور کو تیر ائے

خود وار ہوا تو کیا اور پار ہوا تو کیا

علم معاش و علم معاد کے بہت بڑے عالم، نباض فطرت، بارگاہ حق سے قائم الزماں[۱] کا لقب اور دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکی اُمتی[۲] اور لفظ امام[۳] سے مخاطب

علامہ شبلی نعمانی (بانی ندوۃ العلماء) لکھتے ہیں کہ "علامہ[۴] ابن رشد و ابن تیمیہ کے بعد بلکہ ان کے زمانہ میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھلانا تھا کہ آخر زمانہ میں جب اسلام کا نفس باز پسیں تھا (حضرت شاہ ولی اللہ (محدث دہلوی) جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے سامنے امام غزالی امام رازی ۔ علامہ ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔"

احقر مترجم کے نزدیک حضرت اقدس کے وجود با جود پر حضرت مولانا روم کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

در بشر روپوش گشتہ آفتاب   فہم کن و اللہ اعلم بالصواب

حضرت اقدس کے حالات میں یہ پہلا اور آخری اور مستند ملفوظ ہے۔ آپ کی حیات میں آپ کے حکم سے لکھا گیا ۔جس کو حضرت لفظاً لفظاً بہ نظر غائر ملاحظہ فرماتے رہے اور اپنے قلم خاص سے اصلاح و حذف و اضافہ فرماتے رہے القول الجلی کی تالیف پر مخلص و عاشق مولف کو فرط انبساط میں دعائیں دیتے ہیں۔ "جزاہ اللہ خیر الجزاء و احسن الیہ و اسلافہ و اعقابہ و اصلہ الی ما یتمناہ من دینہ و دنیاہ (انفاس العارفین)

القول الجلی اور اس کے مؤلف کے بارے میں

القول الجلی اور اس کے مؤلف کے بارے میں محترم مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی اپنی تالیف شاہ

---

[۱] تا [۳] القول الجلی و فیوض الحرمین   [۴] مقدمہ علم الکلام۔

ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا خاندان" میں لکھتے ہیں "شاہ محمد عاشق پھلتی صدیقی کے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی رشتے اور تعلق تھے وہ شاہ صاحب کے ماموں زاد بھائی نسبتی بھائی (سالے) سمدھی، رفیق طفلی، شریک درس، شاگرد، مسترشد و خلیفہ تھے۔ شاہ محمد عاشق کی تالیفات میں القول الجلی سر فہرست ہے۔ حیات شاہ ولی اللہ ہے جو نہ صرف اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ برعظیم کی ایک عظیم شخصیت کی سوانح ہے اور اس موضوع پر اولین مآخذ ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہ کتاب اس فرد کی تالیف ہے جو حضرت شاہ صاحب کے کمالات و فضائل کا وارث اور امین تھا ان کی زندگی کا ہر دور جس کی نظر میں تھا۔ حضرت کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں پر جس کی نظر سب سے زیادہ وسیع تھی، جو ان کی تجویزوں، آرزوں، حسرتوں اور ان کی تمناؤں کا راز داں تھا۔ جو اُن کی بیشتر تالیفات کا "سبب تالیف" تھا۔ ان کی اکثر تحریروں کا اولین مخاطب۔"

کُتبِ شاہ ولی اللہ میں منظم تحریفات و الحاقات

القولِ الجلی کے اقوال قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک کسوٹی ہیں جس سے حضرت کے صحیح اور واقعی نظریات کا سراغ ملتا ہے۔ اسی ملفوظ کی روشنی میں حضرت کی تعلیمات اور علمی زندگی کا صحیح نقشہ اور ہو بہو تصویر سامنے آتی ہے۔ بعض محققین کی تحقیق ہے کہ حضرت اقدس کی وفات یا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد سے ہی حضرت کی بعض تصانیف کو اہل حدیث و فرقہ وہابیہ نے اپنے قبضہ و تصرف میں لے کر تحریف و الحاق کا کام بہت زور و شور اور بڑے منظم طریقہ سے کیا بلکہ بعض کتابیں اس تنظیم کے اراکین نے خود لکھ کر حضرت اقدس سے منسوب کر کے شائع کر دیں (جن کی اشاعت آج بھی ہو رہی ہے) اس منظم گروہ کے لیے القول الجلی کا وجود یقیناً مضرت رساں ہوتا اسی لیے اُلقول الجلی کو بہت منظم طور پر تلاش کر کے جہاں جہاں ہو گی ضائع کر دیا گیا۔ یہ ایسا ملفوظ ہے جس کو مطالعہ رکھنے کی خود حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُسترشدین کو تلقین فرمائی ہے۔ آپ کے خُلفا و مُسترشدین و مریدین نے یقیناً اس کی نقول حاصل کی ہوں گی اور یکثرت ہوں گی۔ مولوی رحمٰن علی اور نواب صدیق حسن خاں نے اپنی تالیفات میں حوالے دیئے ہیں۔ نواب صاحب کے کتب خانہ میں جو غالباً اب ندوہ میں منتقل ہو چکا ہے، بھی اب اس کا پتہ نہیں۔ محترم

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء تک القول الجلی ان کے کتب خانہ میں تھی مگر اب نہیں ہے[1]۔ القول الجلی پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت کے بعض دیگر خلفائے نے

[1] پروفیسر خلیق احمد صاحب عرف نظامی (علی گڑھ) کو دعویٰ ہے کہ ان کے پاس بھی القول الجلی کا ایک ناقص نسخہ ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ وبنیتہ) (عتاب نامہ خلیق صاحب مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۶۸ء بنام سجادہ نشین صاحب خانقاہ کاظمیہ کاکوری) مگر سخت حیرت ہے کہ انہوں نے اپنی تالیف میں اپنے نسخہ کا ذکر تک نہیں کیا اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" طبع دوم ۱۹۶۹ء میں کتب خانہ انوریہ کے مخطوطے کے اقتباسات دیئے اور حضرت صاحب سجادہ مدظلہ پر بہتان تراشی فرمائی "سجادہ نشین اس کے مطالعہ کی اجازت دینے سے بھی گریز کرتے ہیں"۔ (سیاسی مکتوبات مذکور صفحہ ۶)

پروفیسر خلیق عرف نظامی کا قصہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ایک ماتحت کو یہاں بھیجا کہ القول الجلی سے تاریخی مواد نقل کر لاؤ۔ صاحب سجادہ صاحب مدظلہٗ نے بلا عذر بلکہ بخوشی خاطر کتاب ان کے حوالہ کر دی۔ موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تاریخی مواد نقل کیا اور علی گڑھ لے جا کر خلیق صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس سے انہوں نے اپنی تالیف مذکور کو مزین کیا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ان کی محنت و کاوش کی داد دیتے یا ممنون ہوتے اپنی پروفیسری کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں مدہوش چراغ پا ہو گئے اور گرج اُٹھے کہ تم اصل کتاب کیوں نہیں لائے" اس کے بعد ہی سجادہ نشین صاحب مدظلہٗ کو وہ خط لکھا جس میں حفظ مراتب کے شریفانہ رویہ کو پس پشت ڈال کر طنز و تعریض کے تیر و نشتر چلانے کی سعی ناروا فرمائی۔ "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات میں جس جگہ القول الجلی کو ایڈٹ کر کے پیش کیا جائے گا"۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے من جملہ دیگر فیوض و نیز اپنے محترم بزرگ حضرت مولانا ابو الحسن زید صاحب فاروقی مدظلہ کی دعا کی قبولیت (ان کا مقدمہ ملاحظہ ہو) سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب خلیق صاحب کے ہتھے نہیں چڑھی ورنہ خدا معلوم تحریفات و حذف و الحاق کی کیا کیا کرشمہ سازیاں غیر مقلدین دو ہابیین سے فوائد (داد و تحسین وغیرہ وغیرہ) حاصل کرنے کے لیے منصۂ شہود پر آتیں۔

تحریف کی ادنیٰ مثال اسی "سیاسی مکتوبات طبع دوم صفحہ ۳۰ سطر ۶ پر ملاحظہ فرمایئے۔

اکنوں معائنہ بنودہ می آید کہ (اب یہ دکھائی دے رہا ہے کہ)

یعنی کیا اس تحریف سے تو جملہ ہی مہمل و بے معنی ہو گیا۔ پورا جملہ پڑھیے۔

اکنوں معائنہ بنودہ می آید کہ بر شہر کہنہ مریخ نظر بہ تحدیق می دارد

بھی آپ کے ملفوظات وحالات لکھے تھے غالباً ان کو بھی اسی تنظیم کی نظر لگ گئی کہ آج ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔ ایک معتبر مگر ناقص نسخہ[1] خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے (جو ماضی قریب میں انجمن ترقی اردو دہلی سے وہاں منتقل ہوا ہے) مگر افسوس صد افسوس کہ وہ بھی اس فرقہ کے پنجۂ ظلم وستم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس میں سے بھی حضرت کے حالات۔ معمولات۔ حقائق ومعارف۔ کشف وکرامات کا بیشتر

اب دکھائی دے رہا ہے کہ قدیم شہر (دہلی) پر مریخ گہری نظر ڈالے ہے۔

جس سے قدیم دہلی کی تباہی کا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یقین ہوگیا اور پھر ایسا ہی واقع بھی ہوا۔

تھوڑے عرصہ بعد ان ہی صاحب کے ذریعے خلیق صاحب موصوف کی خدمتِ عالی میں یہ مودبانہ گذارش کی گئی کہ ناقص نسخہ سے (اگر وہ مفروضہ نہیں جس کا اب یقین ہو رہا ہے) یہاں کے مکمل نسخہ کا موازنہ ومقابلہ کر کے ان کے ناقص نسخہ کو وہیں علی گڑھ میں چند روز قیام کر کے مکمل کر دیا جائے اور یہاں کے نسخہ میں حقائق ومعارف کے درمیان میں کتابت کی جو چند غلطیاں ہیں شاید ان کے نسخہ سے تصحیح ہو جائے۔ اس مودبانہ گذارش پر وہ اپنے ان ہی ماتحت صاحب موصوف پر جو اپنی سابقہ محنت شاقہ کی وجہ سے پر امید ہے غضبناک ہو کر برس پڑے اور ارشاد فرمایا کہ "میں ہرگز اپنا نسخہ نہیں دکھاؤں گا"۔ اس غصہ کے عالم میں ان کو اس کا احساس بھی نہ رہا کہ ان کا ناقص نسخہ مکمل ہو جاتا جس میں ان کا ہی مفاد تھا۔ حضرت صاحب سجادہ مدظلہ کو اپنے خط میں جو تنبیہ ونصیحت فرمائی تھی اور عذاب آخرت سے بہ ایں الفاظ ڈرایا تھا کہ کسی اہل علم سے کتاب کو چھپانے پر کتابیں قیامت میں فریاد کریں گی (جس کا معقول جواب ان کو اسی وقت بھیج دیا گیا تھا) غیظ وغضب میں اپنی وہ نصیحت بھول گئے۔ اور قیامت میں کتاب کی فریادی صدائیں جو کانوں میں گونج رہی تھیں غصہ نے قوت سماعت پر بھی اثر ڈال دیا وہ آوازیں آنا بھی بند ہوگئیں۔ بہر حال یہ حالت غیظ وغضب دیکھ کر ماتحت صاحب جو اس باختہ ہو کر دربار دُربار سے عرفی کے شعر کا مصداق بنتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے ؎

شوق آمدہ بودم بہ حرماں رفتم۔ غالباً خلیق صاحب کی نظر سے حدیث شریف من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ نہیں گذری اور اگر گذری ہے تو اس کی اہمیت وعظمت ان کے دل میں کیوں ہونے لگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

[1] رسالہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۸۷ء میں نے اس مخطوطہ کی فوٹو کاپی حاصل کر لی ہے۔ اس میں اور کتب خانہ انوریہ کے مخطوطہ میں سر مو فرق نہیں ہے جو دونوں کے مستند ہونے کی بین دلیل ہے۔ (تقی انور)

حصہ ضائع کر کے اس کو ناقص کر دیا گیا۔ حضرت کی تصانیف تفہیمات الٰہیہ وحجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں جو تحریفات والحاقات (متعلق بہ عقائد) کئے گئے اس کی نشاندہی تقریباً ایک صدی قبل ہی حضرت کے حفید سعید مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللٰہی نے کی تھی اور لوگوں کو اس فریب مسلسل سے آگاہ و متنبہ کر دیا تھا۔ تصریح کے لیے انفاس العارفین مطبوعہ مطبع احمدی کا "التماس ضروری" پڑھیے سید محمد فاروق القادری ایم اے نے انفاس العارفین کا ترجمہ چند سال قبل شائع کیا ہے اس کے مقدمہ میں تفصیل و تشریح سے مبلغینِ عقائد نجدیہ کے ان الحاقات و تحریفات کی وضاحت کی ہے محترم جناب مولانا حکیم محمود احمد صاحب برکاتی کی تالیف "شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کا خاندان" اور ان کے دیگر تالیفات و مضامین۔ جناب ایوب قادری صاحب کی تالیف "مقدمۂ وصایائے اربعہ" اور ان کے دیگر مضامین تذکرۂ سلیمان از مولانا غلام محمد (مطبوعہ مجلس علمی کراچی) اور بیشتر مضامین جو رسالہ "الرحیم" حیدر آباد سندھ میں شائع ہوتے رہے ہیں ان سب کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ نیز دیگر علما محققین (علامہ شبلی نعمانی و مولانا سید سلیمان ندوی وغیرہ) کی تحقیق بھی اس سلسلہ کی ضرور ملاحظہ کریں۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال واحوال وافعال پڑھ کر ہر صاف ذہن وغیر متعصب شخص پر واضح وروشن ہو جانا چاہیے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تفہیماتِ الٰہیہ وغیرہ میں جو وہابیانہ عقائد منسوب والحاق کیے گئے جن کی آج بھی تشہیر کی جا رہی ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر محض افترا و بہتان ہے۔ کیا نائب الرسول امام ولی اللہ کے بارہ میں یہ کہنے کی شرمناک جرأت کی جائے گی کہ ان کے ظاہر و باطن اور ان کے قول وفعل میں اتنا زبردست تضاد تھا (جس کو عرف عام میں دو فصلہ پن اور قرآن میں منافقت کہا گیا ہے) نعوذ باللہ من ذالک۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اکابرین کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے علاوہ القول الجلی کے حضرت کی تالیفات انفاس العارفین، فیوض الحرمین الدر الثمین کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

لکھنؤ میں اسی تنظیم سے متعلق ایک مولانا نے القول الجلی کے دو ایک اقتباسات سن کر کہا کہ "حضرت شاہ صاحب سے لغزش ہوئی اور لغزش سے تو حضرت معاویہ بھی محفوظ نہ رہ سکے"۔ مجھے ان کے ذہن و فکر پر افسوس ہوا۔ کیا ایک عالم مجتہد، مجددِ، امام جو زندگی بھر لغزشیں، وگناہ (گناہ بھی ایسے جو ان صاحبان کے نزدیک نہ صرف بدعت سیئہ بلکہ شرک و کفر پر مشتمل ہیں) کرتا رہا ان پر مُصِر رہا

اپنے نظریات کی اپنے افعال واقوال سے تبلیغ وتشہیر کرتا رہا کیا ان صاحبان کے عقائد ونظریات کے
ان افعال قبیحہ واعمال شنیعہ (ان کے نزدیک) کے بعد بھی وہ شخص مصلح امت۔ مجدد۔ مجتہد۔ امام۔ نائب
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (جس کو خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نیابت کی خلعت عطا کی) کے بلند مراتب
فائض رہے گا اگر رہے گا تو پھر دوسرے صوفیا اور ان کے منتسبین ومقلدین گمراہ، بدعتی۔ قبوریئے
کے قبیح الفاظ سے کیوں مخاطب کیے جاتے ہیں۔ مولانا موصوف کی اس تاویل وتمثیل پر ہیں کیا خود حضرت
اقدس قدس سرہٗ کی روح اقدس کتنی مضطرب وبے چین ہوئی ہوگی۔ العیاذ باللہ۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　　میلش اندر طعنۂ پاکان برد

دعوتِ تحقیق

میری رائے میں علماء محققین کا یہ فرض ہے کہ وہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف
صرف وہ مخطوطے تلاش کریں جو حضرت کے عہد کے لکھے ہوئے ہوں یا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ
کے عہد (تا ۱۲۳۹ھ) کے ہوں۔ ایسے مخطوطے الحاق وتحریف سے محفوظ ہوں گے۔ ہند وپاک کے کتب خانوں
میں ایسے مخطوطے تلاش سے شاید مل جائیں۔ میرے کتب خانہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد رسائل تصانیف
ایسے ہیں جو حضرت کے عہد کے مخطوطے ہیں ایک رسالہ پر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کی لکھی
چند سطریں بھی ہیں۔

تاریخ ترجمہ القول الجلی

القول الجلی کا مکمل وقدیم نسخہ (مخطوطہ ۱۲۲۹ھ) صرف میرے مختصر مگر گمنام کتب خانہ انوریہ میں
محض اس کی گمنامی کی وجہ سے محفوظ رہ گیا (الحمد للہ) کئی سال سے ہند وپاک کے بکثرت اہل علم حضرات کی
فرمائش واصرار تھا کہ القول الجلی کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ والد ماجد کے حکم پر کتاب کا مطالعہ شروع کیا
حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خاص اصطلاحات ادق مضامین نیز کتابت کی بے شمار فاش غلطیوں سے
ہمت نہیں ہوتی تھی۔ مطالعہ کے دوران والد کے حکم وایما پر پہلی بار اسی غرض سے میں دہلی گیا (سفر سے مجھے
دلچسپی نہیں نہ اس سے قبل کبھی لکھنؤ سے آگے گیا تھا) حضرت اقدس کے مزار پر انوار پر بصد شوق وادب

حاضر ہوا۔ بعد فاتحہ خوانی آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر خاموش بیٹھ گیا اور زبانِ قلب سے عرض کیا یہ بھی گزارش کی کہ حضرت نے انفاس العارفین میں طالبین کو القول الجلی کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کا حکم دیا ہے۔ مجھ عاجز و کم اِستعداد کو اس اہم کام (ترجمہ و تشریح) کے لیے فہم و استعداد و ہمت عطا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اپنے لطیفۂ قلب میں عجیب سی چمک، بعدۂ ٹھنڈک معلوم ہوئی، ساتھ ہی اپنی ذات میں ہمت و قوت محسوس ہوئی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت و مرضی ہے اور آپ کی روحانیت سے ضرور اعانت حاصل ہو گی۔ میں انتہائی مسرت و خوشی میں والہانہ انداز میں بصد تشکر قدم بوس ہو کر واپس آ گیا اور توکلت علی اللہ و بعدہٗ توکلت علی تائیدِ روحِ ولی اللہ، کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا اور کتاب کو والد ماجد سے سبقاً سبقاً پڑھتا بھی رہا۔ ترجمہ کا اہتمام و نیز شروحی حواشی یہ سب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی امداد و فیض ہے جو ناظرین با تمکین کے ملاحظہ کے لیے پیش ہے خصوصاً صوفیائے کرام کے منتسبین و علماءِ اعلام اپنے اعتقادات درست کر کے اور نفوس کی اصلاح کر کے حضرت کے صحیح و مستقیم راستہ پر گامزن ہوں اور روحِ ولی اللہی سے فیض و توجہات حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کریں میرے ترجمہ میں کوئی غلطی یا اہل نظر کو میری کم استعدادی کہیں نظر آئے تو مجھ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر صرف نظر فرمائیں اور مجھے دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

بڑی ناشکری ہو گی اگر میں اپنے معظم و محترم بزرگ محقق عصر حضرت مولانا ابوالحسن زید مجددی فاروقی مدظلہٗ (دہلوی) کا شکریہ نہ ادا کروں جنہوں نے تشریف لا کر میری ہمت افزائی فرمائی ترجمہ کو مختلف جگہوں سے سنا اور مفید مشورے دیئے اور پسند فرمایا اور اشاعت کے لیے متعدد بار تاکید فرمائی بلکہ عہدِ واثق لیا، اپنے قلم سے مقدمہ تحریر فرما کر عطا کیا جو زیب کتاب ہے (حضرت مولانا مدظلہٗ کے قلم مبارک کا لکھا ہوا مقدمہ تبرکاً نیز سندؔ کتب خانہ میں محفوظ ہے) حضرت مولانا مدظلہٗ نے جن واقعات و حالات کو اپنے مقدمہ میں شامل کیا ان کے علاوہ القول الجلی میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدات شاقہ و مکاشفات و الہامات اور بعض غیبی امور پر اطلاع نیز چند کرامات ہیں۔ راہ سلوک کے سالکین کے لیے قدم قدم پر جو رکاوٹیں وہ الجھاوئے نفس و شیطان اور عقل جزوی پیدا کرتے ہیں ان کے ہتھکنڈوں کو پہچان کر اور ادراک کر کے ان کو مغلوب کرنے کے مجرب طریقے بھی ہیں۔ طالبینِ راہِ حق و بحر توحید و عرفان کے شناوروں کو معرفت کے بے بہا گوہروں کے حاصل کرنے کے مجرب طریقے ہیں۔ لیکن اس راہ میں مرشد کی ذات میں فنائیت،

محبت وادب واخلاص مقدم واولین شرائط ہیں۔ توفیقِ الٰہی بھی اسی وقت شامل حال ہوتی ہے۔

نہ ہرکس محبت مایہ دار است | نہ باہرکس محبت سازگار است
بروید لالہ باداغ جگر تاب | دل لعل بدخشاں بے شرار است

حضرت اقدس کے معمولات و واقعات و مکاشفات

حضرت کا اپنی صاحبزادی بی بی صالحہ کی شادی حسب رواج زمانہ دھوم دھام سے کرنا۔ اسماء کے موکلین کی طرف رجوع کرنا اور ان کے وسیلہ سے مدد حاصل کرنا۔ انگشتری (انگوٹھی) کا واقعہ جس میں ستارۂ زہرہ کی میراث واثرات تھے۔ تصور شیخ (شیخ کی برزخ قائم کرنا) کا وجوب وافادیت۔ ذکر جہر کے فوائد کثیرہ بعض عارفین کی محبت مجازی کا رمز۔ سماع کے فوائد۔ مزامیر سننے کو بھی حضرت حرام نہیں سمجھتے تھے۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری کا التزام اور ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا۔ بزرگان دین کی ارواح سے استمداد و حاجت روائی ہونا (حاجت دینی ہو یا دنیوی بہرحال حاجت ہے) سجدۂ تعظیمی کی حلت و حرمت فرقہ سداسہاگ۔ بابا رتن ہندی وابوسعید حبشی کی صحابیت پر بحث۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے مقام کی بلندی اپنی وفات کے بعد اپنے مزار شریف کے قریب ایک نو عمر (محمد صفی ولد شاہ نور اللہ بڈھانوی) پر آپؒ کی روح کا قرار واختیار اور دقیق ورقیق حقائق ومعارف بیان کرنا۔ حاضرین کے سوالات کا جواب دینا جو اس نو عمر کے علم وعقل وفہم سے بالاتر تھے۔ مؤلف کتاب معہ دیگر حضار اس وقت موجود تھے[1]۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ بدعت حسنہ کو نہ صرف جائز و مستحب بلکہ اس سے زائد ضروری مفید سمجھتے تھے اور اسی پر زندگی بھر عمل پیرا رہے سب سے زائد محیر العقول حضرت اقدس کا واقعہ وفات سے اٹھارہ سال قبل (جب عمر شریف چوالیس سال تھی) آپ نے اپنے اصحاب سے بیان کرکے آگاہ فرمادیا تھا۔ معینہ عمر (۵۵ سال تھی) وقت معینہ آجانے پر زہرہ کی میراث واثرات سے عمر شریف میں پانچ سال کا اضافہ ہوجانا پھر بعض پیران طریقت کی ارواح کی تجلیات سے عکس پذیر ہونے سے دو ایک سال عمر میں مزید اضافہ ہونا (عمر معینہ بجائے پچپن سال کے قریب باسٹھ سال ہوگئی) آخر زمانہ میں (اٹھارہ سال گزرنے کے بعد) دوبارہ اس مشاہدہ کو بالتفصیل بیان کرنا اور اس کا حرف بحرف صحیح ہونا بعض اہلِ

[1] یہ واقعہ مقالات طریقت (مطبوعہ) میں بھی ہے۔ اسی میں شاہ نور اللہ بڈھانوی کے صاحبزادہ کا نام ہے۔

ایسے حیرت انگیز ہیں کہ عقل انسانی ابھی ان کے ادراک و فہم سے عاجز ہے۔ دنیا کے وہ سائنس دان ڈاکٹر جو اپنے علم و فن کے ذریعہ مُردہ کے قلب کو متحرک کر کے زندگی کو بڑھانے کی فکر میں سرگرداں ہیں یا ماہرین فلکیات و سیارگان ممکن ہے آئندہ ان نکات کو حل کر سکیں۔ اس واقعہ کے ایک ایک لفظ کو انتہائی غور و خوض سے پڑھیں۔ روشن نقطہ کو مردہ جسم سے نکال کر جسم کے کان کے قریب رکھنا جہاں سے دماغ کی شریانوں کا تعلق ہے۔ مغربی ممالک کے بعض ڈاکٹروں کی جدید تحقیق ہے کہ صرف حرکت قلب بند ہونے سے کلّی موت نہیں ہوتی جب تک دماغ بے کار و ناکارہ رفتہ رفتہ نہ ہو جائے اور وہ فوراً بے کار نہیں ہوتا۔ کچھ وقفہ کے بعد بے کار ہوتا ہے (وقفہ کا صحیح تعین غالباً ابھی ڈاکٹر نہیں کر سکے ہیں) اگر اس وقفہ میں قلب کی حرکت جاری کر سکی جائے اور خون کا دوران دماغ تک ہو جائے تو زندگی میں اضافہ ہو سکتا ہے[لے] اس واقعہ کے ترجمہ کے وقت مجھے سماع موتیٰ کا مسئلہ اور واقعات یاد آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ بدر میں کفار قریش کے مقتولین سے خطاب فرمایا۔ نیز میت کو بہ آہستگی و بہ آرام لے جانے کا حکم دیا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت اقدس نے جو اپنے مکاشفات، واقعات، واردات الہامات مشاہدات بیان کیے ہیں۔ وہ اب زیادہ محیر العقول و ناممکن نہیں کیونکہ مادی دنیا میں علم طبیعات کی ترقی نے ایسی حیرت انگیز چیزیں ایجاد کر دی ہیں کہ آج سے پچاس سال قبل اگر کوئی ان کی پیش گوئی کرتا تو لوگ اس کو فاتر العقل سمجھتے فضا کی لہروں سے اس کو مسخر کر کے انسانی ذہن نے وہ کرشمے رچائے ہیں کہ طلسم ہوش ربا کی خیالی چیزیں بھی اب حقیقت بن کر سامنے آگئی ہیں اور اہل بصیرت عالم حیرت میں یہ کہنے پر مجبور ہیں ؎

اک عالم حیرت ہے فنا ہے نہ بقا ہے
حیرت کو بھی حیرت ہے کہ کیا جانیے کیا ہے

لے انسان تین سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔۔۔ ماسکو ۴ر اپریل جانوروں پر کیے جانے والے تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان تین سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے اگر اس کے دماغ میں معمولی سا آپریشن کر دیا جائے یہ اطلاع روسی خبر رساں ایجنسی "تاس" نے دی ہے۔ چوہے اوسطاً دو سال تک زندہ رہتے ہیں وہ آپریشن کے بعد تین سال تک زندہ رہے ہوتا یہ ہے کہ نوزائیدہ چوہے کے دماغ کے کچھ ننھے اعضا بڑے چوہے کے دماغ میں پیوست کر دیئے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر فاطمہ عطامرادو نے جو جانوروں سے متعلق ادارے میں کام کرتی ہیں بتایا کہ مذکورہ آپریشن نہ صرف دماغ میں نئی زندگی پیدا کرتا ہے بلکہ جانوروں کے بیشتر اعضاء میں گرمی بڑھاتا ہے۔

اب دنیا کہاں سے کہاں آئندہ جائے گی اور ذہن انسانی کیا کیا کرشمے دکھائے گا اور طلسم رچائے گا یہ فی الوقت ہماری فہم سے بالاتر ہے نہ معلوم کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں اور ہوں گی جو انسان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آسکتیں سمجھانا دور کنار ہے

تری دنیا کو تجھ کو کون سمجھے جب نہیں کھلتا!

کہ اک اک ذرّہ کی دنیا کہاں سے ہے کہاں تک ہے

حضرت اقدس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ " اگر مجدّدِ (وقت) کی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس پر اعتراض و نکیر نہ کرنا چاہیے بلکہ دوسرے آنے والے مجدّد پر چھوڑ دینا چاہیے (کہ وہ وضاحت کرے گا) کیونکہ مجدّد کی بات انبیاء علیہم السلام کی بات کے مثل خطا و غلط فکر سے پاک ہوتی ہے۔"

القول الجلی میں مؤلف نے حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کا وصیت نامہ بھی شامل کیا ہے چونکہ اس دوران وہ متعدد کتابوں میں ہند و پاک میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لیے کتاب کی ضخامت کم کرنے کے لیے میں نے اس کو شامل نہیں کیا سلسلۂ نقشبندیہ اور اس کے اکابرین سے مجھے جو نسبت حاصل ہے اس کا ذکر اپنی تالیف خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (مطبوعہ) میں لکھ چکا ہوں۔ میرے صوری و معنوی جد، بانیٔ خانقاہ کاظمیہ عارف باللہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ کو حضرت اقدس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک سے خاص شغف تھا حضرت اقدس کے مسترشد خاص و خلیفہ حضرت شاہ ابو سعید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بریلوی سے سلاسل ولی اللہی کی اجازت نیز اذکار و اشغال و اوراد نقشبندیہ کی تعلیم بھی حاصل تھی تفصیل اذکار الابرار و تذکرۂ حبیبی حصہ اول و تاریخ مشاہیر کاکوری (اردو) و تذکرۂ گلشن کرم (اردو) نیز تنویر الھیاکل مذکرالاسناد والاوراد والسلاسل (عربی) سے معلوم کی جا سکتی ہے ان اذکار نقشبندیہ کے طرق و ہدایات حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (خلف شاہ محمد کاظم قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنی ضخیم تالیف ملہم الصواب فی طریق انحار اولی الالباب (فارسی) میں لکھے ہیں۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیر طریقت حضرت کمیدعرفاں سیدنا شاہ باسط علی قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ الہ آبادی اور حضرت اقدس شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ محدث دہلوی کے مابین بھی روابط تھے۔

دونوں حضرات حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک پر تھے۔

بندۂ احقر تقی انور علوی کاظمی ولی اللہی

تکیہ شریفہ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ

۱۴ شعبان ۱۴۰۷ھ

اظہارِ تشکّر

یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے مقدمہ (عرض شارح) میں اپنے جد اعلیٰ و حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلہ کے روابط کا مجملاً ذکر کیا ہے۔ میرے والد ماجد مدظلہٗ نے اپنے والد ماجد و عمین مکرمین قدس سرہم سے متعدد بار سنی ہوئی روایت بیان کی کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر ولادت ۱۱۵۸ھ) ابتداً میں سال میں دو بار اپنے پیر طریقت حضرت کلید عرفاں شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور کئی کئی ماہ حاضر رہتے تھے۔ بیشتر کاکوری سے جانے میں رائے بریلی میں حضرت شاہ ابوسعید بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے چچا حضرت شاہ لعل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس چند روز قیام فرماتے تھے، دونوں سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ واپسی میں خانقاہ سلون میں قیام فرماتے تقریباً ۵۴ سال کی عمر تک جب تک جسم میں توانائی و طاقت رہی آپ کاکوری سے پاپیادہ الہ آباد حاضر ہوتے بعدہٗ سواری پر (آپ نے ۱۸ سال کی عمر میں ترکِ دنیا کر کے حضرت کلید عرفاں سے بیعت و مجاہدات و ریاضات کر کے اجازت و خلافت حاصل کی تھی) اسی لیے حضرت اقدس کے تصانیف و نوادر اسی خاندان والاشان (رائے بریلی) سے حاصل ہوئے۔

دوسرا واسطہ یہ بھی ہے کہ میرے جد مادری حضرت مولانا حاجی امین الدین علوی محدث کاکوروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت شاہ ابوسعید بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیت اللہ میں میزابِ رحمت کے نیچے اسی طرح مرید کیا تھا جس طرح حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرید کیا تھا (سفر نامۂ حج حاجی صاحب) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سفر و حضر میں عرصہ دراز تک آپ پیر کے ساتھ رہے۔ اور بعد کو رائے بریلی بھی حاضر ہوتے رہے۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر رح

اور حضرت شاہ ابو اللیث خلف شاہ ابو سعید سے بھی خاص روابط تھے۔ ان خاندانی دیرینہ روابط خصوصی تعلقات کا علم واعتراف اس دور میں بھی ہمارے محترم و معظم حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کو بخوبی ہے۔ اسی بناء پر جب کبھی وہ یہاں تشریف لاتے یا کہیں لکھنو میں ملاقات ہوتی ہے تو ہم سب پر بڑی شفقت وعنایت فرماتے ہیں۔ اور گاہے بگاہے ان خصوصی روابط کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

بڑی ناانصافی اور ناشکری ہوگی اگر میں ان دونوں صاحبان کا ذکر نہ کروں جنھوں نے اس کی طباعت وکتابت کی اہم ذمہ داری لی مکرمی ومحترمی آفتاب حسین صاحب مالک اسٹوڈنٹس بک بلڈنگ ہاؤس ناداں محل روڈ لکھنو (جن کو آستانہ شریفہ سے نسبت ارادت وبیعت حاصل ہے اور موجودہ حضرات مد اللہ ظلالہما سے بے انتہا خلوص ومحبت وعقیدت رکھتے ہیں، نیز احقر سے بہت محبت وشفقت کرتے ہیں) کی ہی کاوش، سعی پیہم اور انتھک کوششوں سے یہ کتاب منظر عام پہ آسکی، ورنہ عصر حاضر میں یہ کام بڑا ادقت طلب ہے۔ اور میرے بس کی بات بھی نہ تھی۔ انھوں نے کتابت۔ طباعت۔ کاغذ کی فراہمی اور جلد سازی وغیرہ کے تمام اہم مسائل میں مجھے یکسر فارغ اور سبکدوش رکھا۔ اور بڑی محنت ودوڑ دھوپ کی۔

برادر مکرم عبد الرب صاحب علوی کا بھی بہت ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے کاتبوں کے سلسلہ میں وحدت سے کثرت کا سفر کیا اور اپنی مصروفیت کے باوجود بڑی تگ ودو کرکے کتابت کو طباعت کے لیے مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبان کو کامیاب وبامراد کرے۔ اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ تادیر زندہ وسلامت اور یاد حق میں شاد کام رکھے۔

تقی انور علوی

القول الجلي
في
ذكر آثار الولي
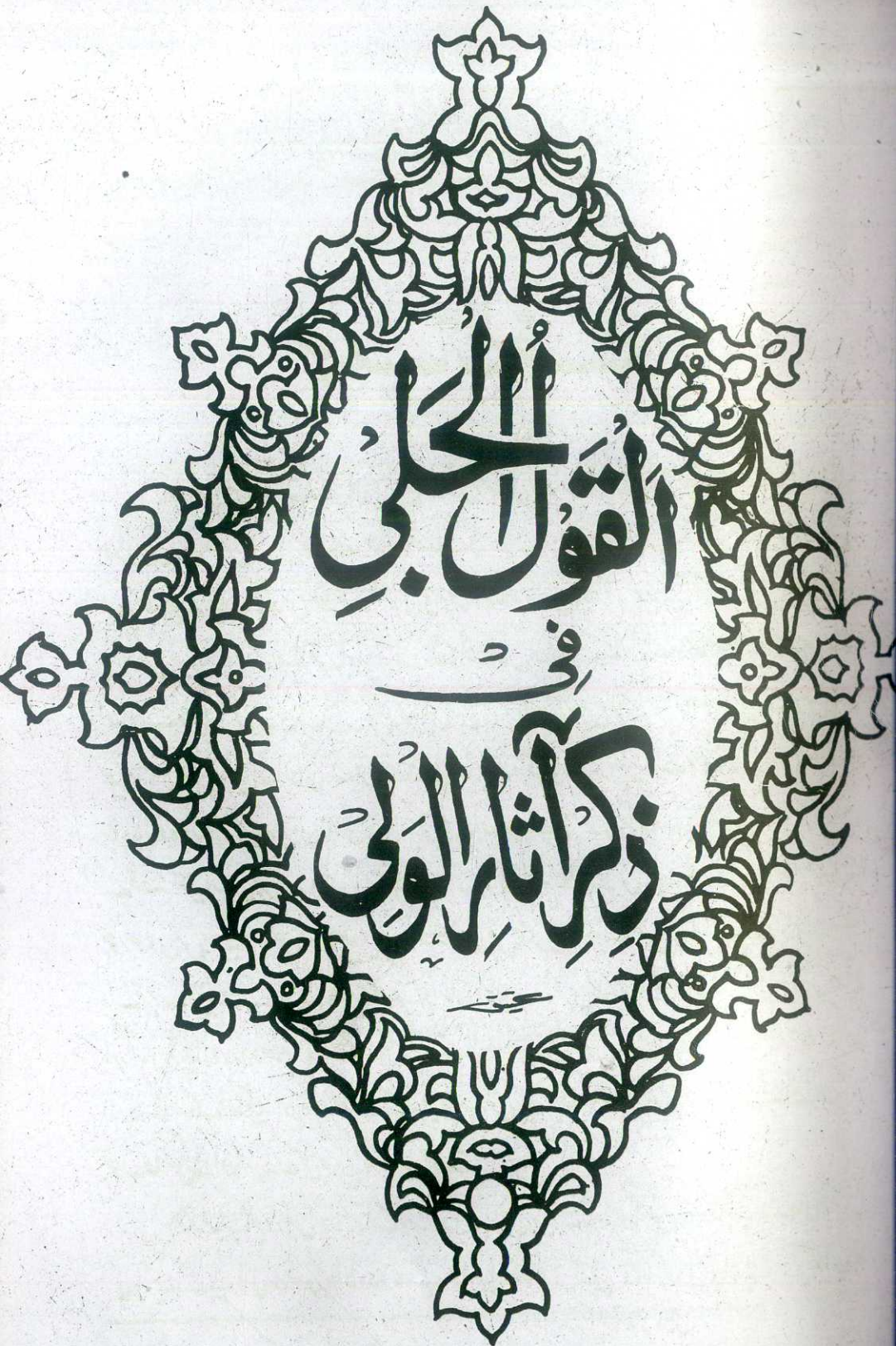
بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ۝

سببِ تالیف

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے نوعِ انسانی کو تمام مخلوقات میں فضیلت دے کر منتخب فرمایا اور ان میں سے نفوسِ کاملین کو اپنے اسماء و صفات کی معرفت نیز حقیقت ذات کی محبت کے لیے مجمل اور مفصل طور پر مخصوص فرمایا۔ وہ لوگ ان عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے عام لوگوں کی نظروں میں مثل آنکھ کے ہیں یا حقیقی معنوں میں انسان ہیں اور ان کے لطیفۂ قلب میں اپنی قدرت کی نشانیوں اور حکمت کے اسرار کے ساتھ علومِ کثیرہ افاضہ فرمائے۔ اور ان کے ظاہر و باطن پر ایسی نشانیاں ظاہر فرمائیں جس کی بدولت انہیں معرفتِ حق حاصل ہوئی۔ ان کو حق اور غیرِ حق میں تمیز ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان سے کامل طور پر کلام فرمایا۔ اور انہیں اپنے وجود کے وسائل اور ابرِ کرم بنا دیا یہ وہ لوگ ہیں جن پر برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں اور ان کے ہاتھوں پر کرامات کی نظر ہے (کرامتیں ان کے قبضۂ اختیار میں ہیں)، یہ اللہ کی سنّت ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہے۔ اور درود و سلام ہو ان پر جو رسولوں میں سب سے افضل اور کاملین میں سب سے مکمل ہیں مخلوق کو طبیعت نفس کی گمراہیوں سے ہدایت دینے والے نیز رغبت و خشیت کے اعتبار سے ملتِ حنیفیہ جو آسان و سہل ہے وہی لائے اور تمام بزرگ ترین معرفتوں کو واضح اور آسان فرمایا۔ درود و سلام (رحمتِ کاملہ) ہو آپ کے آل و اصحاب پر جنہوں نے سُننِ عالیہ کو اپنے تمام امور میں ازروئے مسلک اخذ کیا۔ اور شرابِ معرفت کے لبریز جام نوش کیے۔ علوم و مقاماتِ عالیہ پر فائز ہو گئے اور اس کو خوب حاصل کیا (اور اس سے کلی طور پر مستفیض ہوئے)

چونکہ اربابِ علم و یقین اور اصحابِ معرفت و وجدان پر یہ بات ثابت و محقق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے ولی کے ظہور کا ارادہ فرماتا ہے تو انبیاء کے کامل ترین ورثاء کو ولی فرماتا ہے اور اس کو اپنے

جوارح میں سے ایک جارحہ[1] کے طور (مثل) بناکر آثار و اقوال کا سرچشمہ بنا دیتا ہے نیز اپنے کمالات کا مخبر کر دیتا ہے
تاکہ لوگ اس کی معرفت حاصل کر کے اس کی جانب مائل اور اس کی رہنمائی میں منزل مقصود کی جانب چل پڑیں یہ
اس فیض خاص کا مسلم کارنامہ ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ہر چند اس کی نسبت تمام مخلوقات کے ساتھ بالکل ویسی ہی
ہے جیسی آفتاب کی تمام پھلوں کے ساتھ کہ اگرچہ پھل آفتاب کا شعور نہیں رکھتے لیکن اس کی تمازت سے ہی پکتے ہیں۔
چنانچہ جب کسی کو اس (آفتاب) کے وجود سے واقفیت ہو جاتی ہے تو آفتاب کی صفت تمازت کی تاثیر کا قائل ہو جاتا ہے

اس بنا پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا محتاج محمد[2] عاشق المخاطب بالعلی ابن شیخ عبید اللہ البارہوی الپھلتی (اللہ
تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی امور کی اصلاح فرمائے) عارض مدعا ہے کہ اس کمترین سے حضرت مرشدی و مولائی ولی
کامل جامع الکمالات انسان الالٰہی واصول حقائق وجوبی وامکانی جن کی کنیت عالم ملکوت میں "ابو الفیاض" ہے اور
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اسم "ذکی" سے نامزد ہیں۔ نیز حکیم الامت اور اپنے جد بزرگوار حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارث اور ان اللہ ینطق علی لسان عمر کے سر ہیں فرد ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ
کے ساتھ "ولی اللہ" علم کے اعتبار سے قطب الدین احمد اسم کے اعتبار سے۔ اپنے محمل ناقہ پر جو آپ کی خاص سواری تھی
اور آپ کو عطا کی گئی تھی (زبان اعجاز بیان سے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے) ۱۱ شعبان المعظم ۱۱۴۴ھ مدینہ
طیبہ سے مکہ معظمہ لوٹتے وقت "رابغ" کے مقام پر جو پانچویں منزل پہ ہے جبکہ بڑے دقیق اسرار و حقائق و معارف
بیان فرما رہے تھے۔ ارشاد فرمایا۔

کہ کیا کوئی ہے جو ان حقائق و معارف کو جس کو لوگ سمجھ سکیں قلم بند کرے اور اگر کوئی قلم بند کرے تو یقیناً اس

۱؎ جارحہ: آلۂ کار ۲؎ شاہ محمد عاشق پھلتی ابن شیخ عبید اللہ صدیقی ابن شیخ محمد بارہوی (ولادت رمضان ۱۱۱۱ھ،
وفات ۱۱۸۷ھ یا ۱۱۸۸ھ) حضرت اقدس امام شاہ ولی اللہ الدہلوی کے حقیقی ماموں زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے۔ عمر میں حضرت اقدس
سے چار سال بڑے تھے۔ آخر کتاب میں حضرت اقدس کے حکم سے اپنا حال خود لکھا ہے آپ کے فضائل میں صرف یہ دو باتیں لکھ دینا کافی ہیں
کہ حضرت اقدس کو آپ کے ساتھ خاص نسبت تھی اور آپ کو اپنے پیر میں فنائے کامل حاصل تھی ان کے محرم اسرار تھے۔ حضرت اقدس
کے حسب الحکم آپ کے صاحبزادگان کے علم ظاہری و باطنی کے استاد و مربی تھے آپ کے ہی فیوض سے صاحبزادگان مالامال ہوئے
جو اظہر من الشمس ہے آپ کے مفصل حالات اب تک پردۂ خفا میں تھے۔ سب سے پہلے برادر عزیز مسعود انور علوی سلمہ
لیکچرر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے القول الجلی سے ہی استفادہ کر کے آپ کے حالات رسالہ "برہان" میں شائع کیے۔
ان کا وہ مضمون "مقالات انور" میں بھی شائع ہوا ہے۔

کے ضمن میں اسرار کو مندرج پائے گا اور فوائد عظیمہ مشاہدہ کرے گا۔ کیونکہ دیگر اکثر کتابوں میں جو ان باتوں کا تذکرہ ہے وہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور وہ صرف مخصوص بلکہ اَخَصُّ الخواص لوگوں کا حصہ ہے۔

چنانچہ اس خاکسار نے اس حکم کے مطابق کہ "تمہارے اوقات میں تمہارے پروردگار کے انفاس مبارکہ ہیں پس تمہارے لئے اس کی تلاش وجستجو ضروری ہے اس نفحۂ الہیہ کی تلاش کو ضروری سمجھا اور اس نفس روحانی کو فضل عظیم جانا اسی سلسلہ میں اس خاکسار پر نفحۂ وہاب منعام[1] علمی مفتوح ہوا۔ چنانچہ (اسی وقت) اس میں سے مختصراً مقدمہ لکھا جو اس جلیل القدر کام کے لیے عزم مصمم کا نتیجہ اور اس کی تمہید بن گئی۔ اور پندرھویں تاریخ ماہ مذکور مکہ معظمہ میں اس کام کی ابتدا ہوئی۔ اس نعمت عظمیٰ کا شکر میں کہاں تک ادا کروں کہ وہ میرے امکان سے باہر ہے نیز جس نے اس توفیق کے حاصل کرنے کی سعادت بخشی۔ چنانچہ مجھے آنجناب کی اکثر تصانیف کے مسودوں کو صاف کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس کتاب میں ان واقعات اور کرامات کے ذکر سے جو آنجناب کی ولادت باسعادت کے دن ہی سے ظاہر ہوئیں، ابتدا کی۔ اور ان کو تین قسموں (حصوں میں) پر منقسم کیا۔

قسم اوّل۔ مکاشفات، واقعات، کرامات اور تصرفات کے بیان میں۔

قسم دوم۔ ارشادات اور حقائق ومعارف کے بیان میں۔

قسم سوم۔ ان اشخاص کے احوال واقوال کے بیان میں جن کو آنجناب سے نسبت حاصل ہے۔

بعض کو قرابت صوری اور بعض کو معنوی (اور خاص بات یہ ہے) کہ کوئی بات اس کتاب میں ایسی میں نے نہیں لکھی جس کو میں نے آنجناب سے مکرر سہ کرر عرض نہیں کر دی اور وہ شرف اصلاح سے مشرف نہ ہو گی۔ اسی طرح قسم ثالث میں جو جو حالات اور واقعات جن جن حضرات کے تحریر کیئے یا ثقہ لوگوں کی روایت پر اعتماد کر کے لکھے وہ پہلے آنجناب سے عرض کیئے (پھر تحریر کیئے) اور چونکہ اس تقریر وتحریر کا اصل مقصد خصوصاً طالبین کے لیے طریقت کے فوائد کبریٰ اور فیوضات عظمیٰ کی حقیقت کا اظہار بیان ہے لہذا ہر واقعہ کو لفظ "افادہ" سے معنون کیا اور اس کا نام "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" رکھا اور وہ میرے لیے کافی ہے اور بہترین وکیل ہے۔

---

[1] بہت زائد آگاہی کی نعمت عطا کرنے والا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشارات قبل از ولادت

حضرت اقدس کی ولادت سے قبل بہت سی باتیں بشارت کے طور پر آپ کے بارے میں مختلف بزرگوں کی ارواح سے ظاہر ہوئیں چنانچہ ایک روز آپ کے والد ماجد شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ دوران فاتحہ حضرت کی روح پاک نے ظاہر ہو کر فرمایا کہ تمہارے وہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا قطب الدین احمد نام رکھنا۔ آپ نے اس خیال سے کہ اہلیہ کا سن اس کا متقاضی نہ تھا۔ (یعنی وہ سن ایاس کو پہنچ چکی تھیں) اس سے یہ تعبیر لی کہ شاید حضرت کی مراد میرے پوتے سے ہو یعنی شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو حضرت کے بڑے صاحبزادہ تھے) کے کوئی لڑکا پیدا ہو۔ حضرت خواجہ نے آپ کے اس خطرہ پر مشرف (آگاہ) ہو کر فرمایا کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ وہ لڑکا تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا۔ جب اس کو ایک عرصہ ہو گیا باوجودیکہ آپ کمال تجرد سے متصف تھے اور خواہش نفسانی سے مکمل اعراض تھا نیز سن شریف بڑھاپے کی منزلوں سے گزر رہا تھا۔ لیکن اس سر کے معنی ے

موسیٰ اندر درخت آتش دید سبز تر می شد آں درخت از نار
شہوت و حرص مرد صاحبدل ہم چناں داں وہمچنیں انکار

کا ظہور ہوا۔ اور آپ کو نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی اور میاں شیخ محمد قدس سرہٗ (جو آپ کے خلیفہ بزرگ تھے) کی بڑی صاحبزادی سے آپ نے نکاح فرمایا اور ان کے بطن سے حضرت اقدس پیدا ہوئے اور ان کے بعد آپ کے برادر خورد شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کمالات ظاہری و باطنی سے متصف ہیں عالم وجود میں آئے۔ اس دوران وہ واقعہ سابقہ آپ کو یاد نہ رہا اور آپ کا نام ولی اللہ رکھا۔ لہٰذا جب وہ بشارت مذکورہ آپ

لے موسیٰ نے درخت میں آگ دیکھی۔ درخت (بجائے جلنے کے) اور سرسبز ہو گیا۔ صاحب دل مرد کی شہوت و حرص کو اسی پر قیاس کرو۔

کو یاد آئی تو قطب الدین احمد بھی نام رکھا۔ الحمد للہ کہ ذات شریف دونوں ناموں کی مصداق ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ جو علم شریعت میں تفسیر و حدیث کی عالمہ تھیں اور آداب طریقت سے آراستہ اور اقلیم حقیقت کی عارفہ نیز اسم بامسمی یعنی فخر النساء تھیں اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے بزرگ مردوں سے سبقت لے گئیں تھیں ایک رات نماز تہجد کے لیے اٹھیں دونوں قریب قریب نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فراغت کے بعد جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دونوں کے مابین تھوڑا فاصلہ تھا کہ غیب سے دو ہاتھ اور برآمد ہوئے اور دعا کے لیے اُٹھ گئے۔ والدہ ماجدہ یہ دیکھ کر متعجب ہوئیں ان کو متعجب دیکھ کر والد ماجد نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصہ وجود میں قدم رکھے گا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ اس نماز نیز ہماری دعا میں شریک ہے۔ بعد ازاں حضرت اقدس پیدا ہوئے اور سات سال کی عمر سے ہی اپنے والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوتے رہے اور نماز سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تھے ہر وہ بات جو آپ کے والدین کو سالہا سال قبل مشاہدہ کرا دی گئی تھی، پوری ہوئی آپ کے والدین یہ دیکھ کر وہ واقعات یاد کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔

حضرت اقدس ابھی رحم مادر ہی میں تھے کہ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ لوگوں کو کھانا تقسیم کر رہی تھیں اور والد ماجد وہیں قریب ہی کھانا نوش فرما رہے تھے اسی اثنا میں ایک سائل نے آواز دی اور اللہ کے نام پر روٹی کا ٹکڑا مانگا۔ حضرت بزرگ نے پہلے خادم کے ہاتھ اسے نصف روٹی بھیجی اس کے بعد راستہ ہی سے خادم کو بلا کر بقیہ روٹی بھی حوالہ کی اور فرمایا کہ میرا یہ لڑکا جو شکم مادر میں ہے کہہ رہا ہے کہ راہ خدا میں پوری روٹی دینی چاہیے نصف پر اکتفا نہ کرنا چاہیے۔

ولادت باسعادت

ولادت باسعادت آپ کی قصبہ پھلت میں اپنے نانا کے وہاں ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ روز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب ہوئی بعض ستارہ شناسوں نے علم نجوم کی رو سے یہ کہا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت حوت کا درجہ دوم طالع میں تھا اور شمس بھی اسی درجہ میں تھا زہرہ آٹھویں عطارد اکیسویں۔ زحل دسویں اور حمل و مشتری بندرہویں درجہ میں تھے اور وہ سال علویین کے قران کا سال تھا اور وہ (قران) درجہ اول میں تھا اور مریخ رس سے دوسرے درجہ میں تھا اور راس سرطان تھا۔ اور منجملہ کرامات کے یہ بھی ہے کہ نجومیوں کیمطابق

جس سیارہ فلکی میں آپ کی ولادت ہوئی اسی میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی کہ شمس و عطارد برج حوت میں تھے عہ اور یقیناً یہی وجہ ہے جو آپ وارثِ کمالاتِ نبوّت ہوئے۔ بعض اہلِ سعادت نے تاریخ ولادت عظیم الدین سے نکالی ہے اور مولوی محمد اعظم کشمیری نے جو حضرت کے مُرید خاص ہیں ایک قصیدۂ مدحیہ لکھا ہے اسی طرح کہ اگر ہر مصرعہ سے ایک ایک حرف نکالیں تو تاریخ ولادت "ابرِ کرم بحرِ حکم عالی نسب والامکاں" نکلے گی اور قصیدہ کا آخری مصرعہ یہی ہے۔

بچپن کے حیرت انگیز واقعات

نومولود کی برکت سے نسبت میں ترقی | سیّد علی جو آپ کے جدِّ مادری کے یارانِ خاص میں سے تھے۔ بیان کرتے تھے کہ جب حضرت اقدس پیدا ہوئے تو تیسرے روز میں اپنے گھر سے حضرت بزرگ (شاہ عبدالرحیم) کی خدمت بابرکت میں بغرض مبارکباد حاضر ہوا۔ شرفِ حضوری حاصل ہونے پر میں نے مبارکباد دی۔ آپ نے از حد مسرور ہو کر فرمایا کہ سیّد علی یہ لڑکا عجیب پیدا ہوا ہے۔ ولادت کے بعد جب وہ کپڑے میں لپیٹ کر میرے پاس لایا گیا اور میری گود میں رکھا گیا میں نے اس کو آنکھ کھول کر دیکھا پھر اپنی نسبت کی طرف متوجہ ہوا تو اپنے کو ترقی کی جانب گامزن دیکھا اور اپنی نسبت میں زیادتی محسوس ہوئی اور حقیقتاً یہ سب اسی نومولود کی برکت کے سبب تھا۔

انتہا درجہ کی صفائی و پاکیزگی | ابتداء سے ہی حضرت اقدس کی فطرت میں انتہا درجہ کی صفائی و پاکیزگی تھی چنانچہ بچپن ہی سے جب کہ آپ بول بھی نہ پاتے تھے میل کچیل اور ناپاکی سے سخت متنفر تھے۔ حتیٰ کہ میلے کپڑے خواہ خود پہنے ہوں خواہ دوسرا جس سے آپ مانوس ہوتے تھے کبھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اور ان باتوں میں تساہلی برتنے پر خوش نہ ہوتے تھے۔ انہیں ایام میں ایک بار اتفاقاً والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) جو کپڑے پہنے تھے۔ وہ کچھ کس میلے تھے آپ جب والد بزرگوار کی گود میں آئے گو کہ زبان سے بول نہ سکتے تھے آپ کے دامن کو پکڑ کر اتارنے کا اشارہ کیا۔ حاضرین میں سے کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا۔ جب یہ واقعہ بار بار ہوا تو آپ پریشان ہو کر

عہ زائچہ

ذنب
جدی
دلو
حوت
شمس
عطارد
زہرہ
حمل۔ قمر۔ مریخ۔ زحل۔ مشتری۔
ثور
جوزا
قوس
عقرب
میزان
سنبلہ
اسد
سرطان راس

بشکریہ: الرحیم ماہ اکتوبر ۶۴ء

رونے لگے۔ آپ کے رونے پر بھی کوئی آپ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ ہر شخص نے بہلانا شروع کیا لیکن بے سود ہوا دو تین روز اسی پریشانی میں گذر گئے ایک روز والد ماجد صاف کپڑے پہنے ہوئے آئے جیسے ہی حضرت کی نگاہ پڑی دیکھتے ہی کھل کھلا اٹھے اور چہرہ پر جو حزن و ملال تھا وہ فوراً رفع ہو گیا اور خوشی و مسرت روئے انور سے پھوٹنے لگی، حاضرین یہ دیکھ کر بات کی تہ کو پہنچ گئے اور بہت متعجب ہوئے۔

اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی آپ کے دودھ چھوٹنے کے زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ خواب دیکھا کہ ایک مسہری بچھی ہوئی ہے اور اس مسہری پر حضرت بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نماز پڑھ رہی ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے (تو دیکھا) کہ سرخ چونچ کا ایک فاختئی رنگ پرندہ آکر مسہری کے سرہانے بیٹھ گیا اور اپنی چونچ سے ایک کاغذ کا پرزہ نکال کر ان کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر دیکھا تو لفظ اللہ سنہرے حروف سے لکھا ہوا تھا وہ پرندہ پرزہ رکھ کر اڑ گیا اس کے بعد ایک دوسرا پرندہ جس کا جسم سبز اور چونچ سرخ تھی آکر بیٹھ گیا اور پہلے والے پرندہ کی طرح ایک کاغذ کا پرزہ چونچ سے نکال کر سامنے ڈال دیا۔ حضرت اُسے بھی اٹھا کر غور سے دیکھنے لگے وہ بھی سنہرے حروف سے لکھا ہوا تھا پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دوسری میں یہ مضمون تھا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو ہم اس لڑکے کو نبی کر دیتے۔ والدہ ماجدہ فرمانے لگی کہ ہم کو اس وقت یہ خیال ہوا تھا کہ یہ بشارت حضرت والا کے حق میں ہے لیکن حضرت کاغذ کا پرزہ دیکھ کر ہماری طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ میں نہ کہتا تھا کہ تمہارا یہ لڑکا بزرگی و کمال میں ایسا اور ایسا ہوگا۔ یہ بشارت بھی اسی بات کی مؤید ہے۔

یہ سب وہ سچے واقعات ہیں جو بذریعہ خوابات معلوم ہوئے (کہ) یہ بشارتیں حضرت اقدس کے متعلق تھیں۔ اس کے بعد یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ پہلا پرندہ حضرت بزرگ قدس سرہٗ کو بشارت دینے والا تھا اس بات کی کہ اسم "اللہ" ذات محض کے شہود پر دلیل ہے اور فاختئی رنگ کے پرندہ سے مراد حضرت اقدس کی شیریں بیانی اور حقائق و معارف کے بیان میں صدق لحن ہے۔ جس سے سننے والوں کے قلوب کا متاثر ہونا ہے اور یہ سب صفات حضرت اقدس کی ذات بابرکات میں أظهر من الشمس تھیں اور جو دوسرا پرندہ تھا وہ حضرت اقدس کے کمال کی بشارت دینے والا تھا اس لیے کہ ذات صرف سے وصول کے بعد کشف مراتب کا وجدان اور احکام نشأت کمال نبوت سے ہی پیدا ہوتے ہیں طوطی جو فصاحت و بیان میں تمام پرندوں میں ممتاز ہے ان حقائق کو بیان کرنے کی طرف مشعر ہے اور یہ بات ذوق و وجدان اور حقائق و معارف میں جو حضرت اقدس کی تصنیفات میں ظاہر ہوئے ہیں نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے۔

دلیلؔ این سخن گفتارِ او بس ــــــ دلیل آفتاب انوارِ او بس

بچپن میں کشف | چونکہ آپ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلف الصدق ہیں جو لَوْ کَانَ لَعْدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَر سے مخصوص تھے لہٰذا آپ اس بشارت سے مبشر کیے گئے۔

زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کے ایک مریدتے جو اطراف دہلی کے تھے اور بادشاہ کے وہاں ملازم تھے حضرت اقدس کے لیے زرکار کپڑے کا ہدیہ بھیجا۔ گھر کے لوگوں نے اس خیال سے کہ عید قریب آگئی ہے اس روز آپ کو پہنائیں گے لباس مذکورہ آپ سے چھپایا۔ آپ نے اَز راہِ کشف معلوم کرکے اس کپڑے کے بارہ میں تجسس فرمایا۔ گھر والوں نے اس کے چھپانے کی اور کوشش کی اور انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے انکار کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی بلکہ اس کے برآمد کرنے پر مُصر رہے اور فرمانے لگے کہ وہ زرکار لباس ہم کو دکھاؤ اور بتقاضائے سن طفولیت رونے لگے۔ مجبوراً وہ کپڑا لایا گیا اور آپ نے زیب تن فرمایا۔

صغر سنی میں حاجت روائی | شیخ عبدالکریم نہتسوری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک دولت مند شخص خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کرکے جوتوں کی جگہ پر بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ مجھے بخار آگیا ہے اس کے دفعیہ کے لیے توجہ فرمائیں۔ ہمارے حضرت اقدس جو اس وقت بہت چھوٹے تھے۔ اور کھیل کود میں مشغول تھے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ ایک سرخ رنگ کا عمامہ اور ایک دُلائی ہمارے لیے لاؤ بخار جاتا رہے گا۔ وہ شخص اٹھا یہ دونوں چیزیں لاکر حاضر کیں فی الفور شفا پائی۔

زمانۂ طفولیت میں اسرارِ تصوف کا بیان | حضرت کے زمانۂ طفولیت میں ایک بار قصبۂ پھلت میں عید کے روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ عیدگاہ تشریف لے گئے اور آپ کو ایک گھوڑے پر جو سادات بارہہ میں سے ایک شخص نے نذر کیا تھا سوار فرماکر روانہ فرمایا۔ خدام ہر طرف سے آپ کو مضبوط پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ راہ میں مبارک نام صوفی نے جو آپ کے جد کے مرید تھے اور اسرار تصوف سے واقف تھے آپ سے کچھ سوالات دریافت کیے۔ آپ نے حقائق و معارف اس طرح بیان فرمائے کہ سامعین حیرت زدہ رہ گئے۔ اور ایسے ایسے باریک نکات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائے جو سائل کے حوصلہ سے باہر تھے یہ حقائق

۱ے اس بات کی دلیل کے لیے اس کی گفتگو ہی کافی ہے۔ (جیسے) آفتاب کی دلیل کے لیے اس کی روشنیاں (شعائیں) ہی کافی ہیں۔

۲ے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔

اتنے زائد تھے کہ وہ اسے یاد ہی نہ رکھ سکے جس وقت بھی یہ حقائق و معارف انہیں یاد آتے وہ حیرت زدہ رہ جاتے۔

عالم بچپن میں فقہی مسائل کا بیان اخوند محمد دلیل جو ایک عارف و فاضل آدمی تھے نیز آپ کے والد بزرگوار کے مخصوص احباب میں تھے آپ کے جد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ چار سال کے تھے جمعہ کا دن تھا۔ حضرت کے لیے پالکی آئی۔ سب لوگ وضو کرنے لگے۔ آپ سب سے پہلے وضو کر کے پالکی میں آکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھے میں نے پوچھا "بابا کہاں جا رہے ہو" جواب دیا کہ وضو ساقط ہو گیا ہے وہ کرنے جا رہا ہوں اس غیر معمولی جواب پر میں نے متحیر ہو کر سوال کیا کہ وضو کن کن وجوہات سے ساقط ہوتا ہے۔ آپ نے وہ تمام نواقض وضو جو احادیث میں وارد ہوئے شرح و بسط سے بیان فرمائے اور اتنی تفصیل سے کہ ہم کو بھی اس وقت یاد نہ تھے۔ یہ صورت مزید حیرت و تعجب کا باعث ہوئی۔

زمانہ طفولیت میں اشیائے غیب کا مشاہدہ ایک بار حضرت اقدس زمانہ طفولیت میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مراقب بیٹھے ہوئے تھے اسی حالت میں آپ پر غیبت قویہ طاری ہوئی اور اس حالت میں جنت اور دیگر اشیائے غیب کا مشاہدہ فرمایا بعد از افاقہ اس میں سے بعض اسرار بتقاضائے وقت بیان بھی فرمائے۔

مادر زاد ولی آپ کی صغر سنی کے زمانہ میں شیخ فیروز شاہ جو اپنے زمانہ کے مشہور نقشبندی صوفیوں میں تھے حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی ملاقات کو آئے۔ ان کا مشرب دارِ دنیا میں رویت بصری کے جواز میں تھا۔ (یعنی چشم ظاہر سے مشاہدہ حق ہو سکتا ہے) اس مسئلہ میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ سے بحث چھڑ گئی۔ آپ اپنی کم سنی کے باوجود بحث کو نظر انداز کر کے شیخ فیروز شاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہماری نگاہ انتہائی کمزور ضعیف ہے اپنے پیچھے کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتی اور دور والی اگرچہ وہ سامنے ہو لیکن بُعدِ مسافت کی وجہ سے نہیں دکھائی دے سکتی۔ بلکہ جو سر پر ہو اس کو بھی نہ دیکھ سکے گی اور اپنے نفس سے زائد آنکھ کے قریب کوئی چیز نہیں ہے جب اس کو ہی نہیں دیکھ سکتے تو ان کمزوریوں کے باوجود کیا امکان ہو سکتا ہے کہ لطیف و الطف کا معائنہ کیا جائے۔ پھر آپ نے ان ترقیات کے بارہ میں جو ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف تھیں اس طرح بیان فرمائیں کہ شیخ مطمئن و خاموش ہو گئے آپ کی اس تقریر کے بعد وہ اکثر آپ کی تعریف فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے مادر زاد ولی اگر کسی کو دیکھا تو اسی بچہ کو دیکھا۔

جوابات کا دل میں القا کوتوال شہر شاہجہان آباد جو صوفیائے کرام کا معتقد اور ان سے واقف تھا

نیز درویشوں کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں بھی اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور تصوف کے متعلق اپنے اشکال وشبہات دریافت کیا کرتا تھا۔ ایک دن چند اہم اور مشکل مسائل حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور بیان کرنے لگا۔ حضرت اقدس سرہٗ اس وقت کھیل میں مصروف تھے جب وہ اپنے تمام شکوک بیان کر چکا تو حضرت اقدس اپنا کھیل چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور قبل اس کے کہ حضرت بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جواب دیں آپ نے اس کے جوابات شافی دینا شروع کیے۔ جب اس نے اپنے سوالات کے جوابات سن لیے تو دوسرے مزید اہم مسائل دریافت کیے اس کے جوابات بھی بالتفصیل سن لیے۔ اسی طرح ایک ایک سوال کرتا اور جواب شافی پاتا۔ جب وہ تمام مسائل جو اس کے نزدیک انتہائی مشکل اور اہم تھے بیان کر کے جوابات شافی سن کر مطمئن ہو گیا تو ان کی کم عمری کو دیکھ کر سخت متعجب ہوا اور متحیر ہو کر پوچھا کہ صاحبزادے تمہارا سن تو اس کا متقاضی نہیں ہے کہ یہ تمام جوابات تم نے کسی کتاب سے معلوم کئے ہوں اس لیے کہ یہ تمام باتیں اس کی مثال نہیں ہیں کہ ایسی عمر میں کسی کتاب سے معلوم کی ہوں یا کسی (اُستاد) سے سن کر یاد رکھا ہو پھر یہ جوابات تم کو کہاں سے معلوم ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مجلس میں آنے سے پیشتر معانی مذکورہ کا خود مجھے بھی علم نہ تھا ان کے جوابات میرے دل میں القا ہوتے رہے اور میں تم سے بتاتا رہا۔ یہ سن کر وہ بہت متعجب ہوا اور آپ کے کمال کا معترف ہوا۔

زمانۂ طفولیت میں جب آپ درس لیتے تھے تو اس مجلس میں علماء فضلاء نیز صوفیا بھی موجود ہوتے تھے۔ آپ اثنائے درس بحث بھی کرتے جاتے تھے اور ایسے دقیق سوالات پوچھ بیٹھتے جن کے جوابات مشکل ہوتے۔

طالب علم کی توبہ ایک روز شہر نگینہ کا ایک طالب علم بھی اس حلقہ درس میں شریک تھا جب اس نے آپ کی باتیں سنیں تو سوچا کہ اس مجلس میں اتنے علماء فضلاء موجود ہیں اور آپ کے معتقد ہیں اور جو بات آپ کہتے ہیں ہر طرف سے تائید وتقویت دے کر درست کہتے ہیں اس خیال سے وہ موقعہ کا متلاشی رہا کہ خالی جگہ اور تنہا پا کر آپ کا امتحان لیا جائے گا۔ جب آپ درس ختم کرنے کے بعد بمقتضائے خوردسالی سیر وتفریح میں مشغول ہوئے تو اس طالب علم نے ایک جگہ تنہا پا کر امتحاناً چند مشکل اور اہم سوالات آپ سے دریافت کیے۔ آپ نے اس کے تمام سوالات کے اس طرح بالتفصیل وبالتحقیق جوابات شافی دیئے کہ اس طالب علم نے شرمندہ ہو کر اپنے ظن فاسد سے توبہ کی۔

ایک لاجواب جواب ایک دن شہر نگینہ میں حضرت بزرگ قدس سرہ کی مجلس میں یہ ذکر ہوا کہ ایک دن شیخ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک چیل ہوا میں اڑ رہی تھی جب وہ ان کے سر کے قریب پہنچی تو آپ نے ایسی نگاہ سے اسے دیکھا کہ وہ بے جان ہو کر گر پڑی۔ حضرت اقدس نے خدمت میں عرض کیا کہ آخر اس میں کیا سر ہے۔ شیخ بایزید تو خود اولیاء اللہ میں سے تھے بے وجہ شرعی کیوں انہوں نے اس چیل کو مار ڈالا۔ حضرت بزرگ قدس سرہٗ جواب دینے میں غور کرنے لگے کہ اتنے میں محمد ماہ قاضی شہر جو اس حلقہ میں موجود تھے اور بحث و مباحثہ نیز علمی قابلیت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے کہنے لگے کہ صاحبزادے! اس سوال کا جواب میں دونگا۔ سنو اس وقت عرش سے فیض الٰہی شیخ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف جاری تھا وہ چیل مثل حجاب کے درمیان میں حائل ہو گئی اسی وجہ سے آپ نے اس کی طرف بہ نظر غضب دیکھا اور وہ ہلاک ہو گئی۔ آپ نے فرمایا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کے فیض کے سامنے عرش و کرسی و ہفت افلاک و اجرام سماوی و دیگر اشیاء تو حاجب ہو نہ سکیں یہ ایک مشت پر اس فیض کے لیے حجاب بن گیا۔ اس کو کوئی سمجھدار تسلیم نہ کرے گا۔ جب انہوں نے یہ جواب سنا تو پھر دوبارہ انہیں بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے اور حاضرین آپ کی اس عمر میں دقیق نظری پر تعجب کرنے لگے۔

سامعین کا ششدر رہ جانا ایک بار آپ کے زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی مجلس میں مشہور رباعی ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن ۔۔۔ دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بودن

سوئے زلفش نگہے کردن و رویش دیدن ۔۔۔ گاہ کافر شدن و گاہ مسلماں بودن

پڑھی جا رہی تھی اور اس کے معانی پر غور ہو رہا تھا کہ آپ نے (حضرت اقدس) فرمایا کہ مصرعۂ اول کے معنی یہ ہیں کہ اسلام وجہ عبادت حقیقی ہے اور اپنے کو بغیر کسی لطیفہ اور کسی جہت کی مخالفت کے، اللہ کے لیے صرف کر دینا ہے اور مصرعہ دوم میں اشارہ ہے حضرت حق کے ساتھ دوام توجہ کا جو آداب طریقت کا مغز ہے اور مصرعہ سوم میں مطلب یہ ہے کہ تجلیات جلال و جمال کا مشاہدہ بھی نہ ہو پائے (یعنی تنزیہہ محض) اور چہارم میں مراد اس کی تاثیر کا لطیفۂ انسانیہ میں مؤثر ہو جانا ہے۔ جب آپ نے یہ بیان فرمایا تو سامعین ششدر رہ گئے۔

عالمِ طفولیت میں جدید معانی کا بیان چھ، سات سال کی عمر میں آپ صرف میں کتاب

"زنجانی" پڑھتے تھے اثنائے درس حضرت بزرگ قدس سرہٗ نے آپ کو کچھ مشکل چیزیں بتائیں اور فرمایا کہ ملا سعد الدین تفتازانی نے ان چیزوں کے جوابات دیئے ہیں اور بالکل جدید معنی بیان کئے ہیں جو دوسروں نے نہیں بیان کئے آپ نے فرمایا کہ ان کے جوابات تو آسان ہیں اور بہت واضح طور پر سب بیان کر دیئے جب حلقۂ درس میں شریک لوگوں نے ملا سعد الدین تفتازانی کے جوابات تلاش کر کے نکالے تو وہ بجنسہٖ وہی تھے۔ جو آپ بلا تامل بیان کر چکے تھے، تمام حاضرین آپ کی استعداد علمی اور فہم و لیاقت نیز وسیع النظری اور جدید الذہنی پر متعجب ہوئے۔

زمانۂ کم سنی میں کشف ایک عورت تھی جس کا شوہر نہ اسے چاہتا تھا اور نہ اپنے پاس بلاتا تھا۔ آپ ان دنوں بہت چھوٹے تھے۔ وہ عورت ہر وقت آپ کی خدمت میں عرضِ حال کرتی اور دعا کی خواہاں ہوتی تھی۔ لیکن اظہارِ مدعا نہیں کرتی تھی۔ آپ کا سن شریف ایسا نہ تھا کہ آپ یہ سمجھتے کہ زن و شوہر کے تعلقات کس قسم کے ہوتے ہیں ایک دن آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ہم کو پریشان نہ کیا کرو دعا سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تمہارا شوہر نہ تم سے کبھی محبت کرے گا نہ اپنے پاس بلائے گا۔ اور دراصل استدعا سے آپ کا مطلب یہی تھا۔ تمام حاضرین آپ کے اس کشف پر متحیر ہوئے اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ اس کے شوہر نے ساری عمر اس سے التفات نہ کیا۔

آپ کی صغر سنی میں ایک بار آپ کے بڑے ماموں (شاہ عبید اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے مبشرہ میں دیکھا کہ جیسے بہت سے لوگ بادشاہ حقیقی یعنی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تم کو بادشاہ نے طلب کیا ہے۔ حضرت بزرگ قدس سرہٗ بعجلت دربارِ شاہی میں حاضر ہو گئے اور حضرتِ اقدس بھی آپ کے ہمراہ ہیں جب وہاں سے اجازت پا کر رخصت ہوئے تو حضرت رسالت مآب سے ایک خلعت حضرت بزرگ قدس سرہٗ کو عنایت ہوئی اور دوسری حضرت اقدس کو حضرت بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے پہننا چاہا اور ابھی پہننے بھی نہ پائے تھے کہ آپ نے بعجلت تمام اپنے کپڑے اتار کر وہ خلعت زیب تن کر لی۔

کشف و کرامت کی ایک مثال حضرت اقدس کا سن شریف بارہ سال کا ہوگا کہ ایک تقریب میں کسی عزیز سے آپ نے فرمایا کہ اربابِ ریاضیات کو جو کچھ کشف و کرامات سے مکشوف ہوتا ہے وہ پاک طینت لوگوں کو بلا ریاضت و مجاہدہ کے حاصل ہو جاتا ہے اس نے کہا کہ اس کی کوئی مثال دیجئے

تاکہ یہ بات مان لی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جائے گا۔ اسی دن حضرت ظہر یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ صورتِ عملی جو آپ کی ولادت باسعادت سے بیس یا پچیس سال پیشتر یا اس سے کچھ زائد اُن عزیز سے بمقتضائے جوانی سرزد ہوئی تھی اور انہوں نے اس کے چھپانے کی بہت کوشش کی تھی آپ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ آپ نے بغور اس کا معائنہ فرمایا کہ دوپہر کا وقت ہے اور آفتاب نصف النہار پر ہے اور ہر شخص اپنے اپنے گوشہ میں آرام کر رہا ہے کہ گھر کے ایک دالان سے ایک عورت دراز قد میانہ عمر نکلی اس عزیز نے اس سے اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کو کہا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ صورتِ حال ان عزیز سے بیان کی انہوں نے پہلے تو اس واقعہ سے انکار کیا لیکن جب حضرت اقدس نے فرمایا کہ (ہو سکتا ہے غلط ہو) مجھے تو جو کچھ دکھلایا گیا ہے میں نے تم سے بیان کر دیا اصل علم تو اللہ ہی کو ہے۔ تب اس عزیز نے اعتراف کیا اور اقرار کیا کہ واقعۂ مذکورہ دراصل صحیح ہے۔ اس واقعہ کے دو تین روز بعد وہ عزیز (اتفاق سے) کسی غیر آدمی کے گھر گیا اور وہاں اتفاقاً اس سے خلوت میں کوئی لغزش ہو گئی۔ جب وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے وہ پورا واقعہ اس سے بیان کر کے فرمایا کہ یہ دوسرا گواہ ہے۔ اس وقت سے وہ عزیز دل سے آپ کے معتقد ہو گئے۔ یہ پورا واقعہ انہوں نے اس فقیر سے بھی بیان کیا اور یہ کہا کہ اس واقعہ کا علم میرے سوا کسی کو نہ تھا۔ اور (آپ نے) اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی بلا کم و کاست بیان فرما دیا۔ اور دوسرا واقعہ جو اس امیر کے گھر میں پیش آیا تھا وہ بھی بیان کیا۔ اور تفصیل اس واقعہ کی حضرت اقدس کی زبان مبارک سے سنی تھی۔

جب حضرت اقدس پندرہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو چکے اور والدِ محترم سے بیعت کر کے اذکار و اشغالِ صوفیہ خصوصاً طریقۂ علیہ نقشبندیہ میں مشغول ہو گئے اور توجہ و تلقین اور آدابِ طریقت کی تعلیم اور صوفیاء کے طریقۂ خرقہ پوشی میں اپنا رابطہ مستحکم کر لیا تو اسی سال ایک روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ نے بہت سا کھانا پکوا کر بکثرت عوام و خواص کی دعوت کی اور آپ کے (حضرت اقدس) حق میں اجازت درس کا فاتحہ پڑھا۔ اور آپ کی عمر کے سترھویں سال حضرت بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عالم سے رحلت فرمائی۔ اور اپنے مرض الوصال میں آپ کو اجازت بیعت و ارشاد مرحمت فرمائی اور آپ کے حق میں متعدد بار زبان مبارک سے یدہٗ کیدی (اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے) ارشاد فرمایا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اپنے ابتدائے سلوک میں میں نے خواب دیکھا کہ حضرت حق نے مجھ پر الیا

بلند مقام کھولا جس سے مراد زمان و مکان سے حضور مجرّد ہے تو میں کلیتاً اس کی طرف مائل ہو گیا اور اس کے سوا ہر شے سے ہاتھ اٹھا لیا اور اپنے بلند مقصد پر فائز ہو گیا۔ پھر اس کا یقین ہو گیا کہ کامیابی بدرجہ غایت حاصل ہو گئی۔ پھر مجھ پر ایک دوسری چیز منکشف فرمائی اور وہ اسمائے مفیضہ کی حقیقت جامعہ تھی۔ بعد ازاں ایک امر اس سے بھی لطیف تر منکشف فرمایا جو ان فیوض کا ملکہ تھا۔ پھر مجھے یہ ملکہ حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد واضح فرمایا کہ گویا ایک امر سلبی تنزیہہ سے متحد ہے بلکہ سُلُوب کائنات کی عین حقیقت ہے اور کچھ مدت بعد واضح فرمایا کہ یہ ایک استعداد ہے جس سے تمام سلبیات کا منشاء پیدائش ہے اس کے بعد ایک امر بسیط حق انبساط ظاہر فرمایا جس میں اعتبارات کا تعدد و تکثر لوجہ من الوجوہ ناممکنات میں سے ہے۔ اور ہر مرتبہ کے ظہور کے وقت میں هٰذَا رَبِّی کا نعرہ لگاتا تھا اور ترقی کی زبان سے لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کا طنطنہ بلند کرتا تھا۔ اس کے بعد حق سبحانہٗ نے تعلیم فرمایا کہ یہ لطائف کی فنا کا سلوک تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابتدائے سلوک میں ایک روز حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے نزدیک مراقب بیٹھا ہوا تھا کہ الہام ہوا میری طرف دیکھو تم اپنے رب کا کس چیز سے ادراک کرتے ہو میں نے کہا نہ حسِ ظاہر سے اور نہ باطن سے اور نہ نفسِ ناطقہ سے کہا پھر کس چیز سے ادراک کرتے ہو میں نے کہا تقرر[1] سے اور اپنے وجود سے حکم ہوا کہ اپنے تقرر کی حقیقت میں غور کرو کہ وہ کیا ہے وہ امر لابدی بدن۔ حواس اور نفسِ ناطقہ کے علاوہ ہے جب میں نے اس میں غور کیا تو اس کو عین اللہ پایا۔ پھر میں نے کہا کہ مُدرِک اور مُدرَک دونوں ایک ہیں۔ پھر میں اس مقابلہ اور مسامت علمیہ کی فنا کے لیے اور اس ذات پاک با وحدت صِرف اور با علم حضوری بسیط کے باقی رکھنے کے لیے مَعْمُور کر دیا گیا۔ پھر فنائے تامہ حاصل ہو گئی اور معارف کا سمندر موجیں مارنے لگا اور مقام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ہوا نیز مقامات اولیاء اللہ وعلم آخرت وعلم شرع وعلم تکوین وعلم الٰہیات وعلم عجیبہ وغیرہ اور مجھ پر حکمت رَبّانیہ اور اس کے آداب

---

[1] یعنی تعین اور تعین کہتے ہیں اپنی ذات کی یافت کو اور یہ کئی جگہ مستعمل ہوتا ہے پہلا تعین اجمالی جس کو وحدت کہتے ہیں۔ یعنی حق کا ایک وجود میں آنا اور انا کہنا اور دوسرا تعین تفصیلی جس کو واحدیت کہتے ہیں یعنی ذات کو اپنی ذات میں صفات کو بالتفصیل پانا۔ یہ دونوں تعین داخلی ہیں اور باقی تعینات یعنی ارواح اور امثال اور اجسام وغیرہ کے کہ جو معتبر بمظاہر کونیہ ہیں تعینات خارجی ہیں۔ نقی انور

مکشوف ہوئے اور میں ان سب سے متحقق ہو گیا (یعنی معرفت حاصل ہو گئی) والحمد للہ رب العالمین۔

اللہ نے میری زبان پر نطق (کلام) فرمایا

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں ایک بلند مقام میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں لاتعداد لوگ از قسم خدّام وزائرین جمع ہیں، بظاہر وہ مسجد نبوی معلوم ہو رہی تھی اور اس میں ایک بلند قبّہ ہے جس کے چاروں سمت بہت سے لوگ بیٹھے ہیں ان میں ایک شخص اپنے ہاتھ میں کچھ تصاویر لیے ہوئے لوگوں کو دکھا رہا ہے اور اس بہانہ انہیں اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے میں اس سے بہت ناخوش ہو کر وہاں سے اٹھا اور اس قبّہ میں داخل ہو گیا۔ وہ شخص بھی وہاں پہنچ کر صدر میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس وقت مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی یعنی یہ معلوم ہوا کہ جیسے میں زبان حق ہو گیا۔ حضرت حق مجھ ہی سے کلام فرما رہا ہے اور مجھ ہی سے غصہ ہو رہا ہے پھر میں اس شخص کی طرف اٹھا اور کہا کہ اَنتَ من علماء زھرۃ الحیٰوۃ الدّنیا (تو ہی حیات دنیاوی کی سجاوٹوں کے علماء میں سے ہے) اور یہ کلام الٰہی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ میری زبان پر ناطق ہوا ہے۔ (میرے اس کہنے پر) اس شخص نے شرمندہ ہو کر اپنا سر جھکا لیا۔ پھر میں اس قبّہ سے باہر آیا۔ اپنے حال کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری زبان اور لباس سب عربی ہیں اور بہت سے لوگ مجھ کو اس بات کی مبارک باد دینے کے لیے جمع ہیں کہ اللہ نے میری زبان پر نطق (کلام) فرمایا اور اس پر متعجب ہیں اور تبرّکاً مجھ سے مصافحہ بھی کر رہے ہیں اسی دوران مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ یہ وہی کلام ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ناطق ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھائی کے حق میں جو ان کا دشمن تھا اور ان کو ایذا دیتا تھا۔ اور اس خواب کی تعبیر یہ ظاہر ہوئی کہ حقانیت کی حیثیت سے میں ہی مُعاتِب تھا اور جھٹلانے کی حیثیت سے میں ہی معتوب تھا لیکن، ہیئت عربیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت سے تھی کہ انہوں نے مجھ پر قرب فرائض افاضہ فرمایا۔ لیکن الہام کے معنی اس معاتبہ میں میری رسول کی نیابت تھی اور تفقہ فی الدین کی حیثیت سے میں ہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھا اور من حیث جسمانیت کے میں ہی ان کا بھائی تھا۔ اور حق سبحانہ نے تعلیم فرمایا کہ یہ بشارت مقام قرب فرائض کا وصول ہے۔

طریقہ رسولیہ کے سات ادوار

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل وکرم اور احسان عظیم سے مقربین کے بارہ میں مجمل اور مفصل طور پر مطلع فرمایا اور وہ طریقہ عطا فرمایا جس میں رسولوں کی فرمانبرداری کی پیروی ہی ان کے احوال ومقامات ہیں۔ اور ان کے فنون وقوانین بیان فرمائے۔ اور طریقہ مذکورہ کی تشریح سات ادوار میں ہے۔ ایک کے اختتام سے دوسرے کی ابتدا معلوم ہوتی ہے۔

دورۂ اولیٰ | ایمان تحقیقی ہے اور اس سے مطلب طہارت اور خلوص نسمہ ہے شرور نسبہ[1] سے جو بسبب قوت عاقلہ وعاملہ کے طغیان کے اس کو لاحق ہوتا ہے اور اس کا عمود روکنا ہے اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت سے اور روکتا ہے مُہلکات سُوء (اخلاقِ ذمیمہ) سے ..... مثلاً دشمنی دھوکہ دہی، بدعہدی اور کذب بیانی حدیث میں ہے کہ ان کا علاج عبادات پر پیش قدمی ہے، نشاط اور حسن رغبت و وسعت اور محاسبہ وسکینہ کے ساتھ اور یہ حالت ہے کہ جب بشاشت کے ساتھ قلب میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر نکلتی نہیں اور اس کے تقریباً ستر درجے ہیں جن میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے۔

دورۂ ثانیہ | شرح صدر ہے اور اس کی حقیقت انکسارِ نسمیہ ہے اپنے جوہر میں جذب الٰہی کے تصادم اور اس کے غلبہ سے اور دار الغرور سے علیٰحدگی اور دار الخلود کی طرح رجوع اور اس کے دوران بعض کو توحید محبت اور بعض کو حضورِ دوام میسر ہوتا ہے اور اس دورہ کے اختتام پر بعض اذکیار کو لطائف ستہ کی فنا ظاہر ہوتی ہے۔

دورۂ ثالثہ | قُربِ نوافل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ النح اور اس کی ماہیت نفس ناطقہ کے جوہر کا انکسار ہے اور یہ کئی طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تجلّی فرمائے اس کے نفسِ ناطقہ کی صورت میں تجلیاً متحققاً خارجیاً[2] اور یہ مقام حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

دوسرے یہ کہ جذب کے بیج حُبوب اس کے نفس کی سختی کو اپنے میں ڈھانپ کر اور جلا کر مثل جلی ہوئی گھاس کے کر دیں کہ اس کی حقیقت کلیتاً زائل ہو جائے اور صرف صورت رہ جائے۔ اور یہ مقام خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

لیکن جو ہم کو عطا ہوا وہ دوسرا ہے کہ میرا تقرّر ذاتِ الٰہی میں فنا ہوگیا۔ اور واضح ہوگیا کہ یہ تقرّر ذاتِ ساذج[3] کی تماثیل میں سے ہے اور یہ مقام حسین ابن منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گمان وخیال اور فطری

---

[1] نسبہ۔ اپنے کو نسبت دینا اپنے اکابرین کی طرف باوجودیکہ عمل ویسا نہ ہو۔

[2] ایسی تجلی جو حقیقتاً پائی جائے اور نفس الامری ہو یعنی وہمی نہ ہو وجود واقعی رکھتی ہو (تقی انور)۔

[3] اس مرتبہ میں ذات کے ساتھ اور کوئی اعتبار نہیں اسی کو ذاتِ بحث اور ذات صرف کہتے ہیں، تقی انور

طبع کے مطابق ہے اور اس مقام میں عبادت کی حقیقت حضور ذاتہ بذاتہ لذاتہ ہے اور وہ تجلی ذاتی سے موسوم ہے۔

دورۂ رابعہ چوتھا دورہ حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا، اور یہی قرب وجود ہے اور اس کی ماہیت بندہ کی بقا ہے ایسی ہیئت پر کہ اس کا عین ثابت کلیتاً اللہ کے قریب ہو اور برائیوں و فواحش سے منزّہ ہو اور اس مقام میں علوم سابقہ اور عصمت کاملہ اور وجاہت سابقہ کا حصول ہے اور جب مجھ کو اس مقام پر قیام عطا فرمایا تو مجھ پر علم اسمار، علم تکوین، علم قرب باللہ۔ علم شرع، علم معاد اور علم عجائب الانسان منکشوف ہوئے۔ اور مجھ کو ایک چھلکتا ہوا ساغر عطا فرمایا جس کی لذت ازلی تھی۔ اور مجھ کو ایک قانون بنا دیا۔۔۔ تشرع میں اور جب میں اس دورہ کے آخر پر پہنچا تو مجھے ان کی زبان سے یہ حکم دیا گیا کہ میں مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دوں اور ان کو نصیحت کروں اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کو اس دورہ میں سکون قلب اقضا و قدر سے منجانب حکم الٰہی ثابت ہو جائے) سر قدر ہے متحقق ہو جائے۔

دورۂ خامسہ پانچواں دورہ قرب فرائض ہے۔ حدیث قدسی ما تقرب الی عبدی بشیئ احب الی من اداء ما افترضت علیہ میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث کی ماہیت حق کا بندہ کے عین ثابت میں تجلی وجوبی متحقق خارجی سے تجلی فرماتا ہے۔ پھر اول اسم جود درخشاں ہوا وہ انا تھا جو ممکنات مقیدہ[1] سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جل جلالہ نے تجلیات جمالیہ و جلالیہ سے میری تربیت فرمائی۔ جلال قریب تھا کہ میرے نفس کو لے جائے اور میرے نسمہ[2] کو توڑ پھوڑ ڈالے لیکن جمال نے اس میں پھونکا جس طرح مشک پھونک کر بڑھائی جاتی ہے اس کے اثر سے نسمہ معدوم ہو گیا اور میں عین مطلق ہو گیا اس وقت نہ کوئی ضد تھی اور نہ کوئی ند۔ اور جب یہ دورہ ختم ہوا تو مجھ سے بعض امور پر عہد لیا گیا۔

اول: قلب و قالب کو ہمیشہ طاعت میں لگانا۔

دوم: لوگوں کو مقامات قرب کی طرف ہدایت دینا اور ان کو غیر کی عبادت و استعانت سے روکنا

تیسرے یہ کہ کسی سے رابطۂ محبت باقی نہ رہے۔

---

[1] اصطلاح میں عالم ارواح سے عالم اجسام تک جو کچھ ہے اس کو ممکنات مقیدہ کہتے ہیں۔

[2] صوفیائے روح و نسمہ میں فرق کیا ہے۔

اور نیز انبیاء علیہم السلام کی سیرت پر ظہور کرنا۔ اور ان کی سنتوں کی اتباع کرنا۔
اور علماء زہرۃ الحیوۃ الدنیا میں سے نہ ہونا جو دنیا ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

دورہ ستہ چھٹا دورہ قربِ ملکوت ہے اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا الخ کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کی ماہیت اس کے اسم کی صداقت ہے جو اس کے صدر سے میں اس تجلی الٰہی کے ساتھ طالع ہوا جو اس کے عین ثابت میں ان اسماء کے ساتھ جو ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین کے صدور سے طلوع ہو کر متحقق ہوئی تھی اور اس دورہ کے درمیان پہنچا تو کل عالم تدبیر و تسخیر کے لیے میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا اور مجھے منبع شریعت اور دیگر انبیاء کی شریعتوں پر تفصیلاً و تفسیراً اطلاع عطا کی گئی اور جب میں چونکا (خبردار ہوا) تو میرے اسم میں کل کمالات کا انعکاس ہوا اور آدم سے لے کر آخری انسان تک جو قرب قیامت میں ہوگا۔ میں ان کمالات سے انتہائی مسرور ہوا اور میں نے ان سب کے علوم و احوال و مقامات یک بارگی اٹھا لئے اور حقیقت بالمحبوبیت انتہائی حسین شکل میں جس کی تعریف حدِ بیان سے باہر ہے میرے سامنے آئی پھر میں بیخود ہو گیا۔ اور صبح و شام کی تمیز باقی نہ رہی پھر مجھ سے کہا گیا کہ میں نے تم کو کل امورِ کلیات و جزئیات کا ظاہراً و باطناً حاکم کر دیا۔ اور میں نے تجھ کو دوزخ سے محفوظ رکھا اب تجھ پر فرض کر دیا گیا کہ تو غیر کو فنا کر دے۔

دورہ سادسہ ساتواں دورہ دورۂ کمال ہے اور کَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ[1] الخ کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کی اصل بندہ کا اللہ کی طرف مختلف کمالات کے ساتھ متوجہ ہونا اور زبانِ استعداد سے سوال کرنا ہے۔ عطاء کمال کی ایک دوسری قسم ہے جو گویا دوراتِ ستہ امتزاج کے (شمولیت) سے حاصل ہوتی ہے اور اسی پر صورتِ مقدسہ کا افاضہ ہے نیز اسی دورہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتشار (نشوونما) کی ابتدا ہے اور اس دورہ کی خاصیت وقوعِ لباسِ حقانیت ہے یعنی ہر ملکہ کے نظام کو توڑ دینا اور حق کا تمام صفات میں ظہور رہنا اور اس کی نسبت کے سوا ہر نسبت کو توڑ دینا ہے۔ حَتّٰی یَکُوْنَ[2] کُلَّ مَنْ اَحَبَّہٗ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَکُلَّ مَنْ اَبْغَضَہٗ فَقَدْ

---

[1] رجال کاملین کثیر ہیں۔

[2] جس شخص نے آپ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے آپ سے بغض رکھا اُس نے اللہ سے بغض رکھا

[3] یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُہٗ مِسْکٌ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ

اَلْبَغْضُ اللّٰہِ، جب میں نے دورہ کی ابتدار کی تو دیکھا کہ عصر کے بعد میں بیٹھا ہوا ہوں اور مجھ سے میرا

وَمِزَاجُہٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِھَا الْمُقَرَّبُوْنَ سے حضرات مقربین کا سلوک شروع ہو کر سات

اَدوار میں مکمل ہوتا ہے۔ یہ سلوک صرف جاذبات کی مدد سے طے ہوتا ہے۔ ہر دور میں ایک نیا جاذبہ ان حضرات پر وارد

ہوتا ہے جس سے ان کی طبیعتیں بدل جاتی ہیں اور نفس و نسمہ فنا ہو جاتے ہیں اور یہ جاذبات تواتر سے وارد ہوتے ہیں

پہلا جاذبہ پہلا جاذبہ ان کو ایمان حقیقی تک لے جاتا ہے جس سے ایسی مہارت پیدا ہوتی ہے کہ ان کو عقل و

عمل کے فساد سے نجات مل جاتی ہے اور عبادت حقیقی کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ

لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ۔

دوسرا جاذبہ دوسرا جاذبہ شرح صدر کا باعث ہوتا ہے جو نسمہ میں انکسار پیدا کرتا ہے اور تکبر سے

نجات دلاتا ہے اس دوران کسی کو توحید عطا ہوتی ہے اور کسی کو حضور دوام اور بعض پر لطائف ستہ کی فنا ظاہر ہوتی ہے

تیسرا جاذبہ تیسرا جاذبہ قرب نوافل عطا کرتا ہے اس کی ماہیت نفس ناطقہ کے جواہر کا انکسار ہے جس

کی کئی قسمیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ نفس ناطقہ کی صورت میں تجلیاً متحققاً خارجیاً ظاہر ہو تو یہ مقام حضرت خضر علیہ السلام اور

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ہے اگر جاذبہ نفس کی سختی کو اس طرح جلا کر خاک کر دے کہ بجز۔ نفس کی صورت

کے کچھ باقی نہ رہے یعنی اس کے صفات بالکلیہ خاک ہو جائیں۔ اور اس کی حقیقت کلیتاً دور ہو جائے تو یہ مقام خواجہ نقشبند

کا ہے اور میرے ساتھ یہ ہوا کہ میرا تعین ذات الٰہی میں فنا ہو گیا۔ پھر واضح ہو گیا کہ ہر تعین ذات سا ذج کی تماثیل سے

ہے۔ اس مقام میں حضور ذاتہ بذاتہ لذاتہ ہے یہی تجلی ذاتی سے موسوم ہے۔

چوتھا جاذبہ چوتھا جاذبہ حکمت عطا کرتا ہے یہی قرب وجود ہے اور اس کی ماہیت بندہ کی بقا ہے ایسی

ہیئت پر کہ اس کا عین ثبوت ازل میں اللہ کے قریب ہو ایسا شخص پیدائشی طور پر برائیوں اور فواحش سے پاک و

صاف ہوتا ہے اس مقام میں علوم سابقہ عصمت کاملہ اور وجاہت سابقہ کا حصول ہے (چنانچہ جب آپ کو یہ حال و مقام عطا

ہوا تو آپ نے فرمایا) جب مجھے اس مقام پر اقامت بخشی گئی تو علم اسماء۔ علم تکوین۔ علم قرب باللہ، علم شرع، علم معاد

اور علم عجائب الانسان مجھ پر منکشف ہوئے اور ایک ایسا چھلکتا ساغر عطا ہوا جس کی لذت ازلی تھی اور آخر میرا اس

کی زبان سے یہ حکم ہوا کہ میں تبلیغ کروں اور خلق کو اللہ کی طرف دعوت دوں اور نصیحت کروں اس طرح قدر کے راز

سے آگاہ ہو کر مجھے سکون قلب میسر ہوا۔

پانچواں جاذبہ: پانچواں جاذبہ قرب فرائض عطا کرتا ہے۔ اس کی ماہیت بندہ کے عین ثابت میں

لباس سلب کر لیا گیا اور میں مجرّد و عُریاں رہ گیا۔ پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیات میں سے

حق کا تجلی فرمانا ہے۔ مجھ پر تجلی وجوبی خارجی متحقق وارد ہوئی اور سب سے پہلے اسم انا درخشاں ہوا جس کو ممکنات ِ مقیدہ سے متمیز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جل جلالہٗ نے تجلیات جمالیہ و جلالیہ سے میری تربیت کی۔ قریب تھا کہ جلال میرے نفس کو لے جائے اور میرے تسمہ کو توڑ پھوڑ ڈالے کہ جمال نے مجھ میں پھونکا جس طرح مشک پھونک کر بڑھائی جاتی ہے جس کے اثر سے تسمہ معدوم ہو گیا اور میں عین مطلق ہو گیا۔ افاقہ کے بعد مجھ سے عہد لیا گیا کہ قلب و قالب کو ہمیشہ طاعت میں لگاؤں اور دوسروں کو مقامات قرب کی طرف دعوت دوں اور ان کو غیر کی عبادت اور استعانت سے روکوں۔ نیز یہ کہ کسی سے رابطہ محبت باقی نہ رہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی سنتوں پر بھی عامل رہوں۔ اور علمائے ظاہر کی طرح دنیا کی طرح متوجہ نہ ہوں۔

چھٹا جاذبہ | چھٹا جاذبہ قربِ ملکوت عطا کرتا ہے اس کی ماہیئت اسم انا کی صداقت ہے جو اسی کے صدر سے عین تجلی الٰہی کے ساتھ جو اس کے عین ثابت میں متحقق ہوتی تھی مع ان اسماء کے جو ملائکہ مقربین و انبیائے مرسلین کے صدور سے طلوع ہوئے اور ان کے انوار کا انعکاس اور ان کے کمالات کا تحقق اسی اسم انا میں ہوا۔ اور جب میں اس دورہ میں پہنچا تو کل عالم تدبیر و تسخیر کے لیے میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا۔ اور مجھے متبع شریعت اور انبیاء کی شرائع پر تفصیلاً و تفسیراً مطلع کیا گیا۔ اور افاقہ کے بعد کل کمالات کا انعکاس میرے اسم میں ہوا اور آدم سے لے کر آخری انسان تک جو قرب قیامت میں ہوگا منعکس ہوئے۔ میں نے یکبارگی ان سب کے علوم احوال و مقامات اٹھا لیے اور بہت مسرور ہوا۔ حقیقت بالمحبوبیت مجھ پر واضح ہوئی اور میں پھر بیخود ہو گیا۔ صبح و شام کی تمیز باقی نہ رہی۔ افاقہ کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ میں نے تجھ کو کلیات و جزئیات کا ظاہراً و باطناً حاکم کر دیا۔ اور رحیم نے تجھ کو دوزخ سے محفوظ کیا۔ لہٰذا تجھ پر واجب ہے کہ غیر کو فنا کر دے یعنی وہم غیریت سے نجات ملی۔

ساتواں جاذبہ | ساتواں جاذبہ باعث کمال ہے اور اس کی اصل زبان استعداد سے تمام کمالات کا سائل ہوتا ہے اور عطا کمال ہی کی ایک قسم ہے جو گویا متذکرۂ صدر چھ جاذبات کے امتزاج سے صورت پذیر ہوتی ہے اور اسی پر صورت مقدسہ کا افاضہ ہوتا ہے۔ اسی جاذبہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلوک کی ابتدا ہوئی اس جاذبہ کی خاصیت سے اپنا اختیار بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے اور تمام صفات میں حق کا ظہور ہوتا ہے۔ سوا اللہ کی نسبت کے ہر نسبت فنا ہو جاتی ہے اور حب و بغض میں اللہ سے موافقت رہتی ہے گویا لباس حقانیت سے مُتَلَبِّس ہو جاتا ہے۔

جب اس دورہ کی ابتدا ہوئی تو میں نے دیکھا کہ عصر کے بعد میں بیٹھا ہوں اور میرا لباس سلب کر لیا گیا۔ اور میں

ایک تجلی آئی اور میرے بائیں جانب کھڑی ہو گئی اور مجھے لباس حقانیت پہنایا۔ اس کے پہنتے ہی میرا نسمہ تنگ ہو گیا اور اس نے تین بار حق حق کہا۔ پھر طمانیت حاصل ہو گئی اور یہ حقانیت کا مجملاً افاضہ تھا۔ پھر مجھ پر داہنے بائیں اوپر نیچے ہر جانب سے قطرات فیض کی بارش ہونے لگی جس سے ایسی لذت حاصل ہوئی کہ سینے اس کی تعریف سے تنگ اور زبانیں اس کی توصیف سے گنگ ہیں؎

حضرت اقدس نے اپنی ترقیات سلوک کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی اور ایک سر کے بعد دوسرے سر اور ایک میدان کے بعد دوسرے میدان کو پار کر رہا تھا یہاں تک کہ اسم رحمٰن کا حصول جو تجلیات کی اصل ہے متحقق ہو گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا ہر مقام اور ہر علم کو جو افرادِ انسانیہ کے فردِ اوّل کو حاصل ہوا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ آدم ہے بلکہ وہ اول الاَدادم ہے جو زمانہ کے اختتام اور افلاک کے انفکاک تک پایا جائے گا اور جو کچھ اس کو حاصل ہوگا، اس دنیا میں یا قبر میں یا حساب میں یا جنت میں اس طرح کہ کوئی امر کسی امر سے متنازع نہیں ہوا یہ اس لیے کہ اس تجلی نے احاطہ کر لیا ہر تجلی اور ہر مقام اور ہر علم کا۔ اور میں اس تجلی سے سری طور پر ملحق ہو گیا جیسے گلاب کی خوشبو گلاب کے اندر اور کہنے لگا۔ صِرْتُ اَنَا ھُوَ۔ وَصَارَ ھُوَ اَنَا بلکہ مجھے وہ الفاظ نہیں ملتے جس سے میں اپنا مَافِی الضّمیر ادا کر سکوں۔ پھر مجھے معلوم ہو گیا کہ کونسی تجلی قبر میں ہو گی اور کون سی تجلی حساب و کتاب کے وقت ظاہر ہو گی اور کون سی تجلی جنت میں رونما ہو گی۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ تمام تجلیات میرے قریب موجود ہیں اور میں ان کا جزئی و کلّی طور پر احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ نیز کانوں۔ درختوں۔ چوپاؤں۔ جن و ملائکہ۔ لوح و قلم اور اسرافیل علیہ السلام اور تمام موجودات کا۔ اور جب تجلی مذکورہ کا وصول بوجہٖ احسن حاصل ہو گیا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی عزت و شان کے ساتھ ظہور فرمایا اور ہزاروں لاکھوں تجلیات کے ساتھ تجلّی رحمانی سے میرا احاطہ کر لیا بلکہ اس طرح جس کی کوئی انتہا نہیں وہاں پہنچ کر وہ بات حاصل ہو گئی جو ہر بات سے بہتر اور اعلیٰ تھی۔ اور وہ

مجرد و عریاں رہ گیا۔ تب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیات میں سے ایک تجلی آئی اور میرے بائیں جانب کھڑی ہو گئی۔ اور مجھے لباس حقانیت پہنایا اس کے پہنتے ہی میرا نسمہ تنگ ہو گیا اور اس نے تین بار حق حق کہا جس سے طمانیت حاصل ہو گئی پھر مجھ پر اوپر نیچے دائیں بائیں ہر جانب سے قطرات فیض کی بارش ہونے لگی جس سے ایسی لذت حاصل ہوئی زبانیں اس کی تعریف سے گنگ اور سینے اس کی توصیف سے تنگ ہو گئے۔ والحمد للہ رب العالمین (تقی انور)

رحمت جو سراپا رحمت ہے۔ اور وہ علم جو ہر علم کا جامع ہے پھر میں نے اس میں عزت کے اعتبار سے اپنے کمال کے مطابق فرق کیا جس کے بعد پلٹنا ممکن نہیں جس نے میری تفتیش کی تو نہ پایا میرے لیے کمال بلکہ میں خود سراپا کمال ثابت ہوا اور میرے پاس وہ علوم تھے جن کا احاطہ نہ آسمان و زمین کر سکتے تھے اور نہ سمندر و نہ ساحل سمندر۔ لیکن میں نے دنیا والوں کو پایا کہ وہ مساوات کے قائل ہیں۔ وہ غافل ہیں اور غافل ہیں (یعنی زمانہ والے یہ سمجھتے ہیں کہ جو کمالات مجھے حاصل ہوئے وہ اور لوگوں کو بھی حاصل ہیں اور مساوات کا اظہار کرتے ہیں)

زیارت حضرت لقمان حکیم | حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار واقعہ میں حضرت لقمان حکیم کو دیکھا میں نے ان سے سوال کیا حکمت کیا ہے؟ کہنے لگے کہ عین الیقین۔ اُن کی مراد اس لفظ سے یہ تھی کہ حق سبحانہٗ مُدرِک ہوگا اور مُدْرَک بھی علم حضوری میں مقدس ہے۔ میں نے کہا حکمت کی شان بہت بڑی اور اس کی دلیل بہت عظیم ہے اس سبب سے کہ اس کی طرف اولیاء اللہ نے نشاندہی کی ہے کہنے لگے کہ ہاں اسے ہم بھی جانتے ہیں اور تم کو بھی بتائیں گے۔

زیارت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ | حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو دیکھا کہ مجھکو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ اَنْتَ[1] اَخُوْنَا وَھٰذَا مُعْتَقِدُنَا۔ اور ان معارف کی طرف اشارہ فرمایا جو کتاب "خیر کثیر" میں لکھے ہوئے ہیں۔

عظمت کتاب "خیر کثیر" اور واقعات حضرت شاہ نور اللہ | عالم عامل عارف کامل شاہ نور اللہ جو حضرت اقدس کے اعظم خلفاء میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس خیر کثیر کے مسائل میں سے کوئی مسئلہ بیان فرما رہے تھے۔ میرے دل میں ایک الجھن پیدا ہوئی اور قلب اس بیان سے مطمئن نہ ہوا جب محفل برخاست ہوئی تو میں سونے کے ارادہ سے لیٹا۔ ابھی پورے طور پر تکیہ پر سر گیا بھی نہ تھا کہ غفلت طاری ہوئی۔ اسی حال میں میں نے دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور اس کی طرف (خیر کثیر) اشارہ کر کے فرما رہے ہیں کہ اَنَا[2] اَقُوْلُ وَقَوْلِی الْحَقُّ۔ اسی وقت میں جاگ پڑا۔ غور کیا تو وہ خلش دل سے مٹ چکی تھی۔

نیز شاہ موصوف بیان فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس ایک روز مسائل تصوف بیان فرما رہے تھے اور

---

[1] تو ہمارا بھائی ہے اور یہ ہمارے معتقد۔ [2] میں بھی یہی کہتا ہوں اور میرا قول حق ہے۔

میرا دل مطمئن نہ ہو رہا تھا۔ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے ایک بہت بڑا مقبرہ ہے اور اس مقبرہ میں حضرات ابراہیم و موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات ہیں اور ایک دوسرے نبی بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے بعد جواب سلام فرمایا کہ وہ مسئلہ حق ہے اور ان اہل مزار انبیاء کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

وہی بیان کرتے ہیں کہ خیر کثیر کے مسائل کے بارہ میں میرے دل میں ایک الجھن نیز مختلف قسم کے شبہات پیدا ہوئے کہ اولیائے کبار جیسے غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی و خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم نے تو اس میں کلام کیا نہیں ان کی خاموشی پر کیسے اعتماد (یقین) ہو گا ایک روز خواب دیکھا کہ ایک پاک باز شیخ مرتاض نورانی کھڑے ہوئے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الاعظم کے صاحب زادہ ہیں اور ان کا نام شیخ عبدالرزاق ہے۔ میں بہ صد شوق سامنے گیا اور سلام کر کے مصافحہ کیا۔ اس وقت میری بغل میں کتاب خیر کثیر ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون سی کتاب ہے میں نے نام بتایا۔ آپ نے کتاب کے کچھ قدرے ملاحظہ فرمایا اور فرمایا کہ یہی عقیدہ میرے والد بزرگوار نیز دیگر اکابر کا تھا۔ اس سے آگے کچھ نہ فرمایا۔

سفر اول بہ ارادۂ حج تا سورت بندرگاہ حضرت اقدس کا سن شریف بیس سال کا تھا کہ ایک روز بلا کسی سابقہ ارادہ و خیال کے دل اسرار منزل میں سفر کا شوق پیدا ہوا اور دیار و دیار سے ہجرت کا عزم پختہ ہو گیا۔ چوں کہ نشاۂ ناسوتی میں سیر الی اللہ سے مراد سفر الی بیت اللہ ہے لہٰذا اس عزم کو حجاز کے لیے مقرر فرمایا لیکن جب دیکھا کہ اعزہ و اقرباء حتیٰ کہ والدہ ماجدہ بھی دامنگیر ہیں اور سیر و سفر کی اجازت نہیں دے رہی ہیں تو اس ارادہ کو تمام لوگوں سے چھپایا۔ اور دوسری سمت عزم سفر ظاہر فرمایا اور بہ باطن قبلۂ مقصود کی طرف توجہ رکھی اور بموجب[1] اذا جاء نہر اللہ بطل نہر عیسیٰ تمام حقوق کی رعایت اور خصوصاً اعزہ کے حقوق کی رعایت کو نظر انداز کر کے دیار محبوب کی سمت روانہ ہوئے چلتے وقت ان اصحاب خاص سے جو آپ کے ہمراہ چلنے کے لیے تیار ہوئے تھے اپنے ارادہ کا اظہار فرمایا چونکہ وہ سب لوگ آپ کے جذبہ کے پروردہ تھے اور باوجودیکہ ان میں سے ایک فرد میں بھی پا پیادہ، ایک میل بھی چلنے کی سکت

---

[1] جب اللہ کی نہر آئی تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی۔ نہر عیسیٰ بغداد میں ایک نہر ہے جس پر وہاں کے قرب و جوار (دیہات) کی کاشتکاری کا دار و مدار ہے۔ جب بکثرت بارش ہوتی اور دجلہ میں پانی بھر جاتا تو وہاں کی اراضیات اس سے سیراب ہوتیں اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ اشیاء کا وجود ذات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے (تقی انور)

نہ تھی تاہم ان سب نے ہم رکابی کی سعادت کو غنیمت سمجھتے ہوئے بے زاد و راحلہ پورے شوق کے ساتھ راہِ متابعت اختیار کی۔ اس سفر پُر ظفر میں آپ سے متعدد کرامات صادر ہوئیں۔

دَورانِ سفر متعدّد کرامات کا ظہور

ان میں سے کہ وقتِ روانگی زبانِ غیب بیان سے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ہمارے تمام امور کا کفیل ہے اس سفر میں ہرگز بھوکا نہ رکھے گا اور صحیح سلامت واپس لائے گا اور اس کی بھی اس طرح تحقیق ہوئی کہ باوجود زادِ راہ کی قلت کے کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت تین چار روپے سے زائد نہ تھے پورے سفر میں کہیں فاقہ نہ کرنا پڑا۔ بلکہ دورانِ سفر سب لوگ بہترین (مرغن) کھانے کھاتے رہے۔ اور جس دن لوگوں نے زادِ راہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے سستا غلہ خریدا اس روز روزمرہ کے اخراجات سے زائد خرچ ہوا۔ تب حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب ہم نے حق تعالیٰ کی کفالت پر اعتمادِ کلی کر لیا ہے تو اب وہ اس پر راضی نہیں ہے کہ ہم کھانے میں گھٹیا چیز استعمال کریں تاکہ خرچ میں کفایت ہو بلکہ ہر شخص کو اس کا اختیار ہے کہ اسے جس چیز کے کھانے کا دل چاہے وہی پکائے۔

دوسرے یہ کہ روانہ ہوتے وقت یہ فرمایا کہ میرا دور و دراز سفر کا عزم پختہ ہو چکا ہے جو بہ رضا و رغبت مشقت اٹھانے پر راضی ہو وہ ساتھ چلے ورنہ کسی پر زور نہیں اور نہ الزام کہ وہ (خواہ مخواہ) اس سفر کی تکلیف اٹھائے۔ آپ کے تمام اصحاب گو کہ ان میں ہر فرد ناز و نعم (لاڈ و پیار) میں پرورش پائے ہوئے تھا اور ایک منزل بھی پیادہ پائی کا متحمل نہ تھا تاہم اس سفرِ طویل کو نہ صرف گوارا ہی کیا بلکہ اس حد تک محنت کشی کا بھی مشتاق ہوا اور یار و دیار سے اتنا دل برداشتہ ہوا کہ اگر کسی وقت وطن کا تصور بھی آتا تو اس سے متنفّر اور متوحّش ہوتا تھا۔

تیسرے خود حضرت اقدس کا یہ حال کہ باوجود ناز و نعم میں پرورش پانے کے سامان سفر اٹھانے اور سفر کی تکالیف اٹھانے میں برابر کے شریک تھے اور راستہ چلنے میں تمام ہمراہیوں سے آگے چلتے تھے۔ اور اس سختی و آرام میں بھی اس طرح حقائق و معارف بیان فرماتے تھے جس طرح دولت خانہ پر فرماتے تھے اور اس میں کسی چھوٹے بڑے کی تفریق نہ تھی۔ اور ساتھیوں کے لیے یہ صورت مزید حیرت و استعجاب کا باعث تھی کہ باوجود نازنینی کے اتنی مشقت گوارا کرنے کے بعد بھی مزاج مبارک میں کسی قسم کی تبدیلی

نہیں تھی بلکہ وہی شگفتگی اور تازگی تھی اور ذوق و شوق و حقائق و معارف بیان کرنے کے دوران کسی قسم کا کوئی فتور و کمی نہیں تھی اور یہ امر انسانی حوصلہ سے باہر ہے۔

چوتھے یہ کہ جب ساحل سمندر پر پہنچے گو کہ جہازوں کی روانگی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور کوئی سواری جانب حجاز جانے والی باقی نہ رہی تھی۔ ضرورتاً شہر کھنبات میں چند روز قیام فرمایا انہیں ایام میں ایک دن بعد عصر مراقب بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں استغراق تمام پیدا ہوا۔ بعد افاقہ سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اس وقت عجیب واقعہ دیکھا کہ جیسے کوئی چیز مجھ سے کھینچ لی گئی اور میر النفس ناطقہ خالی محض اور حیران رہ گیا۔ ناگاہ روح پر فتوح سرور کائنات تشریف لائی اور مجھے خلعت حقانیہ پہنائی اور میر النفس ناطقہ بہ لفظ حق حق حق ذاکر ہو گیا۔ اور ایک قسم کی ٹھنڈک و طمانیت مجھے حاصل ہوئی اب معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس سفر سے غرض اسی مقام کا حصول تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا حصول انہیں اسباب پر موقوف کر رکھا تھا۔ اور اب دل اس سفر سے سرد ہو چکا ہے (آپ کا یہ فرمانا تھا) کہ اسی وقت آپ کے تمام اصحاب سفر سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اور سفر کرنے کی مطلق خواہش باقی نہ رہی۔ باوجودیکہ ساحل سمندر تک پہنچ چکے تھے لیکن بغیر حج کئے ہوئے وطن کی واپسی کا قصد فرمایا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وعدہ پر یقین کر کے سامان سفر تیار فرما کر مکہ معظمہ کی طرف کوچ فرمایا تھا پھر اسی سال صلح حدیبیہ واقع ہوئی اور فتح حاصل نہ ہو سکی اور وہی صلح بہت سی فتوحات کی کنجی ہو گئی، اور پھر ایک مدت بعد وہ مقصد بھی پورا ہوا۔ اسی طرح اس سفر میں اگرچہ (ظاہری) حج نصیب نہ ہوا تاہم یہ سیر و سلوک مورث فتوحات عالیہ باطنیہ ہوا۔ نیز سات سال بعد دولت حج بھی نصیب ہوئی جو بظاہری و باطنی طور پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی دلیل ہے گویا یہ امر آپ کی تقدیر بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سنت کو بھی حضرت اقدس سے بے اختیارانہ پورا کروایا۔

پانچویں یہ کہ اس سفر پر ظفر سے واپسی کے وقت مقام مفہمیت و محدثیت[1] سے مشرف ہوئے۔ جیسا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کانوا فی الامم السابقة مفهمون ومحدثون[2] ان کان فی اُمتی احد یکون عمر چنانچہ اس مقام کے اسرار و علوم آپ نے اپنی تصنیف تفہیمات

---

[1] تفہیم و تحدیث وہ علم ہیں جو خاص لوگوں پر القا ہوتے ہیں۔

[2] سابقہ امتوں میں مفہمین اور محدثین ہوتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔

الٰہیہ میں جو اسرار و معارف کا خزانہ ہے تحریر فرماتے ہیں۔

چھٹے یہ کہ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام فرمایا کہ تمہارے فلاں ساتھی کا دل امر الٰہی کی تعظیم میں کوتاہی کرنے کے باعث آفتِ عظیم میں مبتلا ہو گیا ہے اس سے کہو کہ اپنے نفس کی خبر لے ورنہ اس کا دین برباد ہو جائے گا۔ پس حضرت اقدس نے بغیر کسی ظاہری سبب کے اسپر غضبناک ہو کر اس بات کی اس کو خبر دی وہ عزیز اپنے خطرات کا جو اس کو لاحق ہوئے تھے معترف ہو کر تائب ہوا فتاب اللہ علیہ۔

ساتویں یہ کہ لوٹتے وقت ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو انتہائی کمزوری کی وجہ سے پیادہ پائی کی نشست و برخاست کی بھی سکت نہ رہی اور نہ کوئی سواری ہی موجود تھی۔ اس حالت کے پیش نظر ساتھیوں کا دل بہت پریشان ہوا۔ حضرت اقدس نے جب یہ حالات ملاحظہ فرمائے تو کچھ لوگوں کو آس پاس اس مریض کے لیے سواری کی تلاش میں روانہ فرمایا۔

شب کے وقت خاکسار کاتب حروف خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وعدۂ الٰہی تو یہ ہے کہ تمام رفقاء اس سفر سے صحیح و سلامت و بعافیت وطن پہنچیں گے لیکن اب تو صورتِ حال دوسری ہی ہے کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ اس عزیز کو ضعف کی زیادتی کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں ہے چہ جائیکہ پیادہ روی کی۔ نیز رفقاء بھی اس کو برداشت نہ کر سکیں گے۔ اور اس ملک راجپوتانہ میں جو مکمل کفرستان ہے۔ کوئی واقف کار بھی ایسا نہیں جس کے ذریعہ کسی سواری کے دستیاب ہونے کی توقع کی جائے۔ اب تو حضور ہی دعا و توجہ اور ہمت فرمائیں کیا عجب کہ اسی کی برکت سے یہ مشکل آسان ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا توقف کرو اور ہم جب نمازِ عشاء سے فارغ ہو جائیں تو اس وقت یاد دہانی کرا دینا تاکہ اس سلسلہ میں دعا کی جائے۔

شفا محض تمہاری وجہ سے ہوئی خاکسار نے وقتِ مقررہ پر امرِ معہود عرض کیا۔ اسی وقت دستِ مبارک اٹھائے اور دعا مانگنا شروع کی۔ ہم خدّامِ وقت آمین کہتے جاتے تھے۔ جیسے ہی دعا سے فارغ ہوئے آپ کو الہام ہوا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی۔ آپ نے جیسے ہی اپنے رفقاء سے یہ بتایا سب اس مژدۂ جانفزا سے بے حد مسرور ہوئے اور اسی وقت سے اس مریض کی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی اور جو لوگ سواری کے لیے بھیجے گئے تھے وہ دوسرے روز ایک بیل ایسی جگہ سے لائے جہاں سے اس کے ملنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسی دن سے وہ عزیز دم بدم

رو بصحت ہوتے گئے اور روز بہ روز نمایاں فرق ہونے لگا ایسا کہ پانچ چھ روز میں ان کو اتنی طاقت آگئی کہ تین چار کوس سفر طے کر سکے۔ ان کے اتنی جلد صحت یاب ہونے میں حضرت اقدس کی کرامت صاف ظاہر تھی۔ اسی دوران حضرت اقدس کو دوبارہ الہام ہوا کہ (فی الوقت) یہ آفت ٹل گئی اور اس مریض کو شفا محض تمہاری ہمت و توجہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اور دعا ردِ قضا کا باعث ہوئی لیکن بہر حال اس قضا کا ظہور لازمی ہے (وہ کسی بھی صورت میں ہو) خواہ کسی کی موت کی صورت میں ہو یا کسی شے کے ضائع ہونے میں ہو اس کے (انتخاب) کا تمہیں اختیار دیا جاتا ہے۔

جب حضرت اقدس نے اپنے رفقاء سے یہ بیان کیا تو بندہ نے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی کو اس کی طاقت نہیں اس لیے کہ اگر وہ موت کی شکل میں ہو تو رفقاء میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو پیارا ہے وہ کب اس کو گوارا کرے گا۔ اور مالِ دنیا سے ہمارے کچھ پلہ نہیں کہ اس کا ضائع کرنا اختیار کیا جائے۔ اب تو حضور ہی توجہ فرمائیں اور ہمت باطنی مبذول فرمائیں۔ اور یہ تازہ فکر جو لاحق ہو گئی ہے دور ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت اقدس نے دوبارہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ معاً درِ قبولیت وا ہوا اور ہم خادموں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ باوجودیکہ راستہ انتہائی دشوار اور خطرناک تھا اور دشمن راستہ روکے ہوئے تھا لیکن حضرت اقدس کی توجہ مبارکہ سے مع الخیر والعافیت وطن واپس آگئے فالحمد للہ علیٰ ذالک حمداً یوافی نعمہ و یکافی کرمہ۔

دو طالب علموں پر بخشش وعطا

اثنائے سفر مذکورہ میں جب حضرت اقدس کا احمد آباد سے گذر ہوا دو طالب علم آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرت کے جذب صحبت اور بخشش وعطا کے فیض نے وہ رنگ دکھایا کہ ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ شرف ملازمت اختیار کیا۔ آپ مصلحتِ وقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کو اسی جگہ چھوڑ کر وطنِ مبارک تشریف لے آئے۔ چونکہ حضرت کی فیض نظری رنگ دکھا چکی تھی انہوں نے بھی سب چھوڑ چھاڑ شاہجہاں آباد کی راہ لی۔ اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے نیز اشغال طریقت کے طالب ہوئے۔ آپ نے قبول فرما کر ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق تلقین کی کہ اگر کوشش کرتے رہو گے اور مشق بڑھاتے رہو گے تو اس مرتبہ پر پہنچ جاؤ گے اور اس سے زائد ترقی تمہاری استعداد اور حوصلہ سے باہر ہے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ شغل تعلیم فرما کر اس پر قائم رہنے کی تاکید کی۔ ان میں سے

ایک شخص پر توحسبِ ارشاد ایسے احوال وارد ہوئے کہ وہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گیا۔ اور دوسرا ابتدا میں مزید ترقی کی طلب میں آپ کی مقررہ تلقین سے زائد کے لئے سرگرداں ہوا اور دوسرے درویشوں سے رجوع ہوا لیکن کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔ ناچار مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ پھر آپ کی ہی مقررہ تلقین پر استقامت اختیار کی تب اس کے فوائد ظاہر ہوئے اور ملک سندھ میں ٹھٹھ کے اطراف میں بکثرت لوگ اس سے مستفید اور حسبِ استعداد فیضیاب ہوئے۔

بات تو وہی ہے جو میں نے کہی سادات بارہہ کے دو اشخاص وہاں کے حکّام کی طلبی پر جو انہیں کے قبیلہ کے تھے نوکری کے ارادہ سے شاہجہاں آباد پہنچے۔ اولاً حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم محض ان دونوں حکام کے اصرار پر آئے ہیں اور انہوں نے بہت اصرار سے ہم کو بلایا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک تو اسی شہر میں ہے اور دوسرا دوسری جگہ ہے جہاں ہماری بھلائی ہو وہاں حضور جانے کے لیے فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اس سوال کا جواب کل دیا جائے گا۔ صبح کو وہ پھر حاضر ہو کر حسبِ وعدہ جواب کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا وہ حاکم جو شہر میں ہے پہلی ملاقات میں ہی تمہیں صاف جواب دیدے گا اور جو دوسری جگہ ہے اس میں بھی کچھ کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو تو انہوں نے خود بلایا نیز ان سے بوجہ قرابت داری امید کی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ بات تو وہی ہے جو میں نے کہی غرضیکہ وہ اسی روز اس امیر سے جو اس شہر میں تھا جا کر ملے اس نے پہلی ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ اب تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے پھر وہاں سے مایوس ہو کر دوسری جگہ گئے وہاں بھی اس امیر نے ان کی ملازمت کی تلاش میں بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لہٰذا وہ مایوس ہو کر واپس آگئے اور یہ واقعہ اس فقیر سے بیان کیا۔

کرامت متعلق واقعۂ شیرینی ایک دن حضرت اقدس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کہیں سے شیرینی آئی۔ آپ نے تمام حاضرین کو تقسیم فرمائی اور تھوڑی سی خود لی اتنے میں ایک شخص آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا۔ تقسیم کرنے والے نے اسے بھی حصہ دیا۔ اس وقت اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر حضرتِ اقدس وہ شیرینی بھی جو آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہے مجھے عنایت فرمادیں تو میں سمجھوں کہ واقعی آپ ولی ہیں تب میں آپ سے استفادہ کروں۔ آپ گو کہ اس خطرہ پر مشرف ہوگئے

لیکن قلبِ مبارک میں یہ آیا کہ اگر اس کے حسب منشاء عمل کر دیا جائے تو یہ ایک قسم کی خود نمائی ہو گی لہٰذا اس سے اعراض فرما کر وہ شیرینی برخلاف عادت ایک ہی بار میں دہنِ مبارک میں رکھ کر نوش فرما گئے اور اس شخص کے وہاں سے جانے کے بعد اپنے مخصوص اصحاب سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قصہ بھی ایسا ہی تھا کہ زبان غیب ترجمان سے اظہار فرمایا۔

کرامت متعلق نادر کتاب ایک روز ایک شخص ایک نادر کتاب لبغرض فروخت حضرت اقدس کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا چوں کہ وہ کتاب قیمتی تھی اور بہت سستی مل رہی تھی آپ نے اس کو خریدنا چاہا لیکن آپ کے پاس دینے کے لیے قیمت نہ تھی۔ آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو شخص اتنی رقم مجھے دیدے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا عوض اس کو عنایت فرمائے گا۔ گھر کی ملازماؤں نے مطلوبہ رقم جمع کر کے پیش کی۔ آپ نے وہ رقم لے کر کتاب خرید لی۔ دو تین روز بعد ایک مالدار شخص نے آپ کی خدمت میں ایک بہت قیمتی زنانہ جوڑا نذر کیا آپ اس کو لے کر گھر میں گئے اور فرمایا کہ یہ پوشاک اس دن کی خدمت کا صلہ ہے۔

الہامی رقم: فقراء خانقاہ پر خرچ فرمائیں ایک روز شعبان میں آپ کے گھر میں کچھ موجود نہ تھا جو اہل علم اور فقراء پر خرچ فرماتے۔ ملازمین نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے قدرے تأمل فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ رقم عطا فرمائی ہے انشاء اللہ عنقریب آتی ہو گی۔ خادمین اس انتظار میں تھے کہ ایک شخص کچھ رقم لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور کے خدام پر صرف کی جائے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرے دل میں یہ بات کیسے آئی اس نے عرض کیا کہ میرے دل میں تھا کہ رمضان مبارک میں فقراء کے لیے کھانا پکواؤں گا۔ آج دل میں یہ خطرہ آیا کہ فقراء کو کھانا کھلانے کے لیے رمضان ہی کا مہینہ ضروری نہیں ہے پھر خیال یہ آیا کہ کھانا پکوانے کی کیا ضرورت ہے اتنی رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دینی چاہیئے تاکہ جس طرح آپ مناسب سمجھیں فقرائے خانقاہ پر خرچ فرمائیں یہی سب سے مناسب ہے۔ لہٰذا اتنی رقم خدمتِ اقدس میں پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز تمہارا عمل مقبول ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اس سے قبل ہی الہام فرما چکا تھا کہ اتنی رقم میں نے تمہیں بھیجی ہے عنقریب پہنچ جائے گی۔ اس وقت سے میں منتظر رہا۔ بحمد اللہ اس وقت وہ پہنچ گئی۔ وہ شخص یہ سن کر شکرِ الٰہی بجا لایا۔

قصبۂ پھلت میں رہزنی کی واردات کا سدِ باب : قصبۂ پھلت میں جو کاتب حضرت

کا وطن ہے ڈاکوؤں کی بہت کثرت تھی۔ آئے دن ڈاکہ زنی۔ لوٹ مار۔ قتل وغارت گری کا بازار گرم رہتا تھا جس کی وجہ سے سارا قصبہ سہما رہتا تھا مختلف تدابیر کے باوجود کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ناچار حقائق آگاہ شاہ نور اللہ جن کا وطن بھی قصبۂ مذکور ہے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال عرض کی۔ اور اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ان کی استدعا پر مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرمائی۔ جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ "ہم اس قصبہ کے باشندوں کے محافظ ہیں"۔ اس وقت سے لیکر اب تک کہ تقریباً نصف صدی گزر چکی ہے کسی کے ایک بیل تک کا نقصان نہیں ہوا نہ کسی کا روپیہ پیسہ لوٹا گیا۔ باوجودیکہ قصبۂ مذکور کے اطراف وجوانب کے گاؤں اب بھی ڈاکہ زنی سے محفوظ نہیں ہیں

تعویز سے شفا پائی

محمد قطب رہتکی (جو آپ کے معتقدین میں ہیں) کے دو جڑواں لڑکے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک باسم بھیکھا موسوم ہوا اور دوسرا بہ اسم گھیسا۔ ایک روز حضرت اقدس نے محمد قطب سے فرمایا کہ یہ نام محمودؔ پر نفی کرتا ہے (یعنی مبارک نام نہیں ہے) باوجودیکہ (یہ بات محاورہ کے اعتبار سے بعید تھی) نیز مخاطب کے لیے حیرت کا باعث تھی لیکن بے اختیار حضرت کی زبان غیب ترجمان پر جاری ہو چکی تھی محمد قطب اس بات کو سن کر بہت غم زدہ ہوئے اور اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کے لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں ایک مدت بعد حضرت اقدس رہتک تشریف لے گئے۔ وہاں آپ ایک روز مخلصین کے بچوں کے لیے تعویذات تحریر فرما رہے تھے کہ اثنائے تحریر محمد قطب کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ وہ تعویذ کے خواہاں نہیں ہیں بلکہ کچھ خائف ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی زبان مبارک سے پھر کوئی ایسا کلمہ جاری ہو جائے جو رنج اور تکلیف کا سبب ہو جائے اسی وقت بے اختیار زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ "کیوں تم تعویذ نہیں لوگے"۔ انہوں نے جب یہ بات سنی رنج وملال کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوا کہ تعویذ ایک قسم کے کسلؔ کا مشعر ہے، عرض کیا کہ ہمتِ عالی غلاموں کی جانب مبذول ہے ہی وہی دین ودنیا کا تعویذ ہے کسی دوسرے تعویذ کی حاجت نہیں تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کا لڑکا بیمار ہوا اور وہ تعویز کے محتاج ہوئے بعد ازاں اس سے اس نے شفا پائی۔

لہ یعنی اس کا طالع مبارک نہیں اور غالباً حضرت کی نگاہ غیب نے ان کی عمر وغیرہ کے بارہ میں دیکھ لیا تھا۔

لہ یعنی تعویذ دے کر آپ انہیں ٹالنا چاہتے ہیں (یا یہ سستی ایمان کا باعث ہے) تقی انور

خواجہ محمد سلطان کے حق میں دعا افادہ: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز خواب میں خواجہ محمد سلطان کو (جو امراء میں سے تھا اور حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بھی تھا اور اس جہان فانی سے انتقال کر چکا تھا) انتہائی بوسیدہ کپڑوں اور بدصورت حالت میں دیکھا کہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب بغرض قیام جگہ مانگ رہا ہے اور وہاں والے اس کو روک رہے ہیں، جب میں بیدار ہوا تو میرا دل بہت گھبرایا۔ میں نے بغرض ثواب سورۂ لیسین پڑھی اور اس کے حق میں دعا کی۔ دوسرے روز رات کو پھر اسے خواب میں دیکھا کہ لباس فاخرہ پہنے ہوئے حسین شکل میں دونوں ہاتھوں میں صاف شفاف مثل بلور دو گیند لیے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ ایک تو دنیا سے جاتے وقت حضرت قدس سرہٗ کا عطا کردہ ہے۔ اور یہ دوسرا حضرت اقدس نے عنایت کیا ہے۔

عبدالرحیم کشمیری کو نجات کی بشارت افادہ: عبدالرحیم کشمیری نے بعض اعزہ واقارب کی رنجش و ایذارسانی کے سبب زہر کھالیا اور ختم ہوگیا۔ اور حرام موت مرا۔ بعض قرائن سے معلوم ہوا کہ بڑی بُری حالت میں مبتلا ہوگیا۔ (یہ دیکھ کر) اس کے تمام رشتہ دار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اس کے لیے دعائے مغفرت و شفاعت کے خواہاں ہوئے حضرت اقدس نے اس کے حق میں دعائے خیر کی اور اپنی ہمتِ باطنی سے اس کے حال پر تصرف فرمایا۔ رات کے وقت لوگوں نے خواب دیکھا کہ حضرت بزرگ (شاہ عبدالرحیم) قدس سرہٗ بزبان ہندی فرما رہے ہیں کہ "بنائی گی بات" اور آپ کے اس کہنے سے مراد اس کی خلاصی ہے اور آپ اس کو نجات کی بشارت دے رہے ہیں۔

حالت عجیب کا طاری ہونا افادہ: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار مجھ پر ایک عجیب حالت ظاہر ہوئی۔ میں تمہارے اس عالم سے ختم ہوگیا اور پھر بغیر بدن کے باقی رہ گیا۔ اور اس وقت سوائے تجلیات کے جو میں نے کسب کی تھیں کسی چیز کی طرف توجہ نہ تھی۔ اور کھانے پینے کی قوت مجھ سے جاتی رہی اور ہر وہ چیز جو جسم سے متعلق تھی اور اس وقت میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایسی گہری نیند سو رہے ہیں گویا اس کے بعد وہ بیدار ہی نہ ہوں گے اور بعض بیدار ہیں لیکن متاسف اور بعض اس عالم کی طرف دیکھ رہے ہیں جہاں سے انہوں نے رحلت کی ہے۔ پھر دوبارہ میں عالمِ روح سے (بھی) فانی ہوگیا اور میری انانیت ذرا کہ عرش میں باقی رہ گئی۔ اور وہاں کوئی باقی نہ رہا بلکہ بعض کی بقا عرش کے حس مشترک میں تھی۔ متخیلہ میں زائد اور واہمہ میں گم اور پھر میں عالمِ النفس وانانیت

سے بھی فانی ہو گیا۔ پھر میں ویسا ہو گیا جیسا ازل میں تھا۔ اس وقت نہ "میں" رہا نہ "وہ" بلکہ ایسا انسان جس میں "انا" اور ھُوَ اجمالی اور تفصیلی طور پر جمع تھے۔ پھر میں مر گیا اور گیا اللہ کی طرف جانے والوں میں[1]۔

قَضَتْ[2] عُیُوْنُ مَهَاةِ الرَّمْلِ فِی جَسَدِیْ ۔۔۔ اَنْ لَیْسَ یَبْقٰی لَهٗ عَیْنٌ وَّلَا اَثَرٌ

بعد ازاں زندہ کیا مجھکو اللہ تعالیٰ نے یعنی دوسری مرتبہ ایجاد فرمایا اور میں ایک مردِ الٰہی ناسوتی ہو گیا جو دونوں صفتوں کا جامع تھا۔ اگر میں ناسوت کی طرف مشغول ہوتا تو وہ مجھے ناسوتیت سے غافل نہ کرے اور یہ واقعہ خواب نہ تھا بلکہ موتِ حقیقی تھا۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو تمام ممکنات کے لیے عام ہے اور وہ بدن سے نسمہ کا جدا ہو جانا ہے جس سے بدن کی بنیاد منتشر ہوتی ہے اور دوسری

---

[1] جب شاہ صاحب پر موتوا قبل ان تموتوا کا جاذبہ وارد ہوا تو آپ ناسوت و ناسوتی لوازمات سے معرا ہو گئے اور اس حالت میں عالم برزخ کا مشاہدہ فرمایا۔ جہاں بعض لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کے مشاہدہ میں تھے اور بعض موبیدار تھے اپنی اپنی دید پر متاسف تھے۔ اور بعض ناسوت کی طرف متوجہ تھے۔ پھر آپ عالم ارواح سے بھی فانی ہو گئے۔ اور آپ کی انانیت عرش (جسم کلی) کے دراکہ میں باقی رہ گئی۔ اور وہاں کوئی دوسرا باقی نہ رہا کیوں کہ دوسروں کی انانیت عرش کے متخیلہ دواہمہ میں تھی۔ متخیلہ میں زائد اور واہمہ میں تھوڑی۔ اس طرح آپ روح کلی میں فنا ہو گئے۔ اور آپ کو انفس وانانیت سے بھی موت آ گئی۔ اور ایسے ہو گئے جیسے ازل میں تھے یعنی اپنے عین ثابت میں پہنچ گئے۔ اور اس عین ثابت میں انا اور ہو کو حالت جمع میں تفصیلاً اور اجمالاً پایا۔ یعنی اسم آخر اسم اول ہو گیا۔ جو مقام قلندری ہے۔ تب اللہ نے آپ کو دوبارہ ایجاد فرمایا اور آپ ایک مردِ الٰہی ناسوتی ہو گئے۔ اس طرح کہ اگر ناسوت کی طرف مشغول ہوں تو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ اور اگر الٰہیت کی طرف مشغول ہوں تو ناسوتیت سے غافل نہ ہوں یہ واقع خواب نہ تھا بلکہ موتِ حقیقی تھی اور اس دوبارہ ایجاد سے آپ کے لیے ناسوت ناسوتِ الطف ہو گیا۔ جو فرد کا مقام ہے (نقی انور)

[2] ریگستانوں کی نیل گایوں کی آنکھوں تک نے (چہ جائیکہ انسان) میرے جسم کے بارہ میں یہ فیصلہ کر دیا کہ نہ اس کی کوئی آنکھ باقی ہے اور نہ کوئی اثر و نشان (یعنی وہ مکمل طور پر فنا ہو چکا ہے) (نقی انور)

قسم اولیاء میں سے افراد کاملین کے لیے خاص ہے۔ اور وہ روح کا بدن سے جدا ہو جانا ہے اس طرح کہ انتشار بدن لازم نہ آئے۔ اور اس جگہ یہی قسم اخیر لازم ہے۔

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی محفل کا واقعہ

افادہ: ایک روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ (شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) کے عرس کی محفل تھی۔ حضرت اقدس مزار پُراسرار پر تشریف فرما تھے۔ ناگاہ حق سبحانہٗ نے حضرت اقدس کو یہ الہام فرمایا کہ اس بات کی لوگوں میں تبلیغ کر دو (اور وہ یہ ہے) کہ یہ فقیر مختلف نسبتیں رکھتا ہے۔ ایک زبان سے وہ ولی اللہ بن عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ دوسری سے انسان ہے۔ تیسری سے حیوان چوتھی سے نامی۔ پانچویں سے جسم۔ چھٹی سے جوہر اور زبان آخر سے ہست ہے۔ اور اس زبان کے اعتبار سے میں ہی شجر ہوں میں ہی حجر ہوں، میں ہی فرس و فیل ہوں، میں ہی بعیر و غنم ہوں۔ آدم علیہ السلام کو اسماء تعلیم کرنے کے لیے میں ہی تھا اور طوفان نوح علیہ السلام پر نصرت کا سبب میں ہی تھا۔ اور جو کچھ ابراہیم علیہ السلام پر گلزار ہوا میں ہی تھا۔ توریت موسیٰ علیہ السلام میں ہی تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا میں ہی تھا قرآن مصطفیٰ میں ہی تھا والحمد للہ رب العالمین پس حضرت اقدس پر اس بات کا اظہار سخت گراں گذرا۔ کیونکہ عادت شریفہ میں اس قسم کی باتوں کا اخفاء و کتمان بہت تھا لیکن (جب) یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کی باتوں نے عدم

ل یعنی ید قدرت نے جس کا نام جاذبہ بھی ہے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے مرتبہ قدیم احدیت میں پہنچا دیا جہاں شدت نیستی و تنزیہہ میں حیرت دامنگیر ہوئی اور اپنی ذات کا عرفان چاہا کہ میں کون ہوں۔ کیا ہوں۔ یہ حیرت تقاضائے تشبیہی تھی جو عینیت کے باوجود شدتِ تنزیہ میں کبھی منفک نہ ہوئی بلکہ عین تنزیہ میں اپنے ظہور کی متقاضی ہوئی تب یقین و مشاہدہ ہوا کہ میں ہی مطلق و مقید ہوں عالم امر اعتباری ہے یہ میری ہی لبساطت وجود ہے جس کو میں عالم کہتا ہوں میں خود اپنی آنکھ ہوں اور اپنی نظر ہوں اور اپنے ہی کو دیکھتا ہوں میں خود اپنے کان ہوں میں ہی سنتا ہوں الخ جب حق اس عارف تام المعرفت کی صورت انسانی میں بکمالہ و بجلالہ و بجمالہ بر وجہ تام جامعیت تشبیہی و تنزیہی کے ساتھ کھل گیا تو عارف تام المعرفۃ اپنے سریان حقیقی کو تمام اکوان موجودات میں مشاہدہ کر کے بہ زبان حال گویا ہوا

مانور ایزدیم و بہر ذرہ عیانیم ۔۔۔ ما حق مطلقیم و خداوند جہانیم

حقم ہمہ حق است حقیقت بہ کہ گویم ۔۔۔ حقا کہ منم نور دریں کون و مکانیم

لاجنون واحد لی فی الشجون ۔۔۔ بل جنون فی جنون فی جنون

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اظہار[1] سے کوئی بات پیدا ہو جائے گی تو بے اختیار اور مجبور ہو کر اسے بیان فرما دیا۔ اور اس بیان کے وقت شدید تکلیف و اذیت کے آثار چہرہ مبارک پر نظر آ رہے تھے۔ جس طرح بعض اوقات حالتِ وحی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی ہی حالت ہو جاتی تھی بِسِرٍّ من اسرار اللہ اسی طرح ورثائے کاملین بھی بعض اوقات ان باتوں سے خالی نہیں ہوتے۔

الہامِ حضرتِ اقدس، جنت میں بلا حساب و کتاب | افادہ = حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے روز جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے اور تجھ سے کوئی سوال و جواب نہ ہوگا اور جب تو قبر میں داخل ہوگا تو ہر علم اور ہر تجلی کو تجلیٔ ذاتی کی جانب جو اسمِ رحمٰن کے اوپر ہے چھوڑ دے گا۔ پھر تو فنا ہو جائے گا۔ اور یہ بڑی عظیم بات ہے کہ اس سے زائد کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اور جب تو جنت میں داخل ہوگا تو وہاں دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک ارباب[2] علم و تجلی دوسرے اصحابِ[3] عمل و احوال اور تو اہل تجلیات میں سے ہے اور حال و تجلی کے درمیان فرق یہ ہے کہ تجلی امر الٰہی ہے اور حال امر ناسوتی والحمدللہ علیٰ ما انعم۔

دستِ مبارک میں نور کا عَلَم | افادہ = حضرت اقدس نے بعض مشاہدات میں دیکھا کہ (ان کے دست مبارک میں نور کا ایک عَلَم ہے اور آپ اسے اٹھائے بیت اللہ کی جانب رواں ہیں۔ آناً فاناً وہ عَلَم بلند ہونا شروع ہوا اور اس کی تیز روشنیاں اور کرنیں اس سے نکل کر آسمان پر پھیل گئیں اور آفتاب سے زائد روشن ہو گئیں اور اس کا نور اس حد تک بڑھ گیا کہ زبانیں اس کے بیان سے عاجز ہیں

(بقیہ حاشیہ) یعنی مجھ کو اس راہ میں اشیاء تشبیہی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ اکیلا جنون نہیں ہے۔ بلکہ جنون در جنون ہے۔ یہی وہ مجبور کرنے والی کیفیت ہے جس کا اظہار نہ کرنا ناممکن ہے۔

بقول جگر ؎ اب جنون آپ ہے گریباں گیر ۔ اب وہ رسم تکلفات گئی۔

کیونکہ بقول غالب :- وضع احتیاط سے دم رکنے لگتا ہے (تقی انور)

[1] جس طرح قلب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عدم اظہار وحی سے شق ہو جاتا۔

[2] ارباب علم و تجلی ارباب ذوق و یقین ہیں بفحوائے واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔

[3] ارباب عمل و احوال وہ ہیں جو اپنے حسن عمل کی برکات کی بدولت کیفیات سے متلذذ ہوتے ہیں۔ اور یہ امر ناسوتی ہے (تقی انور)

پس لوگ آپ کے اس بیان سے از خود رفتہ ہو گئے اور علماء وصلحاء نے استفادہ کیا اور نعمہائے الٰہی نے ظاہری و باطنی ریزش فرمائی۔ اور یہ واقعہ حرمین شریفین کے دوبارہ سفر کا پیش خیمہ بن گیا اور جو کچھ مشاہدہ فرمایا تھا وہ سب بجنسہٖ واقع ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

ارادۂ سفر حرمین شریفین اور بزرگان دین کے مزارات پر حاضری

الغرض جب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سفر مبارک کی خواہش دامنگیر ہوئی اور عزم مبارک پختہ ہو گیا تو ۸ ربیع الآخر ۱۱۴۳ھ کو اپنے بڑے ماموں شیخ عبید اللہ سلمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی میں براہ لاہور روانہ ہوئے۔ اس سفر ظفر میں جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے اور تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اس کو جس قسم کی نسبت حق سے ہوتی وہ آپ کو مکشوف ہوتی اس کو بالتفصیل بیان فرماتے جب پانی پت پہنچے حضرت شاہ بو علی قلندر اور شاہ شمس ترک و شاہ جلال قدس اللہ اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی۔ بعد ازاں سرہند پہنچ کر حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں سے لاہور حضرت شیخ علی ہجویری قدس سرہٗ کے مزار پر حاضری دی۔ پھر ملتان پہنچ کر مخدوم بہاء الدین و شاہ رکن عالم قدس سرہما کے مزارات پر تشریف فرما ہوئے اور تمام اہل قبور کے احوال ایک ایک کر کے بیان فرمائے۔ شہر ملتان میں اکثر طالب علموں نے شرف بیعت حاصل کر کے اشغال طریقت حاصل کئے۔ بعض تو آپ کی ایک ہی توجہ مبارکہ سے مرتبۂ بیخودی پر پہنچ گئے اور ایک مدت بعد ہوش میں آئے۔ اور بعض بے اختیار ہو کر نعرے مارتے تھے اور آپ کے اس مقام سے رخصت ہوتے وقت اکثر کا یہ خیال تھا کہ یار و دیار کو چھوڑ کر ساتھ چلنے پر مصر تھے۔ لیکن حضرت اقدس مصلحتِ وقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سب کو تسلی و تشفی دے کر رخصت ہوئے۔

سندھ میں قیام

جب ملک سندھ پہنچے تو ہر سمت سے علماء و فضلاء و طلبا آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر اشتیاقِ ملاقات کو حاضر ہوئے بعض حسب مقدور دولتِ دیدار سے فیضیاب ہوئے اور بعض محروم رہے۔ اور جب اطراف نصر پور جو شہر ٹھٹھ کے مضافات میں ہے پہنچے تو علماء فضلاء کا یہ حال ہوا کہ اس پُر مسرت خبر سے اپنے وطن سے بھاگ بھاگ کر آنے لگے اور اکثر پانچ پانچ چھ چھ کوس کی مسافت طے کر کے رات کے وقت پہنچے اور شرفِ ملازمت سے بہرہ یاب ہوئے اور اسی وقت شرفِ بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اور آداب طریقت و اشغال طریقت حاصل کر کے بقدر استعداد فیضیاب ہوئے

عہ مولف کے والد ماجد۔

ٹھٹھہ میں نزول جس وقت آپ نے شہر ٹھٹھہ میں نزول فرمایا تو اس شہر کے تمام علماء و صوفیاء
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ایک کثیر تعداد سعادت بیعت سے سرفراز ہوئی۔ اور آداب طریقت و
اشغال تصوف استفادہ کیے۔ مخدوم محمد معین جو وہاں کے اکابر علماء میں تھے اور کتاب و سنت کے تمام علوم و
فنون اور معقول و منقول پر پورا ملکہ رکھتے تھے نیز اصطلاحات سے خوب واقف تھے اور علم حقائق کے ادراک
میں ذہن رسا رکھتے تھے حضرت اقدس کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ کے جمال باکمال کے گرویدہ ہو گئے
اور آپ سے اخذ فیض کر کے شرف اجازت سے مالا مال ہوئے اور اس درمیان بسبب رفاقت قافلہ
چلنے میں تاخیر ہوئی۔ اور جہازوں کی روانگی کا وقت قریب آچکا تھا ہم تمام خادموں کو اکثر اوقات یہ بےچینی
ہوتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ساحل سمندر پر پہنچنے سے پیشتر ہی جہاز روانہ ہو جائیں اور دولت حج
اس سال بھی نصیب نہ ہو سکے آپ نے ہمارے اس خطرہ پر مشرف ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سال ہم
حج ضرور کریں گے۔

سورت کی بندرگاہ پر خدام کا اضطراب اور حضرت اقدس کا اظہار اطمینان

جب سورت کی بندرگاہ پہنچے باوجودیکہ راہ میں بہت تاخیر ہو چکی تھی اور تمام
جہاز روانہ ہو چکے تھے تاہم ایک جہاز موجود تھا لیکن وہ بھی تاجروں اور حاجیوں سے اتنا پُر ہو چکا تھا
کہ اس میں مزید کی گنجائش نہ تھی۔ اور قافلہ کے اکثر لوگ جگہ نہ ملنے کے باعث شہر سورت ہی میں ٹھہر گئے
تھے چونکہ فضل الٰہی شامل حال تھا آپ کے تمام خدام کو اسی جہاز پر جگہ مل گئی۔ جب سوار ہونے کا قصد
کیا تو اکثر لوگوں نے عرض کیا کہ روانگی کا زمانہ بالکل آخر ہے بلکہ تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اس کا خوف ہے
کہ کہیں یہ جہاز تباہ نہ ہو جائے بلکہ اسی کا یقین ہے اس لیے کہ اول تو یہ جہاز بہت سست رفتار ہے۔
دوسرے گذشتہ کئی سال سے اس کی مرمت بھی نہ ہو سکی ہے اس سب کے ساتھ ساتھ جہازوں کے ایام سفر
بھی ختم ہو چکے ہیں مصلحت وقت یہ ہے کہ توقف فرمایا جائے۔ اور جہاز کے مسافر بھی اگرچہ فرط حرص میں سفر
اختیار کر چکے تھے لیکن دل ہی دل میں ڈر رہے تھے بلکہ آپس میں کہتے تھے کہ اگرچہ ہماری منزل جدہ ہے جو
حجاز کی بندرگاہ ہے تاہم یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے وہاں پہنچ سکیں گے۔ اور اگر وہاں پہنچنا ممکن نہ ہوا تو
مجبوراً کسی دوسری بندرگاہ پر جہاز لے جانا پڑے گا۔ حضرت اقدس ان کی کسی بات کی پروانہ کرتے ہوئے
جہاز پر سوار ہو گئے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسی سال فریضۂ حج ادا کریں گے قصہ

مختصر جہاز لنگر اٹھا کر روانہ ہوا اور بادِ موافق کی بدولت پینتالیسویں روز جدہ پہنچ کر لنگر انداز ہوا۔ اس بات سے جہاز کے تمام لوگ متعجب تھے کہ اس زمانہ میں جس تیز رفتاری سے یہ جہاز چلا ہے کبھی اس سے قبل نہ چلا تھا۔

مکہ معظمہ میں حاضری، عمرۂ تمتع، فریضۂ حج کی ادائیگی اور اکابر علماء و فضلاء کی خدمت میں حاضری

اور پندرھویں ذی قعدہ کو مکہ معظمہ میں داخلہ ہو کر عمرۂ تمتع ادا فرمایا۔ پھر ذی الحجہ میں فریضۂ حج ادا کیا۔ جب مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے تو وہاں کے تمام اکابر علماء و فضلاء حضرت اقدس کی ملاقات کو آئے اور امتحاناً مختلف علمی سوالات کئے جب ہر مسئلہ کا حسب دل خواہ جواب پایا اور تمام علوم و فنون اور معقول و منقول میں حضرت اقدس کو فائق و برتر سمجھ لیا تو آپ کی خدمت میں درس کی درخواست کر کے تلمذ اختیار کیا۔ آپ نے لوگوں کی اس درخواست پر مسجدِ حرام میں حنفی مصلے کے قریب درس دینا شروع کیا۔ اتنا زائد مجمع بڑھنے لگا کہ دم مارنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ ادراق مسائل اور معلق (مشکل) باتوں کے حل میں اتنی زائد شہرت ہوئی کہ اس جگہ کے اکابر علماء کو بھی اگر کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو حضرتِ اقدس سے رجوع کرتے اور آپ اسے حل فرماتے۔ حنفی و شافعی مسلک کے مفتی تک اہم مسائل میں آپ سے رجوع کرتے۔

چند ہی روز میں حضرت اقدس اس ملک میں اتنے زائد معظم اور ہر دل عزیز ہوئے کہ تمام اکابر آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ واللہ باللہ حضرت ہی تمام اہل مکہ میں سب سے زائد عالم بزرگ و برتر ہیں۔ اور اکثر خدمتِ اقدس میں عرض کرتے کہ اسی جگہ مستقل سکونت اختیار فرمائیں۔ اور وہاں کے حاکم نے ہر چیز کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ لیکن حضرتِ اقدس ان کی کسی بات کو قبول نہ فرماتے تب وہاں کے اکابر نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے ساتھ ارادہ خیر رکھتا ہے تو آپ کو اسی جگہ رکھے گا۔

سوڈانی عالم کا خواب ایک دن ایک سوڈانی عالم نے جو مدت سے مکہ معظمہ میں مجاور تھا۔ خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ اگر اقطاب کا عقیدہ سیکھنا چاہتے ہو تو شیخ ولی اللہ سے استفادہ کرو۔ عالم مذکور اس خواب کے بعد شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور اخذِ طریق کر کے بعض اسرار استفاضہ کئے اور حرمین کے بہ کثرت لوگوں نے سعادت بیعت حاصل کی نیز اشغالِ طریقت استفاضہ کئے۔

مدینہ منورہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشمار عنایات و کرامات کا نزول

اور جب بعد ادائے حج ماہ ربیع الاول میں برائے زیارت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں بکثرت اسرار آپ پر منکشف ہوئے اور جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر پہنچ کر شرفِ زیارت سے مشرف ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار عنایات و کرامات آپ پر مبذول ہوئیں۔

جس دن بھی مواجہہ شریفہ میں جلوس فرماتے نئے نئے اسرار سے مستفیض ہوتے۔ چنانچہ کوئی مجلس ان واردات سے خالی نہ ہوتی۔

اور حضرتِ اقدس کے مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل شیخ عبد الکریم انصاری من اولاد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو اکابر اہل مدینہ میں تھے حضرتِ اقدس کو خواب میں دیکھا اور مواجہہ شریفہ میں آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوئی اس بنا پر وہ آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو وہ مع اپنے قافلہ کے حضرت اقدس کو ڈھونڈتے ہوئے آئے اور ملاقات کر کے مذکورہ بالا خواب بیان کیا اور روضۂ منورہ کے قریب مقام اصحابِ صُفّہ میں حدیث مسلسل کی وہ اسناد جو اُن کو پہنچی تھیں روایت کر کے اجازت دی۔

اور مسجد نبوی کے مدرس شیخ طیب نے جو مشہور عالم نیز استاد شہر مدینہ تھے۔ حضرتِ اقدس کی دعوت کی جب آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور محفل میں بیٹھے انہوں نے تمام علماء و فضلاء کی موجودگی میں آپ سے سوال کیا کہ تم عربی میں بات کر سکتے ہو آپ نے بطور انکسار فرمایا کہ ہاں کچھ بول لیتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ اکثر لوگ علمی تبحّر اور حلِ مسائل کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن معقول کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ اب تک ان کو کوئی قاعدہ سے نہیں بیان کر سکا ہے۔ اور بے محل باتیں کرتا ہے۔ جیسے تجددِ امثال کا مسئلہ ہے کہ اشاعرہ عرض کے قائل ہیں اور اس کو جوہر میں شامل نہیں کرتے اس کی تحقیق کیا ہے اور ان کے درمیان اس اختلاف کا کیا سبب ہے؟ حضرتِ اقدس نے بزبان عربی الیسی فصاحت و بلاغت سے اس کی تشریح فرمائی کہ وہاں موجود تمام فضلائے عرب آپ کی فصاحت و بلاغت پر انگشت بدنداں رہ گئے اس کی تحقیق میں ایسے ایسے دقیق نکات بیان فرمائے جو ان میزبان کی سمجھ سے

بالاتر تھے۔ انہوں نے ان باتوں کو غنیمت کبریٰ سمجھا چہ جائے کہ دخل و اعتراض کرتے۔ اس کے بعد ان کو کوئی علمی بحث حضرت اقدس کی خدمت میں کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت غوث الاعظم کی تصنیف غنیۃ الطالبین کے مسائل کے بارے میں استفسار

انہیں ایام میں ایک روز ایک شخص نے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف "غنیۃ الطالبین"، جس میں آپ نے فرقہ حنفیہ کے بارے میں لکھا ہے سوال کیا اور اس کی تحقیق کا خواہاں ہوا پس حضرت اقدس نے اس پر ایسے انداز سے تقریر فرمائی کہ وہاں کے تمام علماء نے پسند کیا اور وہ یہ ہے۔

سوال: ایک سائل نے سوال کیا کہ امام الطریقت قطب الحقیقت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں جہاں غیر ناجیہ فرقوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں مرجیہ کو بارہ فرقوں میں تقسیم فرمایا ہے اور اسی میں حنفیہ کو بھی شمار کیا ہے اور ان فرقوں کے بارے میں بالتفصیل لکھا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے متبعین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایمان ہی دراصل اقرار و تصدیق ہے اور اقرار سے مراد اقرار باللہ و رسلہ و بما جاء من عندہ ہے جیسا کہ برہوتی نے کتاب الشجرہ میں ذکر کیا ہے اور یہ بات دو وجہوں سے قابل اعتراض ہے ایک یہ کہ حنفیہ ان لوگوں کے اتفاق سے جن کے قول پر اعتماد ہے اہل سنن میں سے ہیں تو مرجیہ میں ان کا شمار کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور ان کے عدم نجات پر کیسے حکم دیا جا سکتا ہے دوسرے یہ کہ ان عقائد کا بیان جن کی وجہ سے مرجیہ کا نام پڑا اور ان میں حنفیہ کو شامل کیا گیا اس بات کا مقصد ہوا کہ حنفیہ ان عقائد کے قائل ہیں اور یہی ان کا اعتقاد ہے حالانکہ دراصل ایسا نہیں ہے اس لیے کہ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ مرجیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مکلفین میں سے کسی نے اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا بعد ازاں اگر مرتکب معاصی ہوا بھی تو دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ حنفیہ اس اعتقاد سے پاک و بری ہیں۔

حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیح متبعین کو مرجیہ میں شمار نہیں کیا۔

جواب: میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ رجاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ اس کا قائل سنت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا قائل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔ قسم اول یہ

ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جس نے زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق کی کوئی چیز کبھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور ان کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ عمل داخل ایمان نہیں ہے۔ لیکن ثواب و عقاب (سزا و جزا) اعمال پر منحصر ہیں (اعمال کا دار و مدار سزا و جزا پر ہے) اور اہل رجاء اول کی اس غلطی اور تفصیل (علیحدہ کرنا) پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے اور رجاء ثانی پر سلف کا اجماع ظاہر نہیں ہے بلکہ یہ کثرت احادیث و آیات کی رو سے مختلف دلائل ہیں۔ اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان عمل سے الگ ہے۔ اور بیشتر دلائل یہ اجتماع قول و عمل اطلاق ایمان پر دلالت کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہ صرف نزاع لفظی ہے اس لیے کہ عاصی کے ایمان سے خارج نہ ہونے نیز اس کی سزا و جزا پر سب کا اتفاق ہے اور وہ دلائل جو ایمان کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں متفق علیہ ہیں اور تھوڑی غور و فکر سے یہ بات واضح ہو سکتی ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اسی کے قائل اور اکابر اہل سنت میں سے ہیں۔ اور ان کے بعد (آگے، ان کے (مذہب) طریقہ میں بعض ان کے تابعین اور تبع تابعین ایسے پیدا ہوئے جو مختلف الرائے ہیں انہیں میں بعض معتزلہ ہو گئے جیسے جبائی ابو ہاشم اور زمخشری اور بعض مرجیہ ہو گئے اور بعض ان کے علاوہ۔ اور یہ سب انہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متبع تھے فروعات فقہیہ میں نہ اصول اعتقادیہ میں لیکن عقاید باطلہ کو بھی انہیں (ابو حنیفہ) کی طرف منسوب کرتے تھے تاکہ ان کے مذاہب کاسدہ (فاسدہ) کو فروغ ہو اور تقویت ملے۔ اور امام کے بعض اقوال کے ساتھ تعلق اختیار کرتے تھے اور جب حنفیہ کے اہل حق جیسے امام طحاوی وغیرہ نے اس فتنہ کو سمجھ لیا تو امام ابو حنیفہ کے اصل مذہب کو واضح کر دیا اور مبتدعین فرعیہ کی ان تمام باتوں کو رفع کر دیا جن کو انہوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا تھا چنانچہ بہ کثرت اقوال اس کے گواہ ہیں۔ اور یہ بات تمام مذاہب کی کتابیں دیکھنے والوں پر ظاہر ہے۔ بہرحال ان باتوں کی تمہید کے بعد یہ جان لینا چاہیے کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے گمراہ فرقوں میں مرجیہ کو (بھی) شمار کیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ اہل ارجاء گروہ اہل سنت سے خارج ہیں اور اسی لیے ان کے بیان عقائد کے ساتھ ان کی وجہ تسمیہ بیان فرمائی۔ اور ان میں ان حنفیہ کو داخل فرمایا۔ یعنی وہ لوگ جو فروع میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع ہیں اور ان کا یہ (غلط) دعویٰ ہے کہ امام اس مذہب میں انہیں کے موافق ہیں۔ اس کے بعد امام کے ان اقوال کا ذکر کیا جو ان سے متعلق ہیں اور فرمایا کہ انہوں نے زعم کیا ہے کہ ایمان سے مطلب وہی اقرار ہے۔ اور اس تقریر سے

دونوں اعتراض ختم ہو گئے اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام کو متہم نہیں کیا ہے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ ان لوگوں کے بارہ میں فرمایا ہے جو مرجیہ ہیں اور اپنے کو فروعی مسائل میں امام سے منسوب کرتے ہیں اور ان کے ظاہری اقوال سے تعلق اختیار کرتے ہیں اور (بے محل) استعمال کرتے ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ماانعم باظہار الحق۔

حضرت شیخ ابوطاہر کردی سے تلمذ اور سند حدیث حاصل ہونا چونکہ حضرت اقدس کی فطرت میں بچپن ہی سے علم حدیث کی خدمت کا جذبہ تھا اور مدینہ منورہ جو ان علوم کا سرچشمہ تھا آپ نے چاہا کہ جو عالی السند ہو اس سے کتب حدیث کی روایت نیز سند حاصل کریں۔ حضرت شیخ ابوطاہر کردی مدنی کی طرف جو ایک سن رسیدہ بزرگ تھے اور جامع علوم ظاہری و باطنی نیز ثقہ صوفی محدث تھے۔ اور حرمین شریفین میں ان کی ٹکر کا کوئی عالم نہ تھا رجوع فرمایا۔ اور بخاری شریف کو پچاس مجالس (جلسوں) میں از اول تا آخر سرسری پڑھا۔ کچھ سماعًا اور کچھ قراۃً۔ اور پوری مسند دارمی شریف مسجد نبوی میں محراب عثمانی کے قریب آٹھ جلسوں میں سماعت فرمائی۔ اور بقیہ کتابیں شروع سے پڑھ کر اجازت حاصل کی۔

مجلس ختم بخاری شریف میں حضرت شیخ ابوطاہر کردی کا آپ کے تبحر علمی پر اظہار حیرت شیخ مذکور نے روز ختم بخاری شریف ایک خاص مجلس منعقد کی اور دعوت طعام کی اور آپ کی انتہا تعظیم و تکریم کی۔ اثنائے درس بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ شیخ خود دقیق نکات کی حضرت اقدس سے تحقیق کرتے اور برجستہ جوابات شافی سن کر متعجب ہوتے تھے کہ اس کم عمری میں یہ علوم کہاں سے حاصل کئے۔ آخر جب آپ کے کمالات باطنیہ کا علم ہو گیا تو آپ کے معتقد گرویدہ ہو گئے۔ باوجود حضرت اقدس کے استاد ہونے کے طریقہ شاگردی برتتے تھے اور بعض وہ مشکل مسائل تصوف جو ان کے والد سے بھی جو علمائے محققین میں سے تھے حل نہ ہو سکے تھے حضرت اقدس جب بھی حضرت شیخ کے پاس تشریف لے جاتے وہ آپ کو دیکھتے ہی سرو قد تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے اور اپنے ہاتھ سے مصلیٰ بچھا کر تکیہ لگاتے اور آپ کو بہ تعظیم و تکریم تمام اس پر بٹھاتے اور خود شاگردانہ طور پر سامنے بیٹھتے تھے۔

اجازت نامہ کے بعض اشعار جب حضرت اقدس نے ان سے اجازت نامہ کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کے لیے اجازت نامہ لکھوں میں نے تو خود آپ کی

خدمت میں استفادہ کیا ہے۔ لیکن جب حضرت اقدس کا اصرار بڑھا تو ضرورتاً تحریر فرمایا۔ اور اس میں اس کا اظہار بھی کیا ہے۔ چنانچہ اجازت نامہ کے بعض اشعار جو یہاں مرقوم ہیں اسی کی طرف مشعر ہیں[ع]

أَجَزْتُكَ لٰكِنِّي مِثْلُكُمْ مَنْ يُجِيزُنِي ... وَلَمْ تَسْتَفِدْ مِنِّي وَلٰكِنْ تُفِيدُ فِي

وَالْكُثْرُ سَاوَيْتَنِي فِي أَنْتَ فِي غِنًى ... عَنْهُ بَلْ فِي جُلِّهِ أَنْتَ فُقْتَنِي

فَكَمْ حِكْمَةٍ مِنْكُمْ فَاقْتَبَسْتُهَا وَلَمْ ... تَسْتَفِدْ مِعْشَارَ مَا قَدْ أَفَدْتَنِي

وَمَا كُنْتُ أَهْلًا أَنْ أُجِيزَكَ إِنَّمَا ... دَعَوْتَ فَلَبَّيْتَ اللّٰهَ إِذْ دَعَوْتَنِي

اور بحکم تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا سلاسل کثیرہ جیسے شطاریہ، سہروردیہ کبرویہ، شاذلیہ رفاعیہ۔ حدادیہ۔ مدنیہ وغیرہ کی اجازت جو اُن کو اپنے والد محترم شیخ ابراہیم کُردی قدس سرہٗ سے جو اپنے زمانہ کے مشہور صوفی و محدث تھے، ملی تھی حضرت اقدس کو عطا فرمائی۔ اور خرقہ و کُلاہ قریب منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سر اقدس پر باندھا۔

اور حضرت اقدس نے حضرت شیخ کی فرمائش پر ایک رسالہ فرقہ مبتدعہ کے رد میں شیخ کے نام سے معنون کر کے تصنیف فرمایا اور اس کو مقدمۃ السنۃ فی الانتصار للفرقۃ السنیۃ سے موسوم کیا۔ اہل عرب اس کی فصاحت و بلاغت دیکھ کر دنگ تھے۔ شیخ نے اس رسالہ کو کاتب حروف سے لکھوا کر اپنے پاس رکھا اور دوسری تصنیف مسمّٰی بہ "القول الجمیل فی بیان سواء السبیل" جس میں اذکار و اشغال تصوف و دیگر فوائد طرق ثلاثہ یعنی جیلانیہ۔ نقشبندیہ۔ چشتیہ ہیں اور دیگر مشاہدات و اسرار جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے استفاضہ کئے ہیں تحریر کئے تھے حضرت شیخ نے ان کو اپنے ہاتھ سے نقل فرما کر حضرت اقدس کے سامنے پڑھا۔

ع میں نے آپ کو اجازت ضرور دی ہے لیکن آپ کی ہستی خود ایسی ہے جو مجھے اجازت دے آپ نے مجھ سے استفادہ نہیں کیا بلکہ مجھ کو استفادہ کرایا۔ علوم کے سلسلے میں آپ مجھے برابر سمجھتے ہیں حالانکہ برتر آپ ہی ہیں اور میرا اور آپ کا درجہ مساوی نہیں ہے بلکہ ان سب میں آپ ہی آپ ہیں اور آپ ہی نے جو فائدہ مجھے پہنچایا اس کا دسواں حصہ بھی مجھ سے نہیں لیا۔ اور میں قطعاً اس کا اہل نہیں ہوں کہ آپ کو اجازت دوں (لیکن) چونکہ آپ نے خود درخواست فرمائی ہے (لہٰذا لکھے دے رہا ہوں) کاش کہ اللہ میری مدد کرتا جس وقت آپ نے مجھ سے خواہش کی (یعنی انہوں نے بطور خاکساری یہ فرمایا کہ آپ کا ایسا عالم مجھ سے سوال کرے آپ تو مجھ سے زائد وسیع العلم ہیں)

روانگی پر استاد محترم کی حسرت و افسوس جب حضرت اقدس رخصت ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے حضرت شیخ نے اپنے گھر سے نکل کر بہت دور تک آپ کی مشایعت کی۔ اور شیخ کے سابزادے و دیگر اعزہ تین کوس تک آپ کے ہمراہ رہے۔ اثنائے راہ میں حضرت اقدس جہاں قیام فرماتے وہ اپنے کپڑے حضرت اقدس کے قدموں پر ڈالتے اور ان کو بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیتے۔ اور حضرت اقدس سے رخصت ہوتے وقت آپ کے فیض صحبت سے محروم ہوتے پر تاسف کرتے تھے۔

ادائیگی حج ثانی اور تصنیف فیوض الحرمین ۱۵ر شعبان ۱۱۴۴ھ کو مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا اور ماہ رمضان میں متعدد عمرے کئے اور آخر عشرہ میں بیت اللہ کے سامنے مسجد حرام میں اعتکاف فرمایا اور جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے وہاں کے لوگ آپ سے فیوض ظاہری و باطنی اخذ کرتے رہے۔ اور اسی جگہ آپنے ایک رسالہ مسمیٰ بہ فیوض الحرمین تصنیف فرمایا اس میں وہ تمام حالات و واردات اور حقائق و معارف و اسرار و غوامض جو حرمین شریفین میں آپ پر وارد ہوئے تھے بیان فرمائے ہیں گو کہ بیشتر مضامین رسالۂ مذکورہ کے بہت بلند ہیں اور ہر شخص کے ادراک بلکہ اہل معرفت کے وجدان سے بھی بالاتر ہیں لیکن فقیر اس میں سے بعض مشاہدات اپنی فہم ناقص کے مطابق از قسم اسرار منتخب کر کے اس قصہ کے آخر میں تحریر کرے گا تاکہ اس رسالہ کے پڑھنے والے کچھ اس کے اسرار سے بھی مسرت ہوں اور یہ دونوں رسالہ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل اور المقدمۃ السنیہ فی الانتصار للفرقۃ السنیۃ حرمین میں بہت مشہور ہوئے۔ ان میں سے پہلا رسالہ مغربی ممالک اور بصرہ و مصر وغیرہ کے لوگ نقل کر کے لے گئے۔ اور ان کی اجازت حاصل کی۔ اور دوسرا رسالہ ملک تاتار تک جو اطراف روم میں ہے پہنچ گیا۔ اور نسخہ فیوض الحرمین بعض مخصوصین کو عطا فرمایا۔ بعد ازاں حج ثانی ادا فرما کر وطن کی جانب قصد فرمایا۔

والدہ ماجدہ کی وفات کی اطلاع اور بیت اللہ میں قیام کے دوران کبھی کبھی اس فقیر سے فرماتے تھے کہ جب کبھی گھر کا خیال آتا ہے ایک قسم کا رنج والم اور پریشانی محسوس ہوتی ہے چند ہی روز بعد آپ کی والدہ ماجدہ کی خبر وفات پہنچی۔ تمام اکابر مکہ بغرض تعزیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپنے بہ زبان الہام فرمایا کہ جو تیرگی غم مجھے محسوس ہوتی تھی اس کا سبب یہی تھا۔ اور جب وقت رخصت جہاز پر سوار ہوئے باوجود باد مخالف کے سب سے پہلے روانہ ہونے والا جہاز ۲۳ روز کے عرصہ میں سورت کی بندرگاہ پہنچا۔ پس بہ برکت تمام وہاں نزول فرمایا۔ اور تھوڑا عرصہ

توقف فرما کر براہ دکن وطن کی جانب کوچ فرمایا۔

زیارت مزار حضرت محمد غوث گوالیاری و دیگر اولیائے کرام | اثنائے راہ جس جس شہر سے بھی ہو کر گذرتے تمام علماء و مشائخ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور تعظیم و تکریم بجالاتے۔ جب گوالیار پہنچے خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث قدس سرہما کے مزارات کی زیارت کی اور ہر ایک کی نسبت معلوم فرما کر بیان کی۔ اور پھر دارالخلافت اکبرآباد میں امیر ابوالعلی کے مزار پر اسرار پر حاضر ہوئے اور ان کے احوال فیض اشتمال دریافت فرما کر بہ زبانِ غیب بیان فرمائے اور ۱۴ ر رجب ۱۱۴۵ھ کو بخیر و خوبی دارالسلطنت شاہجہان آباد میں نزولِ اجلال فرما کر تمام اہل شہر کو مشرف فرمایا۔

قطعہ تاریخ مراجعت وطن | ادائیگی حج کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہونے نیز مراجعت کی تاریخ جو حضرت اقدس نے خود نظم فرمائی یہ ہے ؎

ز دہلی برآمد دلی بہر حج | بہ ہشتم صباح از ربیع دویم
ہزار و صد و چہل و سہ سال بود | کہ ایں داعیہ گشت بافعل ضم
ولی چوں پس از حج بہ دہلی رسید | سرآمد سفر منقطع گشت رنج
بہ تاریخ رابع عشر از رجب | ز سال و ہزار و صد و چہل و پنج

اور تاریخ اول جو الہام کے وجدان کے ساتھ منعقد ہوئی اور شاہ اہل اللہ برادرِ خورد آنحضرت نے اس کو اس طرح نظم فرمایا ہے ؎

بہ دل مید اشتم عمرے کہ در احرام حج کوشم | بحمد للہ و المنۃ بداں مقصد ہم آغوشم
زہاتف سال تاریخ نخستیں طوف می جستم | قبلت منک طاعاتک رسید از غیب در گوشم
 | ۱۱۴۳ھ

توحیدِ وجودی و توحیدِ شہودی :

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے

لہ اس مشاہدہ کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پڑھنے والا توحید وجودی و شہودی کو سمجھتا ہو اور ان اصطلاحات کے سمجھنے سے پہلے وجود و شہود کے معنی سے واقف ہو (حالاً نہ کہ قالاً) وجود بہ معنی ہستی ہے من حیث الذات مراد ما بہ الموجودیت ہے اور اس لحاظ سے عین ذات واجب تعالیٰ ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ وجود صرف ہے" جس میں کوئی دوسرا امر منضم نہیں یعنی وجود حقیقی کی نہ ضد ہے نہ ند۔

خواب میں اولیاء اللہ کی ایک جماعت کو دو فرقوں میں دیکھا۔ ان میں ایک فرقہ اصحاب اذکار و یادداشت

فقیر نے اپنے کتب و رسائل میں جہاں جہاں وجود کی عینیت کی نفی کی ہے اس سے مراد وجود ظل ہے نہ کہ وجود حقیقی یعنی وہ موجودات کہ جن پر اسم وجود کا اطلاق کیا جاتا ہے جیسے وجود عالم۔ وجود حیوان، وجود انسان یا وجود سواد و بیاض و عقل و جسم و علم و جہل یہ سب وجود متحد ہیں اور ماہیت مختلف۔ یعنی ان کے افراد کا تمایز ایک۔ دوسرے کے ساتھ بوجہ اضافات کے ہے۔ اس طرح حقیقی توحید توحید وجودی ہی ہے جس کو متذکرہ صدر مشاہدہ میں اسرار واقعی اور سچی بات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور شہود رویت حق کو کہتے ہیں اس طرح پر کہ سالک مراتب تعینات اور موہومات صوریہ سے عبور کرے اور مقام توحید عیانی میں پہنچ کر تمام صور موجودات میں مشاہدۂ حق کرے اور غیریت کو بالکل دور کردے اور بجز حق کے کسی کو نہ دیکھے۔

وجود و شہود کو سمجھ لینے کے بعد اب توحید کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ توحید کہتے ہیں ذات بحت کو مع جمع و فرق کے جاننا اور یہی عرفان ہے اور اس میں اپنے کو گم کرنا اور یگانہ ہونا واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک توحید وجودی۔ دوسرے توحید شہودی۔ توحید شہودی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک صوری دوسری معنوی۔ توحید شہودی صوری کہ جس کو توحید قولی اور توحید ایمانی بھی کہتے ہیں یہ صرف قالب اور صورت توحید ہے۔ اس پر علمائے ظاہر حضرات متکلمین اور عوام مومنین کا اعتقاد ہے جو کہتے ہیں کہ صانع ایک ہے اور تمامی مصنوعات اسی ایک صانع سے ہیں دوسری توحید شہودی معنوی ہے یعنی تمامی مخلوقات خالق کی مظاہر ہیں۔ لیکن ذوات مخلوقات ذات حق سے جدا ہیں۔ توحید وجودی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک توحید وجودی علمی دوسری توحید وجودی عملی کشفی۔ توحید وجودی علمی یہ ہے کہ سوائے ایک ذات اور ایک وجود کے دوسرا وجود نہیں اور یہ وجود عین ذات ہے دوسری توحید وجودی عملی کشفی جس کو توحید حالی بھی کہتے ہیں یہ سب میں افضل و اکمل ہے اس کے تین درجے ہیں۔ اول یہ کہ جذبات الٰہیہ میں سے ایک جذبہ سالک پر وارد ہوتا ہے جس سے اس کی چشم حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ ہمہ تن معشوق حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور ماسوی اللہ کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا اور خلائق کے مدح و ذم اس کے نزدیک یکساں ہوتے ہیں اور یہ حالت اکثر بہ سبب ذکر و شغل اور ریاضت شاقہ کے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سالک مجذوب کا حال ہے متذکرہ صدر مشاہدہ میں یہی وہ دوسرا گروہ اولیاء کا تھا جن کے دلوں پر نور اور چہروں پر مسرت و سرور تھا یہی تہذیب نفس کے الوذ تھے اور بعض افراد کو محض عنایت ربانی سے پہلے جذبہ وارد ہوتا ہے اور وہ بعد کو سلوک تمام کرتے ہیں۔ یہ حال مجذوب سالک کا ہے۔ اور متذکرہ صدر مشاہدہ میں یہی وہ دوسرا گروہ اولیاء

نقشبندی) کا تھا اور توحید وجودی کا قائل نہ تھا۔ ان کے دلوں پر ایک نور تھا اور چہروں پر مسرت وسرور تھا۔ اور دوسرا گروہ توحید وجودی کا قائل تھا اور ایک قسم کے تفکر میں غرق تھا۔ ان کے دلوں پر ایک حیا غالب ہے۔ حق کے پہلو میں قائم ہیں تدبیر عالم کے ساتھ ان کے چہروں پر

کا ہے جو تفکر میں مستغرق تھا اور ان کے دلوں پر تجلیات اور چہروں پر غیرت تھی اور وہ توحید وجودی کے قائل تھے اور جن لوگوں کو جذبہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سلوک نہیں کرتے ان کو مجذوب کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ توحید کی مزید تین قسمیں ہیں۔ افعالی۔ صفاتی۔ ذاتی۔ افعالی کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ہمہ از اوست یعنی توحید شہودی بھی کہتے ہیں۔ سالک کو اول یہی توحید پیش آتی ہے اور اسی سے تمامی افعال سے یگانگی اور معرفت ذات ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ جو کچھ خیر وشر رنج وراحت نفع وضرر موت وحیات۔ کفر وایمان۔ طاعت وعصیان وغیرہ کہ جو افعال موجودات سے ہیں درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے ہیں کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے جیسا کہ والقدر خیرہ وشرہ میں وارد ہے کہ مخلوق سے صدور افعال بغیر ارادۂ حق کے محال ہے جو ہوتا ہے حق سے ہوتا ہے۔ دوسری توحید صفاتی ہے جس کو اصطلاح میں ہمہ با اوست کہتے ہیں۔ اور یہ توحید افعال کے محو کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ حیات علم، ارادت، قدرت، سمع، بصر، کلام، خالقیت، رزاقیت وغیرہ جتنے صفات ہیں ان کا وجود بغیر ذات کے محال ہے۔ اور صفات ذات سے اور ذات صفات سے کبھی منفک نہیں ہوتے۔ سالک کو چاہیے کہ تمام صفات حق کو اپنے میں تصور کرے اور اپنے کو اسی میں محو کر دے۔ تیسری توحید ذاتی ہے جس کو ہمہ اوست بھی کہتے ہیں اور یہ توحید صفاتی کو محو کرنے کے بعد پیش آتی ہے اس لیے کہ صفات اور ظہور صفات اور افعال وآثار جو عالم میں ہیں بغیر ذات کے ممکن نہیں۔ اور کبھی ذات سے منفک نہیں ہوتے اور ہر صفت میں ذات موجود ہے۔ بغیر وجود ذات کے ظہور صفات محال ہے۔ لہٰذا صفات وافعال وآثار کا وجود اس ایک وجود مطلق اور ذات بحت سے ہے۔ اسی واسطے صفات وافعال وآثار کو عین ذات اور حقیقت اور ہمہ اوست کہتے ہیں۔ متذکرہ صدر مشاہدہ میں اولیاء اللہ کے ان دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی اس مقام تک نہ پہنچا تھا۔ ان اقسام کے بعد توحید کی ایک قسم توحید الٰہی یا توحید حقیقی بھی ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ ازل الازال میں بوصف وحدانیت موصوف اور بہ نعت فردانیت منعوت تھا کان اللہ ولم یکن معہ شئی۔ اور اس وقت بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ازل الازال میں تھا اور ابد الاباد تک ویسا ہی رہے گا۔ یہی معرفت وہ راز ہے جس کو متذکرہ صدر مشاہدہ میں ملاء اعلیٰ کی معرفت سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس سے عالم مالامال ہے۔ (تقی انور)

غیرت تھی۔ دونوں فریق باہم مناظرہ کرتے تھے۔ فریق اول کا کہنا یہ تھا کہ کیا تم ہم پر یہ انوار نہیں دیکھتے جو ہم کو اس طریقہ میں عطا کیے گئے کہ یہ انوار صراطِ مستقیم پر چلنے کا نتیجہ ہیں اور فریق ثانی کا کہنا یہ تھا کہ تمام موجودات کا اِضمحلال وجودِ واحد میں ایک امر واقعی ہے لہٰذا ہم کو ایک ایسے راز کا علم ہے جس سے تم واقف نہیں۔ لہٰذا افضل ہم ہیں نہ کہ تم۔ جب بحث میں طوالت ہوئی تو انہوں نے مجھ کو حُکم بنایا اور میرے فیصلہ پر راضی ہونا منظور کیا۔ پس میں ان کے درمیان کھڑا ہوا اور کہا کہ بعض علوم صادقہ ایسے ہیں کہ ان کا ثمرہ تہذیب نفس ہے اور بعض علوم سے اگرچہ وہ نفس الامری اور واقعی ہوں لیکن ان سے یہ ثمرہ حاصل نہیں ہوتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نفوس خلائق کو مختلف استعدادات کے مطابق مخلوق کیا ہے اور ہر نفس کو علوم میں سے ایک خاص مشرب عطا کیا ہے۔ اگر اس علم میں متغرق رہتا ہے تو اس نفس تہذیب پاتا اور اصلاح قبول کرتا ہے اور اگر خود کو اس میں مستغرق نہیں کرتا تو ان معنوں سے محروم رہتا ہے اور اس کا دار و مدار تہذیب نفس پر ہے۔ اور یہ مسئلہ توحید وجودی اگرچہ نفس الامری اور واقعی ہے لیکن یہ علم تم دونوں گروہوں میں سے کسی کا بھی مشرب نہیں ہے بلکہ تم دونوں کا مشرب یہ ہے کہ حقیقت جامعہ کی طرف متوجہ رہو اور یہ توجہ ملاءِ اعلیٰ کی توجہ کے موافق اور مناسب ہو یعنی توجہ تعظیم ربوبیت سے متلون ہو اور یہ گروہ جو اہل یادداشت ہیں گو کہ اس مسئلہ سے جاہل رہے ہے لیکن اپنے مشرب میں غلطی نہ کی لہٰذا ان کے نفوس مہذّب ہو گئے اور انوار کی بارش اِسی کا ثمرہ ہے لیکن اہلِ وحدت الوجود اگرچہ سچی بات کے قائل ہوئے لیکن اپنے مشرب میں خطا کی کہ وہ جب اپنی ناقص فکر سے سرّ وجود میں غور کرتے ہیں تو تعظیم و محبت و تنزیہہ جن سے ملاءِ اعلیٰ نے حق کو پہچانا ان کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور ملاءِ اعلیٰ کی یہ معرفت ایک ایسا راز ہے جس سے (عالم) مالا مال ہے اور یہ علم وحدت الوجود اس کا مشرب ہوتا ہے کہ جس میں وجہِ حق جو ہر انسان میں ودیعت کیا ہوا ایک راز ہے تر و تازہ ہوتا ہے یعنی احکام نشأت میں مغلوب نہیں ہوتا اور وجود کے راز نے اس کو ہجوم تنزلات کی کدورت سے بوسیدہ نہ کیا ہو اور تم میں وہ چیز اپنی تازگی و شگفتگی پر باقی نہیں رہی ہے بلکہ مسخ ہو گئی ہے پس ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور انہوں نے یقین کر لیا۔ پھر میں نے کہا کہ یہ اسرارِ الٰہی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس سے مخصوص فرمایا کہ میں اس کے ذریعہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں۔

والحمد للہ رب العالمین۔

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خواب میں دیکھنا

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے ۔ ا رسفر ۱۲۴۴ھ کی شب میں خواب دیکھا کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے غریب خانہ پر تشریف لائے ۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے دستِ مبارک میں ایک ٹوٹا ہوا قلم ہے ۔ آپ نے دستِ مبارک بڑھا کر وہ قلم اس فقیر کو عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ قلم میرے جدِ بزرگوار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پھر فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تاکہ (امام) حسین رضی اللہ عنہ اس قلم کو درست کر دیں ۔ پس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو درست فرما کر مجھے عنایت فرمایا اس سے ایسا فرحت و سرور مجھے حاصل ہوا جو بیان میں نہیں آسکتا ۔ پھر ایک دھاریدار چادر لائی گئی جس میں ایک سفید دھاری تھی دوسری سبز ۔ وہ چادر حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے روبرو رکھی گئی ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اٹھا کر بزبانِ غیب فرمایا کہ ہٰذا رِدَاءُ جَدِّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ پھر اسے مجھے اڑھا دیا ۔ میں نے اس کو بعد تعظیم و تکریم سر پر رکھا اور جنابِ الٰہی میں اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کا شکر ادا کیا ۔ پھر میری آنکھ کھل گئی ۔

روحِ شمس سے گفتگو

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ ایک دن میں روحِ شمس تک پہنچا اور اس کو دیکھا اور بات چیت کی اور میں نے اسے طبعاً فیاض دیکھا اور اسی طرح ارواحِ افلاک کو دیکھا کہ باہم لپٹے ہوئے ہیں اور علوم وہم میں موافق ہیں اور کلام شمس کی تفصیل فیوض الحرمین میں مرقوم ہے ۔

شعائر اللہ کی دید

حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں نے شعائر اللہ (نشانیاں) کو دیکھا[1] کہ ایک نور اس کی بلندی پر چمک رہا ہے اور اس کی حقیقت اچھی طرح دریافت کی ۔ اور جب لوگ ان شعائر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں (تو) بعض کی نیت صرف انتفاع (نفع اندوزی ہوتی ہے) ہے یعنی اس بات کا اعتقاد کہ یہ شعائر اللہ سے ہے ۔ اور ایک گروہ کی روحانی نگاہ کھلی ہوئی ہے اور وہ اس نور کا ادراک کر رہی ہیں اور اسی وجہ سے ان کی قوتِ ملکیہ قوتِ بہیمیہ پر غالب ہوتی ہے ۔ اور ایک فرقہ نے جب اس نور میں غور کیا تو تدلی الٰہی میں واصل ہو گئے جو اس نور کی اصل ہے ۔ اور یہ فرقہ

---

[1] ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب : اللہ کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کرنا دلوں کی پاکیزگی کی دلیل ہے ۔ علماء محققین انبیاء علیہم السلام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی ذاتوں کو بھی شعائر اللہ میں شمار کرتے ہیں ۔ (تقی انور)

اعلیٰ واکمل ہے۔

حقیقتِ تدلّٰی پر اطلاع حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حقیقت تدلّٰی[1] پر جہاں سے وہ نوعِ بشر کی طرف متوجہ ہے مطلع فرمایا تاکہ ان کا حق کی طرف قرب و وصول ممکن ہو جائے۔ اور وہ تدلّٰی عالمِ مثال میں متمثل ہے اور کبھی وہ انبیاء اور کتب و شعائر کی صورتوں میں ظہور فرماتا ہے اور میں مطلع ہوا حقیقت نبوت اور حقائق انبیاء علیہم السلام پر عموماً اور حقیقتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً۔ اور حقائق کتب الہیہ پر عموماً اور حقیقتِ قرآن عظیم اور حقیقت کعبہ اور حقیقت نماز پر خصوصاً۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان اشیاء کی صورتوں پر تدلّٰی کے ظہور کی حکمت پر مفصل طور پر مطلع فرمایا اور اس کی تفصیل فیوض الحرمین سے معلوم ہو سکتی ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں اسرار عظیمہ پھونکے جن میں سے بعض کی کیفیت سے میرا نسمہ پُر ہو گیا۔ اور مَلاءِ اعلیٰ کی تحصیل کمال اور مَلاءِ سافل کے کسبِ کمال کا طریقہ اور جو اس پر مطلع ہونا چاہیے وہ فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرے۔

شہدائے بدر کی قبور کا کشف نیز خود بدولت نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ جاتے وقت شہدائے بدر کی قبور پر زیارت کو گیا اور ان کی قبور کرامت ظہور کے مقابل کھڑا ہوا۔ اچانک ان کی قبور سے لاتعداد انوار مثل انوار محسوسہ میری طرف ظاہر ہوئے حتیٰ کہ میں متفکر ہوا کہ ان انوار کا ادراک بحسِ ظاہر کیا جائے گا یا بہ بصرِ روح (بچشم باطن) اور جب میں نے ان انوار کی حقیقت میں غور کیا تو یہ مکشوف ہوا کہ وہ انوار رحمت تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت آپ نے تحریر فرمایا کہ جب میں اس قبر کی زیارت کو گیا جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے صفریٰ میں جو مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے اور متوجہ ہو کر ان کی قبر کے سامنے بیٹھا۔ ناگاہ ان کی روح مثل تیسری رات کے چاند کے روشنا ہوئی جب میں نے اس میں غور کیا تو انوار اعمال اور انوارِ رحمت مخلوط تھے لیکن انوار رحمت غالب و ظاہر تھے۔

محفل میلاد میں انوارِ ملائکہ کی بارش آپ نے تحریر فرمایا کہ مکہ معظمہ میں روز ولادت

---

[1] جو تجلیاں تجلی اعظم کے منبع سے صادر ہو کر تدبیر عالم کرتی ہیں تدلّٰی کہلاتی ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (محفل میلاد شریف) مولدِ شریف میں لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کے معجزات بیان کرنے میں مشغول تھے۔ ناگاہ میں نے اس بقعۂ کریمہ سے بجلیاں چمکتی ہوئی دیکھیں۔ مجھے ان کے ادراک کی فکر ہوئی کہ کیا وہ نگاہِ ظاہر سے ہیں یا نگاہ باطن سے پھر جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ وہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو اس متبرک مقام پہ مامور ہیں اور ان میں انوارِ رحمت بھی شامل ہیں۔ اور ان انوار کی تفصیل فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

زیارت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہو کر روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح کو ظاہر و آشکارا دیکھا لیکن نہ تو عالم اجساد میں اور نہ عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں جو حس ظاہر سے قریب ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ عوام جو دُرود وغیرہ میں آنحضرت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں وہ اسی جہت سے ہے پھر میں یکے بعد دیگرے مرقد مطہر کی طرف متوجہ ہوا تو اس ذات قدسی صفات نے مختلف صورتوں میں ظہور فرمایا کبھی پُر شکوہ و بارعب لباس میں (لباس شاہانہ میں) کبھی جذب و محبت اور انس کی شکل میں اور کبھی سریان کی صورت میں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا اس مولد کی فضا روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سے پُر ہوگئی اور موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ اُسے دیکھنے والا خود بھی اپنے کو اس میں گم کر دیتا ہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صورت پاک جس سے آپ عالم ناسوت میں متمثل تھے مجھے دکھائی دی باوجود اس کے میری ہمت روحانیت کی طرف تھی۔ پس مجھے یقین ہوگیا کہ صورتِ کریمہ کی تقویم روح شریفہ کے خواص سے ہے اور اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَا یَمُوْتُوْنَ وَاِنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ وَیَحُجُّوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ [1] میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا ہو اور آپ نے انبساط نہ فرمایا ہو اور میرے لیے ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ وذٰلک لانہ رحمۃ للعالمین۔

عرضداشت بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے تیسرے روز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ پر ان سب کا افاضہ فرمایئے جو اللہ نے آپ پر افاضہ فرمائے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ہم محتاج بن کر آئے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ میں نے

---

[1] انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں آتی وہ اپنی قبروں میں (بھی) نماز پڑھتے اور حج ادا کرتے ہیں۔

دیکھا کہ آپ نے میری طرف بہت زائد انبساط فرمایا اور مجھ کو اپنی ردائے مبارک میں ڈھانپ لیا۔ اور مجھ پر اسرار عظیمہ روشن فرمائے اور مجھے حاجتوں میں اپنی ذاتِ مبارک سے اِستمداد کی کیفیت سے شناسا فرمایا اور خود بدولت پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے والوں کے جواب کی کیفیت نیز اپنی ان اشخاص کی طرف انبساطی کیفیت سے جو نفس نفیس آپ کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں مطلع فرمایا۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہریت کو تدلّیٔ الٰہی دیکھا جس کو صوفیا حقیقتِ محمدیہ اور نبی الانبیاء کہتے ہیں۔ اور میں نے ائمہ شریفہ کے تمام مذاہب اور صوفیا کے طریقوں کا برابر برابر ایک دوسرے پر ترجیح کے بغیر آپ کے روبرو مشاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس جلسہ میں مقاماتِ مجددیہ۔ وصائیہ و قطبیہ و ارشادیہ عطا فرمائے اور مجھے لفظ "امام" سے نامزد فرمایا اور میرے مذہب و طریقہ کی درستی فرمائی۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فیوض دینے والا دیکھا جیسے مشائخ مریدین کو دیتے ہیں۔ اور یہ تمام واردات ایک ہی مشہد (حاضری) میں ہوئے۔ اور اس مشہد کے اسرار و غوامض فیوض الحرمین میں بالتفصیل لکھے ہوئے ہیں۔

حدیث کُنتُ نبیًا الخ | حضرت اقدس نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حدیث کنت نبیا و آدم منجدل بین الماء والطین کے بارہ میں سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی صورت مثالیہ مشاہدہ کرائی نیز عالمِ مثال سے عالمِ ایجاد کی طرف اپنی منتقلی کی کیفیت دکھائی اور مجھے انبیاء علیہم السلام کی صورتیں اور ان کے اشباح دکھائے۔ اور حضرت الٰہی سے ان پر افاضۂ نبوت کی کیفیت اور جو کچھ عالمِ مثال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مفاض ہوا ہے مشاہدہ کرایا۔ اور اولیائے کرام کی صورتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے افاضۂ علوم اور حقائق و معارف کی کیفیات ظاہر فرمائیں۔ پس مجھ پر اصل حقیقت واضح ہوگئی اور انکشافات سے آپ کی مراد معلوم ہوگئی اور اسرار کی تحقیق فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

مرقد مقدس کی طرف توجہ | آپ نے تحریر فرمایا کہ میں جس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مقدس کی طرف متوجہ ہوتا تھا آپ کی ذات مظہر آیات کو ظاہر و باہر دیکھتا تھا۔ ایک روز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور ان اسرار و معارف کی حقیقتوں کے بارہ میں جو مجھ پر ظاہر ہوئی تھیں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرمائی اور ایک دن مجھ کو ایک نور دکھائی دیا جیسے ملائکہ سافلہ کے انوار۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقدِ منور سے پھوٹ رہا ہے۔

محرابِ نبوی میں هل تضارون فی القمر لیلۃ البدر الخ کی حقیقت کا ظہور

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں محرابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روضۂ مقدسہ اور منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا اسی اثنائیں ملاءِ اعلیٰ کے قرب اور حدیث شریف[1] اما السجود فاجتهدوا فی الدعاء کے اسرار ظاہر ہوئے اور حدیث شریف هل تضارون فی القمر لیلۃ البدر قالوا لا قال فانکم ترون ربکم ولا تغلبن علی الصلوٰۃ قبل طلوع الشمس وصلوٰۃ قبل غروبها[2]۔ کی حقیقت ظاہر ہوئی اور میں نے اس وقت ہر آیت اور ہر حدیث کو ایک مزواج دیکھا اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی ضبط تحریر میں لایا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہوجائیں۔ بعد ازاں تدلّی اعظم غیر متناہیہ الاربار (بحر ناپیدا کنار) نے ظہور فرمایا اور میں نے اپنے نفسِ ناطقہ کو بھی غیر متناہی پایا جس نے اس تدلّی کا مقابلہ کیا اور اس کو گرفت میں لے لیا پس میں نفسِ ناطقہ کی عظمت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور جب مجھے اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے اپنے کو نور سے پُر دیکھا جو میرے اوپر نیچے اور دائیں بائیں سے جاری ہے اور میرے قلب ونظر اور ہاتھ پاؤں سے جوش زن ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کا تجلّی فرمانا اور فیض پہنچانا

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز مجھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مطہر نے ہر قسم کے لباسوں سے مجرّد ہو کر تجلی فرمائی، میں نے اپنی روح سے اس کی فطرت کے مطابق ایک صورتِ روحیہ مجردہ تماشئی اور انجذاب ورِفعت سے اس کا مشاہدہ کیا۔ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر افاضہ فرمایا اور میرے نفسِ ناطقہ کو اتنا وسیع کر دیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے ملحق ہو گیا تدلّی اعظم کی صورتِ مثالیہ کے ساتھ جو آپ کے ناسوت کی طرف منتقل ہونے کے وقت منتقل ہوئی ہے اور میں اس سے متصل ہو گیا اور میرا نفس (بھی) اس کے ساتھ اس حد تک ضم ہو گیا کہ میں نے خود کو ان کی ایک شبیہ دیکھا

---

[1] سجدوں میں دعا کے کوشاں رہو۔

[2] کیا تم کو چودھویں رات کا چاند دیکھنے سے کچھ ضرر پہنچتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح تم دیکھو گے اپنے پروردگار کو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس وقت اسم "ذکی" اور "نقاط العلم" کے آخری اسم سے نامزد فرمایا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریفہ میں کھڑا ہوا آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہا تھا اور تضرع وزاری کر رہا تھا۔ ناگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ایک بہر مثل برق ظاہر ہوا اور میری روح نے ایک لمحہ میں پوری شدت سے اسے پکڑ لیا ایسا کہ مجھے اس کی سرعت پر تعجب رہا۔ اور آن واحد میں اس کے اصل وفرع کا احاطہ کر لیا۔ اور وہ بارقہ تجلی اس حبل ممدود کی حقیقت تھی جس سے تمام عالم وابستہ ہے اور اس حقیقت کی اصل و شبح تدبیر الٰہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام عالم اس کی تفصیل ہے اور میں سمجھا کہ کوئی قطب اور محدث اور نبی متکلم نہیں ہے مگر یہ کہ اس سے اس کا ایک حصہ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ خاکسار کاتب حروف اس مشاہدہ کے وقت حضرت اقدس کے پہلو میں کھڑا ہوا بعض آثار کا آپ پر مشاہدہ کر رہا تھا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس میری تربیت فرمائی

آپ نے تحریر فرمایا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بہ نفس نفیس سلوک کرایا اور بذات خود میری تربیت فرمائی۔ لہٰذا میں آپ کا اویسی اور بلاواسطہ شاگرد ہوں۔ اور سلوک مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجھے اپنی روح مکرم دکھائی اور اس سے شناسا کرایا۔ بعدازاں مجھ پر اس تجلی حق کا افاضہ فرمایا جس کا آپ کے وجود کی بدولت عالم مثال میں ظہور ہوا تھا اور میں اس تجلی میں ایسا مستغرق ہو گیا کہ فنائے کلی حاصل ہو کر بقائے دوام حاصل ہو گئی۔ پھر اس اصلی تجلی نے جو بنائے افعال اور تدبیرات الٰہیہ کا عالم میں واحد نقطہ ہے افاضہ فرمایا اور میں اس میں فانی ہو کر باقی ہو گیا۔ بعدازاں نقطہ ذاتیہ الٰہیہ جبروت کے رنگ کے مثل مفاض ہوا اور اس میں بھی بقا بعد الفنا حاصل ہو گئی۔ پھر اس سے روحانیات میں نقطہ

---

۵۱ نقاط العلم کا آخری اسم رفیع الدرجات ہے یعنی مرتبہ جامع عطا فرمایا یہ اسمائے کیانی کا آخری اسم ہے یعنی البدیع۔ الباعث۔ الباطن۔ الآخر۔ الظاھر۔ الحکیم۔ المحیط۔ الشکور۔ الغنی۔ المقتدر الرب۔ العلیم۔ النور۔ القاھر۔ الصبور۔ المحصی۔ المبین۔ الخالق۔ القابض۔ العزیز الحی۔ الممیت۔ الجبار۔ الرزاق۔ القوی۔ اللطیف۔ الجامع۔ رفیع الدرجات۔

چونکہ انسان تمام مخلوقات علوی وسفلی کا کلیتاً وفطرتاً جامع ہے لہٰذا اسم الجامع کو مرتبۂ انسان سے مناسبت ہے۔ انسان کی تخلیق احسن تقویم میں ہے جو مرتبۂ الوہیت ہے لہٰذا جو مناسبت الوہیت کو اسم رفیع الدرجات سے ہے وہی مناسبت رفیع الدرجات کو مرتبۂ جامع کے ساتھ ہے جو مرتبہ انسان کامل کا ہے۔ (تقی انور)

منعقدہ نے الفا فرمایا کہ انھا یکون اندراج البدایة فی النھایة۔ اور اس میں فنا و بقا حاصل ہوئی[۱] اس کے بعد نقطۂ منعقدہ میں جو نقطۂ روحیہ کے مقابل ہے تسمہ کا احوال عطا فرمایا اور میں سمجھ گیا کہ وہ قوت تاثیرات کی اصل حقیقت ہے۔ پھر صعود و ہبوط (عروج و نزول) ختم ہوا (یعنی تمام ارتقائی منازل کو عبور کرکے انتہا کو پہنچ گیا) والحمد للہ رب العالمین۔

سلوک میں ایک طریقہ خاص عطا ہوا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سلوک میں ایک طریقہ بواسطۂ آنحضرت عطا فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریمہ نے مجھے بشارت دیتے ہوئے اس کی حقیقت پر اطلاع بخشی اور اس طریقۂ علیہ میں پہلا شخص جو آنجناب ولایت مآب کی شرفِ بیعت سے مشرف ہوا یہ خاکسار کاتب حروف ہے اور یہ بیعت شب قدر کی نصف شب کے آخر میں حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس جگہ ان انوار کا مشاہدہ کیا جو تمام انوار سے غالب تھے۔ وہاں یہ مشہود ہوا کہ جو شخص اس جگہ نماز پڑھے گا بحر انوار میں مستغرق ہو جائے گا۔

لولاک لما خلقت الافلاک کا مشاہدہ آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ کی اس نظرِ خاص کا جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی مشاہدہ کیا۔ یعنی[۲] لولاک لما خلقت الافلاک[۳] سے مراد وہی نظر ہے۔ پس میں آنجناب کا طفیلی ہو گیا اور آپ نے مجھ کو اپنے ساتھ چسپاں کر لیا اور جوہر سے مثل عرض ہو گیا۔ اور اس نظر کا منظورِ نظر ہو گیا۔ نیز اس کا منتظر ہو گیا اور اس کی حقیقت کا ادراک کر لیا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علمائے حدیث کے حق میں شفاعت کا اور موت کے وقت توسّل اور علم حدیث سے توسّل کا مشاہدہ کیا اور اس کی حفاظت عروہ وثقی اور حبل

---

[۱] نقطہ کی حقیقت سے مراد وجود ہے جو بتدریج اپنی ہیئت تبدیل کرتے ہوئے مختلف شکلوں میں متشکل ہوا۔ نقطہ کی پہلی شکل حروف کی ہوئی پھر بتدریج مطالب کی شکل میں وہ متشکل ہوئے یہی نقاط العلم ہے (یعنی جس نقطہ سے جیسا علم آیا۔) حضرات صوفیہ جو سیر کرتے ہیں (یعنی عالم امر کی) وہ ان کی علمی سیر ہے جس میں وجود نہیں ہے۔ کیونکہ موجود کے لیے مکان کا ہونا ضروری ہے اور وجود لامکان ہے (تقی انور)

[۲] (جہاں ابتدا، انتہا میں مندرج ہوتی ہے) [۳] اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

ممدود ہے جو منقطع ہوتی ہی نہیں ہے۔ پس ہر مومن پہ لازم ہے کہ یا مُحدَّث ہو یا ان کا طفیلی ہو جائے۔

حدیث این کان ربّنا کا کشف آپ نے تحریر فرمایا کہ میں ایک دن اس حدیث شریف سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق قال کان فی عماء کا منتظر تھا۔ پھر مجھ پر اس بحر کا افاضہ فرمایا اور وہ ایک نور عظیم ہیُولیٰ کی شکل میں نہایت بلندی پر اس طرح متمثل ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نور نے اپنی تمثیل کا بخط شعاعیہ ممتدہ احاطہ کرلیا ہے۔ اور مجھ سے کہا گیا کہ یہی حقیقت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کان فی عماء میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نور اور تمثیل عماء ہے اور ان خطوط شعاعیہ سے مراد وہ قہر ہے جو وھو القاھر فوق عبادہ سے ثابت ہے پس ایک قسم کی ٹھنڈک وطمانیت حاصل ہوگئی اور کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر حیّز طبیعت کی حیزِ قدس کی طرف ترقی کی کیفیت جس سے مراد قدمِ صدق ہے افاضہ فرمائی نیز حیزِ طبیعت کی طرف اس قدمِ صدق کے انحدار کی کیفیت افاضہ فرمائی اور میں نے اس ترقی وتنزلی کے درمیان ہاتف وخاطر کے ظہور اور رویائے صادقہ وفراست کا مشاہدہ کیا اور میں نے ہر ایک کا مناسب حال ادراک کیا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ تھا۔ ناگاہ ایک نور انتہائی بلند ظاہر ہوا جس سے میرا تفکر پُر اور مالامال ہوگیا اور اس کی کرنوں نے مجھے منیر کردیا اور میرے باطن سے یہ آواز آئی کہ یہ نور عرش ہے اور اس کا آنجناب کی نبوّت میں ایک عظیم مدخل ہے اور اس کی معرفت حقیقتِ محمدی کی معرفت پہ موقوف ہے۔

ؔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہمارا رب قبل تخلیقِ عالم کہاں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ عماء میں تھا۔ عماء کے لغوی معنی ابر باریک ہیں۔ اور صوفیا کی اصطلاح میں اللہ کے نفس کا نفس ہے جس کو قلم وعقلِ کل نفسِ کل کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد حقیقت الحقائق ہے جو موصوف بالحقیۃ والخلقیۃ نہیں ہوتی اور یہ مرتبہ ذاتی ہے۔ بوجہ اپنے عدم اضافت کے کسی اسم یا وصف کا مقتضی نہیں یہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب ہے ان العماء مافوقہ ھواء وما تحتہ ھواء (عماء کے اوپر بھی ہوا ہے اور نیچے بھی ہوا ہے) (تقی النور)

[۲] اور وہ (اسی کا حکم) اپنے بندوں پر غالب ہے [۳] مقام مرکز [۴] اترنا۔

اہلِ بیت کی قبُور کی طرف توجّہ آپ نے تحریر فرمایا کہ میں ایک دن حضرات اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبُور کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے ان کو طریقۂ معرفت پر پایا جو اولیاء اللہ کے طریقوں کی اصل و بنیاد ہے۔

معرفتِ قُطب الارشادی آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک دن دورانِ طوافِ بیت اللہ میرے نفسِ ناطقہ سے ایک نورِ عظیم ظاہر ہوا جس نے تمام عالم کو اپنی گرفت میں لے لیا اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ قطب الارشادی کی پہچان اسی نور سے ہوتی ہے اور میں نے بیت اللہ کو دیکھا کہ ملاءِ اعلیٰ اور ملاءِ سافل کی ہمتیں اسی سے متعلق ہیں جس طرح نفس ناطقہ کا بدن سے تعلق ہوتا ہے اور میں نے بیت اللہ کو ان کی ہمتوں سے مالا مال دیکھا جس طرح گلاب کی پتی گلاب سے۔

خلافتِ باطنیہ آپ نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس معاملت پر مطلع فرمایا جو وہ فرمائے گا اور جو ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کرے گا اور مجھے دین و دنیا کے مواخذہ سے معصوم فرمایا اور مجھ پر اس نعمتِ عظمیٰ کا احسان رکھا کہ شاید ہی کوئی اس دولت سے فائز ہوا ہو اور مجھ کو رُودتِ عیش عطا فرمائی اور ہر سعادت میں سے ایک معتدبہ حصہ عطا فرمایا اور مجھے خلافت باطنیہ کی خلعت پہنائی۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے اپنی روح کو دیکھا کہ وہ دوچند ہو گئی اور بے اندازہ عظمت و وسعت پائی اور میں نے اس سر کا ادراک کیا کہ اس عظمت و وسعت کا نتیجہ حضرت الٰہیہ کے اسرار کا حلول ہے جو ملاءِ اعلیٰ میں منعقد ہوتے ہیں اور اسمائے الٰہیہ کی برکات کا نزول جو مدارک کلیہ میں منعقد ہو گئے ہیں۔

مبداء و معاد کے اسرار کا افاضہ اور حدیث ابو رافع رضی اللہ عنہ آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ پر مبداء و معاد کے اسرار نیز اہل جہنم کے لباس سرابیل من قطران اور اہل بہشت کے لباس سُندس و حریر نیز اہل جہنم کی روسیاہی اور اہلِ بہشت کی سرخروئی کے اسرار افاضہ ہوئے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مجھ پر کرامات کے طریقوں کے ظہور کے اسرار کا افاضہ فرمایا اور سر اہل دیار کے کرامتوں کے درمیان فرق سمجھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا سر جو آپ نے ابی رافع سے فرمایا جب ابو رافع سے سہ بارہ ذراع (دست) طلب کیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ بکری کے تو دو ہی ذراع ہوتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم سکوت کرتے تو یکے بعد دیگرے ذراع پاتے رہتے۔ میں مانگتا رہتا اور تم دیتے رہتے (یعنی وہ ختم ہی نہ ہوتے)

صراطِ مستقیم کی حقیقت آپ نے تحریر فرمایا کہ جب میں بیت اللہ کے اندر داخل ہوا اور اپنے باطن کی طرف متوجہ ہوا تو مجھ پر صراطِ مستقیم کی حقیقت نے تجلی کی اور میں نے پل صراط کو دیکھا کہ جہنم پر قائم ہے اور وہ حقیقت کے مجسموں میں سے ایک مجسمہ ہے اور میں نے بیت اللہ کے جوف کی اس حقیقت کے ساتھ ایک خصوصیت دیکھی (یہاں) مشاہداتِ موعودہ اور ہر مشہد کے اسرار و رموز ختم ہوئے اس کی تفصیل فیوض الحرمین میں لکھی ہوئی ہے جو اس پر واقف ہونا چاہیے وہ اس کی طرف رجوع کرے۔

شاہ صدر عالم کا بیان جب حضرت اقدس حرمین شریفین کے سفر مبارک سے اپنے دولت خانہ فیض آشیانہ واپس تشریف لائے حقائق و معارف آگاہ فضائل کمالات دستگاہ شاہ صدر عالم جو حضرت اقدس کے جد بزرگوار کے پوتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے فیوض الحرمین کے مشہد اول کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں آیا کہ کاش صاحبِ رسالہ کے مقام پر میں مطلع ہو جاتا۔ میں فجر کی اذان کے بعد پوری توجہ اور فراغت کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اللہ نے مجھ پر یہ عبارت القا فرمائی اقمناہ فی مقام الصدیقیۃ الکبریٰ[1] بعد ازاں میرے سر میں یہ ندا کی گئی کہ اس مقام پر اقامت کا ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح ہے جس طرح جبرئیل امین وحی کا ذریعہ تھے پس یہ ان کے لیے نہایت مبارک مقام ہے۔ اس کے بعد میں نے بقیہ رسالہ کا مطالعہ کیا اور اس کے تمام مشاہد مقدسہ کو واقع کے مطابق پایا۔

شاہ نور اللہ کا بیان حقائق و معارف آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کے حرمین شریفین تشریف لے جانے کے دوران اس ملک میں قحط پڑ گیا اور بارش بالکل غائب ہو گئی تمام مخلوق پریشان ہو کر گریہ و زاری کرتی تھی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ انہیں ایام میں ایک دن میں مراقب بیٹھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت اقدس نے حجاز سے اس ملک کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ اب بارش ہو گی۔ انہیں ایام میں خوب بارش ہوئی اور کثرت سے غلہ پیدا ہوا اور قحط دور ہوا۔ جب حضرت اقدس اس ملک میں واپس تشریف لائے تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ جس دوران یہاں قحط پڑ رہا تھا آپ حرمین شریفین سے اس ملک کی طرف توجہ فرما کر جہاز پر سوار ہوئے تھے۔

درویش محمد یوسف کا بیان ایک شخص محمد یوسف نام جو ایک عالم آدمی اور دیانت دار درویش تھے۔ ایک شخص دوست محمد سے کہ وہ بھی فاضل آدمی تھے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں اکثر اوقات ایک عزیز کے پاس جو تصوف میں مشہور تھے جایا کرتا تھا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ ان کے

---

[1] ہم نے ان کو صدیقیتِ کبریٰ کے مقام پر قائم کیا۔

عقائد اچھے نہیں ہیں اور ایک دوسرے شخص کے پاس بھی جایا کرتا تھا جس کی صحبت میں تاثیر تھی اور بظاہر وہ پابند شرع تھا۔ اور ان دونوں پر مجھے پورا اعتماد تھا۔ ایک دن میں نماز فجر کے لیے اٹھا۔ جماعت تیار تھی۔ صرف تکبیر کہنے کی دیر تھی۔ میں نے چاہا کہ دو رکعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جاؤں گا جیسے ہی نیت باندھنے کا ارادہ کیا وہ دونوں متمثل ہو کر سامنے آگئے اور مجھے نماز سے روکنے لگے میں نے ہر چند چاہا کہ ان سے رو گرداں ہو کر نماز شروع کر دوں لیکن باوجود میری کوشش کے یہ بات کسی طرح ممکن نہ ہوئی۔ ان میں سے ایک تو سجدہ کی جگہ پر بیٹھ گیا تاکہ میں سجدہ نہ کر سکوں اور دوسرا میرے پہلو میں کھڑا ہوا مجھے روکنے لگا گو کہ ارکانِ شرعیہ کی حقیقت میں میں راسخ الاعتقاد تھا لیکن اس بات سے مجھے شک پیدا ہوا اور جب کوئی چارہ نہ رہا تو عاجز آکر لاحول پڑھنے لگا۔ اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پریشانی پر پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ نماز کا وقت جا تا رہے گا۔ تمام بزرگان سابق یعنی اولیائے کرام اور انبیائے عظام کے فرداً فرداً نام لے رہا تھا اور ان سے مدد چاہ رہا تھا لیکن بے سود آخر کار مجھے یاد آیا کہ ایک بار حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ پریشانی اور مشکل پڑنے کے وقت مجھے یاد کر لینا۔ جیسے ہی میں نے حضرت اقدس کا نام لے کر مدد طلب کی دیکھا کہ حضرت اقدس تشریف لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں کے کان پکڑ کر میرے سامنے سے بھگا دیا۔ اور مجھے اس آفت سے نجات دی۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا یہ بات بھی حضرت اقدس سے عقیدت کی زیادتی کا سبب ہوئی۔

حافظ عبد النبی کا بیان | حافظ عبد النبی جو آپ کے مرید و خلیفۂ خاص ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب خواب میں سرور کائنات کو دیکھا جب میں نے اپنے سر کو آپ کے قدموں پر ڈالنا چاہا تو دیکھا کہ حضرت اقدس تھے۔

حضرت اقدس جدِ مادری کے مزار پر | ایک بار حضرت اقدس راقم الحروف کے وطن قصبہ پھلت تشریف لائے۔ عصر کا وقت تھا اور آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ اس مکان میں وہ انوار دکھائی دے رہے ہیں جو ملائکہ سفلی کے انوار کے مشابہ ہیں جو اس مقام کے لوگوں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نور میں حضور کو دخل نہیں ہے بلکہ اس قسم کے انوار کا انتشار (پھیلنا) محض اعمال جسدیہ (جوارح) سے ہے گویا وہ اعمال خاص طور پر ان انوار کا منشا ہیں لہٰذا ان

اپنے جدّ امادری کے مزار پر تشریف لے گئے اور بیٹھے بعد ازاں فرمایا کہ یہاں شہود و مشاہدے کے انوار ہیں جو قسم اول سے زائد لطیف ہیں اور دونوں قسموں کے درمیان فرق یہ ہے کہ قسم اول اس عالم کی اشیاء سے ہے اور قسم ثانی اشیائے عالم آخرت سے ۔

شاہ نور اللہ کا بیان حقائق و معارف آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مقام پر سرورِ کائنات تشریف فرما ہیں میں حاضر ہو کر دور کھڑا ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بچہ جو اتنا چھوٹا ہے کہ نشست و برخاست کی بھی طاقت نہیں رکھتا لیٹا ہوا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی اثنا آسمان سے ایک باریش شخص (ذات) اترا جس کے متعلق لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہی حق تعالیٰ ہے میں نے شکر ادا کیا کہ اللہ کو بھی دیکھ لیا۔ پھر اس شخص نے بلتے وقت اس لڑکے کو پکڑا اور بہ طریق دائگی (دایہ کے طور پر) اس بچہ کو کھلانے لگا۔ (یعنی) کھانا پینا دیا اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ بعد ازاں وہ شخص چلا گیا۔ میں نے چاہا کہ قریب جا کر زیارت کر دں۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ میرے مرشد برحق یعنی حضرت اقدس ہیں۔ ادام اللہ ظلال ارشادہ۔

فتح ابواب سماء حضرت اقدس ایک بار رمضان المبارک کے مہینے میں پھلت میں تشریف رکھتے تھے جب ستائیسویں شب ہوئی اثنائے تراویح راقم کی طرف متوجہ ہوئے اور کان میں فرمایا کہ یہ وقت انتشار روحانیت کا ہے اور آپ کے اس زمانے سے اشارہ شب قدر کے ظہور کا تھا۔ آپ کے اس فرمانے نے لباس غفلت اتار کر خلعتِ حضوری پہنا دی۔ اسی وقت سے عجیب و غریب آثار ظاہر ہونے لگے۔ جب نماز کے بعد حلقۂ ذکر ہوا اصحاب حلقہ کو انشراح تمام حاصل ہوا۔ اور بعضوں پہ وجد و بکا غالب آیا۔ صبح کے وقت فقیر نے اس بات کے معنی جو آپ نے فرمائی تھی پوچھے آپ نے زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد ظہور حقیقی ہے۔ حدیث نبوی میں اس سے "فتح ابواب سماء" کی تعبیر لی گئی ہے اس ظہور کی خاصیتوں میں سے ملائکہ اور روحانیاتِ سماویہ کا روحانیات ارضیہ سے اختلاط (میل) ہے۔ اور اس کے معنی اس وقت سے ظاہر ہوئے جب میں تقریباً نصف تراویح پڑھ چکا تھا۔ پھر میں نے چار دوگانہ پڑھے ایک دوگانہ باقی رہ گیا تھا کہ یہ معنی پوشیدہ ہو گئے اور اس کے انوار باقی رہ گئے۔

مثال: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہونے والی بات ہونے سے قبل ایک امر حظیرۃ القدس سے نازل ہوتا ہے اور عالمِ مثال سے عالم ارضی کی طرف منتقل ہوتا ہے پھر اس کے احکام زمین میں پھیل جاتے ہیں

اور اس کا مجھے ایک بار بہ ذاتِ خود مشاہدہ بھی ہوا کہ کچھ لوگوں میں آپس میں جھگڑا ہوا اور عداوت و کینہ اس حد تک پہنچ گیا کہ ان سے اس وقت مصالحت کرانا ممکن نہ تھا لیکن مدت دراز گذرنے کے بعد میں نے ان کی عداوت دور کرنے کے لیے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر التجا کی دیکھا کہ ایک نقطۂ نورانیہ مثالیہ حظیرۃ القدس سے زمین کی طرف نازل ہوا جیسے جیسے وہ اترتا تھا ان میں انبساط پیدا ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی باہمی عداوت کافور ہو گئی۔ اور میں ہنوز اس مجلس سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ ان میں آپس میں میل ہو گیا اور باہم محبت پیدا ہو گئی۔ اور آیۂ کریمہ وَهُوَ الَّذِي أَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ الخ کے اصل معنی ظاہر ہو گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

صاحبزادوں کی وفات کا کشف حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے بعض لڑکے ایک مرض میں مبتلا ہوئے۔ میرا دل ان کی طرف مشغول ہوا۔ نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ مجھے مشاہدہ ہوا کہ ان کی موت عالمِ مثال سے نازل ہو چکی ہے لہٰذا اسی رات ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت اقدس فرماتے تھے کہ ایک بار مجھے ایک شخص کی طرف سے انقباض (تکدر) لاحق ہوا اور یہ حال تقریباً دو گھنٹہ رہا اور اس بات کے ظاہر کرنے میں اپنے کو مجبور پاتا تھا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ انقباض کسی کی ہلاکت کا موجب ہوا اچانک اس کی جگہ پر ایک دوسرا شخص ختم ہو گیا اور وہ بچ گیا (زندہ رہ گیا) اور اس کے معنی بہت دقیق ہیں جس کا اظہار اس جگہ ممکن نہیں ہے۔ (یہ تکدر اس کی زندگی کا ضامن بن گیا کہ بزرگوں کا تکدر بھی بظاہر زحمت ہوتے ہوئے بھی سراسر رحمت ہے)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ بنی آدم کے گناہ (برائیاں) عالم مثال میں حقیقت انسانیہ کے نزدیک (جو اس عالم میں تمثیل رکھتا ہے) جمع ہوتی ہیں۔ پس اولاً شر وہ مذکورہ ایک کمزور جانور کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ پس ہمیشہ گنہگار لوگ پے درپے اس سے ملحق ہوتے رہتے ہیں اور ان صورتوں کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں انسان کی صورت میں ظہور پاتے ہیں اور یہی حقیقت و حال ہے جو اس کی (گنہگار کی) ناسوتی شکل میں متحد ہوتے رہتے ہیں۔

ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ ایک قوم برائیوں میں مبتلا ہوئی اور افعال بد کی مرتکب ہوئی یہاں تک کہ وہ برائیاں حشرات الارض میں سے ایک بدشکل اور کمزور جانور کی شکل میں متمثل ہوئیں میں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ان کے قتل سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ اگر یہ

قتل کر دیئے جائیں گے تو ان سے زائد سخت پیدا ہوں گے۔ اس وجہ سے کہ جس وقت یہ امر وجود میں آتا ہے اس کا زائل ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ یہ سن کر مجھ پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ پھر دوسری طرف متوجہ ہوا، دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام اس جگہ تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں اس بات کا اظہار کیا آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی انداز میں ان کے (اپنی قوم) ساتھ معاملت کرتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے میرا وہ خوف جاتا رہا اور اطمینان حاصل ہوا اور اس وقت یہ واضح ہوا کہ قیامت کا ہر بھی یہی ہے (کے پیچھے بھی یہی راز ہے)

دنیا کو بشکل عورت دیکھنا حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دنیا کو ایک عورت کی شکل میں دیکھا کہ لوگوں کی ایک فوج اس کی عاشق و شیدا ہے ان میں سے بعض اس کے عشق میں جوگی بنے ہوئے ہیں اور بعض انتہائی کمزور و نحیف ہیں اور وہ ان میں سے کسی کی طرف متوجہ نہیں بلکہ میری طرف بصد شوق راغب ہے اور اپنی طرف بلا رہی ہے اور اس کے طالب اس کا سوز د اشتیاق میرے سامنے بیان کر رہے ہیں۔ باوجود اس سب کے مجھے اس سے دور دور رہنے کی خواہش ہے اور حیا بھی دامنگیر ہے۔ جب اس کی طرف سے بہت زائد طلب بڑھی تو میں بنہایت نفرت وہاں سے بھاگا اور زمین کے آخری کنارے پر جا پہنچا وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام موجود تھے انہوں نے مجھے اٹھا کر میرے مقام پر پہنچا دیا اور اس عورت کو قتل کر کے دوبارہ پھر زندہ کیا اور میرے عقد نکاح میں دے کر کہا کہ اب یہ تم کو ضرر نہ پہنچائے گی۔ اس کے بعد میری وہ نفرت و وحشت زائل ہو گئی۔

آپ کے فرمان کی برکت ظاہر ہو گئی: اس دوران جب کہ قطب الملک سلطان سید عبداللہ خاں تخت شاہی پر بیٹھے کچھ عرصہ بعد ان کو ایک سخت مرض لاحق ہوا۔ بیماری نے اس حد تک طول کھینچا کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ خان مذکور کو اس کی فکر لاحق ہوئی کہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ خواجہ محمد سلطان نے کرامت مآب حضرت اقدس کے حضور میں عرض کیا کہ شاہ زادے تو بہت ہیں۔ معلوم نہیں کہ سلطنت ان میں سے کسی کی قسمت میں ہے؟ حضور توجہ خاص اور کشف سے اس بات پر مطلع فرمائیں آپ نے زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ "تخت سلطنت تو سلطان روشن اختر ہی کا ہے اور وہی مستقبل بادشاہ ہوگا"۔ چونکہ خواجہ محمد سلطان ان کے باپ کے معتمد ملازمین میں تھے اس خبر البشارت اثر سے نہایت خوش ہوئے اور اس بات کو شاہزادے کی خدمت میں عرض کیا اور وہ اس وقت

سے اس منصب کے منتظر رہے۔ لیکن جب عبداللہ خاں کی وفات کے بعد ان کے بھائی تختِ شاہی پر بیٹھے تو ان کو قدرے پریشانی اور ملال ہوا تاہم حضرتِ اقدس کے فرمانے کے بموجب ان کی بشارت کے منتظر رہے۔ کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ مستقل طور پر بادشاہ ہو گئے اور آپ کے فرمان کی برکت بہ نفس نفیس ظاہر ہو گئی۔

بعینہٖ وہی ہوا جو زبان غیب ترجمان نے فرمایا جس زمانہ میں سید حسین علی خان کو مغلوں نے قتل کر دیا اور بادشاہ کو گرفتار کرکے ہجوم کیا اور سید عبداللہ خان بادشاہ اور فوج کے مقابلہ کے لیے کثیر فوج لے کر نکلے اور سلطان ابراہیم کو تختِ شاہی پر بٹھا کر خود جنگ کے لیے مستعد ہوئے۔ خواجہ محمد سلطان نے ولایت مآب حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس جنگ میں فتح کس کو نصیب ہو گی؟ آپ نے ان سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ خاں کی ساری فوج متفرق ہو گئی ہے اور اس کا ہاتھی میدان میں تنہا رہ گیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کی فوج کو شکست ہو گی اور فتح محمد شاہ کی قسمت میں ہے۔" انجام کار جب جنگ چھڑی تو بعینہٖ وہی واقع ہوا جیسا حضرت اقدس نے زبان غیب ترجمان سے فرمایا تھا۔

حالتِ الٰہیہ کا طاری ہونا حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک رات خواب میں مجھ پر حالتِ الٰہیہ طاری ہوئی اور عجیب کیفیت رونما ہوئی۔ اس وقت یہ شعر بے اختیار زبان پر جاری تھا ؎

رَاَیتُکَ رَبِّی فِی المَوَاطِنِ کُلِّھَا ۔۔۔ فَبِالقَلبِ اِدرَاکاً وَبِالعَینِ اِبصَاراً[۱]

اور اس شعر سے اس حالت کی تعبیر لی۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو بیت مذکورہ یاد تھی۔ اس فقیر نے جناب ولایت مآب کی خدمت میں عرض کیا کہ اس حالت کی وضاحت فرمائی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حقیقت الحقائق کا اس کی تمام تجلیات کے ساتھ انکشاف تھا اس حیثیت سے کہ اگر اس ادراک کو احاطہ کہا جائے تو بعید نہیں ہے۔

اقسام شرک حضرت اقدس نے فرمایا کہ شرک کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرکِ عبادت[۲] ہے۔

---

[۱] اے میرے پروردگار میں نے تجھے دیکھا ہر مقام پر قلب سے ادراک کرتے ہوئے اور آنکھ سے دیدار کرتے ہوئے (یعنی بصارت و بصیرت سے) [۲] شرک عبادت کا تعلق ساجد کی نیت پر منحصر ہے یعنی اگر سجدہ کرنے والا اپنے معبود کو کمالِ قدرت اور عالم کی تدبیر غیبی کرنے والا سمجھتا ہے تو وہ سجدۂ عبودیت ہے لیکن اگر کسی غیر معبود کو اپنی ذلت کے اظہار کے لیے سجدہ کرے تو وہ شرک نہیں ہے۔ بلکہ یہ سجدۂ تعظیمی ہے نہ کہ سجدۂ عبادت۔

اور اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ غیر خدا کے لیے انتہا درجہ کا تذلّل ہے جو قدرت کے اعتقاد اور تدبیر یعنی کل من السمٰوات والارض سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا اعتقاد یہ ہو کہ غیر خدا مُدبّر اَرض و سما ہے اور وہ خضوع و تذلّل جس سے ایسا اعتقاد نہ پیدا ہو وہ شرک میں داخل نہیں ہے۔

علم سِرّی: ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ ایک قوم ایک زہریلی بھڑ کے سامنے سجدہ ریز ہے اور وہ اپنے پر پھڑ پھڑا رہی ہے۔ اس وقت اللہ نے میرے قلب میں ڈالا کہ کیا تم اس قوم کو ظلمت شرک میں مبتلا پاتے ہو یا ان کی خطاؤں نے ان کو لپیٹ میں لے لیا ہے میں نے کہا کہ میں اس ظلمت کو ان میں نہیں پاتا اس لیے کہ اگرچہ وہ اس بھڑ کو اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہیں تاہم اس درجۂ تذلل کو جو عبادت ہے اس تذلل سے مخلوط نہیں کیا ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کو ایک سرِ عظیم سے واقف کیا گیا ہے اور اس روز ہمارا دل اس علم سرّی کے لباس سے ملبوس ہوا اور ایک خاص حقیقت پر بصیرت کا ظہور ہوا۔

حاجت روائی کا طریقہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب کسی مسکین کو کوئی سخت ضرورت پیش آتی ہے تو وہ بارگاہ الٰہی میں گڑ گڑا کر اپنی حاجت عرض کرتا ہے اور جودِ الٰہی جوش مارتا ہے پھر کبھی وہ کسی صاحبِ استعداد کے دل میں الہام فرماتا ہے کہ وہ اس حاجت مند کی حاجت روائی کر دے اور رضائے الٰہی اسے اس کی توفیق عطا فرماتی ہے اور ہر طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

خاص حقیقت پر بصیرت کا ظہور ایک دن ایک مسکین نے مجھ سے سوال کیا میں نے اپنے دل میں الہام الٰہی پایا کہ وہ مجھے اس کی حاجت روائی کا حکم فرما رہا ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے اجر کی بشارت دے رہا ہے پس میں نے اس کی حاجت پوری کر دی پھر مجھے اس کا مشاہدہ ہوا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور میں نے جود و عطا کے دروازہ کو کھلا ہوا اور قلب میں الہامات کا نزول اور راحت کا ظہور دیکھا۔ پھر ان تمام امور کا بہ نظر بصیرت مجھے مشاہدہ ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک

ملائکہ سُفلیہ کی شکلیں حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز ملائکہ سفلیہ کی ایک جماعت مختلف شکلوں میں مُتشکل ہو کر ظاہر ہوئی ان میں سے بعض مدور تھے۔ بعض مُثلث بعض مُسدس اور بعض غیر متعارفہ شکلوں میں متشکل تھے۔ اور ان کا مزاج معدنیات کے مزاج کے مشابہ تھا۔

جنتی چڑیا حضرت اقدس کے مریدوں میں سے ایک صالح طالب عنفوان شباب میں قضا کر گیا حضرت اقدس کچھ عرصہ بعد اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر متوجہ رہ کر ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی قبر نورانی

ہے اور یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا کے مثل ہے۔

مخصوص و منفرد کھانا حضرت اقدس نے ایک بار شاہ نور اللہ کو کسی کام کے سلسلہ میں قصبہ سونی پت بھیجا جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ بتایا ہے کہ میاں نور اللہ میرے لیے ایک خوش خبری لے کر آئیں گے۔ چند روز بعد جب شاہ نور اللہ قصبہ سونی پت سے واپس آئے تو ان سے اس بشارت کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں نے امام ناصر الدین محمد کو (جن کا مزار سونی پت میں ہے) خواب میں دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں اور حضرت اقدس اور میں اور یہ فقیر تینوں کھانا کھا رہے ہیں۔ امام نے کہا کہ یہ کھانا نہ دنیا کے کھانوں میں سے ہے نہ جنت کے کھانوں میں سے بلکہ یہ وہ ہے جس کو اللہ نے صرف تمہارے لیے مخصوص کر دیا ہے اور اسی رات یہی خواب بعینہ سونی پت کے ایک نوجوان نے بھی دیکھا۔

حفت الملائکہ کی تعبیر

ایک روز حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج رات میں قرآنی سورتوں کا ورد کر رہا تھا کہ اسی اثنا انوار ملکیہ ظاہر ہوئے ان کی شعاعیں اتنی تیز تھیں کہ محسوس ہوتی تھیں معلوم ہوا کہ حدیث میں جو حفت الملائکہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہی انوار ہو سکتے ہیں اگرچہ اس کے معنی دوسرے بھی ہوں گے۔ نیز اس وقت ارواح طیبہ کی توجہ اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس کی توجہ ہوئی اور اس وقت یہ واضح ہوا کہ ان سب کا ظہور اس عمل کی قبولیت کی علامت ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بعض اوقات قبولیت کی علامت عمل کرنے کے دوران ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مسلمانوں کی بیعت حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان سے بیعت کر رہی ہے اور صحبت اختیار کر کے ان سے اخذ فیض کر رہی ہے۔ پھر مجھے یہ دکھلایا گیا اور میرے دل میں القا ہوا کہ یہ ملت اسلام کے نصاریٰ ہیں اور مجھ پر یہ انکشاف کیا گیا کہ اگرچہ وہ شریعت میں تابع اسلام ہیں لیکن در فیض ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے کھلا ہے اور ان کی نسبت آنجناب سے ماخوذ ہے اور ان کا استدلال ظاہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تفویض پر منحصر ہے اور ان کے قلوب ان کی اتباع پر متحد ہیں اور آپ ہی کی نسبت سے فنا فی الشیخی کا رتبہ رکھتے ہیں اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ فرماتے ہیں عین موافق شرع محمدی ہی ہے نیز کچھ وہ چیزیں ایسی ہیں جو شریعت محمدیہ میں خطاب ذاتی سے

مخصوص ہیں لیکن علمائے ظاہر اس سے واقف نہ ہوسکے ہیں اور اس کو شریعت کا حکم سمجھ لیا ہے یا جب ان پر یہ بات مشتبہ ہوئی تو انہوں نے احتیاط برتی ہے[1] اور وہ معاملات جو وہ شرائع کے ساتھ کرتے تھے ان کی نسبت بجالائے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر دونوں قسموں میں تمیز فرمائیں گے۔ بعض عام لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے اور گمان کرتے ہیں کہ یہ شریعت محمدیہ کی مخالفت ہے۔ راسخین فی العلم اس کو ظاہر کرکے اشکال رفع کریں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھنا حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار زمانۂ طفولیت میں واقعہ میں حضرت ابوحنیفہ کو دیکھا دراز قد۔ گندمی رنگ۔ سیاہ داڑھی کھڑے ہوئے یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں۔ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ[2] اور مجھے مخاطب کرکے فرما رہے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی محافظت سے مطلب یہ ہے کہ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد سے غروب آفتاب تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہنا چاہیے اور اسی واقعہ میں یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص نے میرے ہاتھ میں ایک کتاب دے کر کہا کہ اس میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے احادیث جمع کی ہیں اور اس کا نام "شفا" ہے۔

روح دوبارہ بدن میں ضم ہوگئی حافظ عبدالنبی بیان کرتے ہیں کہ ان دنوں حضرت اقدس کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز عشاء اخذ فیض کرنے والوں کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ ایک دن کسی اہم کام کی وجہ سے آپ کو عجلت ہوئی اور توجہ کا وقت کم تھا۔ اس وقت اس فقیر کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ جیسے مجھ میں ایک گرہ پڑی تھی جو آپ کی توجہ خاص سے کھل گئی اور میرے اندر سے میری روح باہر نکلی تھی۔ تو ایک نور متعین تھا، بدن کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ محض خالی ہے اور ظلمانی۔ یا گویا بوسیدہ کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس وقت مجھ پر ایک ذوقی حالت طاری تھی اور یہ تمنا تھی کہ کاش اب اس جسم عنصری کی طرف واپسی نہ ہو اور یہ حال تقریباً چار ساعت رہا بعد ازاں میں نے دیکھا کہ روح دوبارہ بدن میں ضم ہوگئی اور میلے پانی کی طرح ہوگئی۔

---

[1] جو شریعت حضرات محدثین کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے اس میں احکام ذاتی اور عام احکام میں تمیز نہیں کی گئی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قرب قیامت کی بعثت میں تمیز فرمائیں گے راسخین فی العلم کو چاہیے کہ اشکال رفع کریں

[2] پابندی کرو نماز کی اور خاص طور پر نماز وسطیٰ کی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواجہ محمد سلطان کی لڑکی کی شادی کے دن قریب آ گئے تھے اور انتظامات نیز جہیز کی فراہمی کے لیے ایک بڑی رقم درکار تھی جو بظاہر اس وقت بہت مشکل تھا۔ اس سلسلہ میں کئی بار دعا مانگی۔ ایک رات خلاف معمول دیر تک جاگتا رہا جس کی وجہ سے سستی اور اعضا شکنی پیدا ہو ئی۔ پس درمیان خواب و بیداری کے تھا میں نے دیکھا کہ ان کی تمنا کے حصول کا زمانہ قریب آیا اور عنقریب ان کا کام پورا ہو گیا۔

عظمت انفاس العارفین حقایق آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن کتاب "انفاس العارفین" (جو حضرت اقدس کی تصنیف ہے اور اس میں آپ نے حضرت بزرگ شاہ عبدالرحیم اور شیخ ابوالرضا قدس سرہما کے حالات تحریر فرمائے ہیں) دیکھ رہا تھا، حضرت حافظ عبداللہ قدس سرہٗ کے حال پر پہنچا تھا۔ کہ نیند آگئی اور کتاب مذکور سینہ پر رکھی رہ گئی گیا دیکھتا ہوں کہ کتاب مذکور میں ہر بزرگ کے نام کے نیچے ان کی روح موجود ہے اور اس کتاب کے ہر لفظ کے نیچے ایک نور عظیم ہے اور الفاظ بہ نسبت ان ارواح وانوار کے مثل عینک کے ہیں۔ تقریبا دو تین ساعت تک میں اس مشاہدہ سے محظوظ ہوتا رہا۔ پھر جاگ پڑا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ خطیرۃ القدس سے مجھے ایسے لفظ سے پکارا گیا جو اطمینان ظاہری کا مشعر ہوتا ہے۔

سحر اور اس کی حقیقت حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ سمندر کے کنارے کھڑا ہوا ہوں اور اس جگہ ایک شخص دیوانہ اور برہنہ بھی ہے اور اس کے مزاج میں طفلانہ حرکات ہیں۔ اور پیر کی انگلی سے ہزار ہا من کا لنگر اور بھاری (بڑی بڑی) چٹانیں اڑا رہا ہے اور ایک جماعت اس کے ساتھ ہے۔ میں اس کی ان عجیب حرکتوں سے متعجب ہوں۔ ناگاہ اسی اثنا ایک عربی شخص جو صالحین میں سے تھا بیچ سمندر سے نکلا اور پکار کر کہہ رہا ہے کہ لوگو! خافوا۔ خافوا۔ (ڈرو۔ ڈرو) میں سمجھ گیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں وہاں سے بھاگ جاؤں۔ لہٰذا میں وہاں سے بھاگا اور فرضہ[1] کے دروازہ کو بند کر دیا جو میرے اور اس شخص کے درمیان حائل ہو گیا وہ دیوانہ میرے بھاگنے سے وحشت زدہ ہو کر جھپٹا اور سمندر میں غوطہ لگا گیا اس کے غوطہ لگانے سے پانی سے جو لہر اٹھتی تھی مثل آگ کے تھی اور ایک خوفناک ہاتھی کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ لعد ازاں وہ غائب ہو گیا۔

---

[1] دریا کا دہانہ منبع (المنجد)

میں یہ دیکھ کر متحیر تھا اور مبدأ فیاض سے اس کا حال جاننے کا طالب تھا۔ ناگاہ یہ الہام ہوا کہ یہ شخص عفریت ہے (عفاریت جنوں میں سے ہے) اور ہندی زبان میں اسے "بیر" کہتے ہیں۔ دو فرقوں کی قوتیں (بے حد) لامتناہی ہیں ایک تو یہ فرقہ (یعنی عفاریت وغیرہ) ان کے نفوس کی جبلت کا تقاضہ یہ ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہو جائیں اس کی طرف شدید ترین توجہ کر سکتے ہیں بخلاف انسان کے جو ایک بھاری پتھر اٹھا سکتا ہے لیکن اپنے ضعف طبعی کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا اور دوسرا فرقہ کاملین کا ہے جن کی ہمت کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہے اور ان کی ہمت کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی حد کہاں تک ہے اور ان دونوں فرقوں کے درمیان اس جہت سے ایک عظیم فرق ہے کہ کاملین میں درحقیقت خود کوئی قوت نہیں ہے بلکہ وہ ساری قوت اس شخص اکبر کی ہے جو اجتماع اسباب اور مصلحت کلیہ کے انحصار کے وقت فوارہ کی طرح اس کامل میں ظہور فرماتی ہے اور ان عفاریت کی قوت ان کے نفوس میں ودیعت ہے۔ اور یہ بھی الہام فرمایا کہ جب بندوں میں سے کسی بندہ کو اس کے ظلم کے ہاتھوں سے نجات دینا چاہتے ہیں تو اس قوم کی نظر کو اس کی جانب سے ہٹا دیتے ہیں۔ اور اسی طرح قرآن اور اسمائے عظام کا پڑھنا بھی اسی جہت سے اثر کرتا ہے نہ کہ مقابلہ کی جہت سے اور معلوم ہوا کہ سحر کی حقیقت ان قویٰ کا متوجہ ہو جانا ہے کسی شخص کی ایذا رسانی کے لیے کسی وجہ سے خواہ ذریعہ الفاظ ہو یا طلسم سے یا ہمت سے یا اور کسی طریقہ سے اور یہ فقیر لفظ سحر سے اسی قسم کی توجیہہ مراد لیتا ہے۔

حضرت اقدس نے ایک دن اس فقیر سے بزبان غیب فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نظام منزل میں انتشار پیدا ہوگا (گھریلو معاملات میں الجھن پیدا ہوگی) اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد انتشار رونما ہوا۔

سحر اور اس کا علاج حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے ایک دن بطریق وجدان محقق ہوا کہ کسی نے سحر کیا ہے اور اس کا اثر بہت سخت ہے اور اس کا علاج دودھ ہے پس جلد اس کو اختیار کیا گیا۔ جب جمعہ کے دن وقتِ مقررہ پر بریلی پہنچا تو عجیب حالت طاری ہوئی۔ سارے حواس ایک سو ہو گئے اور صریح خطاب نازل ہوا کہ واپس جاؤ۔ جو کچھ دودھ سے مقصود تھا حاصل ہو گیا دوسرے دن صبح کو واپسی ہوئی خطاب نازل ہونے کے وقت سے رنج و ملال کا اثر نفس پر تھا اور جب عالم مثال

لہ دریا کا دہانہ منبع (المنجد)

میں تدلیاتِ الٰہیہ اور ان کے انوار یا ارواحِ سلف کی جانب توجہ ہوتی تھی فوراً مضمحل (دور) ہوجاتا تھا اور دوبارہ کمی کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ یا لکلیہ جاتا رہا اور خارجی اثر بھی زائل ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

وہ دودھ ہمارا بھیجا ہوا تھا

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز کسی وجہ سے کچھ تھوڑا سا میں نے کھالیا تھا۔ شب کے وقت اچانک حافظ عبدالنبی کے دل میں یہ خیال آیا کہ میرے لیے دودھ لائیں۔ پس وہ لائے۔ تھوڑا سا میں نے پیا پھر ایک دوسرے شخص کو دیا اس نے نہ پیا اور پھینک دیا۔ اسی وقت میں باوضو سوگیا۔ واقعہ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ روحیہ کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں وہ دودھ ہمارا بھیجا ہوا تھا۔ وہ شخص جس نے اس عطیۂ عظمیٰ کو قبول نہ کیا وہ ایک بڑی سعادت سے محروم رہا۔"

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت بحت مجھ ہی سے منکشف فرمائی۔ نفس ناطقہ میں ایک نقطہ نورانیہ کی صورت میں کہ اس کی شعاعیں اس کا احاطہ کر رہی ہیں جب بھی اس کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا تھا اپنی ہمت سے اس کو معظم و مفخم رکھتا تھا اور اس سے احسان کی معاملت کرتا تھا۔ اور اس کی فخامت و عظمت خواب اور واقعہ میں دیکھتا تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز کسی کام کے سلسلہ میں اپنے گھر سے اٹھا اور جانے کا ارادہ کیا اثنائے

۱۔ پہلے حظیرۃ القدس سے اطمینانِ ظاہری کا مژدہ ملا۔ پھر سحر کا مشاہدہ ہوا اور یہ عرفان حاصل ہوا کہ عفاریت کو توجہ کی غیر معمولی قوت حاصل ہوتی ہے جو ان کے نفوس میں ودیعت ہوتی ہے اور جب ان ظلم سے کسی کو بچانا مقصود ہوتا ہے تو اس شخص کو یا قوم کو ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ قرآن اور اسمائے عظام کے پڑھنے سے بھی یہ بات حاصل ہوتی ہے اور اس عرفان سے آپ بھاگ کر اپنے کو اس کی نظر سے پوشیدہ کیا۔ پھر آپ کے وجدان نے آپ کے نظامِ منزل منتشر ہونے کی جانب اشارہ کیا۔ یعنی آپ کو معلوم ہوگیا کہ کوئی باطنی پریشانی لاحق ہونے والی ہے۔ پھر وجدان ہی سے یہ محقق ہوا کہ کسی نے سخت قسم کا سحر کیا ہے اور اس کا علاج دودھ ہے چنانچہ آپ نے فوراً دودھ استعمال فرمایا پھر جب آپ قصبہ بریلی پہنچے تو عجیب حالت طاری ہوئی۔ سارے حواس یکسو ہوگئے اور صریح خطاب نازل ہوا کہ واپس جاؤ، جو کچھ اس سے مقصود تھا حاصل ہوگیا یعنی تم کو سحر کی معرفت حاصل ہوگئی۔ لیکن واپسی کے خطاب سے حزن طاری ہوا جو عالم مثال میں تدلیات الٰہیہ اور ان کے انوار یا سلف کی ارواح کی جانب متوجہ ہونے سے مضمحل ہوجاتا تھا۔ اور دوبارہ کمی کے ساتھ ظاہر ہوتا تھا اسی طرح رفتہ رفتہ زائل ہوگیا۔ (تلقی الانوار)

راہ کسی مرد یا عورت کی جانب متوجہ ہوا ان میں گناہوں کی ظلمت کا مشاہدہ ہوا۔ الا ماشاء اللہ

حضرت اقدس کے ایک خادم نے آپ کے آستانہ سے بہت دور اپنے وطن میں چلّہ کھینچا۔ ان ایام میں بیشتر یہ ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ ذریعہ عریضہ سوال کرتا عریضہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت اقدس کے وہاں سے اس کو جواب مل جاتا تھا اور جو کچھ آپ ان احوال کے حصول کے لیے حکم فرماتے تھے ان کلمات کے احاطہ کے ساتھ اس حالت کا افاضہ بھی فرماتے تھے کہ سرفراز نامہ کا مطالعہ کرتے ہی وہ حال اس پر ظاہر ہو جاتا تھا۔

۱۲ ربیع الاوّل کی نیاز۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بارہویں ربیع الاول کو حسب دستور قدیم میں نے قرآن پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز تقسیم کی اور موئے مبارک کی زیارت کی اثنائے تلاوت ملاءِ اعلیٰ حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُرفتوح نے اس فقیر نیز فقیر کے دوستوں کی طرف نہایت التفات فرمایا اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاءِ اعلیٰ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کا دائرہ ہے کہ ان کے ناز و نیاز اس سے عروج کر رہی ہیں اور برکات و نفحات اس سے نزول کر رہے ہیں۔ تم و ثم۔

حضرت اقدس نے ایک بار فرمایا کہ مجھے ایک دریا آگ کا نظر آرہا ہے جو عالم ناسوت میں داخل ہو چکا ہے (اب) بڑے بڑے حادثات رونما ہوں گے۔ اگرچہ حقیقت میں فتح و ظفر ملتِ محمدیہ ہی کے مقدر میں ہے جو دم بدم مثل فوارہ جوش زن ہے اور حقیقتاً اسی قسم کے فتنے ملت و حکومت کے امور میں پیدا ہوئے جن کا تدارک بجز تائید غیبی ممکن نہ ہوا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ کو دیکھا کہ فقیر کے غریب خانہ پر تشریف فرما ہیں، اور مجلس توجہ قائم ہے اور آپ کے مقابل میاں نور اللہ بیٹھے ہیں۔ لیکن اپنی دونوں آنکھیں کھلی چھوڑ دی ہیں اور ادنیٰ تاثیر جو ان پر ظاہر ہوتی ہے حرکت کرتے ہیں اور سر ہلاتے ہیں۔ جب مجلس توجہ قریب ختم کے پہنچی یہ فقیر اندر آیا اور ختم کے بعد ان سے سوال کیا کہ کیا آنکھ نہ بند کرنا اور سر ہلانا حضرت کے حکم سے تھا کہنے لگے کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا اس وقت رنج و ملال کرنے لگے۔ اس فقیر نے جو حضرت کے منتسبین سے ہے، کہا کہ ان کے حال پر توجہ ضروری ہے اور حضرت اقدس کی اس فقیر کے حال پر توجہ معلوم ہے ہی کہ حد بیان سے باہر ہے یقین ہے کہ تھوڑی دیر بعد مُبدّل بہ رحمت ہو جائے گا۔ اس وقت میں نے فاتحہ کے لیے عرض کیا آپ نے فاتحہ پڑھ کر دعا کی اثنائے فاتحہ میں نے کہا کہ عبدالنبی کے حق میں بھی پھر میں نے کہا بلکہ عَبدِیِ النّبویؐ کو۔ گویا ان کے ہمراہ کوئی دوسرا بھی

بیٹھا ہے اس وقت ایک شخص پر جو مجلس توجہ میں ذکر زبانی میں مشغول تھا بے حد عتاب فرمایا اس فقیر نے ہر چند اس کو منع کیا لیکن نہ مانا اس وقت آپ گھر گئے اور جب اندر سے لوٹے تو اس مبارک جگہ سے جہاں آپ بیٹھے تھے نور اللہ پر دوبارہ توجہ فرمائی۔ اس بار انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سر جھکا لیا اور سکون سے بیٹھ گئے۔ یہ فقیر عین مجلس توجہ میں آیا انہوں نے چاہا کہ بہ تواضع اٹھیں یا کچھ حرکت کریں میں نے ہاتھ اور سر سے اشارہ کیا کہ حرکت نہ کرو۔

شیخ محمد عابد علیہ الرحمۃ کا واقعہ | شیخ محمد عابد جو ایک مردِ حق آگاہ اور صوفی باصفا تھے۔ اور حضرت اقدس کے جدِ مادری کے مرید تھے اور ان کی رحلت کے بعد عرصہ دراز تک حضرتِ اقدس کی خدمت میں رہے اور آپ کے فیوض سے بھی بہرہ اندوز ہوئے نیز شرف اجازت سے سرفراز ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ ایک بہت بلند مقام ہے اور اور اس مقام پر بہت سے صحابۂ کرام اور اولیائے عظام جمع ہیں اور ان کے درمیان ہمارے حضرتِ اقدس بھی تشریف فرما ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلیتاً آپ کی طرف اس انداز سے متوجہ ہیں کہ کسی دوسری طرف التفات نہیں فرماتے۔ ناگاہ حضرتِ اقدس کسی کام کی غرض سے اٹھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مجلس میں لوگوں کو حضرت اقدس کی تعظیم و تکریم کی رغبت دینے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے۔

اہل اللہ کی رضا | حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے اپنی والدہ ماجدہ کو خواب میں دیکھا کہ ایک چشمۂ آب کی طرف جو پتھر سے نکلا ہے اور شاید چشمہائے بہشت سے ہے اشارہ کر کے کہہ رہی ہیں کہ اگر فلاں شخص میاں اہل اللہ کو (جو حضرتِ اقدس کے برادر خورد ہیں) راضی کر دے تو یہ چشمہ اس کو دے دیں ورنہ نہ دیں۔

نفسِ ناطقہ کا متشکل ہونا | حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک دن مبدأ فیاض سے مجھے دکھلایا گیا کہ اس فقیر کے نفسِ[1] ناطقہ کو متشکل کیا اور اس صورت کے علوم (یعنی) علم تدبیر۔ علم خلق۔ علم ابداع۔ علم تدلی جو کمالات ادلیعہ الٰہیہ ہیں۔ اور علم تہذیب نفس ہے۔ عطا فرمائے اور یہ علوم اس قسم کے نہیں ہیں کہ جو دو ایک صفحے میں لکھے جا سکیں بلکہ ہر ایک علم بسیط ہے اور اس کے بیان کیلئے ایک دفتر چاہیئے

---

[1] نفسِ ناطقہ روح انسانی کو کہتے ہیں۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی سے یہی مراد ہے اور یہ قلب اور روح القدس کے درمیان برزخ ہے اور روح حیوانی اس کا مرکب ہے۔ جب قلب مصفیٰ ہو جاتا ہے تو وہ بھی روح کا رنگ پکڑ لیتا ہے اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے قلب کو بھی نفس ناطقہ کہہ دیا ہے۔ (تقی انور)

فاتحہ کا حلوہ اور مرض کا ازالہ

عرب کا ایک شخص احمد یار جانام لرزہ وبخار میں مبتلا ہوا۔ بیماری روز بہ روز بڑھتی گئی۔ ایک دن اس نے خواب دیکھا کہ سید عبدالرحمٰن سقاف جو سادات آلِ علی رضی اللہ عنہ میں سے ایک ہیں اور حضرموت میں دفن ہیں (کے مزار پر) زیارت کے لیے گیا اور ہمارے حضرتِ اقدس بھی وہاں تشریف فرما ہیں اور آپ نے ان بزرگ کے لیے بغرضِ ایصالِ ثواب سورۃ یٰسین پڑھی۔ اور اس شخص نے سورۂ ملک پڑھی، بعدازاں دونوں نے فاتحہ پڑھا، حضرتِ اقدس نے تھوڑا حلوہ اسے عنایت کرکے فرمایا کہ لو اسے کھالو تمہارے مرض کا ازالہ اسی حلوہ کے کھانے میں ہے۔ بعدازاں وہ جاگ پڑا اور حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے اس واقعہ کی تصدیق فرماتے ہوئے سورۂ یٰسین اور پھر سورۂ ملک تلاوت فرمائی۔ اور ان بزرگ پر فاتحہ پڑھا اور حلوہ منگوا کر اس سے فرمایا کہ کھاؤ تمہارا ازالۂ مرض اسی میں ہے۔ وہ (تعمیل ارشاد میں) اسے کھا کر اپنے گھر واپس گیا چند ہی روز بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "اَکَلْتُ الْحَلْوٰی زَالَتِ الْبَلْوٰی"[1]

عرب اُمراء مزارِ ولی پر

محمد قاسم نام کا ایک عرب دیو شاہجہاں آباد کی ایک عربی سرائے میں رہتا تھا بیان کیا کہ سرائے مذکورہ کے بعض عرب امراء ضعفِ سلطنت کے بارہ میں متفکر تھے اسی شب خواب دیکھا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی درگاہ میں حاضر ہیں اور ایک کثیر جماعت قضیۂ مذکور کے سلسلہ میں متفکر ہے اور حضرتِ اقدس گویا صاحبِ اختیار ہیں اور اس قسم کے امور آپ ہی سے متعلق ہیں۔ اس جماعت نے آپ سے رجوع کرکے اپنا سوال عرض کیا، حضرتِ اقدس نے شیخ کے مزار پر جاکر اس بارہ میں مشورہ کیا اور تھوڑا تبرک مزار کا لے کر باہر آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جو بُرے دن گزرنا تھے وہ گذر چکے اب آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا کرم شاملِ حال ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مثالیہ سے افاضہ

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کے مقابل بیٹھا ہوں۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین صورتِ مثالیہ افاضہ فرمائیں۔

اوّل جسمی جس کی اعلیٰ و اسفل کی سمتیں بہت کشادہ ہیں اور اس کی بلندی اسفل سے چوڑائی میں زیادہ ہے اور اعلیٰ سے اسفل تک تدریج ہے جس طرح جسمِ مخروطی میں ہوتا ہے اور وہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] میں نے حلوہ کھایا مرض دور ہوگیا۔

وسلم کی نسبت خاصہ کی مثال ہے۔

دوسری صورت ایک مُدَوَّر شکل میں جیسے ایک طبق زمین پر رکھا ہوا اور اس کے بیچ میں ایک لکڑی کھڑی ہوئی ہو اور وہ ان سالکوں کی نسبت کی تصویر ہے جنہوں نے جذب سے چنداں نفع نہ پایا۔ تیسری صورت یہ تھی کہ ایک جسم دوسری قسم کے مشابہ ہے مگر اس میں فرق یہ ہے کہ وہ لکڑی زمین پر رکھی ہوئی ہے اور وہ طبق اس پر رکھا ہوا ہے اور وہ ان مجذوبوں کی نسبت کی صورت ہے جو مراتب سلوک سے چنداں نفع نہیں رکھتے اور ان صورتوں کو دکھلانے کے دوران تین باتیں القا فرمائیں کہ آنحضرت کی نسبتِ خاصہ یہ ہے کہ طبقات مجردہ روحانیہ اور مراتب سفلانیہ جسمانیہ سب اپنے کمالاتِ مناسبہ سے متصف ہوں اور مراتب روحانیہ قوی تر ہوں اور پانچ چیزیں مراتب روحانیہ سے نہیں ہیں مگر یہ کہ اس کا عالم نسمہ میں ایک خلیفہ اور نمونہ ہے۔ اس کے مانند کہ وہ محبت ذاتیہ کا نمونہ ہوتی ہے اور وہ محبت افعال ہے اور انقیاد روح کا خلیفہ وہ سجدہ ظاہر ہے اور جن لوگوں نے اس جامعیت کو نہ پایا ہے ان کی دو قسمیں ہیں ایک قسم مجذوبوں کی ہے جنہوں نے مراتب روحانیہ کی تکمیل کی ہے نہ مراتب نسمیہ کی، اور ان کی وسعت صرف جانب فوق ہے اور دوسری قسم ان سالکوں کی ہے جنہوں نے مراتب سافلہ کی تکمیل کی ہے نہ مراتب روحانیہ کی۔ اور ان کی وسعتِ کمال جانب تحت ہے، جب یہ معرفت جلیلہ میرے دل میں جاگزیں ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مراقبہ سے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا اور اپنے دونوں دستہائے مبارک اٹھائے اور بیعت و مصافحہ کے لیے اشارہ فرمایا یہ فقیر اٹھا اور آپ کے زانو سے زانو ملا کر اور اپنے ہاتھ آپ کے ہاتھوں میں دے کر بیعت کی بیعت سے فراغت کے بعد چشمہائے مبارک بند کر لیں اور یہ فقیر بھی حضور مبارک میں آنکھ بند کر کے متوجہ ہوا اس وقت وہ نسبت خاص جس کا علم پہلے ہی ہو چکا تھا عطا فرمائی فاختصصت بھا علماً و حالاً والحمد للہ (میں مخصوص ہوگیا علم اور حال دونوں سے) اور اس واقعہ میں کوئی کلام و کلمہ درمیان میں نہ تھا بلکہ افاضہ روحانیہ تھا۔ اشارت و فعل سے جاننا چاہیے کہ پہلا شخص جو اس واقعہ کے بعد شرفِ بیعت سے مشرف ہوا یہ فقیر تھا اور یہ تیسری بیعت تھی۔

فالحمد للہ علی ذلک انما بدوا اللہ۔

شیخ صدر عالم کو من جانب اللہ القا ہوا کہ؟

شیخ صدر العالم ابن شیخ فخر العالم ابن شیخ کبیر عارف باللہ شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہ نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک متبرک مجلس قائم ہے اسی دوران ان کے قلب میں من جانبِ اللہ القا ہوا کہ شیخ ولی اللہ سے مصافحہ کرو اور مصافحہ کی حدیث سنو، وہ بیان

کرتے تھے کہ اس سے قبل مجھ کو اس بات کا علم بھی نہ تھا کہ حدیث مصافحہ بالتسلسل حضرت کے مرویات سے ہے۔ پس اسی واقعہ میں وہ حدیث حضرتِ اقدس سے سنی اور مصافحہ کیا۔ صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعۂ مذکورہ بیان کیا اور حسب الحکم اس کی شہادت میں وہ حدیث سُنی مصافحہ کیا۔

دل پہ نامناسب رنگ کو ملاحظہ فرمالیا ایک شخص شیخ کمال الدین نامی جو سندھی تھے اور آپ کے بڑے معتقد تھے ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ان کے دل پر ایک نامناسب رنگ جنس نجوم یا معقولات کا چھایا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو ملاحظہ فرمالیا۔ بعد ازاں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان ایام میں علم کلام کی کتابیں بہ شغف تمام ان کے مطالعہ میں تھیں اور اس کی لذات ان پر غالب آگئی تھیں۔

مفتی ٹھٹھہ ہونے کی بشارت سندھ کے ایک شخص کو عرصہ تک مفتی ٹھٹھہ ہونے کی آرزو تھی لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ ناچار حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اور توجہ کے خواہاں ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف توجہ فرما کہ مقصد برآری کی بشارت دی چند ہی روز بعد ان کو مفتی کا منصب حاصل ہوگیا۔ اور شہر مذکور کی طرف رخصت ہوئے اور وہاں سے دو جلدیں سننِ کبریٰ بیہقی کی آپ کی خدمت میں نذر بھیجیں

اعتقاد دوبالا ہوگیا فضل اللہ خاں نے جو ایک خوش طبع اور عالم آدمی تھے اور اکثر فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے نیز بادشاہِ وقت کے اُستاد بھی تھے حضرتِ اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ ایک مقصد کے لیے عرضی لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں گذاری ہے اور پوری اُمید ہے کہ جلد یہ کام انجام پا جائے گا، اس لیے کہ بادشاہ نے از خود کئی بار کہا کہ درخواست پیش کرو اور خود اس بات کے محرک ہوئے ہیں لیکن فکر یہ ہے کہ پورے مقصد پر دستخط ہوں گے بھی یا نہیں (یعنی مشروط طور پر یا غیر مشروط طور پر) آپ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دستخط پورے پر ہوں گے لیکن دیر بہت لگے گی۔ ان کو اس بات سے بہت تعجب ہوا جب کہ ان کو یہ یقین تھا کہ سردست (جلدی) ہو جائے گا۔ آخر کار یہی ہوا کہ عرصہ دراز بعد وہ کام پورا ہوا۔ اس وقت سے ان کا اعتقاد حضرتِ اقدس کی خدمت میں دوبالا ہوگیا۔

برج شرف میں آفتاب کا داخلہ کب سے ایک روز کچھ لوگ آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اہل نجوم کہتے ہیں کہ آفتاب برج شرف میں ہے، حضرت اقدس نے ان سے فرمایا کہ اب یہ بات متحقق ہو گئی ہے جب نجوم کے ماہرین نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ برج شرف میں آفتاب کا داخلہ اسی وقت سے شروع ہوا تھا جس وقت حضرتِ اقدس نے بزبان غیب ارشاد فرمایا تھا۔

کواکبِ آسمانی مُشتری اور زہرہ سے استفاضہ: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز بہ طریق وجدان وکشف ایسا معلوم ہوا کہ صُورِ انواع کا افاضہ اور عالم میں جو واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں اس کا خزانہ کوکب مُشتری ہے اور ان امور کا افاضہ جو وجودِ عرضی یا ذہنی وغیرہ سے احکام انواع کے تابع ہیں اس کا منبع ومخزن زہرہ ہے اور کمالِ نفس اسی قبیل سے ہے۔ پھر یہ منکشف ہوا کہ افراد کو خلوص وخصوصیت زُہرہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب اپنے طالع کے متعلق بطریق قواعد نجوم تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ زہرہ کو پوری مداخلت ہے اور بعض صوفیا کے قول کے مطابق دس افراد کا استفاضہ زہُرہ سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تمام اشیائے مستفیضہ ان سے کامل ہوتی ہیں اس میں کوئی تعرض نہیں۔ اس لیے کہ تمام اشیاء کا اس سے اِستفاضہ بحسب اس وجود کے ہے جو مرتبۂ روحیہ کے بھی اوپر ہے اور اس کا استفادہ بعض اشیاء سے وجود روحی یا جسمی کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

ایامِ عاشورہ میں فاتحہ شریف پر ارواحِ اہل بیت کا اظہارِ مسرت: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایامِ عاشورہ میں اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے متعدد بار یہ اشارہ ملا کہ کوئی چیز ان کے فاتحہ کے لیے کرنا چاہیے۔ بنابریں ایک دن تھوڑی سی شیرینی منگوائی اور ختم قرآن کرکے ایصال ثواب کیا پس میرے اس عمل سے ان کی ارواح طیبہ میں مسرت وخوشی کا مشاہدہ ہوا۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواحِ طیّبہ میں غور وخوض کیا تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس میں ایک خاص امتیاز اور رفعت وعظمت کا مشاہدہ ہوا جو دوسروں میں نظر نہ آیا اور ایسا واضح ہوا کہ وہ نسبت جو اہل بیت کے لیے مخصوص ہے گویا ملاحظۂ افکار سے آنجناب میں کامل و مکمل ہوئی بعد ازاں اس کا اِتباع اور تلون آپ کے ساتھ رہا۔ اسی طرح اولیاء اللہ میں جو کہ جذبہ اور الہیت سے

---

[۱] آپ کے جانشین حضرت سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تاحیات اس پر عامل رہے بلکہ آپ ان ایام میں مجالس بھی منعقد فرماتے تھے۔

[۲] فکر و دید کی یکسانیت

[۳] **مقامِ امام جعفر صادق وحضرت غوث اعظم:** الہیت والوہیت۔ یعنی خدائی وخداوندی۔ اس لفظ کو تفصیل صفات کے مقام پر اطلاق کرتے ہیں یعنی جس مقام میں کہ رب اور مربوب کو اعتبار کرتے ہیں۔ اور یہ محل فنا وبقا وسلب وثبوت علم کا مقتضی ہے اور یہ مقام برزخ ہے ارباب کے درمیان جو اسمائے الٰہی ہیں اور درمیان مربوبات کے جو اسمائے کونی ہیں اس مقام میں ظہور اور فنائے عالم کے لیے تقادیر الٰہی جاری ہے۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں معلوم ہوتی ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتی ہے۔

ملائکہ سفلیہ اور ملائکہ علویہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ملائکہ سفلیہ اور ارواح کی ایک مجلس قائم ہے۔ اور بعض مشائخ ایک شخص کے بارہ میں جو سوائے کلمۂ زبانی کے اسلام کے احکام سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا اختلاف رائے کر رہی ہیں کہ کیا ایسے شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ میں نے کہا کہ ایمان کے معنی تصدیق بالقلب کے ہیں اور جب اس کا دل ہی اس کے اصل معنوں سے لاعلم ہے تو صرف زبان سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینے سے کیا فائدہ۔ میں نے دیکھا کہ میرے اس کے کہہ دینے سے تمام اہل مجلس تنگ دل اور پریشان خاطر ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا ہوا آخر کار وہ کلمہ

۴۳ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی اس میں ایک امتیازی شان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار و تصورات کہ وہ روح القدس کے ذریعہ بذریعہ وحی عطا ہوئے اور وہ بوجہ صُلبی رشتے کے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو خصوصیت سے ملے اور یہی حال و مقام حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوا کہ انہیں بھی براہ راست نسبی نسبت کے باعث یہی مقام جعفریہ عطا فرمایا کہ تا قیام قیامت، روحانیت انہیں سے متعلق رہے گی جس طرح بعض پیغمبروں کو بعض پیغمبروں پر فضیلت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جملہ پیغمبروں کے اوصاف خصوصیات کے جامع تھے اسی طرح آپ کے اہل بیت میں مدارج روحانی میں بھی درجات و مقامات تھے کہ اہل بیت کا ہر فرد دوسرے فرد سے کچھ صفات مشترک رکھتے ہوئے بھی کچھ میں امتیازی خصوصیات کا حامل تھا اسی باعث شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نسبت جعفریہ کا عرفان حاصل کر کے ان کے رفعتِ مقام سے ہمیں آگہی اور واقفیت بخشی اور یہ ہم ناواقفوں کے لیے ان کا بہت بڑا تحفہ ہے۔ شہادت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بھی تھی اور شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی تھی لیکن دونوں میں فرق یہ تھا کہ وہ خفی تھی اور یہ جلی۔ اس طرح دونوں شہادتیں دونوں صورتوں کی جامع ہو گئیں اور ان میں نامکمل ہونے کا نقص باقی نہیں رہا۔ چمن میں ہزارہا پھول ہوتے ہیں بعض کی خوشبو تیز ہوتی ہے اور بعض کی بھینی فرقۂ روافض کی مُدَوّنہ فقہ جعفریہ، جس کو انہوں نے حضرت امام علیہ السلام کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ اس پر حضرتِ اقدس قدس سرہ نے اپنی تصنیف "المقدمۃ السنیہ فی الانتصار للفرقۃ السنیۃ" میں بڑی تحقیق و دلائل قاطعہ قویہ نیز صحیح روایات و اَسناد سے بحث فرما کر غلط ثابت کر دیا ہے آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے علیحدہ کوئی فقہ مدوّن فرمائی ہوتی تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ جو حضرت امام علیہ السلام کے خوانِ علم کے خوشہ چیں و معترف رہے وہ ضرور ذکر فرماتے بلکہ اس سے استفاضہ و استمداد کرتے۔ روافض نے اور بھی بہت سی

باقی اگلے صفحہ پر

توحید تو پڑھتا ہے کیوں مسلمان نہیں ہے۔ اسلام میں اسی قدر کافی ہے (اقرار لسانی) اور معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں سر یہ تھا کہ ملائکہ سفلیہ کو ان کے جسموں اور صور اعمال کی طرف پوری توجہ ہے اور وہ انہیں صُوَر اور اشباح پر نظر رکھتے ہیں اور ارواح کے اعمال پر اتنا علم اور اطلاع نہیں رکھتے لیکن یہ علم ان پر ملائکہ علویہ سے مترشح ہوتا ہے کیونکہ ملائکہ علویہ کی توجہ ارواح کے اعمال کی جانب زیادہ رہتی ہے۔

ارواح ملائکہ کی افسردگی حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار کسی ضرورت کے سلسلہ میں مجھے آزردہ ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے ملائکہ کی ارواح اس تمنا کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں اور ان میں اس معنی نے بہت زائد سرایت کی ہے۔ بعض ارواح نے واضح طور پر یہ کہا کہ اس کا کسی سے اظہار نہ کیا جائے۔ بہت جلد وہ تمنا پوری ہوگی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ ارواح اس کے اظہار سے جو اس عالم میں ہوتا ہے دل تنگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک دن کسی بات پر ایک شخص سے رنجش ہوگئی۔ اور کدورت بیٹھ گئی۔ دیکھا کہ تقریباً دس ہزار ارواح اس رنگ کے ساتھ برآمد ہوئیں اور اس شخص کی نسبت کی وجہ سے ناخوش اور افسردہ ہیں۔

دست مبارک سے روٹی عطا ہوئی حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں بہت مقروض ہوگیا۔ میں نے اس کی ادائیگی کی دعا مانگی اور اسی رات ایک مسکین کو ایک روٹی خیرات کی۔ صبح کو مراقبہ میں دیکھا کہ تجلی الٰہی کی طرف سے جو حظیرۃ القدس میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریمہ کے دست مبارک نے ایک روٹی اس فقیر کو عنایت کی۔ اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ وہ روٹی اوپر سے اتر رہی ہے اور پھر نیچے آکر مجھ میں غائب ہوگئی۔ اور اس وقت یہ الہام فرمایا کہ ایک تھیلی خیرات کر دینا چاہیے جس کے باعث اس فیضان کی برکت جاری و باقی رہے گی۔ مراقبہ کے ختم کے بعد میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک تھیلی بنائی اور خیرات کر دی۔ اسی روز اتنی فتوحات ہوئیں کہ تمام قرض ادا ہوگیا نیز دیگر ضروریات و اخراجات کو کافی ہوا۔ اور امید ہے کہ اس سر کا ظہور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

(بقیہ حاشیہ) گھناؤنی روایات و اقوال گڑھ کر آپ کی ذات عالی سے منسوب کر دیں جو روایت و درایت کے خلاف ہونے کے علاوہ انسانیت و اخلاق کے اقدار سے بھی گری ہوئی شرمناک ہیں نعوذ باللہ من شرور رھم۔ ہمارے محترم و معظم محقق عصر حضرت مولانا ابو الحسن زید میاں صاحب مدظلہ نے احسان عظیم فرمایا ہے جو اس رسالہ کو شائع فرما دیا (مطبوعہ ابو الخیر اکاڈمی دہلی) اس رسالہ کے مخطوطے اکثر جگہ ہیں۔ میرے یہاں بھی اس کا ایک نسخہ ۱۱۸۰ھ کا مخطوطہ ہے۔ (تقی انور)

دل میں اَلقا کیا گیا ایک بار ایک میواتی شخص حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا تم میاں ابوالقاسم کی ملاقات کو گئے تھے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ وہ ان اطراف میں اپنی بزرگی و شیخی میں مشہور ہیں۔ کیا حضور نے اسی جگہ ان سے ملاقات کی تھی یا وہاں تشریف لے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ان کے نام سے ہی میں واقف نہ تھا ملاقات کا کیا ذکر۔ ابھی میرے دل میں اَلقا کیا گیا کہ ان کے حال کے بارہ میں تم سے پوچھوں۔

قلوب کے الوان حافظ عبدالنبی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عشاء کے بعد جب مراقبہ کا وقت ہوا حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو مراقبہ کرے وہ یہاں بیٹھے باقی سب لوگ اُٹھ جائیں کیونکہ ان کے قلوب کے الوان مختلف (مختلف کیفیات) دل کو پریشان کرتے ہیں پس تمام لوگ وہاں سے اٹھ گئے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک سادہ لوح اور بہرا شخص بھی اس مجلس میں موجود تھا میں نے اس سے کہا کہ تم بھی اٹھ جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اس کو تکلیف نہ دو اس سے کچھ ہرج نہیں۔ جس کی طرف سے کدورت بیٹھی تھی وہ معلوم ہے (اور وہ اٹھ کر جا چکا ہے) اور اظہار کرنے سے اس کی رسوائی مناسب نہیں ہے بلکہ چھپانا مناسب ہے۔

تمہارا کام ضرور پورا ہوگا ہدایت اللہ نام کے ایک صاحب جو اپنے وطن ٹھٹھ سے شاہجہان آباد آ رہے تھے جب اجمیر کے قریب پہنچے تو ایک روز واقعہ میں دیکھا کہ ایک مقام پر بہت بڑی مسند بچھی ہوئی ہے اور بہت سے لوگ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ مسند کس کی ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ مسند قطب زمانہ کی ہے اور تم بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گے۔ اور تم کو ان سے مستفید ہونا چاہیے۔ وہ شاہجہاں آباد پہنچے اور جیسا اتفاق ہوا تھا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنی حسب استعداد فیضیاب ہوئے ان کے اپنے وطن سے نکلنے کا سبب یہ تھا کہ ان کو اپنے بھائی سے جن کو اپنی دولت وثروت کا غرہ تھا کچھ رنجش پیدا ہو گئی جس کی بنا پر انہوں نے یہ طے کر لیا کہ بھائی سے علیحدہ ہو کر اپنی روزی کا خود انتظام کریں گے۔ جب شاہجہاں آباد پہنچے سب سے پہلے جس سے ملاقات ہوئی ان کے بھائی سے اس سے گہرے تعلقات تھے اس وجہ سے اس سے بھی اُمید منقطع ہو گئی (نا اُمید ہو کر) اس واقعہ کو حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دل برداشتہ نہ ہو تمہارا کام ضرور پورا ہوگا۔ بعدازاں اس شخص سے جس سے اس کو کوئی امید نہ تھی اس کی پوری حاجت ہوئی۔ اور وطن واپس ہوتے وقت اثنائے راہ میں بعض مالدار لوگوں سے ملاقات ہوئی جن سے ایک گھوڑا اور کچھ نقدی بغیر توقع حاصل ہوئی اور وہ صحیح سلامت وطن پہنچا۔

فرزند کی جاہ وحشمت کا مشاہدہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار عالم مثال میں اپنے ایک فرزند کی جاہ وحشمت اور عظیم نورانیت مشاہدہ کی۔ امید ہے کہ اس کا ظہور ہوگا۔ اور بعض فرزندوں میں وسعت علمی معلوم ہوتی ہے اور بعضوں سے بقائے نسل کا ادراک ہوتا ہے۔

اہلیہ کی رحلت کی پیشن گوئی حضرت اقدس کی اہل خانہ کو ایک سخت مرض ہوگیا۔ خدام نے اس کے دفعیہ کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اب شفا ان کی قسمت میں نہیں ہے دعا سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اہل خانہ جب بھی دعا کے لیے کہتیں آپ ہمیشہ ان کے جواب میں بہانہ کر دیتے تاکہ وہ دل شکستہ نہ ہوں لیکن مخصوصین اس بات سے پورے طور پر واقف نہ تھے۔ چند ہی روز بعد وہی ہوا جیسا ارشاد فرمایا تھا۔ اور بیماری سے دو تین سال پیشتر ایک موقعہ پر فرمایا کہ حیات مستعار پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اس کی مدت دراز نہیں ہے۔ اس بات سے وہ بہت منقبض اور رنجیدہ ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ رنج وناخوشی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور نہ یہ اس کا موقعہ ہے اس بارہ میں ہمارا کوئی اختیار نہیں بلکہ مختار دوسرا ہی ہے (آپ نے عین ثابت دیکھ کر معلوم کر لیا تھا)

مصطفےٰ خان کی رحلت کی خبر مصطفےٰ خان جو امرائے وقت میں سے تھے ایک بار بیمار ہوئے ان کے لڑکے مختلف بزرگان دین کی خدمت میں گئے اور ان کے لیے شفا وتندرستی کی دعا کے خواہاں ہوئے پھر حضرت اقدس کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ موت تو اسی بیماری میں ان کے لیے مقدر ہو چکی ہے اس سے نجات ممکن نہیں ہے ان کے لڑکوں نے مکرر سہ کرر عرض کیا آپ ہر بار یہی جواب دیتے رہے۔ ناچار انہوں نے عرض کیا کہ خود مریض سے یہ بات کیسے کہی جائے۔ اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مناسب الفاظ سے تسلی دینا چاہیئے۔ لیکن بالکل دھوکا بھی نہ دینا چاہیے۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق چند ہی روز بعد ان کی وفات ہوگئی۔

ہرگز انقلاب نہ آئے گا ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں مہینہ میں حکومت میں الٹ پلٹ ہوگی۔ حضور کا اس بارہ میں کیا ارشاد ہے فرمایا کہ بالفعل (موجودہ حالت میں) تو ایسی کسی بات کا علم نہیں ہے اگر اطلاع دی گئی تو بتاؤں گا۔ دوسرے ہی روز فرمایا کہ آج میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان پھاٹک ہے اور اس کے اوپر ایک محل بنا ہے۔ اور وہاں محمد شاہ مع اپنے دو خاندان والوں کے بیٹھے ہیں اور ایک شخص اس کو

معزول کرنا چاہتا ہے اور میں بھی موجود ہوں، اور وہ شخص محمد شاہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کر رہا ہے میں نے اس سے کہا کہ اس کے دفعیہ سے کوئی فائدہ نہیں اور اس میں کوئی بھلائی بھی معلوم نہیں ہوتی اور محمد شاہ سے میں نے کہا کہ یہ شخص تمہارا دشمن ہے اور ڈاکو ہے اس کو قتل کر دو۔ اور محمد شاہ گو کہ خود بھی اس وقت ہتھیار بند ہے لیکن حملہ کی جرأت نہیں کر پا رہا ہے بلکہ کچھ خائف بھی ہے اور وہ شخص بھی حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن کسی وجہ سے نہیں کر پا رہا ہے۔ الحاصل محمد شاہ اس مجلس میں اس کے صدمہ (ایذا) سے محفوظ رہا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے انقلاب کے بارہ میں پیشین گوئی کی تھی تو ہرگز انقلاب نہ آئے گا۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے مطابق ایسا ہی واقع ہوا۔

طائفہ روحانیین کے واقعات حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض مشاہدوں[1] میں طائفہ روحانیین کے ساتھ جن میں قوائے عملیہ غالب ہیں اجتماع واقع ہوا۔ ان کے مذاق سے یہ ادراک ہوا کہ حقائق و معارف کا بیان محض شوق و ذوق اور چرب زبانی ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں کام عمل سے بنتا ہے پھر ایک دوسری قوم نظر آئی جن میں قوائے عملیہ غائب تھے جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ کمال کا لب لباب ہے وہ یہی حقائق و معارف کی تحقیق ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ سب پوست اور چھلکا ہے۔ بالجملہ لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بعض مشاہدوں[2] میں روحانیین میں سے ایک کو دیکھا کو اس کی صورت

---

[1] مشاہدہ ملکوت میں ایک بار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات دو گروہ ارواح سے ہوئی ایک گروہ میں قوت عملیہ غالب تھی اور یہ سمجھتے تھے کہ حقائق و معاف کا بیان صرف چرب زبانی اور شوقینی ہے جس سے کوئی فائدہ نہیں کام کی چیز صرف عمل ہے۔ اور دوسرے گروہ پر قوت علمیہ غالب تھی اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ حقائق و معارف کی تحقیق یہی کمال کا مغز ہے اور عمل پوست ہے۔ آیۃ شریفہ انا نحن نحیی الموتی ونکتب ما قدموا واثارھم میں قدموا سے غلبہ علم با عمل مراد ہے اور اس کا وقوع عالم ناسوت میں وہ آثار ہیں جو مقرر کیے جا چکے ہیں۔

[2] پھر روحانیین میں سے ایک کو دیکھا کہ اس کی صورت روحیہ بہت حسین اور تر و تازہ ہے اس تازگی کا سبب اس کی توجہ اپنے اجزائے نسمیہ کی جانب ہے۔ پھر زمانہ گذرنے کے بعد جب اس کے اجزائے نسمیہ میں خلل واقع ہوا تو صورت کی رونق نقصان پذیر ہوئی اور اس نے نقش برآب کی ہیئت اختیار کی اور معلوم ہوا کہ اس صورت کی بقا کا سبب عرش کا وہ خیال ہے جو اس کے ظہور ناسوتی سے قبل عرش میں واقع ہوا تھا میں اسی کو قوت مثالیہ کہتا ہوں۔ پس اگر ایک لحظہ کے لیے

(باقی اگلے صفحہ پر)

روحیہ بہت حسین ہے پھر زمانہ گذرنے کے بعد اس کے اجزائے نسمیہ میں خلل واقع ہوا اور صورت کی وہ رونق اس حد تک نقصان پذیر ہوئی اور ایسی رقیق و باریک ہو گئی جیسے کاغذی شکل ہوتی ہے یا جیسے نقش بر آب کہ اس کے اجزائے صغیرہ پانی پر ایک دوسرے کے متصل بغیر پیوست ہوئے باہم واقع ہوں اور اس سے شکل دکھلائی دے معلوم ہوا کہ اس صورت کی بقا کا سبب خیال عرش میں اس کا حصول ہے اور بس جو ناسوت میں اس کے ظہور سے قبل ہوا تھا اور اب بھی اسی طرح وہاں متمثل ہے۔ اور میں اسی کو قوت مثالیہ کہتا ہوں۔ پس اگر ایک لحظہ کے لیے بھی اس کا تعلق وہاں سے منقطع ہو جائے تو اس کا شیرازہ وجود فوراً بکھر جائے اور عقد ہمت واہو جائے۔

والدہ کو راضی کرو ایک دن عبد اللہ نام قاری جو بخارا کا طالب علم تھا حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ پر دعوی کر کے میرا گریبان پکڑا اور مسجد کے ایک گوشہ میں لے گیا جہاں رسالت مآب تشریف فرما ہیں اور مجھ کو اس دعوے کے متعلق کوئی علم نہیں ہے پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انصاف کا طالب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اشارتاً اس سلسلہ میں استفسار فرمایا چونکہ میرے خیال میں اس کا دعوی جھوٹا تھا اس لیے مجھے یہ فکر ہوئی کہ واقعی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں ہوتے تو اس کا کیا فیصلہ فرماتے پھر میں نے عرض کیا کہ کیا حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ یہ مدعی کہہ رہا ہے میں نہیں جانتا اور نہ مجھے اس کی کوئی خبر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "والدہ کو راضی کرو"۔ پس میں سلام کر کے مواجہہ شریف میں لٹے پیروں واپس آیا اس وقت میں نے دیکھا کہ میزاب مسجد کے قریب جس کے ایک گوشہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں حضرت اقدس وعظ فرما رہے ہیں اور الفاظ وہی ہیں جو خطبۂ قاموس میں ہیں جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے یہ یقین ہو گیا کہ بلاشبہ یہ مجلس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اور وہ تردد بالکل ختم ہو گیا۔

(بقیہ حاشیہ) بھی وہ خیال عرش سے نکل جائے تو وہ نہ عالم ناسوت میں باقی رہے گا۔ اور نہ عالم مثال میں اور اس کا وجود بکھر کر اس کی ہمت بلند کر دے گا یعنی وہ مائل بہ عالم قدس ہو جائے گا۔

تشریف آوری کی برکات ۲۴، ماہ شعبان ۱۱۵۰ھ کو حضرت اقدس پھلت تشریف لائے اور ۲۵، ماہ مذکور کو ایک شخص غلام احمد نام ساکن قصبہ بڈھانہ نے جو قصبۂ پھلت سے دس کوس کی مسافت پر مغرب جانب واقع ہے خواب دیکھا کہ وہ اور چند دوسرے لوگ شاہ محمد زاہد کے مقبرہ کے نزدیک جو قصبۂ مذکور میں ہے کھڑے ہیں اور بوجہ خشک سالی جو اس سال ہوئی تھی پریشان و مضطرب ہیں۔ اور اس سلسلہ میں افسوس کر رہے ہیں۔ اسی دوران ایک طویل القامت وجیہ صورت مرد چشمے کی جانب سے آیا اور کہنے لگا کہ رنج و غم کرنے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کل ایک ولی زمانہ پھلت میں آیا ہے اور میں اسی سے ملاقات کر کے آ رہا ہوں انشاء اللہ اس ضلع میں ان کی تشریف آوری کی برکت سے (قدوم میمنت لزوم) بارش ہوگی نیز دوسری برکتیں ظاہر ہوں گی۔ جاگنے کے بعد اس نے یہ خواب اپنے ساتھیوں سے بیان کیا اور بمقتضائے حسن عقیدت اس خواب کو مبشرات سے تعبیر کرتے ہوئے آپ کے قدوم فیض لزوم کی برکات کا منتظر رہا۔ پس معتقدین و مخلصین کے مدعو کرنے پر وہاں تشریف لے گئے دو تین روز بعد شخص مذکور نے حضرت اقدس کے خدام کی ضیافت کی اسی شب بے انتہا بارش ہوئی۔ ان دنوں بارش ایسی غائب ہو گئی تھی کہ لوگ مایوس ہو چکے تھے۔ اور کسانوں نے صرف اللہ کے بھروسہ پر خشک زمین میں بیج ڈالا تھا۔ جب بارش رحمت ہوئی گویا تن مردہ میں جان تازہ دوڑ گئی۔ اس مشاہدہ کی برکت سے عقیدت مندوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دوسرے فیوضات کے منتظر ہوئے۔

زیارت ولی اللہ انہیں دنوں میں حضرت اقدس کے بڑے ماموں شیخ عبید اللہ جو فقیر راقم حروف کے والد ماجد ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے واقعہ میں دیکھا ایک جماعت پیر و جوان کی پھلت میں آئی ہے ان میں ایک صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہاں کونسی ایسی معظم ہستی ہے کہ جس کا دیدار عین رسول اللہ کا دیدار ہے اس وقت میرے دل میں حضرت اقدس کے سوا کسی کا خیال نہ تھا۔ میں نے کہا کہ سوا شیخ ولی اللہ کے، جو ابتداء سے ہی فطرتاً عبادت و علم و معرفت میں نشو و نما ہوئے ہیں نیز ان کو علم ظاہری و باطنی پر کامل دستگاہ ہے اور عالم باعمل ہیں، کسی اور کو تو جانتا نہیں۔ اس نے کہا کہ ہم انہیں کے دیدار کو آئے تھے اس سے مزید آگاہی حاصل ہوئی۔

نور الٰہی کا ظہور جب فوج مغلیہ سادات کے مقابلہ کو نکلی اور بارہہ کی طرف متوجہ ہو کر قصبۂ پھلت کے قریب ڈیرہ ڈالا۔ ان کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی وجہ سے ہر شخص ہراساں و پریشان تھا حضرت اقدس

نے فرمایا کہ اس وقت تفکّر سے یہ ظاہر ہوا کہ آنحضرت نیز اہلبیت اطہار کی ارواح مبارکہ اس فقیر اور اس کے تمام اطراف والوں کے حال پر متوجہ ہیں اور یہ بھی روشن ہوا کہ نورِ الٰہی عالم اجسام میں دو طرح سے ظہور کرتا ہے۔ ایک ظہور تشریعی دوسرا ظہور تکوینی۔ ظہور تشریعی وہ ہے جو تمام قواعد شرعیہ کے ضوابط پر مبنی ہے (موافق ہے) اور ظہور تکوینی وہ ہے جو بغیر قواعد کلیہ کی رعایت کے مصلحت کلیہ کی اقامت پر مبنی ہے (یعنی اس کا باطن سے تعلق ہے اور یہ خواص کا علم ہے) اور وہ علم جو اوّل سے متعلق ہے علم ظاہر ہے اور جو دوسرے سے متعلق ہے وہ علم باطن ہے۔ الحاصل نورِ تکوینی اور علم باطنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہم سے زائد (علم باطن میں) قوی نہیں ہے۔ گویا وہ ملاءِ اعلیٰ اور اعظم الفرلق ہیں اور ان ہی پر احکامِ عالم کی بنیاد ہے اور ان کی نسبت کی طرف متوجہ ہونا تریاق مجرّب ہے۔

قصبہ پھلت محفوظ رہا حافظ عبد النبی بیان کرتے ہیں کہ انہیں ایام میں جب مغلیہ فوج پھلت کے نزدیک پہنچی اس خبر وحشت اثر سے تمام مخلصین پریشان ہوئے شب کے وقت بعد نماز عشاء جب تنہائی ہوئی تو میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اب پھلت کا کیا ہوگا۔ آپ نے زبان کرامت سے ارشاد فرمایا کہ "پریشان نہ ہو پھلت کے لیے کوئی فکر کی بات نہیں" اور یہی عبارت اپنے بڑے ماموں صاحب کو بھی تحریر فرمائی کہ "انشاء اللہ تعالیٰ وہاں کے تمام متعلقین و مخلصین آفات و مصائب سے محفوظ و مامون رہیں گے۔" اور یہی ہوا بھی کہ باوجود اس کے قصبہ کی آبادی کے قریب جنگ ہوتی رہی اور اطراف و جوانب کے بے شمار لوگ قتل ہوئے اور لوٹے گئے لیکن یہ قصبہ ہر طرح محفوظ رہا ایسا کہ جس کسی کو بھی یہ حالات معلوم ہوئے وہ متعجب اور حافظِ حقیقی کی محافظت کا قائل ہوا۔

بعینہ وہی الفاظ ارشاد فرمائے نیز حافظ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں سیّد محمد خاں سندھی حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم میں مشغول تھے میں اس وقت تک شرفِ ملازمت سے مُشرّف نہ ہوتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن سید مذکور سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو کہنے لگے کہ "حضرت کی بعض باتوں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ صاحب باطن ہیں اکثر میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سے بیعت ہو جاؤں۔" میں نے کہا، "خبردار۔ ہوشیار ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا۔ یہ شاہجہاں آباد ہے اور یہاں ایسے ایسے مشائخ بہت پڑے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی نااہل کے پلّہ پڑ جاؤ جو بعد میں حسرت و ندامت ہو۔" چند روز بعد دوبارہ ملاقات ہوئی سید نے وہی پہلے والی بات دہرائی (کہ میرا دل چاہتا ہے کہ انہیں کا

مرید ہوں) اور میں نے پھر وہی جواب سابق دیا آخر میں نے کہہ دیا کہ تمہیں اختیار ہے۔ آخر سید میں عقیدت و محبت بڑھتی گئی بالآخر وہ حضرت سے بیعت ہو گئے۔ ذوق و شوق اور قلبی سکون مہیا ہونے کے بعد پھر ایک دن مجھ سے ملنے آئے اور کہنے لگے میں جس کو ڈھونڈھتا تھا وہ مجھے مل گیا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو بھی ان کی خدمت میں لے چلو۔ ایک روز وہ مجھ کو اپنے ہمراہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ بھی حضور کی غلامی میں شامل ہونے کے خواہاں ہیں حضرت اقدس نے بعینہٖ وہی الفاظ زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمائے جو میں نے سید سے پہلی ملاقات کے دوران کہے تھے (کہ یہ شاہجہان آباد ہے۔ یہاں ایسے ایسے مشائخ بہت ہیں ان کو دیکھ لو) یہ فقیر آپ کے اس فرمانے پر (کشف پر) متنبہ ہو گیا اور کسی دوسری جگہ کا قصد نہ کیا اور چند ہی روز بعد آپ کا حلقہ بگوش ہو گیا۔

بزرگوں کی نیاز سے شفایابی | ایک شخص سلطان حسین خاں نام جو حضرت اقدس کے مرید تھے ان کا لڑکا سخت بیمار ہوا اور جب مرض شدت اختیار کر گیا تو وہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر مرض کے دفعیہ کے لیے توجہ کے خواستگار ہوئے۔ حضرت اقدس فرماتے تھے کہ اسی دوران میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت میرے سامنے آئی اور مریض کے لیے علاج کی استدعا کی اس کے کہنے کے مطابق میں نے ایک چینی یا شیشہ کے برتن پر آیات قرآنیہ اور اسمائے الٰہیہ اس طرح لکھیں کہ کوئی جگہ خالی نہ رہی پھر میں نے کہا کہ پانچ روپیہ نقد بزرگوں کی نیاز دو یعنی ایک روپیہ برائے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع ان کے اہل سلسلہ کے اور ایک برائے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے سلسلہ کے تمام اولیاء اللہ کے لیے اور ایک برائے خواجگان چشت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ایک برائے اہل سلسلہ سہروردیہ۔ کبرویہ اور ایک برائے ارباب سلسلۂ شاذلیہ شطاریہ مقرر کرو۔ یہ رقم اپنے پاس نکال کر رکھ لو۔ اور اس چینی کے برتن کو پانی سے دھو کر اسے پلاؤ۔ دوسرے روز بھی نیاز مقرر کر کے ایسا ہی کرو۔ اور تیسرے دن بھی اسی طرح۔ شفایابی کے بعد پندرہ روپیہ جمع کر کے ہمارے پاس لے آنا کہ تمہارے مریض کی شفا اسی میں ہے۔ پس یہ واقعہ حضرت اقدس نے ان سے بیان فرمایا۔ سلطان حسین خاں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت اقدس نے ایک برتن لکھ کر انہیں عنایت فرمایا اور اس کے پینے سے دو ہی روز میں ان کے لڑکے کو شفائے کلی حاصل ہو گئی اور انہوں نے مقررہ نیاز حضرت کے سامنے پیش کی۔

یہ محض حضرت کی کرامت تھی | شیخ شمس الحق بیان کرتے ہیں کہ ایک طالب علم نے میرے والد

شیخ بدرالحق کے ذریعہ حضرت اقدس سے ایک کتاب مُستعار لی۔ ایک روز حضرت اقدس نے مجھ سے فرمایا کہ اس طالب علم سے وہ کتاب جو عاریتاً وہ لے گیا تھا لے آؤ۔ اور بتاکید و مبالغہ فرمایا کہ ضرور آنا۔ اگر وہ کوئی عذر کرے یا بہانہ کرے تو اس سے کہدینا کہ اگر تم کو ضرورت ہوگی تو پھر دے دی جائے گی۔ حسب ارشاد میں اس کے پاس گیا اور کتاب کا تقاضہ کیا۔ وہ اس وقت مدرسہ سے اپنے گھر جارہا تھا۔ کہنے لگا کہ اس وقت تو میں ایک ضروری کام سے جارہا ہوں اور کتاب ابھی ختم بھی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ ضرورت ہوگی تو دو تین روز بعد پھر دے دی جائے گی۔ لیکن اس وقت ضرور لے آنا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اس کے کیا معنی دو تین دن بعد پھر دے دی جائے گی۔ میں نے کہا کہ معنی تو میں نہیں جانتا مجھ سے فرمایا یہی ہے۔ بہر حال بڑی کوشش کے بعد میں وہ کتاب اس سے لے آیا۔ وہ طالب علم جب اپنے گھر گیا رات ہی میں اچانک ہیضہ میں مبتلا ہوا اور ختم ہوگیا۔ تیسرے روز اس کے وُرثا مدرسہ آئے اور اس کے کمرہ کے تلاشی لے کر جو کچھ اسباب پایا مع کتابوں وغیرہ کے جو اس کا تھا یا عاریتاً اس نے دوسروں سے لیا تھا سب اس کی وراثت سمجھ کر اپنے ساتھ لے گئے اور کتابوں کے اصل مالکان ہر چند واویلا کرتے رہے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس وقت مدرسہ کے تمام طلباء کہنے لگے یہ محض حضرت کی کرامت تھی کہ اپنی کتاب پہلے ہی منگوالی ورنہ وہ بھی وہ لے جاتے۔

جنوں کے احوال کا ظہور حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب جنوں کے بعض احوال ظاہر ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعض اجنہ کو انحراف مزاج مثل جنون پیدا ہو جاتا ہے اور وہ بالطبع بنی آدم میں پیوست ہو جاتے ہیں خواہ دشمنی کے اعتبار سے ہو خواہ محبت و عشق کے اعتبار سے خواہ بنی آدم کے تسخیر کے اعتبار سے جس طرح (بعض) بنی آدم کا انجذاب جنوں کی طرف ہوتا ہے۔ یہ حال انجذاب مزاج کی وجہ سے ہوتا ہے اور میں نے اس رات جنوں کی ایک جماعت کو دیکھا جن کو جنون طاری ہوا اور ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور ان کی حرکات نظم و انتظام کی حدود سے خارج ہوگئیں اور ان اور ان کے قبائل نے ان کو چھوڑ دیا جیسے اولاد آدم پاگلوں سے ملنا جلنا ترک کر دیتے ہیں۔ پس اس وقت وہ مجنون جن انسانوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے جو حاضرات میں جنون کے گو وہ حاضر نہیں ہوتے لیکن بنی آدم پر ان کی توجہ اور ان کی ارواح پر ان کا غلبہ نتیجہ خیز ہوتا ہے[1]۔

---

[1] **علم حاضرات** علم حاضرات میں دو چیزیں ہیں ایک انفس اور ایک آفاق۔ انفس کا تعلق مجردات سے ہے اور آفاق کا مادیات مع النفس۔ اگر علم حاضرات میں ارواح کو بلایا جائے تو جن نہ آئیں گے لیکن ان کی توجہ تو بنی آدم پر

باقی اگلے صفحہ پر

حادثات عظیمہ کی پیشین گوئی حضرت اقدس نے ایک بار زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ مجھے نظر آرہا ہے کہ ایک آگ کا دریا ہے جو عالم ناسوت میں داخل ہو چکا ہے۔ لہٰذا حادثات عظیم پیدا ہوں گے پھر ارشاد فرمایا کہ عالم میں تغیر کلی ہونے والا ہے۔ تمام شہر مثل دیہات و قصبات ویران جنگلوں کے مثل ہو جائیں گے اور ایسے عظیم مصائب رونما ہوں گے جن کا دفعیہ ارکان سلطنت کے بس کا نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا ازالہ صرف صاحب دلوں کی ہمت پر منحصر ہوگا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہر دہلی جو دار السلطنت ہے اس میں ہر جگہ سے زائد آفت برپا ہوگی۔ اور اس وقت عوام الناس کے لیے یہ بات بعید از قیاس تھی تاہم اپنی راسخ العقیدگی کی بنا پر اس خبر صدق اثر کو مثل وحی کے سمجھے بہر حال جب ۱۱۴۸ھ شروع ہوا تو فرمایا کہ (حادثات) مصائب کی ابتدا ہوگئی۔ ایسی سخت طوفانی بارش ہوئی جس نے بڑے بڑے محلات اور قلعہ جات منہدم کر دیئے اور عالم برباد ہو گیا اور اس کے بعد سے روز بہ روز حادثات میں اضافہ ہی ہوتا گیا (بالآخر) غنیم دکھنی نے یورش عظیم برپا کر کے خلق کو تاخت و تاراج کیا۔ باوجود اس کے کہ سلطان وقت کی باہیبت فوج اس کے مقابلہ کے لیے نکل آئی تھی اس نے سب کو پسپا کر کے شاہجہان آباد کے قریب وہ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی کہ اہل شہر میں ایک تہلکہ پڑ گیا شہر کے کنارے بڑے گھمسان کا رن پڑا اور لاتعداد لوگ قتل ہوئے۔ آخر کار بڑی پریشانیوں کے بعد اس آفت سے رہائی ہوئی۔

دہلی میں قتل عام کی پیشین گوئی اس واقعہ کے بعد بعض عقیدت مندوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ مقررہ آفت جس کے بارہ میں ارشاد ہوا تھا یہی تھی یا کوئی دوسری ہوگی۔ آپ نے زبان الہام سے فرمایا کہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ دوسری ہے۔ بعد ازاں حقائق آگاہ شاہ نور اللہ جو ایک دن شاہجہان آباد کے شاہی بازار میں کسی کام کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے وہاں سے واپسی پر آپ نے ان سے فرمایا بازار اور بازار والوں کا حال تم نے کیسا پایا۔ عرض کیا کہ بظاہر تو محفوظ ہیں لیکن سب میں ایک قسم کی وحشت و سراسیمگی

(بقیہ حاشیہ) ہے اور ان کا غلبہ ان بنی آدم کی ارواح پر مشبح ہو جاتا ہے (یعنی ان کی توجہ بنی آدم کی ارواح پر ہو گی) اس لیے کہ روح ایک ہی ہے۔ روح کلی سے جنوں کی ارواح بھی ہیں اور انسانوں کی بھی۔ لیکن عناصر کی تاثیر کی بدولت قبولیت کی استعداد جتنی انسان میں ہے وہ جنوں میں نہیں ہے۔ جنات کی تخلیق باوجود چار عناصر کے مجتمع ہونے کے غلبۂ نار سے ہے جیسے انسان کی تخلیق باوجود عناصر کے مجتمع ہونے کے غلبۂ خاک سے ہے خاک کثیف ہے اور نار لطیف۔ لہٰذا اسم اللطیف کو مرتبۂ جن سے مناسبت ہے۔ (تقی انور)

نظر آتی ہے، آپ نے بہ زبانِ عجب فرمایا کہ یہ بازار ہیں بہ زبان حال کہہ رہی ہیں کہ اس جگہ خون کی ندیاں بہیں گی اس خبر وحشت اثر سے تمام سامعین بہت متعجب ہوئے اس لیے کہ شاہی بازار ہر طرح سے محفوظ تھا اس طرح کے کسی خوف و خطر کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس قصہ کے ایک سال بعد نادر شاہ خراسانی کا فتنۂ عظیم برپا ہوا۔

نادر شاہ خراسانی کا حملہ اور قتل عام اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ اس نے پہلے تو ہزار ہا خون ریز فوجی جمع کر کے کابل پر جو ہندوستان کی سرحد ہے چڑھائی کر کے وہاں ہزار ہا لوگ تیغ بے دریغ سے قتل کیے اور افراتفری کے بعد شہروں کے بہت سے لوگوں کو ساتھ لے کر بلند پہاڑوں اور چوٹیوں پر قبضہ کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ پھر جس دیہات اور شہر میں پہنچا تاخت و تاراج کر کے ویران کر دیا۔ یہاں تک کہ کرنال شہر کے قریب بادشاہِ ہند سے مقابلہ پڑا اور دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی۔ اسی دوران بعض عقیدت مندوں نے حضرتِ اقدس کو اس ہولناک فتنہ کے بارہ میں لغرض استفسار عرضداشت لکھی۔ آپ نے جواباً یہ عبارت تحریر فرمائی کہ "تشویش عظیم پیش آئے گی انجام کار سلطنت محمد شاہ ہی کی رہے گی"۔ اور سید مکمل خاں نے بھی اس بارہ میں عرض کیا آپ نے جواب میں ان کو بھی یہی الفاظ تحریر فرمائے کہ "سلطنتِ تیموریہ ہی رہے گی"۔ پس جنگ عظیم واقع ہوئی ہندستانی فوج کے باون فیل سواروں نے شربتِ شہادت نوش کیا۔ پیادوں کے بارہ میں کیا کہا جائے جو بے حساب قتل ہوئے۔ سفاکوں کے اس دست برد سے اولی باسٍ شدیدٍ ظاہر ہوا اور ہندوستان کا لشکر خوفزدہ ہوا۔ بیشتر مفرورین اطراف و جوانب میں قتل کئے گئے اور جو باقی بچے ان کو قزلباش افواج نے قید کر لیا اس دوران خدا معلوم کتنے بھوک پیاس سے ختم ہو گئے اور سلطان و وزیر دونوں قید ہوئے پھر نادر شاہ اس معرکہ گاہ سے روانہ ہوا اور شاہجہان آباد پہنچ کر قلعہ و قصر شاہی میں داخل ہوا۔ اس کی ظالم و جابر افواج کی گذرگاہ پر جتنی آبادیاں اور شہر وغیرہ پڑے سب ویران و برباد کر دیئے شہر پانی پت جو اپنی خوبصورتی و خوشنمائی میں تماشاگاہِ خلق تھا مقتلِ عام بن گیا تھا۔ لاتعداد لوگ قتل و غارت کر دیئے گئے۔ حتی کہ ایک عرصہ تک وہ شہر بھیڑیوں اور گیدڑوں کی آماجگاہ بنا رہا (پس) آپ کی وہ بات کہ شہر مثل دیہات ویران گاؤں کے مانند ہو جائیں گے بعینہ پوری ہوئی۔

اور شاہجہان آباد میں داخلہ کے تیسرے روز نادر نے قتل عام کا حکم دے دیا۔ صبح سے لے کر سہ پہر تک تیس ہزار سوار قتل و خون ریزی کرتے رہے اور ہر جاندار از قسم انسان یا حیوان جو بھی سامنے آیا تہ تیغ

کیا گیا حتیٰ کہ کتے اور بلی تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ اور شہر میں آگ لگا کر تمام بازاروں اور محلات کو جلا دیا۔ کشتیوں کے پشتے لگ گئے اور تمام بازاروں میں عموماً اور بازار شاہی میں جو چاندنی چوک کے نام سے مشہور ہے خصوصاً خون کی ندیاں جاری ہو گئیں اور قیامت موعود رونما ہوئی۔ اور وہ مقامات اور جگہیں جو لوگوں کی نگاہوں میں بہت محفوظ تھیں ایسی ویران و تباہ ہوئیں کہ لوگوں کو رات تو رات دن کو بھی ادھر جانا بوجہ خوف مشکل تھا۔

بعد ازاں تمام شہر کا اس طرح محاصرہ کیا کہ کسی متنفس کو شہر میں آمد و رفت اور شہر سے باہر جانے یا باہر سے شہر میں آنے کی اجازت نہ تھی۔ اور ان ایام میں ایک عالم بھوک و پیاس کی شدت سے ختم ہو گیا اور ان کی لاشوں کے تعفن سے ایسی وبا پھیلی جس سے خدا معلوم کتنی مخلوق لقمۂ اجل بنی۔ اور یہ سب وہ تمام اخبارِ غیبیہ جو حضرت کی زبان الہام ترجمان سے بیان ہو چکی تھیں بعینہٖ پوری ہوئیں اور جب حالات اس حد تک پہنچ گئے تو سلطنتِ تیموریہ کے قائم و باقی رہنے کی بشارت جو حضرتِ اقدس نے دی تھی لوگوں کو بعید از عقل معلوم ہوئی اور لوگوں میں جب اس قسم کی بات کا ذکر ہوتا تو عوام میں کوئی بھی اس کی تصدیق نہ کرتا بلکہ بعید از قیاس سمجھتا اور اجتماع نقیضین[1] جانتا۔ اکثر لوگ بدگمان اور بدعقیدہ ہو گئے کہ آپ نے غلط بیانی کی یہاں تک کہ قادرِ مطلق کی قدرت جلوہ گر ہوئی اس متغلب سفاک نے سلطنت کے تمام خزانے و دفینے جدیدہ و قدیمہ جواہر و زر و نقرہ وغیرہ بادشاہ و امرائے سلطنت سے چھین کر اپنے قبضہ میں کئے اور حکومت محمد شاہ کے سپرد کر کے خود خراسان کی راہ لی۔ اور وہ امرِ موعود یعنی حضرت کا ارشاد صحیح وجود میں آیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

متعلقین کو تسلی و تشفی اور ان فتنوں کے دور میں جب کہ ایک عالم پر مصائب و تنزل کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اکثر معتقدین آپ کی خدمت میں امن و امان اور محافظت کے بارہ میں دعا و توجہ کے خواستگار رہتے تھے آپ سب کو تسلی و تشفی دیتے رہتے تھے چنانچہ اپنے بڑے ماموں کو تحریر فرماتے ہیں کہ ہم عاجزوں پر وہ مہربان ہے انشاء اللہ حفاظت فرمائے گا۔" اور شیخ بخت الدین بڈھانوی سے ارشاد فرمایا کہ خاطر جمع اور اطمینان کامل رکھو اگر سارا عالم آگ ہو جائے تب بھی اللہ کے کرم بے پایاں سے اُمید ہے کہ تم سب سلامت رہو گے۔ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ۔ پس بفضل الٰہی حضرت کی بہ نفس نفیس توجہ کی برکت سے تمام وابستگانِ آنحضرت ظاہری و باطنی طور پر محفوظ و مامون رہے۔ اور محلہ "کشک نرور" جہاں حضرتِ اقدس کا مکان ہی بہمہ وجوہ محفوظ رہا مفسدین فجّار کے صدمہ سے پورے شہر میں اگر کوئی جگہ محفوظ

---

[1] دو ضدوں کا باہم جمع ہونا۔

بہی تو وہ یہی مقام برکت نظام تھا۔ ان آیات بینات (واضح نشانات) کے ظہور کے سبب راسخ الاعتقاد ارادت مند مرتبہ حق الیقینی پر ترقی پذیر ہوئے۔ والحمد للہ رب العالمین

حوادثِ عظام حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس وقت کے حوادثِ عظام میں سے ایک تو وہ ہے جو وسط شوال میں نازل ہوا واللہ اعلم (یعنی) قضائے عظیم نازل ہوئی اور اموات[1] و احیاء کا الہام محمد شاہ کے حق میں دعاء عافیت کے ساتھ ہوا اور دوسرا یہ ہے کہ شیخ محمد زبیر سرہندی نے وفات پائی اور یہ پھیل جانے والے حادثہ کی پہلی شرط ہے جو اس زمانہ کے ہر شیخ وصوفی پر آئے گا۔

ذریت اور کتب میں سر حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے متعدد بار مکاشفہ ہوا کہ عبادت میں ایک سرِ عجیب ہے، جو اس کے اہل میں قیامت تک پایا جائے گا یا جب تک اللہ چاہے گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں یہ امر جاری ہوا کہ ان کی اولاد میں قیامت تک نبوت وحکمت باقی رہے گی اور جیسا کہ فریدوں کے حق میں جاری ہوا کہ اس کے خاندان میں حکومت وسلطنت باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا یا جیسا چاہے چنگیز وتیمور کے جد کے بارہ میں جاری ہوا کہ ان میں سلطنت وحکومت کا تدبر رہے گا جب تک اللہ چاہے گا اور اسی طرح مجھے مکاشفہ ہوا کہ میری کتابوں اور میری ذریت میں بھی ایک سر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک باقی رہے گا۔ الحمد للہ کہ یہ بات روز بروز ظہور پذیر ہے اور اس کی قوی امید ہے کہ علیٰ وجہ الکمال عروج وترقی کرے گی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ توریت کی ایک جلد رکھی ہے اور اس مقام پر جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف ہے لکھا ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیک وقت جہاد اور مخالطت ارواح واقع ہوں گی۔ پس میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں صفات ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم ہوں گی نہ یہ مطلب کہ ایک ہی وقت میں ان دو فعلوں کا صدور ہوگا۔ اور اس تاویل کے مثل ان کلمات کی تطبیق ہو جائے گی۔ جن کو بظاہر قرآن مجید کے خلاف سمجھتے ہیں۔

نسبت کا کمال حضرت اقدس نے فرمایا کہ رمضان میں ایک بار میں نے قرآن پڑھا۔ پھر میں نے چاہا کہ بجائے تلاوت کے قرآن کی سورتوں سے کچھ حفظ کروں۔ اسی اثنا میں حقیقت قرآن سے یہ فائض ہوا کہ سارا قرآن بطور حفظ تمہارے دل میں مترتب ہے لیکن فعل کے ساتھ اس کا خروج وظہور ایک

---

[1] یعنی سب کا علم ہوا کہ اتنے لوگ زندہ رہیں گے اور اتنے شہید ہوں گے اور محمد شاہ تخت حکومت پر دوبارہ بیٹھے گا۔

شرط کے ساتھ مشروط ہے (اور وہ یہ ہے) کہ ایک بار ایسے شخص کے پاس قرأت کی جائے جس کا سلسلۂ قرأت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متصل ہو اور جب یہ شرط متحقق ہو جائے تو پھر حفظ میں محنت و مشقت کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔

تمام کدورت کو زائل کر دیا حافظ عبدالغنی نے بیان کیا کہ ایک دن چھٹی کا دن تھا اور مشکوٰۃ شریف کے درس کے وقت بہت سے لوگ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھے بات شیعوں کے ذبیحہ پر چل نکلی۔ آپ نے فرمایا کہ بہر حال وہ اہل قبلہ ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے۔ پھر فرمایا کہ لفظ شیعہ پر ایک بات مجھ کو معلوم ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں پوچھا گیا آنجناب سے حکم ہوا کہ لفظ "امام" میں غور کرنے سے اس کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ ناقل کہتا ہے کہ ان کلمات کے تکلّم کے وقت میں اپنی انہیں نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کہ ایک نور آپ کے سینہ مبارک سے اس طرح نکلا جس طرح آفتاب ابر سے نکلتا ہے اور اس کی شعاعیں تمام درو دیوار کو روشن کر دیتی ہیں اسی طرح اس نور نے منتشر ہو کر تمام اہل مجلس کو اپنے گھیرے میں لے کر سب کو منور کر دیا اور باہم محیط ہو گیا۔ اور تمام قلق و کدورت جو ہمارے دلوں میں تھی سب کو زائل کر دیا۔ اور یہ ادراک قلبی نہ تھا بلکہ عین مشاہدہ تھا والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نیز حافظ صاحب موصوف نے بیان کیا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ بازاروں اور گلی کوچوں میں کثیر مجمع ہے اور بہت سے سوار اس طرح گھوم رہے ہیں جس طرح بادشاہ لغرض سیر و تفریح و شکار نکلتا ہے۔ میں نے ان سواروں میں سے ایک سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے اس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیکھنے کے لیے تشریف لائے ہیں یہ سن کر مجھے بے انتہا مسرت و خوشی حاصل ہوئی کہ سبحان اللہ ہمیں دولتِ دیدار شب و روز حاصل ہے اور ہم اس کی قدر نہیں جانتے۔ پھر میں بعد شوق و اشتیاق آپ کے دیدار پر انوار کی دولت سے مشرف ہونے کے لیے اٹھا اور اسی وقت آنکھ کھل گئی۔

خواجگان چشت کے مقابر سے نورانیت کا ظہور حضرت اقدس نے فرمایا کہ (ایک بار) عالم مثال میں خواجگانِ چشت کی مقابر کی طرف جو قریۂ چشت میں مدفون ہیں، توجہ واقع ہوئی۔ اس قدر شعاعیں اور نورانیت دکھائی دی جو حدِ بیان سے باہر ہے گویا ان کی عبادات عین صورتِ ذات ہیں یہ دیکھ کر مزید تعجب ہوا کہ ان طہارات و عبادات کا بھی نورانیت میں ایک اثر ہے لیکن اس طرح نہیں بلکہ گویا یہ نورانیت

بشرط طہارت جوہر نفس سے نکلی ہے اور ہر شخص کے لیے آسان کر دی گئی ہے وہ چیز جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

غزل سننے کی فرمائش حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ جیسے میں حضرت نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کو گیا۔ آپ نے کفن ہٹا کر چہرہ مبارک نکالا۔ رنگ آپ کا گندمی اور ریش مبارک سفید تھی۔ مجھ سے فرمایا کہ کوئی غزل سناؤ۔ اس وقت میرے دل میں آیا کہ میں خوش آواز تو ہوں نہیں جس سے آپ کو خوش کر سکوں لیکن تعمیل حکم میں اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًا وَّنَاوِلْہَا الخ کے دو شعر سنائے آپ بہت مسرور و محظوظ ہوئے اور بے انتہا مسرت چہرہ انور سے پھوٹی پڑ رہی تھی اس وقت یہ سمجھ میں آیا کہ آپ کی غرض اس سے یہ ہے کہ کبھی کبھی اچھے اور پُر اثر اشعار ضرور سُننا چاہیئے۔

صاحبزادی کی شادی کے لیے غیبی انتظامات حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس پر عزم مُصمم ہو گیا کہ اب لڑکی (صالحہ) کی شادی کر دینا چاہیے اور دعوت طعام وغیرہ جو لوازمات شادی میں ہیں، وافر مقدار میں اور بحسن و خوبی انجام دینا چاہیے بہ آسانی اسباب مہیّا ہونے کا وعدہ الٰہی تھا اور اسی پر میرا قلب مطمئن تھا ورنہ ظاہری اسباب کچھ نہ تھے جس کو دیکھ کر اعزہ میرے حوصلے کا پورا ہونا ناممکن سمجھتے تھے، میرے حسب دلخواہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس طرح اپنے وعدے پورے فرمائے کہ مجھے جس وقت جتنی ضرورت ہوئی اسی وقت بغیر میری فکر و کوشش کئے انتظام ہو جاتا۔ گویا ایک محاسب ہے جو حساب لگا کر ضرورت بھر بھیج دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کارِ خیر سے حسبِ دل خواہ فراغت کے بعد بھی بعض دیگر ضروریات در پیش ہوئیں جن کو پورا کرنا اس وقت ممکن ہی نہ تھا اسی روز سو روپیہ فتوحات (نذر) میں آئے اور وہ ضرورتیں بھی رفع ہو گئیں اور اس سے قبل اسی بارہ میں دو خواب میں نے دیکھے کہ جیسے میں ہاتھی پر سوار ہو کر برادر عزیز میاں اہل اللہ کے گھر گیا اچانک ایک چھپر کو پکڑا اور بہت دور پھینک دیا۔ اور دوسرا خواب یہ دیکھا کہ میں اس سلسلہ میں بہت متفکر ہوں اچانک حضرت والد ماجد کا ایک دفینہ نکلا اور اس سے جملہ اسباب جہیز مثل زیورات و ملبوسات و فرش و فروش وغیرہ سب مہیا ہو گئے اس سے مزید مسرت و خوشی ہوئی۔

اِسمِ وَہّاب کا مُوَکّل حضرت اقدس نے فرمایا کہ انہیں ایام میں ایک دن واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص عطاء اللہ نام (جس سے پہلے کبھی شناسائی نہ تھی) کی ملاقات کو سوار ہو کر چلا،

جب اس سے ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ وہ گندمی رنگ قریب بصورت مؤکل اسم یا دھاب کا پیکر تھا جس کو میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا پھر وہ ملاقات کرنیکے بعد میرے پاس سے اٹھ کر ایک طرف گیا اور مجھے اپنے گھر آنے کی خواہش ہوئی چند بار میں نے اس کا نام (عطاء اللہ) لے کر پکارا وہ آیا اور دو روپیہ نقد پیش کئے میں نے پہلے تو اس میں سے ایک روپیہ قبول کیا لیکن اس نے باصرار دوسرا بھی پیش کیا اسی وقت میرے دل میں یہ آیا کہ کوئی چیز فتوحات میں سے ہو گی۔ لیکن دو بار میں اس کی تحصیل میں اسم وہاب کی تلاوت کو دخل ہے۔ چنانچہ چند جلسوں میں اسی تعداد میں جس میں اس کو پکارا تھا پڑھا فتوحات بھی دو بار میں ہوئیں۔

نصرت نبی برائے بیکس امتی

حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواجہ حبیب اللہ کشمیری نے خواب دیکھا کہ وضو اور نماز کے ارادہ سے ایک جنگل میں کھڑے ہیں جہاں زرد آلو کے بے شمار درخت ہیں۔ ناگاہ غیب سے ایک آواز سنائی دی کہ نماز کے لیے تھوڑا توقف کرو اور انتظار کرو کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ پس انہوں نے دو تین ساعت توقف کیا۔ آخر بنا بر عجلت بعض لوگوں نے نماز پڑھ لی بعد ازاں یہ سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور نماز عصر تنہا پڑھ رہے ہیں یہ سن کر ان کو اپنی عجلت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اقتداء حاصل نہ ہونے پر انتہا افسوس ہوا اور بڑی ندامت ہوئی بعد ازاں چند زرد آلو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیے آپ نے اس میں سے چند زرد آلو کے کر اشارہ فرمایا کہ اندر بھیج دو۔ اور آپ کی مراد اپنے دولت کدہ سے تھی۔ اسی ضمن میں یہ سمجھ میں آیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ یہ دوست محمد کی لڑکی کے لیے بھیج دینا چاہیے۔ حضرت اقدس فرماتے تھے کہ رائی مذکور نے یہ خواب ہم سے بیان کر کے اس کی سمجھ کے مطابق اس کی تعبیر یہ لی کہ سات روپیہ اور چار عدد ناشپاتیاں پیش کیں۔ اور ہم نے اس کی تعبیر مختصر بیان کی اور اعمال خیر سے دلیل لی۔ اور اس اشارہ کا مطلب بعد میں ظاہر ہوا کہ آپ کی مرضی لڑکی کی شادی میں چار اشرفی کی مدد کرنے کی تھی پس اس عزیز نے بغیر اس تعبیر کو سمجھے ہوئے چار اشرفی بھیجیں۔ وکان ذلک تعبیر رؤیای قد جعلها ربی حقا

فنا و بقا کا مطلب

خواجہ محمد امین جو حضرت اقدس کے مخصوص احباب میں تھے بیان

۱۔ روح یا جن جسے عامل مسخر کرتے ہیں۔

۲۔ اور یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جس کو میرے رب نے سچ کر دکھایا۔

کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت اقدس قیلولہ سے بیدار ہوئے اور فرحت و مسرت چہرہ انور سے پھوٹ پڑتی تھی۔ فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں کفار سے جہاد کی غرض سے نکلا اور مقابلہ کیا لیکن تم وہاں شہید ہو گئے ہو جس کی بناء پر میں بہت مضطرب اور غمزدہ ہوں اور تمہاری لاش ایک چارپائی پر چھوڑ کر میاں اہل اللہ کو تمہارے نزدیک حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود تجہیز و تکفین کے انتظام میں مشغول ہوں اسی اثناء میں ایک جاننے والا نظام الدین نام پہنچا اور فتح و نصرت کی مبارکباد دی اور کہا کہ تم نے بہت بڑا کام کیا جو کفار سے جنگ کی۔ میں نے کہا میرا فلاں آدمی شہید ہو گیا۔ جس سے انتہائی رنج و غم ہے۔ پھر اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ حق تعالیٰ نے تمہیں زندہ کیا تمہاری دوبارہ زندگی سے مجھے ایسی مسرت و خوشی ہوئی کہ میری آنکھ کھل گئی۔ بعد ازاں اس خواب کی مختصر تعبیر یہ بیان فرمائی کہ موت و حیات سے مطلب فنا و بقا ہے اور نظام الدین کے آنے سے اشارہ علم کا باقی رہنا ہے جو دین کے رواج کا سبب ہوگا۔ واللہ اعلم

روح مولائے کائنات کی دستگیری حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شاہجہان آباد میں چیچک کا زور رہا۔ انہیں دنوں ایک رات میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں سادات میں سے ایک عزیز کے گھر میں آیا ہوں اس نے کہا کہ مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مزار پر چلو گے میں نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہوگا پھر وہ مجھے ایک مقبرہ کے قریب لے گیا اور خود وہاں کھڑا ہو گیا اور مجھ سے کہا کہ اس مکان کے اندر چلے جاؤ اور اشارہ سے بتایا اور خود داخل نہ ہوا۔ جب میں مقبرہ میں داخل ہوا تو تلاش کیا کہ حضرت کا مزار شریف کون سا ہے۔ پس ایک شخص نے مقبرہ کے صدر جانب اشارہ کیا۔ جب میں ادھر بڑھا تو دیکھا کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے۔ اس وقت حضرت کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ (آؤ) ہم تم کو ایک ایسی چیز تعلیم کریں کہ جب کسی مقام پر جن وغیرہ معلوم ہوں (گویا اس سے مراد آپ کی چیچک سے تھی) تو اس کے دفعیہ کے لیے اس طرح پر توجہ کرنا چاہیے اور وہ ایک طرح کی ہمت کی نسبت تھی جو آپ نے تعلیم فرمائی۔ اور اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ گویا ایک جن ہے جو اس توجہ کرنے سے پریشان ہو رہا ہے بعد ازاں اس واقعہ سے افاقہ ظاہر ہوا۔ اس دوران جس نے بھی اس بارہ میں مدد کی بفضل الٰہی اس آفت سے نجات پائی تقریباً سو آدمیوں نے رجوع کیا اور شفایاب ہوئے۔

تعویذ کی برکت سے شفائے کلی حافظ عبدالنبی نے بیان کیا کہ اسی دوران میرا ایک لڑکا چیچک میں مبتلا ہوا اور مرض بہت طول پکڑ گیا۔ میں بے قرار ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور توجہ کا طالب ہوا۔

آپ نے میری استدعا پر ایک تعویز لکھ کر عنایت فرمایا اور اس نے شفا پائی۔ پھر دوبارہ اسی مرض میں مبتلا ہوا ایک دن حالت اتنی نازک ہو گئی کہ میں نے دیکھا کہ اس میں جان باقی نہ رہی اور مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی روح جسم سے جدا ہو گئی۔ یہ دیکھ کر میں سخت بے قرار روتا دھوتا خدمت اقدس میں پہنچا۔ میرا حال یہ تھا کہ منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی حضرت اقدس میری حالت ملاحظہ فرما کر انتہا غمگین و رنجیدہ ہوئے اور دوبارہ تعویز لکھ کر عنایت فرمایا، الحمدللہ کہ اس کی برکت سے دو ہی تین ساعت بعد اس میں جنبش پیدا ہوئی اور شفائے کُلی حاصل ہو گئی۔

عرس کی برکات حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ (آپ کے چچا) کے عرس کے موقعہ پر رات کے وقت جب ان کے مقبرہ میں ہنگامۂ سرود[1] جاری تھا اور حاضرین پر (سماع و سرود سے) ذوق و وجد طاری تھا۔ میں بعد العشاء اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا سامنے لایا گیا، اور یہ کہا گیا کہ جو کچھ اس محفل میں ذوق و شوق اور روحِ مبارک کی توجہ کی برکات ہیں سب نے مرکب ہو کر یہ صورت اختیار کی ہے جو عطائے الٰہی ہے اور اسی وقت تمام عالم میں نفسِ ناطقہ کا سریان ظاہر ہوا اور یہ واضح ہوا کہ وہ نور اسی منبع کا تابع ہے اگرچہ اسی جگہ سے بھیجا گیا ہے۔

بے کیف شے غیب سے ظاہر ہوئی: حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار ایک بے کیف شے غیب سے ظاہر ہوئی اور دو صورتوں میں متمثل ہو گئی۔ ان میں ایک صورت نورِ سیاہ[2] کی تھی جس نے مجھ میں اس طرح سرایت کیا کہ میرے تمام اعضاء و اجزاء میں حتّٰی کہ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے ناخونوں تک میں سرایت کر گئی، اور تمام بدن اس سے پُر ہو گیا اس سے ایک قسم کی دل جمعی و طمانیت ظاہر ہوئی اور دوسری صورت ایک چاند کے ٹکڑے کی تھی اور وہ بھی میرے اندر سما گئی۔

اشعار تری یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت اقدس کے دستخط مبارک کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ ایک وقت یہ فقیر بعض خلوات میں کمزور ہو گیا اور حواس پراگندہ ہو گئے اس وقت یہ دو شعر بغیر میری کوشش و خواہش کے خیال میں متمثل ہوئے پھر نسبت اویسیہ جوش زن ہو کر غالب ہوئی جس سے وہ ضعف زائل ہو گیا

ل بہ معنی نغمہ و سماع یعنی راگ۔ بحوالہ برہان و جہانگیری و مؤید غیاث اللغات

ل۲ نور سیاہ تجلی ذاتی یعنی سوادِ اعظم اس تجلی ذاتی کا غیب الغیب عالم شہادت ہے۔

قوتیٔ یارسول اللہِ عجزی و حاجتی — و ضعفی و ذنقی فی ھواک و عاھتی
اماانّک تَرثی لِمن قد اصابہٗ — غلیلُ الھوی فیک و فار لصبابتِہ[1]

خادمِ اسمِ وھّاب کا مشاہدہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ (اللہ کے نام وھّاب کے خادم) کا مجھے مشاہدہ ہوا۔ ایک جوان سیاہ رنگ صوفیائے صلحاء کے لباس میں جس میں ایک اِزار اور ایک چادر ہے جس وقت میں یا وَھّاب کہتا تھا وہ میری طرف التفات کرتا تھا گویا اس لفظ کے علاوہ وہ کچھ سنتا ہی نہیں ہے۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ اسماء کے خدام کا قمر کے ساتھ ایک خاص ربط ہے اور یہ معلوم ہوگیا کہ وہ حاضر نہیں ہوتے مگر اس ساعت میں جب کہ سیر قمر بُرج مسعود میں ہوتی ہے اور ایسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ خدامِ اسماء آدمیوں کی آواز سنتے ہیں لیکن ان میں جنبش و حرکت پیدا نہیں ہوتی لیکن اس وقت جبکہ قمر فلک کے موضع مسعود پر پہنچتا ہے اور یہ معلوم ہو گیا کہ دعوتِ اسماء میں اوضاع قمر کے علاوہ جو کافی ہے اوضاع فلک کی معرفت کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک دفعہ خواجہ محمد امین جو آپ کے خاص احباب میں تھے آپ کے فوائد (جو انہوں نے مرتب کئے تھے) لائے کہ ایک دن صبح کے مراقبہ کے بعد حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آج مراقبہ میں برکات کثیرہ شاملِ حال ظاہر و باطن مشاہدہ ہوئیں اور اشاعت و نشرِ علوم اور اپنی تصنیفات میں وسعتِ عظیم مشاہدہ ہوئی والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

نیز فوائد میں یہ بھی ہے کہ دوسرے روز اسی وقت مراقبہ کے بعد فرمایا کہ آج میں نے محبتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا جو تمام ظاہر و باطن کے اطراف کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس مشاہدہ کا استغراق موجب طمانیت وازدیادِ راحت ہوا۔ الحمد للہ علیٰ نعمائہٖ۔

انانیتِ کبریٰ حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک مقام پر حضرت والد ماجد تشریف فرما ہیں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کاتبِ حروف سے فرمایا کہ تم بھی اس وقت وہاں موجود ہو۔ پس حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بطورِ حکایت و قصہ بیان فرمایا کہ ایک صورت چاندی سے تیار کی اور اس میں قلب کی صورت صاف شفاف مثلِ بُراق دکھائی اور اس

---

[1] یارسول اللہ میری خستہ حالی میری حاجت۔ میرا ضعف اور میری اذیت اپنی محبت میں ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کیا آپ اس شخص کے لیے رنجیدہ نہ ہوں گے جو آپ کی محبت میں تشنہ لب ہے اور آتشِ فراق میں بھُن رہا ہے۔

قلب میں ایک پیچ ہے انتہائی خوش نما اور موزوں پس جو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس سے صفا و نور کا استفادہ کرتا ہے۔ ہم نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر شخص کا لطیفہ انا اس میں بیدار ہوتا ہے چنانچہ انانیت کبریٰ اس میں ظاہر ہوتی ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوگا اسی کے رنگ میں رنگ جائے گا۔ گویا اس قصہ سے مراد یہی تھی۔ اس وقت بغایت شوق مجھ پر گریہ طاری ہوا اور حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی آب دیدہ ہوئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

چالیس روزہ اعتکاف میں حقائق و معارف و بشارات و برکات کا ظہور

۱۱۵۶ھ میں حضرت اقدس نے چالیس روز کا اعتکاف فرمایا۔ ان دنوں بے شمار حقائق و معارف یعنی اجسام و نفوس افلاک و ملاءِ اعلیٰ و عقول و عوالم جناں و ابدانِ مثالیہ اور حقائق و لطائفِ بارزہ و کامنۂ انسانیہ ظاہر ہوئے اور ہر ایک کی فنا و بقا کے کمالات کا بیان اور ان لطائف کے مطابق کمالات انسانیہ کی تفصیل اور توحید ذاتی اور حقیقت توحید وجودی کے احکام کی وضاحت اور حقائق قطب ارشاد اور قطب مدار اور رجال الغیب کی تفصیل اور حکایت مقالات ملاءِ اعلیٰ اور رمزاات کی تفصیل وغیرہ وغیرہ جو حضرت تجلی اعظم نے افاضہ فرمائے کیا بیان کئے جائیں کہ زبان کو اس کے بیان کی طاقت نہیں اور آپ نے ان سب کو "تفہیمات الٰہیہ" میں تحریر فرما دیا ہے۔ انہیں ایام میں ایک روز خاکسار کاتبِ حروف سے جو خدمتِ اقدس میں حاضر تھا زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہ علوم یعنی علم حدیث وغیرہ ہماری اور تمہاری اولاد میں انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اور ایک دن یہ بھی فرمایا کہ بعض افراد انسانیہ میں بحر بحت کے اقصائے نقاط سے ایک نقطہ انتہائی روشن تجلی اعظم کے برزات میں سے برزہ اولی کے مقابل بلکہ اس برزہ کا نمونہ ہوتا ہے اور تمہاری حقیقت میں وہ نقطہ موجود ہے۔ اور (بیدار ہے) اس بشارتِ عظمیٰ کے ساتھ ساتھ جس کا شکر حوصلۂ استعداد سے باہر ہے اور بھی بہت سی نوازشیں فرمائیں۔

رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتیں وقتِ نزولِ برکات و قبولیت دعا

نیز ایک شب مغرب و عشا کے درمیان جب کہ یہ خادم خدمت اقدس میں حاضر تھا خطاب کر کے فرمایا کہ کل تیرہ رمضان تھی اور جمعہ کا دن تھا بعد نماز عصر مغرب کے قریب ایک ساعت مرجوۂ[1] منکشف ہوئی ہیں اس

[1] مبارک

وقت اس کی اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن وہ گھڑی ایسی لطیف تھی کہ خیال ہوا کہیں یہ گذر نہ جائے
لہٰذا اس اطلاع دہی کو موقوف کر کے ظہورِ تاثیر کے بارہ میں اور حصولِ ثمرات کے لیے وہ دعا جو نئی تصنیف
ہوئی تھی اپنے منتسبین اور احباب اور اولاد کے لیے میں نے کی اور اس میں خواجہ محمد امین اور اس
خاکسار کو بھی مخصوص فرمایا۔ اس بشارتِ عظمیٰ سے ارادت مندوں کی امیدیں قوی ہو گئیں اور انہیں
مبارک ایام میں یعنی رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں نصف شب کے وقت جب کہ حضرت اقدس
آرام فرماتے فرمایا کہ خواب میں (سوتے میں) میں نے اپنے دل میں انجذاب تمام پایا اور اسی وقت یہ
بھی معلوم ہوا کہ یہ وقت نزولِ برکات اور قبولیت دعا کا ہے۔ اور خواب سے بیداری کا یہی سبب ہوا۔
اس وقت میں نے دیکھا کہ وقت کم ہے دوسروں کو اطلاع نہیں دی جا سکتی اور نہ اس وقت اس کا موقعہ
ہے لہٰذا اس سب سے اعراض کر کے دعا میں مشغول ہوا۔ صبح کو یہ واقعہ حاضرین سے بیان فرمایا سبحان اللہ
"کار محبوباں جدا از کار جملہ عالم است"۔ اگر سوتے بھی ہوں تب بھی ان کو بیدار کر کے دعا منگواتے ہیں
پھر اسے قبول فرماتے ہیں اس میں ایک لذت بخش نکتہ ہے جس نے یہ ذوق نہ پایا اس نے نہ سمجھا اور
یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آئندہ راتوں میں بھی برکات کا تنزل معلوم ہو رہا ہے۔ حافظ عبدالنبی نے (جو حضرتِ
اقدس کی طرف سے ملقب بحافظ عبدالرحمٰن ہیں اور آپ کے خاص اصحاب میں ہیں) ابتدائے شب
میں ظہورِ برکات کی علامات بتائیں خواجہ محمد امین کو نیند کی حالت میں جاذبات و برکات نے اپنے آغوش
میں لے لیا اور ایک عجیب حالت طاری ہوئی۔ بیدار ہو کر بہرہ اندوز ہوئے اور پھر دوبارہ سو گئے۔ اور
عینِ حالتِ خواب بے شمار فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ ؎

خوش بود خوابہائے بیداراں خوش بود کارہائے بے کاراں[1]

شبِ قدر کی برکات اور ان کا مشاہدہ نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے عین
حالتِ خواب میں دیکھا کہ حضرت ولی نعمت موجود ہیں اور میں شبِ قدر کی برکات کی کیفیت بیان کر
رہا ہوں اور آپ تصدیق فرماتے جا رہے ہیں، جب یہ ماجرا آپ کے حضور میں عرض کیا تو فرمایا کہ تم صادق الحال
ہو، اور حافظ عبدالنبی اس شب کی کیفیات بیان کرتے ہیں کہ ہیئتِ فلکی مسعود ہوئی تھی اور آثارِ ارواحِ
افلاک و نجوم ظاہر ہوئے تھے۔ اور حضرت تجلی عظمیٰ کی توجہ افلاک کے بارہ میں واقع ہوئی اور امورِ خیر اور

---

[1] بیدار رہنے والوں کی نیندیں اچھی ہوتی ہیں۔ بیکار لوگوں کا کام اچھا ہوتا ہے۔

وقتِ سحر بکثرت روحانیت کا ظہور ہوا۔ حضرت تجلّی اعظم نے روحانیت کو سعادت کے ساتھ ضم فرمادیا۔ اور یہ کہا کہ میں حضرت کے اصحاب کے حق میں دعا کروں اور خواجہ محمد امین کو دیکھا کہ ایک فیض نے ان کا احاطہ کر لیا ہے گویا وہ ہماری دعا وغیرہ سے بے نیاز ہیں اور یہ بھی بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسری عظیم رات ابھی باقی ہے۔ پھر ۲۰ رمضان بعد نماز عصر جب کہ حضرتِ اقدس مراقبہ میں تھے اور استغراقِ کامل غالب تھا یہ خاکسار اور خواجہ محمد امین خدمت میں حاضر تھے۔ نیز دوسرے لوگ بھی حلقہ میں بیٹھے تھے قریب مغرب مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا اور زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ آنے والی رات بھی برکتوں والی ہے اور اس خاکسار کو بھی بشارتوں سے سرفراز فرمایا جو اس کی لیاقت و قابلیت سے بالا تھیں پس جب ستائیسویں شب آئی شروع ہی سے انوار و برکات کا ظہور ہونے لگا اور بذاتِ خود شب بیداری کی۔ آپ کے فیض توجہ سے ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق اس رات انوار و برکات حاصل کیے اور حافظ عبدالرحمٰن نے (جنہوں نے اس رات اس فقیر کی استدعا پر اس نیازمند کے احباب و اولاد کے حق میں دعا کی تھی) دیکھا کہ گویا ایک نور اس فقیر سے نکلا اور ایک دو شاخہ درخت کی شکل میں متمثل ہوا اور اس نور کی ہمگی نے دونوں شاخوں میں ظہور کیا پھر یکجا ہو کر بلند ہونا شروع ہوا اور اسی اثنا میں ایک دوسری صورت ظاہر ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ ایک لمبی رسی ہے جو زمانہ کے ختم ہونے تک اور قیام قیامت تک ہے۔ اور اس رسی کے حلقے باہم پیوست ہیں اور ہر حلقہ میں بتیاں روشن ہیں اور اس کا مطلب یہ بتایا کہ اس سے مراد سلسلہ، اولاد وغیرہ ہے اور یہ بتیاں (فیتے) ان کے اعیانِ ثابتہ ہیں۔ اور یہ روشنی تجلّی اعظم کا نور ہے اور ان میں سے بعض میں ذاتِ بحت کی حقیقت مکمل طور پر موجود ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی معلوم کیا کہ اس سلسلہ کے اتصال میں فصل نہ ہوگا۔ اور صبح کو ان بشارات سے فقیر کو نوازا۔ جب یہ واقعہ حضرتِ اقدس سے عرض کیا تو فرمایا کہ یہ سب حق ہے۔

ملیح سیّد العرب والعجم کی سماعت پر حضوری تامہ

انہیں ایام میں ایک دن خواجہ محمد امین صبح کے مراقبہ میں حضرتِ اقدس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ عبارت ان کو الہام ہوئی "بہترین کاغذ وہ ہے جس پر کلام حق لکھا جائے اور بہترین بندہ وہ ہے جس میں ہماری صورت ظاہر ہو"۔ انہوں نے اس کو حضرتِ اقدس سے عرض کیا اور آپ کے تصدیق کرنے پر وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ اور انہیں مبارک راتوں میں ایک دن بعد نماز تہجد خواجہ محمد امین نے آپ کا مصنفہ قصیدہ "اطیب النغم فی

مدح سید العرب والعجم" خوش الحانی سے پڑھنا شروع کیا اس کے سننے سے آپ از حد مسرور ہوئے اور اس کا اثر تو حاضرین پر اس درجہ محیط ہوا کہ سب کو حضوری تامہ حاصل ہوئی علی الصباح خواجہ صاحب موصوف مورد عنایات بے کراں ہوئے۔

اشعارِ مثنوی پر وجد اور آخر رات میں لبد نماز تہجد خواجہ محمد امین نے آپ کے حکم کے بموجب مثنوی کے اشعار ے

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں ‏ ‏ ‏ ‏ گفتہ آید در حدیث دیگراں

آپ کے حضور میں نہایت پُر درد آواز میں پڑھنا شروع کیے اس کے سننے سے آپ اتنا محظوظ ہوئے کہ آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اس وقت خواجہ صاحب مذکور پر بے حد عنایات و نوازشات فرمائیں اور انہیں ایام میں اس ضعیف پر ظاہری و باطنی علوم و معارف افاضہ فرمائے جن کا شکر ادا کرنا بندہ کے امکان سے باہر ہے۔ فَلَہُ الحمد علیٰ ذٰلِكَ حَمۡدًا کثیرًا طیبًا مُبارکًا فیہ۔ الحاصل اس چلّہ فیض آگیں کا ہر روز دل افروز تھا اور ہر شب روح کا پیمانۂ طرب لبریز ہوتا تھا۔ اور وہی ہم خدام آستانہ شریف کی زندگی کا خلاصہ تھا۔ الحمد للہ علیٰ آلائہٖ و نعمائہٖ

کشف: خواجہ محمد امین ولی اللٰہی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ اپنے مطالعہ کے لیے محل سرا لے گئے۔ شام کے وقت مجھے اس کے مطالعہ کی خواہش ہوئی۔ لیکن آپ سے اس کا مانگنا بے ادبی معلوم ہوئی۔ آپ از راہ کشف میرے شوق پر مطلع ہو گئے اور اسی وقت نسخہ مذکورہ عنایت فرمایا۔

محل سرا میں آسیب اور اس کا دفعیہ نیز خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ کی محل سرا میں لبعض مستورات کو آسیب نے پریشان کرنا شروع کر دیا حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ وضو کر کے کوئی چیز اس کے دفعیہ کے لیے پڑھ کر دم کر دوں اس ارادہ سے اٹھا تھا اور ہنوز وضو نہ کیا تھا کہ ایک انتہائی سیاہ شئے نکل کر بھاگی میں ایک ڈھیلا اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑا وہ آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک کہ وہ دروازہ پر پہنچی اتنے میں دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ جب میں دروازہ پر پہنچا تو اسے بدستور بند پایا، اس وقت سے اس آسیب نے کسی کو پریشان نہ کیا۔

فتح یاب حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار مجھ پر فتح یاب فرمایا گیا اور یکبارگی اسمائے حسنیٰ اور آیاتِ عظمیٰ اور ادعیۂ متبرکہ میری گود میں یہ کہہ کر ڈال دیئے کہ یہ تصرف میں ہمارا عطیہ ہے لیکن ہر آیت اور اسم اور دُعا اس شرط کے ساتھ ہے جو مقررہ عام قاعدہ میں نہیں سما سکتا۔ بلکہ اس کا اصل قاعدہ عالمِ غیب کا انتظار ہے جس طرح حالت استخارہ میں ہوتا ہے کہ عالم غیب سے جس آیت اور اسم کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہی آیت اور اسم اسی طور سے اہل فن کے نزدیک تلاوت کرنا چاہیے۔

بقائے سلسلہ حضرتِ اقدس نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برکاتِ عظیمہ ہماری اولاد نیز اصحاب کے حق میں شامل حال ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد بقائے سلسلہ ہے جب تک اللہ چاہے۔ اور حضرت والد ماجد قدس سرہٗ نے بھی بارہا ارشاد فرمایا کہ ہمارا سلسلہ تاقیامِ قیامت باقی رہے گا۔ غالباً آپ کے اس فرمانے کا اثر اسی طرح سے ظاہر ہوگا۔

حافظ عبدالرحمٰن کا بیان حافظ عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرتِ اقدس محرابِ مسجد کے متصل تشریف فرما ہیں اور میں بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تو ہمارے طریقہ میں داخل ہو چکا ہے" میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپ نے اپنے دستِ مُبارک بیعت کے لیے آگے بڑھائے میں نے فوراً اپنے ہاتھ آپ کے دستِ مُبارک میں دے دیئے۔ اس وقت میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ بیعت خصوصی ہے، جس سے آپ نے مجھے مشرّف فرمایا اس لیے کہ میں اس سے قبل ظاہری طور پر بھی آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہو چکا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صورتِ مبارکہ آپ کے سر اقدس پر موجود ہے اور آپ اس جذبۂ عشق میں مغلوب ہیں اور آپ میں تغیر حال ظاہر ہے اور اس تغیر نے مجھ میں بھی اثر بلیغ کیا۔ اس وقت آپ نے اپنا دہن مبارک بندہ کے منھ پر رکھ کر فرمایا کہ اُخزب اُخزب۔ اس وقت اس کا مطلب فہم ناقص میں یہ آیا کہ اس صورت کو نیچے لے جاؤ۔ پھر میں نے اس تصرف سے یہ دیکھا کہ وہ صورت درجہ بہ درجہ نیچے آرہی ہے اور میں اسے آپ سے کھینچ کر نیچے لا رہا ہوں اور آپ اِلقاء فرما رہے ہیں، یہاں تک کہ وہ منھ سے داخل ہو کر سینہ تک پہنچ گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک کہ ایک عرصہ گزر چکا ہے اب بھی اس کی تاثیر اپنے میں محسوس کرتا ہوں والحمد للہ رب العالمین۔

شرائطِ افاضہ نیز موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نمازِ فجر کے وقت جب کہ حضرتِ

اقدس نماز ختم کر کے مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے میں مسجد میں پہنچا دیکھا کہ آپ خلافِ معمول آنکھیں کھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور دست مبارک میں تسبیح ہے انوار بے غایت جبین کرامت آگیں سے تاباں و درخشاں ہیں اور آپ کے تمام اعضا پر ایک جوش موجزن ہے میں کیا کہوں کہ وہ نورِ ذاتِ الٰہی تھا انتہائی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت سے مجسم کہ کسی طرح اس کی تعریف و توصیف ممکن ہی نہیں۔ باوجود اس کے کہ بیشتر انوار کے اقسام میں جانتا ہوں اور ان کے اقسام سے آشنائی بھی ہے لیکن جس قسم کے نور کا مشاہدہ اس وقت ہوا کبھی نہ ہوا تھا۔ اس کی تیزی کا حال یہ تھا کہ ایک بار نظر پڑنے کے بعد دوبارہ نظر کو تاب نہ تھی۔ اس وقت یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو آئندہ حضوری کا امکان نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہوا کہ حضرت اقدس کی دعا جس کسی کے شامل حال ہو بکثرت برکات رکھتی ہے۔ اگر وہ وقت قبولیت دعا کا ہے تو ایک ہی بار دعا کرنا کافی ہے جو مدعولہٗ کا برکاتِ محسوسہ سے احاطہ کر لیتی ہے اور اگر کسی شخص کی سعادتِ ازلی رہبری کر دے تو ان کے دل میں اس کی طرف سے توجہ جاگزیں ہو جاتی ہے ایسا کہ اس کی (مدعولہٗ) خوبیاں خاطر مبارک میں سو بار گزرتی ہیں اور اس کا مطلوب و مقصود حضرت اقدس کے دل میں جاگزیں ہو جائے تب تو یہ چیز اس کے انجاح مطالب کے لیے ایک قوی سبب ہو جاتی ہے اور جو شخص آپ کی نظر کیمیا اثر پر چڑھ جائے اگر تانبا ہو تب بھی سونا ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دل فیض منزل کے گوشہ میں جاگزیں ہو جائے۔ اور اشغالِ طریقت میں مشغول اور آنجناب کی محبت میں ڈوبا ہو اور افاضہ کا منتظر ہو اور ایسی چیز کے لیے آمادہ ہو جس کی وجہ سے خاطر شریف میں قبولیت پیدا ہو جائے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب

شرف زہرہ اور شرف قمر میں انگوٹھی کے اثرات

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار شرف زہرہ اور شرف قمر کے اوقات میں دو انگوٹھیاں بنوانے کا اتفاق ہوا اور وہ دونوں دو عورتوں کو دی گئیں تھوڑے دنوں بعد وہ دونوں سخت تکلیف میں مبتلا ہوئیں ہر چند علاج کیا گیا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ روز بروز تکلیف بڑھتی گئی اور اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ آخر ایک روز ان دونوں انگوٹھیوں نے ہمارے سامنے شکایت کرنا شروع کی اور حد سے زیادہ گلے شکوے کیے کہ ہم کو بغیر طہارت استعمال کیا جاتا ہے اور ہماری حرمت (پاکیزگی) کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے ہم بہت اذیت میں ہیں۔ اور ان عورتوں کی بیماری کا بھی یہی سبب ہے۔ پس ہم نے ان

کے اتارنے کا حکم دیا اور جب ان سے بےکمر احتیاط سے پاک و صاف جگہ پر رکھ دیا تب ان دونوں نے شفا پائی۔ پھر ہم نے بہت تاکید اور سختی سے کہدیا کہ ان کو بغیر طہارت ہرگز نہ پہنا جائے۔ شرط کی ادائیگی کے بعد ان انگوٹھیوں میں سے ایک نے جو شرفِ قمر سے متعلق تھی مصالحت کر لی لیکن جو شرف زہرہ سے متعلق تھی اس کو بمقابلہ اول شکایت زائد تھی وہ مصالحت کے لیے تیار نہ ہوئی چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ گھر سے گم ہو گئی اور چند روز بعد اصحاب میں سے ایک کی جیب سے برآمد ہوئی گویا وہ زنانخانہ میں رہنے پر راضی نہ تھی۔ (لہٰذا) وہ ضرورتاً اپنے پاس رکھ لی گئی۔ اور (اسی طرح) ایک دوسرے شخص نے بھی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کے استعمال میں احتیاط نہ برتی اس انگوٹھی نے بھی ہم سے شکایت کی اور ایسا معلوم ہوا کہ روحانیت کو کبھی جس کے شرف میں وہ انگوٹھی بنائی جاتی ہے اس میں ودیعت کر دی جاتی ہے اور یہ (بھی) واضح ہوا کہ وہ فطرتاً طہارت کی طرف مائل ہے۔

سلسلہ چشتیہ میں بیعت کیسے ہوا میرا فضل بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کو بہت حاضر ہوا کرتا تھا اور مزار اقدس کے متصل بیٹھا کرتا تھا۔ ایک بار واقعہ میں آپ نے مجھ کو تحفہ نیز دیگر تبرکات عنایت فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ سلسلہ چشتیہ میں کس بزرگ سے بیعت کروں۔ فرمایا کہ شاہ ولی اللہ سے۔ میں نے باہر نکل کر لوگوں سے اس نام کے بارہ میں دریافت کیا انھوں نے حضرتِ اقدس کا پتہ بتایا نیز یہ بھی بتایا کہ مخدوم زادگان میں سے ایک بزرگ اس نام کے سرہند میں بھی ہیں۔ اس بات سے مجھے فکر ہوئی کہ کس کی طرف اشارہ ہے۔ اسی اثنا میں ان سرہند والے بزرگ کی وفات ہو گئی۔ اور پھر سلطان المشائخ کی طرف سے حضرتِ اقدس کی طرف دوبارہ اشارہ ہوا۔ ناقل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوا اور اپنے حسبِ اِستعداد مقصد کو پہنچا۔

والد ماجد کے مزارِ پُر اسرار پر ۱۱۵۷ھ میں حضرتِ اقدس نے چلہ کشی کا قصد فرمایا اور حقائق آگاہ عرفان پناہ شاہ نور اللہ کو ان کے وطن قصبۂ بڈھانہ سے اور اس فقیر خادم کاتبِ حروف کو اس کے وطن پھلت سے اپنے جاذبہ لطف و کرم سے کھینچ کر آستانہ عرش نشانہ میں اپنے مقامِ اعتکاف پر مشرف فرمایا۔ اور خازنِ نورمبین خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی تو اس بیتِ اشرف کے خادم تھے ہی اور خواجہ ابوالخیر کشمیری نیز ایک دوسرے عزیز بھی آپ کے اعتکاف کے شرف سے بہرہ اندوز

ہوئے حضرتِ اقدس چلہ میں بیٹھتے وقت رخصت ہونے کے لیے والد ماجد قدس سرہٗ کے مزار پر امرار پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر قبر کے سامنے متوجہ ہو کر کھڑے رہے اور یہ عقیدت مند بھی آپ کے ہمراہ اس مقام پر حاضر تھا اس وقت عالمِ خیال میں حضرت شیخ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صورت کریمہ نمودار ہوئی۔ معلوم ہو رہا تھا کہ ایک بے کیف سمندر ہے اور اس سمندر میں حباب آسادہ صورت نمودار ہے نیز ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک صورت فضائی ہے یعنی نمود بے بود ہے۔ جو کچھ ہے وہ ایک بے کیف سمندر ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ۔

دودھ کے پیالے کی برکات اعتکاف کی پہلی یا دوسری رات شاہ نور اللہ نے مبشرہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ نے ایک بڑا پیالہ دودھ سے بھرا ہوا معتکفین کی ضیافت کے لیے بھیجا ہے۔ حضرتِ اقدس نے اس میں سے قدرے نوش فرما کر دوسروں کو عنایت فرمایا ہر ایک اُسے پی کر سیر ہو گیا اور پیالہ میں تھوڑا پھر بھی باقی رہ گیا پھر حضرتِ اقدس نے وہ پیالہ خواجہ ابوالخیر کو مرحمت کر کے فرمایا کہ خوب سیر ہو کر پی لو۔ خواجہ صاحب مذکور نے خوب سیر ہو کر پیا اور پیالہ میں پھر بھی تھوڑا رہ گیا۔ آپ نے ا کی بار تاکید فرمایا کہ سب پی لو۔ انہوں نے پہلے تو عذر سیری کیا پھر بحکم حضرتِ اقدس سب پی گئے۔ اس کی تعبیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ خواجہ صاحب موصوف اول اعتکاف میں شریک ہوئے جب دو تین روز گذر گئے تو ان کو ایک بیماری لاحق ہو گئی۔ ناچار پریشان ہو کر اعتکاف سے نکل کر اپنے گھر گئے پھر چند روز بعد بفضل الٰہی شفایاب ہو کر واپس آئے اور نصف رمضان گذرنے کے بعد اعتکاف کیا۔ اور بشارات سے مشرف ہوئے اور شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ شروع اعتکاف میں عین نماز مغرب میں میں نے عوالمِ مثال کے ایک عالم کا مشاہدہ کیا جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ اس عالم میں حقائق اشیاء اور ان کے نفوس کی ماہیت اور حقائق عقائدِ حقہ اور حقائق احکام جو ملتوں اور دینوں کی تبدیلی سے مُبدّل نہیں ہوتے بغیر خارجی صورتوں کے اعتبار کے مشاہدہ ہوئے اور معلوم ہوا کہ اس مقام پر کوئی چیز مُکلّف نہیں گویا اس عالم کے مشاہدہ سے بعض لوگ رفع تکلیف کے قائل ہوتے ہیں (یعنی ہم مکلف ہی نہیں) اور ۱۳ رمضان وقت ظہر خواجہ محمد امین نماز میں مشغول تھے کہ شاہ نور اللہ نے مشاہدہ کیا کہ ایک نور ہے جو خواجہ صاحب موصوف کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس نور کی قوت سے ان کی تمام حرکات تیزی و چابکی سے عجب طرح سے ظہور کر رہی ہیں۔ اور کاتب حروف کا خیال یہ ہے کہ وہ نور رحمتِ الٰہی

تھا جو ان کی کوشش کی وجہ سے تھا اور وہ کوشش یہ تھی کہ حضرت اقدس کے مسودات کی صفائی اور آنجناب کی متعدد خدمات کی انجام دہی ان کے سپرد ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت اقدس نے جو متعدد بار خواجہ صاحب موصوف کو اس خطاب سے مشرف فرمایا ہے کہ "بلاشبہ تم کو اپنے اعضا و جوارح سمجھتا ہوں" اسی بات کی بشارت دے رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب نیز عرفان پناہ بیان کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں ایک دن نماز مغرب میں حضرت اقدس کے بعض اخلاق جمیلہ و شمائل حمیدہ متصور ہوئے اور اس کے سبب سے قلب میں طمانیت پیدا ہوئی۔ پھر یہ خیال آیا کہ حضرت اقدس مرتبہ جامعیت پر فائض ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہر جزئی امر میں آپ سے استمداد مفید نہ ہو۔ پھر دل میں القا ہوا کہ نہیں۔ آپ سے ہر کام میں استمداد خواہ وہ جزئی ہو کلی بہرحال مفید ہے اور ہر مقصد بر آری میں مؤثر ہے خواہ توجہ عالی ادھر مصروف ہو یا نہ ہو۔ بعد ازاں ملائکہ عالم جو تدبیر پر مامور ہیں، متصور ہوئے جو اپنے مابین ایک کلام رکھتے ہیں اور ان کی آواز سنائی دے رہی جیسی شور و غل کی آواز جو دور سے سنی جاتی ہے لیکن الفاظ پورے طور پر سمجھ میں نہیں آرہے تھے میں نے اپنے کان اس آواز کی طرف لگائے تاکہ میں سنوں کہ وہ انتظام عالم کے سلسلہ میں کیا گفتگو کر رہے ہیں تو صرف لفظ اصلح سنائی دیا اور بس۔

چشم عنایت سے اسرار مبدأ و حقائق معاد کا ظہور

ایک شب حضرت اقدس نے شاہ صاحب موصوف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میں ایک نظر تجلی اعظم کی جانب سے پائی جاتی ہے اور یہ نظر دائم و قائم رہے گی اور اگر طالبان سلوک کے حال کی طرف توجہ کرو گے تو طرفین کو فائدہ ہوگا۔ اور انہیں ایام میں اس طرح فدوی کاتب حروف نے اپنی بدحالی اور بے اطمینانی کے سلسلہ میں خدمت اقدس میں عرض کیا۔ آپ کی چشم عنایت و توجہ قلبی سے اسی وقت طمانیت قلبی حاصل ہوئی۔ اور بعض اسرار مبدأ و حقائق معاد و ظہور حقیقۃ الحقائق بعض صورتوں میں اس زمانہ کی خصوصیت کے لحاظ سے واضح ہوئے اور جناب مقدس سے وصول اور اس کی تحقیقت کی بشارت ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلک۔

ذکر بالجہر کا حکم

بتاریخ ۲۰ رمضان المبارک بعد نماز عصر خواجہ محمد امین حضرت اقدس کے روبرو مراقب بیٹھے ہوئے تھے کہ خواجہ صاحب موصوف پر بیخودی کی حالت طاری ہوئی اس غیبت میں انہوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ وہ شہد کھا رہے ہیں پھر ایک شخص ایک لوٹا لے کر آپ کے ہاتھ دھلانے کے لیے آیا۔ قبل اس کے کہ وہ شخص آگے بڑھے حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے اس شخص کو الگ کر کے لوٹے کو دست مبارک میں پکڑا اور خود بدولت ہاتھ دھلانے کے لئے آگے بڑھے بعد ازاں خواجہ صاحب موصوف کو افاقہ ہوگیا۔ دوبارہ پھر غیبت طاری ہوئی اور اس میں یہ مشاہدہ ہوا کہ حضرت اقدس نے یاران حلقہ کو ذکر جہر کا حکم فرمایا۔ اس وقت

ایک شخص جو ذکر جہر کا منکر تھا سامنے آیا آپ نے اس سے فرمایا کہ احادیث کی معتبر کتابوں میں اسکی ممانعت نہیں ہے۔ پھر یاران حلقہ تیز آواز سے ذکر جلی میں مشغول ہو گئے اور خود بدولت بھی بہ نفس نفیس ذکر جہر میں اس حد تک بلند آواز کے ساتھ مشغول ہوئے کہ کسی کو طاقت ذکر نہ رہی۔ آپ کی چشمہائے مبارک سرخ تھیں اور ریش مبارک شدت ضربات میں گھٹنوں تک پہنچ جاتی تھی۔ اور حاضرین اس حال سے حیران تھے۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ نماز کیوں درپیش ہوئی۔ اس لیے کہ جس مقام پر ہم پہنچے ہیں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ لبعد ازاں انہیں افاقہ ہو گیا۔

جب نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو حضرت ولی نعمت نے بلا کسی سابقہ ارادہ کے خواجہ صاحب موصوف کو اعتکاف سے بلا کر اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر عنایت فرمائی اور اس عنایت سے ان کے مرتبہ میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر بعد نماز عشاء فرمایا کہ اس وقت جو انوار و برکات ظاہر ہیں معلوم نہیں کہ انوار طہارت ہیں یا اسی رات کے انوار ہیں۔ پھر طاق راتوں کی پہلی رات تسبیح و تہلیل میں گذاری اور مستفیضین میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد اور حوصلہ کے مطابق طمانیت قلبی حاصل کی۔ در صبح کو ارشاد فرمایا کہ اس رات تجلی اعظم کے انوار نے روح کا احاطہ کر لیا تھا اور لطیفہ روحیہ کی راہ سے قالب پر اس طرح ریزش کی کہ وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گیا۔ اور یہ کیفیت اس سے قبل کم ظاہر ہوئی تھی۔ اور حافظ عبد الرحمن نے اس شب کا حال بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور نور کے طبقات ریزش کرتے نظر آرہے ہیں۔ اس وقت جس کسی کی ادنیٰ توجہ بھی حق سبحانہ کی طرح ہوتی رحمت کبیرہ اسکا احاطہ کر لیتی تھی۔

۲۳ رمضان کو برکات کا نزول اور ۲۳ رمضان کو مشکوٰۃ شریف کے ختم کا جو ایک عرصہ سے جمعہ اور سہ شنبہ کو پڑھی جاتی تھی اور ایک عالم میں اس کے انوار منتشر ہو جاتے تھے اتفاق ہوا اور لوگ ٹوٹ پڑتے جس وقت کہ حضرت اقدس دعا مانگتے تھے عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور برکات کا ایسا نزول ہوتا تھا کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔

اعجاز و کمالات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان اور اسی دن فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن کا جو خود بدولت کی تصنیف ہے درس شروع کیا اور تتمۂ مشکوٰۃ کے اثنائے درس ارشاد فرمایا کہ بظاہر لوگ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اسی حد تک جانتے ہیں جتنے محدثین و مورخین نے چند کتابوں میں لکھ دیئے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بہ نظر غائر (غور) دیکھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات جو آپ کسی کے حق میں فرما دیتے تھے (اس ہر بات میں) ایک علیحدہ معجزہ ہوتا تھا۔ اس لیے کہ حضور مبدء و معاد

سے خبر دیتے تھے اور ان پانچ روز میں جو باتیں حضرت اقدس نے فرمائیں بیان سے باہر ہیں اور ایسی باتیں) سوا اس شخص کے جو علام الغیوب کا مظہر اتم ہو کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتیں اور اسی طرح ملت اور زمانہ داری کے مسائل نیز امت کے سیاست سے آپ بخوبی واقف تھے۔ جو کچھ بھی ارشادات فرمائے اگر تمام کاملین کی عقلیں بھی یکجا ہو جائیں تو اس کے سمجھنے سے عاجز آجائیں اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان مراتب حکمت کا اظہار اس شخص کے سوا جس کو علیم الحکیم نے مُجلّٰی کر دیا ہو اور وہ جمہور خواص و عوام کی تہذیب (سنوارنے) کے لیے مبعوث ہوا ہو۔ دوسرے سے ممکن نہیں۔ اور ہر وہ کلمہ جو آنحضرت کی زبان سے کسی کے حق میں صادر ہو اپیدائش کے وقت سے لے کر اس کے آخر تک کا احاطہ فرما لینے کے بعد صادر ہوا اور اس کے آثار بے کم و کاست اس سے ظاہر ہوئے۔ گویا وہ کلمہ ایک خلعت ہے جو اُس شخص کے زیب تن کر دی گئی ہے اور اس قدر نفوس انسانیہ کی استعدادات کے کمالات بغیر اس خلیفۂ اعظم کے جو "اسم لطیف" کا خلیفۂ اعظم ہے کسی اور سے ممکن نہیں اور اگر کوئی شخص ذوق سعادت رکھتا ہے تو ہر امر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز کا ادراک کر سکتا ہے۔

کیا خلافت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نص جلی ثابت ہے؟ ایک بار حضرت اقدس نے فرمایا کہ اپنے قوائے علمیہ میں بفحوائے علمیہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مناسبت تامہ پاتا ہوں اسی وجہ سے کوئی کلمہ یا نکتہ ایسا نہیں پاتا جو مجھ سے موقع بلیغ پر سرزد نہ ہوتا ہو اور اس کا بھید مثل معائنہ نہ دیکھ لیتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں نص جلی کے دعوی سے ثابت کرتے ہیں اور ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کوئی نص صادر ہوا اور ہرگز وہ صورت خارج میں متحقق نہ ہو۔ حالانکہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جو آپ نے کسی کے حق میں فرمائی ہو اور وہ بجنسہٖ واقع نہ ہوئی ہو۔

اکمل الاولیاء کی حاضرین کے حق میں بشارات اور پچیسویں شب رمضان کو جو شب قدر کی راتوں میں سے وسط رات تھی حضرت اقدس بسبب کسل مندی کے جو مزاج اقدس اور عنصر لطیف میں پیدا ہو گئی تھی بعد نماز تراویح تھکن دور کرنے کے لیے بستر پر نیم دراز ہو گئے اور احباب احیائے لیل (شب بیداری) پر کمربستہ ہوئے۔ اور خواجہ محمد امین تراویح میں مشغول ہوئے ایک تہائی رات گذری تھی کہ حضرت اقدس باوجود کسل مندی مزاج اٹھے اور وضو کیا اور خواجہ محمد امین سے بزبان عنایت ترجمان فرمایا کہ تم اکیلے ہی اس رات کی تمام برکات سمیٹے لے رہے ہو اور یہ فرما کر خود بدولت بہ نفس نفیس خلوت خاص میں نماز

میں مشغول ہو گئے اور دیگر معتکفین آستانہ بھی مسجد میں بیرون گوشہ آنحضرت اپنے شغل میں مصروف ہوئے اچانک
بہ مسرت دلبشاشت تمام اعتکاف سے باہر تشریف لاکر مسجد میں بیٹھ گئے اور حاضرین سے بہ کمال التفات زبان
غیب ترجمان سے فرمایا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس وقت حاضرین کے حق میں اپنے فضل عامہ کی بشارت دی
ہے اور خواجہ ابوالخیر خاص طور پر اس بشارت میں شریک ہیں جو ان حاضرین کی بازگشت ہیں جو بدن کا لباس
اتارنے کے لیے تجلی اعظم میں نیست ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کہ ان کی انانیت خاصہ معدوم مطلق ہو جائیں اور تجلی
اعظم کی انانیت ان کی انانیت کی جگہ ہو جائے۔ لیکن اضمحلال (نیستی) کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس
میں انانیت تجلی کا ظہور توسط ہو دوسرے یہ کہ کسی ایسے فرد کے توسط سے ہو جو اس کا حامل بالاصالۃ ہو
اور اس تجلی کا نمونہ ہو گیا ہو جیسے چاند کے عکس کا ظہور آئینہ کے ذریعہ۔ اور یہ جو موعود ہے (جس کا قرار ہوا
ہے مقررہ) اسی قسم آخر سے اور نیستی کے بعد ان کے تعینات ایسے ہو جائیں گویا کوئی چیز تھی جو چلی گئی۔

اور امید ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بعض کے حق میں دنیا ہی میں یہ معنی (منکشف) کرا دے ورنہ
آخرت میں تو ضرور بالضرور کھول دے گا۔ بلا اختلاف طلب خواہ وہ کریں یا نہ کریں۔ اس بشارت میں تمام
اصحاب بمنزلہ اہل بدر کے ہیں کہ جس طرح ان کے حق میں ایفائے وعدہ کسی چیز پر موقوف نہیں ہے اسی
طرح ان آرزوں کا حصول بھی کسی عمل پر موقوف نہیں ہے اور ان تمام حاضرین کے حق میں بھی یہی معنی
ضروری ہیں گو کہ تم میں سے بعض کے لیے کچھ وقت لگ جائے لیکن آخر کار سب اُفتاں وخیزاں (مقصد
اصلی) تک پہنچ جاؤ گے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ نفوس کا معاد کئی طرح پر ہو گا۔ جس طرح سابقین کے معاد کی ایک الگ قسم
ہے اور اصحاب یمین کے معاد کی علیحدہ قسم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے شمار اقسام ہیں اور
جس معاد سے وہ مُبشر ہوئے ہیں وہ افراد انسانی کا اعظم معاد ہے اور اس سے بلند کوئی معاد نہیں۔ اس
وقت اس خاکسار نے جس کے دل میں سر شام ہی سے متعدد خطرات آ چکے تھے۔ خدمت اقدس میں دعا کے لیے
عرض کرنا چاہا کہ اس نور اتم کا اتصال واتحاد وقرب میسر ہوا اور خود بھی بہ تضرع اس بارہ میں دعا کی۔ ارشاد
فرمایا کہ تمہارا وہ خطرہ گویا اسی کی بشارت تھی بعد ازاں دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ
ان کی حقیقت یاران متبشر کے حق میں اس عالم میں بھی ظاہر فرما دے۔ اور اس جہاں میں بوجہ اتم جلوہ
ظہور بخشے اور اس وقت حافظ عبدالرحمٰن کا نام لے کر فرمایا کہ اگرچہ بظاہر اس وقت وہ یہاں موجود نہیں

ہیں لیکن بمنزلۂ حاضر کے ہیں اور وہ بھی اس میں شریک ہیں۔ پھر اس بندہ نے عرض کیا کہ میرے لڑکے عبدالرحمٰن کو بھی اپنی دعائے خاص میں شامل فرمالیں۔ بعد ازاں بعض مخلصین کے حق میں اس بشارت میں شرکت کی دعا کی استدعا کی۔ اس التماس نے بھی شرفِ قبولیت پایا اور آپ نے دعا فرمائی۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔ نیز بعض غیر حاضر معتقدین کے حق میں دعا فرمائی کہ وہ بھی اس بشارتِ عظیم میں داخل ہوں۔

پھر زبان فیض نشاں سے فرمایا کہ اپنی اولاد کے حق میں بھی لطف و بشارت محسوس کر رہا ہوں اس کے فضل سے قوی امید ہے کہ وہ لطف و کرم ضرور جلوہ گر ہوگا۔ گو کہ ظاہری صورت میں تربیت بعض کے حق میں متحقق ہو یا نہ وہ لطف اپنا کام خود کرے گا۔ اور مربّی ہوگا۔ اس وقت ایک عزیز نے عرض کیا کہ اس بشارت میں تمام لوگ شامل ہیں خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ فرمایا کہ امانت وہ جو جیسی ظاہر ہو ویسا ہی اظہار بھی کرنا چاہیے اگر مختصر ہو تو مختصر اور اگر مفصل ہو تو مفصل۔ اور اللہ تعالیٰ تمام مخلصین کو خواہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ اس کرامت سے مکرم فرمائے۔

غرضیکہ ان بشارات سے اس قدر خوشی ہوئی کہ مزاج اقدس میں جو کسل لاحق ہو گیا تھا وہ کلیتاً زائل ہو گیا اور اس وقت فرحت و مسرت سراپائے اقدس سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اور خدام پر جو کیفیت طاری تھی بیان میں نہیں آسکتی القصہ ان کی شب معراج یہی تھی جو ان بشارات کے ساتھ بغایت عظمت و بزرگی آسمان و زمین کے درمیان نہ سما سکے۔ اور یہ محض کمال رحمتِ امتنانیہ تھی جو انہوں نے بلا شرطِ استعداد پائی، اور جس طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بزبان افضل الانبیاء واقعہ بدر میں متبشر ہوئے تھے اسی طرح بفضلہ تعالیٰ ایک ہزار ایک سو کچھ سال بعد یہ فدویت کیش اکمل الاولیاء کی زبان مبارک سے اہلِ بدر کے شرف تشبیہ (کی طرح) مشرف ہوئے اس کی تعریف میں اگر کلاہِ فخر عرش بریں پر بھی بلند کریں تو درست ہے اور اس عطا و بخشش پر اگر ملائکہ مقربین پر بھی ناز کریں تو بجا ہے ؎

کنوں چوں شہ مرا بر داشت از خاک ۔۔۔ سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

اور ابتداء شب یعنی وقتِ عشا سے ہی اس کمترین کے دل میں خود بخود انوار و برکات کا تجسّس تھا۔ اثنائے تراویح حضرت اقدس کی خدمت میں بے اختیارانہ عرض کیا کہ خاطر مبارک کو ان اسرار کی طرف متوجہ فرمانا چاہیے۔ اور اس سے قبل فدوی کو اس کے معلومات اور صحیح صورتِ حال و بشارت سے مکرّر معزز فرمایا تھا اور بہت تاکید کر کے فرمایا کہ تحریر کرنا گویا اس کو وجود دینا ہے اور اسی رات اس خادم

نے بھی مبشرہ میں دیکھا کہ حضرت اقدس کی مسجد کے شرق سمت ایک حجرہ ہے جس کا منہ قبلہ کی طرف ہے اور اس کو قُبّۂ نور کہتے ہیں۔ اس قبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور وہ حجرۂ مسجد جو آپ کی خلوت خاص اور جائے اعتکاف ہے اس میں حضرتِ اقدس تشریف فرما ہیں اور صحن مسجد بہت وسیع ہے اس میں لوگوں کا ہجوم ہے جیسا حدیث کے درس کے وقت ہوتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبہ سے حضرت اقدس کو یہ کہہ کر آواز دی کہ وضو کر کے باہر آجاؤ۔ پھر حضرت اقدس حجرہ سے باھر تشریف لا کر مسجد کے بیچ والے در میں کھڑے ہو گئے۔ آپ کے بائیں سمت حقائق آگاہ شاہ نور اللہ کھڑے ہوئے اور اس غلام کا نام لے کر فرمایا کہ تم داہنی سمت کھڑے ہو جاؤ۔ اتنے میں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس قُبّۂ نور سے تشریف لا کر محراب مسجد کے سامنے جلوس فرما ہوئے۔ اس وقت لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو شرفِ قدم بوسی حاصل کر رہا تھا راوی (خواب دیکھنے والا) کہتا ہے کہ میں نے بھی اپنا داہنا ہاتھ آپ کے قدم مبارک سے مس کر کے چہرہ پر ملا اس وقت کی کیفیت کیا بیان کی جائے کہ عجیب ہی تھی اور جو بیان میں آ بھی نہیں سکتی۔ صبح کو حافظ عبدالرحمٰن اس مُژدہ جانفزا سنتے سے ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ حرکات مستانہ کرتے تھے اور جس کسی کی بھی آپ پر نظر پڑتی تھی بےخود ہو جاتا تھا اور حضرتِ اقدس کے غایت ذوق کا حال یہ تھا کہ چشمہائے مبارک سے اشک جاری تھے۔

نفحاتِ الٰہیہ کے اطوار اور بتاریخ ۲۶ رمضان وقت صبح ارشاد فرمایا کہ ایسا واضح ہوا ہے کہ شب آئندہ یعنی ستائیسویں شب میں نصف لیل (آدھی رات) قبولیت دعا کا وقت ہے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اسی روز وقت عصر بھی یہی بات زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمائی۔ پس وہ شب تسبیح و تہلیل میں گذری جب نصف شب ہوئی تو آپ خلوت سے باہر آ کر مسجد میں بیٹھے اور تھوڑی دیر بعد دست ہائے مبارک اٹھائے اور تمام وابستگان و منتسبین کے حق میں خواہ وہ بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ نیز غائبین و حاضرین کے لیے برلائے مقاصد ظاہری و باطنی و مطالب صوری و معنوی دعا فرمائی۔ اور تمام حاضرین جو اس وقت موجود تھے آمین کہتے جاتے تھے آپ بہت دیر تک اس امر جلیل القدر میں مشغول رہے اور بعد فراغت ارشاد فرمایا کہ نفحاتِ الٰہیہ کے حسب اوقات مختلف اطوار ہیں۔ ایک وقت کی مناسبت سے ایک لطیفہ کا ظہور ہوتا ہے اور دوسرے وقت دوسرے لطیفہ کے موافق جو اس وقت بغیر اس نفحہ کے ادراک کی مطابقت کے میسر نہیں آتا اور اس وقت نفحہ وارِدہ لطیفہ روحیہ سے مناسبت رکھتا

ہے اس کے مخصوص آثار انس والفت ہیں، اولاً اس نقعہ کی دوسری راہ سے جستجو کی گئی۔ آخر کار یہ معلوم ہو گیا کہ وہ موافق روح ہے۔ پھر اس لطیفہ کے ساتھ اس کا ادراک واقع ہوا، اور دوبارہ عام دعا فرمائی، بعض کے حق میں خاص طور پر اور فرداً فرداً نام لے کر اور مقصد بیان کر کے دعا فرمائی اور خدام حاضرین اور اصحاب و متعلقین میں سے ہر شخص اپنے اپنے مقاصد دلی عرض کرتا اور دعا و توجہ سے سرفرازی پاتا۔ پھر اس خاکسار نے بھی اپنی اولاد و احباب کے حق میں ہمت و دعا کی بھیک مانگی اور آپ کی قبولیت نے عزت افزائی بخشی۔ اور جناب ولی نعمت اور اصحاب اہل قربت سے دونوں لڑکوں یعنی عبدالرحمٰن و عبدالرحیم فائق کے حق میں بشارتیں پائیں۔ پھر حضرتِ اقدس نے بہ زبان کرامت ارشاد فرمایا کہ "فائق" میں ایک چیز پائی جاتی ہے جو عنقریب انشاء اللہ ظاہر ہوگی۔ اور عبدالرحمٰن کے بارہ میں لطیفہ روحی کی برکت کی بشارت صادر ہوئی۔ اسی وقت خواجہ محمد امین ولی اللٰہی اپنے حق میں نیز حضرتِ اقدس کی صحت و عافیت اور جملہ وابستگان و منتسبین کے حق میں ترقی درجات کے سلسلہ میں دعا کے طالب ہوئے آپ نے دستِ مبارک اٹھا کر دعا مانگی۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ خواجہ کے لطیفہ روحی میں برکت لکھی ہوئی ہے اور قبولیت دعا بھی لطیفہ روحیہ کی برکات کا ایک شعبہ ہے۔ انشاء اللہ ان برکات کے آثار ظاہر ہوں گے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ افرادِ انسانیہ میں سے ہر لطائف میں سے ایک لطیفہ موجود ہے لیکن بعض افراد میں ان میں سے پہلا لطیفہ غالب اور رنگین ہوتا ہے۔ اور بعضوں میں لطیفہ اخریٰ۔ اور اس کی شناخت کی علامت یہ ہے کہ جب آثارِ لطیفہ اولیٰ میں سے کوئی اثر کسی شخص میں ظاہر ہو تو اسے راحتِ تمام اور لذتِ مالا کلام (ناقابل بیان) حاصل ہوتی ہے اور آثار لطائف اخریٰ کے ظہور میں سے یہ ہے کہ اس میں اس قدر آرام نہیں پاتا اگرچہ ان آثار سے اشرف و اعلیٰ ہوتا ہے۔ القصہ بہت دیر تک یہ مجلس دعا جاری رہی۔ پھر خود بدولت نے بھی بہ نفس نفیس اپنے احباب اور ان کے مطالب و مقاصد کو یاد کر کے دعا فرمائی اور حاضرین کے دلوں میں کوئی مطلب ایسا باقی نہ رہا تھا جس کے لیے انہوں نے دعا کی استدعا کی ہو اور آپ نے اسے قبول نہ فرمایا ہو۔ اس وقت ایک عجیب ہی کیفیت اور حالت طاری ہو گئی تھی۔ اور حاضرین میں سے ہر ایک کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ ساری عمر میں ایسا وقت کبھی، میسر نہ آیا تھا۔

عمل قلیل درجہ اجابت و محل قبولیت پر اس دن ایسا اتفاق ہوا کہ شام کو خواجہ محمد امین اور خواجہ ابوالخیر حضرتِ اقدس کی دوا بناتے میں مصروف رہے اور اس میں بڑا ہی اہتمام کیا، وقت شب حضرتِ اقدس

نے ارشاد فرمایا کہ اس سے قبل بھی کافی روز ہوئے ایک بار ہمارے گھر میں ہمارے کھانے کی تیاری میں دیر لگی جس کی وجہ سے کھانا بہت دیر میں میسر آیا۔ میاں نور اللہ اس کے بعد ہمارا کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئے جس کی وجہ سے ان کی نماز بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو گئی۔ اسی طرح آج بھی ان دو عزیزوں، (خواجہ محمد امین و خواجہ ابوالخیر) کا عمل مقبول ہوا۔ پھر فرمایا کہ کبھی کوئی عمل قلیل ایسا صادر ہوتا ہے جس کی بظاہر کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن درجۂ اجابت ومحل قبولیت پر وہی پہنچتا ہے۔ اور حقائق آگاہ شاہ نور اللہ کو اول عشرۂ اخیرہ سے ہی شب قدر کے اس تعین کا جس کا ذکر سورۂ قدر میں ہے یقین تھا اور اسی ستائیسویں شب رمضان میں انہیں اس کی امید تھی جب تہائی رات سے کم باقی رہ گئی تو شاہ موصوف نے کہا کہ وہ ساعت آگئی، اور حافظ عبدالرحمٰن کو ابتدائے شب میں القا ہوا کہ یہ لَیْلَةُ الْاِبْتِہَال (عاجزی وگریہ وزاری کی رات) ہے اور اسی بات کا اثر اس وقت صاف ظاہر تھا اور حافظ مذکور ان اوقات میں بیشتر نماز میں مشغول رہتے۔ اور تضرع و ابتہال کی آیات کی تکرار کر رہے تھے اور (اس وقت) حالتِ عظیم و کیفیت عجیب طاری تھی اور کہتے تھے کہ آیاتِ قرآنیہ کے دوران جو دعائیں کرتا ہوں وہ جملہ احباب کی زبانِ حال سے ہے اور ایسا (معلوم) محسوس ہو رہا ہے کہ وہ درجۂ قبولیت پر پہنچ گئی ہے والحمد للہ علیٰ ذٰلک نیز حافظ صاحب موصوف نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی برکات عرصہ تک قائم رہیں گی۔ اگرچہ وہ ساعت ختم ہو چکی ہے لیکن حضرت ولی نعمت کی دعاؤں کا اثر حاضرین مجلس کے قلوب میں اب بھی باقی ہے۔

نغمہائے طیبہ سے وجد و انجذاب وجوش و مستی کی کیفیات

اور انتیسویں شب کو ایک کیفیت نادر رونما ہوئی جس میں بجز شوق و وجد و انجذاب کسی دوسری شے کی گنجائش نہ تھی۔ اسی دوران اس مقام کے قریب کسی تقریب میں نغمہائے طیبہ (پاک و پاکیزہ نغمے) بلند ہو رہے تھے جو اس کیفیت میں مزید ہیجان کا باعث ہوئے۔ غرضیکہ پوری رات اسی رنگ میں گذر گئی تہائی رات کے آخر وقت حضرت اقدس نہایت مسرور تھے اور شوق و ذوق میں از سرتاپا امتلائے عظیم طاری تھا اور جوش و مستی ہر بنِ مُو سے ٹپک رہی تھی۔ اور اس کا اثر حاضرین مجلس پر بھی پڑ رہا تھا۔ اتنے میں ان گانے والے نے حافظ شیرازی کا یہ شعر

تا زِ میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود ۔۔۔ سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود

گانا شروع کیا۔ اس کی پرسوز و گداز آواز سے ہر شخص کا دل و جگر شق ہوا جا رہا تھا اور رفد ویوں میں

سے ہر شخص یہ چاہ رہا تھا کہ اپنے کو پروانہ وار اس شمع الٰہی پر قربان کر دے اور ہر شخص کی اس وقت ایک جداگانہ مستی تھی۔ اور اس وقت کے اسرار و معارف جو اس مظہر اعظم سے نکل رہے تھے کیا بیان کیے جائیں کہ نہایت بلند و اعلیٰ تھے۔ سامعین کی فہم اس کے عُلو ادراک سے عرش اعلیٰ پہ نازاں تھی اور جذبے کے جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ اس بحر متلاطم سے موجزن تھے جس سے حاضرین مجلس کے عقل و ہوش غرق لُجّہ مستی ہو رہے تھے۔

ازاں افیون کہ ساقی مے در افگند ؎ — حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

پھر ارشاد فرمایا کہ اس چلہ میں ایک حال نے ایسا جکڑ لیا تھا کہ دوسرے حال کی گنجائش نہ تھی۔ اور اس وقت لطیفہ "انا" کا تلون تجلی اعظم کے لونِ خاص میں ضم ہو گیا تھا۔ اور تمام قویٰ حتیٰ کہ قالب بھی اسی رنگ میں رنگ گیا تھا اور وہ رنگ تمام اجزا میں مکمل طور پر سرایت کر گیا تھا اور اس سے زائد اس کی حقیقت اس جگہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ اور اس خوش گوار وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے دوستوں کے حق میں ہماری یہ دعا ہے کہ یہ کیفیات (ذوق و شوق) ان میں ہمیشہ باقی رہیں۔ اور ان کے باطن تفرقہ کے حوادث سے الگ رہیں۔ (حادثاتِ زمانہ سے محفوظ رہیں) لہٰذا ازاں دست ہائے کرامت پیما بلند فرما کر دعا مانگی۔

القصہ ان طاق راتوں کی ہر رات کا ایک جدا رنگ تھا اور ایک نرالی کیفیت تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک رات کی کیفیت کو دوسری رات کی کیفیت سے کوئی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس اعتکاف میں بعض وجوہات کی بنا پر حقائق و معارف لکھنے کا اتفاق نہ ہو پایا حالانکہ ابتدا سے ہی اس کا قصد کر لیا تھا اور سامان تحریر بھی مہیا کر لیا تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمام اوقات طہارت کے ساتھ گذرتے ہیں اور طہارت کی نسبت و انوار ایسا احاطہ کر لیتے ہیں اور مستی بخشتے ہیں کہ باوجود ارادہ کرنے کے ان کا تحریر میں لانا ممکن نہیں ہوتا۔ اور ابتدائے اعتکاف میں ایک شب یہ فرمایا کہ عالم میں انتشار حزن معلوم ہو رہا ہے۔ (یعنی یہ محسوس ہو رہا ہے کہ وبا پھیلنے والی ہے اور ایسا ہی واقع بھی ہوا کہ ایک عالم کو بیماری نے آ گھیرا اور بہتوں نے اس عالم سے کوچ کیا لیکن مخلصین و معتقدین میں سے جس کسی نے حضرتِ اقدس سے اس مرض کے دفعیہ کے لیے التجا کی اور اعانت چاہی وہ محفوظ رہا۔ اور حضرتِ اقدس کے ایک مرید کو اس دوران اتنی سخت بیماری نے آ گھیرا کہ زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ حضرتِ اقدس نے اس کی طرف توجہ خاص فرمائی اور ہمت باطنی مبذول کی آخر آپ کی توجہ مبارکہ سے اس نے شفاءِ کلی پائی)

ل وہ شراب محبت جو ساقی نے شراب میں ڈالی۔ حریفوں کو سر و دستار کا خیال نہ رہا۔

انہیں ایام میں حافظ عبدالرحمن نے اس فقیر کاتب حروف کو یہ بشارت دی کہ تجلی اعظم کے فیض نے جو رحمت شاملہ کی اقسام میں سے ہے اور جس نے اس بندہ کاتب حروف کے آبا و اجداد کو مرتبۂ ولایت پر پہنچایا تھا وہ اب اس خاکسار کاتب حروف کو اپنی گرفت میں لے کر محیط ہو گیا ہے اور اس تجلی کے نزول نے جو حضرت کی وساطت سے ممتاز ہو کر نازل ہوا ہے اس فقیر کا مع الاولاد احاطہ کر لیا ہے اور اس بہر کی فتح انشاء اللہ اولاد اور مستفیدین کے حق میں ہوگی اور یہ بھی کہا کہ ایک رات صبح کے قریب یہ خواب دیکھا کہ مجھ کو حکم فرماتے ہیں کہ بشارت خاں کے ہمراہ بالبشارت خاں کے سامنے جن کو شاہان سابق نے بشارت دی ہے جاؤ پس میں بے اختیار دوڑتا ہوا جا رہا ہوں۔ اور یہ نہیں جانتا کہ وہ کون شخص ہے۔ جب بیدار ہوا تو اس کی تعبیر اسی بشارت سے لی اور تسکین حاصل ہوئی۔ پھر اس خاکسار نے یہی تعبیر حضرت اقدس سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ صحیح اور درست ہے اور واقعہ کے مطابق۔ پس اس تصدیق کو وہ دوسری بشارت سمجھا والحمد للہ علی نعمائہ والشکر علی آلائہ والصلوٰۃ والسلام علی افضل الانبیاء و آلہٖ۔

قصبہ رہتک میں (جو دارالخلافہ شاہجہان آباد سے دو منزل کی مسافت پر مغرب جانب واقع ہے) ایک مسماۃ عرصہ دراز سے ایک سخت مرض میں مبتلا تھیں اور تمام حکماء ان کے علاج سے عاجز آچکے تھے۔ مریضہ مذکورہ نے حضرت اقدس کا بذات خود بحالت بیداری مشاہدہ کیا کہ آپ نے دست مبارک اٹھا کر ان کے حق میں دعائے صحت و عافیت و شفا و تندرستی کی۔ اور اس زمانہ میں حضرت اقدس شاہجہان آباد میں تشریف رکھتے تھے۔ اسی دن سے ان کو صحت ہونا شروع ہوگئی اور آپ کے لطف خداداد کی شکر گزار ہوئیں۔ الحمد للہ علی فضلہٖ

نفس کلیہ و نفس جزئیہ | حضرت اقدس نے ایک رات بہ زبان معارف ارشاد فرمایا کہ نفس کلیہ کے جتنے کمالات ہیں وہ سب نفس جزئیہ میں نزول کرتے ہیں۔ بعض نفوس میں بالاجمال ہوتے ہیں اور بعض میں اس نفس کلیہ کی وسعت بھی پائی جاتی ہے۔ پس جس نے خارج میں وجود پایا ہے سب کو نفس اپنے میں پاتا ہے۔ ان میں سے مکتہ یہ ہے کہ بعض موجودات کے وجود کے ساتھ جو اس میں بنفسہٖ موجود ہے اس نفس کو مسرت و سرور حاصل ہوتا ہے گویا وہ موجود اس کا کمال ہے۔ پھر بطور تمہید یہ ارشاد فرمایا کہ ایک وقت صنعت تعبیر کی طرف نظر پڑی اور اس فن کے بے شمار اور لاتعداد نکات جو زمانہ میں ہوئے ظاہر ہوئے۔ کسی میں اتنی مقدرت نہیں کہ اس کا احاطہ کر سکے اس کے بعد اس فن کے وجود سے ایک مسرت اور خوشی اس

حیثیت سے پیدا ہو گئی کہ یہ چیز (صنعت) قوت سے فعل میں آ گئی۔ اور استعدادی وجود نے ظہور اور تحقق خارجی کی صورت اختیار کر لی اور اس خیال نے طبیعت کو ایسا مغلوب کر دیا جس سے طبیعت کو لامتناہی ذوق حاصل ہوا اور یہ بات معلوم ہوئی کہ جو کچھ طویل عرصہ میں فن تعمیر کی باریکیوں کو (جو میرے سامنے متمثل ہو کر آئیں) میں نے حاصل کیا اگر اس میں سے ایک پیسہ (ذرہ) بھر بھی کسی اہل فن کو بتا دوں تو وہ اس پہ تعمیری کام کر سکتا ہے۔

چلہ میں نزولِ برکات | ۱۱۵۸ھ میں حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے چلہ اعتکاف فرمایا اور یہ بندہ کاتب حروف و عرفان پناہ شاہ نور اللہ بھی بغیر کسی زادِ راہ کے محض حضرت کے فضل بے علت اور جاذبۂ عنایت کے اپنے اپنے وطن سے اس چلہ کرامت آگیں سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور خواجہ محمد امین ولی اللٰہی خود شب و روز اس چلہ کشی کے مخصوص ملازمین میں سے تھے انہیں ایام میں ایک دن حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت میں چلہ گاہ میں داخل ہوا تو ایک حالت عجیبہ طاری ہوئی۔ اپنی حقیقت کو دریافت کیا تو پتہ چلا کہ تجلی اعظم میں پوری نیستی رکھتی ہے (اضمحلالِ تمام رکھتی ہے) اور اس حقیقت کی ہر نسبت اور ہر کمال کے مقابل ایک صورت اور ایک مثال جداگانہ ادراک کی اور یہ کہ ان صور و اشباح کی باعتبار اس نسبت و کمالات کے بحسب اوقات تکمیل و زیادتی اس حال کے عکس کے ساتھ متغیر ہوتی ہے اور اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ اسی طرح اپنے اضمحلال و استغراق پہ ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عبادات کے انوار اور ارواح کے فیوض اور اسماء کے برکات اپنی جگہ پہ خود علیحدہ کمال ہیں جو کمالاتِ نفسیہ سے ماوراء ہیں۔

کامل کی پہچان | اور ایک رات زبانِ حقائق سے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو اس وقت تک کامل نہ کہیں گے جب تک اس میں تین چیزیں موجود نہ ہوں۔

اوّل | یہ کہ وہ مدنی البخت ہو اس کی قسمت میں لوگوں پر حکمرانی اور ریاستِ مردم و تسخیر و تدبیر نظام و اصلاح معاد و معاش عالم سپرد ہو ایسے کو کہا جا سکے گا گویا وہ صورت مدینہ اس کا ظلِّ نفس ہے۔

دوم | یہ کہ تجلی اعظم سے احوال و مقامات الٰہیہ اس کے نفس پہ وارد و فائض ہوں۔

سوم | سوم یہ کہ اس نظام کے ساتھ کہ عند اللہ اور ملاءِ اعلیٰ میں انعقاد پائے ہوئے ہے اس کے لطائفِ کامنہ کو اطمینان و برودت بخشیں۔

یعنی لطائفِ کامنہ کی راہ سے لطیفہ عقلیہ میں اس نظام کا علم مترشح ہو اور اس سے اس کو بُرُودت (ٹھنڈک) حاصل ہو۔ اور برُودت کا حصول لطائف کامنہ کی خصوصیت ہے۔ حتیٰ کہ کسی کو اگر لطائف بارزہ کے موافق مقامِ الوہیت حاصل ہو جائے اور اس کے لطائف کامنہ آگاہ نہ ہوں تو قلق باقی رہے گا اور برُودت و طمانیت ظاہر نہ ہوگی۔ پس ایسا کامل اگر من عند اللہ مبعوث بھی ہو جائے اور دعوت پر مامور ہو جائے تو وہ نبی ہوگا ورنہ صرف کامل اور کوئی کامل اس عالم سے نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کی کوئی نشانی جیسے طریقہ یا مذہب یا کوئی دوسری شے باقی رہ جاتی ہے اور درحقیقت اس کامل کا محل بقا نفس کلیہ کے مواطن میں سے ایک موطن ہوتا ہے جو ان معانی کے مطابق تمام صور موجودات کو قبول کرتا ہے پھر اس موطن سے اثر مذکور اس عالم میں ہمیشہ ظہور کرتا ہے اِلیٰ ماشاء اللہ اور دوسرے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ کامل کا نفسِ ناطقہ جب ملاءِ اعلیٰ کے نورِ قبول و محبوبیت سے متنور ہوتا ہے تو اس نور کو عالم میں چھوڑ دیتا ہے اور اسی کو بسط کہتے ہیں اور بعض اشخاص اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں اسی وجہ سے رنگ قبولیت اور ملاءِ اعلیٰ کی محبوبیت حاصل کرتے ہیں اور یہ رنگ نور سفید زردی مائل ہوتا ہے یعنی وہ نور جب عالم مثال میں متمثل ہوتا ہے تو اسی رنگ میں مصور ہوتا ہے اور نور یادداشت کا رنگ انہی معنوں میں سفید محض ہے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کامل کے نفس پر تجلیٔ اعظم کا رنگ پورے طور پر غالب آجائے اور نفس مذکور اس رنگ کو اس عالم میں چھوڑ دے کیا عجب کہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہو جائے۔

ارواحِ اکابر کی زیارت اور ایک دن ارشاد فرمایا کہ ایک بار ارواح اکابر سلاسل قدس اللہ اسرارہم ظاہر ہوئیں اور فرمایا کہ "تو اس عالم میں ہمارا نمونہ ہے پس فتوح و نذور ہماری طرف سے لیتے رہو۔

حدیث ان اللہ اصطفیٰ الخ[1] پھر ارشاد فرمایا کہ ایک وقت یہ ظاہر ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جو سرِّ عظیم نازل ہوا تھا۔ وہ ہر صدی میں ایک شخص میں ودیعت ہوا اور پھر اسی طرح شخصاً بعد شخصٍ منتقل ہو کر اب اس مقام پر قرار پکڑ لیا ہے اور یہ فرما کر خود دیدولت نے بنفس نفیس اپنی ذات کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس حدیث شریف سے اس بات کی تاویل نکلتی ہے کہ ان[2] اللہ اصطفیٰ من ذریۃ ابراھیم علیہ السلام اسماعیل واصطفیٰ من ذریۃ اسمٰعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشًا واصطفیٰ من قریش بنی

---

[1] ۔ اس کی شرح آیندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔ [2] اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا (برگزیدہ) اور اسمٰعیل علیہ السلام کی ذریت میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو لہٰذا میں ذات اور موطن کے اعتبار سے ان میں سب سے بہتر ہوں۔

ھاشم و اصطفانی من بنی ھاشم فانا خیرھم نفسا وخیرھم داراً او کما قال

معلوم ہوا کہ اس جگہ اصطفائے خاص سے مطلب حقیقت مصطفویہ کا سر تھا، جو اس راہ سے منقلب و منتقل ہوا اور اس حدیث شریف میں جو یہ شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ رہگذر سے مطلب اصطفا جانب ذریّت اسمٰعیل کس طرح متحقق ہو۔ حالانکہ ہر صدی میں انبیاء علیہم السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ذریت میں پیدا ہوئے ہیں وہ ساقط ہوگیا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ذریتِ اسحاق علیہ السلام سے منتقل ہوکر ذریّتِ اسمٰعیل علیہ السلام میں آگئی)

معرفت الٰہی کے بارے میں ایک سوال کا جواب اور انہیں متبرک ایام میں ایک دن اس غلام کاتب حروف نے آپ کی خدمت میں بعض ان اشخاص کے بارہ میں سوال کیا جو ایک معرفت اور نسبت خدا کے ساتھ رکھتے ہیں۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس حال و کیفیت میں سستی و غفلت ظاہر ہوتی ہے پھر اچانک اس نسبت سے آگاہ ہوجاتے ہیں اور وہ فیض بسط میں تبدیل ہوجاتا ہے پھر اس کے بعد کوئی غلطی یا جرم اُن سے سرزد ہوتا ہے تو یہی ماجرا ظاہر ہوتا ہے اور اس حال کی تکرار سے ان کا دل اس نسبت کے ظہور کو مقدمات ظہور سے غلط سمجھتا ہے اور بسط کا ظہور ہوتے ہی خطا سرزد ہونے کا یقین ظاہر ہوتا ہے اور اسی کے مطابق واقع ہوتا ہے اس میں کیا راز ہے؟ اور یہ خیر، مقدمۂ شر کس طرح ہوگا؟

جواب: ارشاد فرمایا کہ کبھی نفس شہوی جب اپنی شورش پر آتا ہے تو اولاً روح سے وہ انبساط مقدس جو اس کو معرفت کی وجہ سے حاصل ہے استراق کرتا ہے اور اس انبساط مسروق سے بالیدگی پاکر اپنی جگہ پر آجاتا ہے پس درحقیقت انبساط روحی جرم و گناہ کا مقدمہ یعنی ارتکاب کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ لیکن وقوع پذیر نہیں ہوتا بلکہ وہ انبساط مسترق نفسی ہے جو غلطیوں کے ارتکاب کا مقدمہ ہوتا ہے۔ اور انہیں شبہائے فیوضات میں ایک شب آپ نے آیۂ کریمہ ویحمل عرش ربك فوقھم یومئذ ثمانیة کی تاویل کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ عرش سے مراد عرش تکوین ہے یعنی وہ حقیقت جو صفت تکوین کی مصدر و مظہر ہے اور اس کے حامل حقائق اربعہ یعنی انسان و بہائم و سباع و طیور ہیں جو حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بسبب تمثیل عالم مثال میں ایک طرح (وحسبہ) و تحول سے متغیر ہوئے ہیں پس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جب نفس کلیہ سے افراد نے ظہور کیا (تو) اس کو اس سے سرور و انشراح پیدا ہوا اور اس انشراح نے اس کثرت ظہور کے مطابق اِتمام و اکمال قبول

لہ اچک لینا۔ ے پہاڑی بکرا۔ موٹے تازے نر جانور

گیا اور جب یہ کثرت بہ سبب قرب انقضائے دورہ اس عالم سے مرتفع ہو گئی۔ تو نفس کلیہ کے انشراح سے جو منصۂ تکوین ہے ان حقائق نوعیہ کو جو حاملانِ عرش ہیں ایک ایسی ہیئت حاصل ہوئی جس کی تعبیر تضاعف اددگنا سے کی جاتی ہے۔

دوسری شب ارشاد فرمایا کہ تمام موجودات کا صدور و ظہور براہ تجلی اعظم نقطۂ ذاتیہ سے واقع ہوا ہے اسی وجہ سے تمام موجودات کی توجہ و متابعت اور احتیاج دراصل تجلی اعظم کی طرف فطری طور پر ودیعت ہے اور تکلیف و مواخذہ کے بھید کا یہی مطلب ہے۔ مثلاً کسی درخت کی تمام شاخوں اور پتوں و پھلوں پھولوں نے ایک ہی قوت نباتیہ کی راہ سے ظہور پایا ہے پس ان تمام اشیاء کی فطرت میں اتباع و تعلق اسی قوت کی جانب ہے۔ چنانچہ اگر علم و نطق پاتے ہیں تو اس کی تعریف و توصیف میں زبان کھولتے ہیں۔ اور اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور اگر اس کے حق میں اشتراک یا تشبیہ کے قائل ہوتے ہیں تو عذاب و عقاب کے مستحق ہوتے ہیں اسی طرح تمام موجودات بمنزلہ درخت کے ہیں اس لیے کہ تمام افراد کا افادہ تجلی اعظم[1] کی راہ سے ہے چونکہ نوع انسانی میں افاضہ وجود کے ہمراہ افاضۂ علم و اختیار و ارادہ و دیگر صفاتِ کمال بھی رکھے ہیں اسی وجہ سے اشتراک و تشبیہ سے مستحق عذاب و عقاب ہوئے۔

اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے پہلی رات نصف شب کے قریب اس خاکسار سے ارشاد فرمایا کہ اس رات ظہور برکات معلوم ہو رہا ہے اور واقعی اس رات بعض اقسام نور اور طاعات میں اُنس و نشاط بہت زائد ظاہر ہوئے اور طاق راتوں کی دوسری رات نصف اخیر کے ابتدائی وقت حضرت اقدس اٹھے اور وضو فرمایا اسی دوران زبان غیب سے ارشاد فرمایا کہ اس رات کا امتیاز ظہور حکمت سے معلوم ہو رہا ہے۔ نہ بظہور انوار بخلاف اول طاق رات کے کہ اس میں ظہور انوار اور تجلی اعظم کی طرف توجہ تھی۔ پس بہت دیر مراقب بیٹھ کر سر مبارک اٹھایا اور زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ اوقات کی کئی خصوصیات ہیں اور یہ شب ذات

---

[1] صورت حق کے انعکاس کو تجلی اعظم کہتے ہیں اور یہ انعکاس شخص اکبر کے لطیف ترین نقطہ (حجر بحت) پہ ہوتا ہے۔ تجلی اعظم منبع تجلیات بھی ہے ساری تجلیاں اسی سے صادر ہوتی ہیں حجر بحت تجلی اعظم کے لیے آئینہ ہے۔ دوسرے بزرگ تجلی اعظم کو حقیقت محمدی کہتے ہیں اور حقیقت محمدی کا وہ عکس جو ہر انسان کے قلب میں پایا جاتا ہے حجر بحت کہلاتا ہے یہی نقطہ اپنے انبساط میں عرش اعظم ہے اور عالم مثال میں تمام قوتوں کا مرکز ہے (نقی انور)

ع پہاڑی بکرا۔ موٹے تازے نر جانور۔

صرف کے نقطۂ وحدانیت کی طرف مخصوص بہ میل ہے جو خاص طور پر وجوب و امکان کی جامع ہے اور وہ حقیقت نقطہ سیاہ کے ساتھ عالم مثال میں متمثل ہوتی ہے اور اس کا میل تجلی اعظم کی طرف نہیں رہتا۔ پس وہ داعیہ (خواہش) اور میل مذکور اسی نقطہ سے متشرح و منفسر (ظاہر) ہوتا ہے اور تمام حقائق کا اضمحلال (نیستی) اس میں ظاہر ہوتا ہے پھر شاہ نور اللہ اور اس بندہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اسی طرح کے معنی دوپہر ہی کو مجھ پر ظاہر ہو گئے تھے اور حافظ عبدالنبی نے بھی عصر کے وقت اسی قسم کی بات بتائی پھر حضرت اقدس نے صبح تک مراقبہ فرمایا اور چھبیسویں شب کے برکات کا حال بیان فرمایا جس کی خصوصیات ظہور ملکوت و توجہ ارواح ہیں۔ اور اس وقت تمام منتسبین آستانہ فیض آشیانہ نیز ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی، الحمد للہ علی ذلک۔

تجلی اعظم سے توجہ و ربط کی وجہ سے ایک امتیاز اور چوتھی وتر شب میں نصف شب کے قریب ارشاد فرمایا کہ اس شب میں بھی ایک امتیاز ہے جو تجلی اعظم سے توجہ و ربط کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کو احیاء (شب بیداری) فرمایا۔ اور خود بدولت اعتکاف میں اور تمام مجاورین آستانہ اس کے آس پاس تھے۔ جب دو تہائی رات گذر گئی تو خلوت سے مسجد میں تشریف لائے اور معتکفین آستانہ سے ارشاد فرمایا کہ یہ شب وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ کے مشہد کے ساتھ ایک خصوصیت رکھتی ہے نہ کہ انوار ملکوت کے ظہور کے ساتھ اور قہر سے مطلب یہ ہے کہ موجودات میں سے ہر موجود جو مبدأ سے صادر ہوا ہے یقیناً ممتاز ہے بوجہ اپنے (اس) صدور کے جو ایسے جہاں سے متعلق ہے جو بہت سی شاخیں رکھتا ہے اور اسی وجہ سے حفظ حقیقت اور اس کا وجود مفاض ہوتا ہے۔ اور جہت مذکور سے مراد اس کا حفظ ہے اور (وہ) وہی قہر ہے جو[1] یرسل علیکم حفظۃ کی تمثیل ہے۔ پھر اس خاکسار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بھی اس سلسلہ میں کچھ ادراک کر رہے ہو بندہ نے عرض کیا کہ اتباع کے علاوہ مجھے اور کچھ معلوم نہیں ہے فرمایا کہ یہ انعقاد اسی مشہد کا ظل ہے جس کی دو صورتیں ہیں ایک ظہور عظمت دوسرا ظہور انقیاد۔ اور ارشاد فرمایا کہ فیھا[2] یفرق کل امر حکیم اس کا مطلب ہمارے نزدیک اسی قسم شب کی طرف اشارہ ہے جو پورے سال میں ایک مقررہ وقت پر ہوتی ہے چنانچہ تنزل الملائکۃ والروح میں اسی شب کا بیان ہے جو ظہور انوار اور ظہور ملکوت سے ممتاز ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ دونوں یکجا ہو جاتے ہیں چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی شب میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اور ارشاد فرمایا کہ ہر دورۂ فلکی از قسم

---

[1] اور وہ بھیجتا ہے تم پر نگہبان۔ [2] اسی میں جدا ہوتا ہے ہر کام جانچا ہوا۔

حفظ تقاضا کرتا ہے اور مکمل تشخیص کرتا ہے پس وہ حفظ جس کو قہر بھی کہتے ہیں افراد کی صورت میں اسی طرح ظہور کرتا ہے یہاں تک کہ وہ دورہ ختم ہو جاتا ہے اور جب دوسرا دورہ گردش کرتا ہے اور دوسری نوع کا تقاضا کرتا ہے تو وہ حفظ افراد کی صورت میں اسی طرح جلوہ گر ہوتا ہے پھر اس بندہ نے عرض کیا کہ کیا اس رات کو لیلۃ القدر کہہ سکتے ہیں اور فیہا یفرق کل امر حکیم میں تو اسی کا بیان ہی فرمایا کہ ہاں کہہ سکتے ہیں لیکن دوسری بات اچھی طرح واضح نہیں ہے کہ خالص ہے یا کچھ آمیزش رکھتی ہے اور صبح کے قریب دست ہائے کرامت پیما اٹھائے اور تمام منتسبین کے حق میں دنیاوی و اخروی دعائے خیر فرمائی۔ اور حاضرین میں سے ہر ایک کے خاص مقاصد کے لیے دعائے خیر فرمایئں۔

اور انتیسویں شب کو بھی بیدار رہے اور آخر شب ارشاد فرمایا کہ اس رات مناجات کی حلاوت زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور دوسرے معتکفین آستانہ نے بھی ایک قسم کے سکوت و راحت کا ادراک کیا۔ اور خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ بعد وتر آخر شب میں رو بقبلہ بیٹھا ہوا تھا کہ میرے کانوں میں ایک آواز آئی کہ پھلت کے لوگ کوئی محنت نہیں کرتے۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ پھلت والوں کے قلوب شرف آفتاب پر ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک کلہ۔

دو فرزندوں کی بشارت جب حقائق آگاہ شاہ نور اللہ کے گھر میں فرزند تولد ہوا تو فقیر کاتب حروف نے ان سے پوچھا کہ مولودِ مسعود کا کیا نام رکھا۔ کہنے لگے کہ نام کے لیے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا ہے آپ جو ارشاد فرمایئں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ ہبۃ اللہ نام رکھیں گے۔ فقیر نے پوچھا کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ بیان کیا کہ میں ایک دن حضرت اقدس کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عطاء اللہ و ہبۃ اللہ کیا اچھے نام ہیں مجھے اسی وقت یہ یقین ہو گیا کہ یہ بشارت میرے ہی حق میں ہے اور میرے دو فرزند پیدا ہوں گے۔ اور یہ میری شادی سے کئی سال پیشتر کی بات ہے۔ بعد ازاں کچھ عرصہ بعد شادی ہوئی اور اس کے چند سال بعد اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ آپ نے اس کا عطاء اللہ نام رکھا۔ اور یہ دوسرا لڑکا ہے یقین یہی ہے کہ اس کا ہبۃ اللہ ہی نام رکھیں گے۔ پھر اس کے چند روز بعد جب آنجناب کے ہاں سے سرفرازنامہ صادر ہوا تو اس میں آپ نے نومولود کا نام ہبۃ اللہ ہی تحریر فرمایا۔

شیخ محمد اور شیخ حبیب اللہ قدس سرہما کے مزارات پر حاضری اور مراقبہ کس لیے ایک روز جب حضرت اقدس اپنے چھوٹے ماموں شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ کے فاتحہ میں قصبہ پھلت

تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایک دن بعد نماز عصر مقبرہ میں تشریف لے گئے اور جدِ بزرگوار حضرت شیخ محمد قدس سرہٗ کے مزار پر مراقب بیٹھے اور دیر تک مستغرق رہے۔ پھر وہاں سے اُٹھ کر شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ کے مزار منبع اسرار پر جلوس فرما ہو کر متوجہ ہوئے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر مقام برکت نظام پر تشریف لائے اور نماز مغرب پڑھی۔ کاتب حروف نے عرض کیا کہ حضور کا اس وقت مزارات پر تشریف لے جانا کیا کسی خاص وجہ سے تھا یا محض اتفاقیہ تھا۔ فرمایا کہ پہلے تو کوئی ارادہ نہ تھا وہاں پہنچنے پر خاص وجہ ہو گئی یعنی حضرت شیخ مرحوم کے متعلقین کے بعض مطالب (مقاصد) تھے اس لیے ان کی قبر کی طرف توجہ کی کہ اُن کی طرف سے کیا واضح ہوتا ہے۔ انہوں نے اس طرح واضح کیا کہ ہمارے حال کا مقتضا مکمل گمنامی ہے اس وجہ سے ان مقاصد کی تکمیل ہوتے نظر نہیں آتی اس فقیر نے عرض کیا کہ دونوں بزرگوں کی نسبت میں کیا فرق ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میرے جدِ محترم کی نسبت ایسی ہے جیسے حقیقت جامعہ پر عینک اور شیخ مرحوم کی نسبت میں فیض اعمال کے انوار داخل ہیں۔

صاحب مزار کا قبر سے بدن کے ساتھ نکل کر استقبال کرنے کا غایت شوق۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ کی نسبت جو ان کی روح میں موت کے بعد قائم رہتی ہے ایک کیفیت ہے جو ان کے لطائف کی اصل فطرت کے مطابق فوارہ کی طرح جوش مارتی ہے (اس وقت) لطیفہ غالبہ کا حکم غالب ہوتا ہے اور لطیفہ مغلوبہ کا مغلوب اور میرے نانا کی نسبت ہیاکل موجودات میں سریان کی نسبت ہے اور ان کے نفس ناطقہ کے ایک گوشہ میں حیرت[1] ہے تجلی اعظم کے اعتبار سے اور وہ بحر بحت کا حکم ہے اور دوسرے گوشہ میں ذات بحت

---

[1] مرتبۂ احدیت میں محو ہو جانا، عارف کا دیدۂ دل سے اسم ہو کی تجلی کا مشاہدہ کرنا۔ حیرت سے یہ بھی مراد ہے کہ خیال کسی چیز کو اپنے ادراک میں لانے سے عاجز رہے اور عاجز ہو کر اپنے تفکر کو ذات کی طرف لے جائے اور ذات بھی تفکر سے ماوراء ہے۔ بزرگانِ دین نے ذات کی عینیت کا ادراک تخیل و تفکر سے نہیں کیا ہے بلکہ تفکر سے اسماء و صفات کے حقائق دریافت کر کے ان کے ذریعہ ذات میں فنا حاصل کی ہے اور عینیت ذات کا ادراک اس فنا سے کیا ہے جہاں ادراک کی بھی گنجائش نہیں ہے بلکہ بے ادراکی سے ہی اس کا ادراک ہے۔ یہ کیفیت بغیر فنا حاصل ہوئے محسوس نہیں ہو سکتی۔ نہ بیان میں آ سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا ہے ربّ زدنی تحیرا (اے میرے ربّ میری حیرت میں زیادتی فرما) زائد تفصیل معلوم کرنا ہو تو حضرت شیخ اکبر کی تصانیف دیکھنا چاہیئے۔ بقول

علم و حکمت سے جنہیں شوق ہو آئیں نہ ادھر ۔۔۔ کچھ نہیں فلسفۂ عشق میں حیرت کے سوا

(التقی النور)

کی طرف اس سے خفی ترمیسل ہے اور ارشاد فرمایا کہ دل بے اختیار ان کی قبر کی زیارت کو کھینچتا ہے اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اس بندہ کاتب حروف کو یاد ہے کہ ایک دن حضرت شیخ بزرگ (والد ماجد حضرت اقدس) آپ کے نانا کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اس وقت بہت زائد حقائق و معارف بیان فرمائے اور بعد فراغت حضرت اقدس کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ ذکر اس بنا پر تھا کہ تمہارے نانا نے ہم سے یہ کہا کہ تم کو مخاطب کر کے حقائق و معارف بیان کئے جائیں کہ ان کے سوال و جواب سے ان کو نہایت مسرت و خوشی ہوتی ہے اور بندہ کاتب حروف کو یہ بھی یاد ہے کہ جب حضرت شیخ بزرگ (شاہ عبدالرحیم) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت اقدس کے نانا کی وفات کے بعد بسلسلۂ فاتحہ و تسلی ماتم زدگان پھلت تشریف لائے تو سب سے پہلے ان کے مقبرہ میں گئے اور یہ شعر پڑھا ؎

اے گل بے خارِ ما در خاک پنہاں گشتۂ ۔۔۔ دیگراں راسوختی خود در جناں آسودۂ[1]

اس وقت حاضرین پر عجب وجد و بکا غالب تھا۔ آپ نے اس وقت سب کو ذکر جہر کا حکم فرمایا اور خود بدولت مراقب بیٹھے۔ اور بعد فراغت زبان کرامت ترجمان سے فرمایا کہ اس وقت ان کی روح ظاہر ہوئی اور کہا کہ میرے غایت شوق کا حال یہ تھا کہ قبر سے بدن کے ساتھ نکل کر استقبال کرنا چاہتی تھی اور یہ قدرت و طاقت اللہ نے مجھ کو عطا فرمائی ہے لیکن چونکہ یہ امر اس کی مصلحت نہیں ہے اس لیے میں نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ واللہ اعلم

صاحب ولایت کا مطلب | ایک بار حضرت اقدس اپنے چھوٹے ماموں صاحب کے فاتحہ کے موقعہ پر پھلت تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب واپسی کا قصد فرمایا تو اثنائے راہ میں ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بعض اولیاء اللہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ فلاں صاحب ولایت ہے اور فلاں جگہ فلاں صاحب ولایت ہے تو اس صاحب مقام کی شرط ہے کہ فنا و بقا و حصولِ نسبت کے بعد اس کی ہمت قوم کے لیے ایسی قوی ہو کہ نزول برکات و دفع بلیات میں وہ تاثیر عظیم رکھتا ہو اور دوسرے یہ کہ اس کی ہمت بحیثیت تسخیر و دبدبہ اس دیار والوں کے لیے عالم مثال میں متمثل ہو۔ اور اس کی منجملہ نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا معترض مخذول ہوتا ہے اور اس کا ناصح منصور اور یہ تمام باتیں اس وقت اس ملک میں بحمد اللہ میرے بڑے ماموں صاحب شیخ عبید اللہ سلمہ اللہ کی ذات گرامی صفات میں موجود ہیں۔

چلہ کشی کی برکات | ماہ شعبان ۱۱۵۵ھ میں حضرت اقدس پھلت سے شاہجہان آباد تشریف لے گئے اور یہ غلام بھی آپ کے ہم رکاب تھا۔ اور ماہ مذکور کے عشرۂ اخیرہ میں چلہ کشی کا قصد فرمایا۔ چلہ کی پہلی رات

---

[1] اے ہمارے بے خار پھول تو تو خاک میں روپوش ہو کر جنت میں محو راحت ہو گیا اور دوسروں کو آتش فراق میں پھونک دیا۔

ارشاد فرمایا کہ ایک خواہش دل میں کروٹ لے رہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے تحقق کی کیفیت جو اپنے میں پا رہا ہوں تحریر میں لائی جائے۔ چنانچہ اس کو تحریر فرما کر تفہیماتِ الٰہیہ میں منسلک فرمایا اور ماہ مذکور کی ستائیسویں تاریخ جب کہ حلقہ مراقبہ تھا خواجہ محمد امین نے واقعہ میں دیکھا کہ شاہ نور اللہ کے پاس ایک شیشہ ہے۔ اور حضرتِ اقدس کے سینۂ مبارک سے ایک باریک ڈوری مثل دھاگہ کے اس شیشہ میں پیوست ہے۔ اور ماہ مذکور کی اٹھائیسویں شب شاہ نور اللہ نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرتِ اقدس کی صورت میں مشاہدہ کیا۔ اسی واقعہ میں انہوں نے کہا کہ اس میں کیا راز ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حضرتِ اقدس کی صورت میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی دوران کسی نے ان سے کہا کہ یہ صورت تیری اس آرزو کا جواب ہے جو تو کرتا ہے اور بات دراصل یہ تھی کہ دن کو ان کے دل میں یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس چلّہ میں درود شریف کی کثرت کرنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کی برکت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو جائے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرتِ اقدس کا دیکھنا عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ہے۔

معجزۂ نبی ہم میں ہے — انہیں راتوں میں ایک دن شاہ موصوف نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک مجلس قائم ہے اور اس میں آم لائے گئے ہیں۔ ایک شخص نے ان کو تقسیم کرنا شروع کیا اور اس طرح تقسیم کئے کہ سب کو کافی نہ ہوئے۔ کچھ کو ملے اور کچھ محروم رہے۔ حضرتِ اقدس نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم نے قاعدہ سے تقسیم نہیں کی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ہی برکت ظاہر ہوگی۔ جتنے آم ہیں سب کو اکٹھا کر کے ہمارے پاس لاؤ ہم خود تقسیم کریں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ہم میں ہے۔ پھر وہ سب یکجا کر کے آپ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے اسی مقدار بھر جتنا اس شخص نے تقسیم کیا تھا تقسیم فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ تمام اہلِ مجلس کو حصہ پہنچ گیا اور کچھ باقی رہ گیا۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا اور اسی پہلے شخص نے اسی طرز پر تقسیم کیا کہ کچھ کو نہ ملا۔ حضرتِ اقدس نے پھر وہی بات فرمائی اور اس کو جمع فرما کر بذاتِ خود تمام لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ سب کو پہنچ گیا اور پھر بھی باقی رہ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار ظاہر ہوا ہے اور وہی مجھ میں (بھی) موجود ہے اور یہی وہ تمام برکات و کرامات ہیں جو حضرتِ اقدس کے فیضِ صحبت و توجہ سے ظاہر ہوئیں۔

تین بزرگوں کی نسبت کا واقعہ — انہیں راتوں میں ایک رات شاہ مذکور نے خواب دیکھا کہ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم ہر سہ بزرگ یکجا جمع ہیں اور دعوتِ طعام کی مجلس ہے اور یہ راقم اور بابا عثمان جو کشمیر کے بزرگ زادگان میں سے ہیں

اور ایک دوسرے شخص اہل کشمیر کے وہ بھی اس دعوت میں شریک ہیں۔ صبح کو شاہ معز اللہ نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ ان تینوں بزرگوں کی نسبتوں میں کوئی فرق بھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں خواجہ محمد باقی کی نسبت یہ ہے کہ ان کا نقطۂ ذات کی طرف وصول لطیفۂ خفی اور لطیفۂ روح کی راہ سے ہے اور حضرت خواجہ قطب الدین کا (وصول) لطیفۂ روح سے ہے اور وہ کامل انس رکھتے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ کے لطیفہ روح میں تجلی اعظم کی طرف سے خاص طور پر عالم کی تسخیر کا نمونہ پایا جاتا ہے پھر شاہ نور اللہ نے عرض کیا کہ تجرد کے لحاظ سے ان بزرگوں میں سے کن کی نسبت زائد قریب ہے۔ فرمایا کہ خواجہ بیر نگ اور خواجہ قطب الدین کی نسبت میں یہ بات بہت زائد معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے بھی ایسا ہی ادراک کیا کہ دونوں خواجگوں کی نسبت میں تجرد تمام ہے بلکہ حضرت خواجہ بیر نگ کی نسبت میں اس عالم سے یکسو ہونا بھی سمجھ میں آتا ہے اور حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی نسبت میں گویا یہ تمام عالم ملحوظ ہے اور ہم کو دونوں خواجگوں کی نسبت کے ساتھ ایک انجذاب ہوا بلکہ انہوں نے مجھ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چلہ کے واردات اور اسی اعتکاف (چلہ) میں ایک روز جب یہ خاکسار مابین مغرب وعشا خلوت خاص میں باریاب ہوا اور شرف حضوری سے مشرف ہوا۔ آپ نے اسرار عظیمہ سے نوازش فرمائی اور اس نوازش میں تمام قدولیوں میں اس حقیر غلام کو ممتاز فرمایا چنانچہ ۲۵ رمضان المبارک مابین مغرب وعشا اپنے مقام خاص سے مطلع فرماکر معزز فرمایا وہ اللہ کی اس نعمت کا تہ دل سے شکر گذار ہے، وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ اور زبان حقائق بیان سے ارشاد فرمایا کہ کبھی افراد میں سے کوئی فرد نشأت[1] متاخرہ متنازلہ جو نادر و عجیب ہے، سے مرتفع ہوتا ہے اور (پھر) شان الٰہی میں جس سے مطلب اس کا اقتضائے ذاتی ہے تمام اجناس و انواع عالم کو جو مرتبۂ ثبوت میں ہے اور اس کی ذات صرف کے ساتھ ہے فانی ہوتا ہے اور اسی شان کے ساتھ باقی ہو جاتا ہے یعنی بذاتہ وہی شان اور اقتضا ہو جاتا ہے جس کا قیام ذات بحت کے ساتھ ہے اور تمام نشأت متنازلہ اس طرح معطل ہو جاتے ہیں کہ کسی ایک کا بھی اس میں دخل نہیں رہتا۔ پس وہ شخص اس معنی کے ساتھ ابدی ہو جاتا ہے (اسم آخر اسم اول ہو جاتا ہے یعنی مقام قلندری پر فائز ہو جاتا ہے) پھر اس کی مثال یہ بیان فرمائی کہ اگر کسی انگوٹھی کے نگینہ پر نقش کندہ کریں تو اس نقش کا قیام نگینہ پر ہے اگرچہ بحسب صلاحیت وہ کبھی شئیں[2] پیدا کرنے کے استعداد رکھتا ہے اور یہ کثرت اختیار کرنے کی وجہ سے اس میں کوئی

---

[1] موت کے بعد جو زندگی عطا ہوتی ہے۔

[2] یہ چیز ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور یہیں ہی خاتم وجود کے نگینہ کا نقش ہوں۔

[3] یعنی وہ نقش کسی چیز پر کندہ کریں خواہ انگوٹھی کے نگینہ پر ہو یا دیگر صورتوں میں۔

خلل نہیں پڑتا۔ اور آج یہ چیز بہ تحقیق واضح ہوگئی اور یہ ایسی چیز ہے جو اسلاف میں سے بھی چند میں شاذ ہوتی ہے فالحمدللہ علی ما انعم (رازِ درون خود شناس گاہ بہ گاہ بے حرف)

نیز ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے بروزؔ[1] میں جس نے افلاک کے اُحجارِ بجتیہ کی مناسبت سے ظہور فرمایا ہے دراصل وجودِ تعالیٰ کے بیان کے لیے ایک آرزو جوش مارتی ہے اور یہ رِقدمؔ[2] سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور ایک وقت زبانِ حقیقت سے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی قوم نسبتِ مقربی کے ساتھ انبیاء و اولیاء سے محبت و اعتقاد اس حد تک پہنچا دے کہ اس کو فرطِ محبت میں معبودیت کے درجہ پر سمجھیں یا اس ولی میں رسالت کے خواص کا اعتقاد رکھے تو غیرتِ الٰہی جوش مارتی ہے اور اس کو مٹانے اور باطل کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اگرچہ اس مقرب کو اس بارہ میں کوئی تشویش محسوس نہیں ہوتی اور نہ اس کے درجہ مقام میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے۔ لیکن لوگوں کے ان عقائدِ باطلہ کی صورت ایک ہیئت پیدا کرتی ہے اور جب وہ اس کیفیت میں غرق ہو جاتے ہیں تو غیرتِ الٰہی ان کو محو کر دیتی ہے جیسا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اعتقاد رکھتے ہیں اور اصحاب تفضیل کے حق میں جنہوں نے محبت (مفرطہ) کو عبادت کے درجہ پر پہنچا دیا ہے اور مُعتقَد کو بمنزلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں تو غیرتِ الٰہی نے جوش مارا ہے اور ان کی محیق ملکوت میں متحقق ہوگئی ہے (لیکن) اللہ جانے کہ ناسوت میں کب ظہور ہوگا اور ایسا ہی ہے کہ قضا پہلے ملکوت میں منعقد ہوتی ہے اور پھر ایک مدت بعد ناسوت میں بروز (ظہور) کرتی ہے۔

اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ (ایک مرتبہ) مفسرین کو واذ تاذن ربك کی تفسیر میں تردّد (اضطراب) واقع ہوا اس لیے کہ لغت میں (لفظ) تَاَذَّنَ کے معنی مشورہ فی القلب کے ہیں اور دل میں کسی چیز کا قبل از اظہار مقرر کر لینا بھلا اللہ تعالیٰ کے بارہ میں یہ معنی کس طرح چسپاں ہو سکتے ہیں۔ پس مجبور ہو کر تَاَذَّنَ کو بمعنی اَذَنَ یعنی اَعْلَمَ تاویل کر لیا ہے اور ظاہراً ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس سے اشارہ وہی تقرّر و تحقق ہے جو اولاً ناسوت میں ظاہر ہونے سے قبل ملکوت میں پایا جاتا ہے اور تَاَذَّنَ سے کنایہ یہی تقدیر و تقریر ملکوتی ہے پس

---

[1] بروز کے معنی لغت میں ظاہر ہونے کے ہیں اور اصطلاح میں اس سے مراد ہے کسی صورت میں ظاہر ہونا اس طرح پر کہ اپنی حالت اصلی میں کوئی تغیر و نقصان نہ واقع ہو اور یہ حق انبیاء و اولیاء کاملین کے ساتھ مخصوص ہے۔

[2] رِقدم اس نعمت کو کہتے ہیں جن کا ازل میں حق تعالیٰ نے بندہ کے لیے حکم کیا تھا اور حق کی اس آخری مُوہبت اور عطیہ کو بھی کہتے ہیں جس سے عبد کی تکمیل ہوتی ہے (تقی انور)

بغیر تاویل و حرف کے بظاہر یہی معنی درست ہوئے۔

عمر کا تعین اور اس میں اضافے کے اسباب اور ایک بار زبان اسرار ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سے ایک شخص نے اپنی عمر کے تعین کے بارہ میں معلوم کیا کہ وہ پچپن سال ہو گی ایک بار وہ سخت بیمار ہوا اسی دوران اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ ایک جسم ہے (قالب) انتہائی پرانا و بوسیدہ ایک فرشتہ نے اس کے ایک ایک عضو کو الگ الگ کر دیا اور اس کے ایک ایک ذرّہ میں تلاش و جستجو کرنے لگا پھر ان اجزاء میں سے ایک جزو صغیر انتہائی چمکدار مثل بُراق جس میں زہرہ کی میراث تھی تلاش کر کے نکالا اور اس شخص (قالب بوسیدہ) کے کان کے اوپر رکھ دیا اور (اس فعل سے) اس کی وجہ سے اس کی مقررہ عمر میں قدرے اضافہ ہو گیا اور وہ تقریباً ساٹھ سال ہو گئی اور عمر میں یہ اضافہ زہرہ کی وجہ سے ہوا۔ بعد ازاں اس عمر کی مقدار پر بھی بعض ارواح کی برکات کے باعث اس طور پر کہ انہوں نے آکر اس شخص کے (مردہ) نفس کو گویا اپنا ذکر قرار دے دیا (یعنی اپنا پرتو ڈال ایام کو متوجہ بنا لیا) جس سے عمر میں کچھ اور اضافہ ہو گیا اور وہ ساٹھ سال سے بھی تقریباً دو سال بڑھ گئی۔

محبتِ خاص اور اس کے اثرات ایک بار ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک خاص الفت اپنے میں پائی جاتی ہے اور اس کا تعلق اس محبت و الفت سے ہے جو تمام مَلاءِ اعلیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرکزیت کی وجہ سے ہے۔ اور اس بنا پر وہ تمام مَلاءِ اعلیٰ کی طرف متوجہ ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ یہ یقین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مخلصین جن کے ساتھ اس عالم میں اُلفت و محبت و انبساطِ تمام ہے اس عالم سے انتقال کرنے کے بعد اس مقام پر بھی ایسا ہی اجتماع واقع ہو گا۔ اور جس طرح دل چاہے گا اس مَقعدِ صدق میں ہم سب انشاء اللہ باہم مل جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ اس عالم میں اس کے مثل کوئی (اور) صورت ظاہر ہو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ کامل پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اس کے نفس کے خیالات و احادیث خواب کا حکم ظاہر کرتے ہیں۔ ہر ایک کی ایک (جدا) تعبیر ہوتی ہے اس لیے کہ وہ سب مقاصد مقدسہ ہوتے ہیں جو اس کامل کے آئینہ میں احادیثِ نفس کی صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں ؎

آں خیالاتے کہ دام اولیاء است | عکسِ مہ رویانِ بستانِ خدا است

مولانا روم، شیخ اکبر اور بوعلی سینا کی زیارت ایک روز ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کوتاہ قد سفید رنگ خشخشی داڑھی۔ اور ایک بار حضرت شیخ اکبر محی الدین رحمۃ اللہ

---

[1] یہ سر خاص ۱۱۵۰ھ یعنی اپنی وفات سے ۱۸ سال قبل ظاہر فرمایا۔

[2] وہ خیالات جو اولیاء اللہ کا جال ہیں (جن سے وہ معانی کے حقائق شکار کرتے ہیں) وہ دراصل اللہ کے باغ کے خوبرویوں کا عکس ہے

تعالیٰ علیہ ابن عربی کو دیکھا عربی شکل میں طویل القامت، تندرست، برہنہ پنجاب کے لوگوں کے مثل اور ایک روز بوعلی سینا کو دیکھا وہ ایک فربہ آدمی تھے اور ان کے قیافہ سے اسلام کے معنی ادراک ہو رہے تھے۔ میں نے ساوہ قرآن خوب پڑھتے تھے۔

اسم عزیز اور اسم وہّاب کے اثرات پھر بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک ارشاد فرمایا کہ آج اللہ کا نام "عزیز" چند بار میں نے تلاوت کیا۔ اور میرے اس فعل سے قلب میں ایک قسم کے نور کی تحریک ہوئی۔ اس کے مقابل "عزت" ہے جو مرتبۂ وجوب میں ہے اور اسم عزیز نے تعین کی راہ سے اسی رنگ میں نزول کیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جس کو اسماء کی صورِ مثالیہ کے ساتھ تعارف ہو اور وہ اس کی اور ان شرائط کی جو اصحاب فن دعوت نے مقرر کر دیئے ہیں محافظت (پابندی) کرے تو اس کو کوئی حاجت نہیں ہے لیکن ملائکہ سفلیہ کو (جو اسماء کے مؤکل ہیں) ان امور کے ساتھ توجہ کلّی ہے۔ چنانچہ ایک دن میں نے اللہ کے اسم وَهَّابُ کو تلاوت کیا، اس وقت ملائکہ سفلیہ مؤکلہ کا روشن چراغوں کی صورت میں حس مشترک سے میں نے مشاہدہ کیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فضا ان سے معمور ہو گئی ہے۔ اسی وقت کھانا لاگیا جس میں گوشت بھی تھا، میں نے دیکھا کہ ان ملائکہ نے اس گوشت سے ایک قسم کی نفرت میرے دل میں ڈال دی ایسا کہ تقریباً ڈھائی ماہ تک مجھے اس سے نفرت رہی اور بظاہر مجھے کوئی عذر یا مرض لاحق نہ تھا۔

ختم قرآن کی برکات اور وتر راتوں کی پہلی رات جس میں ختم قرآن تھا ارشاد فرمایا کہ اس وقت ختم کے وقت اعمال ظاہرہ کی متعدد برکات ظاہر ہو رہی ہیں۔ جو بلا کسی شک و شبہ کے محسوس ہو رہی ہیں اور تمام حاضرین اس میں شامل ہیں۔ پھر تیئسویں رات ارشاد فرمایا کہ اس رات بھی اس قسم کی برکات کا نزول معلوم ہو رہا ہے لیکن اس میں وہ کثرت نہیں ہے جس کو شب قدر کہہ سکیں۔ پھر ستائیسویں شب کو بھی بیدار رہے اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض اصحاب بھی اس مسجد میں اذکار و نوافل میں مشغول رہے۔ اسی دوران شاہ نور اللہ کو نیند آ گئی۔ اس وقت ان پر عجیب کیفیت اور وجد طاری ہوا جس کا حاضرین وقت نے بھی مشاہدہ کیا۔ افاقہ کے بعد جب ان سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو بتایا کہ توبہ و استغفار کی حقیقت واضح ہوئی اور اس کی قبولیت کی صورت میں نے مشاہدہ کی اور خود کو اس کے ساتھ متحقق پایا۔ اس وقت باشتیاق تمام میں نے مناجات کی اور اس کی حلاوت سے مجھ میں ایک قسم کا جوش طاری ہو گیا نیز یہ بھی دیکھا کہ حضرت اقدس کے حجرۂ شریفہ سے جو آپ کی خاص عبادت گاہ ہے میوہ جات میں سے از قسم بہی کوئی چیز لوگ لائے ہیں اور مسجد میں انبار لگا ہے اور تمام حاضرین اس میں سے کھا رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ یہ سب حضرت اقدس کے فیوض ہیں جو آپ نے اپنے خادم "خوش حال" کے

ہاتھ بھیجے ہیں۔

پھر حضرت اقدس تہجد کے وقت خلوت سے مسجد میں تشریف لا کر جلوہ افروز ہوئے اور دستہائے کرامت پیا اُٹھا کر حاضرین کے حق میں خصوصاً اور غائبین کے حق میں عموماً دعا فرمائی اور پھر اعتکاف میں تشریف لے گئے۔ اور معتکفین آستانہ فیض آشیانہ کا ہر شخص در خلوت پر کھڑا ہو کر اپنے لیے نیز اپنے دوست احباب کے لیے دعائے خاص کا ملتجی ہوا اور حضرت اقدس نے ان کی التجا قبول فرمائی پھر رات گذرنے کے بعد اس غلام نے اس رات کی کیفیت کے سلسلہ میں پوچھا، ارشاد فرمایا کہ برکاتِ ملکیہ کا نزول تھا اور رنگہائے عبادات ظاہر ہوئے تھے۔ اور فجر کے قریب شاہ نور اللہ نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ اکثر لوگ جو صالحین متقین کی صورت پر ہیں اور حفاظ ہیں ان میں سے تین سو ساٹھ اشخاص میں سے پندرہ اشخاص ناجی ہیں باقی سب مبغوض (غیر ناجی) اور حضرت اقدس کے فدویوں میں سے تین اشخاص یعنی مولوی محمد اعظم کشمیری اور مولوی محمد مقیم کی طرف دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ بھی ان پندرہ نجات پانے والوں میں سے ہیں۔

متعدد آیات کے مطالب و اثرات

اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا الخ | اور اٹھائیس رمضان وقت دوپہر یہ خاکسار درِ خلوت پر حاضر ہو کر منتظر اجازت بیٹھا ہوا تھا کہ بہ تقاضائے رحمتِ امتنانیہ حجرۂ اقدس کا دروازہ کھول کر خلوتِ خاص میں طلب فرمایا اور میرے داخل ہونے کے بعد دروازہ کو بدستور بند کر دیا جس وقت یہ عقیدت مند خاکسار آپ کے حضور میں بیٹھا تو خود بدولت مراقب ہوئے۔ اس وقت ایک استغراق عظیم طاری ہوا اور اس کا پَرتَو اس ضعیف پر بھی پڑا جس سے اس پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اس وقت سوا نقطۂ ذاتیہ[۱] جامعہ کمالات اسمائیہ و صفاتیہ کے کچھ نہ تھا اور نہ غیرو غیریت اور عین و عینیت کا نام و نشان تھا۔ اسی اثنا میں حافظ عبدالرحمٰن نے مسجد میں احسن القصص (سورہ یوسف) پُردرد آواز میں پڑھنا شروع کی۔ ان کی اس تحریک نے اس بحر زخار (حضرت اقدس) میں تلاطم عظیم پیدا کر دیا جو دم بہ دم موجیں مارنے لگا جب حافظ صاحب موصوف اس آیت اَنْتَ وَلِیّٖ[۲] فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

۱؎ ذات بحت اور مرتبہ سلب صفات کو کہتے ہیں جو منقطع الاشارہ ہے اور اسی کو نقطۂ ذات کہتے ہیں کہ نقطہ بائے بسم اللہ سے ذات مراد لیتے ہیں (تقی انور)

۲؎ دنیا و عقبیٰ میں تو ہی میرا ولی ہے مجھ کو مسلمان موت دے اور صالحین سے ملا۔

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ پر پہنچے اور تکرار شروع کی تو اس بحر مواج میں ایک ایسی شورش پیدا ہوئی جو بیان میں نہیں آسکتی اور اس عاجز و مسکین کو بھی ایک طرز خاص سے کیفیت عجیبہ بخشی اور مقام وجد عطا فرمایا کہ جب تک اس حال پر فائز نہ ہوں اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔

ع ذوقِ ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی۔

اور یہ حال و استغراق اسی حالت پر تقریباً ایک پہر رہا اور جب اس سے افاقہ ہوا تو دستہائے کرامت پیما اٹھا کر دعا فرمائی۔ اللہ ہی جاننے والا ہے کہ وہ کیا تھی بعدازاں اس فقیر نے شاہ نور اللہ اور خواجہ محمد امین کے بارہ میں دعا کی درخواست کی، الحمد للہ آپ نے اسے قبول فرمایا، الغرض فدوی نے اس ساعت کو حلیہ کا حاصل پایا، بلکہ اپنی ساری عمر کا خلاصہ سمجھ کر شکر الٰہی بجالایا۔ اور شب کے وقت جب خلوت خاص میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو اظہار حال کی جرأت کی آپ نے بہ تقاضائے عنایت و کرم اس میں سے ایک رمز بیان فرمایا کہ پہلے عزت اقدس کے نور کا مشاہدہ ہوا اور اس کے مقابلہ میں اپنے ضعف کا بھی مشاہدہ کیا۔ پھر وہ نور متمثل ہو گیا جیسے آئینے میں ہوتا ہے اور بعد ازاں کیفیت کی حلاوت نے ایک مستی عطا کی اسی اثنائیں خارجاً ایک تحریک پیدا ہوئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی بزرگ ترین نعمتوں میں سے جو اس غلام پر ہوئیں ایک یہ بھی ہے کہ سلسلۂ قرأت قرآن بقرأت حفص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت اقدس سے اس حقیر کو توفیق رفیق ہوئی اور اسی اثنا میں بعض آیات کی تفسیر کے اسرار کا زبان مبارک سے استفادہ کیا۔ اور اس کو اپنی فہم و استعداد کے مطابق تحریر کر کے تذکرۃ الاوقات فلک النفحات سے موسوم کیا۔ اور آپ کے فیض صحبت سے تمام علوم قرآن پر مشتمل فاتحۃ الکتاب کے نکات پر مطلع ہوا اور اس کو تحدیثاً بنعمۃ ربہ الولی الرحیم مجملاً اور مختصراً اپنے مسودات کی بیاض میں حضرت ولی نعمت کے حکم سے تحریر کر کے درایات الاسرار کے نام سے موسوم کیا، اور حضرت اقدس نے اسرار قرآنیہ میں سے اس آیت[1] ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینھم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تدبیر تشریعی مذنبین کی ہلاکت کی مقتضی ہے۔ لیکن مصلحت کلیہ جو اس مرتبہ سے بالا ہے بعض جہتوں کی رعایت سے (جو اس مصلحت میں معتبر ہے) القا اور مہلت کی مقتضی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک بادشاہ کسی شخص پر اپنا غصہ اتارنا چاہتا ہے لیکن اس کا وعدہ سابق جو اس نے اس شخص سے کیا تھا اس غصہ کا مانع ہے۔ پس بادشاہ کہتا ہے کہ اگر میں نے تجھ سے وعدہ نہ کیا ہوتا

---

[1] اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا تھا تیرے رب سے تو ان میں فیصلہ ہو جاتا۔

تو ابھی تجھے قتل کر ڈالتا۔

من کان فی ھذہٖ اعمیٰ الخ پھر ان آیات من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا[1]۔ اور ربّ لم حشرتنی اعمیٰ و قد کنت بصیرًا[2]، اور لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید[3]، کی مطابقت کرتے ہوئے کہ بظاہر ان کے مابین تناقض نظر آتا ہے ایسا ارشاد فرمایا کہ انسان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے کہ اس کے صفات بہیمیہ اس کے صفات ملکیہ کا احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی پرندہ ایک لوہے کے پنجرے[4] میں بند ہو اور اس میں سوئی کے برابر بھی کوئی سوراخ نہ ہو۔ اور یہی ہے وہ دہری یعنی ان علوم کا قاعدہ جو اصل فطرت کے مطابق اس میں ودیعت ہیں یہ تقاضا اس میل کے جو مبدأ کی طرف اصل فطرت میں رکھے ہیں۔ اور وہ رغبت اس کی اشد تنظیم ہے اور یہ کیفیت تصوف پر اعتقاد رکھنے سے پیدا ہوتی ہے مگر وہ صورتیں اعتقاد۔ اختیار اور ارادہ سے اعمال کی جزاء پر ناشی ہوتی ہیں پس ایسا شخص جو رب مختار کا منکر ہو۔ یا باوجود اس کے وجود پر اعتقاد رکھنے کے اس کو معطل جانے دہی دہری ہوگا۔ ایسا شخص جب مر جاتا ہے تو اس کا یہی حجاب لسبب اس ضعف کے جو اس نشأت میں اس کو ظاہر ہوتا ہے صاف ہونے لگتا ہے اور اس کی ملکیت فی الجملہ بروز کرتی ہے۔ اور یہ میل مفطور متحرک ہو جاتا ہے لیکن اس کے وہ موانع علمیہ جو حق کے بارے میں وہ رکھتا تھا وصول سے مانع ہوں گے۔ اور ایک وحشتِ عظیم اس کے نفس میں ہیجان پیدا کرے گی اور طرح طرح کی سزائیں اور عذاب متمثل و متشبح ہوں گے۔ پس فبصرک الیوم حدید میں اسی اطلاع اجمالی کی طرف اشارہ ہے جو من وراء الحجاب اس کو ظاہر ہوا ہے پس اس وقت وہ اتنا جانتا ہے کہ کوئی ایسی چیز ہے جس تک ہمارا وصول ممکن نہیں ہے اور من کان فی ھذہ

---

[1] جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور راستہ سے بہت دور بھٹکا ہوا (ہر کہ امروز نہ بیند اثرِ قدرتِ او — ہر کہ رفتے یار در دنیا نہ دید انخ)

[2] اے میرے پروردگار تو نے مجھے کیوں اندھا اٹھایا حالانکہ میں دنیا میں اچھا خاصا دیکھنے والا تھا۔

[3] تحقیق تو اس سے غفلت میں پڑا ہوا تھا (اب) ہم نے تیرے اس پردے کو تجھ پر سے ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہوگئی۔

[4] اس سے مراد یہ ہے کہ روح خود سے کوئی چیز ظاہر نہیں کر سکتی جب تک کہ نفس نہ ہو یعنی وہ ادراک کر سکتی ہے جس طرح کانوں کے بغیر نہیں سنا جا سکتا اور آنکھوں کے بغیر دیکھا نہیں جا سکتا۔

[5] یعنی ذات کو چھوڑ دینے والا صفات کو پکڑنے والا (ملکیت سے مراد ہے صفات سلبی۔ بہیمیت سے صفات ایجابی)

(تقی انور)

ظاہر نہ ہو جائے ان کا امر جبلی سید عالم کی نسبت ان کے دل میں سر نہ ابھارے اور سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا کی تفسیر میں یہ ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوقات کے لیے تسبیح کی تقدیم سے مطلب یہ ہے کہ مخلوقات متنوعہ کے خالق کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام تقیدات سے مطلق اور تمام اَلوان سے منزہ ہو کہ اس کی نسبت تمام تقیدات والوان کے ساتھ مساوی ہوتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی خاص تقید سے مقید ہوتا ہے تو اس سے وہی صادر ہوتا ہے جو اس قید کے ساتھ ایک امتیازی خصوصیت و مناسبت رکھتا ہے اور تمام اشیاء کا صدور تبائن و اختلاف کے ساتھ جو ان میں ثابت اور موجود ہے اسی مبدا سے ہو سکتا ہے جس کی نسبت سب کے ساتھ یکساں ہوتی ہے اور یہ بات اس کی تمام کیفیات سے تنزہ کے بغیر ظاہر نہیں ہوتی اور فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ[1] کی آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ہر قسم کی شریعت تربیت اور افاضہ میں اس وجود کے لوازم اور احکام ہیں اور اس کا ایصال اس کے کمال طبعی و کسبی کے ساتھ ہے اور اس کے تمام اَحوال و اَطوار کا انتظام علیحدہ ہے بلکہ ہر فرد کا طریقہ خاص اور جدا ہے پس انواع و اشخاص میں سے ہر شے کا ایصال اس کے مبلغ کلام کے ساتھ اور اس کے تمام احوال کا انتظام افاضہ وجود کی ابتدا سے بلوغ کمال تک ہے یہی ہے ملک یعنی اس شے کی بادشاہی اور ملکوت مبالغہ ملک سے ہے اور یہ بات مخصوص بغیر کسی قید کے مطلقاً ہے جو اپنی ذات کے ساتھ مطلق اور اپنے صفات کے ساتھ تمام کیفیات سے منزہ ہوتی ہے اور اس کی نسبت کائنات کے تمام ذرات کے ساتھ برابر ہوتی ہے اور اس آیۂ کریمہ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ[2] کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وجد ابتدائے احوال سے ہے اور اطمینان و سکون مقامات انتہا میں سے ہے جو لطیفۂ روحیہ کے خواص سے ہے اور وہ (وجد) لطیفہ قلبیہ کے خواص سے ہے اور آیۂ کریمہ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ[3] کی تفسیر میں ارشاد فرمایا

---

[1] پاک ہے وہ جس کے قبضہ میں ساری حکومت ہے اور اسی کی جانب تم پھر واپس ہو گئے۔

[2] کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے ان کی کھال پر کے بال جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد میں۔

[3] اللہ بیزار ہوتا تھا اس سے زائد جتنے تم بیزار ہوتے اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین (ایمان) لانے کو پھر تم منکر ہوتے تھے۔

کیوں کہ ہر انسان کی حقیقت میں ایک نقطۂ قدسیہ ودیعت کیا ہوا ہے اور وہی نقطہ توحید و عبادات سے فطری خصلتوں کا مقتضی ہو گیا ہے لیکن بسبب شہوات میں انہماک اور شیطان کی اتباع وہ نافرمانی کرتے ہیں اور اس کی (نقطہ قدسیہ) کی مخالف سمت جاتے ہیں اور یہی ان کا اپنے (اَنْفُس پر "مَقْت" ہے۔ جب کشف کا وقت عطا ہو گا تو اسی بات کو آئینہ حق میں دیکھیں گے۔ وہی ان کا مقت ہے جو اس حال میں (وقت) مقت حق ہو گا اور وہی گریز ہے نقطہ قدسیہ کی نامرضیات کی طرف جو (جس سے مراد) طوق و سلاسل میں باندھ کر دوزخ کی طرف کھینچا جانا ہے جو حق کی نامرضیات کا امثال ہے اور چوں کہ وہ عالم دارُالسبوغ ہے اس لیے وہ اکبر ہو گا۔ اور آیۂ کریمہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ [1] کی تاویل میں جو سابقین کے بارے میں وارد ہوئی ہے یوں ارشاد فرمایا کہ یہ مومنین بین السابقین اور اصحاب الیمین کی تقسیم ہے جس نے وُرود پایا ہے (جو قرآن میں وارد ہوا ہے) اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ مِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ [2]، (تو یہ) لطائف ثلثہ بارزہ کے اعتبار کمال سے ہے یعنی عقل و قلب و روح، کیوں کہ نبوت میں انہیں لطائف کی تہذیب کا افاضہ بالاصالۃ مقصود تھا نہ باعتبار کمالات لطائف کا ثمرہ جو کمالات ولایت سے ہے۔ سابقین وہ گروہ ہیں جو اس مقام سے اخذ کرنے والے ہیں جہاں قصداً منعقد ہوتی ہے نبوت کی وجوہ سبعہ میں سے جیسے نبوت۔ امامت اور حکمت وغیرہ جس کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ میں تشریح سے لکھی ہے۔ فھذا الاخذ ان کان بالاصالۃ فھو النبی و المحدث و المفھم و الافان [3]

---

[1] بہت ہیں پہلوں میں اور تھوڑے ہیں پچھلوں میں (یعنی اعلیٰ درجہ کے لوگ پہلے بہت ہو چکے ہیں پیچھے کم ہوتے ہیں

[2] یعنی ایمان داروں کی تین قسمیں ہیں (بعض تو گناہ گار ہیں جو اپنی جانوں پر کبائر و صغائر گناہ کر کے ظلم کر رہے ہیں یعنی اس کتاب پر ایمان تو ہے لیکن عمل نہیں کرتے اور بعض ان میں سے درمیانی حالت میں ہیں کہ عامل تو ہیں لیکن تھوڑے۔ اور بعض کاملین ہیں یعنی ایمان بھی ہے اور عمل بھی پورا ہے۔ ہر نیک کام میں پیش قدمی کرتے ہیں۔

[3] یہ اخذ اگر بالاصالۃ ہے (یعنی اللہ سے براہ راست افاضہ کیا ہے) تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور محدث اور مفہم۔ اور اگر اپنے قلب کی شہادت سے اخذ کیا ہے تو وہ اس گروہ کے نقوش کمالات سے ہے۔ لیکن جملہ سابقین اصحاب یمین کے گروہ میں سے ہیں۔ اور اگر کسی ادنیٰ مناسبت سے اخذ کیا ہے یا صرف تقلید سے تو وہ بھی ان حضرات (قلب کی شہادت والے) کے نقوش کمالات سے ہے۔

اخذ بشهادة قلبه فهو من تماثيل هؤلاء لكن من زمرة اصحاب اليمين جملة
السابقين وان اخذ بادنیٰ مناسبةٍ او بصرف تقليد فهو ايضا من تماثيل هؤلاء

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے تدلی الٰہی مثالی نے بروز فرمایا (تو) تمام مستعدین نے
اسی سے اخذ کیا۔۔۔ منشٔ کمال وراثتہ صلی اللہ علیہ وسلم فانهم یاخذون بوراثتہ علیہ الصلاۃ
والسلام من منبع القضاء الذی هو من احکام الله الذی هو تعین بحسب الاحجار
البحتية للملاء الاعلیٰ وهو فوق التدلی المثالی

پس اس کی بنا پر طائفہ سابقین ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین ہوگئے۔ لیکن تدلی مثالی کے ظہور
کے بعد لطائف کامنہ کی تہذیب بوجہ اتم ظاہر ہوئی۔ اور باب ولایت کھل گیا اور باب نبوت بند ہوگیا جیسا کہ
کا ذکر گذر چکا جس شخص کے لطائف بارزہ کامنہ خاص طور پر حجر بحت اور انانیت کبریٰ کمالات کے ساتھ متجلی
ہوگئے تو بالفعل وہ اس بات کے قابل ہوگیا کہ وہ تمام کمالات ومناصب کے افاضہ اور ظہور میں جارحۂ الٰہی
ہوجاوے۔ اور (لیکن) بالفعل اس کو یہ بات نہیں دیتے (لیکن اگر جو اس کے مزاج اور وقت کے مطابق
ہوتا ہے۔ کبھی وہ سابقین کی صفوں میں بیٹھتا ہے اور کبھی اصحاب یمین کی حالانکہ درحقیقت وہ سب سے بیگانہ
اور سب میں ہے (یعنی باہمہ اور بے ہمہ) مگر یہ کہ وہ گردش کرتا ہے اور فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کی طرح اقتضائے
ذاتی جوش مارتا ہے پس ان احجار بحتیہ کی امثال کو اس بارہ میں ایک ظل ہوتا ہے۔

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک رات میں نے واقعہ میں دیکھا کہ مجھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رونما ہیں۔ دوبارہ جب غور کیا تو خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عین پایا۔ اسی وقت زوجۂ ثانیہ رحمہا اللہ تعالیٰ کو
دیکھا کہ ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہی ہیں اور ہیئات صالحہ ان پر نمایاں ہے۔ اور ان کا ازدواجی تعلق ذات اقدس
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فنائے کلی اور بقائے اکمل کے ساتھ میں اپنے میں محسوس کر رہا ہوں اور اس پر
متعجب ومتحیر ہوں کہ اس تمام وصف اتحاد کے باوجود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے پھر یہ ظاہری
تعلق کیا ہے۔ اسی اثنا میں یہ بات دل میں ڈالی گئی کہ آپ کا یہ تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعلق کی طرح
ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیساتھ تھا جس پر ملاء اعلیٰ کی زبان سے حکم زَوَّجْنَاکَهَا
مترتب ہوا تھا اور اس وقت اس آیت کا مطلب واضح ہوگیا کہ کاملین کے حق میں مداخلت امور شہویہ دنیویہ

لہ کیونکہ وہ لوگ اخذ کرتے ہیں نبی کی وراثت سے منبع قضا سے جو اللہ کے احکام سے ہے۔ وہی تعین ملاء اعلیٰ کے
لیے بحسب احجار بحتیہ کے ہے اور تدلی مثالی کے اوپر ہے۔

میں بمقتضائے وسعتِ حقیقت اور اس کی جامعیت تمام حقائق وجوبیہ و کونیہ پر ہوتی ہے برخلاف عوام الناس کے کہ ان کا وصول لذّت بمقتضائے قوائے بدنیہ کے ہے اور واسع الحقیقت ہے (یعنی وہ لذت شہوی حسی کو ہم صرف نفس تک محدود رکھتے ہیں یہ حضرات جماعِ روحانی کی لذت یعنی سرورِ محض سے مستفید ہوتے ہیں) اور دارِ دنیا میں لذات بوجہِ اوّل مذکور حاصل کرتے ہیں اور جب عالم قبر میں گئے تو بسبب عدم محکومیت مادہ جو اس کے نفس جامعہ کا مرکب تھا اس جگہ (عالم قبر میں) معطل ہو جاتا ہے یعنی خواب کا مادہ محکوم نہیں ہوتا یعنی ہم اسے اپنی خواہش کے مطابق محکوم نہیں کر سکتے۔ پھر جب ایسے موطن (یعنی عالم برزخ) میں منتقل ہوتا ہے یہاں اختلاط مثال وجد سے ہے (یعنی اضطراری طور پر عمل کا ظاہر ہوتا) تو اس مادہ کی اطاعت موطن کی قابلیت کی وجہ سے عود کر آتی ہے بلکہ بروجہ اتم ہوتی ہے اس لیے کہ نفس ناطقہ وہ نقطہ وحدانیہ ہے جو تمام صورت انسانیہ کے احکام کا جامع ہو سکتا ہے۔ اور یہ مادہ جو صورتِ مثالیہ وجسدیہ میں جامع ہے کسی صورت میں صورت انسانیہ کا تقاضہ کرے رکاوٹ نہیں رکھتا (یعنی یہ مادہ جو عالم مثال میں ہے خواب میں نظر آنے والے اشکال کے علم اجسام کی طرح ہے) پس اس وقت وہ استیفاء علیٰ وجہِ الکمال واپس آتا ہے بلکہ اس میں تمام حقیقت کا سریان اس کو حاصل ہوتا ہے اگر (اس کے بعد) شیون ربوبیّت کی طرف نظر کرے تو اپنے کو ان سب کے ساتھ پلٹے گا۔ اور اسی طرح بقیہ اشیاء کو بھی اپنا مظاہر ادراک کرے گا۔ اور اگر ان حقائق امکانیہ میں نظر کرے گا، تو اپنے نفس کو تمام جزئیات میں ساری پاوے گا اور تمام قویٰ وحواس سے اس کے مناسب لذّت حاصل کرے گا۔ الحاصل ان مرحومہ کا وہ رابطہ جو بوجہ ان خصوصیات و امتیاز کلّی کے اپنے ساتھ تھا اس عالم میں بھی ظاہر ہوا اور یہ خواب بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ مرحومہ رحمہا اللہ تعالیٰ ربارہا متعدد بار بصورت صالحات ولباسِ فاخرہ عبادات میں مشغول دکھائی دیں۔ اور ان کی صفت طہارت کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔

یہاں تک کہ ایک دن یہ بھی فرمایا کہ بیشتر اوقات دل میں یہ خلش اٹھتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں کیا وجہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے لحاف میں نزول فرماتے ہیں اور تبلیغ وحی کرتے ہیں اور یہ خصوصیت ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے اور اس خصوصیت کا کیا سبب ہے۔ پھر جب مرحومہ کا تمثّل صورتِ مذکورہ میں ظاہر ہوا تو وہ شبہ رفع ہو گیا کہ ان کی ہیئت طہارت اور اس کے نور کو اپنے میں پایا۔ اور باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی حالت میں ہوں میں نے کوئی فتور نہیں دیکھا (اور) اس کی وجہ یہ ظاہر ہوئی کہ وہ ان عفیفہ کی طہارتِ جبلّی کا عکس ہوتا تھا جو ان

کی کدورت زمانی میں طہارت کے منافی نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کا بھید یہ واضح ہوا کہ ہر چند کوئی خصلت طہارت سے متصف ہو جب احوال طاریہ جو اس کی ضد ہوتے ہیں دوسرے کی طرف سے پَر توڑ ڈالتے ہیں تو اس خصلت کے جمال کو اپنی کیفیت سے ماموں کر دیتے ہیں مگر اس طرح کہ دوسری جانب بھی طہارت کے نور اور لطافت کی صفت سے متصف ہو ہیئات خارجیہ ونسبیہ (یعنی دنیاوی ہیئتیں) داخل نہیں ہو سکتی اسی لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بستر پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نزول کا سِر یہ تھا۔

اعتکاف میں فیوض وبرکات کا صدور ماہ شعبان ۱۱۶۰ھ میں جب کہ رمضان المبارک جو آپ کے اعتکاف کی میعاد تھا قریب پہنچا اگرچہ ان ایام میں بارش کی شدت تھی اور دریائے جمنا میں جو اطراف بارہ شاہجہان آباد میں واقع ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے وہاں کا سیر وسفر ممکن نہ تھا۔ اس بندہ کا تب حروف کو ان حالات کے تحت نہایت اضطراب لاحق ہوا کہ اس وقت شرف حضوری اور سعادت مجاورت آستانہ کس طرح نصیب ہوگی۔ یہ مشکلات اور اپنا اضطراب حضرت اقدس کے حضور میں عرض کیا۔ آنجناب کی طرف سے ان الفاظ میں عنایت نامہ والانامہ صادر ہوا کہ پورا سال اسی خیال میں گزرا ہے کہ رمضان کا چلہ اپنے احباب کے ساتھ اطمینان وسکون سے گزاریں گے بہر کیف اپنے کو معاف نہ رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ضرور کوئی صورت پیدا فرما دے گا اس کے فضل بے علت سے اسی کا یقین اور امید ہے۔ انتہی

جس وقت یہ عنایت نامہ صادر ہوا تو دل فدویت منزل کو ایسا بے قرار کیا اور ایسا قلق واضطراب طاری ہوا کہ بغایت شوق واشتیاق سر و پا کی تمیز نہ رہی اور راستہ کی مشکلات ومصائب کا کوئی اندیشہ وخوف دل میں باقی نہ رہا۔ اسی وقت سے ادھر کعبۂ مقصود کے طواف کا احرام باندھا اور (ادھر) نفس مبارک نے جلوہ گری کی اور آپ کے تحریر فرمانے کے مطابق بے کم وکاست واقع ہوا۔ بارش جو مسلسل ہو رہی تھی۔ ایسی بند ہوئی کہ ایک بوند بھی نہ ٹپکی اور راستہ کی دشواریوں سے محفوظ ومامون ہو کر اس مقام فیض نظام پر پہنچ گیا اور اپنی جبین نیاز کو خاک آستانہ ولایت آشیانہ سے منور کیا اور جیسے ہی شرف قدم بوسی حاصل کر کے خدمت اقدس میں بیٹھا اسی وقت سے اس شدت وتیزی سے بارش شروع ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے پہنچے ہی کا اسے انتظار تھا۔ پھر دوسرے ہی روز سے شرف اعتکاف اور مجاورت عتبۂ علیہ سے مشرف ہوا اور ان ایام میں جو کچھ فیوض وبرکات حضرت اقدس کی طرف سے اس غلام پر صادر ہوئے کیا بیان کئے جائیں کہ ان کے شکر کی ادائیگی حد بیان سے باہر ہے۔

شکرِ[1] فیض تو چمن چوں کند اے ابرِ بہار　　　　کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست

اکثر اوقات جب خلوت خاص میں باریابی ہوئی تو اسرارِ بلند (اعلیٰ) و معارف ارجمند کے ارشادات سے سرفراز فرماتے۔ ایک روز مجھے مخاطب فرما کر ایک ایسی بات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائی جس کو ابن فدوی نے سارے اعتکاف کا ماحصل جانا۔ کہ اے فلاں تمہارے یہاں ہونے سے میں نہایت انس پا رہا ہوں اور مجھے بہت آرام مل رہا ہے۔"

کنوں[2] چوں شہ مرا برداشت از خاک　　　　سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

ملائکہ سفلیہ، قطراتِ نورانیہ کی مانند | ایک روز جب کہ یہ خاکسار خدمتِ اقدس میں حاضر تھا ارشاد فرمایا کہ بعض اوقات ملائکہ سفلیہ قطرات نورانیہ کے مانند نظر آتے ہیں لیکن نہ تو اس طرح کہ صرف نگاہ ظاہری سے محسوس ہوتے ہوں اور نہ وہم و خیال سے بلکہ بین بین کہہ سکتے ہیں۔ اور مسامحہ[3] کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ (جو) آنکھ سے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے حقائق معلوم ہو جاتے ہیں جس طرح فضا کے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں کہ ہوا کا ایک مناسب تعلق بہم پہونچتا ہے جس سے ضعیف نفوس کی استعداد کو فیض پہنچتا ہے اور اس وقت اس مادّہ سے مناسبت رکھنے والے نفوس اس سے فیض پاتے ہیں اسی طرح وہ سرزمین جس کے عنصر میں ہوا غالب ہوتی ہے اور دوسرے عناصر مغلوب۔ ایک لطیف تغیر[4] اور شریف تعلق اچھے اوقات اور مبارک و مسعود قرانات میں ہوتا ہے پس وہ نورانی نفوس کے مادہ کے لیے مقاص ہوتے ہیں اور وہ مادہ اگرچہ کوئی تعین و تقرر ان نفوس کے جسد و مطیہ کا ہو تو نہیں ہو سکتا اور نہ فنا ہو سکتا ہے۔ لیکن خاص قسم کی شکل کو قبول کر لیتا ہے بلکہ نامشخصہ اشکال کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اور مدور یا مثلث یا مسدس یا مسطح ہو جاتا ہے اور ان نفوس کے افاضہ کے وقت ہر ستارہ جو حکم ہوتا ہے یہ ملائکہ اس کے لشکر میں شامل ہو جاتے ہیں۔ پس بعض حروف و الفاظ کے ساتھ ایک خصوصیت رکھتے ہیں اور اس کے موکل ہوتے ہیں اور بعض دوسری اشیاء کے ساتھ اور احکام کو اکب کی شمولیت کے مطابق ان کے حقائق بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور بیشمار و لاتعداد اقسام ظاہر ہوتی ہیں اور نہ

---

[1] اے ابر بہار تیرے فیض کا شکر چمن کیسے ادا کر سکتا ہے۔ کیونکہ خار و گل سب تیرے ہی پروردہ ہیں۔

[2] اب جب کہ بادشاہ نے مجھے خاک سے اٹھایا تو میرے لیے یہ لائق ہے کہ میں سر کو افلاک سے بلند کر دوں (فخر کروں)

[3] کدوکاوش نہیں کرتے یا ان کی حقیقت پر زائد بحث کرنا نہیں چاہتے۔

[4] بو یا تری کی وجہ سے کیفیت کا بدل جانا۔

مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ سے اسی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کے ملائکہ کو کسی علم وتجلی کی خبر نہیں ہوتی بلکہ یہی ایک نورانیت ہوتی ہے نور طہارت کی قسم سے جو انوارِ معنوی سے ہے۔

ملائکہ از قسم جن اور جو ملائکہ از قسم جن ہیں ان کی قسم علیحدہ ہے اور ان کی ایجاد بمنزلہ ایجاد انسانی ذہنی ہے اور وہ جو مقامات متبرکہ اور ذکر کی مجالس میں طواف کرتے ہیں وہی قسم اوّل ہیں اور قسم دیگر مرتبہ ثبوت میں تعینات صرف کے تجرد سے ظہور پاتے ہیں کیونکہ نور محض ہیں اور انہیں کو عقول کہتے ہیں اور یہ قسم عالم ایجاد کے لوازمات سے ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک کرہ (گیند) بنائے پس اس کی ایجاد کے لیے منطقہ و محور ہونا ضروری ہے اور حقائق کمّل افراد انسانی بھی اس مرتبہ میں ثابت و منفرد ہیں۔ اور ان افراد میں سے کوئی فرد ایسا نہیں ہوتا جس سے نشات میں سے کسی نشا کی تربیت بوجہ من الوجوہ مربوط نہ ہو اس لیے کہ یہ فریق جود و ایجاد کے وسائط ہوتے ہیں۔

صورتِ الٰہی سے خطاب کی صورت پھر ارشاد فرمایا کہ تدلیات الٰہیہ میں سے ایک قسم وہ ہوتی ہے کہ جب کسی شخص کے حق میں ملاء اعلیٰ کے ضمن میں داعیہ مقدسہ منعقد ہوتا ہے کہ اس کو صورت الٰہی سے خطاب کیا جائے (تو) اس وقت مادہ شفاف بعض اجزائے کثیفہ ہوائیہ سے انعقاد قبول کر کے صورتِ الٰہیہ کا ہیولیٰ ہو جاتا ہے گویا وہ جسم ہے اور تجلی الٰہی اس کا نفس ناطقہ یہی کہ جب کوئی اس کو بہ نظر غائر دیکھے تو ملاءِ اعلیٰ سے کر ذات بحت تک اس میں نافذ ہو جاتا ہے۔ اور مادہ ہوائی پر اس قسم کی تجلی کا سبب یہ ہے کہ مادہ ہوا تاثیر ہمت کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا قصہ توریت میں مذکور ہے وہ گویا ایک طلسم تھا جو اللہ نے اسی قسم کی تجلیات کے نزول و اظہار کے لیے تعلیم فرمایا۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عظیم مناقب میں سے تھا واللہ اعلم۔

تجلی ذات کیا ہے ایک روز مغرب وعشا کے مابین بندہ کاتب حروف خدمتِ اقدس میں حاضر تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجلی ذات کا لفظ جو لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے اگر اس سے نقطۂ ذات صرف (جو اعتبار و ثبوت کے فوق ہے) مراد لیا جائے تو وہ خود دوام نہیں رکھتا اور وہ برق خاطف کی طرح ہوتا ہے اور اگر تجلی اعظم کا شہود بغیر اسماء و صفات کے ملاحظہ کے مراد لیا جائے تو اس کا دوام ہو سکتا ہے مگر یہ کہ کبھی اس سے ذہول ظاہر ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ باطن میں یعنی حجر بحت کی راہ سے اس سے آشنائی ہے لیکن شہود کے وقت لطیفۂ سِرّیہ اس کو کسی قید کے ساتھ مقید کر دیتا ہے لیکن یہ تقیید اسی لطیفہ کی جانب

سے ہوتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ حقیقت انتہائی نزاکت و باریکی میں ہے اس لیے کہ وہ وہی نقطۂ خالصہ ہے جس نے نفس کلیہ میں تدلی کیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اس تجلی اعظم نے ان احجار بختیہ کو جو اس تجلی کا نمونہ ہیں اپنے کمال رخسار[1] کے حقائق میں ودلیعت کیا ہے یعنی یہ احجار بعض تعلقات کے بعد بمنزلہ اس کی شعاع اور اس کی خلعت ہو جائیں۔ پس یہ بات بہ ذات مختلفہ کے ساتھ اس تجلی کے بروز کا سبب ہو جاتی ہے اور ارشاد فرمایا کہ افراد میں سے کوئی فرد جب اپنے حجر بحت کی حیثیت سے اس معنی (چیز) کو اپنا مقام پائے تو تمام علوم و معارف کو پس پشت ڈالتا ہے۔ اور شعر

وَخُلِقَتْ اَطْوَارُ الْعُلُوْمِ لِغُرَّتِہٖ تَنُوْحُ کَمَا نَاحَتْ اِلنِّسَاءُ الثَّوَاکِلُ

اس جگہ متحقق ہو جاتا ہے مگر یہ کہ وہی تجلی اعظم ایک علم کا اس شخص کی راہ سے اظہار فرماتی ہے اور اس وقت اس کی زبان اسی کے ساتھ جاری ہو جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع کمالات انبیاء علیہم السلام ہے

ایک دن ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے وجدان کو اگر رؤیت سے تعبیر کیا جائے تو بعید ہے۔ اس نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ اس کی وجہ سے اکثر احکام اور کیفیات قلبیہ ضعیف ہوگئی ہیں اس لیے کہ وہ احکام رنگ و کیفیت کا تقاضا کرتے ہیں اور اس معنی کی بے کیفی اور بے رنگی ان کی نفی کرتی ہے اور یہی حال خوابات و واقعات میں ہے کہ اس حال کا غلبہ ان سب کو متلاشی (فنا) کر دیتا ہے (اس سر مذکور کی وجہ سے جو کیفیات قلبیہ میں پایا جاتا ہے)

نیز ایک وقت ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کے ظہور کمالات کی تنظیم میں جو افراد کمال کے احجار بختیہ کے مطابق ہوتی ہے (جس سے) ان کی تربیت مقصود ہے اور یہ بات اس نشأت کے لوازم وجود سے ہے کہ جس طرح کرہ کے وجود کے لیے منطقہ و محور ضروری ہے اور نقاط محیط کے لیے مرکز ضروری ہے اگر تجلی اعظم کے کمالات میں سے کوئی شان و کمال حجر بحت کے واسطہ سے علوم یا احوال کے اقسام میں کسی فرد کامل میں ظاہر ہو اور اگر اس کے بعد کوئی دوسرا کامل پیدا ہو تو ضروری ہے کہ علم معرفت جو کچھ اس کے علاوہ از قسم کمالات ہو وہ اس کامل ثانی کی حقیقت سے جوش مارے (تو وہ) کامل اول کی حقیقت کاملیہ پر مترتب متفرع ہو کر منحصر ہوگا (مثلاً وہ حکم جس نے تجلی اعظم کا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجر بحت کے تقاضہ سے ظہور فرمایا یہ تھا کہ حضرت تجلی اعظم نے صور ناسوتیہ میں بروز کیا اور اپنے احکام ظاہر فرمائے۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام عالم وجود میں آئے (تو) اس حقیقت مقدسہ نے ان کے نفس ناطقہ کو اپنا مظہر فرما کر اپنے احکام کا اظہار کیا پھر جب وہ اس عالم سے

---

[1] رخسار حقیقت جامعہ کو کہتے ہیں اور یہی فاتحۃ الکتاب ہے۔ بعض لوگ رخسار سے وحدانیت بھی مراد لیتے ہیں۔ (تقی انور)

[2] اور ان کی پیشانی میں علوم کے اطوار پیدا کر دیے گئے ہیں (علوم کی نشانیاں) وہ نوحہ کرتی ہیں ان عورتوں کی طرح جن کے بچے مر چکے ہیں۔

اٹھالیے گئے تو الٰہیت غالب آگئی اور جو ہونا تھا وہ ہوا، پھر جب اس کے بعد ذاتِ جامع کمالات خاتم الانبیاء جلوہ گر ہوئی (تو) اس حقیقت کمالیہ الٰہیہ نے باوجود منصہ نفس ناطقہ کاملہ پر ظہور کے نقاب عبدیت اپنے چہرہ پر ڈال لی (پھر بھی) اس سب کے باوجود آپ کی ذاتِ مبارک دونوں آثار مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ کی مصدر ہوگئی اور جب دورہ نبوت ختم ہوگیا اور باب ولایت کھلا تو اسی طرح طبقۃً بعد طبقۃٍ حقیقتِ کمالیہ بہ صُوَرِ مترتبہ متفرعہ ظاہر ہوئی (یعنی یکے بعد دیگرے ہر دن ان کمالات کو حاصل کرتا رہا۔) اور یہ معاملہ افراد کاملین کا ہے، لیکن مجدد کے وجود سے وہی کمال اول رونق و تازگی حاصل کرتا ہے نہ کہ کوئی علیحدہ کمال ظہور پذیر ہوا ہے پھر آیۂ کریمہ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ کے اسرار میں ایسا ارشاد فرمایا کہ انبیائے سابقین صلوٰت اللہ علیہم اجمعین میں ہر ایک الگ الگ کمال میں مخصوص تھے اور اس میں انتہائی رسوخ اور پختگی رکھتے تھے۔ پھر جب خاتم الانبیاء کے وجود سراپا جود کا زمانہ آیا تو نفس کلیہ نے جو ان تمام نفوس موصوفہ پر بہ کمالات خاصہ باکمال وسعت حاوی تھا آنحضرت کے نفسِ ناطقہ کی صورت مقدسہ میں نزول کیا۔ پھر وہ تمام نفوس اس نفس کاملۂ قدسیہ کے رقائق (شاملات) ہوگئے۔ اور ان کے تمام کمالات ہئیت اجتماعیہ کے ساتھ اس نفس میں سونپ دیئے گئے پھر ضرورتاً قصد وارادہ کے تعلق سے اس سب کے بموجب عمل پر مامور ہوگئے چونکہ کاملین اشخاص میں سے ہر ایک نے اُن کمالات میں زمانِ سابق میں اس نفس مقدسہ میں ایک رسوخ پیدا کرلیا تھا اسی نے اس ذاتِ مقدس میں اس کے بعد ظہور کیا (اور) اس بات کو لفظِ اقتداء سے تعبیر فرمایا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ۱۴؍ رمضان المبارک روز چہار شنبہ بوقت اشراق حجرۂ اعتکاف میں غنودگی طاری ہوئی اور اس حالت میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ ہاتھی پر سوار ہیں۔ لیکن وہ عماری جس پر آپ سوار ہیں ویسی نہیں ہے جیسی ہمارے ملک میں ہوتی ہے بلکہ زین کی طرح کی ایک چیز ہے جو اس کی گردن کے نزدیک بندھی ہے اور ایک جماعت آپ کے ہمراہ ہے اور اسی ہاتھی پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے اور گوشت کو تیل میں بھون رہا ہے، جب میں نے یہ صورت حال مشاہدہ کی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ہر قوم کا ایک جدا طریقہ ہے اور سخاوت کا طریقہ ان کی قوم کے رواج کے مطابق یہی ہے کہ ان کے ہمراہ کھانا پکا کر لیے جا رہے ہیں۔ بعد ازاں آپ ہاتھی سے اترے اور فرش بچھا کر دسترخوان لگایا اور اسی اثنا میں از قسم بریاں گوشت آپ کے روبرو رکھا گیا اور آپ کے خدام وہ گوشت اور روٹی تمام لوگوں کو تقسیم کر رہے ہیں اتنے میں میں بھی خدمت اقدس میں پہنچا آپ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور

جس کنڈیلی سے خود بدولت نوش فرما رہے تھے اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ کھاؤ میں نے کھانا شروع کیا۔

کھانے کے بعد مجھ کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ میں عربی زبان تو جانتا ہوں لیکن عبرانی زبان سے بالکل نابلد ہوں۔ اگر آپ (حضرت موسیٰ) علیہ السلام عربی زبان جانتے ہوں تو استفادہ کا طریقہ آسان ہوگا ورنہ خیر (اتنے میں) آپ نے فرمایا کہ میں عربی زبان کم جانتا ہوں۔ پھر میں نے چاہا کہ توریت میں سے کچھ آپ کے سامنے پڑھوں لیکن پھر مجھے تامل ہوا کیونکہ توریت عبرانی زبان میں ہے اور میں عبرانی زبان سے ناواقف ہوں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اچھا دو تین جملے اس میں سے تبرکاً اسی زبان میں پڑھنا چاہیے۔ پھر (لیکن) جب نسخۂ توریت آیا تو وہ عربی میں تھا۔ میں نے اس میں سے تھوڑا قصہ حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام کی پیدائش کا پڑھا۔ بعد ازاں ایک برہمن آیا اور ان سے مسلمانوں کی شکایت کی جو اس وقت ملک ہندوستان پر قابض ہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میں جب اس شہر میں پہنچا تو عجیب لوگ نظر آئے۔ اور ان کی بعض بے باکیوں کا ذکر کیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ ملتِ مصطفویہ میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہو گئے ہیں یہ تمام بے باکیاں انہیں لوگوں کی وجہ سے ہیں ان میں سے تین فرقے ہندوستان میں بہت ہیں۔

ایک فرقہ زندیقوں و ملحدوں کا ہے جو قرآن کو صرف باطنی معنوں پر قیاس کرتا ہے۔ جس طرح قرآن عظیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعون کے غرق ہونے کا قصہ مذکور ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نفس کی قوتِ ملکیہ نے ظاہر ہو کر قوتِ بہیمیہ کو ہلاک کر ڈالا۔ جب میں نے یہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا دیے۔

اور دوسرا فرقہ اثنا عشریہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد در اصل خلیفۂ برحق صرف آپ کے ابن عم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے بعد گیارہ دیگر اصحاب کو ثابت کرتا ہے اور اس میں بھی تحریفیں رکھتا ہے۔

پھر میرے دل میں یہ آیا کہ میں کہدوں کہ تیسرا فرقہ وہ ہے جو فروع میں بہت غلو رکھتا ہے اور مجتہد کو صاحب شرع جانتا ہے لیکن اس تیسرے فرقہ کا میں ذکر نہ کرپایا تھا کہ جاگ پڑا۔

تیئسویں شب کی عبادت کی خصوصیت پھر جب عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں میں سے دوسری رات یعنی تیئسویں شب ہوئی تو آخر شب اس خاکسار سے ارشاد فرمایا کہ یہ رات عبادات کی مقبولیت میں ایک خصوصیت رکھتی ہے۔ جب دن ہوا تو اس غلام نے خدمتِ اقدس میں اس کی تشریح چاہی۔ ارشاد فرمایا کہ اس شب تجلی اعظم

نے صورت مثالیہ کے ساتھ انشراح رکھا اور اس کیفیت کا مقتضا قبول طاعات رہا ہے۔ اس وقت زبان اسرار سے یہ بھی فرمایا کہ کامل جب اس عالم سے انتقال کرتے ہیں تو ان کی تمام اختیارات و عادات ان سے سلب کر لی جاتی ہیں پھر وہی تجلی اعظم جس رنگ میں کہ وہ ہوتا ہے ان میں سریان کر کے تصرف کرتا ہے۔

پھر دوسری وسطرات میں جب کہ یہ خاکسار شرف اندوز حضور رہتا اچانک ارشاد فرمایا کہ آسمان کے دروازوں کا کھلنا اور ملائکہ کا نزول جو شب قدر کے بارہ میں وارد ہوا اس سے مطلب اس عالم میں قوت مثالیہ کا ظہور ہے اور اس میں طاعات و عبادات قبول ہوتی ہیں۔ اور یہ بات اسی رات متحقق ہوئی۔ اس وقت اس غلام نے انوار معنویہ محسوس کیے اور جب چہرۂ مبارک پر نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ انوار نگاہوں کا حجاب بن گئے ہیں جس سے ایک طرفہ سکون مل رہا تھا۔ پھر جب نماز تراویح سے فارغ ہوئے تو خواجہ محمد امین نے جو امام جماعت تھے بیان کیا کہ تین دوگانہ تراویح کے باقی رہ گئے تھے کہ مجھ پر ایک ایسا حال طاری ہوا جو اس سے قبل کم ظاہر ہوا تھا اس وقت جب میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو اس کو انوار سے معمور دیکھا اور حافظ صاحب مذکور بیان کرتے تھے کہ اس وقت قوت علمیہ کو اپنے میں دوگنا پا رہا تھا اور معرفت دوبالا ہو گئی تھی، پھر تمام اصحاب قیام میں کے لیے آمادہ ہو کر نماز میں مشغول ہوئے اور خود بدولت بہ نفس نفیس تھوڑا دراز (لیٹ کر) ہو کر اٹھے اور وضو فرما کر اندرون حجرۂ اعتکاف مشغول ہوئے اور یہ غلام اور حافظ جیو حجرۂ اعتکاف کے دروازہ پر نماز میں مشغول ہوئے۔ اس وقت حافظ جیو کہنے لگے کہ میں اس حجرہ کو انوار و فیوض سے بھرا ہوا اور مالا مال پا رہا ہوں اور اس سے بہت متعجب و متحیر ہو رہے تھے۔

اس وقت اس غلام کے دل میں یہ خطرہ آیا کہ اگر حضرت اقدس مجھے اس وقت آواز دیں تو میں نماز کی حالت ہی میں جواب دوں۔ اچانک آپ نے عام طور پر (جیسے آپ پکارا کرتے تھے) اس غلام کا نام لے کر آواز دی میں بعجلت تمام حجرہ کے دروازہ پر پہنچا۔ آپ نے دست مبارک سے دروازہ کھولا اور خلوت خاص میں بہت قریب بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور اتنا ارشاد فرمایا کہ (یہ رات) ایک قسم کی تجلی ظہوری (رکھتی) ہے چونکہ اس وقت اس کی تفصیل کا اظہار نہ فرمایا لہٰذا مجھے بھی جرأت نہ ہوئی اور خاموش مواجہہ میں بیٹھ گیا اور بہت دیر تک شرف حضوری سے مشرف رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر جب خلوت خاص میں باریابی ہوئی تو جناب مقدس سے اس کی تشریح کا خواستگار ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کی برزہ مثالیہ کی ایک نقاب کامل طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور شیخ محمد مراد نے جو جناب ولایت مآب کے مستفیضین میں سے تھے اور مسجد خاص میں معتکف تھے اس رات شب قدر

کی بعض علامات مشاہدہ کیں اور پھر تحقیق کرتے پر مزید تصدیق ہو گئی۔

جب ستائیسویں شب ہوئی جو کہ ختم قرآن کی رات تھی لوگوں کی ایک کثیر تعداد یعنی طلبا، علماء، فقراء، امراء جمع ہو کر جناب مقدس کی دعا کے خواستگار ہوئے حضرت اقدس نے اس رات قیام لیل فرمایا۔ اور اکثر ارادت مند نیز مجاورین آستانہ وغیرہ بھی شب بیداری کے شرف سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ اس رات انس و راحت بیش از بیش پائی جاتی ہے۔ پھر تہجد کے وقت دست ہائے کرامت ہمایوں اٹھائے اور دعائے خیر و صلاح دارین اور حصول مطالب ظاہری و باطنی سے سب کو نوازا۔

قوائے روحانی کا ظہور اور جب انتیسویں رات ہوئی تو فرمایا کہ یہ وتر راتوں کی آخری رات ہے اس میں قیام لیل کرنا چاہیے۔ پھر خود بدولت بہ نفس نفیس حجرۂ خاص میں مشغول ہوئے اور تمام مجاورین نے بھی قیام لیل کیا اور وقت سحر جب یہ غلام خلوت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ آج رات قوائے روحانی کا ظہور تھا نہ کہ قوائے مثالی کا۔ اور یہ رات بہت برکتوں والی ہے (اس میں) قوائے مثالی کے ظہور کے آثار کا ہر شخص ادراک کرتا ہے، بخلاف قوائے روحانی کے آثار کے کہ ان کا حصول (صرف) بعض کے لیے مخصوص ہے اور جب دن ہوا تو ارشاد فرمایا کہ طلوع صبح کے قریب غنودگی طاری ہوئی اور اس میں یہ مشاہدہ ہوا کہ ایک مجلس عالی ہے جہاں تمام احباب موجود ہیں اور کچھ غیر لوگ بھی ہیں جو اس مجلس کے حالات ہمارے سامنے بیان کر رہے ہیں۔ اور میں نے اپنے اکثر احباب کو مؤدب و باخضوع پایا اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو چنداں خضوع نہیں رکھتے وہ بھی صورت انسانیہ سے نفع رکھتے ہیں۔ اور میں نے دو سانپوں کو دیکھا ایک چیتی دار۔ دوسرا سبز و سفید رنگ لیکن دونوں ہلکے رنگ کے ہیں اور خواجہ ابوالخیر ان دونوں سانپوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں کہ یہ دونوں سانپ فلاں شخص ہے (ان دونوں سانپوں کے بھیس میں فلاں شخص ہے) اور دنیا والوں میں سے ایک شخص کا نام لیا۔ اور یہ کہا کہ جب وہ گھر کے باہر نکلتا ہے تو اس رنگ کا ہوتا ہے یعنی "ارقم"، اور جب گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو سفید و سبز ہو جاتا ہے۔ گویا اسی مجلس کا ایک شخص ہے جو کبھی کبھی سامنے آتا ہے۔ جب اس کے عرض کرنے کی نوبت پہنچی (تو) ہمارا ایک عزیز اس سے کہہ رہا ہے کہ یہ ایک شخص کی ہجو ہے کہ جب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے تو سینہ کوبی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیا اور انہوں نے ویسا کیا۔ اور انہیں میں ایک شخص اور بھی ہے جو اس مجلس سے اٹھ کر حقہ پینے میں مشغول ہو گیا اور اس کی آواز سنائی دے رہی ہے اور اسی خاکسار سے فرمایا کہ تم اس کی باتوں کو ناخوش و برا کہہ رہے ہو کہ یہ کیا فعل بد اور بد وضعی ہے جو اس شخص نے اختیار کی ہے پھر

میں جاگ پڑا۔

قیام قیامت اور بعثت رسول کی علت پھر روز شنبہ ارشاد فرمایا کہ آج عید کا دن تھا دوپہر کے وقت خواب دیکھا کہ ایک شخص یہ سوال کر رہا ہے کہ وہ علت جو قیام قیامت اور بعثت رسل کا سبب ہے، کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک علم عظیم میرے دل میں القا فرمایا اور میں بہ آواز بلند تقریر کر رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ وجود و عدم دو متعاقبین ہیں (آگے پیچھے چلنے والے) چنانچہ ذات الٰہی نے ایک ارادہ کیا جس کی تفصیل عالم کا وجود ہے اسی طرح اس کا ایک اور ارادہ ہوگا جس کی تفصیل عدم محض ہے پس ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ سب عدم محض ہو جائے گا۔ جس طرح آفتاب جب طلوع کے قریب پہنچتا ہے تو سفیدی صبح کا ظہور ضروری ہوتا ہے اسی طرح جب عدم نزدیک پہنچتا ہے تو قیامتوں کا وجود ضروری ہوتا ہے یعنی حوادث ظاہر ہوتے ہیں جو عالم کو عدم محض کے قریب کر دیتے ہیں اور یہی قیامت کا سبب ہو جاتا ہے اور لوگوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایک گھر ہو جہاں وہ منجملہ سب کے بدن کی پوشاک اتار کر جائیں۔ یعنی عالم برزخ بعد ازاں ایک اور گھر ہو جہاں قوائے مثالیہ اجسام میں حلول کریں یعنی حشر۔

اور جب عالم برزخ میں لوگوں کی سعادت و شقاوت ظاہر ہو گی جن کا منشاء افعال اختیاریہ ہوگا۔ (تو) حکیم حقیقی کی حکمت میں اس علم کا مترشح ہونا خلق پر واجب ہے تاکہ ان میں کا ایک بڑا حصہ سعداء ہوں۔ بسبب ان کی قوت عاقلہ کے غلبہ کے قوائے سبعیہ و بہیمیہ پر اور حضرت حق کے ساتھ ان کی قوت عاقلہ کا امتلاء (معمور ہو جانا) چونکہ (ان ہی لوگوں میں سے) ہر فرد کو اس علم کے ظہور کی قابلیت نہ ہو گی (لہٰذا) ایسے شخص کا اختیار واجب ہوگا جس کی اصل میں ایک فطرت رقیقہ[۱] تجلی اعظم سے مناسبت رکھتی ہو اور ایک فطرت رقیقہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے تاکہ یہ علم بہ کمال اس میں مترشح ہو اور اس کی قوت عاقلہ قوت سبعیہ و بہیمیہ و سلبیہ پر دو وجوہ سے غالب ہو ایک تو یہ کہ کوئی رکاوٹ ان قومی سے اس علم کے ترشح میں ظاہر نہ ہو دوسرے یہ کہ ایک قسم کی صورت سعادت بروجہ کمال اس میں ظاہر ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے طالع میں زمانہ اور زمانہ والوں پر غلبہ اس وجہ سے ودیعت رکھا گیا ہو کہ اس علم کو اس علم کا مغلوب کر دے۔ یعنی اپنے علم کو جو اس پر مترشح ہوتا ہے دوسرے شخص کو بخش دے۔ پس عنایت الٰہی نے اس شخص کو اپنے لطف کا ذکر بنا دیا ان پر وہ علم جو عالم برزخ و حشر کا مخبر ہو القا فرمایا تاکہ وہ ان علوم و اعمال کو جن پر سعادت موقوف ہے تعلیم

[۱] رقیقہ لطیفہ نورانیہ کو کہتے ہیں اور کسی جگہ لطیفہ سے بھی مراد لیتے ہیں۔

فرمائے۔ اور یہی رسولوں کے بھیجنے کا سبب ہے (یعنی حبیب سے حب کا اظہار)

قصہ حضرت بلال کی سماعت پر وجد و بکا خواجہ محمد امین ولی اللہی فوائد میں لکھتے ہیں کہ حافظ محمد افضل امام مسجد اکبر آباد جو حضرت اقدس کے مخلص خادم تھے ایک روز مثنوی مولانا روم قدس سرہ پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران حضرت بلال موذن رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ان کا بیوی سے جھگڑا جس کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں، پڑھنا شروع کیا۔ اس کے سنتے ہی حضرت اقدس پر وجد و بکا کی کیفیت طاری ہوگئی آپ کے مرتبۂ کمال تمکین کو دیکھتے ہوئے حاضرین و غائبین کو حیرت و تعجب ہوا۔ بعد کو میں نے گستاخی کی جرأت کرتے ہوئے اس بھید کو دریافت کیا۔ فرمایا کہ ہر لطیفہ اپنے مقام کے مطابق اپنا حصہ حاصل کرتا ہے اور وجد و شوق کی حالت جو لطیفۂ قلب کے لیے مخصوص ہے داستان مذکور سننے سے دل پر غالب آئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سننے سے جو قدیمی رغبت اور شوق مجھ میں ہے (اس کو دیکھتے ہوئے) بعض اوقات آشفتہ خاطری لطیفۂ قلبیہ کی طرف رجوع کرتی ہے اور اسی کے مطابق آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

پیشین گوئیاں احمد خاں افغان کے ہنگامہ کے دوران شاہجہاں آباد والوں پر انتہائی اضطراب طاری تھا اور ہر شخص اپنی جان و مال کا خائف تھا حضرت اقدس کے بعض مخلصین خواجہ حبیب اللہ کشمیری اور عمر خاں قصوری نے ان حالات کے پیش نظر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس فتنہ و فساد میں اپنا مال و اسباب کہاں لے جائیں آپ نے نہایت وضاحت سے فرمایا کہ ہم اور ہمارے تمام مخلصین بلکہ تمام اہل شہر انشاء اللہ تعالیٰ اس فتنہ و فساد سے محفوظ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرما دے گا کہ ہر طرح سے امن ہوگا۔ اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ افغان بادشاہ کے لشکر نے شکست کھا کر جس راہ سے آیا تھا واپس گیا اور اس کے صدمہ سے شہر محفوظ رہا۔

انہیں ایام میں جب کہ محمد شاہ تخت سلطنت پر متمکن تھا اور تمام ارکان دولت اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے فتنہ کی صورت ظاہر ہو چکی تھی۔ حضرت اقدس نے عبدالمجید خاں کشمیری سے فرمایا کہ یہ حکومت درہم برہم ہو جائے گی اور تغیر کلی رونما ہوگا اور تمہارے اطمینان میں بھی خلل واقع ہوگا۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ عزت و آبرو محفوظ رہے گی اور ہم بھی تمہارے حق میں دعا گو ہیں۔ آپ کے فرمانے کے کچھ ہی دن بعد وزیر نے اس دنیا سے کوچ کیا اور بیشتر امراء افغان کی جنگ میں مارے گئے۔ بعد ازاں بادشاہ اور بخشی دونوں نے وفات پائی، یہاں تک کہ قدیم ارکان سلطنت میں سے کوئی باقی نہ رہا اور جو خدمات عبدالمجید خاں کے سپرد تھیں وہ سب احمد شاہ کے بیٹھتے ہی دوسروں کے سپرد کر دی گئیں۔ اور ان کی جماعت کا شیرازہ

منتشر ہو گیا لیکن وہ (خود) حضرت کی توجہ عالیہ کی برکتوں کی بدولت باوجود معزولی کے بھی معزز رہے۔

ایک دن خواجہ محمد صالح سمرقندی وہ بڈھی نے جو میر جملہ فرخ سیری سے قرابت رکھتے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ایک لڑکا ہے جس کو میں نے حضور کی نذر کر دیا تھا اور جو اس در کا غلام بھی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جس دن میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اسی دن میرے وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ تقریباً پچیس روز ہوئے جب خدمت اقدس سے رخصت ہو کر گھر پہنچا تو دیکھا کہ گھر کے تمام افراد گریہ وزاری میں مصروف ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بچہ نے دودھ پینا چھوڑ دیا ہے اور کسی طرح نہیں پیتا اور حالت نازک ہے، جب میں نے لحاف اس کے سر پر سے ہٹایا تو دیکھا کہ اس کی پتلیاں چڑھی ہوئی ہیں اور حسرت سے دیکھ رہا ہے اور نزع کی حالت طاری ہے۔ میں اسی حالت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کی۔ آپ نے تھوڑا پانی دم کر کے عنایت فرمایا۔ اس پانی کا ٹپکانا تھا کہ گویا تن مردہ میں پھر سے جان آ گئی۔ اسی وقت ہوشیار ہوا اور تھوڑے دودھ پیا، اسی وقت میں نے اس کو آپ کی نذر کر دیا۔ اب ماشاء اللہ وہ چودہ سال کا ہے۔ انشاء اللہ خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملازمت حاصل کرے گا۔

رمضان ۱۱۶۱ھ میں حضرت اقدس نے چلہ کشی کا قصد فرمایا اور یہ بندہ کاتب حروف بھی جناب کرامت مآب کی جاذبہ عنایات کی بدولت جو ظاہراً براہ خط و کتابت اور باطناً از روئے توجہات جو اس کے شامل حال تھیں فضل الٰہی کے زاد راہ کے ساتھ نصف شعبان گذرنے کے بعد اپنے وطن سے روانہ ہو کر حاشیہ نشینان انجمن ولایت مسکن کی شرف زمیں بوسی سے مشرف ہوا اور معتکف منبع الشرف کے حوالی کے معتکفین میں متمسک ہو کر هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ کی سعادت سے مشرف ہوا۔ اور ان مبارک ایام میں سب سے بڑی سعادت جو خاکسار کو نصیب ہوئی یہ تھی کہ رات و دن میں جس وقت چاہتا خلوت خاص میں حاضری و باریابی ہوتی۔ اور معارف خاصہ اور اسرار غامضہ جو صرف آپ سے مخصوص تھے ان کے بیان سے اس خاکسار کو بھی مشرف و مستفیض فرماتے۔ اور ان تمام مبارک اوقات کا تذکرہ تحریر کر کے اپنی سعادت کا سرمایہ بنایا۔ اور تمام خدام ذوی الاحترام جو شرف مجاورت سے مشرف تھے اپنی اپنی حسب استعداد فیوضات ظاہری و باطنی سے بہرہ اندوز ہوئے۔

توجہ سے از خود رفتہ ہونا خواجہ محمد امین بیان کرتے ہیں کہ اعتکاف میں جلوس فرماتے وقت ارشاد فرمایا کہ ان ایام میں شغل باطنی کی طرف توجہ کرنے میں زائد سے زائد پابندی کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑی ہی کوشش

۱ـ ایک قسم کا عہدہ شاہی ۲ـ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔

سے بہت زائد کشود کار ہو گا۔ چنانچہ تمیں حکم میں ایک وقت متوجہ ہو کر بیٹھا آپ کے توجہ کرتے ہی ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ از خود رفتہ ہو گیا اور ایک گھڑی تو یہ حالت رہی کہ آنکھ کھولنے کی بھی سکت نہ رہی۔ اور وہ اسرار جو اس روز خواجہ صاحب ہو صوف پر واضح ہوئے تھے ان کے حالات میں قسم ثالث میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

عارف کی تعریف | حقائق آگاہ شاہ نور اللہ نے اسی دوران حضرت شیخ محمد قدس اللہ سرہم العزیز کو واقعہ میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں ”بابا عارف وہ ہے جس کے وجود کا ہر ذرہ عارف ہو اور محبت الہٰی سے بھرا ہوا ہو اور اس کے ہر قول و فعل میں ایک تاثیر ہو۔

بحر بحت اور تجلی اعظم | انہیں ایام میں ایک روز صبح کے وقت یہ بندہ کاتب حروف خلوت خاص میں باریاب ہوا اس وقت حضرت اقدس کو دیکھا کہ استغراق عظیم طاری ہے تھوڑی دیر مواجہہ شریف میں بیٹھ کر بقدر استعداد فیض خاص سے مستفیض ہو کر اپنی جگہ واپس آیا۔ پھر جب خلوت میں داخل ہوا اور متوجہ ہونا چاہا تو اس وقت نہ قلب کو پایا اور نہ روح کو جس کے ذریعہ توجہ کروں۔ مگر بحر بحت کی کیفیت اجمالی موجود تھی (پھر جب) میں متوجہ ہوا تو تجلی اعظم میں بحر بحت کا اضمحلال قوی ظاہر ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ نفس کلیہ جس میں تجلی اعظم نے ظہور فرمایا ہے اس تجلی کا نمونہ ہے جو ہر نفس جزئیہ میں جو اس نفس کلیہ کے تنزلات سے ہے مودع (سپرد) ہوا ہے۔ اور اسی کو بحر بحت کہتے ہیں۔ اور جس طرح نفس جزئیہ کے ظہور میں تخیلات طبیعی واقع ہوتی ہیں جو معدنیات سے نباتات کی طرف اور نباتات سے حیوانات کی طرف اور اس سے انسانیات کی طرح پہنچتی ہیں اسی طرح تحیلات کسبیہ و ریاضیہ واقع ہوتی ہیں یہاں تک کہ بحر بحت پھر تجلی اعظم میں پیوست ہو کر اس میں نیست ہو جاتا ہے اور تجلی اعظم کو اپنی غذا بنا لیتا ہے یعنی اپنے نمونہ تعین کو جو اس نفس جزئیہ میں اس کو لاحق ہوا تھا۔ خود بخود فنا ہو کر اس تجلی کی شعاع مطلق ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کو اس نفس کے ساتھ جو اس کے تعین کا منشا ہو گیا تھا۔ ایک ربط باقی رہتا ہے اور یہی تجلی اعظم کی افراد امکانی[1] کے ساتھ مناسبت کی راہ ہے اور اسی راہ سے سرایع و نوامیس[2] ... اور علوم الہٰیہ انبیاء و اولیائے کاملین پر نازل ہوتے ہیں اور یہی وہ

---

[1] یعنی اس انا سے جو افراد ظہور میں آنے والے ہیں۔

[2] نوامیس۔ یہ لفظ غیر اور محل غیرت میں آتا ہے اس سے مطلب عصمت و عفت و تدبیر و سیاست ہے نوامیس الہٰیہ ملائکہ کو کہتے ہیں چونکہ وہ معصوم ہیں۔ چونکہ اجزائے شریعت انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے اس لیے ان کو بھی ناموس کہتے ہیں اور ناموس اکبر جبرئیل علیہ السلام کو کہتے ہیں۔

رابطہ ہے جو قرب الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ آفتاب جب موجود ہوتا ہے تو اس میں ایک لطیفہ وہنیہ (کمزور) ہے جو شعلہ کا مادہ ہے جس میں روشنی ودلیعت کی ہوئی ہے۔ اور یہی مثال حجر بحت کی ہے جو انوار کے لور کا نمونہ ہے اور نفس ناطقہ کی مثال شعلہ بتی اور چراغ کی ہے۔ اور لطیفہ وہنیہ بمنزلہ استعداد ارضیہ وجسدیہ نسمیہ کے ہے جو نفس ناطقہ کے افاضہ کو قبول کرلینے والا ہے جب تک رات ہے اور آفتاب پردۂ خفا میں ہے ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ ستاروں کی روشنی اپنی آب وتاب پر ہے اور امتیازہ کُلّی رکھتی ہے اور جب دن ہوا اور آفتاب نکل آیا ستاروں کی روشنی اس میں گم ہوگئی اور اسی کی ایک شعاع ہوگئی اس میں کسی قسم کا امتیاز نہ رہا۔ لیکن باوجود اس گم شدہ روشنی کے درحقیقت ایک ربط اس انشراح کے ساتھ جو اس کے تعین کا منشا ہوگیا تھا باقی ہے اور ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کامل کا نفس ناطقہ اور بتمام قویٰ اگرچہ بسبب اضمحلال حجر بحت گم ہوجاتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ وہ نعیم جنانیہ کے قابل نہ رہے بلکہ ان نعمات کا افاضہ اس پر علیٰ وجہ الکمال ہوگا۔ اس لیے کہ اب وہ دوسرا اختیار واحاطہ رکھتے ہیں جو گم شدگی سے قبل نہ تھا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ تجلّی اعظم کی کاملین کے اُحجارِ بحتیہ کے ساتھ مصلحت کلیہ کے ظہورات کے اقتضاء کے مطابق مختلف نسبتیں ہوتی ہیں جیسے آفتاب کی نسبتیں ستاروں کے ساتھ کہ کبھی وہ آمنے سامنے ہوتے ہیں اور کبھی محاق (حجاب) میں کبھی تثلیث یا تسدیس میں اور کبھی نظرِ مودّت میں اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت کا مقتضا اور نظریات علیحدہ علیحدہ ہیں پس بعض احجارِ بحتیہ میں اُس نسبت کے مطابق جو اس میں ہے لاہوت کا ناسوت میں انجذاب ہے اور بعض میں عبدیت محضہ اور بعض کے ساتھ مودت والفت۔ اور تجلی اعظم کی بعض احجار بحتیہ کے ساتھ ایک بے کیف نسبت ہے جو اس نسبت مذکورہ کے ماوراء ہے اور ان جہات ونظراتِ مشہورہ (اعتبارات ونظریات) کے علاوہ ہے گویا اس کی نظر غیب صرف اور بے جہتی محض سے نمودار ہوتی ہے اور بے تعینی وخالص بیرنگی کے ساتھ جوش مارتی ہے (جس کا مشاہدہ حافظ نے اپنی غزل کے اس شعر میں کیا۔ وِلے ز طرفِ کُلہ خیمہ بَر سحاب زدہ) اور اس کا نور ایسا ہے گویا کچھ نہ تھا، اچانک اس کے احکام ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سمت سے آئے۔ اور اس معنی کا مقتضا صرف تیقظ (بیداری) ہے اور ہر چیز کے سر کا ادراک اور ہر کلام میں نکتہ فہمی یہی اصل حکمت ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ شخص کسی منصب خاص سے متعین نہیں ہوتا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ جب (بھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کاملہ میں تفکر کرتا ہوں تو عجیب قسم کا ادراک ہوتا ہے جو تمام حقائق کا کمال وسعت سے احاطہ کئے ہوئے ہے گویا پورا پورا عنوان ہو گیا ہے۔ اور اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا سے اسی طرف اشارہ ہے پھر آپ نے حقیقتِ جبرئیلیہ کی معرفت دقیقہ بیان کی جس کے ادراک سے عقلیں قاصر ہیں۔ پھر بندہ کاتب حروف نے جو آپ کے فیض خاص کے پر تو سے روشن ہوا تھا عرض کیا کہ (جس طرح) اجزائے موجودات کا ہر فرد اسماء وصفات کی راہ سے تمام مراتب تنزلات پر گذر کر کے اس نشأت میں متعین و متشخص ہو گیا ہے۔ اسی طرح یہ راہ وسائط سلوک کے ذات تک وصول کے لیے مخصوص ہے دوسرے یہ کہ انائے کبریٰ جس سے مراد اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ ہے اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور وہ چیز ثبوت و وجود سے فوق ہے (یہی احد کی حقیقت ہے) اور یہ انانیاتِ جزئیہ اسی فوق الفوق نقطہ کا ظہور و انفسار (تفسیر و توضیح) ہیں یہی صحافت کی حیثیت ہے۔ اور یہی وجہ خاص ہے جس کی طرف توجہ کرنا بغیر اسماء و صفات کی آمیزش کے ذات صرف کی موصل ہے جس طرح راہ اول کا سلوک اسماء وصفات کے وصول کا مثمر ہے۔ پس توجہ بوجہ خاص جو مصطلح قوم ہے یہی ہے یا دوسری چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ معرفت صحیح ہے لیکن جو مصطلح قوم ہے اس سے مراد صورتِ مقدس کی حفاظت ہے۔ جو لطیفۂ سر پر نازل ہوتی ہے اور یہ معرفت جس کا ذکر تم نے کیا بہت دقیق ہے اور اس کے شعبوں میں سے ایک معرفت وہ ہے جو سابقاً مذکور ہو چکی ہے اور ہر شخص اس تک نہیں پہنچ سکتا اور طریقت کی روشنی معارف دقیقہ کی جبیں پر نہیں ہوتی ہے۔

توجہ کی تحقیق بعد ازاں بوجہ خاص توجہ کی تحقیق میں جو اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی اصطلاح میں ہیں ارشاد فرمایا کہ جب نفس ناطقہ مجرد و بے کیف حقیقت کے شہود سے پر ہو جاتا ہے تو اس جگہ سے اس شخص کے ذہم میں ایک مقدس اور بے رنگ صورت قائم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ صورت مکانیہ مجرد و بے کیف ہو جاتی ہے۔ اس صورت وہمیہ کی محافظت وجہ خاص کے ساتھ توجہ کرنا ہے۔ اور یہی صورت مورثِ توجہ و تاثیر و منشاء و نسبت ہے جو کیفیات مقدسہ میں سے ایک کیفیت ہے ورنہ مجرد محض اور بے کیف صرف میں یہ بات پیدا نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ وہ خاصیت بخشتا ہے (یعنی بے کیف صرف) ایک تیقظِ بسیط ہے۔ اور بعض مشائخ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفس ناطقہ کی یہ توجہ ذاتِ صرف بے رنگ و بے کیف کی طرف ہے اور یہ صورت وہم کے تعمّل سے ناشی ہوئی ہے (یعنی تفکر سے پیدا ہوئی ہے) لہٰذا اس کی محافظت سے اور اس کے پیچھے پڑنے سے منع فرماتے ہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ ہے کہ یہ توجہ ذاتِ بحت کی طرف نہیں ہے بلکہ تجلی اعظم کی طرف ہے۔ جس سے مطلب نفسِ کلیہ (وہ تقاضا جو خلق ہوا) میں ذات کا ظہور ہے اور وہ صورت کبھی تعمّل وہم سے نہیں ہے بلکہ اس مقام سے وہم میں فائض ہوتی ہے اس لیے کہ اس تجلی کے کئی برزات ہیں ایک افلاک کے اجسام بحتیہ ہیں اور اس کی وہ صورت جو مدرکہ کے ساتھ وہم میں ہوتی ہے نور قمر کے مشابہ ہے اور وہ مدرکہ کو آسمان کی بلندیوں کی جانب کھینچ لیتا ہے اور دوسری ملاء اعلیٰ کے اجسام بحتیہ میں ہے اور اس کی صورت مدارک میں صورت ہوائی سے مشابہ ہے مائل بہ جمرہ (چنگاری) اور وہ وہم کو آسمان وزمین کے وسط میں لے جاتا ہے اور دوسری عالم مثال میں ہے کہ اس کی صورت وہم میں درخشندگی کے مشابہ ہے۔

اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ کیفیات ان برزات کے لیے ثابت ہیں جو مقدس ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی صورتیں جب مدرکہ میں متمثل ہوتی ہیں تو ان کی تعبیر ان سے زیادہ (واضح) ہوتی ہے گویا یہی اطوار ان مواطن میں اس کی تمثیل کے لیے موضوع ہیں۔ پس تعمّل وہم کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

مرنے کے بعد ایک روز دوپہر کے وقت یہ بندہ شرف حضور سے مشرف تھا کہ ایک عزیز نے حضور معارف گنجور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ وجدان یہ معلوم ہوا ہے کہ موت کے بعد اور ان حالات کے بعد جو اس کو اس عالم میں پیش آئیں گے۔ حقیقۃُ الحقائق میں فنائے کلی خارجی ہوگی اور بساطت تمام ظاہر ہوگی۔ (یعنی فنائے کلی ہو جائے گی اور ترکیب ختم ہو جائے گی) اس وقت آنجناب کے آفتاب وجدان کی شعاعیں جو اس ذرۂ بے مقدار پر پڑیں تو آپ کے اس قول کے بھید کو دریافت کرنے کے لیے عرض کیا کہ جب عالم اجمال کا کوئی شخص علاوہ نبی کے اپنی حقیقت کے اضمحلال کو حقیقۃ الحقائق میں جو نفسُ الامری ہے پاتا ہے اور تعینات کے مانع ہونے کی وجہ سے ان کا حصول بالفعل نہیں ہوتا تو اُن کے معنی ذہن میں ایسے متمثل ہوتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہ صورت ظاہر ہوگی۔ حضرتِ اقدس نے اس حقیر کی بہت تقویت فرمائی (حقیر کی اس عرضداشت کی تائید فرمائی) اور پھر بالتفصیل ارشاد فرمایا کہ زمانہ کے بعض صوفیاء کا قول میں نے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ایسا ہوتا ہے جیسے دریا سے ایک کوزہ آب بھر کر لائے جب وہ کوزہ ٹوٹ گیا تو وہ پانی پھر دریا ہی میں مل گیا۔ حقیقتاً اس قول کی تحقیق بھی یہی ہے کہ وہ چونکہ (ایک قسم) ٹھنڈک وبرودت اس اضمحلال کے ساتھ شامل رکھتا ہے اور اس کو بالقوت پاتا ہے نہ کہ بالفعل۔ اور اسی جسم اور قویٰ کو غلبہ سے مانع جانتا ہے (تو) یقینی طور پر یہی گمان کرتا ہے کہ اس بدن کے خراب (فنا) ہونے کے بعد یہ صورت ظاہر ہوگی۔ حالانکہ حقیقۃ الحقائق تک دوسرے تعینات بھی ہیں اگر

مکمل اور وسیع ہیں جو کہ مانع ہیں (حقیقتہ الحقائق تک)

نفس ناطقہ و نفس کلیہ | اسی وقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ باوجود حادث ہونے کے تجرّد کے بعد ابدی ہو جائے گا۔ (بدن سے تعلق ختم ہوتے پر آزاد ہو جائے گا) انہوں نے نفس ناطقہ کو کما حقہٗ نہیں سمجھا (اور) یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا جوہر مستقل ہے جس کا تجرد سمجھا نہیں جاتا حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ نفس ناطقہ نہیں ہے بلکہ بطور نفس کلیہ کے ہے اور اس کی ہیئتوں میں سے ایک خاص ہیئت ہے جس نے باعتبار تعلق و تنزل ایک ہیکل خاص کے ساتھ یہ نام پایا ہے۔ پس اگر وہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے جو نفس کلیہ ہے یہ بات کہتے ہیں تو درست ہے۔ لیکن وہ حدوث سے برتر ہے۔ پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے وہ حادث تھا پھر ابدی ہو گیا اور اگر ان کا تطور یہی ہے تو یہ خود ایک کذب محض ہے۔ اس لیے کہ تطور کی (مختلف صورتوں پر ہونا) حقیقت جس طرح حدوث کا تقاضا کرتی ہے زوال کی بھی مقتضی ہے بعد ازاں وہ حقائق و معارف بیان فرمائے جو بیشتر لوگوں کی سمجھ سے بالا تھے۔

اولیاء سلف کو علم لدنّی کے مقام کا حصول | ایک روز حضور معارف گنجور میں بعض ان اولیاء سلف کا ذکر ہوا جن کے نزدیک عمدہ و اعلیٰ مقام علم لدنّی[1] کا حصول تھا۔ ارشاد فرمایا کہ علم لدنی کے کئی مراتب ہیں۔ ان میں سب سے بہتر یہ ہے کہ حادث کا قدیم کے ساتھ (یعنی ممکنات کو واجب کے ساتھ) جو ربط ہے وہ حاصل ہو جائے۔ یعنی وہ ابداع و خلق و تدبیر و تدلی کے ظہور کی کیفیت کی معرفت ہے جو کمالات اربعہ الٰہیہ ہیں اور اس کے دوسرے کمالات کا علم کلام نفسی کے احکام پر واقفیت ہے اور اس سے مطلب یہ ہے کہ جب نوع انسانیہ کے احکام قوائے طبعیہ و عقلیہ کے مطابق حضرت تجلی اعظم سے (دائرہ) حظیرۃ القدس میں ثابت ہو گئے تو وہ احکام جو بحد اعتدال ہوتے ہیں یعنی ملاء اعلیٰ کے مدارس و علوم کی جگہ اوامر و نواہی سے اور شبہات کے رد کے بیان میں جس سے ان لوگوں کے قوائے علمیہ و عملیہ کی تہذیب ہوتی ہے تاکہ حضرت تجلی اعظم کے ساتھ اس صورت نوعیہ کے اقتضا کے مطابق مناسبت پیدا کریں اس مقام میں علیٰ وجہ الکلی تعین فرمایا۔ چنانچہ قوائے علمیہ کی تہذیب کے لیے تسبیح بحمدہ یعنی اثبات کمالاتی کے معانی جو کہ عقول کو کیفیت تنزیہی بانہٗ لیس کمثلہٖ شیٔ کے ساتھ ادراک ہوتے ہیں یہ مقرر کیا اور یہ معنی ایک اعتبار سے اس مقام سے

---

[1] علم لدنّی عرفان اور حقائق کو کہتے ہیں جو بلا واسطہ ذاتِ حق سے حاصل ہو مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎

علم کان نبود ز ہو بے واسطہ | آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
(تقی انور)

حظیرۃ القدس میں متمثل ہوگئے ہیں اور وہی کلام نفسی ہے۔ دوسرے شرائع خاصہ کے احکام پر اطلاع اور ان کے سر کا ادراک ہے اور یہ وآتیناہ من لدنا علما کے موطن سے پہلا شعبہ ہے اور تدبیر جزئیہ کے مطابق یہی جارحۂ الٰہیہ کا دورہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا وعظ مبارک ایک روز ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں سے فرمایا کہ میں تم کو دو چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں ایک تو شرک کرنے سے دوسرے ظالم سے حسد کرنے سے اور حکم دیتا ہوں (توحید کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کا اور یہ وہ کلمہ ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔ اور اس کلمہ میں بہت سے رموز پوشیدہ ہیں مثلاً (ایک تو) غیر اللہ سے نفی معبودیت اور نفی مقصودیت ومحبوبیت بلکہ فاعلیت اور موجودیت بھی اور یہ کلمہ ان حجابات کے دفعیہ کا ثمرہ ہے۔ اور دوسرے سبحان اللہ وبحمدہٖ کا کیونکہ یہ وہ کلمہ ہے جس کے ذریعہ تم رزق دیئے جاتے ہو۔ یعنی ان تعریفوں اور کمالات کا اثبات جو یا ہم اس کی مدح کرتے ہیں لیکن اس طرح کہ مخلوقات سے ممتاز اور انبیاء کی مثالوں سے منزہ ہو۔ اور یہی وہ معرفت ہے جس کا مقتضا مخلوق کی خالق کے ساتھ نسبت ہے۔

پس یہ کلمہ اپنی دلالت کے مطابق اسی بات پر اس حال کی مثال ہے جو کہ مستوجب تہنیت ہے کیونکہ رزق رسانی اسی کی ایک قسم ہوگئی ہے۔ اور اسی سر سے حیوان کا رزق ہے جو انسان کے رزق سے کمتر ہے اس لیے کہ چوپایوں کا رزق چارہ ہے اور آدمی کا رزق جو تسبیح بحمدہٖ بجہت اس کی ترقی کے عقل و ادراک و اثبات محامد و تنزیہہ میں حیوان سے افضل و اعلیٰ ہے اس سے چوب و شمار ہوئے جو چارہ سے افضل ہیں اور یہی انسان کی فضیلت کی دلیل ہوگئی ہے پس وہ کلمہ ان کی رزق رسانی کا سبب ہوا۔ واللہ اعلم۔

نفس ناطقہ کے بارے میں شیخ ابو علی سینا کی رائے ایک روز ارشاد فرمایا کہ شیخ ابو علی سینا نے نفس ناطقہ کے بیان میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ جس کا نزول مقام تجرد سے ہوا ہے جو محل ارفع ہے اور اس میں حضیض ناسوت اور اس کی پائے بندی کا ذکر کیا ہے اور اس کی معنوی حکمت پر اظہار حیرت کیا ہے یہ امر معرفت کی کمی کے باعث ہے کیونکہ ظہور نشات میں مصالح کلیہ منظور ہیں نہ کہ مصالح جزئیہ جو ہر فرد کی نسبت سے کمتر ہوتے ہیں۔ پس اس تنزل و تعلق میں اس حکمت نشاء کمالیہ انسانیہ کا حصول

مراد ہے جو تنزل سادسہ ہے یعنی حجر بحت کا ظہور جو نفس انسانی میں تجلی اعظم کا نمونہ ہے (اور) اس کی وسعت اور ملاء اعلیٰ سے اس کا اتصال نیز نفس (حجر بحت) میں نظام عالم کا انعکاس ہے یہاں تک کہ وہ جارحۃ الٰہیہ ہو جاتا ہے اور وہ نظام اس نفس سے ظہور فرماتا ہے اور یہ بات بغیر اس تعلق کے ممکن نہیں ہے اور یہی صورت نوعیہ کلیہ کے ظہور کا اقتضا ہے کہ کچھ افراد اس کمال سے فائز ہوں۔ اور اس ظہور سے مقصود بالذات وہی افراد ہیں اور دوسرے ناقص افراد کا بھی ظہور ضروری ہے تاکہ وہ انتظام ان میں متحقق ہو (یعنی جب تک ناقص نہ ہوگا۔ کامل کے مرتبہ کا علم کیسے ہوگا) پس حیرت محض اسرار تنزلات کی عدم معرفت سے چھائی ہے۔

ابو علی سینا کی رائے پر تبصرہ پھر ارشاد فرمایا کہ ابو علی نے ان لوگوں کی عبادت کو جنہوں نے جنت کے شوق میں عبادت کی ہے بہت برا کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ تجارت کی ایک قسم ہے ان کا شمار کمالات میں نہیں ہے اور یہ بھی جنت کی حقیقت کا ادراک نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور انبیاء کی دعوت کے بھید کی ناواقفیت جس میں بہشت کی طرف رغبت اور جہنم کی طرف بے رغبتی ہے۔ اس لیے کہ جنت درحقیقت مومن کے نفس کے کمالات و تہذیبات و تمثیلات و شبحات ہیں چنانچہ چشمہائے بہشت تسنیم و کافور و زنجبیل جن کا ابرار و مقربین کے لیے قرآن میں ذکر آیا ہے بحسب اختلاف نفوس اور ان کی تہذیب کے ان کے کمالات نفسیہ کی تمثیلات ہیں اور اس حدیث میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اَلْجَنَّۃُ قِیْعَانٌ غِرَاسُھَا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور اس میں رغبت دلانا دراصل ان کمالات کے ظہور میں علیٰ وجہ الکمال رغبت دلانا ہے پھر ارشاد فرمایا کہ بو علی اور ان کے متبعین کا یہ خیال ہے کہ جو کچھ مبدأ و معاد کے بیان میں شارع علیہ السلام سے وارد ہوا ہے معناً محض مجازات و کنایات ہیں۔ از بس کہ مخاطبین عرب اُمی تھے اور ان دقیق معانی کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ لہٰذا شارع نے ان معانی کو بطریق تمثیل و تصویرات سے بیان کیا حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دقیق معانی جو صور مثالیہ میں متمثل ہوئے ان کو کلام نفسی میں انہیں شکلوں و صورتوں میں بیان فرمایا ہے مثلاً مبدا میں جو مواثیق (عہدوں) کا بیان وارد ہوا ہے اس کی تحقیق یہ ہے کہ نوع انسانی اپنی تمام استعدادات و قویٰ و احکام کے ساتھ حظیرۃ القدس میں متحقق ہو۔ اور انہیں کے مطابق رب الارباب کے فیوضات کو قبول کر کے اپنے حال و استعدادات کے ساتھ حقوق ربوبیت کا اقرار

لہ جنت صاف میدان ہے اس کے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں۔

کیا گرے اور یہ معنی مثالاً بصورتِ مواثیق کلام نفسی میں متشبح ہو گئے کہ نوعِ انسانی کی کمال تربیت کا افاضہ ان کی استعدادات کے مطابق اس موطن میں متعین ہے (اور یہ سب) انہیں تشبیہات کا بیان ہے مثلاً معاد میں جو حوض کوثر کا بیان ہے (تو) درحقیقت وہ حضرت ربوبیت سے ایک لطف اور فیض جدید ہے جو انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے ضمن میں ظاہر ہوا اور پھر وہی فیض حوض کوثر کی صورت میں متمثل ہو گیا۔ پس کلام نفسی میں اسی تشبیہ و تمثیل کے اعتبار سے اس کا بیان واقع ہوا ہے۔ اس جگہ شارع علیہ السلام نے خود کوئی تصرف مجاز و کنایت اپنی طرف سے نہیں کیا ہے۔ دراصل وہی حکایت نفس الامری ہے (یہ حقیقت واقعی ہے) جو خلق کے سامنے پیش کیا۔

تجدّدِ امثال کا مسئلہ | ایک دن ارشاد فرمایا کہ تجدّد[1] امثال کا مسئلہ جو صوفیاء کے نزدیک محقق ہوا ہے اس میں دو باتیں ہیں اور دونوں معقول کے قریب ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شے کے وجود کا افاضہ فیض دینے والے سے ہوتا ہے جو زبان و بیان سے بالا ہے کہ اس اعتبار سے ایجاد و ابقا ایک ہی مرتبہ میں ہیں یعنی اس جگہ اِمتدادِ زمانی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایجاد و ابقا ایک دوسرے سے ممتاز ہوں اور یہ موجود مفاض زمانی ہے۔ جس میں تعاقب اوقات مخلوط ہوتا ہے۔ پس اس افاضۂ ایجادی کے لیے جس میں کوئی تناقض نہیں ہے اُس شے زمانی (جو شے زمانہ کے اعتبار سے ہو) کے ساتھ جس میں ہر آن نقص موجود ہے ان میں اختلاف ثابت ہے پس اسی اختلاط مجرّد بازمانی سے تجدّد امثال (کا مسئلہ) ظاہر ہوتا ہے یعنی وہی ایجاد ظرف زمان میں لمحات متعاقبہ کے ساتھ صورت اختیار کر کے تجدّدِ امثال ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ (انہوں نے) ان مقولات میں جن میں حرکت واقع ہوتی ہے جوہر کے حرکت کرنے کے اعتبار سے تجدّدِ امثال کا ان میں اثبات کیا ہے لیکن جوہر میں ثابت نہیں کیا ہے کیونکہ جوہر کی ذات میں حرکت

---

[1] تجدد امثال یعنی تعینات کی صورتوں کا جدید ہوتے رہنا۔ بعض لوگ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کو بھی تناسخ کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ کلام مجید میں ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید تمام اجزاء خواہ حرکت میں ہوں یا سکون میں ہر آن عدم یعنی بے کیفی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ وہی ان کی اصل ہے۔ پھر حضرت حق سے ہر آن ان کو ایک نیا لباس وجود کا ملتا ہے اس سے ہر ساعت قیامت برپا ہے۔ اور ہر شخص اور ہر شے فنا اور بقا میں ہے ہر شے میں کہنگی سے جو فرق پیدا ہوتا ہے اس کا باعث یہی ہے اور یوم ولادت سے یوم وفات تک انسان میں جو تبدیلی ہوتی رہتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے کہ جسم بلاقطع و برید تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہاں پر تبدیل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جس طور میں ہے اس سے فانی ہو جائے، اور حضرت وجود سے دوسرے طور پر اس کو بقا حاصل ہو جائے۔ (تقی انور)

حرکت نہیں ہے اس لیے کہ حرکت دینے کے لیے حرکت دینے والا چاہیے۔ اور اس جگہ سوا نفس جوہر اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ مقولہ جوہر میں بھی حرکت ثابت ہے اور اس میں متحرک موجود ہے اس لیے کہ وہ کبھی شکل انسانی میں جو کہ جوہر ہے متلبس ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ کی صورت میں وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ اور یہی حرکت ہے لیکن جب شخص اکبر[1] کی حرکت میں جو کہ عالم کی ہیئت مجموعہ ہے اور اس کے نقائص اور وقت میں وہ حرکت شامل ہے اگر تم اس میں غور کرو تو مثل آفتاب کے جو تموج رکھتا ہے پاؤ گے۔ اس وجہ سے کہ حضرت وجود اپنے تمام شیون و کمالات مقتضیہ لآثارہا کے ساتھ ایک (دفعہ) مرتبہ جو فوقِ زمان ہے اس صورت میں جلوہ گر ہوا ہے۔ پس خلع (تنزیہہ) ولبس (تشبیہہ) اس میں متحقق ہوا ہے لہٰذا اس صورت کلیہ جامعہ میں من حیث ھی تجددِ امثال پیدا ہے اور چونکہ وہ وجود متلبساً اس سے موجودات کے ہر ذرہ میں متجلی ہے بالضرورت یہ تجدد مخفی تحقق رکھتا ہے۔ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ[2]، وتر راتوں کی پہلی رات، یہ خاکسار تہجد کے وقت خلوتِ خاص میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر مراقبہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس شبِ نورانیت وعبادت کے معانی مناسبہ پائے جاتے ہیں نہ کہ مناسب بہ تجلی پھر دوسری رات قریب صبح، یہ خاکسار جب شرف حضوری سے مشرف تو رات کی حالت وکیفیات کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا کہ صرف عبادت کے انوار ادراک کیے گئے ہیں اور گذشتہ شب جو بائیسویں شب تھی اس میں تجرد کی طرف بہت زائد میل محسوس ہوا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ان راتوں میں برکات وتریہ میں سے کچھ

---

[1] شخص اکبر حضرت شاہ ولی اللہ کے نزدیک شخص اکبر عالم جسمانی کا دوسرا نام ہے یہ عالم جسمانی یا شخص اکبر اپنے اندر ایک وحدت لیے ہوئے ہے۔ دیگر اجساد جو اس میں پائے جاتے ہیں ان کی حالت ایسی ہے جیسے سمندر اور اس کی لہریں اس عالم جسمانی کے اندر ایک روح ہے جو روحِ اعظم یا نفس کلی کہلاتی ہے یہ انسانی ارواح سے اس طرح وابستہ ہے کہ اسے ان سے جدا نہیں کیا جا سکتا شخص اکبر میں دو عالم پائے جاتے ہیں عالم ارواح۔ عالم مثال۔ عالم ارواح مادہ اور محسوسات سے پاک و منزہ تسلیم کیا گیا ہے اسے شخص اکبر سے وہی نسبت ہے جو صورتِ عقلی کو انسانی دماغ کے ساتھ ہے عالم مثال شاہ صاحب کے نزدیک شخص اکبر کی خیالی قوت کا دوسرا نام ہے۔ شخص اکبر کی عقلی قوت کو وہ عالم ارواح سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات ملحوظ ہے کہ قوت خیالی کے توسط سے انسان ان صورتوں کو سمجھتا ہے جو مادی صفات سے متصف تو ہوتی ہیں لیکن مادہ نہیں ہوتیں (مثلاً کسی شے کی شکل۔ رنگ یا مقدار وغیرہ) اس کے برعکس عالم ارواح ہر لحاظ سے مادی صفات سے پاک اور منزہ ہوتا ہے غرض شخص اکبر کے دماغ میں عالم مثال اس طرح ہے جیسے انسانی دماغ میں خیالی تصویر ہوتی ہے۔

بشکریہ الرحیم ماہ اپریل سنہ ۱۹۶۴ء از عبداللہ فاروقی تقی انور

[2] اور تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ جمے ہوئے ہیں (اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہونے والے نہیں ہیں) حالانکہ وہ ایسے چلیں گے جیسے بادل چلتے ہیں (پارہ ۲۰۔ سورہ نمل رکوع ۳۔ آیت ۸۸)

نہیں پایا جاتا۔ اور عالم مثال میں لوگوں کے اضافہ کے لیے ایک شے مثل برق چمکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ کس شخص پر پڑے گی۔ اور کیا صورت اختیار کرے گی۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ فرد بشری تنزلات کے وسائط کی وجہ سے ذات مجرد صرف کے مرتبہ سے انتہائی بُعد میں ہے لیکن حجر بحت کی راہ سے جو ذات الٰہی کا طلسم ہے حقیقت الانسانیہ میں غایت قرب میں ہے اس کی مثال ایک آئینہ کے ٹکڑے کی طرح ہے جو آفتاب کے مقابل زمین پر پڑا ہو ہر چند آفتاب اپنے مقام ارفع پر ہے لیکن زمین پر پڑے ہوئے اس آئینہ کے ٹکڑے سے اپنی انہیں شعاعوں سے تاباں و درخشاں ہوتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اولیا رقدست اسرارہم کے افتخار کا سبب یہ ہے کہ جب طلسم الٰہی کی اس راہ سے ایک انس نازل ہوتا ہے اور نفس ناطقہ کے ساتھ مل جاتا ہے تو اس وجہ سے وہ کلمات فخریہ ان سے جوش مارتے ہیں اور انہیں مفاخرات سے نفوسِ ضعیفہ مقہور و مغلوب ہوتے ہیں اور ان کے کمالات کا اعتقاد پیدا کرتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی بھی ان (برگزیدوں) کو نہ پہچانتا۔ مگر خاتم الانبیا علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات جن میں عبدیت محض ہے۔ مع ہذا ان کے انقیاد سے عالم بھرا ہوا ہے (یعنی آپ سراپا عبدیت تھے باوجود اس کے عالم آپ کا مطیع و منقاد ہے) اور یہ بھی اس ذات عالی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ایک خصوصیت امتیازی ہے۔

تجلی اعظم اور حجر بحت انہیں متبرک راتوں میں ایک رات وقت تہجد جب یہ بندہ خلوت خاص میں باریاب ہوا تو ارشاد فرمایا کہ تجلی اعظم کا عالم اور اس میں حجر بحت کا اضمحلال ایک عجیب انداز میں ظہور پاتا ہے اس علم سے یہی مطلب لیا جا سکتا ہے کہ صرف تحقق و تقرر ہے اور حجر بحت کا اضمحلال یہ ہے کہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ایک شے ہے یا دوسری شے یا اس کا جزو۔ بالجملہ اعتبارات انانیتہ فردیہ جزئیہ سے نکل کر عموم و کلیہ کا حکم اختیار کیا ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ عالم کی تمام جہتوں کا مستوجب تقرر (واجب کر لینے والا) ہے۔ بحیث لایشذ منہ شی۔ (اس حیثیت سے کہ اس سے کوئی چیز نہ چھوٹے)

دوسری رات بھی یہ خاکسار وقت تہجد خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اس عالم سے انتقال کرنے کے بعد وہی لطیفہ جو اس شخص پر اس کی فطرت کے مطابق غالب ہوتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور اسی لطیفہ کے احکام بر وجہ استقلال ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دوسرے وہ احوال جو دوسرے لطائف کے پیچھے تھے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور اس موطن میں اسی لطیفہ کی راہ سے حقیقۃ الحقائق میں اضمحلال کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور اس نشاء میں وہ شخص جس کے حجر بحت[1] نے تجلی اعظم کے ساتھ اتصال پیدا کر

[1] انائے بشری انائے انسانی ہے جو عرش میں آنے کے بعد اور عرش کے رنگ میں رنگ جانے کے بعد حجر بحت

لیا ہو صورت مقدسہ کے مدارک میں اس حجر بحت کا نائب ہو جاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ بعض احادیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ ایک مطربہ تھی جو "زہرہ" ہو گئی اور ایک "عشار" تھا جو "سہیل" ہو گیا۔ اس کے معنی اس طرح واضح ہوتے ہیں کہ ان کی روحوں کو اس مناسبت کی اقتضاء کے مطابق جو کسی وجہ سے ان میں تھی ان کو اکب میں مقید کر دیا۔ کمال انسانی کا یہ سبب ہے اور کمال انسانی سے مراد اس کی سیر اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اس کا الحاق (اتصال) نور القدس کے اس نقطہ کی راہ سے ہے۔ جو حقیقت انسانیہ میں ودلیعت رکھا ہے اور اس نقطہ کے احکام کو حق اللہ سے تعبیر کیا اسی لیے وہ محروم رہے اس لیے کہ ان کواکب کی حظیرۃ القدس تک رسائی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ تجلی اعظم کے (چھوٹا سا حصہ) بہ ذات میں سے دوسرا ہے برزہ ہے۔ اور یہ کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہیں وہ ان کے اعمال نامیہ کی صورتیں ہیں کہ وہ اس راہ سے نعمت ولذت حاصل کرتے ہیں۔

جنت کے احوال ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج صبح کے وقت بہت انشراح ہوا جیسا اس دن صبح کے مراقبہ میں انشراح ہوا تھا جب میں حلقہ سے اٹھ کر خلوت میں آیا تھوڑی دیر بعد غنودگی طاری ہوئی اسی دوران (بی بی) "صالحہ" کو (جو حضرت اقدس کی صاحبزادی تھیں اور فوت ہو چکی تھیں) دیکھا کہ بہت خوبصورت جگہ ہے اور وہاں وہ زرق برق کپڑوں میں ملبوس جیسے دلہن پہنتی ہے موجود ہیں اور اسی جگہ مخدومی شیخ صلاح الدین (حضرت اقدس کے بڑے بھائی) اور ان کی قدیم رفیقۂ حیات بھی ہیں اور ان کے سامنے ایک انتہائی حسین لڑکا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بی بی "صالحہ" کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں انہیں عطا فرمایا ہے اس کے بدلہ میں کہ اس دنیا میں ان کے کوئی لڑکا نہ تھا، جب ان مغفورہ سے استفسارِ حال کیا تو انہوں نے کہا کہ جس زمانہ میں میری شادی ہوئی تھی انتہائی سردی کا زمانہ تھا۔ رات و دن سردی کی تکالیف میں نے اٹھائیں اور اس وقت سے جب سے میں یہاں آئی ہوں تمام تکالیف دور ہو گئی ہیں اب بہت آرام ہے۔ یہی دو تین باتیں انہوں نے کہیں اس کے بعد وہاں اور بھی دو تین لوگ دکھائی دیئے اور کنیزوں میں سے ایک کنیز کو دیکھا جس کے چہرہ کا رنگ و روغن بہت خوبصورت ہو گیا تھا اور سفید براق لباس پہنے تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ والدۂ حقیقی مخدومی بھی اس مکان میں موجود ہیں لیکن ان کی زیارت کا اتفاق نہ ہو پایا اور اس لڑکے کے وجود سے یہ معلوم ہوا کہ چونکہ ان مغفورہ کے دل میں اس کی خواہش ہو گی،

کہلاتی ہے) اگر علیین میں جگہ پاتی ہے تو نورانی ہوتی ہے اور اگر سجین میں جگہ پاتی ہے تو نقطہ کی شکل میں ہوتی ہے۔ تقی انور

لہٰذا اس عالم میں وہ عطا کیا گیا۔ بمقتضائے حدیث کہ جب بعض بہشتیوں میں زراعت کی خواہش ہوگی تو اسی وقت وہ اپنی تمناؤں پر فائز ہو جائیں گے (ان کی تمناؤں کی تکمیل ہو جائے گی) اور اس لڑکے کی تمنا کے ظہور میں بھید یہ ہے کہ انسان کی صورت نوعیہ کے مقتضیات سے افراد کا ظہور ہے اور چوں کہ اس دنیا میں کبھی نافرمانیاں مادۂ ظلمت بن جاتی ہیں تو وہ اقتضاء ظاہر نہیں ہوتا۔ اور وہ عالم عصیان مادہ کا مقام نہیں ہے، جو کچھ اس کا مقتضی ہے وہ علیٰ وجہ الکمال ظہور پاتا ہے اور اسی معنی کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تمام اہل جنت ایک آدمی کی صورت پر ہوں گی۔ یعنی وہ اختلاف جو بسبب عصیان مادہ کے تھا درمیان سے اٹھ جائے گا۔ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جو زمانۂ شیرخوارگی میں وفات پا گئے تھے یہ وارد ہوا ہے کہ ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والیاں ہوں گی۔ تاکہ ان کی مدت رضاعت کی تکمیل کر دیں نیز یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس صورتِ نوعیہ کا وصول اپنے کمال کے ساتھ بتدریج ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

رؤیت ذات تجلی اعظم کا عکس ہے۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ معتزلہ آخرت میں رؤیت کے منکر ہیں اور صاحبانِ ذوق و وجدان احادیثِ نبویہ کے مطابق صحتِ رؤیت کے شاہد ہیں۔ اس لیے کہ وہ حضرت تجلی اعظم کا ایک عکس ہے جس نے صورت نوعیہ انسانیہ کے مقابل اور اس کی حسبِ استعداد ظہور پایا ہے اور وہ صورت کلیہ بمنزلہ حجر بحت کے ہے۔ چونکہ آخرت صورتِ نوعیہ کے احکام کے کمال کا ظہور ہے (جذبۂ شکر گذاری کے ساتھ) اسی لیے مادہ بھی اس جگہ ہیأت نفسانیہ کا مکمل طور پر مطیع ہوگا جیسا کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جنت کے شوق میں جس صورت میں کوئی شخص استحسان سے توجہ چاہے گا اسی صورت میں ظاہر ہوگا اور نفس ناطقہ کی حجر بحت پر ایک خاص نظر ہے اور اس کا اس دار دنیا میں مادہ کے مانع ہونے کی وجہ سے ہر فرد میں ظہور نہیں ہے اور اس نشات میں یہ تمانع نہیں ہے۔ پس اس ذات مقدس کا انکشاف تمام جو رؤیت ہے یہ نسبت جمیع افراد نوع انسانی کے اسی برزخ کی راہ سے جو صورتِ کلیہ کے حجر بحت کی طرح ہے، واقع ہوگا۔

قصیدہ اُطیب النغم کے وسیلہ سے دُعا

اور ستائیسویں رات جو ختم قرآن کی رات تھی اکثر مخصوص مخلصین خلوت خاص کے باہر شب بیداری میں مصروف ہوئے وقتِ تہجد حضرت اقدس خلوت سے باہر تشریف لائے اور دعائے خیر و عافیت دارین سے تمام فدویوں کو سرفراز فرمایا اور حافظ محمد افضل کشمیری نے جو حضرت اقدس کے مخصوص مرید تھے اس وقت خود بدولت کا قصیدہ اُطیب النغم وغیرہ کے اشعار انتہائی پر درد آواز میں پڑھنا شروع کیے اور حاضرینِ وقت کو نہایت مسرور کیا۔ اور اسی کے وسیلہ سے دعائے خاص سے سرفراز ہوئے۔

رمضان المبارک کی آخر شب مغرب و عشاء کے درمیان جب کہ یہ خاکسار خدمت اقدس میں حاضر تھا ارشاد فرمایا کہ وحشی (جو حضرت امیر حمزہ کا قاتل تھا) کے اسلام لانے پر جو احادیث میں وارد ہوا ہے کہ "اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے کو ہماری قربت سے دور رکھ اور ہماری نگاہوں سے اوجھل رہ" (اس سے) اب یہ نکتہ بخوبی سمجھ میں آگیا کہ اس وجہ سے تھا کہ وحشی میں حضور سے فطری نسبت کا فقدان تھا نہ محض کراہت طبعی جو حضرت حمزہ کے قتل کی وجہ سے ہوئی۔ اس لیے کہ اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو ضرور من جانب اللہ کوئی ممانعت وارد ہوئی جیسے عَبَسَ وَتَوَلّیٰ اور لیس لک من الامر شیئ وغیرہ میں واقع ہوا ہے کہ الاسلام یمحو ما قبلہ (اسلام پچھلی لغزشوں اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے) اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کراہت طبعی کی نسبت بعید از عقل ہے (نفرت کی فطرت ناممکن ہے) اور اسی نکتہ کا مصداق یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان سے کئی بار شراب نوشی کا ارتکاب ہوا۔ چند بار تو آپ نے ان کو حد لگائی لیکن جب وہ باز نہ آئے تو آپ نے انہیں ملک بدر کر دیا۔

اور وقت تہجد جب حجرۂ خاص میں باریابی ہوئی تو آپ نے بہت سے حقائق و معارف اور اسرار تکوین و تشریع بیان فرمائے کہ ابتداءً یہ دونوں امر غیب الغیب میں متعیّن ہوتے ہیں پھر وہاں سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور (پھر) بتدریج یہ تمام کمالات جو بالقوّت تھے بالفعل ہو جاتے ہیں جیسے غُنچہ کا رنگ و روپ جو ابتداً پھول میں ظاہر ہونے والا ہوتا ہے پہلے کلی کی صورت میں مندرج و مندمج ہوتا ہے پھر اس سے درجہ بہ درجہ پھول میں ظاہر ہو جاتا ہے

گرتا مل قفص بیضہ طاؤس شود ۔۔۔ در شبستان عدم نیز چراغانے ہست

پھر ارشاد فرمایا کہ جو کچھ قیامت کے روز شفاعت کے بارہ میں احادیث میں وارد ہوا ہے اس سب سے مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجر رحمت کے درمیان سے فیض کا ظہور ہے جس سے شفاعت ظاہر ہوگی (اور) درحقیقت وہ من جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اس لیے کہ آپ ہی تمام ملاءِ اعلیٰ کا عنوان ہیں اور جس کو حجر رحمت کی معرفت نہیں ہے شفاعت کرنا بھی اس کے نصیب (امکان) میں نہیں ہے

---

[1] یعنی وحشی کی تیرگی نفس کی حالت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفان کامل تھا کہ ان کے نفس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے کتنا بُعد و تفاوت تھا اور وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تھا اور اس قتل کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے نفرت تھی۔ تقی انور

[2] اگر تم بغور انڈے کے باطن کو دیکھو تو یہ بات آئینہ ہو جائے گی کہ عدم کے شبستان میں بھی امکان نور پایا جاتا ہے۔

اور جو اس منصب پر قائم ہے وہ یقیناً اس راز سے بہ خوبی آگاہ ہے اور اس مجلس کے آخر میں مرزا محمد مراد بدخشی نے جو اس بابرکت مقام کے معتکفین میں تھے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ستائیسویں شب اپنی غفلت کی بنا پر یہ خاکسار دعائے خاص سے محروم رہ گیا تھا عرض پرداز ہے کہ اس کے حق میں بھی دعا فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ آدمی کی سعادت دو[2] چیزوں میں ہے ایک تو یہ ہے کہ اس کا ظاہر شرع کے موافق اور باطن خدا کے ساتھ ہو اور اس کی بہت تفصیل ہے ہر ایک اس سے اپنی استعداد کے مطابق فوائد حاصل کرتا ہے اور جتنا جس کو میسر آجائے غنیمت ہے غرض کہ کیا ہی اچھا وہ وقت تھا جس کی خوبی تشریح سے باہر اور بیان سے بالا ہے۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ[1]

حافظ جیو بیان کرتے ہیں کہ ایک عزیز شاہ غلام حسین نے جو ایک صوفی اور صادق القول آدمی تھے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ جو سراپا نور ہیں کہہ رہے ہیں کہ اس دور میں امت محمدیہ میں کوئی شخص شاہ ولی اللہ کے مثل نہیں ہے۔

سنہ ۱۱۶۲ھ میں جب حضرت اقدس نے حسب عادت رمضان میں چلہ کشی کا قصد فرمایا اس خاکسار کو بنا بر حکم از راہ وجدان غیب کہ خود بہ دولت اس سے واقف تھے اور وہ حضرت قبلہ گاہی[2] رحمۃ اللہ علیہ کا ایزد متعال کے جوار میں رحلت کر جانے کا واقعہ تھا کہ رمضان کے آخر میں آپ فریش ہوئے اور بارہ ماہ شوال کو رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ اور اس سلسلہ میں جو پریشانی و اضطراب جملہ متعلقین کو لاحق ہوا بیان کی تاب نہیں۔ اس آستانہ فیض آشیانہ سے دوری تجویز فرماتے ہوئے وطن ہی میں اعتکاف کا حکم مرحمت فرمایا۔ اسی سبب سے ان ایام میں حضور کے اوقات کو بالاستیعاب اور بعض فیوض کے اکتساب کا موقعہ حاصل ہو گیا۔ ورنہ زندگی بھر اس کے فوت ہونے پر حسرت و افسوس رہتا۔ اگرچہ ان ایام میں شب و روز باطن کے مطابق توجہات اس دور افتادہ کے حال پر مبذول تھیں تاہم اعتکاف کے معارف خاصہ سے بھی اس بندہ کو اپنے فیض عام سے محروم رکھنا پسند نہ فرمایا۔ اور زبان قلم فیض رقم کے ذریعہ خطاب مستطاب کرامت سے معزز فرمایا ہر چند کہ اس مقام پر ان دقیق معارف کا اظہار جو شروع کتاب میں میں نے لکھ دیئے ہیں۔ مناسب نہیں معلوم ہوا لیکن بحکم ؎

سوزہائے عاشقی وانگاہ صبر ۔۔۔ این محالی باشد اے جان بس سطبر[3]

---

[1] سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو اس کے لیے ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا۔ [2] مؤلف کے والد ماجد [3] اے محبوب عشق کی سوزش اور جلن اور پھر اس پر صبر یہ ناممکن اور بڑی سخت چیز ہے۔

اعتکافات کے سلسلہ میں وہ شرط اختیار سے باہر ہو گئی اور اسپ خامہ اس قید سے نکل کر مسائل غوامض کے بحر ناپیدا کنار میں تیز رفتار ہو گیا۔ اس بنا پر اس میں کچھ معارف بحسب مناسبت ملفوظات میں جو قسم ثانی ہے تحریر کر دیئے اور اس میں سے کچھ یہاں بھی لکھے جاتے ہیں تحدیثاً بالنعمۃ و شکراً الٰہا۔ اور ہر مسئلہ کو لفظ معرفت سے معنون کیا گیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ الخ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین یحملون العرش ومن حولہ الخ

جان اللہ تجھ کو سعادت عطا کرے اور حقائق اشیاء کی معرفت جیسی کہ وہ ہیں عطا فرمائے۔ جب نفس کلیہ پیدا ہوا تو ایک حقیقت عظیمہ اس کی تربیت کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ ذات بحت کے رقائق سے (ایک) حقیقت رقیقہ ہے اور ہماری اصطلاح میں وہ تجلی اعظم سے موسوم ہے۔ تجلی اعظم کے لیے نفس کلیہ کی تربیت بالکل ویسی ہی

لہ جب اللہ تعالیٰ نے بفحوائے فاحببت ان اعرف صرافت ذات سے ظہور میں آنا چاہا تو اپنی ذات بحت کی طرف متوجہ ہوا۔ محققین صوفیائے کے نزدیک اس توجہ سے شیون ذاتیہ میں جو صرافت ذات میں گم تھے امتیاز پیدا ہوا یعنی حی۔ علیم - قدیر - مرید - سمیع - بصیر - کلیم اپنے اپنے رنگ اور شان میں متجلی ہو گئے۔ اور ان کے انوار ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر اس توجہ میں جلوہ گر ہوئے اور ذات کی صورت کہلائے گویا توجہ نے آئینہ کا کام کیا اور شیون ذاتی کے انوار توجہ میں منطبع ہو گئے اس توجہ پر اسم رحمٰن کا اطلاق ہوا۔ ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن - اور ذات کی صورت پر اسم احد کا اطلاق ہوا کیونکہ باوجود مختلف انوار کا مجموعہ ہونے کے وہ ایک صورت تھی بالفاظ دیگر احد کا چہرہ اسم رحمٰن کے آئینہ میں میرہن ہوا اس لیے محققین صوفیا نے جن سے ہماری مراد وہ صوفیائے کرام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حقیقت کا مشاہدہ کرایا اور انہوں نے جو دیکھا اور سمجھا اس کو بیان فرمایا یا تحریر کیا اور یہی ہمارے مذہب کی بنیاد ہے جس کی ابتدا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ چنانچہ ان صوفیائے محققین نے جن کی ابتداء خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے ہے حقیقت کے مشاہدے کے بعد رحم کو وہ توجہ ذاتی قرار دیا جس میں ذات بحت نے اپنی صورت کو پہچانا یا اپنی بیچونی کا مشاہدہ فرمایا۔ اور اس صورت کو ذات بحت کا نفس قرار دیا اور اس عمل کو تجلی "از خود بر خود در خود" کی اصطلاح دی۔ چونکہ ذات کی توجہ شناخت ذات کی نیت سے تھی لہٰذا اس صورت کی شان کلیمی نے ندائے کن بلند فرمائی جس کے ساتھ ہی فیکون ہوا اور سارے شیونات کی تفصیل کا ادراک ذات بحت کو اپنی طرف متوجہ ہوتے ہی ہو گیا۔ فخلقت الخلق سے یہ صرف ندائے کن بلکہ فیکون بھی مراد ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذات بحت کی اسی صورت معنوی کو تجلی اعظم کی اصطلاح سے معنون فرمایا ہے۔ کیونکہ ذات بحت کی پہلی توجہ یا تجلی سے یہی صورت مشاہدہ کی گئی۔ دوسرے صوفیائے محققین جن کا شمار عشاق ذات میں ہی اس معنوی صورت کو حقیقت محمدی

بقیہ اگلے صفحہ پر

ہے جیسی افراد انسانی میں فرد واحد کے بدن کے لیے نفس ناطقہ کی تربیت ہے و للّٰہ المثل الاعلیٰ۔ پس تجلی اعظم کا پہلا اعتماد (یعنی تجلی) عالم امر میں نفس کلیہ کے فواد پر واقع ہوا۔

(حدیث شریف، انّ فی جسد آدم لمضغۃ وفی المضغۃ فواد وفی الفواد قلب وفی القلب روح وفی الروح نور وفی النور سرٌ وفی السرّ انا کی رو سے فواد مضغہ اور قلب کا درمیانی واسطہ ہے) جیسے نفس ناطقہ کی تجلی اس روح ہوائی پر جو افراد انسانی میں فرد واحد کے قلب میں ہے (یعنی جس طرح آدمی کا نفس ناطقہ اس کی روح ہوائی پر تصرف کر کے اس کے بدن کی تربیت کرتا ہے اور کلام الٰہی میں اس فواد کو عرش سے تعبیر کیا گیا ہے اور تجلی اعظم کی قلب پر تجلی الرحمٰن علی العرش استوٰی سے عبارت ہے (یعنی جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فواد پر تجلی اعظم کی تجلی ہوئی تو آپ نے عرش کا مشاہدہ فرمایا اور اس پر رحمٰن کو مستوی پایا) منجملہ اللہ کی نعمتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے عرش کا مشاہدہ میسر فرمایا جس کی بلندیوں پر افلاک کے احجار بختیہ (یعنی نفس کلیہ کے وہ نقاط جن میں رحمٰن کی تجلی قبول کرنے کی صلاحیت ہے، بالفاظ دیگر افلاک کے سوید لئے دلی) ہیں اور جس کے اٹھانے والے افلاک کے نفوس ناطقہ ہیں۔ اور اس موطن

(بقیہ حاشیہ) کی اصطلاح سے معنون فرماتے ہیں اور اوّل ما خلق اللہ نوری و خلق کلھم من نوری کی دلیل لاتے ہیں۔ اور اوّل ما خلق اللہ القلم سے وہ آئینہ مراد لیتے ہیں جس میں وہ صورت جلوہ گر ہوئی اور پھر عالم امر میں جو تفصیل کن فیکون سے ظاہر ہوئی اس کے بیان کے لیے رحمٰن کے پرتو کو قلم اعلیٰ اور صورت کے پرتو کو لوح محفوظ یا نفس کلیہ قرار دیتے ہیں۔ تقی انور

۱؎ جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور اس لوتھڑے میں فواد ہے اور فواد میں قلب ہے اور قلب میں روح ہے اور روح میں نور۔ نور میں سر اور سر میں انا۔ تقی انور

۲؎ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔

۳؎ محققین صوفیا کے نزدیک عالم امر میں لوح محفوظ کی تفصیل متعدد الواح میں ہوئی یہاں تک کہ جسمانی ہیئت قائم ہوئی جس کو عرش کہا جاتا ہے اور جو عالم امر اور عالم خلق کا درمیانی واسطہ ہے۔ عرش کے اوپر عالم امر اور عرش کے نیچے عالم خلق ہے جس کی ابتدا افلاک سے ہوتی ہے اور سارا عالم خلق عالم امر کی تفصیل ہے اور یہ تفصیل جو وقت اور امکان کے قیود میں ہے اس کا کرنے والا وہی رحمٰن ہے جو عرش پر مستوی ہے اور افلاک کے نفوس ناطقہ زہرہ و مشتری وغیرہ ہیں جو اپنے اپنے فلک کی روح بھی کہلاتے ہیں اور انہیں ارواح کے ذریعہ اشیاء کی تاثیرات زمین تک پہنچتی ہے۔ تقی انور۔

کا رنگ آفتاب کے رنگ کے مثل ہے اور اس سے کمتر ملائکہ اور اکابر بنی آدم کے احجار بحتیہ ہیں اور جملہ ارواح ملائکہ اور انبیاء کا رنگ اس ہوائے لطیف کے رنگ کے مثل ہے جو بسبب تقرر آفتاب نورانی ہو گیا (جیسے شفق) اور اس سے کمتر وہ احجار بحتیہ ہیں جو احکام نفوس کے حجابات سے ڈھکے ہوئے ہیں اور اس موطن کا رنگ ہوا کے مثل ہے جو ایک قسم کی سرخی لیے ہوئے ہے پھر اس سے کمتر دوسرے نفوس ہیں کہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔ جو مثل سراب کے نظر آتے ہیں۔ جیسے ہوا کی حرکت سے سراب نظر آتا ہے، پس افلاک اور ملائکہ اور انبیاء اور کاملین کے احجار بحتیہ عرش کی بلندی پر ہیں۔

احجار بحتیہ عرش کی بلندی پر

اور احجار مغشیہ جو حجابات نفوس ہیں (یعنی ان کے سویدائے دل پر سیاہی کا نفوذ ہے) اور دوسرے احجار جن میں حجر بحت کے احکام بہت ہی مخفی ہیں (یعنی ان میں رحمٰن کی تجلی قبول کرنے کی صلاحیت بحت کم ہے) اور احکام ملکیہ پر ظاہر ان دونوں قسموں (یعنی احجار بحتیہ اور احجار مغشیہ) کی تعبیر وَمَنْ حَوْلَہٗ سے لی جا سکتی ہے۔ اول ارادۂ متجددہ اور وہ اخبار جو تجلی رحمٰن کے درمیان عرش پر پیدا ہوتے ہیں۔ پھر وہ عرش اور حاملانِ عرش کے درمیان مفصّل ہوتے ہیں۔ (یعنی تجلی اعظم کے ارادہ کو رحمٰن قبول کرتا ہے اور عرش کے اخبار یعنی احجار بحتیہ کے تقاضے بھی قبول کرتا ہے تب اس کی مفصل تجلی احجار بحتیہ پر ہوتی ہے جن کے نفوس ناطقہ حاملانِ عرش ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء و صفات کی تعریف میں اسی تجلی اعظم کے احکام و آثار بیان فرمائے ہیں اور ان صفات کی اُمّہات (یعنی مبداء) دو صفتیں ہیں (یعنی تجلی اعظم ہی ذوالجلال والاکرام ہے) ایک صفت قہر بر کلیہ ما فی الکون ہے جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وھو القاھر فوق عبادہٖ جس سے قدرت، ارادت، سمع اور بصر کی صفات ثابت ہوتی ہیں کیونکہ ان صفات کے بغیر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ قدرت اختیار کلی ہے ارادت اس اختیار کا عمل میں لانا ہے اور سمع و بصر نفوس اشیاء کے تقاضوں کی دریافت ہے جو صاحب اختیار پر عدل کا اطلاق کرتی ہے اور ظلم کا اطلاق نہیں ہونے دیتی) دوسرے ذاتِ بحت سے ناشی ہونے والے حقائق کا تجلی اور تدلّی سے پہلے تجلی اعظم کے سامنے حاضر ہونا اسی سے ثابت ہے (یعنی پہلے ذات بحت سے ناشی ہونے والے حقائق تجلی اعظم کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اور تجلی اعظم ان حقائق کے اندازے کے مطابق احجار بحتیہ اور احجار مغشیہ پر ان کی استعدادات کے مطابق متجلی کرتی ہے) واللہ اعلم حظیرۃ القدس

---

[1] تمہارے رب کی افواج کو سوا اس کے کوئی نہیں جانتا۔

(یعنی عرش) ایک طلسمِ الٰہی ہے جس کے بغیر بنی آدم کے ساتھ عالم کا ربط و ضبط مطلقاً ناممکن ہے (یعنی عرش عالم امر اور عالم خلق کے درمیان واسطہ ہے اور بنی آدم دونوں عالموں سے مستفید ہوتے ہیں) پہلے نفسِ کلیہ کو بمنزلہ لوح کہا تاکہ اس میں وہ سب ظاہر کرے جو مرتبۂ عقل میں متحقق ہے۔ پس وہاں سب سے پہلے ذاتِ بحت کی صورت کا ظہور ہوا پھر اس کے ذریعہ تمام استعدادات اور صورتیں جو مرتبۂ عقل میں مخفی تھیں بروئے عمل آئیں۔ اور اس صورت الٰہیہ نے جو ہمارے نزدیک تجلی اعظم سے معبّر ہے تمام اجزائے کلیہ پر ان شعاعوں کی رسیوں سے جو مثلِ رشتہ ہائے نورانی اس سے باہر آتی ہیں غلبہ کر لیا ہے ہر نقطہ ہر جزو تک پہنچا اور باطن کی جہت سے غالب آیا اور اس کے ظاہر پر باطنی غلبہ کیا۔ پس اس نقطہ کا وجود ظہور اسی کے مشابہ ہے اور نیستی سے ہستی میں آنا اور عدم سے وجود میں پہنچنا اور اس بارہ میں جو کچھ کہا جائے سب ایک ہے۔

لیکن غلبہ ظاہری مُسبّبات کے ساتھ اسباب کا اقتضاء ہے اور مُسبّبات میں ان اسباب کا تسلّط اور ان کے احکام کا اِجراء اَغراض کو خدا سے قریب کرنا ہے اور اس مقام کو وَراءُ الملک سے تعبیر کیا ہے (یعنی صفات حقیقی کا عکس احجار بحتیہ پر پڑتا ہے تو نفس کلیہ میں ان صفاتِ حقیقی کے اضداد پیدا ہو جاتے ہیں اور اس مقام کو وراء الملک سے تعبیر کیا جاتا ہے) اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ اشاعرہ کی حقیقت الامر مساعی کو مشکور فرمائے

لے یعنی جوہر بغیر عرض کے پایا جاتا ہے اور عرض بغیر جوہر کے نہیں پایا جاتا۔ اور جوہر ظاہر نہیں ہوتا اس کی شناخت اَعراض سے ہوتی ہے اور یہ اَعراض اَضداد ہوتے ہیں۔ جیسے صفات ذات حیات وعلم وقدرت وارادت وسمع وبصر و کلام ذات باری تعالیٰ میں بغیر اَضداد کے ہیں یعنی موت جہل عاجزی وغیرہ جو ان صفات کے اضداد ہیں ذات باری تعالےٰ میں نہیں پائے جاتے۔ لیکن صفات ذات کا ظہور بغیر اضداد کے ناممکن ہے لہٰذا انسان کی روح میں صفاتِ ذات پوشیدہ رکھے گئے۔ اور انسان کے نفس کو انہیں پوشیدہ صفات کا مجموعہ بنایا گیا اور روح ونفس میں محبت کرائی گئی تاکہ انسان سے صفاتِ ذات کا ظہور ہو اور اس ظہور کو وقت اور مکان سے مقید کیا گیا۔ یہ اضداد کہاں سے آئے تو اس کی مثال وہ عکس ہے جو آئینہ میں مُنطبع ہوتا ہے کیوں کہ عکس کا داہنا شے کا بایاں ہوتا ہے۔ اس طرح صفات حقیقی کے الٹنے سے اضداد پیدا ہوئے۔ یعنی جب صفات حقیقی روح انسانی سے نفس انسانی میں منطبع ہوئے تو وہ الٹے ہو گئے۔ اس عمل کو نیست سے ہست ہونا یا عدم سے وجود میں آنا جو بھی کہا جائے سب ایک ہے۔ درحقیقت نفس کلیہ کی صورت پر صفات حقیقی نے باطنی غلبہ کر لیا۔ یعنی صفات حقیقی اپنے اضداد پر غالب ہو گئے اور یہی الرحمٰن علی العرش استویٰ کے معنی ہیں۔ تقی انور

کہ انہوں نے ایک جگہ کہا ہے کہ کسی حادث کا حدوث بغیر تاثیر قدرت واجب بے واسطہ نہیں ہو سکتا وہ اعراض ہوں یا افعال عباد وغیرہ (یعنی صفات ذات قایم ہیں اور ان کے اضداد جو عکس کے الٹنے سے پیدا ہوئے حادث ہیں اور ان کا حدوث قدرت واجبہ کی تاثیر سے ہے) کیا اچھی بات انہوں نے کہی پھر جو کچھ عالم میں فیکون کے نفس کلیہ میں ہے یہ ایسی چیز ہے جو ہونی یعنی لیکون (یعنی ناممکن الوجود) وہ نہیں ہے۔ پس وہی نفس کلیہ (آدم کی ذریّت کے لیے) خود نفس جزئیہ ہو جاتا ہے اس لیے صورت الٰہیہ نفس جزئیہ میں مندرج ہو گئی اور وہی ہیئات عالم کا اندراج ہے ہم نے اصل کا مطالعہ کر لیا ہے (یعنی یہ ہمارا مشاہدہ ہے) لیکن منجمین نے اس کے (یعنی نفس جزئیہ کے) تولد پر اکتفا کیا ہے۔ اور وہ تحقیقات نفخ نفس کے حالیہ ظہورات سے ہے اور درحقیقت مدار کار اور محل اعتبار نہیں ہے (یعنی منجمین نے نفخ روح کو نفخ نفس جانا اور نفس جزئیہ کے موجود ظہورات پر اپنی تحقیق کا مدار رکھا جو درحقیقت قابل اعتنا نہیں ہے) لیکن یہ نفخ روح کی حالت احوال علویہ کے ساتھ تمام احوال کے مشابہ ہوگی (یعنی منجمین نے اس مشابہت کی وجہ سے دھوکا کھایا) اور نفس جزئیہ کے امہات سفلیہ اس شکل کے موافق ہیں جو نفخ روح کے وقت مردہ ہے (یعنی نفخ روح اس وقت ہوتا ہے جب نفس جزئیہ میں عمل کی صلاحیت نہیں ہوتی گویا عملی صلاحیت مردہ ہوتی ہے) اور ہماری زبان میں نفخ روح

لہ یعنی جو مخلوق کُن کے حکم سے فَیَکُونُ ہوئی وہ نفس کلیہ میں پوشیدہ تھی اس حکم سے ظاہر ہوگئی یعنی وہ عدم میں نہ تھی بلکہ اس کا وجود نفس کلیہ میں پوشیدہ تھا۔ لیکن انسان کی تخلیق کن کے حکم سے نہیں ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے یدقدرت سے اپنی ہی صورت پر بنایا۔ اور نفخ روح سے نوازا۔ یعنی اپنی یا تجلی اعظم کی معنوی صورت پر آدم علیہ السلام کا پتلا بنانے کے بعد تجلی اعظم یا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اسے سونپا گیا یعنی انسان کا وجود ہی نہ تھا پس اللہ تعالیٰ نے درحقیقت اپنے اسماء جامع اور صفات حقیقی کی تفصیل فرما دی اور اس کو بشر کے نام سے موسوم فرمایا مگر وہ بشر آدم علیہ السلام تھے جو تجلی اعظم اور نفس کلیہ دونوں کے حامل تھے اور ان کی حوا ان کی پسلی میں تھیں۔ پھر حوا کو ان کی پسلی سے الگ کر کے نوع بشر کی بغرض مزید تفصیل تقسیم فرمائی اور ان کی ذریت سے انہیں اسما وصفات کی تفصیل اب تک جاری ہے اور جاری رہے گی۔ حشر ونشر جنت ودوزخ سب انہیں اسما وصفات کی جن کا ظہور ان کے امداد سے ہے تفصیل ہیں۔ پھر اس کے بعد آدم علیہ السلام کی ذریت آدم علیہ السلام ہی کی طرح اپنی اپنی حوا کو اپنی اپنی پسلی میں لے کر کثیب ابیض میں داخل ہوگی اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد کھل جائے گا۔ تقی انور

۲ھ وہ ہیولا جسمانی جو انعکاس ذات اور نفخ روح سے قبل تھا۔

سے نفس جزئیہ کے نفس کلیہ ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔ طلسم الٰہی کی ابتداء اسی مقام سے ہے کہ وہ جزء جو صورت الٰہیہ ہے اس نفس جزئیہ میں اس کے مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ نفس جزئیہ ان تمام ہئیات عالم پر جن کا اندراج صورت الٰہیہ میں ہے اجمالاً صورتِ الٰہیہ کی طرف منجذب ہوا۔ یہ انجذاب دراصل طلسم الٰہی ہے

صورت الٰہیہ کی پہلی مثال پہلے تمام افلاک کے احجار بحتیہ (عرش پر) آفتاب کے رنگ پر مجتمع ہوتے ہیں ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں ان احجار بحتیہ کی طرف صورتِ الٰہیہ کی جو حقیقت مجرّدہ سے ایک درخت کی صورت ہے (یعنی ہم صورت الٰہیہ کی مثال ایک درخت سے دیتے ہیں جو ایک حقیقت مجرّدہ ہے کیونکہ درخت کی حقیقت درخت کا ہیولیٰ ہے اور ہمارا تعلق اسی ہیولیٰ سے ہے جس کی شکل وصورت وہ پتے اور شاخیں اور پھول وپھل ہیں جن کو دیکھنے سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے درخت کو دیکھا پس یہ نسبت جو درخت کی حقیقتِ مجردہ اور پتوں اور شاخوں، پھولوں اور پھلوں کے مابین واقع ہے بعینہٖ وہی نسبت ہے جو نفسِ کلیہ کے صُلب میں صورت الٰہیہ مجرّدہ کے درمیان پیدا ہوئی ہے (یعنی نفس کلیہ کا ہیولیٰ صورت الٰہیہ مجردہ ہے اور نفوسِ جزئیہ بمنزلہ پتوں شاخوں، پھولوں اور پھلوں کے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے صورتِ الٰہیہ کو دیکھا) اور نیز افلاک اور ملائکہ کے احجار بحتیہ اور ان کے انوار کے درمیان (بھی یہی نسبت ہے) پس یہ سب بمنزلہ شاخوں اور پتوں کے ہیں اور صورتِ مجردہ بمنزلہ نفس شجری کے ہے۔

دوسری مثال: یہ دیتا ہوں کہ صورت الٰہیہ مجردہ کے ساتھ احجار بحتیہ کی نسبت وہ صورت علمیہ ہے جو معلوم سے ہمارے دل میں آتی ہے اور انکشاف کا مبداء معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے عرض ہے باب کیفیات سے جو نفسِ ناطقہ سے متعلق ہے اور اس کی مثال اس تصویر کی مثال ہے جو زید اور عمرو کے حال کا انکشاف کرنیوالی ہے جسے مصور مختلف رنگوں سے کاغذ پر بناتا ہے یہ صورت حقیقتاً ان رنگوں کی ایک قسم ہے اس کو زید سے کیا نسبت۔ بجہت دیگر وہ عین معلوم ہے اور وہ جہت کونسی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس عرصہ صورت کی طرف التفات نہ کریں اور اس صورت کے قیام سے اس نفس کی طرف نظر نہ کریں بلکہ ہمارا التفات اس معلوم کے ساتھ مصور ہو جائے (یعنی زید و عمرو کی اس صورت کی طرف جو ہمیں معلوم ہے) اور اس اعتبار سے یہ صورتِ علمیہ عین معلوم ہے۔

احجار بحتیہ کی جہتیں اس طرح احجار بحتیہ کی دو جہتیں ہیں ایک جہت سے وہ عین صورت مجردہ

ہیں اور دوسری جہت سے ان کے غیر۔ پس یہ احجار بختیہ افلاک کے احجار بختیہ کی اصل فطرت کے مطابق مختلف ہو گئے ۔ حالانکہ درحقیقت نزدیک ترین احجار ہیں اور ان کا رنگ آفتاب کی صورت کے مشابہ ہے بعد ازاں ملائکہ اور بنی آدم کے فاضلین کے احجار بختیہ ہیں جو کامل ہیں اور کامل کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ایجاد عالم کا ارادہ کیا تو وہ ارادہ بعینہٖ چند تعین کے ساتھ منشرح ہو گیا کہ بنائے عالم انہیں تعیّنات (یعنی لوازمات) پر موقوف تھی۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حکیم ایک کرہ کو متحرک کرنا چاہے۔ تو اس کا ارادہ تحریک بعینہٖ منطقہ (پٹکہ یا کمر بند) اور قطبین (چھلے یا دائرے) کا تعیّن ہوا۔ بلکہ دوسرے دائرے ۔جو بتدریج منطقہ سے قطبین تک تنگ تر ہو گئے ہیں اور وہی نقطہ بعینہٖ کرہ کا مدار (گردش کی جگہ) ہے کیونکہ کرہ کی حرکت کا دارومدار اسی دائرہ پر ہے (یعنی جیسے زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جس سے رات دن کا تعین ہوتا ہے اور رات و دن کی ساعتیں بدلتی رہتی ہیں لیکن کبھی دن دس گھنٹہ کا اور رات چودہ گھنٹہ کی ہوتی ہے جیسے موسم سرما میں اور پھر موسم گرما میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔

دوسری مثال اس پھرکی کی گردش کی ہے جس پر رسّی (تکلی) بٹی جاتی ہے اور دائرے منطقہ سے قطبین تک چھوٹے ہوتے چلے جاتے ہیں) اسی طرح تمام عالم کا ارادہ ان افراد سے جو اصل وجود میں ان کے انتظام کا واسطہ ہیں یا تکمیل افراد میں ان کے کمال کی صورت کی جگہ پر ہیں (یعنی جب ارادۂ الٰہی ایجادِ عالم سے متعلق ہوا تو اس کے ضروریات یا لوازمات یعنی منتظمین ظاہری و باطنی اسی ارادہ میں شامل تھے ۔جو اولیائے اہل خدمت اور صاحب ارشاد ہیں) اور یہ کاملین کے احجار بختیہ ہیں جو بمنزلہ ہوا نور میں فانی ہو گئے ہیں گویا وہ نور کے عین ذکر ہو گئے ہیں اور اسی طرح کاملین کے ان احجار سے کمتر بہت سے احجار ہو گئے ہیں اور اس کا آخر سرخ رنگ مائل بہ روشنی ہے ۔ اور آخر تر مثل سراب کے ایک ہوا ہے۔

الحاصل یہ ایک موجود ہے جو ربّ الارباب کے روبرو قائم ہو گیا اس کا اول مثل آفتاب اور آخر مثل سراب کے[1] ہے اور کتب الٰہیہ میں اس کو علیّین کہتے ہیں اور جو اس کے مقابل ہے اس کو سجّین کہتے ہیں ۔اعاذنا

---

[1] یعنی شاہ صاحب نے اپنے مشاہدہ میں عرش کو تجلی اعظم کے سامنے جو حقیقت مجردہ ہے ایک موجود پایا جو انوار والوان پر مشتمل تھا یہ الوان احجار بختیہ کے مظاہر تھے جن سے انوار پیدا ہو رہے تھے عرش کا بالائی حصہ آفتاب کے مثل اور زیریں حصہ سراب کے مثل تھا اور کتب الٰہیہ میں اس کو علیین کہتے ہیں اور اس کے مقابل جو دوسرا موجود ہے اسے سجین کہتے ہیں جو نفس کلیہ کی مخالف سمت متحقق ہوا ہے (تقی انور)

اللہ منصا۔ (یعنی عرش علیین اور سجین پر مشتمل ہے۔ اور سجین علیین کی لپشت پر واقع ہے اور یہی حظیرۃ القدس میں ناشی ہونے والے حقائق کا تجلی اعظم کے سامنے تجلی اور قدر سے پہلے پیش ہونا ہے کیونکہ ان پر رحمن کی تجلی سے قدر کا تعین ہوتا ہے کہ احجار بحتیہ میں سے کون علیین کے لائق ہیں اور کون سجین کے لائق) پھر اسی علیین کا مختلف عوالم میں ظہور ہوتا ہے اور اس ظہور کو جنت کہتے ہیں وہ کبھی زمین کے اس خطہ کی طرف ظہور کرتا ہے جس کی طرف افلاک کی خبر دینے والے (یعنی ارواح افلاک) متوجہ ہوتے ہیں اور اس میں انعقاد (پیدا) کرتے ہیں (یعنی ارواح افلاک جو زہرہ ومشتری وغیرہ سیارگان کے نام سے موسوم ہیں کسی خاص خطہ زمین پر اپنی تاثیرات ڈالتے ہیں جن کی وجہ سے وہ خطۂ زمین آئینہ کا کام کرتا ہے اور اس میں علیین منطبع ہو جاتا ہے) جیسے جابرصا اور جابلقا[1] جن کو فلاسفۂ قدیم بیان کرتے تھے اور جب حظیرۃ القدس زمین کے کسی خطہ میں منطبع ہوتا ہے تو ان احجار بحتیہ کے نفوس اپنے ابدان مناسبہ کے ساتھ ان سے متعلق ہو جاتے ہیں اور افادہ نفوس کے تمام قویٰ ظاہر ہوتے ہیں اور ہر قوت کی لذت اس نفس کو جداگانہ حاصل ہوتی ہے اور ہر لذت کا مقتضا اپنے مسمیٰ کو تصور کرتا ہے اور اس کی حقیقت کا افادہ سابقہ غلبہ (صورت الٰہیہ کا نفس کلیہ پر باطنی) کی طرح حس مشترک میں صورت جمیلہ کے افادے کا سبب ہوتا ہے اور بھوک کے غلبہ کے وقت کھانے کی صورت میں اور پیاس کے غلبہ کے وقت پانی کی صورت میں حس مشترک میں مخلوق ہوتا ہے[2]۔ لیکن اس معنی میں یہ عالم اور وہ عالم (ایک دوسرے سے) مختلف ہیں کہ اس معنی میں علم جنت ان تاثیرات کا ہیولیٰ ہے جو ہیئات نفوس سے یو یہ قوت مثال اور ارواح افلاک کے ظہور سے متاثر ہے اور عالم شہود کو اس کی حاجت نہیں (یعنی یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب حظیرۃ القدس خطۂ زمین پر منطبع ہو) اور کبھی عالم مثال کے مواطن میں سے کسی موطن میں زمین سے بالاتر منطبع ہوتا ہے یہ بھی بہشت ہے کیوں کہ بہشت کا مطلب حظیرۃ القدس کا کسی موطن میں منطبع ہوتا ہے جو تشکل و تشبیح میں آئینہ کا کام کرے یہ ہے طلسم الٰہی کی تشریح واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

حجر بحت کی نسبت تجلی اعظم کے ساتھ کس طرح ہے؟

حجر بحت کی نسبت تجلی[3] اعظم کے ساتھ

---

[1] مشرق ومغرب کے دو قدیم شہر۔ [2] یہی وہ جنت ارضی تھی جس سے شاہ صاحب کا گذر ہوا تھا (ملاحظہ ہو صفحہ ۳-۲-۳) ضروری نہیں کہ وہ اب بھی وہاں موجود ہو۔ [3] تجلی اعظم مجرد شے ہے یعنی عالم قدس کا پہلا شخص جس کا وجود علمی ہے اور وہ موجود نہیں ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اس پر مشہود فرمادیتا ہے صرف کاملین کے احجار بحتیہ اس کا ادراک کر کے ارادہ و اختیار کر اس سے جوش مارتے دیکھتے ہیں۔ دوسرے احجار بحتیہ جو توجہ کامل سے محروم ہیں صرف اس عکس کا ادراک کرتے ہیں جو ان میں منطبع ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ارادہ اختیار بھی اس کو حاصل ہے اور اکثر گروہ ان حقائق علمیہ سے غافل ہیں۔ (تقی انور)

کس طرح ہوتی ہے وہ اس طرح ہے کہ جب آفتاب نے آسمان کی بلندیوں پر اپنا نور پھیلایا آئینہ کو اس کے مقابل کر دیا اس نے اس کی شعاعوں کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ وہ (عکس) ایسا واضح ہوتا ہے کہ اگر حجر بحت والے عالم میں نہ ہوتے تو سارا عالم دہری ہو جاتا۔ اس لیے کہ ارادہ و اختیار اسی تجلی اعظم سے جوش مارتا ہے۔ اور حجر بحت کے علاوہ اس کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہے ......

مخاصمہ کفار کے بیان میں اللہ کے بندوں پر اور بندوں کے اللہ پر حقوق سے وہ غافل تھے اس لیے کہ ان اشیاء کے ظہور کو جلا دینے والی ایک ایسی شعاع ہے جو تجلی اعظم کے گرد قائم ہے اور حکمت میں دلیلوں سے ثابت شدہ ہے کہ اگر چراغ کو ایسی جگہ رکھا جائے جہاں اس کے اور دیکھنے والے کے درمیان اچھا خاصہ فاصلہ ہو اور اس چراغ اور دیکھنے والے کے درمیان ظلمت متحقق ہو۔ ناچار چراغ کی لو میں جو ضعف ہے وہ دکھائی دیتا ہے (یعنی اگر چراغ بلندی پر ہو تو بہت دور سے نظر آتا ہے اور درمیانی فاصلہ میں ظلمت متحقق ہوتی ہے اور چراغ ٹمٹاتا نظر آتا ہے یہ ٹمٹاہٹ دراصل چراغ کی لو کا ضعف ہے جو نظر آنے لگتا ہے اگر قریب سے دیکھا جائے تو چراغ کی لو بغیر ٹمٹاہٹ کے نظر آئے گی) اس کی وجہ یہ ہے کہ چراغ جو شعلہ چراغ کو محیط ہے اس حالت میں خوبصورت شعلہ ظاہر ہوتا ہے۔

یہی مثال تجلی اعظم کی شعاع کی ہے جو اسفل السافلین کی طرف دیکھنے والوں میں تجلی اعظم کی صورت میں ظہور کرتی ہے (یعنی کمزور حجر بحت والے تجلی اعظم کے ادراک سے محروم رہتے ہیں صرف اس کے گرد کی شعاع کا ادراک کرتے ہیں اور اسی کو تجلی اعظم جانتے ہیں) اب ہم بیان کرتے ہیں کہ حجر بحت والے (یعنی کاملین) تجلی اعظم سے کیوں راہ یاب ہوئے علوم وجدانیہ میں علم اور معلوم کے درمیان نسبت ہونا ضروری ہے اس لیے حکمائے متقدمین کا قول ہے کہ مدرس عین مدرک ہے (یعنی ادراک نسبت عینیت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا) بالجملہ کیونکہ ان کے (کاملین کے) نفوس ناطقہ میں حجر بحت شعاع انگیز ہوا تو وہ تجلی اعظم کی توجہ کی طرف پہلی ہی حرکت میں مضطر ہو گئے ان میں طلب تھی یا نہ تھی (یعنی جاذبہ نے ان کی غیریت ختم کر کے عینیت کے ساتھ متوجہ کر لیا)

الوانِ طبیعیہ | اس کی مثال اس شخص کی ہے جو خاک سے پیدا ہو کر اسفل کی طرف بمقتضائے اصل فطرت کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی اصل فطرت میں کون سی چیز حرکت دینے والی ہے۔ اور اس نے کس چیز کو حرکت کا قبلہ بنایا ہے (یعنی جب آدمی اپنی اصل فطرت سے مجبور ہو کر اضطراری حرکات کا مرتکب ہوتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس کی فطرت میں کون سا عنصر غالب ہے اور یہ حرکت اضطراری کس عنصر کے غلبہ سے سرزد ہوئی جب یہ حرکت (اضطراری) کاملین میں ظاہر ہوتی ہے تو تجلی اعظم کے عُلوم مناسبہ ان کی ارواح اور سر میں فوارہ مارنے لگتے

ہیں اس مقام پر مختلف رنگ ظاہر ہوتے ہیں۔ کچھ اَلوانِ طبیعیہ جو اس موطن کے اصل مقتضا ہیں میں بیان کرتا ہوں نورِ صرف کی صورت اشیائے متعددہ میں تمام الوان پر غلبہ کی صورت میں صورت سریان شے واحد ہے (یعنی نورِ صرف کی صورت بیرنگ ہے اور ہر رنگ میں سریان کئے ہوئے ہے لہٰذا ہر رنگ کی حقیقت بے رنگی ہے جو شے واحد ہے، ان تمام الوان میں سر کی صورت تجلی اعظم سے فیض حاصل کرتی ہے لیکن حجر بحت کی فطرت سے اطلاع جوش مارتی ہے (یعنی حجر بحت اپنی فطرت کے باعث حقیقت پر مطلع ہونا چاہتا ہے، کہ یہ سب (الوان) صورتیں ہی صورتیں ہیں جو آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہ ایک امر مستمر ہے جس میں تغیر کا گذر نہیں (یعنی حجر بحت کی یہ فطرت امر جاری ہے جس کو بدلا نہیں جا سکتا یعنی یہ ناممکن ہے کہ حجر بحت کی حقیقت پر مطلع نہ ہونا چاہے) کبھی عین کشاکش میں (یعنی رنگوں کی صورتوں اور حجر بحت کی فطرت سے جو کشاکش سر میں پیدا ہوتی ہے، تمام الوان نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور صرف حقیقت مجردہ (بیرنگ) باقی رہ جاتی ہے (جیسے تجلی ذات کے وقت آدمی محو ہو جاتا ہے اور اس کی محویت کا ادراک صرف تجلی آثار و صفات والے کرتے ہیں یعنی وہ عام لوگوں کی نظر میں علیٰ حالہٖ موجود ہوتا ہے لیکن تجلی آثار و صفات والوں کو نظر نہیں آتا یہ نہ دیکھنا ہوتا ہے) یہاں پر پردہ اٹھ گیا اور عطا مکمل ہو گئی۔

انسان اللہ تعالیٰ کا تقاضائے ظہور "فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ" ہے

جاننا چاہیے کہ بنی آدم کی ملکیت وہ شے ہے جس میں وہ تصرف کر سکے گھوڑے کا مالک وہ ہے جو اگر سوار ہونا چاہے سوار ہو خواہ کسی کو عاریتاً دے دے یا فروخت کر ڈالے علیٰ ھٰذا القیاس۔ مالک زمین اور مالک بندہ وہ ہے جو اس میں تصرف کرے اور اس جگہ ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ انواع کی صورتیں ان کی اصل فطرت کے مطابق واقع ہوتی ہیں جس طرح بچہ کی پیدائش کے بعد دودھ کا پستان میں آنا ایک طرح کی فطرت ہے اور فطرت تدبیر الٰہی کا مقتضی ہے اور اس تدبیر الٰہی کے اجراء کے لیے اسباب کا آپس میں ارتباط ضروری ہے جیسے پہلے مزاج میں رطوبت پیدا کر کے محفوظ کی گئی پھر وہ رطوبت حیض کی شکل میں نمودار ہوئی دوبارہ جنین کی غذا بنی اور سہ بارہ مولود کی غذا کے لیے خالص دودھ بن گئی۔ پس ارتباطِ خاص کو قرآن عظیم میں ملک سے تعبیر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما خلق لکم من ازواجکم پس اللہ تعالیٰ نے اصل فطرت میں تصرف کر کے نوعِ انسانی کو مرد و عورت میں تقسیم فرما دیا اور تناسل کے لیے

اللہ تعالیٰ نے مرد میں ذکر اور خصیتین ظاہر فرمائے اور عورتوں کے خصیتین کو ان کے جسم میں پوشیدہ رکھا اور مرد کے خصیتین سے مادہ ذکر میں ظاہر فرمایا اور عورت کے خصیتین کے مادے کو بھی پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ یہ سب چیزیں تناسل و توالد کی (بلغرض تفصیل) مقتضی ہوئیں پھر ایک کو دوسرے کی رغبت دی اور ایک کی حاجت دوسرے پر موقوف رکھی۔ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا سے یہی مراد ہے اور اسی طرح کتب الٰہیہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کو آدمی کے لیے پیدا کیا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو صاحبِ عقل و صناع پیدا کیا تاکہ وہ صنعت سے رسی بنائے اور گلائے بیل اور گدھوں کی گردنوں میں ڈالے اور حیوانات سے دودھ حاصل کرے اور ان جانوروں کا سختی اور نرمی سے علاج کر کے ان کو اپنی حاجتوں کے لیے مسخر کرے (اولم یروا انا خلقنا لھم انعامًا فھم لھا مالکون) اور ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون، کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صورتیں ایسی بنائیں کہ ان کی نوع کا اقتضا عبادت ہو۔ یعنی تخلیق کا مقصد دراصل عبادت ہے۔ پس جب تک افرادِ نوع اپنے مزاج کی سلامتی سے موافقت رکھیں ان کی قوت عاقلہ ان کی قوت سبعیہ اور بہیمیہ پر غالب رہے ان میں اشیاء کی طرف (قوت سبعیہ و بہیمیہ کی وجہ سے) التفات پیدا ہو اور عقل کے غلبہ کی وجہ سے طلب اللہ کے لیے ہو اور اس کے سامنے تضرع وزاری اور انکسار سے یقین کے ساتھ عبادت کریں اور عبادت کو نہ چھوڑیں یہ معنی اِلّا کے تاکیدی لام سے معتبر ہیں اور اس جگہ یہ نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ پوری شریعت انہیں اختصاصات کا بیان ہے کیونکہ نوع انسان کی ابتدائی صورت نے انہیں اختصاصات کا تقاضا کیا ہے (نوع انسانی کی ابتدائی صورت اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ہے اور یہ وہی معنوی صورت الٰہیہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تجلی اعظم سے معنون فرماتے ہیں) اور مرتبۂ کلامِ نفسی میں خدائے تبارک وتعالیٰ نے صورتِ انسانیہ کی طرف گہری نظر فرمائی (یعنی صدرِ نوعیہ کے مقتضیات کو کلام نفسی سے سمع فرمایا) اور انہیں مقتضیات کے موافق تدابیر منزل تدبیر مدنی تہذیب نفسی علماً اور عملاً (یعنی پوری شریعت کے احکام واجب فرمائے اور حدِ ذاتی استعداداتِ علیہ اور بیانات فطرہ سے ممثل ہوئی۔ یہ تمام احکام نوع انسانی کے صدرۂ نوعیہ کے مقتضیات ہیں۔ پھر افرادِ انسانی کے درمیان

لے جب ذات بحت لغفولئے فاحببت ان اعرف اپنی جانب متوجہ ہوئی تو اس توجہ سے وہ تمام شیون جو صرافت ذات میں گم تھے متجلی ہو کر ایک دوسرے سے ممتاز ہو گئے یعنی ان شیون کے انوار اپنے اپنے رنگ میں میرہن ہوئے۔ یہ شیون حی۔ علیم۔ قدیر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ کلیم ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اسے وجود ظلی اور تعین مانتے ہیں کیوں کہ یہی شہود کی ابتداء ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ (باقی اگلے صفحہ پر)

ایک فرد کا ظہور جس کا حجر بحت حجاب ہوتا ہے کہ وہ صحیح طور پر مراقبہ نہ کر سکے (یعنی ایسے شخص کا ظہور جس کے حجر بحت پر احکام نفوس کے غلبہ سے اسے یکسوئی حاصل نہ ہو سکے اور اس کی توجہ تجلی اعظم کی جانب

(بقیہ حاشیہ) اللہ علیہ نے صوفیاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے اسے تجلی اعظم کی اصطلاح سے تعبیر فرمایا کیونکہ اصطلاحات تصوف میں اسی توجہ ذاتی کو تجلی از خود بر خود دار خود کہا جاتا ہے اور چونکہ اس چہرہ میں رنگ کے ساتوں انواع شامل ہیں اور انہیں رنگوں کی تفصیل ساری کائنات ہے لہذا اس اعتبار سے صدر نوعیہ کی اصطلاح استعمال فرمائی۔ یہی چہرہ مع اس توجہ ذاتی کے رحمٰن ہے اور بفحوائے قل ہو اللہ احد احمد کا چہرہ ہے جو مفصل ہو کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنا۔ اس چہرہ کے دو رُخ ہیں۔ ایک ذات بحت کے بالمقابل جسے ولایت ذاتی کہا جاتا ہے۔ جو فیض رحیمی کے لیے مخصوص ہے اور دوسرا رخ جو ہونے والی خلق کے بالمقابل تھا نور نبوت کہلاتا ہے (اور) یہ فیض رحمانی یعنی فیض عام سے مخصوص ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب بعثت کے بعد معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام معقولات اور محسوسات کا بیک آن ادراک فرمالیا یہ دولت عرفان خلعت رحیمی تھی ولایت ذات بھی آپ کے حوالہ ہوئی اور آپ الرحمٰن الرحیم ہو کر معراج سے واپس تشریف لائے اور اپنی باطنی خلافت مع خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمائی۔ اسی احد کے چہرے یا حقیقت محمدی کی شعاعوں سے عالم امر میں قلم اعلیٰ اور لوح محفوظ میرہن ہوئے جن سے مزید اقلام والواح میرہن ہوئے قلم اعلیٰ کو روح کلی اور لوح محفوظ کو نفس کلیہ کہا جاتا ہے جس میں ثنیئیت پائی جاتی ہے جو مادہ کی ابتداء ہے عقول و نفوس کی تخلیق عالم امر میں مکمل ہونے پر احد کے چہرے کو میم کے اضافہ سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ قرار دیا گیا یعنی جو چہرہ ذات میں احد تھا وہ عالم امر میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے معنون ہوا اس میم میں چالیس مراتب وجود جو میم کے اعداد ہیں شامل ہیں۔ اور وہ عقول و نفوس کا مجموعہ عرش اعظم کی شکل میں احد کے چہرہ کے بالمقابل پہلے موجود کی حیثیت سے قائم ہوا جس پر رحمٰن مستوی ہوا اور جس کو عالم امر اور عالم خلق کا درمیانی واسطہ قرار دیا گیا اور عرش کو علیین و سجین سے آراستہ کیا گیا پھر احد کے نوری اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی چہرہ سے خلق کے استنارے کی خاطر اُسے محسوس بنانے کے لیے علیین میں ایک مٹی کا پتلا بنایا گیا مٹی اس زمین سے لائی گئی جو اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ کہلاتی ہے اور جس سے یہ زمین حشر میں بدلی جائے گی، اور پانی بھی اسی ارض کے دریا سے جو عرش کے اوپر ہے حاصل کیا گیا۔ پھر نفس الرحمٰن کی ہوا اس میں پھونکی گئی اور اس کے قلب میں نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ کی آگ سلگائی گئی۔ اور پھر فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ سے یہ اعلان کیا گیا کہ آدم کا چہرہ احد کا چہرہ ہے اس

باقی اگلے صفحہ پر

ناقص رہی اور وہ مراقبہ نہ کر سکے یہ بھی صدر نوعیہ کے مقتضیات سے ہے) اور پھر حکم الٰہی سے اس فرد کے مجبر بحت کا جاری ہوتا اور لوگوں تک پہنچنا اور قوائے فلکیہ کے درمیان سے اور ملاءِ اعلیٰ کی تائید اوران کے الہام سے تالیف دینا اور شریعت وملت کے درمیان دہری ثابت کرنا (یعنی دہریت کی تبلیغ کا باعث بھی مجبر بحت کا اس شخص کے روح دہر کے بجائے عقل و قلب میں فوارے کی طرح جوش مارنے سے ہوتا ہے اور وہ شخص اضطراری طور پر دہریت کی تبلیغ کرتا ہے اور اسے ملاءِ اعلیٰ کی تائید اوران کے الہامات کی تالیف حاصل ہوتی ہے) یہ سب صورت نوعیہ کی گل افشانیاں ہیں (یعنی خیر وشر دونوں صورت الٰہیہ سے ہیں) اگر تم بنظر تحقیق غور کرو تو تشریع تقدیر میں داخل ہے (یعنی تقدیر وہ اندازہ ہے جو اجبار بحتیہ پر احکام ملکیہ یا احکام نفوس کے غلبہ کے مطابق قرار پایا) اور تشریع احکام ملکیہ اور احکام نفوس کا بیان ہے اور اس کو پورا کرنے والی ہے۔ (یعنی اندازے کو صحیح ثابت کرنے والی ہے) اور افراد کا حکم انواع کے حکم میں داخل ہے اور اس کا پورا کرنے والا ہے (یعنی ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ قدر کے وقت جس فرد کے مجبر بحت پر جو احکام ملکیہ یا احکام نفوس غالب کر دیئے گئے وہی اس کی شریعت ہیں لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَکْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ) جس شخص نے یہ کہا ہے

دریا بمحیطِ خویش موجے دارد خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

(یعنی جس نے اپنے آپ کو مجبور محض جان کر اللہ کے فعل کو الزام دیا) تو یہ دہریوں کا مذہب ہے

(بقیہ حاشیہ) نفخہ سے احد کا نوری اور احمد کا معنوی چہرہ اس پتلے کو سونپا گیا اور بشر کی تخلیق عمل میں آئی پھر نوع بشر کو آدم وحوا میں تقسیم کر کے ناسوت میں اتارا گیا۔ آدم کے صفات میں نوع بشر کی تقسیم سے جو نقص واقع ہوا جس کے سبب سے انہوں نے شجر ممنوعہ کھایا اس نقص کو طویل سلسلۂ تناسل کے ذریعہ رفع کیا گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے حقیقی صفات لے کر عالم ناسوت میں جلوہ گر ہوئے اور انا احمد بلا میم اور من رآنی فقد رای الحق کا اعلان فرمایا۔ حضرت ابو بکر دقاق کا قول ہے کہ جس کو خلق خدا کہتی ہے وہ ہمارے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور جسے خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتی ہے وہ ہمارے نزدیک خدا ہے نوع بشر کے ہر فرد کی ساخت میں اس کا دماغ عالم امر کا نمونہ ہے قلب عرش کا نمونہ اور نفس ناسوت کا نمونہ ہے اور پورا جسم ملے جلے سات نظاموں پر مرتب ہے۔ یہ نظام حیات۔ علم قدرت، ارادت، سمع۔ بصر۔ اور کلام کے نظام ہیں اور جب خون اپنے دوران میں نفس وقلب کے تقاضے لے کر دماغ تک پہنچتا ہے تو دماغ اس لوح کے مطابق امر کرتا ہے جو اس فرد کے دماغ میں منطبع ہے اور اعضائے جسمانی اسی امر کی تعمیل کرتے ہیں۔ تقی انور

جس میں غیریت بھی ہے اور جہالت بھی کیوں یہ سب درحقیقت انسان ہی کے صدر نوعیہ سے ہے) اور محمدیوں کا مذہب یہ ہے کہ اسی طریقہ پر یہی تقدیر و تشریع اور یہی جزو و کل ہیں جنہوں نے تجلی اعظم سے (یعنی انہیں کی صدر نوعیہ سے) جوش مارا ہے اور قصد و تاثیر نے فوارہ مارا ہے (یعنی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے مقتضیات کو پہچان کر اللہ تعالیٰ کو الزام نہیں دیتے بلکہ اپنے نفس کو ملزم جان کر اس سے چھٹکارا چاہتے ہیں دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ بہ الفاظ دیگر دہریت غیریت کی پیداوار ہے اور ایمان عینیت کی پیداوار) پر تمام غایات و تعلیلات متحقق ہیں اور یہ تمام ربط و ضبط ثابت ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ (یعنی تجلی اعظم کے ساتوں شیون بغیر اضداد کے ہیں اور وہ انسان کی روح میں موجود ہیں لیکن جب ان کا عکس اس کے نفس پر پڑتا ہے تو وہ الٹ کر اپنے اضداد بن جاتے ہیں اور یہی مجموعہ اضداد اس کا نفس ہے اور نفس کے بغیر ظہور ناممکن ہے۔ بالفاظ دیگر انسان اللہ تعالیٰ کا تقاضائے ظہور فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ ہے۔ جس پر اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ شاہد ہے۔

بے شمار علوم سے افاضہ کواکب کے ممتزج کے بغیر ممکن نہیں

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ایک ذات لاتعداد اور بیشمار علوم اس باب سے جو کہ ہر موجودات میں سے ہر موجود میں ہیں خواہ وہ جوہر ہو یا عرض قول ہو یا فعل قوائے متعددہ الٰہیہ و امکانیہ کی مشارکت سے ہوتے ہیں، واقع ہوئے یہاں تک کہ ان تمام موجودات نے متشکل ہو کر افاضہ کیا اور یہ حقیقت ایک بازار کی صورت

لے یعنی افراد انسانی کے درمیان ایک ایسے فرد کا ظہور ہوا جس کے حجر بحت پر جھلی کے مثل حجاب تھا یعنی اسی میں نہ تجلی اعظم کی صورت قبول کرنے کی استعداد بھی اور مراقبہ کی صلاحیت پھر جب اس پر تجلی اعظم کی شعاعیں پڑیں تو صورت نوعیہ کے مقتضیات اور حکم الٰہی سے اس کے حجر بحت ایک سیلان جاری ہوا جس نے اس کے عقل و قلب میں فوارے کی طرح جوش مارا پھر اس کے زبان و فعل سے جاری ہو کر لوگوں تک پہنچا اور یہ سب کچھ قوائے فلکیہ کی امداد اور ملاء اعلیٰ کی تائید اور انکے الہام سے ہوا اس سے قوم و شریعت و ملت کے درمیان دہریت ثابت ہوئی یہ سب صورت نوعیہ کی گل افشانیاں ہیں۔ اگر تم بہ نظر تحقیق غور کرو تو تشریع تقدیر میں داخل ہے اور اس کو پورا کرنے والی ہے اور افراد کا حکم انواع کے حکم میں داخل ہے جس شخص نے یہ کہا ہے ؎ دریا بہ محیط خویش موجے دارد   خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

تو یہ دہریوں کا مذہب ہے اور محمدیوں کا مذہب یہ ہے کہ اسی طریقہ پر تقدیر و تشریع اور جزو کل میں جنہوں نے تجلی اعظم سے جوش مارا ہے اور اسی کے قصد و تاثیر سے فوارہ چھوٹا ہے یہ تمام غایات و تفصیلات متحقق ہیں اور یہ ربط و ضبط ثابت ہے یعنی قل کل من عند اللہ اور وللہ الحجۃ البالغۃ۔ (تفہیمات)

میں متمثل ہوئی جہاں ایک انبوہ عظیم ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول ہے اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے اس نے ایک فعل کیا اور اس کے صادر ہونے میں مثلاً ایک تہائی قوت شہوی اور ایک چوتھائی قوت غضبی اور اسی قدر قوت عقلی مرکب ہوئی اور اسی طرح اس کے قلب و روح وغیرہ کے لطائف کے مختلف مقادیر (خصوصیات) سے مداخلت کی (اثر انداز ہوئی) اور یہی قسم کواکب و افلاک کے قویٰ کی ہے جو متفاوت اندازوں سے ممتزج (شامل) ہوئے یہاں تک کہ فعل کی صورت اختیار کی جس طرح کسی معشوق نے عاشق سے مزاحاً کوئی بات کہی پس اس بات میں کتنی قوت شہویہ داخل ہوئی اور کتنی قوت عقلیہ صرف ہوئی اور قلب کی تاثیر کس انداز سے اور لطیفہ روح کا اثر کس طرح واقع ہوا۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ غرضیکہ تمام حرکات و سکنات اور لطائف و قویٰ میں ترکیب و امتزاج اور ہر ایک کے میزان و مقدار کا میں نے مشاہدہ کیا اور ان علوم کا افاضہ ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا بہت تیز بارش ہو رہی ہے اور ان اجسام متمثلہ کی حقیقت میں وہی تمام علوم جمع ہیں جنہوں نے صرف مشاہدہ و معاینہ کے لیے یہ شکل اختیار کی ہے اور ایسا معلوم ہوا کہ اس قسم کے علوم کا افاضہ بجز کواکب علویہ کے اوقات میں یکجا ہونے کے نہیں ہوتا ہے۔

ایک عزیز کی صالحہ صاحبزادی کا واقعہ حضرت اقدس کے ایک مخلص عزیز تھے۔ جن کے ایک لڑکی تھی اور ان کو اس کی استطاعت نہ تھی کہ اپنے خاندان کے رسم و رواج کے مطابق دھوم دھام سے شادی کر کے رخصت کر سکیں۔ ہر چند حضرت اقدس نے ان سے بہ تکرار اور بتاکید یہ فرمایا کہ وقت کی نزاکت اور حالات دیکھتے ہوئے کسی کے ساتھ اس کی شادی کر دو لیکن وہ مفلسی کے خوف اور غیرت کی وجہ سے حضرت کی تعمیل حکم نہ کر سکے اور اس معاملہ میں اتنی زائد تاخیر کی کہ خود اس عالم سے چل بسے جس کی دیر سے لڑکی کی ماں اور نانا بے سر و ساماں ہو گئیں اور وہ لڑکی حد مراہقت[1] سے بڑھ گئی لیکن پھر بھی پاک دامن و صالحہ رہی اور کبھی کبھی حضرت کی زیارت کے لیے خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ اپنی پرانی عادت و معمول کے مطابق ایک روز آپ کے دولت کدہ پر حاضر تھی حضرت اقدس پر جناب الٰہی سے یہ الہام ہوا کہ "فلاں عورت نے جو دعائیں کیں۔ ہم نے سنیں اور ہم کو بہت پسند آئیں"، بلکہ اس دعا کے الفاظ بھی آپ پر القا ہوئے اور وہ یہ تھے کہ "میں بے کس ہوں اور میرا کوئی دستگیر نہیں"۔ یہ بات بارگاہ ربوبیت میں پسند آئی لیکن اس میں اس کی صلاحیت نہیں ہے کہ ہم براہ راست اس کے قلب پر القا کریں۔ تم اس

[1] یعنی حد بلوغ سے بڑھ گئی۔

سے یہ بات کہہ دو کہ ہم اس کی اس طرح کارسازی کریں گے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا۔ لیکن اس کو چاہیے کہ قرآن سیکھ لے اور اس کے پڑھنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کرے۔ پس حضرتِ اقدس نے اُس کو یہ بشارت سنائی اور جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ وہی کلمات (الفاظ) تھے جن سے اس نے دُعا کی تھی

ماہ شعبان ۱۱۶۳ھ میں جب کہ اعتکاف چلہ کشی حضرت مولائی وملجائی قریب پہنچا دلِ عقیدت منزل بوجہ عادت مالوفہ اعتکاف کے شرفِ مجاورت کے لیے بیچین ہوا۔ چونکہ حضرت قبلہ گاہی کا حکم وطن ہی میں قیام کا تھا لہٰذا اس مقصد نیک کے لیے سفر آپ کے حکم کی بجا آوری کے خلاف کرنا سخت دشوار معلوم ہوا۔ اپنا اضطراب و تاسف بذریعہ عریضہ حضرت اقدس کی خدمت میں تحریر کیا۔ آپ نے جواب میں اس عنوان کا والا نامہ تحریر فرمایا۔

صورتِ مثالیہ سے خطاب
(مکتوب بہ نام مؤلف)

حقائق و معارف آگاہ سجادہ نشین اسلاف کرام عزیز القدر میاں محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام معلوم ہو کہ اللہ کی عنایت سے یہاں سب خیریت ہے اور تمہاری خیر و عافیت جناب الٰہی سے نیک مطلوب۔ تمہارے خطوط پہنچے جن سے یہ معلوم کر کے کہ تم اس اعتکاف میں نہ پہنچ سکے میرا تو عجیب حال ہو گیا اور تمہاری ملاقات سے جو سکون اور انس حاصل ہوتا تھا اس کے نہ ہونے سے ملال ہوا اور پھر یہ سوچ کر کہ جو جس کام کے لیے جہاں مقرر ہیں ان کے لیے وہی جگہ زائد مناسب ہے ؎

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی ۔ کانگشت نمائے عالمے خواہی شد[۱]

بہرحال اس ظاہری جدائی کی تلافی بھی ضرور ہونا چاہیے اور دل میں یہ بات جاگزیں کر لی ہے کہ اس اعتکاف میں ان اوقات میں تم سے بالمشافہ معرفت کی باریکیاں جو ہوں گی تمہاری صورت مثالیہ سے ان کا خطاب کیا جائے گا اور اس دوران جو کچھ بھی تمہارے دل پر وارد ہو اس کو بقدر اپنی سہولت قلم بند کر لو تاکہ "المکاتبۃ[۲] نوع المخاطبۃ" کا رنگ ظاہر ہو جائے۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ جہاں حضور و غیب یکساں ہے اور ناقابل بیان اس کو تمہارے قلب کے حوالہ کرتا ہوں۔ والسلام"

اس تسلی کی بدولت اس عاجز نے وطن ہی میں ان مخاطبات پر امید و بھروسہ کرتے ہوئے

۱؎ تم کس دن چاند بنوگے یہ تم نہیں جانتے اور اس دن ایک عالم کی نظروں میں تم ہی تم ہو جاؤگے۔

۲؎ مکاتبت مخاطبت (ہم کلامی) کی ایک قسم ہے۔

اوران نفحات کو مدنظر رکھتے ہوئے اعتکاف چلہ کشی اختیار کیا اور اس دوران جو فیوض وبرکات معنویہ آپ نے افادہ فرمائے کیا بیان کئے جائیں جس کے شکر کی ادائیگی تقریر وتحریر سے باہر ہے ؎

گر برتن من زباں شود ہر موئے ✶ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد[1]

اور جو کچھ مخاطبات موجودہ آپ کے قلم اعجاز رقم سے صادر ہوئے اس کی تحریر سے اس رسالہ (کتاب) کو مزین کیا جاتا ہے اور ہر مقدمہ لفظ "مخاطبہ" سے معنون کیا جاتا ہے۔

مخاطبات

افادہ :۔ ایک بار ایسا ظاہر ہوا کہ ملک عمان میں جس کا بندرگاہ اور ساحل مسقط ہے اہل اللہ کے صفات سے متصف ایک بہت ضعیف العمر اور صالح بزرگ رہتے ہیں جو ملک یمن کے قبیلہ حمیر سے ہیں اور اب (فی الحال) عمان میں مقیم ہیں اللہ تعالیٰ کی ان کی طرف ایک خاص نظر ہے۔ اور ان کا رجحان علمائے حدیث کی جانب ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شافعی مسلک کے ہیں۔ نورانیت ان کے چہرے سے ظاہر ہے لیکن وہ گمنامی اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور ان کا رنگ سیاہ ہے۔

مخاطبہ :۔ اور انہیں اوقات میں ایک وقت یہ القا فرمایا کہ ہم نے تجھ میں اس وقت ایک دوسری طرح سے ظہور کیا ہے اور یہ ظہور سو سال تک رہے گا۔ پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات انوار کمالاتِ نسیمہ و لطائفِ بارزہ کی جانب سے ہے جو معارف و اسرار لطائفِ کامنہ سے زائد نفع بخش ہوں گے۔

وظیفہ یَا خَفِیَّ الْاَلْطَافِ اَدْرِکْنِیْ الخ کے اثرات

مخاطبہ :۔ سرزمین ماوراء النہر کے متاخرین طریقہ احرار یہ تہجد کے وقت ایک ہزار ایک بار یَا خَفِیَّ الْاَلْطَافِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ۔ پڑھا کرتے تھے فقیر نے بھی ان کی موافقت میں چند بار رات میں اعتکاف میں اسے پڑھا۔ ایک رات اس کے پڑھنے کے دوران الطافِ خفیہ کے سمندر

---

[1] اگر میرے جسم کے ہر رونگٹے کو قوتِ گویائی عطا ہو جائے تب بھی تیرے ہزار شکروں میں سے ایک شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

کے موتی ظاہر ہوئے اسی میں سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص زراعت کرتا ہے یا تجارت اور اس سے اپنی گذر بسر کرتا ہے تو لطفِ خفی اس شخص کے حق میں یہ ہے کہ اس کی کوشش رائیگاں نہ جائے اور مقصد حاصل ہو جائے اور اس زراعت و تجارت اور اس سے اور مصیبتیں ہیں جو اس شخص کے علم کے بغیر اس سے دفع کر دی جاتی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے لہٗ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہٗ من امر اللہ بعد ازاں حق تعالیٰ کا راستہ اتفاق و نگہداشت وغیرہ کے ساتھ الہام کرتے ہیں اور ان احراریوں کی ایک جماعت جب آپس میں ملاقات کرتی ہے تو لطفِ خفی اس جماعت کے دل سے جوش مارتا ہے پس وہ ایک دوسرے سے پیار و محبت سے ملتے ہیں (ملاطفت و مبادلہ کرتے ہیں) اور اگر ان کے رغبت کرنے میں محبت ہوتی ہے تو وہ بھی اسی وجہ سے ہوتی ہے اور جو شخص اس کا دوست ہوتا ہے اس کے فوائد اس کو بھی پہنچتے ہیں اور اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ یہ اس شخص کی دوستی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے اور جو شخص اس کا دشمن ہوتا ہے اس کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ اور اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ یہ اس شخص کی دشمنی کی وجہ سے پہنچا ہے تو وہ توبہ کرتا ہے اور دشمنی سے باز آجاتا ہے پھر یہ دیکھا کہ جب یہ شخص یَا خَفِیَّ الْاَلْطَافِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ پڑھتا ہے تو اس اسم کی حقیقت اپنی گردن اٹھا، اٹھا کر اس کو دیکھتی ہے اور اس کی اس غائر نظر کی وجہ سے اس بندہ کے نفس ناطقہ کے صُلب میں جو لطفِ خفی ہے اس سے ایک چشمہ جاری ہو کر پوری طرح پھیل جاتا ہے۔ اور جس جگہ بھی کسی قلب کو پاتا ہے بغیر اس قلب کے نظام میں کوئی خلل پڑے اس میں در آتا ہے۔

فیض فطری استعداد کے مطابق ہوتا ہے

مخاطبہ:- فیض ہر جگہ ہے۔ اور یہ فیض سالک کے نفس پر اس کی فطری استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ ورنہ فیض مبدأ عام ہے اور اس کلیّہ کے مدنظر ہر لطیفہ کے فیض کو مبداء کے فیض کی طرح جو سورج کی شعاع کی مثل ہے نفس پہ قابلِ قبول بنانا چاہیے اور جس طرح مستفیضین کی استعدادات کا تفاوت اثر قبول کرنے میں ہوتا ہے اسی طرح اجسام کا تفاوت شعاع قبول کرتے ہیں پس برف سورج کی شعاعوں سے حرارت قبول نہیں کرتا اور پانی کر لیتا ہے۔ اور زمین پانی سے بہت زائد اثرات قبول کرتی ہے اور لوہا سب سے زائد اور سب سے اعلیٰ مرتبہ میں آتشیں شیشہ ہے جو اپنے مقابل جسم کو

۲؎ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس انسان کی حفاظت کرتے ہیں۔

صورتوں کے انعکاس کی وجہ سے بوضع خاص جلا ڈالتا ہے۔ محبتِ خاص جو بندہ کی صفت ہے حقیقت کے مبداء کی محبت کے لیے ناگزیر ہے وہ اس بندہ اور مبداء کے درمیان چھپی ہوئی نسبت ہے جو اس کے کسب کی وجہ سے ظاہر ہوئی اور اس ظہور کے مبداء کی محبت بندہ میں اس ظہور کا اثر ہے کہ وجود بندہ وجودِ خالق میں رُوپوش (گم) ہو جائے اور اسی طرح ہر وہ محبت جو اپنے محبوب کی طرف ہو۔

تجلی اعظم کی نشانیاں

مخاطبہ:۔ جب یہ کلیہ معلوم ہو گیا تو اب یہ جان لینا چاہیئے کہ تجلی اعظم کے مقابل آدمی کے نفس میں ایک نقطہ ہے اور تجلی اعظم کی رغبت و محبت اسی نقطہ کی طرف ہے۔ جیسا مذکور ہو چکا۔ اگر یہ نقطہ مثلِ براق صاف شفاف اور نورانی ہو۔ کدورت اور گرد و غبار اس میں عارض نہ ہو تو جو شخص مثلِ شیشہ آتشیں ہے تو وہ تجلی اعظم سے اس کی شعاعوں کو جذب کرتا ہے اور قبولیت کا اثر اس میں دکھائی دیتا ہے یہاں تک آثارِ خارقہ (کرامتیں خرقِ عادات) اپنے بعض حالات میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان محاکات کی تشریح (بھی) کر دیں۔ تجلی اعظم کی نشانیوں سے پہلی نشانی اس میں تجلی اعظم کی شناخت ہے اور ہمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے کو اس کے سپرد کر دینا اور اس میں متلاشی رہنا ہے (فنا ہو جانا ہے) جس طرح بعض نفوس کے قوٰی کہ ان میں کواکب سیارہ کے قوٰی بھی پیدا کیے ہیں اپنے ہی اندر گردش کرتے ہیں اور بعض تجزیہ کرنے پر اپنے ہی پر مطلع ہوتے ہیں اور ایک طرح سے ان کی نظر خود اپنے ہی پر پڑتی ہے۔ اس نقطہ کے ضمن میں کواکب سیارہ کے بعض علوم اس نفس پر نازل ہوتے ہیں اور اس سے عالم میں ایک گردش دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح یہ نفس اپنے ہی اندر گردش کرتا رہتا ہے اور اپنے سر پر مطلع ہوتا رہتا ہے اور اپنے میں ایک قسم کی بیداری پاتا ہے اور تجلی اعظم کے بعض علوم اس میں گردش کرتے ہیں اور ان میں سے بعض علوم بہت زیادہ ظاہر ہیں جن کے لیے لہٗ ملک السمٰوات والارض۔[1] وھو القاھر فوق عبادہ۔[2] یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم[3] ہے ان آیات

---

[1] آسمانوں اور زمین کے ملک اسی کے ہیں۔

[2] اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔

[3] وہ جانتا ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے۔

سے ان کا اظہار ہوتا ہے) اور ان علوم میں سب سے زائد روشن ان اشیاء کی معرفت ہے جن کا استعمال بدن میں نسمہ کے ساتھ اس نقطہ کی تلاش کو تجلی اعظم میں واضح تر اور بارونق بنا دیتا ہے یا اس کی تلاش سے بہت دور پھینک دیتا ہے اور اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے یہ اسرار قرآن عظیم میں ہر سورت میں مکرر بیان کیے گئے ہیں کہ اس نقطہ کے الحاق کی طبیعت یہ علوم تجلّی اعظم کو دے دیتی ہے۔

یاقوت مقدس کا اصل مقصد اپنی تجلیات کا ظہور تھا

مخاطبہ :۔ خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

آفتاب کو صفاتِ کمال میں سے جو کچھ چاہیے سب حاصل ہے مگر جزئیاتِ کمال میں سے ایک جزو جو آفتاب کو بغیر حجاب کے حاصل نہیں ہوتا وہ روئی اور کوئلہ کا جلا دینا ہے۔ پس آفتاب کا تام بلکہ فوق التمام ہونا اس کا حامل ہوا کہ وہ کمال جزی بھی اس کو حاصل ہو جائے۔ بنی آدم کے حکماء کو یہ الہام ہوا کہ وہ لوہے اور بلور سے آئینہ بنائیں اور اسے تراش کر سورج کے سامنے رکھیں شعاع جو ایک نقطہ کی شکل میں عائد ہوگی اس میں جلانے کی قوت پیدا ہو جائے گی۔ یاقوت کو اپنی ذات کی حد تک جیسا کہ چاہیے شعاعوں کے رنگ حاصل تھے لیکن اس کا دوسرا کمال یہ ہے کہ وہ بغیر مختلف روشنیوں کے اجتماع کے ظاہر نہیں ہوتا اور وہ بھی اس روشنی کے تعاکس و تموّج کا فرق ہے۔ پس یاقوت کی خاصیت یہی کہ وہ مختلف روشنیاں پیدا کرے اور ان روشنیوں کو اپنا خادم بنائے اور (پھر) اس میں دوسرا کمال ظاہر کرے (جیسے کہ) نقطہ جیبیہ[1] سب سے پہلے کسان کی جانب منتقل ہوا تاکہ وہ اسے بوئے اور اس نے اس کے بوتے میں ہل و بیل وغیرہ مہیا کر کے زمین کو اس قابل بنایا اور اس میں وہ سرسوں کا بیج بویا اور آسمان اور زمین کی برکتیں اس کے شامل حال ہوئیں یہاں تک کہ وہ درجہ بدرجہ پورا اُگ آیا پھر اس نے (کسان نے) اس کو مانڈ (اُدا) اندر کا حصہ نکال کر باقی (بھوسی وغیرہ) وہیں چھوڑی اور یہ ولادت ثانیہ ہے۔ بعد ازاں وہ نقطہ جیبیہ تیلی کی جانب منتقل ہوا اس نے اسے خرید کر کوڑے کرکٹ سے صاف کیا اور مختلف ترکیبوں سے مرتب کیا اور پھر اصل تخم (مغز) نکال کر اس سے تیل نکالا اور باقی چھوڑ دیا۔ اور یہ ولادت ثالثہ ہے بعد ازاں

---

[1] اس سے مراد وہ حقیقت کبریٰ ہے جو مختلف ادوار و تبدّلات سے گذری اور ہمیشہ ترقی یافتہ سے کیساتھ رہی۔

بادشاہ کے مشعلچی نے اس کو خرید کر مختلف قسم کی مشعلیں بنائیں اور ان میں تیل ڈالا پھر اس میں آگ لگا دینے سے ان کا فیض ظاہر ہوا اور روشنی کا ہنگامہ پیدا ہوا پھر بادشاہ نے ان مشعلوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور ان کی روشنیاں ایک دوسرے پر صادق آگئیں اور ایک ہی حقیقت نظر آنے لگیں اور مقدار کے فرق کی وجہ سے ان کی روشنی میں فرق و تموّج ظاہر ہوا اور یہ ولادت رابعہ ہے اس وقت یاقوت کو جلوہ بخشا اس کی سرخ روشنی سفید روشنی کے ساتھ جمع ہو گئی اور رنگوں اور روشنیوں کی قلّت و کثرت سے اتنی شعاعیں اور تجلیات ظاہر ہوئیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یاقوت کا اصل مقصد اپنی تجلیات کا ظہور تھا اس نے روشنیوں کو اپنا مظہر بنایا اور پھر یاقوت مقدس نے ان شعاعوں کو خطاب فرمایا لولاک[1] لما خلقت الافلاک ولولاک لما اظہرت ربوبیتی وفی حدیث المعراج ظہرت علی السدرۃ الوان لا ادری ما ھی وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون۔

مخاطبہ :- بعض اوقات یہ دکھائی دیا کہ افراد کاملین نیز ملاء اعلیٰ کی ارواح اور اسمائے حسنی کے انوار مشخصہ (ذوات اسمائے حسنی) جو عالم مثال میں قائم ہیں اور دین کے انوار (جن میں) تجلی اعظم کا حکم ہے افراد بنی آدم کے تولد نسبیہ کی آمیزش سے چاروں قسمیں مثل کواکب مشبّح ہوئیں اور ہر کوکب سے خط شعاع اس بندہ کے نفس کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور اس نفس کی انتہائی گہرائیوں میں چلی گئی۔ اور اپنے کو ہر کوکب کا محبوب پایا اور ہر کوکب کی عنایت کے ذکر کو دیکھا۔

مخاطبہ :- بعض اوقات ایسی حالت کا ظہور رہا جو موت کے بعد پیش آئے گی۔ تو علم حصولی جو حجر بحت سے مثل فوارہ نکلتا ہے اس کے اندر لپٹ گیا اور اس میں گم ہو گیا۔ اور علاوہ حجر بحت کے اور اس کا تجلّی اعظم کا آئینہ ہونے کی حیثیت سے اپنے میں۔ اس کی حضوری کے علم کے سوا کچھ باقی نہ رہا بلکہ تجلّی اعظم کے سوا کسی طرف توجہ نہ تھی۔ نہ یہ کہ کوئی ایسی چیز ہو جو تجلی اعظم کا آئینہ ہو۔ اس وقت ایک عجیب فنائیت طاری ہوئی جو بیان میں نہیں آسکتی۔

مخاطبہ :- اگر ہم کسی عالم کی زبان میں یہ کہیں کہ زید اس صنم کا فاعل ہے پھر اب

---

[1] اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا۔ اور معراج کی حدیث میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر بہت سے رنگ ظاہر ہوئے میں سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا تھے اور ہم لوگوں کو یہ مثالیں دیتے ہیں اور ان کو صرف سمجھدار لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

بہ نظر غائر اس کو دیکھیں اور یہ کہیں کہ یہ تو پتھر کا صنم اور اینٹ کے ساتھ مضبوط کیا ہوا ہے بذات زید (من حیث ہی ہی زید کی نفس ذات کے اعتبار سے) بلکہ زید کا نفس ناطقہ قوائے نسمیہ سے مکتسی (ملبوس) ہوا اور ان قوائے نسمیہ میں خشت و حجر کے مادہ پر تصویر کی قوت بطور کسب و جبلت ظاہر ہوئی۔ اور یہ صورت جو مادہ میں ظاہر ہوئی بلا واسطہ اس استعداد خاص سے مستند ہے جس کو ہم نے تصویر کا نام دیا ہے۔ اور وہ قوائے نسمیہ میں متعین ہے اور وہ (قوائے نسمیہ کا) نفس ناطقہ کا کلی فیض ہے ان دو باتوں میں فرق اجمال و تفصیل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح ایمان بالغیب کی زبان میں اگر ہم تمام آثار وجوبیہ کو اللہ کے نام سے مستند کریں پھر بہ نظر غائر ہم کہیں کہ اللہ کے نام کے دو کمال ہیں۔ ایک کمال ہر موجود کی ایجاد کی وجہ سے ہے اس جگہ ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اشیاء کو حرام و حلال کر دینے والا ہے۔ حسن کو حسن دینے والا اور برے کو برائی دینے والا ہے۔ اور اسی سے اشیاء میں امتیاز پیدا ہوگا اور اگر ہم صفات واجب کے ہر کمال کا ایک مستند تعین کریں (تو) اس کا مزاحم قول اجمالی نہ ہوگا، جب یہ بات صاف اور واضح ہو گئی تو جان لینا چاہیے کہ ذات الٰہی حقیقتاً ہر حکم کی مصداق ہے۔ لیکن ہر حکم کی ایک جہت ہے جب اشیائے کثیرہ ظاہر ہوئیں تو انہوں نے تدبیر و ربط و ضبط کی حیثیت سے ظہور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ تو چند احکام اس ظہور کے ساتھ مخصوص ہو گئے جس طرح نفس ناطقہ اور استعداد کسبی و جبلی کی مثال کے بارہ میں ہم نے کہا جو قوائے نسمیہ میں ظاہر ہوئے اور اسی مقصد کو ہم تجلی اعظم سے تعبیر کرتے ہیں۔

عبارا تنا شتّٰی و حسنک واحد　　　وکل ذٰلک الی الجمال یشیر[1]

مخاطبہ: تجلی اعظم کے احکام جو بواسطہ اجمار بجتیہ افراد لبشر پر ریزش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ استعانت و عبادت خاص تجلی اعظم کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو معبود و مستمع نہ بنائیں اور تجلی اعظم کے مرتبہ کے لائق تعظیم کو کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ کریں۔ اسی لیے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اسی پر اتفاق کیا ہے۔

علیین کی تشریح

مخاطبہ: علیین کی تشریح: جس طرح نفس نباتیہ اشکال و الوان سے میسر ہے لیکن تقاضا

---

[1] ہماری عبادتیں اور مطلب مختلف ہیں اور تیرا حسن یکتا اور ہر ایک تیرے جمال ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کرتا ہے کہ جسم میں اس نفس کے تعلق سے اوراق واغصان (پتے اور شاخیں) اس اس طرح ظاہر ہوں۔
اسی طرح تجلی اعظم اپنی حدِ ذات میں اپنی صرافت ونزاہت پر ہے لیکن اس کی مقتضی ہے کہ عالم میں اس کا ایک
خلیفہ ہو پس بُعد موہوم کی اعلیٰ جانب میں افلاک کے احجار بجتیہ کی روشنیوں نے ظہور کیا اور اس سے کمتر
ملائکہ عظمیٰ کے احجار بجتیہ ہیں جن کے وجود پر عالم کا نظام موقوف کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد افاضل بنی
آدم یعنی انبیاء اور اکابر اولیاء اللہ کے احجار بجتیہ ہیں۔ پھر ان کے بعد (کمتر) وہ احجار بجتیہ ضعیفہ ہیں
جو نفسِ ناطقہ ونسمہ کی پردہ میں لپٹے ہوئے ہیں اور اس قسم میں ایک گرانی ہے جو باسانی بیان میں نہیں
آسکتی۔ پھر ان کے بعد بہت سے نفوس ہیں کہ اکثر وجوہ یا بعض وجوہ کی بناء پر قوائے ملکیہ ان میں ظاہر
ہو کر اس حضرات میں یعنی علیین میں منجذب ہوئے۔ جس طرح لوہے کے ٹکڑے مقناطیس کی طرف کھینچ
جاتے ہیں (لیکن ان میں سرایت نہیں کرتے) پس اس مقام پر اجمال اہل نجات کی ارواح میں سے صرف
ایک روح پر قائم ہے یعنی احجار بجتیہ اور ان کے صور اجمالیہ پر اور اس مقام کا نام شرع میں علیین ہے۔

مخاطبہ:۔ عارف جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو کتاب مرقوم میں اپنی جگہ پہچان لیتا ہے
مثلاً جب اس نے دیکھا کہ اس کا حجر بجت علم حضوری کے ساتھ خود عالم ہے۔ سب اشیاء اس سے پوشیدہ
ہیں اور علیین علم حضوری میں جو علم حضوری تجلی اعظم میں ہے پھر دوبارہ تجلی اعظم میں غائب ہوا اور علم حصولی
کا متلاشی ہوا وہاں وہی علم حضوری پایا۔ جس میں خود حاضر تھا۔ اس نیرنگی سے پہلے تو متحیر رہ گیا بعد ازاں
معرفت کے دریا نازل کئے گئے اور حجابات اٹھا لیے گئے۔ تو وہ سمجھ گیا کہ جس طرح آفتاب آسمان کے افق
میں بلندی رکھتا ہے اور آفتاب کی صورت آئینہ میں عکس فگن ہے۔ جب دونوں خصوصیت فردیہ سے دامن
سمیٹ لیں تو قصہ وحدانیت ہی باقی رہ جائے گا۔ کیونکہ یہ دونوں اس میں متحد ہوتے ہیں جب تائید
الٰہی سے یہ اتحاد ظاہر ہو گیا تو اسی جگہ سے اپنا مقام اس پر واضح ہو گیا۔

عابد پر اپنے معبود کی اتباع کی تشریح اور اسکی رُویت

مخاطبہ:۔ عابد پر اپنے معبود کی اتباع کی تشریح اور اس کی رویت جاننا چاہیے کہ ہر
آدمی کے نفس میں بتقاضائے صورتِ نوعیہ انسانیہ تجلی اعظم کی طرف ایک اِنجذاب رکھا ہے پس اگر وہ حاسہ
مفتوح ہو جائے تو بقدرِ انجذاب اس کو حاصل کرے گا لیکن قوائے بہیمیہ کے حجابات اس پر مانع آتے ہیں

کہ وہ انجذاب پاوے اور حاسہ کھل جائے۔ جب انتقال کا وقتِ مقررہ آئے تو اس کی قوت بہیمیہ کمزور مضمحل ہو جائے اور صورتِ نوعیہ کا اقتضا غالب آجائے اور صورت فردیہ کا اقتضا مغلوب ہو جائے۔ اس وقت اس انجذاب کی طرف نظر پڑے اور یہی انجذاب توجہ بصری کو عالم مثال میں آمادہ کرے۔ اگر اس شخص میں تجلّی اعظم کی شناخت ہے یعنی وہ اس کو رنگوں اور اشکال سے منزہ جانتا ہے اور عالم میں اس کے تصرف اور قدر کے سر کو اپنے اس اعتقاد کے موافق جانتا ہے تو یہی علاقہ جذبی تجلی اعظم کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور رویت بصری عالم مثال کے بازار میں کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اور اگر اس کو ان شخصوں میں سے جن میں اس نے آثار خارقہ دیکھے ہیں کسی شخص میں محصور سمجھا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام تو توجہ کا انجذاب انہیں کی شکلوں میں نمایاں ہوتا ہے۔

اور اوپر سے ایک بلا کا ظہور ہوتا ہے جس کا باعث ملاء اعلیٰ کی نفرت و لعنت ہوتی ہے اور اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بعثت سے نفس الامر میں علم و نفوس کا ایک چشمہ جاری ہوا ہے (اور) بنی آدم اپنی استعدادات کے مطابق اس چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں اور علم خوابات میں پانی اور دودھ کی شکل میں متمثل ہوتا ہے اگر یہ صورت ممثل ہو جائے تو حوض کوثر ظاہر ہو گی۔

اسی طرح شریعت آج بھی ایک راستہ ہے جو شہوات کی آگ پر قائم ہے اور وہ تلوار سے زائد تیز اور بال سے زائد باریک ہے اگر قوتِ مثالیہ اس پر قابض ہو جائے (تو) وہ صورت انسانیہ کے لیے بجسم صراط مثل ہو جائے اور اسی طرح توحید اور صوم و صلوٰۃ ایک نورِ معنوی ہے جو بعض خوابات میں چراغ کے نور سے متمثل ہوتا ہے اور اسی کے مانند ہو جاتا ہے اگر حشر کے روز وہ صورت مثالیہ سے صورت نوعیہ کی استعدادات کے لیے جو قدر مشترک ہے ممثل ہو جائے (تو) افراد میں نور کی صورت ظاہر ہو گی اور منافقین کے لیے ظلمت ہو گی۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی الخ کی تشریح

مخاطبہ:۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی[1] اور وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ[2] کی تشریح کے بارہ میں بہ نظر کشف جو کچھ

---

[1] رحمٰن عرش پر مستوی ہوا [2] اور تو دیکھے گا فرشتوں کو بھر رہے ہیں عرش کے اِرد گرد۔

بہ تصریح معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ان آیات میں عرش سے مراد عرشِ مثالی تکوینی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل
یہ ہے کہ عرش جسمانی اور افلاک سب کے سب صاحبِ روح ہیں اور ان کی ارواح میں ایک نقطہ ہے جو تجلی اعظم
کے مقابل ہے اور وہ عرش و افلاک کے اجمالہ سمجھتے ہیں (اوسا) وہی رحمان کو مستوی ہیں اور ملائکہ مقربین بھی
اس بات پر ملہم ہیں کہ اس عرش مثالی کے گرد طواف کریں۔ اور اس کے حامل ہوں۔ ان کے حقائق کا
انجذاب بجہت ضرورت تجلی اعظم اور بسبب اعتماد تجلی اعظم عرش مثالی پر یہ ہے کہ افلاک کے ہر جرم بحت
کی ان افلاک کی ارواح کی طرف ایک کشادہ راہ ہے، جب حکم اجمالی تجلی اعظم سے ریزش کرتا ہے تو
یہی عرش تکوینی بصورتِ خاصہ اس کے حکم اجمالی کی تشخیص کرتا ہے۔ اور فرشتوں کی ایک جماعت کا اس
عرش کو اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ وہ نظام خیر میں اس طرح واجب الصدور ہیں (یعنی جن کا وجود میں
آنا ضروری ہے) جیسے کہ جب حرکت میں آئے تو منطقہ محور اور قطبین کا ظہور میں آنا واجب ہے۔

مخاطبہ:۔ حقیقت بہشت مثل عرض[1] عام کے ہے۔ حقائق مختلفہ نے عرض عام کے
معنی میں اتفاق پیدا کیا ہے اسی وجہ سے ایک ہی نام اس کے لیے جاری ہو گیا ہے کہ (وہ) بہشت ہے۔ پس
علیین کا جابرصا اور جابلقا میں یعنی زمین کے اس بقعہ میں جس میں قوائے مثالیہ ظاہر ہوئے اور عالم
مثال صرف اور عالم مثال ممتزج اعراض کے ساتھ مثل اضواء شفافیہ کے ظہور سے ہے۔ پس بہشت ان میں
سے ہر ایک میں ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ بہشت مسجد کی دیوار قبلہ میں ظاہر ہوئی (وہ)
صرف مجاز و استعارہ نہیں ہے۔

افادہ:۔ جب ماہ شعبان المعظم ۱۱۶۴ھ آیا اور حضرت اقدس کی خلوت چلہ کشی کے ایام قریب
آئے اس خاکسار نے اس اضطراب کی بنا پر جو اس کو درپیش تھا اور وہ یہ تھا کہ آپ کے شرف مجاورت
سے محروم تھا چاہا کہ فیوضات کے حصول کے لیے وطن ہی میں ایک گوشہ میں بیٹھے اس سلسلہ میں حضرت اقدس
کی خدمت میں عریضہ لکھا آپ نے اس مضمون کا سرفراز نامہ تحریر فرمایا۔

اسرار و معارف بھرا مکتوب بنام مؤلف حقائق و معارف آگاہ سجادہ نشین اسلافِ کرام
شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر ولی اللہ کی طرف سے بعد سلام محبت انتظام معلوم ہو کہ الحمد للہ یہاں
سب خیریت ہے، تمہارا نامہ مشکیں شمامہ پہنچا جو قصدِ اعتکاف اور فوائد الٰہی کی فتوحات کے سلسلہ

---

[1] عرض کے معنی ہیں جس کا خود کوئی وجود نہ ہو بلکہ کسی شے کے وجود پر اس کا وجود منحصر ہو۔

میں دعا کی اِستدعا پر مبنی تھا میری دعا ہے) اس خلوت میں اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال کی اصلاح فرمائے اور تم پر وہ رازہائے سربستہ ظاہر فرما دے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا خطرہ گذرا اور تم میں اپنی ذات سے اُنس و محبت پیدا فرما دے اور تم کو بھی ان چیزوں سے حصہ عطا کرے جس کو اس نے اپنے کاملین مخلصین کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ ہر چند اس بارہ میں ہمت کی طلب صرف سنت کی پیروی ہے ورنہ حقیقتاً (تم)، اس فرقہ میں ہو جس کے لیے زبان نبوت سے ارشاد ہوا۔ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ حَبِیْباً ھُوَاَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ الخ آپ کی کارکشا دعاؤں اور ہمت عالیہ نے اثر دکھایا اور توجہات مبارکہ نے دستگیری فرمائی۔ جن کا شکر ادا کرنا بندہ کے اِمکان سے باہر ہے۔ ے

گر بر تن من زباں شود ہر موئے　　　یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

اور چلہ کشی سے فارغ ہونے کے بعد اس کے اصرار سے اس بندہ کو مطلع فرمایا اور اس میں کچھ حصہ کو جو حقائق و معارف کے مکاتیب پر مشتمل تھا اس سے اس رسالہ کو مزین کیا جاتا ہے، عنایت فرمایا۔

" حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام محبت معلوم ہو کہ الحمد للہ علی العافیۃ الظاھرۃ والباطنۃ والمسئول من اللہ تعالیٰ کذٰلک لکم ولاولادکم ولجمیع من یلوذ بکم حضرت احدیتؒ کا احسان کس زبان سے ادا کیا جائے جو صوری و معنوی دلجمعی اس چلہ میں حاصل ہوئی حظیرۃ القدس کا انکشاف الوانِ مختلفہ اور ہیئات متعددہ سے کتنی بار متحقق ہوا اور ہیئات جمیلہ کے بعض وعدوں کی بشارت کتنی ہی بار ظاہر ہوئی۔ چونکہ سابقاً اس کا بیان گذر چکا ہے اس لیے دوبارہ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ع

مثنوی در شش مجلہ یک نو است (ہاں) چند باتیں جو پہلے نہ لکھی گئی تھیں وہ تحریر کی جاتی ہیں۔

.. شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر میں سے ایک سے روایت کرتے ہیں کہ میں کسی آیت کی تلاوت اس وقت تک کرتا رہتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کے کہنے والے سے اسے سن لیتا ہوں۔ اور اس کی توجیہ اس بات سے کرتے ہیں کہ (وہ) خود مثل درخت موسیٰ ہو جاتے ہیں اور اپنے اِن کلمات متلفظہ کو بطور فوارہ ادا کرتے ہیں یہ ہے جو کچھ شیخ الشیوخ نے فرمایا لیکن بطور ذوق و حال جو کچھ اس بندہ ضعیف پر گذرا وہ یہ ہے کہ کلام نفسی کا مقام منکشف ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزولِ قرآن کے مقام کی بازیافت ہوئی کہ ہمیشہ ان معانی

کو بہترین اُسلوب کے ضمن میں زمین والوں پر مثل بارش نازل کرتے ہیں اس لیے کہ اس سے مخاطب نوعِ انسانی ہے اور اس انکشاف نے مرتبۂ عقلیہ صرف سے تنزل فرمایا اور خیال و وہم کو اپنے ہی رنگ میں رنگ ڈالا اور ذات صرف کی طرف توجہ میں مثل اتصال کے ایک عجیب حالت حاصل ہوئی چنانچہ تین ختم اسی طرح پر کٹ گئے۔ ظن غالب یہ ہے کہ ان بزرگ نے اسی حالت کا ارادہ فرمایا ہوگا جس طرح صوفی شہود کو کبھی رویت و نظر کہتا ہے اور اس حالت کو "سمع" سے نامزد کیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا جس سر عظیم کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے اس کی حفاظت قیام قیامت تک اس کا مقصود ہوتا ہے۔ ایک شخص کو اس پر مقرر فرمایا کہ وہ ان کتب الٰہیہ اور معارف کو جو انبیاء پر نازل ہوئے جمع کرے اور وہ اس وقت اطراف عمان میں مقیم ہیں۔ اور ان کے انتقال کے بعد یہ مقام اس شخص کو جو "معلوم" ہے سپرد کیا جائے گا۔ اور ان کتابوں اور معارف کی اشاعت اگرچہ اس زمانہ میں مطلوب نہیں ہے تاہم اس کی حفاظت خود ہی (اس کا) مطلوب و مقصود ہے۔

فرشتہ کی ندا۔ اَلَا سَبِّحُوا الْمَلِکَ الْقُدُّوْس

افادہ:۔ حضرت اقدس نے اس حدیث کی حقیقت کے کشف میں کہ روزانہ صبح کو ایک فرشتہ ندا کرتا ہے الا سبحوا الملک القدوس فرمایا کہ ظاہر بینوں کو یہ شبہ لاحق ہوتا ہے کہ فرشتہ کی اس ندا سے کیا فائدہ۔ اگر تسبیح کی طلب ہے تو وہ (لوگ) خود فرشتہ کی آواز نہیں سنتے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہی تسبیح مطلوب ہے اور یہی کافی ہے پھر ارشاد فرمایا کہ حقیقتِ واجبہ اسماء و صفات کثیرہ رکھتی ہے اور (پھر) ہر ایک اسم و صفت کے مطابق اس کے ذکر کی طلب بندوں کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کے ذکر اور اس سے التجا کا قلادۂ تکلیف اولاً صورت نوعیہ کی گردنوں میں ڈالا گیا۔ پھر جب نشاتِ ملائکہ پیدا ہوئے تو حکمت الٰہیہ نے ان کو مختلف اصناف بنایا اور ہر نوع اور ہر صنف میں ایک خاص استعداد رکھی۔ ہر فرشتہ قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے اس کا منتظر کھڑا ہے کہ غیب سے کیا الہام ہوتا ہے تاکہ اسی کے مطابق وہ عمل کرے۔ ہر فرشتہ کو الہام نہیں کرتے مگر یہ کہ اس کی استعداد اس کی متقاضی ہو اور وہ بزبانِ استعداد اس کی طلب کرے اور اس کی فطرت میں اس کے اسمائے صفاتی کے ساتھ ایک مناسبت ہو۔ الحاصل وہ فرشتہ جس کی فطرت میں ان دو اسموں کے ذکر کی طلب میں میلان رکھا ہے

اور اس طلب کو جو عالم غیب میں پوشیدہ ہے افراد انسانی کی طرف متوجہ ہے یہ فرشتہ اپنے دل میں اتار لیتا ہے (محفوظ کر لیتا ہے)

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آئینہ کو ستاروں کے مقابل کر دیں تو وہ ستارے اس آئینہ میں منطبع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ہیئت کا حکم ان پر غالب (نافذ ہو جاتا ہے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سر عظیم کی جو آفاقی نشانیوں کی جانب سے ہے خبر دی ہے اور اس کے بیان کے سلسلہ میں ان دونوں اصول کے ذکر کی مطلوبیت بلیغ انداز میں بیان فرمائی ہے اور اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ تجلیات صوریہ و معنویہ سے برگزیدہ فرماتا ہے اور حقیقت تجلی صوری یادداشت مجرد کے مشابہ ہے صورتوں اور لباسوں کے ساتھ حکمت الٰہیہ نے بحسب نشاء اس کی مثال کی تخصیص فرمائی۔ اور دونوں صورتوں میں اس عارف کا نفس مجردہ حقیقت مجردہ فعالہ کا آشنا ہو جاتا ہے اور اس سے ایک علیحدہ رنگ اس میں منعکس ہو جاتا ہے اور اس کے قوائے علمیہ و عملیہ باوجود اس تجرد کے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور لطیفۂ روح میں ایک انس و انجذاب پیدا ہوتا ہے اور لطیفہ سر اس حقیقت مجردہ کے ساتھ ان لباسوں اور حجابات کے ساتھ بینا ہو جاتا ہے اور ایک عجیب اتصال اور عجیب حالت ظاہر ہوتی ہے۔

الحاصل ہر صوری و معنوی تجلی سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ صورت خاص اسی سے برآمد ہوئی ہے محقق عارف کو اسی کام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے نہ اس صورت کی طرف۔ اس تمام تمہید کے بعد یہ جان لینا چاہیے کہ عالم میں حقیقت فعالہ آسمان کے افق میں مثل آفتاب ظاہر ہوئی اور کوہِ زہرہ سے (مقام زہرہ) اس کی شعاع صورت وہمیہ سے مخلوط ہو کر جس سے مطلب افراد بشر ہیں۔ ان پر کمالِ نزاہت اور کمال صولت بوصف مودت اور لطف و احسان جلوہ گر ہوئی اور اس ضمن میں یہ آگاہ کر دیا گیا کہ یہ ہے اسم الملک القدوس اور ہر اس فرد میں جو اپنی فطرت میں زہرہ مسعود کی قوت رکھتا ہے اس تجلی معنوی کی ریزش کرتے ہیں اور اس کو اس تجلی سے انس و انجذاب دیتے ہیں اور اس کو اس تجلی کے ساتھ التیام فنا اور فدائیت عطا کرتے ہیں اور اس شخص کی دونوں آنکھوں کے پنجے سے اور زبان سے نور اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ نکلتا ہے جیسے پانی اپنے چشمہ سے بطور فوارہ۔

اور (پھر) اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ایک فرشتہ اس زندار پر موکل ہے جو ضوءِ زہرہ سے ہے (اور) جس نے ساعت محمودہ میں تجلی اعظم کو عالم میں چمکایا ہے اور اس وقت زہرہ اپنی کمال سعادت

میں تھا ظاہر ہو گیا ہے اور اس ہنر کو اس کے قلب کی نہایت میں دکھلا ہے اور وہ ہر صبح کو نداکرتا ہے اس لیے کہ افق عالم سے طلوع زہرہ کا وقت صبح سویرے ہے۔ خواہ طلوع سے پیشتر ہو تعلیلی ہے یا طلوع کے بعد ہو تعلیلی طور پر۔ الحاصل اس نداء کا غلبہ صبح کے وقت ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّآخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا۔

تجلی الٰہی ۔ منبع آثارِ عجائب و غرائب حضرت اقدس کے دستخط خاص سے یہ تحریر لکھی دیکھی گئی [۲] رَأَيْتُ فِي الْوَاقِعَةِ حَقِيْقَةَ الْعَرْشِ بِصُوْرَةِ نُوْرٍ سَاطِعٍ مُتَشَعْشِعٍ جِدًّا اينزع مِنْ كُلِّ فَلَكٍ وَمَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَنَبِيٍّ مُرْسَلٍ وَوَلِيٍّ مُفْهِمٍ نُقْطَةً شَعْشَعَانِيَّةً هِيَ وَدِيْعَةُ اللّٰهِ فِي قُلُوْبِ هٰؤُلَاءِ فَطَارَحَ فِي ذٰلِكَ النُّوْرِ الْمُتَشَعْشِعِ بِمَنْزِلَةِ مَا يُوْقَدُ النَّارُ بِالْحَطَبِ فَاذَا اُوْقِعَتْ فِيْهِ الْقَلْبُ عِلْمُهَا بِنَفْسِهَا عِلْمًا فِي الْحَقِيْقَةِ الْجَامِعَةِ الْمُدَبِّرَةِ الْكُلِّيَّةِ مَا فِي الْكَوْنِ وَلَا تَمَيُّزُ هُنَالِكَ بَيْنَ تِلْكَ النُّقَاطِ فَيَصِيْرُ هٰذَا النُّوْرُ الْمُتَشَعْشِعُ تَجَلِّيًا مِنْ تَجَلِّيَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَكُوْنُ هٰذَا التَّجَلِّي مَصْدَرًا لِآثَارٍ عَجِيْبَةٍ فِي الْعَالَمِ وَلَوْلَا هٰذَا التَّجَلِّي لَمْ يَعْلَمْ اَحَدٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔

ارواحِ مشائخ نقشبندیہ، چشتیہ قادریہ سے مدد طلب کی خواجہ محمد امین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آج شب میاں سعد الدین کا جو آپ کے فرزند گرامی ہیں بے وجہ گریہ سنا گیا ان کی والدہ نے رنجیدہ ہو کر ان کی دائی کو تنبیہ کی جس نے ان کی تیمارداری میں غفلت برتی تھی اور ہم بھی اس لڑکے کے رونے سے متاثر ہوئے۔ اسی حالت میں نیند آ گئی۔ واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ

---

[۱] یعنی اس کی کوئی علت ہو۔

[۲] میں نے ایک واقعہ میں حقیقت عرش کو بہت زیادہ چمک دار اور بلند و روشن نور کی شکل میں دیکھا وہ نور ہر فلک، ملک مقرب نبی مرسل اور ولی مفہم سے ایک روشن نقطہ کھینچتا ہے جو ان کے قلوب (فلک، ملک، نبی، ولی) میں اللہ کی جانب سے ودیعت کیا ہوا ہے (امانت الٰہی ہے) وہ اس روشن نور میں اس طرح گرتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ جب وہ نقطۂ نور اس میں گر جاتا ہے تو اس کا علم خود بخود جامعہ کلیہ مدبرہ میں اس طرح منقلب ہو جاتا ہے جیسا کہ کائنات میں ہے اس مقام پر ان نقطوں کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا تو یہ روشن نور اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہو جاتا ہے اور یہی تجلی عالم میں عجیب و غریب آثار کا منبع (سرچشمہ) و مصدر بن جاتی ہے اور اگر یہ تجلی نہ ہوتی تو کوئی اللہ تعالیٰ کو نہ جان سکتا

بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ ماوراء النہر والوں کے لباس میں ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور ان کے پہلو میں سعد الدین بھی بیٹھا ہوا ہے اور وہ ہماری طرف متوجہ ہو کر فرما رہے ہیں کہ ہم اس لڑکے کے کفیل ہیں اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ (ہم نے) اس لڑکے کے حق میں خصوصاً اور دوسرے عام لڑکوں کے حق میں عموماً شفا کی دعائیں کیں اور مشائخ نقشبندیہ و چشتیہ و قادریہ کی ارواح سے مدد طلب کی معلوم ہوا کہ یہ اکابر ہماری اولاد کی طرف بھی نظر عنایت رکھتے ہیں اور یہ واقعہ (بھی) اس ماجرے کی مثال ہے۔

نسبت کی اہمیت نیز خواجہ صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حافظ عبد النبی قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد حضرت اقدس کو اکثر جلسوں کا اس حجرہ میں جس میں حافظ جی رہتے تھے۔ اتفاق ہوتا تھا، خیال ہوتا تھا کہ اس حجرہ میں آپس کی نشست اتفاقیہ ہو جاتی ہو گی۔ کچھ دنوں بعد ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کی ارواح اس حجرہ سے خاص انس رکھتی ہیں اسی وجہ سے دل اس کی طرف کھنچتا ہے کہ تھوڑی دیر اس جگہ بیٹھ کر اوراد و وظائف میں سے کچھ پڑھا جائے۔ بلکہ وہ ملائکہ بیشتر ذکر زبانی سے الفت رکھتے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں تھوڑی سی بھی غفلت واقع ہوتی ہے تو ان کا انس وحشت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ تا چار دو تین گھڑی اس جگہ مشغول رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی رغبت اسی کی مقتضی ہے۔

حزب البحر کے اثرات ۱۱۶۵ھ کے چلّہ کے منجملہ اسرار بیان فرمانے کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کشف حقیقی کبھی اس معنی کی صورت کی تمنا میں واقع ہوتا ہے اور کبھی بصورت حدیث نفس۔ چنانچہ ایک روز حدیث نفس ظاہر ہوئی اس حالت میں کہ حالت بیداری تھی لیکن واقعہ خواب کی طرح ظاہر ہوا گویا میں ایک بحرِ مواج کے سامنے تنہا کھڑا ہوا ہوں مغرب کا وقت ہے۔ اس وجہ سے بظاہر ایک وحشت طاری ہے لیکن (بہ باطن) دل میں ایک سرور و انس محسوس کر رہا ہوں۔ اسی اثنا میں ایک شخص دیار مغرب کے لوگوں میں سے ظاہر ہوا۔ جوان، سیاہ داڑھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے وقت کا قطب ہے۔ اس کے ساتھ بہت دیر صحبت (گمُم) رہی اور برکات عظیمہ حاصل ہوئیں۔ لیکن اسماء و اعمال کی نسبت کی برکات اور ان کا اثر اپنے میں محسوس ہو رہا تھا (پھر) تھوڑی دیر بعد حزب البحر کا جو ایک مشہور دعا ہے اور شیخ ابو الحسن شاذلی کے ملہمات سے ہے اتفاق ہوا اس وقت شیخ ابو الحسن شاذلی قدس سرہٗ کی صورت برق خاطف کی طرح نظر آئی جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا اور خشخشی داڑھی تھی۔ بعد ازاں اس فقیر کو شیخ ابو الحسن شاذلی کے

مقام پر فائز کیا اور اس تجلی کی طرف جو شیخ کا قبلہ ہمت تھا متوجہ فرمایا اور آپ کی نسبت سے متلبّس کیا اور آپ کے (شیخ کے) مزاج سے ہم آہنگ کر دیا۔ اور اس تجلی اور نسبت کے تقاضہ کو مفصل طور پر بیان فرمایا۔ اور حزب البحر کو صنع اعلیٰ (اللہ کی صنعتیں) کے مشاہدہ کے لیے بمنزلہ کوہ (عظیم سے) بنایا ہے

تَلَقَّیتُہٗ مِنِّی وَمِنِّی اَخَذْتُہٗ وَنَفْسِی کَانَتْ فِی عَطَاءِ مُمِدَّتِی[1]

بیک دفعہ بہت سے علوم اس کوہ سے مشہود ہوئے اس واقعہ کے بعد حضرتِ اقدس نے حزب البحر کی ایک عجیب شرح جو دقیق نکات اور حقائق و معارف پر مشتمل تھی تحریر فرمائی جس کا نام "ہوامع" ہے۔ اس میں

اوّلاً:۔ کمال الٰہی کی معرفت جو جملہ کمالات اربعہ کی تدبیر ہے اور اس سے مطلب ابداع و خلق و تدبیر و تدلی ہے اور قبولیت دعا کے کیف و کمیت کی معرفت کہ یہ حزب البحر انہیں میں سے ہے، بیان فرمایا اور اس میں اسمائے الٰہیہ میں سے تین اسمائے مبارک یعنی اللہ۔ قادر۔ علیم۔ کی تحقیق بیان فرمائی۔ اور حدوث حقائق کے چار اسباب قرار دیئے (یعنی) قوائے عنصریہ قوائے ملکیہ ہئیات مثالیہ، ہیئات طلسم الٰہی جن کا پورا ذکر اس کتاب میں مخاطبات کے ضمن میں لکھا گیا۔

دوسرے:۔ اور پھر اس تجلی کا بیان جو شیخ ابوالحسن شاذلی کا قبلۂ ہمت تھا تحریر فرمایا۔ اور اس کی تمہید میں اسم الٰہی کی تحقیق جو تجلی الٰہی کی اصل ہے اور حقیقت واجبہ کا انکشاف کرنے والی ہے اور افلاک و املاک اور افاضل افراد انسانیہ کے اجسادِ مجتبیہ کو اپنی طرف کھینچ کر لباس سے مثال سے متلبس فرمایا (اور) اپنے نور میں فانی کر کے اپنے ساتھ باقی کیا (اور) ان میں دواعی غیبیہ[2] ریزش کر کے مشخص کیا۔ بعض ان میں سے حاملانِ عرش تکوین ہیں۔ جیسا اس کتاب میں تحقیق ثابت ہے۔ الحاصل یہی وہ تجلی ہے جو شیخ کا قبلۂ ہمت ہے۔

تیسرے:۔ تدلّی کل کی تحقیق ہے کہ اس تجلی کا اپنے بعض اعتبارات و کمالات سے ذکر فرمایا ہے۔ بعد ازاں حضرت شیخ کی اس تجلی سے نسبت بیان فرمائی جو حضرات صوفیاء کے نزدیک

---

[1] میں نے خود سے ملاقات کی اور خود ہی سے اس کو اخذ کیا۔ اور میرا نفس اس عطا میں میرا مددگار تھا۔

[2] وہ اسباب جو غیبی امور کے کشف کا باعث ہوں۔

تمام نسبتوں میں معبر نسبت ہے اور وہ نسبت التجا ہے - اس حالت میں مطلب یہ ہے کہ جس طرح آفتاب نکل آتے پر شبنم کی صورت ختم ہونے لگتی ہے اس حالت میں اگر شبنم کو اپنی اس فنا کا علم ہوتا تو وہ اپنا موضع علم خداوندی میں تلاش کرتی جو بغیر اپنی حول و قوت (فنا) سے مبرا ہونے کے ممکن نہیں ہے اور آفتاب کے ساتھ اس کی کمال تعظیم اپنے کو پگھلا دینا اور اس کے دیکھنے کی تاب نہ لانا ہے - جس طرح غشی کی حالت میں ہوتا ہے اپنے سے ساعت بہ ساعت غائب ہوجانا (نظر چھپانا) (چھپانا)۔

ہیاکل کلیہ کی نسبت التجا کی تشریح بعد ازاں ان ہیاکل کلیہ کی نسبت التجا کی تشریح فرمائی جو انبیاء کے کمال نفوس (کامل ورثاء کے) میں حادث (پیدا) ہوتی ہے - جس سے مطلب طلب عصمت و طلب کرامت و طلب علوم الٰہیہ و مقامات سنیہ اور معاش میں سہولت کی طلب اور ظلمت و بلاہائے آسمانی سے پناہ مانگنا اور تسخیر عالم کی طلب اور منکرین کے لیے دعائے بد ہے اور ان ہیاکل کلیہ سہ گانہ کی جو امہات جزئیات التجا ہیں جدا جدا تشریح فرمائی جو قطب الارشادوں کے لائق ہے - بعد ازاں ان ہیاکل کے وہ مشخصات جو قوائے کواکب سے بارونق عارف کے نفس میں لاحق ہوتے ہیں بیان فرمائے اور اسی مقام پر یہ بھی فرمایا کہ شیخ زہرہ کی افواج میں سے ہے - بعد ازاں کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معانی مختلف انداز (مختلف فہم) میں جو اہل اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں بیان فرمائے - اور قرآن مذکور کی باطنی تحقیق فرمائی (اور) مقطعات قرآنی کی تفسیر بیان فرمائی پھر دعوتِ ملکیہ (فرشتوں کی ملاقات) کی حقیقت بیان فرما کر اس کے شرائط کی طرف اشارہ فرمایا۔ بعد ازاں حزب البحر کے بعض خواص حضرتِ اقدس سے معلوم ہوئے اور آپ نے حزب مذکور کا طریقہ استعمال بیان فرمایا۔ نیز دعائے مذکور کی وہ اسناد جو آپ کو حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہٗ سے ملی تھیں بیان فرمائیں - پھر حزب البحر کے کلمات کی تشریح مترجم تحت اللفظ فرمائی اور اس کے متعلق شرعی نکات اور ان کی تفصیل جو ان کلمات میں ہے اور علم اشارات سے اس کے نکات متعلقہ اور حقائق و تعیین معانی باعتبار اعمال تصریفیہ (اعمال میں مصروفیت کی وجہ سے جو حقائق منکشف ہوتے ہیں) تاکہ ظاہر ہوجائے کہ کون سا کلمہ صلاحیت کون سا مطلب رکھتا ہے (اس سب کی) تفصیل بیان فرمائی اور آخر میں حزب البحر کے پڑھنے کے بعض طریقے جو بعض مشائخ

۱؎ اس کی تشریح آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔

نے اپنی کتب دعوات میں لکھے ہیں تحریر فرمائے۔

صفدر جنگ کا فتنہ اور اس کا خاتمہ صفدر جنگ کے فتنہ کے دوران اور بادشاہ سے اس کی جنگ جس کی وجہ سے مسکن کرامت نشیمن کے گرد و نواح کے تمام محلات ویران ہو گئے تھے اور حضرت اقدس بعض مخلصین کے اصرار پر مع متعلقین شہر نو (نئی دہلی) تشریف (منتقل) لے گئے تھے اور بیشتر پرانا شہر تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ انہیں دنوں اس خاکسار کو یہ تحریر فرمایا کہ دو فرشتے بابا فضل اللہ کشمیری (جو ایک جوان صالح اور فقیر کے دوستوں میں ہیں) کے خواب میں متمثل (صورت مثالی میں نمایاں) ہوئے اور یہ کہا کہ اے فلاں اس حویلی میں کیوں ٹھہرا ہوا ہے اب ہم اس حویلی کی حفاظت کے لیے آ گئے ہیں (اس کی ضرورت نہیں ہے) پھر جب کوٹلہ شاہی افواج کے قبضہ میں آیا تو وہ دونوں فرشتے بعد نماز فجر نظر میں متمثل ہوئے اور کہا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔ اسی دن بعض خدام سے میں نے کہا کہ حویلی میں رہیں۔ کچھ عرصہ شب و روز وہ لوگ اس میں رہتے رہے اور پھر تلاش کے بعد یہ معلوم ہوا کہ گھر کا کچھ اسباب اٹھ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فتنہ کی وجہ سے سامان سال بہ سال ادھر ادھر کیا جاتا رہا اور یہ سب ملازمین کی حفاظت کے دوران ہوا کہ انہوں نے کما حقہ اس کی حفاظت نہیں کی تھی۔ ان دونوں فرشتوں کی بات سچی نکلی (له معقبات من بين يديه ومن خلفه الخ)

اسی دوران جب کہ صفدر جنگ کی بادشاہ سے جنگ چھڑی ہوئی تھی اور یہ قصہ طول کھینچ چکا تھا اور عالم کی پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا اور لوگوں کے خیال میں اس کا غلبہ ظاہر ہو گیا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک فرشتہ جنگ پر توکل ہے ایک دن وہ ظاہر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر یہ امراء جنگ میں مزاحم ہوں گے تو ہم ان کو ہلاک کر ڈالیں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ ان جنگوں سے اس کے کام ختم نہ ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں صفدر جنگ کو ایک عجیب حالت پیش آئی کہ اس کے پیر میں آکلہ[۱] نکل آیا۔ جتنا اس کے پیر کا گوشت کاٹا جاتا تھا (وہ اور سڑتا جاتا تھا) اور مزید کاٹنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ آخر کار وہ برے حالوں ختم ہوا اور اس فرشتہ کا کہا ہی واقع ہوا۔

حضرت اقدس نے ماہ رمضان ۱۱۶۷ھ میں حسب عادت مالوفہ اعتکاف چلہ کشی فرمایا۔ چونکہ یہ خاکسار اپنے آبائی وطن میں مامور تھا اس کی وجہ سے آپ کی شرف مجاورت سے معذور تھا۔ مجبوراً اپنے کو وطن ہی میں نفحات الٰہیہ اور فیوض توجہات عالیہ کے حصول کے لیے ایک گوشہ میں ڈال کر اسرار اعتکافیہ کی عنایات کا ملتمس ہوا۔ آنجناب نے بمقتضائے کرم ہائے عظیمہ ان اسرار عظیمہ سے اپنے اس خاکسار کو نوازا اور اس نوازش

---

[۱] کینسر۔

سے اس کے سر افتخار کو عرش کی بلندی پر جو عزت بخشی وہ اس مکتوب فیض اُسلوب کے واردات سے بعینہٖ اس رسالہ کو مزین کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

مکتوب فیض اُسلوب بنام مؤلف کتاب حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہٗ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام محبت التزام معلوم ہو کہ الحمد للہ یہاں سب خیریت ہے اور تمہاری خیریت خداوند عالم سے نیک مطلوب۔ تمہارا نامہ فرحت خیز پہنچا جو ان باتوں کے جاننے کے شوق پر مبنی تھا جو چلہ کشی کے دوران صادر ہوئے لہٰذا اس کی چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں، ہر چند کہ اکثر اوقات (ان) علوم کے ظہور کے وقت دل ان کو تحریر میں لانے پر مشغول نہ ہوتا تھا اور پھر اس کے بعد وہ دل سے محو ہو جاتے تھے۔ لہٰذا اس میں سے بیشتر تحریر نہ ہو سکے۔ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔

جاننا چاہیے کہ تجلی الٰہی اسم حیؔ کے امر سے (یعنی لطیفہ روح سے) لطیفہ سر پر غلبہ پاتی ہے

ل جاننا چاہیے کہ لطیفۂ روح پر تجلی الٰہی بامر حیؔ از روح غلبہ کر کے وارد ہوئی اور سر و روح لطائف کی) استعداد تجلی میں قوی دخل رکھتی ہے کیونکہ التجلی لا یکون الا بقدر المتجلی لہٗ لیکن بعض اوقات تجلی کا حلول سر میں پوشیدہ ہو جاتا ہے جیسے دیکھنے والے کی آئینہ سے غفلت اور اس کا صورت میں اشتغال پس ایسی حالت میں جس پر تجلی ہوتی ہے گمان کرتا ہے کہ یہ تجلی قابل کی استعداد کے مطابق متعین نہیں ہے اور اس کا غیر مقبض (یعنی نہ رکھنے والا تصرف) اس جگہ متحقق نہیں ہوتا اور اس کو صوفیہ کے عرف میں اس عبارت سے تعبیر کرتے ہیں کہ تجلی نے متجلی لہٗ کی طرف تدلی کی اور بعض اوقات سر و روح روشن اور نمایاں ہوتے ہیں اور اس تجلی کے ساتھ شومی نزوع (انجذاب کی بدبختی) اور اس کا یقین سر کے احکام کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اس وقت کہا جاتا ہے کہ متجلی لہٗ نے ترقی کی پھر یہ تجلی کبھی صورت پر ہوتی ہے اور کبھی بے کیف۔ اور ذکر کرنے والے نفوس میں غلبہ کرتی ہے۔ خصوصاً حالت یقظہ (بیداری) میں یہی ہوتا ہے کہ بے کیف ہو اور بعض لوگوں میں یہ تجلی ہی کے طریقہ پر ظاہر ہوتی ہے اور متجلی لہٗ کی استعداد الوہیت کی نورانی شعاعوں کی کثرت میں چھپ جاتی ہے اور متجلی لہٗ کے تمام قویٰ پر اس کی ایک ایک شعاع پڑتی ہے اور اس کے متخیلہ و واہمہ میں چھپے ہوئے علوم روشن ہو جاتے ہیں۔ خواہ سوال کیا جائے یا نہ کیا جائے سارے علوم منور ہو جاتے ہیں اور حق و باطل میں تمیز ہو جاتی ہے اور اسی پر الہامات و مکاشفات کا حکم کیا جاتا ہے۔ جب یہ باتیں روشن ہو گئیں تو ان تین تجلیوں کا بیان کرتا ہوں جو ان ایام میں مجھ پر فائض ہوئیں اور ایک طرح کا انبساط اور ایلیا تعین علوی کہ جن کو قوائے متخیلہ اور واہمہ نے قبول کیا بیان کرتا ہوں بین الاجمال و التفصیل الخ (تقی انور)

اور سر وروح کی استعداد کا تجلی میں قوی دخل ہے کہ التجلی لایکون الا بقدر المتجلی لہٗ لیکن بعض اوقات اس کا حصول سر میں مخفی ہو جاتا ہے جیسے دیکھنے والے کی غفلت آئینہ سے (یعنی آئینہ سے اس کی نظر ہٹ جاتی ہے) پس بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ متجلی لہٗ یہ گمان کرتا ہے کہ یہ تجلی قبول کرنے والے کی استعداد اور قابض نہ ہونے کی وجہ سے متعین نہیں ہے اور اس کو صوفیاء کی زبان میں اس عبارت سے تعبیر کرتے ہیں کہ متجلی (علیہ السلام) نے متجلی لہٗ کی طرف تدلی کی اور کبھی سر وروح کی استعداد نمایاں اور روشن ہوتی ہیں اور احکام سر کے ساتھ اس کی طرف کشش اس تجلی اور یقین کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور اس وقت کہتے ہیں کہ متجلی لہٗ نے ترقی کی۔

پھر کبھی یہ تجلی بصورت ہوتی ہے (کسی شکل میں ہوتی ہے) اور کبھی بے کیف اور نفوس ذکیہ میں غالب خصوصاً حالت بیداری میں یہی ہے جب بے کیف ہوتی ہے اور بعض وقت یہ تجلی اپنی بلندیوں سے بطریق تجلی ظاہر ہوتی ہے اور متجلی لہٗ کی استعداد شعاہائے الوہیت کی کثرت میں مستور ہو جاتی ہے اور اس شخص کے تمام قوی میں اس کی شعاع سرایت کر جاتی ہے اور وہ علوم جو اس کی قوت متخیلہ وواہمہ میں جمع تھے اس استعداد قوی کے ساتھ اس کے قریب ہو جاتے ہیں (حاصل ہو جاتے ہیں) اور پوچھے یا بغیر پوچھے سب نور تجلی سے منور ہو جاتا ہے اور حق باطل سے متمیز ہو جاتا ہے اور وہ سب الہامات ومکاشفات کا حکم پیدا کرتے ہیں۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو وہ تین تجلیات جو ان ایام میں مفاض ہوئیں ہم شرح وبسط سے بیان کریں گے۔ اور ان علوم کے تعین کو (بھی) جن کو قوت متخیلہ دواہمہ نے قبول کیا بین الاجمال والتفصیل واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔ آخر شب گذری تھی کہ[۱] تجلی اول واقع ہوئی جس نے عقل

---

[۱] تجلی اول آخر شب میں وارد ہوئی اور عقل وسر وروح کو بیتاب کر گئی اور حیرت چھا گئی جب اس کا ظہور پورا ہو گیا تو سمجھ میں آیا کہ اس جاذبہ کی حقیقت حجر بحت کے لیے تدلی کل تھی اور حجر بحت کا اس کی طرف انجذاب اور حجر بحت کا اس کی شعاع میں محو ہو جانا واقع ہوا۔ جب اس حالت سے فی الجملہ افاقہ ہوا تو قوائے متخیلہ اور واہمہ نے اپنا اپنا حظ قبول کیا اس میں سے ایک یہ کہ حقیقت الٰہیہ نے چاہا کہ اپنا نور عالم میں بھیجے تاکہ عالم اس کے نور سے منور ہو جائے (تو) سوائے احدیت جمیع کے کوئی اس نور کے قابل نہ تھا اور وہ خیال ووہم کے درمیان فلک اعظم کی قوت منطبعہ سے منطبع ہوئی تھی کیونکہ اس کا (احدیت کا) نفس مدبر کلیہ مافی الکون تھا اور یہ نور اعظم عرش رحمان ہے اور اس میں تین قوتیں جمع ہوئیں (۱) قوت مجردہ جو تجلی اعظم سے حاصل ہوئی (۲) قوت ملکیہ جو طبیعت ملکیہ سے حاصل ہوئی (۳) تیسرے خیال ووہم کی یکتائی اور ان تین قوتوں کے اجتماع کے باعث اس نور اعظم کی طبیعت نے تقاضا کیا کہ متجلی لہٗ کے سر میں اپنی صورت نقش کر دے تاکہ نفس ناطقہ تجلی اعظم کی صورت

(باقی اگلے صفحہ پر)

ورنہ روح کو بیتاب اور متحیر کر دیا اس کے کمالِ ظہور کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ اس کی حقیقت تدلی کل کا حجر بحت کی طرف اور حجر بحت کا تدلی کل کی طرف انجذاب تھا نیز حجر بحت کا اس کی شعاعوں میں محو ہو جانا۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو متخیلہ وواہمہ کی قوت نے اپنا حظ قبول کیا۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ جب حقیقت الٰہیہ نے اپنے نور کو عالم میں بھیجنا چاہا تاکہ عالم اس سے روشن و منور ہو جائے (تو) سو اس احدیت کے جو فلک اعظم کی قوت منطبعہ کے وہم و خیال کے درمیان میں تھی کوئی اس نور کے قابل نہ ہوا (اور وہ) اس وجہ سے کہ اس کا نفس اس عالم کون میں مدبر کلیہ ہے۔ اور یہ نور اعظم عرش رحمان ہے اور وہاں تین قوتیں باہم جمع ہوئیں ایک قوت مجردہ جو تجلی اعظم سے مفاض ہوئی دوسری قوت ملکیہ جو طبیعت ملکیہ سے مفاض تیسری واحدیہ (یعنی خیال و وہم کی یکتائی) ان تینوں قوتوں کے اجتماع کے سبب اس نور اعظم کی طبیعت نے اس کا تقاضا کیا کہ اپنی صورت کو (اس متجلی لہٗ کے سر میں اتار دے تاکہ نفس ناطقہ تجلی اعظم کے مشابہ اور قوائے نسمیہ قوت ملکیہ کے مشابہ اور مدرکہ احدیت کے مشابہ الجمع بین الخیال والوہم یہی مناسب ہے۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ آگاہی ہوئی سلطان وقت اور اس کا اضطراب اور ارکانِ دولت کا اس پر غلبہ کے سلسلہ میں عالم ملکوت سے اس سلسلہ میں ایک اشارہ اس مضمون کا ہوا کہ اس حالت میں فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سے تمسک آخر شب میں مفید و نفع بخش ہوگا۔ اور نماز کے بعد اس کی تلاوت کا التزام کرنا چاہیے۔

اسی ضمن میں یہ (بھی) معلوم ہوا کہ بندگان خدا کی ایک جماعت اس کے غلبہ کی دعا کرنے کے لیے مامور ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے اس شخص کے جواب میں جس نے یہ سوال کیا تھا کہ تیری نسبت قوم کی نسبتوں سے کون سی نسبت سے مناسب ہے تو کہنا چاہیے (کہ) اس جگہ کوئی نسبت نہیں ہے۔ تدلی اعظم نے اپنے نمونہ کو اس نفس میں نقش کر دیا ہے (جیسے تصویر اتاری جاتی ہے) اور اس کی بقا نمونہ ہونے کی وجہ سے مطلوب ہے نہ اس کے علاوہ۔ اور اس کی اتباع عالم میں دیگر فوائد چھوڑ جائے گی۔

اسی دوران یہ بھی واضح ہوا کہ اس کو نسبت کہنا اور اس کی مناسبت قوم کی مناسبت سے تلاش کرنا خیال خام ہے جو سمجھا وہ سمجھ گیا اور جو نہ سمجھ سکا وہ نہ سمجھا۔ اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نور اعظم کی ایک عجیب

(بقیہ حاشیہ) ہو جائے اور قوائے نسمیہ قوائے ملکیہ کی صورت ہو جائیں اور مدرکہ احدیۃ الجمع بین الخیال والوہم کی صورت ہو جائے یہی مناسب ہے کہ یہ تجلی منقش کرنے والی ہے متجلی لہٗ میں اور اسی کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ میں اشارہ ہے (تقی انور)

کیفیت پائی گئی۔ ذوق ازل کے علوم کا ہر ذوق جو اس حالت میں یاد آیا سب اس نور میں مخلوط آئینہ کی طرح نظر آیا
لیکن اس طرح نہیں کہ وہ صورت کی طرف ہوتا ہے بلکہ یہ نور وہی حقیقت ہو جاتا ہے اور اسی رنگ میں ظاہر ہو جاتا
ہے اور ان نیز رنگیوں کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ (تمام) جمہور اہل اللہ کے ذوق الازل کے علوم اسی نور اعظم
سے پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ ذوقِ ازلی کی استعدادِ کامنہ رکھتے ہیں تو اگرچہ یہ آئینہ ان کی نگاہوں سے غائب
بھی ہو جائے تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ان کی نظر حقائق ازلیہ کے آئینہ پر بلا واسطہ پڑ گئی۔

تجلی دوم :۔ تجلی دوم سے لطیفۂ قلب میں ایک تاثیر واقع ہوئی اور حیرت طاری ہوئی پھر کمال تاثیر
کے بعد تدلّی کل کے نور میں فنا ہو گیا۔ اور عجیب اضمحلال پیدا کیا۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو چند علوم
مناسب مقام قوت متخیلہ و واہمہ میں ظاہر ہوئے۔ منجملہ ان کے (ایک) یہ ہے کہ اس تجلی کو باعتبار خاص فیض دینے والا
تدلی کل ہے اور وہ اعتبار فلکِ اعظم کی قوتِ منطبعہ کے وسط میں تدلی کل کا قیام ہے جیسے جسم انسانی میں قلب
اس لیے کہ نفس کل ذات کلیہ کے ساتھ عالم میں باقی رہنے والا ہے۔ اور وہ اس کی قوتِ منطبعہ کے نقاط میں سے
ایک نقطہ ہے جو رئیس النقاط ہو سکتا ہے۔ اور قوتِ مجردہ جس کو ہم تجلی اعظم کہتے ہیں وہ وہی نقطہ ہے جس
کو اس نے اپنا عرش بنا لیا ہے اور یہی وہ مناسبت ہے جو اس بات پر حاصل ہوئی کہ یہ تجلی محاذات قلب پر
واقع ہوئی اور اس میں سے یہ ہے کہ بعض علوم ادوار سابقہ (گذشتہ زمانوں) میں فائض ہوئے اور ادوار متاخرہ
(آخر زمانوں) میں ان کا ظہور رہا۔ بسبب تفاوتِ استعدادات۔ جیسے کسی کی نسبت سے بندھ جانا ایسا امر
ہے جو ادوار سابقہ میں فائض ہوا اور وہ ولایت صغریٰ کی حقیقت سے تھا بعض مشائخ متاخرہ کو سرہند میں
اس نسبت کا خفیف حصہ فنا و بقا کی ایک نوع کے بعد متحقق ہوا۔ چونکہ کمالات کے حصول کے بعد متحقق ہوا لہٰذا
لازماً زیادہ رونق اور حسن کا ادراک ہوا۔ جیسے ایک جاہل اور ایک حکیم نے ایک درخت کو دیکھا جاہل کی نظر
ظاہر پر رہی یعنی اس نے اس کے پتوں کی کشادگی اور پھل و پھول کو دیکھا۔ اور حکیم کی نظر باطن پر یعنی درخت
کی مختلف قوتوں پر جیسے قوتِ نامیہ غاذیہ اور مادۂ منجذبہ کا انتشار۔ دونوں نے اپنی اپنی دید کا حظ حاصل
کیا یعنی اس سے بقدرِ استعداد حصہ پایا۔ لیکن سہولت کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ ایک نے دوسرا درخت دیکھا
اور دوسرے نے دوسرا۔ اسی طرح لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ولایت علیا اور ولایت نبوت دو مختلف
چیزیں ہیں۔ جو نسبت کہ لوگ ولایتِ صغریٰ میں کسب کرتے ہیں جب اس نسبت پر علوم کا فیضان ہوتا
ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی نسبت ہے نہ اس کی غیر۔ لیکن بسبب اس کے جو ہم نے بیان

کیا وہ لوگوں میں ان کی استعدادات کے مطابق تقسیم ہو گیا اور اسی طرح ذوق الازل کے مسائل کا جلوہ انہوں نے دیکھا اور سمجھے کہ یہ مسائل ان کے غیر ہیں جو پہلے فائض ہو چکے ہیں اور یہی حقیقت ہیں۔ اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے ملت و طریقہ میں صرف علوم الازل مراد نہیں ہیں بلکہ اسی تدلی کل کا قرب اور اس میں فنائیت و نیستی مراد ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ تدلی کل کا نور بعض ان نفوس میں ادراک فرماتا ہے جو حظیرۃ القدس میں داخلہ کے قابل ہیں۔ لامحالہ اعمال و توجہات نسمیہ سے ان کی تربیت کی جاتی ہے پھر رفتہ رفتہ ھُمُ الْمُقَرَّبُوْنَ کے بلند مقام پر پہنچا دیئے جاتے ہیں اور دوسروں کو (بھی) اس جماعت سے وابستہ اور ان کا مقلد کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سعادت پر جو ان کے مناسب ہو فائز ہو جائیں اور وہ اصحاب یمین ہیں جن کے اعمال و اذکار و توجہات نسمیہ عمدہ و بہتر ہیں نہ صرف ازل کا ذوق رکھنے والے حادث کے ربط کی معرفتیں قدیم کے ساتھ اگر ہوں تو بہتر اور اگر نہ ہوں تو بھی ٹھیک ہے۔

تجلی سوم :- تجلی سوم جو قرآن عظیم کی تلاوت کے دوران واقع ہوئی (اس سے) لطیفۂ عقل کو جنبش ہوئی اور ایک اضمحلال متحقق ہوا۔ افاقہ کے بعد چند علوم ظاہر ہوئے ان میں سے یہ ہے کہ اس تجلی کا نزول مقام خاص سے ہے اور وہ تدلی کل کا صورت انسانیہ اور اس کے افراد کی استعداد جبلی میں نظر جما دینا ہے کہ تمام افراد اس میں متفق ہوتے ہیں اور طاری ہونے والے حوادث ان افراد کو درپیش ہوتے ہیں ان حوادث کا علاج اور تدبیر ان کی اصلاح پر ہے (وہ کیسے ہے وہ اس طرح ہے) کہ مُسَامِت[1] اور مُسَامَت دونوں تین قوتوں کے جامع ہوتے ہیں جیسا تجلی اولیٰ میں میں نے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ایک شان عظیم پیش آئی اور یہ تینوں باہم مل گئے اور ان مادوں کی قلت و کثرت سے عجیب صورتیں ظاہر ہوئیں۔ آیات قرآنی ان تمام شراروں کا باہم مل جانا ہے۔ جب تک دنیا اور دنیا والے ہیں حق متکلم ہے اور آیات قرآنی نافذ ہیں لیکن زبان غیب کے ترجمان حضرت خاتم الانبیاء ہیں کہ یہ تینوں قوتیں ان میں بدرجہ اتم تھیں۔ اور دوسرے ان کے دسترخوان کے ریزہ چین ہیں اور انہیں میں سے یہ بھی ہے کہ نبوت اور نزول قرآن محض تعلیم علم نہیں ہے۔ مدبر السمٰوٰت والارض جس طرح صور جوہریہ میں سے ایک صورت کو معدوم کرتا ہے اور دوسری صورت کو موجود کرتا ہے اسی طرح ملکوت میں شرائع تکلیفیہ کی اشباح کو بصورت

---

[1] مُسَامِت۔ قصد کرنے والا۔ مُسَامَت جس کا قصد کیا جائے۔

[2] تا خدا ہست دریں معرکہ ما ہم ہستیم۔

روحیہ پھر وہمیہ پھر خیالیہ مصور (و متشکل) کر دیتا ہے اور ملائکہ کے طبقات اعلیٰ مرتبہ ملکیہ سے اسفل مراتب ملکیہ تک سب کے سب اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور اسی مناسبت سے ملہم ہوتے ہیں۔ اگر کسی جاہل نے شرائع کا انکار کیا اور حق کے علاوہ تاویل کی ہر چند وہ خفا بینت رکھتا ہو گا، لیکن ماخوذ ہو گا۔ جیسے رطوبت کہ جیسے ہی بارش کا موسم آیا آسمان سے لے کر تحت الثریٰ تک سب مرطوب ہو گیا۔ اور وہ خود اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ انتہائی شدید گرمی کا موسم ہے اور اس اعتقادِ فاسد کی وجہ سے اسکی کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اور اس کی اذیت ساعت بہ ساعت اور متعفن امراض دمبدم بڑھتے رہیں گے۔ اور یہ میری آخری بات ہے۔ والحمد للہ اَوَّلًا وَّ آخِرًا وَّ ظَاھِرًا وَّ بَاطِنًا۔

ساطعات

جب رمضان ۱۱۶۸ھ میں حضرتِ اقدس نے اعتکاف فرمایا از بسکہ یہ فدوی بعض موانع کے سبب۔ جو اس کو در پیش تھے شرف مجاورت کے حصول سے عاجز تھا آنجناب کے کرم عامہ نے اس الطافِ کریم کے خوگر کو اپنے فیضِ عظیم سے محروم کرنا پسند نہ فرمایا اور اعتکاف کے وارداتِ خاصہ جن میں ہیا کل کلیہ اور تدلّی کل کا بیان اور شرح حق۔ چند "ساطعوں" کے طور پر تحریر فرما کر عنایت فرمائے اور اس خاکسار کو سرفرازی بخشی وہ ان کو ان اوراق میں لکھ کر اس رسالہ کو مزین کرتا ہے۔

ساطعہ = تجلی کی حقیقت کے بارے میں اور اس کا اثبات حکمت و علم کلام کے اصول پر عقلاً اور نقلاً = جان لو کہ تجلی مطلب ہے اس موجود سے جو واجب کا اور اس کے بعض کمال کا نمونہ ہو اور خاکی ہو۔ اور تجلی کی شرط یہ ہے کہ کوئی فعل اس تجلی کے واسطہ سے حق کی طرف منسوب ہو خواہ نسبت بمعنی فاعلیت ہو جیسا کہتے ہیں کہ خدا نے ایسا اور ویسا کہا۔ یعنی اس تجلی کے ساتھ اس کے ظہور کی شرط جیسا حدیث منام میں کہا گیا کہ اللہ نے فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھ دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھے یا بمعنی مفعولیت۔ جیسے رَاَیْتُ رَبِّیْ فِی الْمَنَامِ (میں نے اپنے رب کو خواب میں دیکھا) اور اگر تجلی کا توسط اس اتصاف سے کسی صفتِ واجب کے ساتھ مثلاً تم چاہتے ہو تو زید کی انگلیوں کی حرکت کو شرط کتابت کے ساتھ دیکھو اور سمجھو زید کی انگلیوں کی حرکتِ دوام اس کے شرطِ کتابت کے ساتھ متصف ہونے میں ثابت ہے۔ اسی طرح امور حادثہ میں جیسے زید کا آج کے دن زندہ ہونا اور آج کے دن مردہ ہونا اور یہ بات بوجہ قدرتِ قدیمہ کے تعلق کے آج

بھی حق کے لیے ثابت ہے اور یہ واسطہ موصوف کے ساتھ قیام صفت میں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مجرد اور متخیل کے درمیان ایک مناسبت ہے۔ یعنی ایک شارح اور دوسرا اس کی تفسیر ہو سکتی ہے مثل اس متخیل کے کہ حسِ مشترک اس کو شجر و حجر سے باہر کھینچتا ہے اور جب ہم حقیقت واجب کا تصور کرتے ہیں۔ اور اس پر اثبات کا حکم کرتے ہیں تو یقیناً ہماری قوت مدرکہ میں اس کی صورت قائم ہوتی ہے اور اس صورت کی وجہ سے ہمارا حکم راست آتا ہے اور وہ صورت بھی جو افرادِ متبحرّ میں سے ایک فرد ہے اشکال و الوان اور شاخوں و پتوں کے اختلاط سے جو خاکی ہے صورت نوعیہ شجرہ[1] خاصہ (سدرۃ المنتہیٰ) کی مفسر ہے اسی طرح واجب تعالیٰ کا خیال مطلق کی طبیعت میں جس کا حامل فلک الافلاک ہے ایک نمونہ ہے اور وہ اس کی تجلی مطلق ہے۔ جو خیال مطلق کی طبیعت نے بغیر کسی دوسری شرط کے اس کو دی ہے۔ اور بنی آدم کے خیالات میں ایک نمونہ ہے جو ان کی استعدادات خاصہ کی شرط کے ساتھ فائض ہوا ہے۔ اور جسم اخروی میں ایک نمونہ ہے جہاں بحکم اس نشأت عناصر کا حکم مفقود ہے وہ تجلی خود مخلوق اور خاکی ہے واجب تعالیٰ سے۔ اور اس کے بعض کمال کی مفسر ہے۔ یہ ہے تجلّی کی حقیقت۔ لیکن چند وجوہ سے اس کا اثبات متکلمین پر ہو سکتا ہے۔

۱ :- ایک یہ کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کو خواب

---

[1] سدرۃ المنتہیٰ۔ سدرۃ المنتہیٰ روحانیات میں واقع ہے جس کے پھل قندیلوں کی طرح چمکتے ہیں اور اس کی پتیاں برابر جھڑتی رہتی ہیں ہر پتی کی شکل ہاتھی کے کان کی ہے اور یہ اسی جھلی کی شکل ہے جس میں انسانی بچہ لپٹا ہوا پیدا ہوتا ہے تو جس طرح اس جھلی کے اندر انسانی شکل موجود ہوتی ہے اسی طرح آسمانوں کی ارواح متعلقہ ستاروں میں ہوتی ہیں اس کا جو پتہ جھڑتا ہے ارباب اس کے تقاضے احدیت سے عرش پر لاتے ہیں۔ پتہ جھڑنے کی اطلاع صرف رحمٰن کو ہوتی ہے وہ متعلقہ ارباب کو ان تقاضوں کو احدیت سے عرش پر لانے کا حکم دیتا ہے اور ان کی جگہ علیین یا سجین میں مقرر کرتا ہے۔ عرش کے رنگ میں رنگ کر یہ تقاضے حجر بحت کہلاتے ہیں۔ یہ ارباب اسماء ہیں جو عرش سے نیچے آنے والے تقاضوں کو ظہور دینے کے لیے ہر کام کے لیے ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں جو صرف اس وقت تک کے لیے ہوتا ہے کہ اس شئے کا نزول و عروج پورا ہو جائے جس کی میعاد بمصداق آیۂ کریمہ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون۔ ایک ہزار سال ہے ان فرشتوں کی شکلیں جیومیٹری کی شکلوں کی طرح ہوتی ہیں (یعنی مسدس۔ مربع مثلث اور مسطح) (تقی انور)

میں دیکھا اور اس رویت کو کہہ سکتے ہیں رَأَیۡتُ رَبِّیۡ اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے رؤیت حق کا خواب میں اثبات کیا ہے۔ پس صورت مرئیہ خواب میں ایک مخلوق ہے جو واجب کا انکشاف کرنے والی ہوسکتی ہے اور وہ اس کی تجلی ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل اور اس میں شک نہیں کہ وہ حادث ہوئی اس کے بعد کہ وہ نہ تھی اور (پھر) وہ کبریائے واجب کے لیے خاکی ہوگئی اور اسم تجلی اس کے لیے مقرر ہوا۔

۳۔ تیسرے یہ کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میدانِ حشر میں متجلی لہٗ کی استعداد کے مطابق مختلف شکلوں میں دیکھیں گے۔ بعض اپنی استعداد فاسد کے مطابق اور بعض اپنی استعداد صحیح کے مطابق دیکھیں گے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ (علم اکے مبحث میں (یہ) مقرر کر دیا ہے کہ یہ الفاظ کلام کے ساتھ قدیم نسبت رکھتے ہیں کہ ان کی ملاقات کرتے وقت کہہ سکتے ہیں۔ تَلَوۡتُ اور اس کے سننے کے وقت کہہ سکتے ہیں۔ سَمِعۡتُ اور اس کی سورتیں لکھتے وقت کہہ سکتے ہیں کَتَبۡتُ اور ان کے شان نزول کے بارے میں جبرئیل یہ کہہ سکتے ہیں کہ نزلت آیۃ کذا و کذا۔ اور حدوث نے کلام قدیم کے ساتھ اسی وجہ سے راہ پائی۔ کلام قدیم میں یہ الفاظ خاص ترتیب کے ساتھ مترتب ہیں اور یقیناً یہ ایک راہ ہے کہ اس راہ سے ایک کا حکم دوسرے کی طرف کھینچتا ہے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ صفاتِ فعلیہ مبحث میں یہ بات قرار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صفاتِ قدیم کے ساتھ متصف ہے۔ ان صفات میں سے ایک صفت قدرت (بھی) ہے اور قدرت جب کسی چیز سے متعلق ہوتی ہے تو اس جگہ حادث قدرت کے متعلق ہوتا ہے نہ کہ قدرت (حادث کے متعلق) اور قدرت ان تعلقات کے مطابق مختلف نام لیتی ہے اور ہر جگہ دوسرا مفہوم پیدا کرتی ہے۔ احیاء اور اماتت (زندگی دینا اور موت دینا) اور تصویر و رزق (مصوری و رزق رسانی) اسی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان صفاتِ حادثہ سے بوگما، نوگما بواسطہ تعلق قدرت متصف ہوتا ہے۔ اس سے یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ قدرتِ قدیمہ اور امانت و احیا کے درمیان ایک خاص نسبت ہے اور اسی نسبت کی بنا پر یہ تجلی قدیم اور اس کا نمونہ ہوئی لیکن حکمت کے طریقہ پر اس میں شک نہیں کہ نسمہ اور نفسِ مجردہ کے درمیان ایک خاص مناسبت ہے کہ اس کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے انا مریض و انا فی الدار۔ اور نسمہ کے منجملہ خواص میں سے یہ ہے

کہ آنکھ سے اثبات کریں اور کہیں ضربنی ودآنی الی غیر ذالک اور جو شجرہ و اشکال و اغصان (شاخوں) اور صورتِ نوعیہ شجرہ کے درمیان ایک طرح کی نسبت ہے (جس کے بارہ میں) کہہ سکتے ہیں رایت النخل و مسست النخل و قطعت النخل. پس مجرد و غیر مجرد کے درمیان ایک نسبت ہے جس کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر واجب ہوتا ہے۔ اور چونکہ فلک الافلاک بلکہ تمام افلاک قوتِ متخیلہ رکھتے ہیں، تو واجب ہوا کہ پہلی چیز جو ان کی قوتِ متخیلہ میں فائض ہو صورت جالبہ (کھینچنے والی) ہو اور اس مناسبت کا حامل امتدادِ خیالی سے افضل اور تمام موجوداتِ خیالیہ سے خوبصورت ہوتا ہے اور نفوسِ بشریہ کی تہذیب جہاں تک کہ اس امتدادِ خیالی کے مشابہ ہوتی ہے مشابہت جبلّی کے ساتھ حظیرۃ القدس سے نفوس کو کھینچنے والی ہوتی ہے۔

تجلّی اعظم کی جہتیں

ساطعہ :- چوں کہ تجلی اعظم کی دو جہتیں ہیں ایک مظہر بہ ذات بحت مجرد دوسرے یہ کہ وہ خود ملکوت سے ہے ان اعصاب کی طرح جو گوشت اور ہڈی کے درمیان ہوتے ہیں اور طلسم الٰہی کے مظہر ہیں۔ پس ملکوت اس تجلی کے واسطہ سے جبروت سے وابستہ یا متعلق ہوا۔ اور نفوس ذکیہ مطیعہ نسمہ کے ساتھ منجذب ہو گئے اور جبروت کے معانی سے متحمل ہو گئے۔ جیسے مرطوب ہوا جب دریا پر سے گذرتی ہے تو دریا کی رطوبت کو بھی اپنے ساتھ لے لیتی ہے۔ لہٰذا تدبیر عالم ان نفوس کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے اور جنت و علیین بھی اس تجلّی کے واسطہ سے منتظم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نفس جو غایت صفا و ذکا میں ہوتا ہے آہستہ آہستہ اس امتدادِ خیال کا عین ہو جاتا ہے اور اسی میں غوطہ زن ہو جاتا ہے یعنی اس میں غوطہ کھانا صورت وجوب کے ظہور کی استعداد ہے، جیسے آئینہ جلا و صفائی کے بعد آفتاب کی صورت کو قبول کرتا ہے۔

غلبۂ صفات و غلبۂ ذات

ساطعہ :- کمال سے مطلب ہے حق کی تکوین کا خلق کی تکوین پر غلبہ اور اس غلبہ کی دو قسمیں ہیں ایک غلبۂ صفات دوسرا غلبۂ ذات غلبہ صفات کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی گھر میں بہت سی مشعلیں روشن

کی گئیں یہاں تک کہ وہ نور سے بھر گیا اور اس گھر کے چاروں طرف پہاڑ ہوں ہر ایک کو اس نور سے ایک حصہ پہنچا اور وہ اس سے منور ہو گیا۔ کسی کو صرف نور (لیکن) وہ بھی اس کے سوراخ سے ایک انگوٹھی کے حلقہ کے برابر اور کسی کو نور مخلوط چراغ کے رنگ کے ساتھ جس کو اس نے پہاڑ پر نصب کیا ہے اور غلبۂ ذات کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص کی روح اس کے بدن سے جدا ہو جائے اور (پھر) وہ روح نور چراغ کی طرح عین مشعل ہو جائے اور اسی میں فانی و نیست ہو جائے۔ اور غلبۂ صفات کی شرط ایک نسبت ہے جو نفس عارف میں قائم ہو جاتی ہے عبادات کی نسبت کے تعلق سے یا اولسیہ یا یادداشت یا توحید کی نسبتوں کے تعلق سے جب یہ نشات برہم ہو جاتی ہے تو ان جزوی نسبتوں سے کسی قدر حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک نور ہے جو مشابہ ہے نور خارج کے پہاڑ سے گھر کی سمت یا حادثہ (قائم نہ رہنے والا) ہے جو نفس خارجہ (کائنات) میں جوارح سے پیدا ہوتا ہے اور مدبر السماوات والارض۔ ان افعال عجیبہ کے ذریعہ خزانۂ رحمت سے زمین پر منتشر ہوتا ہے۔ اور غلبہ ذات کی شرط تین چیزیں ہیں۔

حجر بحت حجر بحت جو آئینۂ نفس میں تجلی اعظم کی صورت ہے اور سنت اللہ اس بارہ میں جاری ہے کہ جب کسی شخص کو غلبۂ ذات سے مشرف کرنا چاہتے ہیں تو اس کے حجر بحت سے اس کے لطیفۂ قلبیہ میں ایک شعاع ریزش کرتے ہیں۔ اور وہ شعاع اس شخص کے قوائے علمیہ و عملیہ پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ مرضات الٰہی اس سے جاری ہو جاتی ہیں۔

جُبَیّہ دوسرے نقطہ جُبَیّہ جو ہیولیٰ کے اول استعداد میں نفس معتدلہ قدسیہ کے لیے عالم فیضان خطیرۃ القدس کے وسط سے پہنچتا ہے اور نقطہ جُبَیّہ بمنزلہ خط شعاع کے ہے جو چراغ سے نکلتی ہے اور وہ نقطہ تمام حالات میں اس شخص کا متولی ہو جاتا ہے اور وہی تولی اس کو خیر سے قریب کر دیتا ہے اور شر سے اس کی حفاظت فرماتا ہے اور اسی پر سنت جاری ہوئی ہے کہ اس نقطۂ جُبَیّہ سے ایک نور محیط اس شخص میں پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا حدیث میں آیا ہے اللھم اجعل من عن یمینی نوراً وعن یساری نوراً وتحتی نوراً۔

نفس ناطقہ تیسرے نفس ناطقہ کے جوہر کا تدلی کل کے نور میں اضمحلال (یعنی فنا ہو جانا) ہے اور یہ معنی قوم کی تمام معتبرہ نسبتوں پر موقوف ہے خصوصاً نسبت التجا اور یادداشت اور نور عبادت اور تمام

مہمات میں اس نفس کو ہمت دینا (جارحہ بنانا) جس کی تفصیل انسان سے ممکن نہیں ہے۔ اور جو کچھ نفس کے جوہر سے بچ جاتا ہے وہ اضمحلال کے ساتھ وصول کا مانع نہیں ہوتا۔[1] ع درد دن دیدہ اگرچہ نیم مواست لبسیار است۔ جب عنایت الٰہی سے تو راعظم نے ان تینوں جہتوں سے اس نفس کا احاطہ کر لیا اور برق سحاب ذات نے یکے بعد دیگرے جوہر نفس میں شکستگی پیدا کر دی تو غلبہ ذات کی قابلیت حاصل ہو گئی۔ عنصری بنیادیں جدائی کے بعد سطح نور میں متلاشی (فنا) ہوتی ہیں۔ اس چراغ کی طرح جسے اس گھر سے روشن کریں اور وہ نور مشعلوں کے انوار کے ضمن میں گم ہو جائے۔ عدماً لا وجود لبعد کا (ایسا عدم جس کے بعد وجود نہیں)[2]

خوردار از درون و بیروں جلوہ کہ دو من زمیاں چو سایہ محو شدم کان دو سو چراغ آمد

ساطعہ :۔ وہ حضرت الٰہیہ جو جامعہ ہے ملکوت و جبروت کے درمیان اور ان دو مقاموں کے وسط میں واقع ہے۔ جبروت بمنزلہ اس کی صورت کے ہے اور ملکوت بمنزلہ اس کے مادہ کے۔ اس کا حکم بنی آدم کے وہم و خیال کے ساتھ بلکہ قوت مدرکہ کے ساتھ وہم و خیال پر حاکم ہے اور وحدت دونوں کے درمیان جمع ہے۔ اس میں انسان کی صورت نوعیہ پر ایک خاص نظر ہے جب انسان کی صورت نوعیہ اس جگہ ممثل ہوئی تو عقل و وہم و خیال تینوں بروئے کار (ظاہر) آ گئے۔ اور ان تینوں کے درمیان ایک عجیب امتزاج ہوا۔ پس حضرت جامعہ سے چند کلمے انسان کی صورت نوعیہ کی جانب جدا ہوئے۔ ہر کلمہ ان تینوں قویٰ کے مزاجوں سے ایک مزاج کے مطابق تھا کہ التجلی[3] لا یکون الا بقدر المتجلی لہٗ۔ ہر کلمے نے جس سے اس کو مناسبت زائد تھی اس کی استعداد کے مطابق اس کا احاطہ کیا اور عشق کی رحبں کی وجہ سے) اسمائے اربعینیہ ادریسیہ اس منبع سے باہر آئے۔

ساطعہ :۔ اسمائے اربعینیہ ادریسیہ کا ہر اسم اسمائے الٰہیہ میں سے ایک سر ہے، جو کامل کے قلب میں ودیعت رکھا ہے۔ اس اجمال کی شرح اور اس بات کا کشف یہ ہے کہ ہر اس کامل نے جب پروانہ صفت اپنے کو جوہر نار میں فنا کر دیا تو فنا ہونے سے قبل اس پہ ایک حال طاری ہوا اور علم نے اس کا گریبان

---

[1] حضرت نقشبندیہ کا دستور اضمحلال یغشی السدرۃ ما یغشی ہے

[2] اس نے ظاہر و باطن سے جلوہ کیا اور میں درمیان سے سایہ کی طرح محو ہو گیا۔ کیونکہ اس کے دونوں سمت چراغ ہیں۔

[3] تجلی متجلی لہ کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔

پکڑا اور وہ حال علم اشیاء میں سب سے زائد قریب تھا۔ جب ان تمام احوال و علوم کو یکجا کر کے جمع کیا تو اسمائے اربعین نکل آئے۔ جیسے برف کو کسی دیگ میں رکھ کر اس کے نیچے آگ سلگائی جائے یہاں تک کہ وہ دیگ سے ہوا بن کر اڑ جائے۔ پانی کا آخری حال جوش مارنے اور دیگ سے آواز آنے اور اتنا ہلکا ہونے پر ہے کہ آواز کے نقطے بھی بکھر جائیں۔ یہ تمام حالات برف کے ہوا ہو جانے تک ہوتے ہیں۔ لہٰذا واجب ہوا کہ یہ اسمائے تسبیتی ہوں گے جو تنزیہہ کے نزدیک ہوں گے اور ایک تقیدی ہوں گے، مادی خاکی، اور بے نشانی کے نمود کا ایک نشان ہوں گے جس کو اطلاق کہتے ہیں۔

تدلّی کل کے ہیاکل کلیّہ

ساطعہ :۔ تدلی کل کا ظہور وہم و خیال دونوں کے ساتھ ایک وجہ سے واقع ہوا ہے کہ ان دونوں مقاموں (وہم و خیال) کے مابین جہاں کہ احدیت دونوں مقام کی ہو وہاں متجلی ہو گا۔ لہٰذا تدلی کل کے ہیاکل کلیہ جو اسماء کے ساتھ معبر ہوتے ہیں اور جو کچھ اوہام بشر کا متوارد ہے حکم نوع کے مطابق ہے۔

● پس اوّل ہیاکل کلیہ تدلی کل کی ہر شے پر قدرت ہے اور ہر شے کی ملکوتیت کو ہاتھ میں لے لینا اور ہر ایک میں اس کے مناسب تصرف کرنا۔ اور اصل بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ تدبیر شے کا موافق کرنا ہے خیر مطلق کے ساتھ اسباب کے قبض و بسط کے ساتھ اور قبض و بسط نہیں ہوتا لیکن شے کی طبیعت کے مطابق۔ لہٰذا ہر شے کا ملکوت مختلف ہوتا ہے۔ ایک یا رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَوَارِثَهُ وَرَازِقَهُ وَرَاحِمَهُ، اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے جو پتے کو طبیعت شجریہ کے ساتھ واقع ہے۔ اس کا نام طبیعت کے اعتبار سے ربوبیت ہے اور برگ کے اعتبار سے عبدیت۔

● دوسرے صراطِ مستقیم پر ہونا یہ مرتبہ جو اس کی طبیعت نوعیہ و شخصیہ کے مقتضیات سے نہیں گذرتا اور ایسے طریقہ پر واقع ہوتا ہے کہ اس فرد مخلوق میں ان اسباب کے ساتھ کوئی چیز اَولیٰ واحق نہیں ہوتی اس سے جو واقع ہوا (یعنی اس کی عبادات ہی اس کے لیے اَولیٰ واحق ہوتی ہیں) یا اللہ المحمود فی کل افعاله ویا حمید الفعال ذالمن علی جمیع خلقه بلطفه اس معرفت کا ایک سر ہے تیسرے یہ کہ تدلی کل مظہر مجرد شخص کل کے اس طرح متعلق ہوا کہ یہ مجرد لبشرط شخص اور اس کے مطابق مبدا المبادی سے

ازلاً و ابداً فائق ہے اور یہ صورت مجرّد مبدأ المبادی ہے۔ مبدا المبادی کے عموم و لباطت کے مابین فرق ہے اور یہ مجرد مثل فرق کے درمیان کلی طبعی اور صورتِ ذہنی کلی طبعی کے ہے جو ہمارے ذہن میں متمثّل ہوتی ہے پس تدلی کل کی ظلیت کے اعتبار سے مجرد محض کی اور مجرد محض کی ظلیت کے اعتبار سے مبدا المبادی کی تدلی کل میں ایک شان پیدا ہو گئی ہے اور وہ شان سب پر اس کا غلبہ ہے اور وہ سب سے بلند ہے (اور) یا الله الالهة الرفیع جلاله و یا قریب المتعال فوق کل شیءٍ علو ارتفاعه سے یہی مطلب ہے۔

● چوتھے یہ تدلی کل حسب استعدادات جزئیہ مختلف اطوار رکھتا ہے۔ اس نسبت کی طرح جو نشأت سافلہ میں پیدا ہوئی اور وہ تدلی کل کی نسبت ہے بہ اعتبار اطوار خاصہ اور افعال جزئیہ موم کی نسبت کی طرح ہیں مجسموں کے ساتھ جو اس سے بنائے گئے ہیں وہ موم سب میں باقی ہے اور اس کے مجسموں کے تغیر و تبدل کا موم میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یا واحد الباقی اوّل شیءٍ و آخرها دائم لا فناء و لا زوال لملکه و بقائه اس نکتہ کی ایک شرح ہے۔

● پانچویں یہ کہ جب اولاً اوہام بشر نے جو کچھ اپنے نزدیک ہے حقائق خاصہ سے ادراک کیا (تو) اس جگہ تقیدات دید اور صماتِ حدوث اور شین[1] ضعف مدرک ہوئیں۔ پھر جب اس سے آگے بڑھا تب کوئی عیب نہ دیکھا (یعنی یہ سب تقیداتِ دید وغیرہ نظر نہ آیا۔ اور یہ معنی تمام اوہام بشر کے متفق علیہ ہیں۔ اس اعتبار سے اسماء نے اشتقاق کیا جیسے یا صمد[2] بغیر شبہ کے فلا شیءٌ کفواً و لا ید ایته و لا امکانَ لوصفه یا کبیر انت الله الذی لا یهتدی القول لوصف عظمته و مثل لم یلد و لم یولد۔

● چھٹے افعال الٰہی تدبیر کے انحصار کے اعتبار سے۔ اس حالت میں اس میں افعال بہت ہوتے ہیں ہر جنس کا ایک نام مقرر کر دیا ہے۔ انہیں میں سے اعداء کی کثرت اور ان کا برہم کرنا ہے اور انہیں میں سے سائل کے سوال کی قبولیت اور مستفید ہونا۔ یا قهار ذا البطش الشدید انت الذی لا یطاق انتقامه یا مذل کل جبارٍ عنید بقهر عزیز سلطان یا رحیم کل صریخ و مکروب و غیاثه و معاذه یا غیاثی عند کل کربة و معاذی عند کل شدة و مجیبی عند کل دعوة و رجائی حین تنقطع حیلتی یا جواد انت الذی لا یخیب سائله و طالبه

---

[1] عیب [2] عیب

● ساتویں یہ کہ اشیائے مثالیہ کی صورتیں بالطبع تدلی کل کے سامنے موجود ہیں۔ اور صورت عنصریہ کی فنا کے بعد روح صورت مثالیہ سے شدید تعلق پیدا کرتی ہے اور پھر اعمال کی پوچھ گچھ جو روح کے جوہر میں منتشج (متصور) ہو چکے ہیں اسی صورت مثالیہ سے واقع ہوتی ہے اس نکتہ کا مطلب دین و عبادات کے متعلق واقع ہونا ہے۔ اذا برز الخلائق لدعوته من مخافة یاد یان العباد کل یقوم خاضعًا لرهبته ورغبته۔

● آٹھویں حقائق[1] امکانیہ کا تدلی کل کے سامنے موجود ہونا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ حقیقۃ الحقائق کا مقتضی ہے بے شرط یا بشرط اور اس نکتہ کی تعبیر علام الغیوب سے ہی متعلق ہے اور تدلی کل کی معرفت کے لیے بہت سے ہیولے قوائے اوہام وخیالات لبشر نے کسب کیے جو ملکوت میں مشبہ ہو گئے۔

ساطعہ:- اللہ کی سنت اس بات پر جاری ہوئی ہے کہ جب کسی شخص کا جمعیت بیدار ہوتا ہے تو اس سے شعاعیں (کرنیں) پھوٹنے لگتی ہیں اور اس شخص کے قوائے علمیہ وعملیہ پڑنے لگتی ہیں۔ یہ شعاعیں بعض اسمائے الہٰی کے طریقہ پر ہوتی ہیں اور ان شعاعوں کا ظہور اس شخص کی تخلیق کے اسماء کے نہج (طریقہ) پر ہے۔ ان اسمائے الہٰی کے ساتھ اور پروردگار عالم کے ساتھ اس کی بہترین معرفت کا سبب وہی اسماء ہوں گے۔ اگرچہ ان کی شناخت سب کو حاصل نہیں ہوتی۔

ساطعہ:- اسمائے عظام کی تاثیر میں ایک سر ہے جو کئی وجوہ سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص میں کواکب سیارہ سے ایک دقیقہ ہے جو اس کے عناصر علوی ہیں اور ہر کوکب کی حقیقت ان اسماء میں سے ایک اسم کے ساتھ منسوب ہے۔ جس طرح نوع موالید کسی ایک کوکب کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں پس جب تسبیح کرنے والا کسی اسم کی تلاوت کرتا ہے تو دقیقہ کو کبی دقیقہ مثالی کے ساتھ جس کے مقابل وہ اسم ہے، حرکت میں آجاتا ہے اگر وہ اسم مذکر ہوتا ہے یعنی لوث بہیمیہ سے مجرد تو اس کا نفس ناطقہ خوش ہوتا ہے اور اگر یہ اسم مذکر یعنی رفعت ہوتا ہے جو شمس ومشتری میں پائی جاتی ہے (تو) وہی دقیقہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح مقبول ومحبوب کے معنی ہیں اور اسی طرح علم اور مغیبات (آثار غیبی) کے معنوں کی معرفت اور حلاوت وقہر وغیرہ کی معرفت۔

اگر کسی کے لیے پڑھتا ہے اور پڑھنے کے وقت ملائکہ کے وصف سے متلبس ہوتا ہے جن

---

[1] وہ حقائق جو ممکن تھے اعدم میں تھے اور وجود میں نہ آسکے۔

کا الہام بنی آدم کے قلوب میں شائع ہوتا ہے اور اپنے مطلب کو دل میں مستحضر کرتا اور ہمت باندھتا ہے کہ مطلوب شخص میں تاثیر کرے تو یقیناً الہام کی طرح وہ اس کی طرف سیلان کرتا ہے اور اس شخص کے دقائق میں سے ایک دقیقہ کو جنبش دیتا ہے جیسے تسبیح کرنے والے کی آواز کا سکوت یا تمام شرارت وشوخی وبے باکی سے اس کا رک جانا (یعنی مسبح نے جو حرکت دی تھی اس سے رک جاتا ہے) کبھی یہ دقیقہ بہت ضعیف ہوتا ہے پڑھنے والے سے اس شخص کے مقابلے میں جس کے لیے وہ پڑھ رہا ہے، پس دقیقہ پر اس اسم کی تلاوت گراں ہوتی ہے اور وہ دقیقہ اس تلاوت کے ساتھ مقصد کی کاربرآری کرتا ہے۔ اور اس تلاوت کا حکم اور ہیئت جو نفس کو تلاوت سے حاصل ہوتی ہے طلسمات کے حکم میں ہے[1]۔

ساطعہ:۔ آدمی میں بہت سے لطائف ہیں اور ہر لطیفہ ایک مقام رکھتا ہے اور ہر مقام ایک علم اور ایک معرفت کو اپنا متبع کر لیتا ہے اور یہ واضح الہامات کے ساتھ (علم معرفت کی) شبیہ کا وجود ہے جو ذوات نفس (صاحبان نفوس) میں رکھی ہے اور حظیرۃ القدس نفس ذکیہ کو کھینچنے والا ہے جیسے مقناطیس لوہے کے اجزاء کو اس سبب سے واجب ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت حظیرۃ القدس کی جانب مکمل رغبت کرے اور اس حرکت (نیچے سے اوپر اور قوت سے فعل میں آنا) سے وہ علوم ان پر کھل جاتے ہیں اس طرح جیسے آگ لوہے اور پتھر سے روشن ہوتی ہے اور ان علوم میں غالب اسی لطیفہ کا حکم ہے جو لطائف کے درمیان سے قوت وظہور سے موصوف ہے اور ہر نکتہ جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے ایک مستی وذوق عطا کرتا ہے اور شدت مستی میں پست وبلند الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں (جاری ہوتے ہیں) اگر شریعت کی تنبیہ کی باگ نے ان کی زبان کو اعتدال پر کھینچ رکھا تو خیر۔ اور نہ کھینچ رکھا تو وہ مبالغہ کریں گے، اور ناپسندیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور ایک جماعت کا جو بحث مرقی ہوتا ہے اس کی شعاعیں ان کی عقول پر غالب آجاتی ہیں تب وہ کہنے لگتے ہیں کہ (اجزائے الٰہی فلاں میں موجود ہیں اور اس کہنے سے وہ حلول اور شرک (کے مغالطہ) میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر شریعت کا اعتدال ان کی تہذیب نفس کرتا تو یہ کہتے کہ نفس کے آئینہ میں حق کی صورت ہے اور اس بے ادبانہ

[1] یعنی خاصیت تلاوت آواز کی لہروں میں ہے عناصر میں نہیں ہے اور آواز کی لہریں جیسی خاصیت چاہتی ہیں عناصر میں پیدا کر دیتی ہیں۔ یہی امر کا فعل میں آنا اور کن کا فیکون ہوتا ہے۔ (تقی انور)

تعبیرات سے باز رہتے اور ایک جماعت کا مربی نفس رحمانی ہوتا ہے جو صورت کے تعین کا محل ہے۔ یہ جماعت دو فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ حکماء کے ایک فرقہ نے اسے ہیولےٰ اور صورت سے تعبیر کیا۔ اور دوسرا فرقہ جو صوفیاء کا ہے وہ توحید و اتحاد کا قائل ہوا۔ اگر توفیقِ الٰہی (حکماء) ساتھ دیتی تو وہ نفس رحمانی کو صادر اول کہتے ہیں بُرے الفاظ درمیان میں نہ لاتے۔

ایک عزیز نے جو من جملہ اصحاب علم و صلاح میں حضرت سے مستفید تھے اور اہل حدیث کا ایک گروہ ان سے سند یافتہ تھا اور وہ اعمال و اوراد میں ہمت رکھتے تھے اس دوران حضرت اقدس سے حزب البحر کی اجازت مع شرائط حاصل کی۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت اقدس سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میں نے بارہ روز روزہ رکھنے کا اپنے لیے معمول بنا لیا۔ اور جلالی و جمالی کو ترک کر کے اس حزب کو پڑھنے میں مشغول ہو گیا لیکن کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اور جن ثمرات و اثرات کی اس کے پڑھنے سے توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی تو بہت افسردہ ہوا بلکہ یہ تقاضائے بشریت حضرت اقدس سے جو حسن ظن تھا اس میں نقص پیدا ہو گیا جو مزید تنگ دلی کا باعث ہوا۔ ناچار آپ کی خدمت میں عرض کیا اور مقصد میں ناکامی بیان کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ناکامی کا علاج صرف یہ ہے کہ از سر نو اس وِرد کو انہیں شرائط و آداب کے ساتھ پڑھنا چاہیے (اور یہ دیکھنا چاہیے) کہ اس کے بعد کیا ظاہر ہوتا ہے ناقل کہتا ہے کہ آپ کے حکم کے بموجب پھر دوبارہ میں نے خلوت کا التزام کیا اور راتوں کو اس وظیفہ کے لیے وقف کیا۔ تین راتوں تک میں نے اس کی تلاوت اور مقررہ شرائط کے ساتھ پابندی کی۔ جب تیسری رات ختم ہوئی اور قبولیت کے آثار کچھ ظاہر نہ ہوئے تو مزید دل شکستہ اور افسردہ ہوا۔ اسی دوران سو گیا، خواب دیکھا کہ حضرت اقدس ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور میں نیز ایک اور عزیز وہاں موجود ہیں اور حضرت اقدس میری جانب خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ ہم شرحِ صدر رکھتے ہیں۔

اور شرحِ صدر کا سبب یہ ہے کہ ایک روز شاہ ترکمان قدس سرہٗ نے ہمارے حضرت بزرگوار کی دعوت کی اور کہا کہ اپنے لڑکے کو بھی ہمراہ لانا۔ حضرت والد ماجد فقیر کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے اور شاہ ترکمان کی دعوت میں شریک ہوئے۔ اسی دوران شاہ ترکمان نے والد بزرگوار کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اس لڑکے کے لیے دعا کرو، والد ماجد ہاتھ اٹھا کر دعا میں مشغول ہوئے، حضرت شاہ ترکمان آمین کہتے جاتے تھے اور دعا

کے الفاظ یہ تھے۔ اللّٰھم اعطِ مالاً و ولداً و شرح صدر فی الدنیا والسلام عند الموت ومغفرۃ بعد الموت وفردوسًا فی الجنۃ۔ ناقل کہتا ہے کہ ان الفاظ کو میں نے یاد رکھا اور دو تین الفاظ اور بھی تھے جو یاد نہ رہے اور اس واقعہ کے بعد ایک اطمینان وسرور دل پر وارد ہوا اور مسرت وخوشی حاصل ہوئی۔ اور حسنِ ظن اور عقیدت میں جو کدورتیں اور نقائص پیدا ہو گئے تھے کافور ہو گئے اور حضرتِ اقدس سے عقیدت وخلوص میں ترقی ہو گئی۔

افادہ:۔ خواجہ محمد امین حضرتِ اقدس سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۶ جمادی الآخر روز پنجشنبہ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوں اور وہ مسجد جامع مسجد دہلی ہے یا مسجد بیگم اکبرآبادی ناگاہ لوگ کہنے لگے کہ اس جگہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ کریمہ ظاہر ہو گی۔ یہ سن کر مشتاقوں کی ایک جماعت آپ کے جلوۂ دل افروز کی آرزو میں صف بستہ ہے اور میں بھی جمال باکمال کے مشاہدہ کی تمنا میں جدھر بتایا گیا تھا متوجہ ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ کریمہ آہستہ آہستہ ظاہر ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ پوری طرح ظاہر ہو گئی۔ اور پھر اس آئینہ سے نکل کر خارج میں جلوہ گر ہو گئی۔ اور ہم نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت وتوجہ ہماری شریک حال ہو اور علم حدیث کی اشاعت وترویج میں عالی ہمتی عطا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ "ہو گی"۔ پھر عرض کیا کہ اس علم کی اشاعت ہمارے ہاتھوں نیز ہماری اولاد اور بھائیوں کے ہاتھوں ہو۔ اس سلسلہ میں بھی مدد (وتوجہ) درکار ہے قبول فرمائی جائے۔ ارشاد فرمایا کہ "ایسا ہی ہو گا"۔ پھر وہ صورتِ کریمہ روپوش ہو گئی۔ اور ہم نماز کے لیے مسجد کی جانب چلے ہی تھے کہ یہ آواز آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ کریمہ پھر جلوہ افروز ہو گی ہم پھر اس سمت گھومے دیکھا کہ اس مرتبہ بھی وہی صورت آئینہ میں متجلی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ پوری صورت ظاہر ہو گئی۔ اسی اثنا ایک سولہ سالہ جوان حاضر کیا گیا اور آنجناب کی جانب سے ہماری طرف ارشاد ہوا کہ اس جوان کو خرقہ پہناؤ۔ میں نے آپ کے فرمانے کے مطابق اپنی چادر اس جوان کو اڑھا دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس کو خرقہ عطا ہوا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ جوان کون تھا ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

ے اے اللہ دنیا میں مال و دولت اولاد اور شرح صدر اور موت کے وقت سلامتی اور موت کے بعد مغفرت اور جنت میں فردوس عطا فرما

افادہ:- ایک روز یہ خاکسار حضور پرنور کی خدمت میں اور خلوت خاص میں حاضر اور اوقِ اُمرِلہ کے ارشادات کا منتظر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض نُفُوس کا عالم برزخ میں استقرار اس بات کا مقتضی ہے کہ جو کچھ وہ اس عالم میں چھوڑ گئے ہیں محفوظ رہے۔ گو اسباب خارجیہ اس کے منافی ہوتے ہیں۔ پس ایسا ادراک ہو رہا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ابدالوں میں سے کسی کے پاس ہے یعنی وہ نفوس جن پر صرف قوائے روحیہ غالب ہیں اور وہ صرف الہام فوقانیہ سے کام کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں کتاب مذکور محفوظ ہے اور انجام کار وہ ہم کو یا ہمارے بعض منتسبین کو پہنچ جائے گی۔

قد یکون الامر فی الملکوت مطویا علی غرہ مختوما علی سرہ فیجیئ صاحب الوقت فلیف استارہ عنہ دسر کونہ مطویا علی غرہ ان یثبت الشیء ویکون لہ لوازم وامور مشتبہۃ تعد من لوازمہ وجہ ولا تعد منہا من وجہ فیسامح فی الحکم ویجعل من اللوازم قطعًا ویذعن بثبوتہا مع ثبوت الشیء وسر الکشف ان یکون رجل من عداد الملأ الاعلی فیجیء ھممہ الی خیر الملأ الاعلی ویکون انما انتشانہ الحکمۃ لیمیز کل ملتبس عما التبس بہ ویجعل کل وجہ مستقلا بنفسہ فیحکم علی احدھما انہ حق وعلی الآخر انہ باطل، ولنا فی ھذہ المسئلۃ

امر عالم ملکوت میں اپنے حسن و خوبی کے ساتھ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ مُہر کیا ہوا اپنی حقیقت کے ساتھ۔ پھر آتا ہے صاحب وقت اور مکیف ہوتے ہیں۔ صاحب وقت کے اسرار۔ اور اس کا اپنی خوبیوں پر لپٹے ہونے کا راز یہ ہے کہ ثابت ہو اس کے لیے شے اور ہوں اس سلئے (امر) کے لیے لوازم اور اُمُور مشتبہ اس کے لوازم ایک اعتبار سے کئے جاتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے نہیں شمار کیے جاتے پس حکم میں تسامح ہوتا ہے اور وہ لوازم میں سے قطعی طور پر مقرر کر دیا جاتا ہے اور اس کے ثبوت کا شے کے ثبوت کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے اور کشف کا راز یہ ہے کہ ہو کوئی انسان ملاء اعلیٰ کے مقابل پس کھینچتی ہیں اس کی ہمتیں ملاء اعلیٰ کے آخر تک۔ اور اس کی حکمت کی یہ

لہ بعض اوقات عالم ملکوت میں کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جن کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے اور جو ولی صاحب وقت (ابو الوقت) ہوتا ہے وہ ظاہر کو باطن سے تمیز کر لیتا ہے در اصل حقیقت کو سمجھ لیتا ہے یہ قصہ بھی اسی طور پر ہے جس میں ظاہر باطن کے خلاف نظر آرہا ہے۔ جس کو صاحب وقت سمجھا اور دوسرے اس کے ظاہری معنوں پر معترض ہوئے۔ صاحب وقت نے کہا چونکہ سر الٰہی کی تم کو اطلاع نہیں تھی اس لیے واقعہ کے ظاہر پر تم نے اعتراض کیا (انفاس العور)

حکایۃ اجتمع اناس روحانیون فی علیۃ من علالی فی الملکوت تدعی موطن الخیال فجاءھم السید شجاع الدین باولادہ و احفادہ و شکی الیھم صاحب الوقت و قال ھذا الرجل اساء فی حقنا و سعیٰ بنا حینئی ضربا بنعلین فقراء تذدری بنا اعین. قال صاحب الوقت معاذ اللّٰہ ان یفعل ھذ الحدُّ معکم وانتم اھل سوابق الاسلامیۃ والمآثر العلویۃ والمکارم المجلیۃ وان احد سعیٰ بکم کیف یفون سعیہ بکم و قد سبقت لکم الحسنیٰ فی الاولیٰ والاخریٰ فتوجہ الی السید ملاء الروحانیین و قالوا ایھا السید السند بیّنِ لنا جلیۃ الحال فقد غربت فی المقال، فقال السید کنا اھل کرم و اھل فضل ولا ننکر ممن ثبت لہ الفضل بالوجہ ولا یستبعد ممن خص لہ بالکرم ذوارقۃ فکان الامر فی الملکوت مطویا علیٰ غرہ مختوما علیٰ سرہ فجاء ھذا الرجل فکشف المستور و استخرج المعمور وابرز الشین من الشین وابان الغث من السمین، فقام صاحب الوقت و قال فھل کان ھذا یفوتی وھل فعلت ذالک بقدرتی

یہ شان ہوتی ہے کہ وہ ہر مشتبہ کو غیر مشتبہ سے تمیز کرے (دونوں میں امتیاز پیدا کرے) اور ہر وجہ کو اس کی ذات کے اعتبار سے منتقل کر دے پھر وہ حکم کرتا ہے ان دونوں میں سے ایک پر جو حق ہے اور دوسرے پر جو باطل ہے اور ہمارے لیے اس مسئلہ میں ایک حکایت ہے اور وہ یہ ہے کہ (چند) روحانی اشخاص عالم ملکوت کی بلندیوں میں سے ایک بلندی پر جمع ہوئے جسے موطن الخیال کہتے ہیں وہاں سید شجاع الدین اپنی اولاد اور پوتوں کے ساتھ آئے اور روحانیوں کی جماعت سے صاحب وقت کی شکایت کی اور کہا کہ اس شخص (صاحب وقت) نے ہمارے حق میں برائی کی۔ اور کوشش کی اس گوشہ میں (جہاں ہم تھے) فقراء کو جوتے مارتے ہوئے۔ اور ہم کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، صاحب وقت نے (یہ سن کر) کہا معاذ اللہ آپ کے ساتھ کوئی شخص ایسا سلوک کرے۔ حالانکہ آپ لوگ سوابق الاسلام اور بلند مرتبہ ہیں۔ اور اگر کوئی اس کی کوشش کرے تو اس کی کوشش کیسے بار آور ہو سکتی ہے۔ حالانکہ آپ کے لیے سابق ہو چکا ہے مرتبہ حسنیٰ مرتبہ اولیٰ میں بھی اور مرتبہ اخریٰ میں بھی۔ پس ملاء روحانیین نے سید شجاع الدین کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ اے سید سند صورت حال کو ہمارے لیے واضح کر دیجئے کیونکہ اس گفتگو میں مشکل پیدا ہو گئی ہے پس

قال لا ولکنہ کالجارحۃ للتدبیر الالٰھی وکل میسّر لما خلق لہ، قال فماذنبی اذن وما الغیب علی فسکت السیّد وقال القوم اما ھذا فقد صدق تمت الحکایۃ، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ،

سید نے کہا کہ ہم اہل کرم اور اہل فضل ہیں اور ہم انکار نہیں کرتے اس شخص کا (منکر نہیں ہیں) جس کی بزرگی بالوجہ ثابت ہے اور ان میں سے کسی کو حقیر نہیں سمجھا جاتا جس کے لیے کرم کی نص موجود ہے (یہ امر عالم ملکوت میں ہونے ہی والا تھا، تقدیر الٰہی سے تھا) پس یہ امر عالم ملکوت میں اپنی خصوصیات پر لپٹا ہوا تھا اور مہر کیا ہوا تھا اپنی حقیقت پر پس آیا یہ شخص (صاحب وقت) اور اس نے کھول دیا سر مخفی اور نکالا اصل حقیقت کو اور ظاہر کر دیا عیب کو عیب سے اور کھوٹے کو کھرے سے پس صاحب وقت کھڑے ہو گئے اور (احتجاجاً) کہنے لگے کہ کیا یہ سب میری قوت سے تھا اور کیا اس کو میں نے اپنی قدرت سے کیا۔ اس نے کہا نہیں وہ تو جارحۂ تدبیر الٰہی سے ہے۔ اور ہر مخلوق کے لیے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے پس صاحب وقت نے کہا تو پھر اس وقت میرا کیا گناہ ہے اور غیب کا مجھے علم نہیں (اور یہ چیز عالم غیب میں متعین ہو چکی تھی) پس سید خاموش ہو گئے اور قوم نے کہا کہ اگر واقعتاً ایسا ہے تو انہوں نے (صاحب وقت) سچ کہا ہے۔

افادہ:۔ حقائق آگاہ میر ابوسعید بزرگ علیم اللہ[2] بریلوی قدس سرہٗ نے جو اکابر مشائخ نقشبندیہ

---

[1] عالم ملکوت افعال ذات کا مظہر ہے جو عقول یعنی ارواح ملائکہ کا مسکن ہے۔ ناسوت میں پیدا ہونے والے اشخاص کی ارواح بھی اس میں متمکن ہوتی ہیں جن کو فرشتے بر وقت عالم ناسوت میں لا کر رحم مادر میں پھونکتے ہیں۔ اور دوسرے فرشتے اشخاص کے قلوب میں ایسے عزائم پھونکتے ہیں جو تقدیر ازلی کے مطابق افعال سرزد کراتے ہیں۔ سید شجاع الدین امر کے سر بمہر ہونے کی وجہ سے عالم امر میں اس کو نہ دیکھ سکے اور صاحب وقت کی شکایت پر عالم ملکوت میں پہنچ گئے۔ (تقی انور)

[2] شاہ صاحب کے مطبوعہ ملفوظ میں علم اللہ لکھا ہے گو کہ بعض قدیم نسخوں میں علیم اللہ لکھا ہے ع۔ ق۔ وان حضرات صفات کو ذات سے وابستہ کر کے نام رکھتے رہے ہیں۔ جیسے کلیم اللہ، سمیع اللہ، رحیم اللہ اور احسان اللہ وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ (تقی انور)

میں سے ہیں بیان کیا کہ میں ایک بار رمضان کے زمانہ میں شاہجہان آباد میں تھا، وہاں مشائخ صوفیہ میں سے ایک کے سامنے شب قدر کے ادراک کے سلسلہ میں اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ صاحب اس کی وجہ سے بے انتہا بے چین ہوئے اور کہا کہ مجھے اتنا زمانہ ہو گیا اور اس تمنا میں بوڑھا ہو گیا میں نے کبھی اس کو نہ پایا تم کہاں سے پاؤ گے رہیں ان کے اس جواب سے نہایت افسردہ ہوا۔ اور مایوس ہو کر حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کر کے شب قدر کے بارہ میں دریافت کیا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا تھا کہ شب قدر میں یہ دعا بہت پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

اور اس انداز میں فرمایا کہ جیسے ہمارے لیے ہی ارشاد فرمارہے ہیں اور بشارت دے رہے ہیں پھر عرض کیا کہ وقت کون سا ہو۔ فرمایا کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے پس ستائیسویں رات کو شبِ جمعہ تھی مدرسہ غازی الدین خاں میں شب بیداری کے ارادہ سے میں بیٹھا۔ بیٹھتے ہی زمین پر ایک نورانیت پائی، جب آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ مسجد کے اوپر مغرب سمت ایک حجاب ہٹا اور نور عظیم ظاہر ہوا جس سے اطراف و جوانب منور ہو گئے۔ اس مشاہدہ سے اپنے دل میں بے انتہا سرور پایا اور قوی ہمت کا احساس ہوا۔ پھر میں اٹھا اور دعا میں مشغول ہو گیا۔ اور وہ نور نصف گھڑی تک قائم رہا پھر آہستہ آہستہ ہلکا ہوتے ہوئے غائب ہو گیا۔ اور ایک قسم کی ہمت اور خوشی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو گئی اور مناجات و مشاہدہ کے ذوق کی شدت میں مجھے یہ ہوش ہی نہ رہا کہ کب رات گذری۔ صبح کو حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا فرمایا کہ وہ شب قدر تھی۔

پھر آئندہ (دوسرے سال) رمضان میں حضرتِ اقدس نے اپنے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر فرمائی، حکم کے بموجب میں آپ کی خدمت میں حاضر رہا اور آپ کی بابرکت صحبت سے دوبارہ شبِ قدر کے نظارہ سے مشرف ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

افادہ:۔ احمد شاہ ابدالی کے فتنہ میں جو عزیز الدین عالمگیر کے عہد میں ظاہر ہوا حضرتِ اقدس نے جو کچھ زبان غیب سے فرمایا وہ بے کم و کاست پورا ہوا۔ اوّل یہ کہ جب احمد شاہ ابدالی ہندوستان سے ایک دو بار شکست کھا کر چلا گیا آپ نے بارہا فرمایا کہ اس ملک میں اس کا غلبہ ہونے والا ہے لیکن وقت کا تعیّن

نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جب عزیز الدین عالمگیر کے عہد سلطنت میں صفدر جنگ مذکور نے فتنہ کے لیے ہندوستان کا قصد کیا اور دریائے اٹک پر پہنچا اور امرائے سلطانی میں اس کا شہرہ ہوا بہادر خاں بلوچ نے اس وقت اپنی جان و مال کے بارہ میں آپ سے انکشاف چاہا۔ آپ نے ان کو جان و مال و آبرو کی سلامتی کی بشارت دی۔ پھر انہوں نے ابدالی کے سلسلہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے یہ تصریح فرمایا کہ" اس ملک میں اس کا مکمل غلبہ ہو جائے گا۔" عرض کیا کہ" پھر ارکان سلطنت کا کیا ہوگا۔" فرمایا کہ" ان کا حال نہ پوچھو۔ لیکن بہر حال تم محفوظ و سلامت رہو گے"۔ جس وقت ابدالی قریب پہنچا تمام ارکان سلطنت اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور ان سے کوئی تدبیر بن نہ پڑی (ناچار) بادشاہ و وزیر نے حضرت اقدس سے رجوع کر کے اس کے بارہ میں عرض کیا آپ نے بادشاہ عالمگیر سے فرمایا کہ تم اس فتنہ میں محفوظ رہو گے" اور وزیر عماد الملک سے مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ" جنگ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ تمہاری جان کے ہم ضامن ہیں"۔ یعنی تمہاری جان محفوظ رہے گی لیکن تمہارے مال و دولت کے ہم ذمہ دار نہیں"۔ جب نادر شاہ درانی دار السلطنت کے قریب پہنچا تو بادشاہ اور وزیر نے اس سے صلح کر لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ دیکھا۔ پس شہر سے باہر نکل کر بادشاہ کے ہمراہ ہو گئے۔ بادشاہ عالمگیر کی تعظیم و توقیر بجا لایا اور تخت شاہی پر بیٹھا کر سلطنت اس کے سپرد کر دی اور حضرت اقدس کی پیشنگوئی پوری ہوئی اور باوجود اسکے کہ عماد الملک کے لیے جلا وطنی کے تمام اسباب موجود تھے اور ہر شخص نے چغلخوری سے اس کی شکایتیں کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی لیکن بادشاہ نے اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے نہ صرف اس کی جان بخشی کی بلکہ اسے ہندوستان کی وزارت پر بحال رکھا۔ (اور) جو کچھ حضرتِ اقدس نے اس کے حق میں زبان غیب ترجمان سے فرمایا تھا وہ بے کم و کاست پورا ہوا۔ اور بہادر خاں نے بھی بادشاہ کے وزیر کی معرفت جس کا نام شاہ ولی خاں تھا صلح کر لی اور اپنی جان و مال و آبرو محفوظ کر لی، بلکہ بادشاہ کی نگاہ میں عماد الملک کے رفقاء کو جو اعتبار حاصل تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ اور جس کو جتنا زائد جاہ و حشمت حاصل تھا اتنی ہی زائد اس کو پریشانیوں اٹھانا پڑیں اور دولت کی فراوانی کا نا سد مادہ جو ان سب کے دلوں (مزاجوں) میں رچ بس گیا تھا اس کا مکمل تنقیہ (صفائی) ہو گیا اسی دوران اس خاکسار کو والا نامہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہ افواہ پھیلی ہے کہ درانی افواج بارہہ کی طرف جا رہی ہے جس کی وجہ سے فکر و تشویش و تعلق خاطر ہے ہر چند گمان غالب یہ ہے کہ پھلت و بڈھانہ کی طرف ان کا رُخ نہ ہوگا۔ اور اللہ کے فضل سے

اس کی پوری امید ہے کہ وہ ہم کو اور تم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے گا اور اسی وجہ سے دل مطمئن ہے۔ حالانکہ ظاہری حیثیت سے (بہ لحاظ بشریت) فکر ہوتی ہے۔" انتہی۔

جیساکہ ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا کہ دُرانی افواج نے قصبہ پھلت سے تین چار کوس کی مسافت پر پہنچ کر لوٹ مار کی لیکن قصبہ مذکورہ بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔ اور اسی طرح قصبہ بڈھانہ بھی۔ اور شہر شاہجہان آباد میں محلہ "کشنک تنزور"[1] جو حضرت اقدس کی قیام گاہ ہے لوٹ مار کرنے والوں کی دست برد سے اور ان تاوانوں سے جو خانہائے شہر پر لگائے گئے تھے محفوظ رہا۔ اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً دائماً سرمدًا۔

افادہ:۔ ان ایام میں جب کہ دکنی فوج نے ابدالی افواج کو لاہور کے اطراف سے شکست دے کر ہندوستان سے باہر کر دیا اور اس کے تدارک میں اس طرف سے تاخیر ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا کہ احمد شاہ ابدالی مر گیا اس خاکسار نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضور اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ احمد شاہ اس ملک میں پھر آئے گا اور ان کفار کو نکال باہر کرے گا۔ اور اس کو باوجود اس قدر مظالم کرنے کے (زندہ) رکھا گیا ہے"۔ یہ بات گو کہ اس وقت بظاہر امر بعید معلوم ہوتی تھی لیکن آخر کار ایسا ہی ہوا۔ پھر جب دکھنی افواج اپنے ملک لوٹ گئیں (تب) اس ملک والوں کو اطمینان ہوا۔ انہیں ایام میں اپنے ایک مکتوب میں جو اس عقیدت مند کے نام صادر ہوا تھا۔ (ان الفاظ میں) ارشاد فرمایا کہ "ایسا نظر آ رہا ہے کہ بہت بڑا فتنہ پیدا ہوگا اور ایک عالم تہ وبالا ہوگا۔ اور مبارک ہے وہ شخص جو (اس وقت) تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنالے اور اسے ہاتھ سے نہ جانے دے"۔ یہ بات بھی بظاہر اس وقت ناممکن معلوم ہوئی اسی دوران کفار دکھنی نے دوبارہ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر نجیب الدولہ افغان کے ساتھ جنگ کی پیش کش کی اور تقریباً تین ماہ اطراف یا رہ میں ہنگامہ جنگ جاری رہا۔ اس دوران ایک عالم قتل ہوا اور پورا علاقہ اور اس کے اطراف و جوانب تباہ و برباد ہو گئے۔

اسی ہنگامہ کے دوران حضرتِ اقدس نے نجیب الدولہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ "اس امیر المجاہدین (آپ کے) کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے اور ہاتف غیب سے فتح کی بشارت

---

[1] اصل میں اس کا نام پہلے "کوشک انور" تھا (مقامات طریقت صفحہ ۷۱)

سنی جا رہی ہے"۔ پس ان کفار نے ہر چند اس مقام پر کوشش کی جو نجیب الدولہ نے جنگ کے لیے تیار کر ایا تھا لیکن قابو نہ پا سکے اور جب دشمن کی فوجیں دریائے گنگا کو عبور کر کے اس کے ملک میں داخل ہوئیں اور لوٹ مار شروع کی تو اچانک شجاع الدولہ پورب کی سمت سے افغانوں کی کمک کو پہنچ گیا جس کی وجہ سے دشمن کی حالت خستہ ہو گئی اور پریشانی کے عالم میں ہزار ہا آدمی دریا میں ڈوب گئے، اور ہزار ہا قتل ہوئے اور ہر بار جب وہ نجیب خان پر حملہ کرتے تھے کفار کے سردار قتل ہو جاتے تھے۔ ہر چند وزیر اور امیر مدد کو پہنچ گئے تھے لیکن کچھ بس نہ چلا۔

اور اس دوران جب کہ یہ کفار و مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی یہ خاکسار حضرت اقدس کی آستان بوسی سے مشرف تھا۔ ایک روز زبان غیب سے ارشاد فرمایا کہ وسط ذی الحجہ میں میں نے دیکھا کہ "یہ وزیر جس کو ایک عرصہ سے ہماری ضمانت میں دیا گیا تھا اور اسی سبب سے اس کے حق میں دعا کی جاتی رہی ہے اب ہماری ضمانت سے نکال لیا گیا ہے۔ اور اس وقت سے دعا کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا"۔ پس بے اختیارانہ اس واقعہ کا ان احباب کے سامنے جو اس وقت موجود تھے اظہار فرمایا میں نے کہا اب اس وقت جو لوگ موجود ہیں وہ اگر اس واقعہ کو یاد رکھ سکتے ہوں تو یاد رکھیں۔ میں نے اب تک اس واقعہ کو یاد رکھا تھا اب اس ذمہ داری سے سبک دوش ہو گیا۔ اور اس دوران یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ابدالی یار بہ کی طرف رخ کرے گا اور تمام روہیلوں کو اپنے ساتھ لے کر مرہٹوں سے جنگ کرے گا۔ اس وقت تک اس کا آنا محقق نہ ہوا تھا۔ (اس کے آنے کی کوئی بھی صحیح خبر نہ تھی) ناگاہ ابدالی نے دریائے جمنا کو عبور کر کے مرہٹوں کی فوج کو جو اس کے مقابلے سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی بلیشتر کو قتل کیا اور لقبیہ کو شکست فاش دی اور سہارن پور میں داخل ہوا۔ وزیر اور مرہٹوں نے اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر شاہجہان آباد پہنچ کر جنگ کی تیاری کی اور شاہ (ابدالی) نے تمام روہیلوں کو اپنے ہمراہ لے کر شاہجہان آباد کا رخ کیا۔

اسی دوران وزیر مشائخ نقشبندیہ میں سے ایک بزرگ کی سفارش سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور الحاح و زاری کرتے ہوئے اپنی نیز شاہ ابدالی کے تفصیل حال کے بارہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے بے دھڑک فرمایا کہ "بادشاہ غالب آئے گا اور کفار کی فوج کو شکست ہو گی اور تم بھی مغرب و جنوب کے مابین جو جگہ ہے وہاں تمہارہ جاؤ گے۔ اور اس سے قبل جو تم کو ہماری ضمانت میں دیا گیا

تو اس کی وجہ سے دل تمہاری طرف متوجہ تھا اور اکثر اوقات تمہارے حق میں دعا کی جاتی تھی (لیکن) اب تم کو ہماری ضمانت سے نکال لیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب ہماری وہ توجہ بھی باقی نہیں رہی ہے اور دعا بھی جس طرح پہلے کی جاتی تھی اب نہیں کی جاتی"۔ وزیر یہ جواب سن کر مایوس ہو کر چلا گیا۔ اور اس واقعہ کے تین روز بعد شاہ ابدالی اطراف سرہند میں پہنچا اور روہیلوں کو ساتھ لے کر وزیر اور مرہٹوں کی فوج سے جنگ کی گھمسان کا رن پڑا جس میں کفار کی فوج کا سردار مارا گیا اور تمام فوج شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس جنگ میں ہزار ہا کفار جہنم واصل ہوئے اور وزیر اس مقام پر جس کی حضرت اقدس نے زبان غیب سے نشان دہی کی تھی یکہ و تنہا رہ گیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ بعد ازاں خوں ریز افواج نے شہر میں داخل ہو کر قتل و غارت گری شروع کی جس سے لاتعداد آدمی مقتول ہوئے اور ایک جہان تباہ و برباد ہو گیا اور حضرت اقدس کا مسکن بھی اس کے صدمہ سے محفوظ نہ رہا۔ اور وہ بات جو آپ نے پہلے فرمائی تھی کہ "مبارک ہے وہ شخص جو تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنا لے" اس سے اسی طرف اشارہ تھا اور بعض رمز شناسوں نے اس کو دریافت کر کے متحقق کر لیا تھا لیکن اس دفعہ تولی خاص الٰہی جس سے مطلب وَھُوَ یَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ ہے اور جو محبوبین کا حصہ ہے، آنجناب کے حق میں ان صورتوں سے جلوہ گر ہوا۔

فالحمد للہ رب العالمین

پھر آپ وہاں سے منتقل ہو کر شہر پناہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور اس مقام پر یہ فرمایا کہ اب یہ نظر آ رہا ہے کہ "پرانے شہر پر مریخ[2] کی کڑی (گہری) نظریں ہیں اور جنات ان اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جب تک ہم اس محلہ میں رہے وہ وہاں آمد و رفت رکھتے رہے" اور اس کی تشریح کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے ظاہر نہ کی تھی۔

افادہ: ۱۱۷۳ھ کے فتنہ میں اس شہر کے فدویوں کی استدعا پر حضرت اقدس نے وطن مالوف سے مع تمام اعزہ و اقربا قصبہ بڈھانہ میں وہاں کے لوگوں کی سعادت ازلیہ کے تقاضا سے نیز بعض وجوہات اور مصالح کی بنا پر کہ آپ خود انبیاء کے کمال وراثت پر مامور ہیں قیام کے ارادہ سے ہجرت فرما کر سامان سفر اتار دیا۔ اور ان عقیدت مندوں کو اپنی عنایت و کرم سے نوازا۔ اور اس خصوصیت سے

---

[1] یہی وہ مقام محبوبیت ہے جس میں محب بفرطِ محبت محبوب کو وہ تمام طاقتیں عطا فرما دیتا ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہیں (تقی انور)

[2] مریخ کی خاصیت فی نفسہ قہاری ہے لہٰذا اسم قاہر کا خاصہ ظہور فلک مریخ سے ہوتا ہے اور وہی اس کا رب ہے۔ (تقی انور)

ان کے پایۂ افتخار کو بلند فرمایا۔ جب ماہ رمضان المبارک آیا تو حسب معمول قدیم اعتکاف چلہ کشی فرمایا۔ اور آپ کی ابتدا ہی سے عادت شریفہ یہ تھی کہ اگر یہ خاکسار ان ایام میں شرف مجاورت سے مشرّف ہوتا تو خلوت خاص میں بلا کر ان اوقات کے اسرارِ وارده سے ممتاز فرماتے۔ اور اگر اپنی بد قسمتی سے اس شرف سے محروم ہوتا تو حضرت اقدس از خود ان تمام واردات کے افادات لپنے اس فدوی کو بالتفصیل تحریر فرماتے اور شرف امتیاز بخشتے۔ اس چلہ میں گو کہ وہ اس سعادت سے مشرف نہ ہوا۔ لیکن حضرت اقدس کے بے پایاں کرم عام نے اس دیرینہ خوگر عنایات کو محروم رکھنا پسند نہ فرمایا، اور اعتکاف کے فتوحات بالتفصیل تحریر فرما کر عنایت و کرم سے سرفراز فرمایا۔ لہٰذا وہ اس رسالہ کو ان تمام واردات و کیفیات سے مزیّن کرتا ہے اور ہر مسئلہ کو لفظ "وارده" سے مُعَنوَن کرتا ہے۔

(وارده) صوفیہ کے درمیان معتبر نسبت اتصال کی نسبت ہے یعنی ہر مشاہدہ سے مخلوط ہوتا ہے اور روح انس و انجذاب کے ساتھ = جب اس نسبت کے دونوں اجزاء میں تفکر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں جزو عالم کبریٰ پر وسیع تکیہ رکھتے ہیں (یعنی) مشاہدۂ سر جبروت و انس پر تکیہ رکھتا ہے اور روح عالم ملکوت پر۔ پھر ان دونوں عالموں نے ایک باب عظیم کھول دیا۔ ان میں سے قدرے ان اوراق میں لکھا جاتا ہے۔

بہشت کی اقسام

افادہ:۔ مجھے بتایا گیا کہ بہشت دو قسم کی ہے اور لفظ بہشت کا اطلاق دونوں معنی پر مشترک امور کے لیے بطریق تشکیک[1] ہے۔ ان دونوں قسموں میں ایک قسم اس بہشت کی ہے جس کے حصول کا دار و مدار اعمال پر ہے وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (اور) سر اس کے وجود میں نفس کی توجہ ہے تدبیر الٰہی کے مطابق موت کے بعد عالم مثال میں۔ پس اعمال مُنْدَمِجہ اور ملکات متشبحہ نفس میں صُوَرِ مثالیہ کے ساتھ ظہور کرتے ہیں اور اس بہشت کا تفصیلی بیان دوسری کتابوں میں تلاش کرنا چاہیے اور دوسری قسم بہشت کی وہ ہے جو عناصر کے درمیان ہے اور جہاں کی آب و ہوا نباتات و حیوانات کے

---

[1] کسی امر کا شدت اور ضعف کے ساتھ صادق آنا جیسے وجود واجب تعالیٰ پر شدت کمال اور اولویت کے ساتھ صادق آتا ہے اور ممکنات پر وجود کا صدق ضعف و نقصان کے ساتھ (تقی انور)

مزاجوں کی لطافت کی مناسبت سے انتہائی معتدل ہے۔ ایک جماعت افراد البشر میں سے (عام البشر میں جو فرد ہیں) ان کی ہے، جن کے طالع میں سعادت سہولت اور عدم کوشش غالب ہے یعنی ان کی ولادت حوت جدی اور ثور میں جو بروج ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اور زہرہ میں جو کواکب میں سے ہے، ہوتی ہے۔ پس مرتے ہی اس عالم کی کیفیات جو حیات دنیا کی تابع تھیں درہم و برہم ہو جاتی ہیں اور اس میں سوائے زندگی کے کوئی کیفیت باقی نہیں رہتی۔ اس حالت میں فیض الٰہی اس کو تسکین دیتا ہے اور اس تسکین سے اتنا زائد لبریز کر دیتا ہے کہ وہ اس کیفیت سے مست ہو جاتا اور تمام حرکات و سکنات سے باز رہتا ہے اور تسکین کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح کسی شخص نے موسم گرما میں شدید جسمانی محنت کی ہو جس کی وجہ سے اسے مزید گرمی کی اذیت پہنچی ہو اسی حالت میں اس کو برف کا شربت جس میں گلاب و شکر ملا ہوا اتنا زائد پلائیں کہ ساری کلفت کافور ہو جائے۔ اور اس تسکین کی کیفیت میں مست و سرشار ہو جائے اور یہ کیفیت اس عالم کی کیفیات میں ایک چیز ہے، جس کو صورتوں کے خالق نے اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔

اور اس اصل کیفیت میں اس نفس پر وہ کیفیت حوت، جدی اور زہرہ اور مشتری سے سیلاب کی طرح آ کر افاضہ فرماتی ہے اور اجزائے نسمیہ جو حالت نزع میں متاثر ہوئے ہیں ایک قسم کی قوت عملیہ سے اس کو کامل کر دیتی ہے نہ کہ خواب و خور سے اور اس کی صورت بشریہ کو اس کے لیے عالم مثال میں اس طرح مخلوق کر دیتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا کہ میں روح صرف مجرد ہوں اور بدن سے جدا ہو گئی ہوں اور کھانے پینے کی حاجت مجھے نہیں ہے بلکہ اپنے کو زندہ خیال کرتا ہے اور ان مواقع پر اس سے (یہ مطلب لیا گیا کہ ابتدا میں بعض شاہان روئے زمین نے بعض معتدل سرزمین پر اپنی خواہش کے مطابق ایسے مقامات بنا لیے تھے وہاں افراد سے بشریہ احساسات کا ازالہ کر کے ان ارواح کا مسکن کر دیا گیا۔ غالباً یہ ہندوستان کے جنوبی جزائر میں ہے جہاں کی آب و ہوا ہمیشہ معتدل رہتی ہے زہرہ و مشتری کے غلبہ اور احوال ارضیہ میں سے دوسرے امور کے غلبہ کی وجہ سے ان کی روزی کھانا پینا (عالم مثال سے متعلق) مثالی ہے جو صبح و شام انہیں دیا جاتا ہے اور اس کام کے لیے ملائکہ عنصریین اور آدمیین کی جیسی ایک جماعت کو مقرر کر دیا ہے، اور بطریق ندرت آدمیوں کی ایک جماعت جو ابھی موت طبیعی سے مرتہ نہیں ہوئی ہے ان کے پاس جاتی ہے اور قیام کرتی ہے (جب اس بہشت میں میرا گزر ہوا تو دیکھا کہ ہزاروں لاکھوں ارواح وہاں موجود ہیں اور کسی کو کسی سے کوئی واسطہ یا ربط و ضبط نہیں ہے اور ایک دوسرے سے بے تعلق ہے، نہ کوئی

کسی سے یہ پوچھا ہے کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے، وہاں نہ نسبتیں ہیں اور نہ ان کو گذشتہ باتیں یاد ہیں نہ کوئی مرض ہے اور نہ بول و براز نہ انہیں ناک چھنکنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کھانسی اور تھوک آتا ہے، محض تسکین ہی تسکین ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ نہ وہاں اس کی فکر ہوتی ہے کہ میں کل کیا کروں گا اور روز گذشتہ میں نے کیا کیا۔ اور کھانا پینا ہمارے پاس کہاں سے آتا ہے اور لباس فاخرہ لانے والے کون لوگ ہیں اور ان کی غرض اس لانے میں کیا ہے۔ اس قسم کی باتیں کبھی ان کے خیال میں نہیں گزرتیں[1]۔

اگر وہ حدیث نفس کرنا چاہیں تو تسکین مانع التفات ہوتی ہے ان نعمات کے استحقاق کا سبب (در اصل) ان کے اعمال نہیں ہیں بلکہ وہ شکل فلکی ہے جس نے ان کی پیدائش کے وقت معاملات و مناظرات کا تقاضہ کیا تھا (لہٰذا) وہی معاملات ظاہر ہوں گے۔ جس طرح ہم اگر سرو وگل کی صورت بنائیں تو ہماری منظور نظر وہی صورت ہوگی نہ کہ کوئی اور۔ خواہ وہ مٹی سے ہو یا موم سے یا اینٹ چونے سے اسی طرح وہ معاملات و مناظرات ہر اس مادہ سے ہوتا ہے جو متمثّل ہوتے ہیں۔ اور بعض افراد میں وہ محنتیں جو دار المحن میں وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان نعمتوں کے حصول پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ صعوبتیں صورت بہیمیہ کو راہ راست پر لگا دیتی ہیں۔

اسی طرح میں نے طہارتوں کو اس میں موثر دیکھا ہے اور کسی دوسرے عمل کا اس میں دخل نہیں دیکھا[2] اور ایک جماعت ان میں بادشاہوں کی ہے جو تاج و تخت رکھتے ہیں اور ایک فوج ان کے ہمراہ ہے اور ایک جماعت صاحب خانہ کی ہے جن کی اپنے جنس مزاج کے مطابق بیوی اور خادمہ ہے (اور) ان معتدلہ جگہوں پر وہ اجتماع رکھتے ہیں اور کھانا پینا متخیل یا متحقق کھاتے پیتے ہیں۔

واردہ مجھے بتایا گیا کہ بنی آدم کی جماعتوں میں ایک گروہ ایسا ہے جن کا مزاج تقریباً اسی نہج پر پیدا کیا گیا ہے اور ان کا نام ملائکۃ الانس ہے (وہ) خلق کے درمیان کائن و بائن (موجود و غیر موجود) ہیں ان پر تسکین غالب ہے۔ اہل و عیال مال و دولت ہم نشیں اور تکلفات معیشت اور پوشاک وغیرہ میں ہیئت معیّنہ (ایک خاص طرز) رکھتے ہیں جو ان کے طالع (نصیبہ) کا مقتضا ہے اور یہ ایسا نقش ہے کہ کبھی ایک مادہ پر ہوتا ہے اور کبھی دوسرے مادہ پر۔ اسباب کے تفکر و تجسس میں نہیں پڑتے اور فطرت کے

---

[1] یعنی ان کو اپنی حالت میں اس قدر کیف و کیفیت ہے جو معنی و بیان میں نہیں آسکتی۔

[2] چونکہ اس میں زہرہ کا غلبہ ہے اور وہ طہارت کا متقاضی ہے۔

جبلت کے مطابق ایک خاص وضع کے خواستگار رہتے ہیں، اس کی مزید تفسیر کرنے سے مجبوری ہے۔

اور ان قسموں میں سے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو ایسی عورت کے طلب کرتے ہیں جو ان کے ہم مذاق ہو اور جماع سے قبل غسل کرتے ہیں اور ابھی ان کے بال خشک بھی نہیں ہو پاتے کہ جماع سے فارغ ہو جاتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں اس جماع کو اپنے مزاج کے مخالف نہیں جانتے اور ان کی غذائیں چند صفات سے متصف ہوتی ہیں، مسکن نہ کہ نفاخ بلکہ معدہ پر سبک، خوشبودار خوش شکل میٹھا یا کھٹ میٹھا (جس میں) مثل سالق از برنج سفید یا شکر سفید ملی ہوئی ہو اور اس میں گلاب پڑا ہوا ہو۔ یا از قسم میوہ جات جیسے انار، سیب اور خربوزہ اور . . . . وغیرہ۔ اور ان کی شرط یہ ہے کہ ان کی نیند رات و دن کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ اور ان کا کھانا چوتھائی پیٹ ہوتا ہے (اور) اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایسے اسباب مہیا کرتا ہے وہ جانتے بھی نہیں۔ اور وہ خوشی خاطر کے تابع رہتے ہیں۔ دیگر لوگوں کے رسم و رواج کو معتبر نہیں سمجھتے) اور ان کی باتیں مختصر، مفید اور مفرح ہوتی ہیں۔ اصحاب منازل ہوں یا ملوک زمین، فکر کا ان کے قلوب میں گذر نہیں۔ وہ ایک جماعت کو اپنے طالع کے مطابق مسخر کر لیتے ہیں۔ اس جماعت میں زمانہ کے (سامان و سامان) کی ضروریات ان کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور ایک گروہ بحسب الہام جبلی جو قوائے فلکیہ سے نشوونما پائے ہوئے ہے ان کا مسخر و مطیع ہو جاتا ہے اس طرح (اس اعتبار سے) ان کی ریاست (سرداری) کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔

واردہ = آگاہی آئی کہ اس قسم کی تسکین کا سبب ہمارے عالم جبر میں بھی ہے اس میں سے ایک صبح صادق کی طرف گہری نظر رکھتا ہے۔ اور اسی میں معتدل اور خوشگوار ہوا ہے اور اسی میں سے نوم غیر مستقل ہے جو لطیف غذاؤں کے بخارات کے سبب سے یا آب شیریں سے حاصل ہوتا ہے اور اسی میں سے ملائکہ مقربین عنصرین کا تقرب اور ان کا اثر قبول کرنا ہے۔ اور انہیں خصوصیات میں سے حدیث نفس سے زمانہ دراز تک باز رہنا ہے اور لڑائی جھگڑوں وغیرہ سے بھی باز رہنا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خیال بمنزلہ خواب کے قابل تعبیر اور لائق اعتماد ہوتا ہے

واردہ مجھے بتایا گیا کہ ملائکۃ الانس اپنی اکثر حرکات و خیالات میں قوائے فلکیہ کے خواطر کے مقتضا پر چلتے ہیں۔ مثلاً کسی کے دل میں بوجہ اس بیقراری کے جو اس عورت کی طرف سے ہو جو اس

کے طالع میں ہو نکاح کی خواہش ہو (تو) اسی صورت میں وہ خیال کو مُشَخَّص کر دیتا ہے۔ اور اگر دل میں کسی عمارت کی تعمیر کا خیال گزرے تو وہی مکان جو اس کے طالع میں مقرر ہے اس کے خیال میں مُشَخَّص ہو گا اور اگر کسی لباس کا خیال آئے تو وہی لباس جو اس کے طالع کا مقتضی ہے اس کے دل میں مشخص ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس جب کوئی شخص ایسا ہوتا ہے (تو) اس کا خیال معتبر ہوتا ہے اس کو "حضرت الخیال" کہتے ہیں اور وہ خیال بمنزلہ خواب کے قابل تعبیر اور لائق اعتماد ہوتا ہے۔

والدہ ماجدہ کے قصّے فقیر کی والدہ نے ایک عجیب قصہ بیان کیا کہ وہ اپنے بچپن میں خاندان کی دو لڑکیوں سے ہمراہ کھیلا کرتی تھیں اور اس وقت ہمیشہ دو کھلونے (گڈّے) اپنے کھیلنے کے لیے بنایا کرتی تھیں بعد ازاں خارج میں وہی صورت واقع ہوئی۔ یعنی بڑھاپے میں (وہی) دو لڑکے ان کے پیدا ہوئے[1]۔ نیز والدہ اپنی خاندان کی ایک عورت کا نام لیا کرتی تھیں کہ وہ ہمیشہ ایک گڈّا بنایا کرتی تھی کُرتہ پہنے ہوئے بیوہ کی شکل میں (بعد ازاں) وہ اپنی ابتدائی عمر میں بیوہ ہو گئی اور تمام عمر بیوگی کی زندگی گزارتی رہی۔ نیز ایک دوسرا قصہ بھی بیان کرتی تھیں کہ میرے لڑکوں میں سے جب کوئی بیمار ہونے والا ہوتا ہے تو میرے دونوں لپتانوں میں بڑی تکلیف دِہ کھجلی پیدا ہو جاتی ہے جس سے میں سمجھ لیتی ہوں کہ میری اولاد میں سے کوئی بیمار ہو گا۔ اور جب میری بہوؤں میں سے کوئی حاملہ ہوتی ہے تو میں اپنے کو دیکھتی ہوں کہ میں نے لڑکا جنا ہے یا لڑکی۔ وہی صفت میری بہو پیدا کرتی ہے۔ فقیر ایک سفر میں تھا اور سخت گرمی و تپش میں راستہ چل رہا تھا جب لوٹ کر آیا تو بیوی نے بیان کیا کہ فقیر کی والدہ کئی بار بے قرار اور پریشان ہوئیں اور پھر سخت گرمی کے باوجود دھوپ میں جا کر بیٹھ گئیں یہاں تک کہ سب لوگ بہ ہزار منت و خوشامد انہیں سایہ میں لے گئے۔ جب میں نے حساب لگایا تو وہ وہی وقت تھا جب میں راستہ میں تھا اور آفتاب کی تمازت و شدت کی وجہ سے بہت پریشان تھا اور تکلیف اٹھائی تھی۔

مذکورہ حکایات کی وضاحت حکایت اول کا سِر مقتضیات فلکیہ کا دل میں انطباع ہے گڈّے یا بنانے کے ضمن میں اور حکایت ثانی کا سِر ارہاص[3] ہے (یعنی) عالم میں کوئی چیز ہوتی ہے

---

[1] ان بیانات میں شاہ صاحب نے ارادہ کی قوت اور حس کے اثرات کا اظہار کیا ہے کہ آدمی کا جو ارادہ مصمم ہوتا ہے وہ بالآخر خارج میں حقیقت بن جاتا ہے۔ (تقی انور) [3] یعنی امور یا عجیب و غریب امور کا ظاہر ہونا "ارہاص" اس کرامت کو کہتے ہیں جو انبیاء علیہ السلام سے قبل نبوت صادر ہو (مقالات طریقت مطبوعہ صفحہ ۴۱)

کہ اس کے ظہور سے قبل اس پر یقین نہیں کرتے کہ ایسا واقع ہو گا۔ یعنی بعض اجزائے عالم جن کی صورتیں ملتی جلتی ہیں قبول کرتے ہیں۔ دونوں لپستان بچہ کی پیدائش سے ایک خاص مناسبت رکھتے ہیں کہ انہیں پر اس کی پرورش کا دارومدار ہے (اور) مرتبہ (رہاض) میں اس جگہ ناخوشی متصوّر ہوئی اور دوسری دونوں حکایتوں کا سر ظاہر ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ سکندر اپنا حال جاننے کے لیے غیب کی جانب سے ایک جنگل میں آیا۔ دو چکوروں کو دیکھا کہ آپس میں لڑ رہے ہیں ایک غالب آیا اور اس نے دوسرے کو بھگا کہ خود درخت کی شاخ پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک باز آیا اور اس کو مار ڈالا۔ سکندر نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ دشمن پر فتح یاب ہو گا اور پھر دنیا سے انتقال کر جائے گا۔

اور یہ بھی حکایت ہے کہ (ایک بار) بادشاہ روم نے نوشیرواں کو ایک سربمہر ڈبہ یہ کہہ کر بھیجا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو اس ڈبہ کو کھولنے سے پیشتر یہ سمجھ جائے کہ اس ڈبہ میں کیا ہے۔ نوشیرواں نے اسے بزرجمہر کے حوالہ کیا وہ علی الصباح حقیقتِ حال دریافت کرنے کے لیے بازار کی طرف نکلا تین عورتوں کو دیکھا جن میں ایک عورت غیر شادی شدہ تھی اور دوسری شادی شدہ تھی، لیکن کوئی اولاد نہ تھی تیسری شادی شدہ بھی تھی اور اس کے دو لڑکے بھی تھے۔ اس سے اس نے یہ سمجھا کہ اس سربمہر ڈبہ میں تین موتی ہیں ایک (سادہ یعنی) بغیر پرویا ہوا، دوسرا نیم پرویا ہوا، تیسرا پورا پرویا ہوا۔ اس حکایہ میں یہ بھید ہے کہ جب یہ شخص غیب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو غیب سے اس کو الہام کرتے ہیں لیکن بعض الہام بغیر خارج کے بھروسہ کے ہوتے ہیں اور بعض الہام خارج پر تکیہ رکھتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی چیز پر نظر پڑے اور اس چیز کو اپنے ساتھ اپنی فراست سے منتقل کرے۔

ملائکہ کے اشارات

واردہ = آگاہی آئی کہ مواطنِ ملکوت میں سے ایک موطن ملائکہ عنصریہ کا موطن ہے۔ (ان کا کلام عجیب انداز سے ہوتا ہے) ان کے بات کرنے کا عجیب انداز ہے جیسے مجلس میں لوگ ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں اور ایک شخص درمیان میں خاموش بیٹھا ہوتا ہے دوسری سمت

لے یعنی الہام کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آواز ہو۔

منہ کئے ہوئے اور دوسرے کام میں مشغول۔ اچانک ایک بات کہہ اٹھتا ہے یا ہاتھ و زبان سے اس طرح اشارہ کرتا ہے کہ اس کے حال و قال کے قرائن سے مطلب سمجھا سکتا ہے۔ اور اگر صرف کلمہ یا اشارہ ہو تو کچھ سمجھ میں نہ آسکے۔ اسی طرح یہ ملائکہ ہلکا سا (معمولی سا) اشارہ اس شخص کے دل میں القا کرتے ہیں تو کبھی اس شخص کے خیال میں فوراً ابجائے اس القا یا اشارتِ محرُوسہ کے استعداد و وقت کے مطابق ایک کلمہ مُمثّل ہو جاتا ہے اور یہ تمثل اتنی جلد ہوتا ہے کہ خود یہ شخص بھی نہیں پہچان پاتا بلکہ بغیر کسی شبہ کے یہ جان لیتا ہے کہ فرشتہ نے بعینہ یہی کلمہ کہا ہے یا بعینہ یہی اشارہ کیا ہے۔ اور یہ ایک عجیب تحقیق ہے کہ حکیمانہ نظر نے وہاں تک رہنمائی کی ہے ورنہ جمہور مخاطبین اس کو ملائکہ کی طرف سے نہیں سمجھتے۔ ایک رات میں نے گوشت کھایا تھا (میں نے دیکھا) کہ انہیں فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میری پشت کی جانب سے اڑ کر جا رہا ہے اور یہ اشارہ کرتا ہے کہ یہ شخص کیا کر رہا ہے۔ یعنی گوشت کھانے کے باوجود اسمائے اربعین کیوں پڑھتا ہے۔ اس کے اس کہنے سے دل میں ایک وحشت پیدا ہوئی۔ جب رات کو میں نے تکیہ پر سر رکھا اور سونا چاہا تو ایک فرشتہ نے یہ پکار کہا کہ مسجد میں یہ قباحت ہوئی۔ میں اس اشارہ سے مطلب نہ سمجھ سکا (پھر) اسی نیند میں احتلام واقع ہوا۔ بعد ازاں تحقیق کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ اس نے اشارہ احتلام کی طرف کیا تھا۔

حیوان نما انسان

وارده آگاہی آئی کہ جس طرح ملائکۃ الانس، ملائکہ سے ایک قدم نزدیک تر ہیں اسی طرح بنی آدم کی ایک جماعت بھی بہائم سے ایک قدم نزدیک تر ہے۔ اور وہ گروہ ہے جو اپنی شکم پری اور دودھ پینے میں مشغول ہے (اور) لذاتِ حسیہ سے حظ حاصل کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مطمح نظر نہیں۔ اور ایک جماعت درندوں سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ گروہ ہے جو اپنے حریفوں پر غلبہ و حسد کرنے میں مشغول ہے۔ اُن کی ہمت کا مطمح نظر سوا خود بینی و خود پسندی کے اور کچھ نہیں ہے اور ایک جماعت حشرات الارض سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ گروہ ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے اور جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے اور قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا سے اشارہ اسی

---

[1] اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملایا۔

جماعت کی طرف ہے۔ اور ایک جماعت شیاطین سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو معاصی کے اکتساب میں مبتلا ہے اور پشت در پشت یہی ان کا کام ہے مثل شراب فروش اور مزمار نواز کے یہ گروہ مکاسب رذیلہ سے رکنے کے بعد چند پشت گذرنے پر اعتدال کے ساتھ صورت نوعیہ انسانیہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

واردہ (آگاہی آئی) جس طرح بہشت برزخ جو کہ طالع کی سعادت کا سبب ہے، واضح ہوئی اور بہشت مجازاۃ جو اعمال پر منحصر ہے مکشوف ہوئی۔ اسی طرح دوزخ برزخ جو طالع کا سبب ہے اور دوزخ مجازات جو اعمال و ملکات کے ساتھ وابستہ ہے عالم ہی میں واقع ہے لیکن چونکہ تم کو حقائق کا کشف بطریق ذوق ہوتا ہے نہ بطریق جبر لہٰذا تدبیر غیب نے ان معارف کو تم سے موقوف رکھا۔

بعد از وصال سعادت مندوں کا مسکن

واردہ آگاہی آئی کہ جس طرح وہ جماعت جس کا حال واضح ہو چکا بسبب قوت سعادت بہشت میں داخل ہوں گے اور مقامات عالیہ پر متمکن ہوں گے اسی طرح بندگان خدا کی ایک جماعت ایسی ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور اس کو ملائکہ موکلہ اور تعظیم شعائر اللہ کے ساتھ معاملہ واقع ہوتا ہے ان کے دلوں میں ملائکہ کی طرف سے اور ملائکہ کی طرف سے ان کے دلوں میں ایک وسیع اور کشادہ راہ ہے۔ اس جماعت کو اس دنیا سے انتقال کرنے کے بعد جسم نورانی عطا کرتے ہیں اور مسجد حرام میں بیت اللہ میں یا مدینہ طیبہ میں چھوڑ دینے کا حکم دیدیتے ہیں۔

رسوا کن نفسانی امراض

واردہ آگاہی آئی کہ نفسانی امراض میں سب سے سخت تر رسوائی کے اعتبار سے قیامت کے روز حقد (کینہ) و شہوت خفیہ ہے۔ حقد سے مطلب یہ ہے کہ غصہ کا تقاضا پیدا ہو اور اس وقت اس کا اظہار ممکن نہ ہو (یا خلاف مصلحت جانتا ہو) تو نفس اسے اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور ظاہری اعتبار سے کان کو نرم یکجی بنا دیتا ہے اور پھر مغضوب علیہ سے (بظاہر) محبت و موانست کرتا ہے اور اپنے کو ہشاش بشاش رکھتا ہے پھر موقعہ و قدرت پاتے ہی اپنا انتقام لیتا ہے۔ اور شہوت خفیہ سے مطلب یہ ہے کہ بتقاضائے (بشریت) شہوت پیدا ہو اور نفس اس پر عمل کرنے کی طلب

کرے لیکن اس پر قدرت نہ ہو تو نفس اس کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور کان کو کمر یکن بنا دیتا ہے پھر صالحین کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ یعنی نماز روزہ کرتا ہے اور مسجد میں بیٹھتا ہے اور کتاب اللہ کی تلاوت کرتا ہے نیز واعظ کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور ہر ممکنہ حیلہ سے جو شہوت کے مقابل ہوتا ہے تمسک کرتا ہے۔ پھر موقعہ ملتے ہی شہوت پر عمل کرتا ہے یہ دونوں (حقد اور شہوت خفیہ) قیامت کے روز انتہائی ضرر رساں ہیں اور دنیا میں ان دونوں کا علاج مشکل ترین علاج ہے۔

وارده آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریمہ سے بعیت کے وقت جو کہ میرے طریقہ میں ہے آگاہی آئی کہ انبیاء علیہم السلام سے تمسک کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جماعت صرف مقلد ہے اور وہ عام مومنین کی ہے اور ایک جماعت نے عقل کی شہادت سے یہ پایا ہے یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شرع کے احکامات اور ہر چیز میں جو معاد و ملکوت کے سلسلہ میں شرع میں وارد ہوا ہے عالم میں مصلحت کے مطابق اور سنت اللہ کے موافق ہے اور یہ جانتے ہیں کہ شریعت انسان کی صورت نوعیہ کے مطابق وارد ہوئی ہے کُلُّ مَولُودٍ یُولَدُ عَلَی الفِطرَۃ (اور) صورت نوعیہ اسی کی مقتضی ہے اور یہ جماعت خاص مومنین کی ہے۔ اور امت میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو شریعت کو شہادت طبعی و عقلی سے قبول کرتے ہیں ان دونوں سے مطلب یہ ہے کہ اس کی طبیعت بشری عقل و تقلید سے صرف نظر کر کے انہیں ماموراتِ کو چاہتی ہے اور منہیات سے متنفر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس اَفَمَن کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّن رَّبِّہٖ وَیَتلُوہُ شَاھِدٌ مِّنہُ[1]۔ اور کلمہ اَوحَینَا اِلَیھِم فِعلَ الخَیرَاتِ[2] سے اشارہ اسی جماعت کی طرف ہے اور یہ اَخَصُّ الخَوَاص ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تجھ کو (حضرت اقدس) قسم ثالث میں پیدا کیا ہے۔ ہیئت اول میں میرے طالع میں شمس و زہرہ و عطارد برج حوت میں واقع ہے۔

حزب البحر پڑھتے وقت جب میں نے کہا یا علی یا عظیم یا حلیم یا علیم۔ زہرہ نے کہا علی میرے لیے

---

[1] کیا جو لوگ اپنے پروردگار کے کھلے راستہ پر ہوں اور ان کے ساتھ ان ہی کا ایک گواہ ہو۔ پارہ ۱۲ سورہ ہود

[2] اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی وحی بھیجی ۱۷ سورۃ انبیاء رکوع ۴ عـــہ اس کی تفصیل بضمن ولادت حضرت اقدس سابقہ اوراق میں مع نقشہ گذر چکی ہے۔

ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور شمس نے کہا عظیم میرے لیے ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور عطارد نے کہا علیم میرے لیے ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے بعد ازاں ہر وہ فقرہ جو میں پڑھتا تھا ان چاروں میں سے یا تین یا دو یا ایک ہر ایک ان میں سے اپنی طبیعت کے موافق آمین کہتا تھا۔

وارده آگاہی آئی کہ شمس[1] ذات الٰہیہ کے منسوبات سے ہے عالم ملکوت میں اور نار منسوبات عقول سے ہے عالم ارض میں اور مجوس جو یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں قبلوں سے مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے قبل تخلیق آدم، وہ ٹھیک کہتے ہیں لیکن جب عالم کی صورت تبدیل ہو گئی اور تدلی کل کی نوبت بصورت مشبحۃ احجار بحتیہ ملاء اعلیٰ و افراد بنی آدم ہوئی (تو) وہ قبلہ منسوخ ہو گیا۔ اب سورج سیاروں میں سے ایک سیارہ ہے اور نار عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔

وارده آگاہی آئی کہ میرے یہ لڑکے جن کو الطاف الٰہی نے عطا فرمایا ہے سب کے سب سعداء (یعنی نیک بخت اور خوش قسمت) ہیں ایک قسم کی ملکیت ان میں ظہور فرمائے گی۔ لیکن تدبیر غیبی اس کی متقاضی ہے کہ ان کے علاوہ دو شخص اور پیدا ہوں گے جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں سالہا سال (مدتوں) احیائے علوم دین کریں گے (دینی علوم رائج کریں گے) اور وہیں مستقل سکونت اختیار کریں گے یہ اپنی ماں کے رشتہ سے مجھ[2] سے متعلق ہوں گے (یعنی حسیاً) گو کہ آدمی فطری طور پر اپنے وطن مادری سے رغبت رکھتا ہے تو اس سرزمین کو چھوڑنا جہاں اس کی والدہ رہتی ہوں اسے بڑا شاق گذرتا ہے لیکن بدرجۂ مجبوری کرنا پڑتا ہے۔

---

[1] شمس ذات کا مظہر ہے اور قمر نفس کا۔ مجوس دو خدا مانتے ہیں ایک کو اہرمن کہتے ہیں اور دوسرے کو یزداں اور اسی کو نور و ظلمت بھی کہتے ہیں۔ فرقہ مجوسیہ کہتا ہے کہ جب دنیا میں خیر غالب رہتا ہے تو اس وقت دنیا کا حاکم "یزداں" ہوتا ہے اور جب شر غالب ہوتا ہے تو اس وقت کائنات کا حاکم "اہرمن" ہوتا ہے۔ کہ یہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ (تفسیر کے لیے علم کلام کی کتابیں ملاحظہ کریں)۔ (تقی انور)

[2] شاہ عبدالعزیز کے دونوں نواسے شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب۔ شاہ صاحب کا یہ مشاہدہ اس وقت کا ہے جب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم طفل خورد سال ہوں گے۔ (تقی انور)

جبروت اللہ تعالیٰ کی صورت مثالی سے عبارت ہے

وارده آگاہی آئی (مجھے بتایا گیا) کہ جبروت اللہ تعالیٰ کی صورت مثالی سے عبارت ہے (کیونکہ جبروت عالم اسمائے الٰہی ہے اور ان اسماء کا مُسمّیٰ وہ صورت مثالی ہے جو عالم مثالی میں موجود ہے) اس معنی میں عالم مثال میں ایسی صورت بنتی ہے جو مجرّد محض کی حکایت کرتی ہے اور اس حکایت کا تعلق کبھی خواب کی تعبیر کی طرح ہوتا ہے اور کبھی اس ربط و تعلق کی طرح جو کواکب کو کواکب سے ہے (یعنی کواکب کی درمیانی نسبتیں) جیسے کوئی زیرک شخص تاج پہنے تخت شاہی پر بیٹھا شمس کی حکایت کرتا ہے (یعنی اس شخص کا جاہ و جلال سورج کے جاہ و جلال کی تصویر ہے) اس کی طرح عالم مثال میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے جو مجرد محض کی حکایت کرتی ہے اور جبروت کی اصل حضرت حق کی وہ صورت ذہنیہ ہے جو عرش کے حال کے ایک معیّنہ نقطہ پر ہوتی ہے (یعنی عرش کا حال جسمانیت کلی ہے اس کا جو نقطہ ذہن میں متمثل ہوتا ہے اور مجرد محض کے انعکاس کو قبول کرتا ہے حق کی صورت مثالی کی حکایت کرتا ہے) یہ نقطہ ایک وجہ سے عرش کا کمال ہے اور دوسری وجہ سے ذات الٰہی کی تحقیق ہے

اس کے بعد ہر کامل میں اس کے تعین نفس کے درمیان صورت الٰہیہ رکھی گئی۔ جو اس کے وہم وخیال کے درمیان ہے کیونکہ وہ نفس کلیہ مقید ہو کر نفس جزئیہ ہو گیا۔ عرش کی صورت ذہنیہ بمنزلہ جوہر[1] ہے جو تابندہ ہے اور اس سے نکلنے والی صورتیں اپنے کمال میں خواہ فلک کی صورت ہو خواہ ملک کی خواہ آدمی کی اس جوہر تابندہ کی (ایک) شعاع کے مثل ہے۔ اللہ کے علم میں وہ ساری روشنی جو جوہر شعاع سے نکلی اس کے علم پر محیط ہے۔ اس طرح علم معہ اس روشنی کے ایک واحد سے ہوا اور یہ وحدت مبدا فیاض کے سامنے قائم ہو گئی یہ حقیقت کل اور باقی رہنے والا چاند ہے (کیونکہ جسم کلی کے نقطہ نے مجرد محض کو قبول کر لیا ہے (تبدیل اور متغیر ہونے والے افراد کا عین دودن نہیں ٹھہرتا (یعنی ہر روز تغیر و تبدل بفحوائے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ظہور پذیر رہتی ہے) عالم شہادت کے افراد کائنہ فاسدہ کے عین وجود میں یہ فرد مقدس متحقق ہوتا ہے اور یہی فرد دوسرے چاند کی طرح ملکوت سے محسوب ہوتا ہے اور افراد کائنہ فاسدہ عالم شہادت سے بفحوائے مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ[2]

---

[1] وہ شے جو قائم بالذات ہو اور اپنے وجود میں غیر کی محتاج نہ ہو۔ [2] گوبر اور خون میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ پارہ ۱۴ نحل رکوع ۹۔

لبناً خالصاً سائغاً للشّاربین۔ اسی ملکوتی فرد سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور دوسرا فرد جو مقدس تر ہے کیونکہ اَبَداً اور اَزَلاً موجود ہے اور وہ جبروت سے محسوب ہوتا ہے۔ اس طرح ایک وجود میں تین وجود پیدا کیے شہادتی۔ ملکوتی۔ جبروتی اس اعتبار سے ایک شخص قائم ہوا اور وسط عالم میں کھڑا ہو گیا جس سے مطلب جبروت ہے۔ اور اس واحد شخص میں ایک جزو ہے جو فعل سے متصل ہے منفصل نہیں کہ جو جبروت سے بالفعل ہر کامل کا نصیبہ ہے اور اس نے ان سارے متفرق اجزاء کو وحدت کی شکل دی ہے جیسے دس وحدتوں کو جمع کرنے سے عشرہ کا پوشیدہ وجود ظاہر ہوتا ہے اس وحدت کو اچھی صورت دی گئی کیونکہ یہ واجب تعالیٰ کے محاذی (مقابل) ہے اس کی مثال واجب تعالیٰ کی نسبت سے روح و بدن کی نسبت ہے ہر چند کہ جبروت کا تعلق عالم شہادت اور عالم مثال سے ہے خدائے تعالیٰ نے اس کو اپنے لیے اصطفا فرمایا (منتخب فرمایا) اس جگہ صورتوں کی دوگانگی بفحوائے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ[1] تعدد مرآۃ متعددہ کے سبب محذوف ہو گئی۔ اس شخص قدسی میں عالم کی تشریح کرنے والی ساری کثرت مُنْدَمِج ہوئی اور تعدد مضمحل (نیست) ہو گیا لیکن وہ مادہ بقوت باقی رہا۔ اسی صورت جبروت کی نمائش تین طرح پر ہے۔

نمائش اول میں وہ احجار بحتیہ افلاک کا مبداء ہے اور اسی اعتبار سے یہ دال کے نام سے موسوم ہے اس کا نور نہایت سفید اور رنگ صبح صادق کی طرح سفید ہے اور دوسری نمائش میں وہ ملائکہ ملاء اعلیٰ کے احجار بحتیہ کا مبدا ہے اس کا رنگ شفاف بیرنگ مائل بہ سفیدی ہے اور تیسری نمائش میں بنی آدم کے احجار بحتیہ کا مبدا ہے جن کی ضوء (روشنی) آفتاب کی روشنی کی طرح یا بادلوں کی روشنی کی طرح جو غروب آفتاب کے وقت منعکس ہوتی ہیں اور اس کا رنگ ہوا کے رنگ کی طرح مائل بہ سرخی ہوتا ہے

وارده آگاہی آئی کہ جس طرح آفتاب اپنی حد ذات میں شعاع رکھتا ہے کاسہ آب موجود ہو یا نہ ہو اسی طرح ذات سے ایک شعاع نکلی اور عوالم کے سرے تک چلی گئی ہے، جب یہ شعاع خیال عرش سے لفظ معینہ[2] پر پڑی (تو) وہ تدلی کل کی اصل ہو گئی (پھر) جب آسمان و زمین و موالید و نفوس فلکیہ و ملاء اعلیٰ و آدمیین پیدا ہوئے تو وہی شعاع ریزش کر کے عرش پر مستوی ہو گئی۔ اور چوں کہ

---

[1] سچی جگہ قادر مطلق کے مقرب ہوں گے۔ پارہ ۲۷ سورہ قمر رکوع ۳

[2] خیال بوجہ حرف میں ر یعنی مافی الضمیر ادا کرنا یا باطن کو ظاہر کرنا۔ (تقی انور)

ایک طرح کے تعداد و توحد (کثرت و وحدت) اِنے بنی آدم کے علوم میں تین نمائش سے ظہور کیا بہ رنگ پردال اور وہیں سے دوسرے دو پیدا ہوئے۔ایک اعتبار سے وہ سب دائم بہ دوام حق ہے اور ایک ہی چیز سے ہے اور ایک اعتبار سے متعدد ہے۔آسمان و زمین کی تخلیق کے بعد تمام عالم پیدا ہوئے۔

وارده = آگاہی آئی کہ جبروت فطری طور پر ایک اعتبار سے اس بلور سے مشابہت رکھتا ہے جس کی شکل ایک گیند کی ہے۔ جو شخص اس کی طرف دیکھتا ہے اس کی نظر اس گیند کی طرف نفوذ کرتی ہے۔اور جو شخص اس میں دیکھتا ہے اولاً اپنی ہی صورت دیکھتا ہے اور نظر کا نفوذ آخر کرہ تک اپنے چہرہ کے عکس کے ساتھ محفوظ رہتا ہے۔

وارده = مجھے آگاہی آئی کہ ایک حجر بحت جو کسی کامل میں پیدا ہوتا ہے اس کا احسان تمام عالم پر ثابت ہے جس نے حق کو خلق کے نزدیک کر دیا ہے۔ (یعنی اس (کامل) کا حجر بحت حق کو خلق کے نزدیک کر دیتا ہے)

وارده = مجھے آگاہی آئی کہ طلسم الٰہی کی اس صفت کے ساتھ معرفت کہ اس کی لمیّت[1] اور اِنیّت[2] واضح ہو اور اس کے اسرار و رموز اور نمائش ظاہر ہوں خاص طور پر یہ نمائش جو مثل کوہ بلور ہم نے بیان کی وہ اعلان کرنے والی ہے۔معرفت طلسم الٰہی کے دورہ کو ختم کرنے کی ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اس کے بعد آثارِ قیامت ظاہر ہوں گے یا کوئی دوسرا دورہ شروع ہوگا۔

مِلّتِ محمدیّہ کی تشکیل

وارده = مجھے آگاہی آئی کہ جس طرح مراتب ترقیات تکوین میں معدن بصورت نباتیہ اور نبات بصورت حیوانیہ اور حیوان بصورتِ انسانیہ مقتضی ہوئے (فیصلہ یا حکم کیے گئے) اسی طرح مراتب تشریع میں ملتیں ندی اعظم کے سامنے ایک دوسرے سے پہلے صف بستہ ہو گئیں اور ایک خاص وضع پر نزول فیض کی آماجگاہ ہو گئیں اور یہ فیض ملت متاخرہ ہو گیا۔پس ملت مجوسیہ دعوت بھی بر واثم و اخلاق و ملکات محمود کے اصول کی پھر زمانہ گزرنے کے بعد ملت یہودیہ آئی اور ملت یہودیہ دعوت بھی حدود و داد و مناہج مقدرہ

۱؎ لمیّت: علت سے معلول کو سمجھنا (جیسے آفتاب سے دھوپ کا علم ہونا)

۲؎ اِنیّت: معلول سے علت کا علم حاصل کرنا (جیسے دھوپ سے آفتاب کا علم ہونا) (تقی انور)

تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ اور اعلائے ملت حنفیہ کی (تبلیغ کی) اور ملت نصرانیہ دعوت بھی حکمت تہذیب نفس اور فنافی الرسول کی جب یہ سب ملتیں تدلی اعظم کے سامنے حظیرۃ القدس میں قائم ہوئیں تو شریعت محمدیہ کے نزول کی استعداد رکھنے والی (پیش خیمہ) ہو گئیں اور بروائم کا خلاصہ ملت مجوسیہ سے اور اوضاع وحدود کا خلاصہ ملت یہودیہ سے منتخب کر لیا گیا اور فنافی الرسول کو ایک ہضم دے کر (متابعت کی گئی) معتدل کر کے برگزیدہ کر لیا گیا اور ان سب کا مجموعہ ملت محمدیہ ہو گئی اور (پھر) افضل الانبیاء پر جو افراد بشر میں سب سے زائد عادل ہیں منزل ہوئی ذلک تقدیر العزیز الحکیم۔

جنگ میں فتح کی پیشین گوئی اور اسکا درست ثابت ہونا

افادہ: ان ایام میں جب کہ شاہ درانی اور نجیب الدولہ کفار دکھن کی افواج سے مقابلہ کر رہے تھے اور ان ملعونوں کی ایک فوج شاہجہاں آباد پر بھی مسلط تھی اور وزیر عماد الملک نے ایک شخص کو برائے نام تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور بادشاہ ان ملعونوں کے محاصرہ اور توپ خانہ اور ان کی کثرت سے سخت پریشان ہو گیا تھا ان دنوں حکیم ابوالو فاکشمیری نے جو حضرت اقدس کے فدویوں میں سے تھے آپ کی خدمت میں ان حالات کے انجام کا انکشاف چاہا۔ فرمایا کہ فقیر کے دل میں جو القا کیا گیا وہ یہ ہے کہ ملکی مصالح میں بادشاہ کی پریشان خاطری اور داہنے بائیں سے پریشانی میں پڑنے اور اپنی کسی کوشش کو کار فرما پانے اور کچھ عرصہ کے لیے اس کی بدنصیبی اس وبال ظلم کی وجہ سے ہیں جو اس نے شہر کے مسلمانوں پر ڈھائے ہیں۔ بعد میں نئے اثرات ملائکہ عالیہ کی جانب سے ظاہر ہوں گے جو تخت دہلی کے لیے مقرر ہیں۔ سابق وزیر بڑی ذلت اٹھائے گا۔ اور کفار بھی ذلت اٹھائیں گے۔ بعد ازاں بادشاہ ختم ہو جائے گا اور سلطنت کا کام ایک دوسرے شخص کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس شخص کے تعین کے بارہ میں ملاء اعلیٰ میں غیر متعارف الفاظ میں بحث ہو رہی تھی۔ یعنی فریدون کو ہم پھر تخت پر بٹھالیں گے۔ اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سب سے اس کی اصلاح مقصود ہے اور شخص معہود (مقررہ) اولاد ملوک میں ہو گا خصوصاً وہ شخص جس کا باپ ظلم وستم سے مارا گیا۔ انتہیٰ۔

پس ایسا ہی ہوا کہ کفار باوجود کثیر تعداد کے اور تعداد بھی کیسی کہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد تھی،

۱؎ معاشی کوشش ۲؎ شہری انتظام

اور سامان جنگ بھی بے شمار مہیا تھا سرنگوں ہوئے جس وقت کہ غازیان دین اور شیران شجاعت آئین مقابل ہوئے تھوڑی سی ہی جنگ میں حواس باختہ ہو گئے اور شکست کھا کر مفرور ہوئے کانھم حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ اور اس بھاگنے میں ہزارہا لوگ جہنم واصل ہوئے اور ان کفار کے تمام سردار فی النار و السقر ہوئے اور جو باقی بچے وہ قید ہوئے اور جس کو تخت سلطنت پر بٹھایا تھا وہ بھی قید ہو گیا اور وزیر نے فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لی۔ اور بادشاہ باوجود اس فتح کے جو وہ چاہتا تھا اس پر قابو نہ پا سکا اور پھر اپنے ملک لوٹ گیا۔ بعد ازاں شاہ عالم عالی گوہر پسر عالمگیر شہید ملک پورب کے نواحی میں تخت پر بیٹھ کر شاہجہاں آباد کی طرف جو اس کا موروثی تخت گاہ تھا متوجہ ہوا۔

اسی زمانہ میں نواب زینت محل والدہ شاہ عالی گہر نے حضرت اقدس کی خدمت میں اپنے اوپر گذرے ہوئے مظالم کا تفصیلی خط لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "حق بات تو یہ ہے کہ آپ کے خاندان عالی شان پر جو ظلم ہوا ہے اس کے شرارے افق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ چکے ہیں۔ قوی امید یہ ہے کہ عدل الٰہی اور بشارت وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ثابت ہو گی۔ فقیر دعاؤں میں مشغول ہے اور قبولیت کا منتظر ہاتف غیب نے حصول مراد کا افادہ فرمایا ہے بلکہ وہ تدبیر بھی گوش ہوش میں ڈال دی ہے جو صاحب معاملہ کو تین چار سال کی مدت میں کرنا چاہیے اور وہ تدبیر بھی جو سات آٹھ سال بعد مطلوب ہو گی ان تدبیروں کو انشاء اللہ وقت پر لکھا جائے گا۔ اسی دوران جب مسلم افواج اور کفار کی فوجوں کا تصادم ہوا۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ۲۳ ربیع الثانی شب شنبہ کو واقعہ میں دیکھا کہ گویا مسلمانوں کو مشرکین پر فتحیاب ہونے میں دیر لگ رہی ہے جس کی وجہ سے ایک قسم کی فکر لاحق ہے اور یہ چرچا ہو رہا ہے کہ لڑائی طول کھینچ گئی۔ میں نے کہا کیوں نہ اس سلسلہ میں فال دیکھی جائے۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء

۱؎ گویا وہ جنگلی گدھے ہیں اور شیر سے بدک کر بھاگتے ہیں ۲۹ مدثر رکوع ۲

۲؎ اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل سے قصاص لینے کا اختیار دیا ہے تو اس کو چاہیے کہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے یقیناً وہ مدد کیا گیا ہے کیونکہ واجبی بدلہ لینے سے بھی اسکی جیت ہے۔ ۱۵ بنی اسرائیل رکوع ۴

کے ملفوظات موجود ہیں اس کو میں نے فال کے لیے جیسے ہی کھولا پہلے ہی صفحہ پر یہ مضمون نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی جانب تشریف لے گئے تو ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک خبر پہنچائی کہ فلاں کافر حضور کو قتل کرنے کا قصد کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اس کو اس بات پر قادر نہ کرے گا۔ اور اگر وہ سامنے آجائے تو میں اسے قتل کر دوں گا۔" لبعد ازاں ارشاد فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر خود واضح ہے لیکن وجدان کے مطابق اس کے معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ (ان) ملعونوں کی نجاست عالم ملکوت کی بلندیوں میں تا حال یقینی ہے (مقرر ہے) اب ملاءِ اعلیٰ کے ذریعہ نزول کیا ہے اور اہل علیین کی ارواح نے اس داعیہ (پیش کش) کو قبول کر لیا ہے۔

واردہ اسی دوران حضرت اقدس نے اس خاکسار کو سرفراز نامہ عنایت فرمایا اور اس میں یہ تحریر فرمایا کہ تین تلواریں مشہود ہوئی ہیں اول تو وہ تلوار جو کفار پر اٹھی اور کفار سے مراد یقیناً مرہٹہ اور جاٹ ہیں۔ ظن غالب یہ ہے کہ وہ ایسی ذلت ونکبت اٹھائیں گے کہ کبھی اس کے مثل نہ دیکھی ہوگی اور لوگوں کو کبھی اس کا گمان بھی نہ گزرا ہوگا۔ اور دوسری وہ تلوار اس شیعہ فرقہ پر اٹھے گی جو ہندوستان میں ہے وہ بہت ذلت وخواری اٹھائے گا اور اس کی جمعیت منتشر ہو جائے گی اور ان کا زوال ہو جائے گا۔ اور تیسری تلوار ان مبغضین اہل رائے پر اٹھے گی جو اپنی بے بصری سے اپنی رائے کو غالب اور مذہب کو مغلوب رکھتے ہیں[1] اصلها ثابت وفرعها فی السماء فقیر کو ان تینوں تلواروں کے اٹھانے پر مامور کیا ہے اور باطن میں اس عزیمت سماویہ کے جاری کرنے کا داعیہ اور طلب رکھی ہے واللہ علی مانقول وکیل۔

لائحات

افادہ :- ماہ رمضان ۱۲۳۷ھ میں جب کہ حضرت اقدس نے قصبہ بڈھانہ میں اعتکاف فرمایا اور اس اعتکاف میں جو بھی حقائق الٰہیہ کونیہ اور معارف اسرارِ شرعیہ صادر ہوئے ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے حسب فرمائش والتجا اس خاکسار کو تحریر فرما کر عنایت فرمائے۔ پس وہ تذکرۃ التلک الحالات والتذاذ ابتلک الواردات اس کی تحریر سے اس کتاب کو زینت بخشا ہے اور ہر مقدمہ کو ایک لائحہ سے معنون کرتا ہے واللہ ولی التوفیق۔

لائحہ :- شخص اکبر کے نفس منطبعہ نے مبدأ کی صورت قبول کی پس شخص اکبر اس پانی کے حوض

---

[1] شاہ صاحب کی مراد اہل رائے سے وہ طبقہ ہے جو عقل کو اولین مقام دیتا ہے اور وجدان اور قوت باطنی سے قطع نظر کرتا ہے (تقی انور)

کی طرح ہے جس کے وسط میں عین نصف النہار کے وقت آفتاب کی صورت منطبع (منعکس) ہوتی ہے اور اس کا ماحول ان شعاعوں سے پُر ہو جاتا ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جس طرح آفتاب حقیقت کا ظہور اول شخص اکبر کے نفس میں ہے اور اس کی مشایعت سے آفتاب کی شعاعیں تمام اَفلاک و اَملاک کے نفوس میں نیز نُفوسِ قدسیہ انسانیہ میں ظاہر ہوئی ہیں۔

لا محۃ: ۔ شریعتِ سماویہ میں تکلم فطرت انسانیہ کے مطابق واقع ہوا ہے اور انسان کی فطرت میں مجرد محض کی معرفت نہیں رکھی ہے، جب آدمی کو اپنی فطرت پر چھوڑ دیتے ہیں (تو) وہ اس کو خارج از فہم کر دیتی ہے اور خارج سے ماوراء جہات تک (یعنی مجردات ان کی سمجھ میں نہیں آتے) اور وہ مادہ و مدت کے ماوراء سے تجاوز نہیں کرتا۔ پس دعوتِ شرع اسی تجلی پر مقصور (گھری ہوئی) ہے جو خارج میں واقع ہے اور اس تجلی کے ماوراء اسم ماوراء الوراء ہے یؤمن بہٖ ولا یشتغل بکیفیتہ[۱] سے مخصوص ہوئے۔ اور یہی تجلی حجاب نور ہے۔ حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سحاب وجھہ ما انتھیٰ الیہ بصرہٗ من خلقہ[۲] (یعنی بے محابا ذاتِ حق کو دیکھنا محال ہے) نفس انسانی کی ترقی گردش احوال کے اعتبار سے اس تجلی کے علاوہ متصور نہیں ہے۔ لیکن نفس انسانی کی ترقی فہم و عقل کے اعتبار سے مجرد محض تک بواسطہ عینک پہنچتی ہے بغیر اس کے نہیں جس طرح وہ توحید جو قرآن عظیم نے بیان کی ہے وہ توحید عبادت ہے نہ کوئی اور۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت جو قرآن عظیم میں بیان ہوئی ہے اسی تجلی کی معرفت ہے نہ کوئی اور، قوموں (لوگوں) نے چاہا کہ اس معرفت کو مجردِ محض سے منطبق کریں اور اس توحید کو توحید وجودیہ یا توحید واجب الوجود یا توحید خلق پر منطبق کریں (اور جنہوں نے ایسا کیا) وہ جہل ابد میں پڑے رہ گئے (دائمی جہل میں مبتلا رہے)

ہر کہ دور انداز تر او، دور تر　　　　از چنیں صید است او مہجور تر

---

[۱] جو چیز عمل سے حاصل ہو وہ لائحہ ہے　　　　(تقی انور)

[۲] وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔

[۳] اس کا حجاب ایک نور ہے اگر وہ اس کو ہٹا دے تو اس کے چہرہ کا جلال اس کی مخلوق کو حدِ نگاہ تک جلا دے ۔ موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پر تو صفات : تو عین ذات می نگری در تبسمی　(تقی انور)

لا ئحہ :۔ جس طرح انسانی صورت یا گھوڑے کی صورت جو ہمارے ذہن میں موجود ہوتی ہے دو وجہ رکھتی ہے ایک وجہ وجود خارجی کے مقابل ہے جس سے غرض ہمارا نفس ناطقہ ہے اشیائے محسوسہ کے رنگ کی طرح اور دوسری وجہ سے انسان و فرس کا وجود ذہنی ہے۔ انسان و فرس کی حقیقت اس مدرک اور مدارک سے قطع نظر کرکے اسی صورت سے ظاہر ہوئی ہے اور وہ صورت خارجیہ کے علاوہ ہے اسی طرح اس صورت جلیلہ عظیمہ میں جو فلکِ اعظم کے نفسِ منطبعہ نے قبول کیا ہے دو طرح (سے) موجود ہے ایک وجہ سے تو وہ فلک کے نفس منطبعہ کا کمال ہے اور دوسری وجہ سے مبدأ اوّل کا وجود۔ عارف کو اس تجلی سے دو قسم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ صوفی اور حکیم اس وجود ذہنی کی طرف رغبت کرتے ہیں جو وجود ذہنی کی مانند ہے اور کیا ملائکہ عُلویّہ اور کیا سِفلیہ اور نفوس انسانیہ وہ جسطرح اپنی حرکتِ انقلابیہ کی طرف مائل ہیں اسی طرح اپنی معرفت تصوریہ کی طرف (بھی) مائل ہیں جس کا دار و مدار حرکت انقلابیہ پر ہے خدا کی طرف جو مائل ہے وجودِ خارجی کے مقابل ہے اور خدا کے خارجی وجود پر نظرِ شریعت بھی مائل ہے[1] جیسے ملائکہ عُلویّہ و سِفلیہ اور نُفوسِ قُدسیہ انسانیہ فتدبّر۔

لا ئحہ :۔ حدیث میں آیا ہے کہ لوگ آسانی چاہیں گے یہاں تک کہ وہ اس جگہ کہیں گے کہ خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰہَ۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ شیطان وسوسے ڈالے گا خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰہَ[2] کا۔ جب یہ حالت پیش آئے تو چاہیے کہ اپنے دل کو روکے اور سنبھالے رکھے۔ یہ حدیث علم اشارت کے اعتبار سے اس بات پر دال ہے کہ جب حق تعالیٰ بندے کے لیے خیالِ مطلق یا مقید میں تجلی کرتا ہے تو اس بندہ کو چاہیے کہ اس بات کی طرف متوجہ نہ ہو کہ یہ تجلی کون سے موطن میں ہے اور اس تجلی سے اشارہ حقائق جبروت میں سے کون سی حقیقت ہے اور وہ متجلیٰ لہ کے لیے کس استعداد سے مُتجلّی ہوئی ہے کہ شغل اس فکر سے حلاوت لیتا ہے۔ وظیفۂ وقت یہ ہے کہ جس طرح کتاب دیکھنے والے کی نظر کتاب کے صفحہ پر ہوتی ہے نہ کہ عینک پر کہ وہ کس چیز سے بنائی ہے اور کس طرح بنائی ہے اس طرح یہ عارف ذاتِ بحت کی

---

[1] یعنی شریعت خارج سے تعلق رکھتی ہے اسی لیے وجود خارجی پر مائل ہے۔

[2] اللہ نے خلق کو پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

طرف متوجہ ہوتا ہے اور تجلی کو بمنزلہ اپنی عینک کے بناتا ہے (اور) تجلی کے احوال کی تفتیش میں نہیں پڑتا۔

لائحہ: قرآن عظیم میں جو اللہ نور السموٰت والارض آیا ہے تو اس میں ایک باریک نکتہ ہے۔ یعنی اللہ جو اپنی تجلیات اور اپنے جبروت کے الوان کے ساتھ ذاتِ صرف ہے وہ آسمان اور زمین کا نور ہے یعنی یہ نور تجلی وہی حقیقت وحدانیہ ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ نور السموٰت والارض ھو اللہ اس لئے کہ خارج اول میں اللہ تھا بعد ازاں نور السموٰت والارض ہو گیا۔ پھر ترتیبِ خارجی کی رعایت کی مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح۔ یعنی اس تجلی الٰہی نور السموٰت والارض کی مثال ایک روشن فیلہ کی ہے جو اپنی شعاعوں سے محراب کو منور کرتا ہے۔ اسی طرح اس نقطۂ بسیطہ سے جو شخص اکبر کے وسط میں ظاہر ہوا ہے، تمام آسمانوں و زمینوں کو اپنی شعاعوں کے گھیرے میں لے لیا ہے (اسی لیے) المصباح فی زجاجۃ کہا گیا اور کمشکوٰۃ فیھا زجاجۃ مصباح نہیں کہا گیا اس لیے کہ بات آسمانوں اور زمین کی اس نور کی نسبت کے بیان میں تھی اور اس نور کا تمام آسمانوں و زمین کے کناروں کو اپنے نور سے مسخر کرنا۔ المصباح فی زجاجۃ کا ذکر تتمۂ کلام ہے تسخیر کے بیان میں دخل نہیں رکھتا۔

لائحہ: یہ شخص معین جو زید ہے یا عمرو تہ بہ تہ ہے۔ ایک طبقہ گوشت و ہڈی کا ہے دوسرا طبقہ نسمہ یعنی روح ہوائی کا جو حاملِ قویٰ ہے اور تیسرا طبقہ روحانیت کا ہے جو قوائے سیارات سے ظہور پذیر ہوا ہے اور عالم کے نفسِ منطبعہ کی سطح میں منقش ہو گیا ہے۔ جب نفس کل اس نفس جزئیہ کی شکل میں برآمد ہوا تو اس روحانیت نے قالب میں ظہور کیا۔ جب ان افراد بشر میں سے کوئی فرد مر جاتا ہے اور گوشت پوست و ہڈی کا طبقہ ختم ہو جاتا ہے اور نسمہ اور روحانیت فلکیہ باقی رہ جاتی ہے (تو) اگر نسمہ نے روحانیت فلکیہ کا حکم باحسن وجوہ قبول کر لیا تو عالم برزخ میں ملکوتی اعمال حاصل کئے بغیر جنتِ رحمت کو اکب کی سعادتِ جبلی کی وجہ سے ظہور کرتی ہے اور مبدأ صور اس نفس میں عالم مثال کے ساتھ امداد کرتا ہے، جیسا کہ قدرے اس موضوع پر اعتکاف سابق کے بیان میں لکھا گیا ہے اور اگر نسمہ نے روحانیت (فلکیہ) کا حکم باحسن وجوہ قبول نہ کیا تو عالم برزخ میں جنت اعمال پیش آئے گی، وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ ملکاتِ راسخہ[1] اور وہ اعمال جو ملکات کے مشابہ ہیں بیشتر متمثل ہوتے ہیں گویا عجب الذنب کی حدیث شریف میں ایک مثال دی گئی ہے۔ جو انسان کے قوائے ثلاثہ اصلیہ یعنی عقل و قلب و نفس کی حامل ہو سکتی ہے اگر اجزائے بدن میں سے کچھ بھی گوشت و پوست باقی ہے اور خیال نفس اس کے ساتھ چسپاں ہے تو وہی جزو جسد

---

[1] وہ عادات و خصائل جو نفس انسانی میں راسخ ہو گئے ہیں۔

انسانی کی تکوین کا معاد میں اصل ہوگا اور اگر وہ باقی نہیں ہے تو جس جزو سے وہ چسپاں ہے وہی جزو جسد معادی کی تکوین کا اصل ہوگا۔ اس بدن سے نفس کا تعلق نشاءت کی تکمیل کا مقتضی ہے اس لیے کہ نشاءت (ان) ملکات و اعمال کے تمثل کا تقاضا کرتی ہے جو نفس کے جوہر میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور اس کی مثال اس درخت کی طرح ہے جس کی شاخیں کٹی ہوئی ہیں اور اصل تنہ باقی ہے اور فصل ربیع میں اس کے قوائے نامیہ حرکت کرتے ہیں اور بارش سے اس نفس نباتی کے سارے اجزا کا ظہور پورے طور پر ہو جاتا ہے۔

لا ئحہ: ملت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کو مثل ایک چڑیا کے تصور کرو کہ بارش کا پانی اس کے بازوؤں میں پہنچتا ہے اور وہ اس کو تھوڑی دیر بعد اپنے سے جھٹک دیتی ہے یا مثل دریا تصور کرو جس میں باد ہائے مخالف بصورت امواج ظاہر ہوتی ہیں، پھر چند ساعت بعد فطرت آبی ان تمام امواج کو ختم کر دیتی ہے۔ اسی طرح فقہا، صوفیا و متکلمین جب ملت محمدیہ میں بالتحقیق کلام کرتے ہیں تو وہ ان کے تفکر و تجسس کا اقتضا ہے نہ کہ اصل ملت کا اقتضا۔ بعد ازاں ہر فرقہ کی تقلید نے اپنے شیخ کی تحقیق و افکار کو مزید بڑھا دیا جیسے بارش کا پانی ایک چڑیا تک پہنچتا ہے یا بہت سی امواج ہواؤں کے چلنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ملت کا اصل ان رطوبات کا ڈالنا اور بکھیرنا اور ان امواج کا برہم کرنا اور ڈالنا ہے اور اس برہم کرنے کا کام مجھ ضعیف کے ذمہ کیا گیا ہے ع مصلحت را تہمتے بر آہوے چیں بستہ اند۔ اس زمانہ میں مؤطا امام مالک پر عمل کرنا اصل مراد ہے۔ اور تخریجات کی پرکاری اور ظاہر حدیث پر اکتفا لغت عرب کے جاننے والے کے تردیک تراوش کرتا ہے اور افکار ردیہ سے عقلمندانہ ہاتھ کو روک دیتا ہے اور اسی طرح حق سے مراد اس زمانہ میں صوفیاء کے مکاشفات اور اشغال و اوراد کو دریائے زخار میں بہا دینا ہے۔

دوشہ گزبود یا و پوستگی ... دلکی پر ز درد و دوستگی
ایں قدر بس بود جمالی دا ... عاشق رند لاابالی را[1]

و تلک ھی القیامۃ التی وعدت لی۔ اور یہ وہی قیامت ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے[2]۔ اللہ ہی جانتے کہ ان مجاہدات عظیمہ میں کیا پیش آئے۔

---

[1] دو تین گز ٹاٹ اور پوستین۔ لیکن دل دوست کی محبت اور درد سے بھرا ہوا۔ عاشق رند لاابالی کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔

[2] اور یہ وہی قیامت ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقاں ریزد من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

[1] تحسی : مصلحتِ کلیہ اس نکتہ میں یہ ہے کہ نقطۂ بسیطہ عالم کی اصلاح کے لیے بصفت شعاع ریزش کرتا ہے ہر زمانہ میں ایک نئی شکل اور نیا رنگ رکھتا ہے۔ جس طرح آفتاب کی شعاع جسم صیقل اور جسم کدر میں اور وہ شعاع جو گھر میں ہو اور وہ جو کمرہ میں ہو مختلف طبقے (درجے) رکھتی ہے اسی طرح آفتابِ حقیقت کی شعاع عالم میں مختلف طبقے رکھتی ہے اور شیخ ابو الحسن اشعری کی تحقیق حق ہے اور وہ آفتاب حقیقت کی شعاع سے نازل ہے لیکن چوں کہ معتزلہ اور مرجیہ وغیرہ کے شبہات سے عالم بھرا ہوا تھا۔ لہٰذا لوگ انہیں شبہات پر مطمئن ہو گئے تھے (چنانچہ) اس شعاع نے ان کے درمیان طرح طرح کے معارضات (مناقشات) پھیلا دیئے تاکہ ان کے اطمینان کو درہم و برہم کر دے۔ اور فقہاء کی وہ تحقیق بھی حق ہے جو جمع احادیث بلدان سے قبل کی تھی۔ اور وہ بھی شعاع حقیقت سے نازل ہوئی ہے لیکن اس وقت مسلمانوں کے درمیان احادیث بلدان جمع نہیں ہوئی تھیں۔ اگر اہل جماعت (فقہاء) کا فتویٰ ظاہر نہ ہوتا تو نماز و روزہ کی تقسیم کیسے ہوتی اور مقدمات کس طرح فیصل ہوتے اور ان کا ورع و تقویٰ کون سی شکلوں میں متعین ہوتا، صوفیاء کے اشارات و وجدات بھی حق ہیں۔ اور وہ بھی شعاع حقیقت سے نازل ہوئے ہیں۔ لیکن سمجھدار آدمی اگر تمہارا نکتہ نہ سمجھ پائے تو اپنی مشغولی کا حق اس اصل کے ساتھ ادا نہ کر سکے گا، جب دریائے حقیقت نے اپنی موجوں کو شکست دے دی تو دوسری صورت ظاہر ہوئی ہے

چوں بہ بے رنگی رسی کاں داشتی موسیٰ و فرعون دارند آشتی [2]

[3] تحسی : حدیث شریف میں آیا ہے کہ الانبیاء بنو علات ابوھم واحد و امھاتھم شتیٰ۔ پدرِ واحد مصلحت کلیہ ہے جو نقطۂ بسیط سے نکلا ہے اور علاتِ شتیٰ استعدادِ محال ہے جن پر شعاع پڑتی ہے اس قیاس پر دین محمدی کے مجدد بنو علات ہیں، اور دین منقول جو حضرت سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰت و التسلیمات سے ہی ان کا باپ ہے، اور عالم کے اوضاع مختلفہ جو کہ شریعت

---

[1] اگر غم عاشقوں کا خون بہانے کے لیے لشکر کشی کرے تو میں اور ساقی باہم مل کر اس کی بنیاد کو ڈھا دیں گے۔

[2] جب تم اس وحدت تک پہنچو گے جو تمہارا مقصود ہے تو وہاں موسیٰ اور فرعون دونوں صلح رکھتے ہیں۔

[3] انبیاء علیہم السلام باہم علاتی بھائی ہیں ان کا باپ ایک ہے اور مائیں مختلف۔

محمدیہ کے اسالیب بیان کے تعداد کے مقتضی ہیں اور قوم کو ان شبہات سے روک دینا جو گمراہی پیدا کرنے والے ہو سکتے ہیں وہ علاّت شتّی ہیں۔

ارشاد:۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت پر نزول کتب کا بھی ارادہ فرمایا ہے اور عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف علوم حقہ (صحیح علوم جو باطل نہ ہوں) کے القاء سے صلاح عالم و اصلاح عالم کی اصل حاصل ہوتی ہے لیکن بعض احوال میں قوم کے شبہات خراب اور تاریک افکار سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان شبہات کا سدِ باب یہ ہے کہ ان کے نفوس علوم حقہ غیبیہ کی اطاعت کریں۔ اس (سبب) اعتبار سے ان لوگوں کے شبہات کا رد مقصود بالعرض ہوتا ہے (نہ کہ مقصود بالذات) اور ایسی حالت میں قوم کے اطمینان کا ختم ہو جانا اپنے شبہات ردیہ کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ منع کے ساتھ ہو یا مقدمات خطابیہ کے ساتھ (یعنی اس کے مقدمات یقینی نہ ہوں) اسی وجہ سے قرآن عظیم میں بعض مقدمات خطابیہ کی وجہ سے مخاصمت واقع ہوئی۔ جیسے قوم خزاعہ سے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (الملائکۃ بنات اللہ) لکم الذکر ولہ الانثیٰ (تمہارے لیے مرد ہوں اور اس کے لیے عورتیں) کہہ کر مخاصمہ کیا گیا۔ حالانکہ اگر اس کا نقض کیا جائے یعنی دلیل کو توڑا جائے یَدَیْن و رِجْلَیْن سے تنزیہہ کرتے ہوئے (یعنی اللہ ید و رجل سے پاک اور جسمانیت سے بری ہے) کہ اتثبتون لکم الیدین والرجلین ولا تثبتون لہ الیدین والرجلین (کیا تم اپنے لیے یَدَیْن و رِجْلَیْن ثابت کرتے ہو اور اس کے لیے یدین و رجلین نہیں ثابت کرتے) تو انہیں مقدمات پر نقض ہوتا ہے اور انہیں مقدمات پر اصلاح عالم کو قیاس کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی نیابت میں مجددین ملت کو مقرر کیا ہے اگر وہ لوگ جو نیابت کے قائل نہیں ہیں اس کو تسلیم نہ کریں اور انکی نیابت کو توڑ دیں اور یہ لوگ (نائبین) اس کے رد پر قادر نہ ہوں تو مجبور ہو کر شریعت ظاہری کی طرف رجوع کریں تو مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح کوئی فقیہ جب کوئی فقہ قوم کے واسطے مرتب کرے ہر چند اس میں استحسانات اور تخریجات جو پسندیدہ نہیں ہیں داخل ہو جائیں تو اس مجدد کی دیانت داری ارکان اسلام کے ساتھ اور گناہ کبیرہ سے اجتناب اور اصل قضا سے فیصلے اپنی جگہ مسلّم ہیں اسی قدر پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ اور تمیز کا حل تلاش کرنا کسی دوسرے مجدد کی مرضی و نامرضی پر چھوڑ دے۔ مجددین کا کلام خطا اور اغلاط

لے الیسی صورت میں خود کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے مجدد پر چھوڑ دے۔

فکریہ سے پاک ہونے میں انبیاءعلیہم السلام کے کلام کی طرح ہے (یعنی مجددین کی باتیں انبیاء علیہم السلام کی باتوں کی طرح ہیں کہ وہ خطا اور غلط فکریہ سے پاک ہوتی ہیں) ؎ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ اسی طرح صوفی کسی قوم کے لیے جب کوئی طریقہ مرتب کرتا ہے تو ہر چند کہ اس جگہ بعض مکاشفات کو مقامات سلوک کے ساتھ مشتبہ کر دیتا ہے اور بعض اشارات کو جو تیزی ذہن کی آمیزش سے اور وحدت الوجود کے بعض معارف اور تنزلات خمسہ[1] جو نظر کی حکمی غلطی سے دوام ذکر اور انصراف ہمت کے ساتھ غیب کی جانب پیدا ہوتے ہیں اصل سلوک میں داخل کرتا ہے (حالانکہ) اصل توجہ سلوک الی اللہ ہے اور مقامات کی اصل ان تخلیطات کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔

اوہام: - عارف جس اتصال کا قصد کرتا ہے (وہ) اُنس و سرور و انجذاب روح ہے یا کشف سر معرفت ہے خواہ وہ کسی وقت ہو۔ اگر سر اپنے کام سے بازرہتا ہے تو روح میں اُنس باقی رہتا ہے اور نفس اس انس میں سے کوئی چیز اُچک لیتا ہے۔ اگر اس میں عجب غالب ہے تو وہ شطح کہے گا اور اگر عجیب غالب نہیں ہے (تو) لذات حسیہ میں سے ہر چیز میں ایک سرور و انس پائے گا حتی کہ سبز رنگ جو درختوں کے پتوں میں دیکھے گا اور موزوں (اچھی) آوازیں سنے گا اور سمندر کی وسعت میں جو بھی مشاہدہ کرے گا جدا جدا انس و سرور ادراک کرے گا۔ اور اس استراق میں اگر شہوت خفیہ بھی شریک ہو گئی تو امردوں کی صورت بھی لذت تام دے گی۔ یہ ہے بعض عارفین کا بعض اشیاء مذکورہ سے اشتغال کا سبب۔

اوہام: وجود کی قسموں میں تفتیش کرنے والوں نے سلوک کی ایک راہ اختیار کی ہے اور اس کے لیے ایک ترتیب قرار دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ قسموں میں ایک قسم انسان کی ہے اور اس سے بالاتر حیوان ہے اور اس سے بالاتر نامی[2] ہے اور اس سے بالاتر جوہر ہے (اور) جو کچھ ہے وہ سب اسی سلسلہ میں داخل ہے اور جو کچھ وجود کے انبساط کا مبادیات[3] عالیہ میں مقتضی ہے اس کے علاوہ بھی راستے[4] ہیں۔

---

[1] تنزلات خمسہ احدیت۔ وحدیت۔ واحدیت۔ الوہیت۔ رحمانیت۔ (تقی انور)

[2] نامی۔ نشو و نما پانے والے یعنی نباتات

[3] مبادیات عالیہ بالفاظ دیگر فرشتے [4] یعنی وجود کا تقاضا، ان تقاضوں کے علاوہ ہے جو انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات میں پایا جاتا ہے۔

اس کی دید کو ہم بیان کرتے ہیں۔ اس جگہ حیوان جنس عالی ہے حیوان کے تحت انسان ہے اور بیل ہے اور گھوڑے اور درندے اور چوپائے اور پھاڑ کھانے والے پرندے (یعنی لفظ حیوان کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے) اور کبوتر اور گرگریاں اور مرغی اور بط اور کوے۔

اور خشکی کے جانوروں اور آبی جانوروں میں بھی یہی تفصیل ہے۔ یعنی وہ بھی مثل بیل اور گھوڑے وغیرہ کے ہیں الخ پھر اس میں بیلوں کی بھی قسمیں شامل ہیں جیسے پالتو گائے اور جنگلی گائے اور بھینس اور اونٹ اور پالتو بکری اور جنگلی بکری وغیرہ وغیرہ اور ہرن اور بارہ سنگھا یہ سب سینگ رکھتے ہیں اور وحشی ہوتے ہیں (انسان سے بھاگتے ہیں) اور غول کے غول ہوتے ہیں اور ان کا نر ایک مادہ پر اکتفا نہیں کرتا اور فرس بھی اُنہیں ہی کی ایک قسم ہے (یعنی فرس کے معنی ان سب کو شامل ہیں) اور پالتو گدھے اور جنگلی گدھے یہ سب سینگ نہیں رکھتے اور وحشی نہیں ہوتے اور کھُر والے ہوتے ہیں اور بحیثیت جنس سب یکساں ہیں، چاہے اہلی ہوں یا وحشی) اور درندوں کی بھی ایک جنس ہے جس میں شیر۔ چیتا۔ بھیڑیا۔ اور گیدڑ شامل ہیں اسی طرح پھاڑ کھانے والے پرندے جس میں باز ہے۔ عقاب ہے اور شکرا۔ اور ایک قسم ان جانوروں کی ہے جو بیٹ کرنے والے ہیں اور اپنی غذا زمین سے کھود کر حاصل کرتے ہیں۔ مرغا۔ شاہین اور چکور سب اس میں داخل ہیں۔ اور بط جو پانی کا پرندہ ہے اس کی بھی کئی اقسام ہیں۔ بعض ان میں مرغی کی طرح بعض کبوتر کے مشابہ اور بعض چھوٹی چڑیوں کی طرح ہوتی ہیں اور بعض اس جنس کے مشابہ ہیں جو بیٹ کرنے والے جانوروں کو کھا جاتے ہیں اور کوا اور جو اس کے مشابہ ہو اسی طرح نباتات کی بھی بہت سی اقسام ہیں ایک ان میں جیر (یعنی سبزہ کا چر جانے کے بعد پھر اُگ آنا) ہے اور وہ درخت جو شگوفہ نہیں رکھتے جیسے سیب اور بہی وغیرہ اور ایک قسم ان کی ہے جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جیسے ماش اور ایک قسم ان کی ہے جو اپنے تنہ پر قائم ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ہر دو جنس میں اختلاط پیدا ہوتا رہتا ہے۔

ہر جنس کے لیے متعدد نوع ہیں اور ہر جنس کے لیے ایک رب النوع ہے دو جنسوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والی جنس ملعون ہوتی ہے کیونکہ اس کا رب النوع نہیں ہوتا۔ کیونکہ جن جنسوں کے اختلاط سے وہ پیدا ہوا ان جنسوں کے علیحدہ علیحدہ دو رب النوع ہیں اور اس ملعون کو ان میں سے کسی ایک سے منسوب کرنا غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمیّہ بن صلت کا یہ شعر

رُجُلٌ وثور عند رجل یمینه ۔ والنسر للاخریٰ ولیث مرصدٌ

پڑھا ہے۔ پس اس اعتبار سے ان سب کو ایک وحدت دینا چاہیے اور نوع کہنا چاہیے۔ جو لوگ اس وحدت کو ایک جنس پر مشتمل کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

لائحات

لائحہ:۔ وجود کی تقسیم میں دو اصل منتقل ہیں ان میں سے ایک جنس اعلیٰ کے متحملات (ہیں) (یعنی وہ خاصیت جو اس جنس میں شریک ہیں) متحملات سے ہماری مراد صرف وہ خواص ہیں جو نظر کرتے پر موجود پائے جائیں نہ کہ چھپے ہوئے خواص۔ یہ چھپے ہوئے خواص وجود کے باطن میں چھپے ہوتے ہیں اور یہ انبساط ان کی ماہیت کہلاتا ہے اور ہر ماہیت کا ایک رب النوع ہوتا ہے اور حملِ عرش[2] ان کے ظہور کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرے متحملات مستعد الوقوع (واقع ہونے کی استعداد) یعنی وہ خواص جو اپنے ظہور کے لیے قوائے کواکب کی تاثیر کے منتظر رہتے ہیں (یہ ہیکل کہلاتے ہیں) متحملات اول اصل منتقل نہیں ہیں۔ اور نہ متحملات ثانی اصناف میں ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لیے ہیں جیسے دو آئینہ ایک دوسرے کے سامنے رکھے جائیں تو جو کچھ ایک آئینہ میں ہے وہی دوسرے میں بھی ظاہر ہوگا۔ اور جو دوسرے میں ہے وہی پہلے میں ظاہر ہوگا۔ ایسا ہی معاملہ ماہیات اور ہیاکل مستعدہ (استعداد رکھنے والی ظاہری شکلیں) ان قوائے کواکب کے درمیان متحقق ہوا مثلاً پھاڑ کھانے والے درندے جن کے بعض خواص شمس کی تاثیر سے بعض مریخ کی تاثیر سے اور بعض زہرہ کی تاثیر سے منسوب ہیں وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ افراد انسان کے درمیان بھی قوائے کواکب کے ہیاکل کی اصل پائی جاتی ہے

لائحہ:۔ ایک رات مبدا کی طرف توجہ اور اس نقطۂ بسیط میں فنائیت محسوس ہوئی پھر یہ دیکھا کہ اس فرد کی خصوصیات کو حذف کر کے قوائے کواکب سے ایک فرد کلی بنایا اور وہ فرد

---

[1] آدمی اور بیل (عرش کے) دائیں پائے کے نزدیک ہیں اور گدھ بائیں پائے کی جانب ہے اور شیر بھی دیکھا جا رہا ہے۔

[2] محدثین کی تفاسیر میں بعض آثار مروی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حملۃ العرش چار فرشتے ہیں ایک انسان کی صورت کا وہ بنی آدم کا شفیع ہے اور دوسرا بیل کی صورت کا وہ بہائم کا شفیع ہے تیسرا گدھ کی شکل کا وہ پرندوں کا شفیع ہے چوتھا شیر کی شکل کا وہ درندوں کا شفیع ہے (سطعات مطبوعہ صفحہ ۲۴)

اس سطح نور میں جو اس کے چاروں طرف تھا، فنا ہو گیا۔

افادہ:- اس دوران جب کہ شاہ عالم پٹنہ سے روانہ ہوا اور نجیب الدولہ کا جاٹوں کی فوج سے مقابلہ ہوا حضرت اقدس نے اس خاکسار کو اس مضمون کا سر فرانہ نامہ عنایت فرمایا ؎

کارِ زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں — مصلحت را تہمت بر آہوے چین بستہ اند[1]

عجیب ماجرا پیش آیا۔ مسلمانوں کی دو فوجیں آپس میں لڑ گئیں اور ان میں باہم لڑائی ہونے لگی۔ فقیر کو ان کے درمیان حَکَم بنایا۔ تمام آسمان و زمین والے اس کے منتظر کھڑے تھے کہ دیکھیں یہ حَکَم کیا فیصلہ کرتا ہے۔ آخر کار ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ صوبہ دہلی اور اکبر آباد اس کے قبضہ اور تحویل میں رہے جس نے جہاد کیا ہے اور کفار کو اس سرزمین سے دفع کیا ہے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ[2] اور پٹنہ سے الہ آباد اور مالوہ مارواڑ گجرات تک فلاں کے قبضہ اور تحویل میں رہی اس لیے کہ اس کے آبا و اجداد بادشاہ تھے۔ اور ان کے خاندان میں سلطنت ہوتی آئی ہے اور وہ سلطنت ابھی تک منسوخ نہیں ہوئی ہے (جب یہ فیصلہ ہو چکا) تو تمام ملائکہ و ارواح وغیرہ نے کہا کہ اَحسنت تم نے کیا ہی اچھا فیصلہ کیا۔ مَنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِحُکْمِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ[3]

فلک گفت احسنت ملک گفت زہ — قضا گفت گیر و قدر گفت دہ[4]

اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِہَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

افادہ:- ۲۳ ذی الحجہ ۱۱۷۳ھ شب دو شنبہ کو ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اپنے گھر سے مغموم باہر نکل گیا ہوں اور حضرت والدہ مکرمہ قدس سرہا پیچھے پیچھے فقیر کی اس حرکت پر (گھر سے باہر نکل جانے پر) ناراض ہیں ہر چند ان سے عذر معقول کر کے ان کو تسلی دے رہا ہوں۔

---

[1] مشک افشانی تو در اصل تمہاری ہی زلف کی کارفرمائی ہے۔ لیکن نہ معلوم عاشقوں نے کس مصلحت کی بنا پر اس کی تہمت آہوئے چینی پر رکھ دی ہے۔

[2] ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھے ٹھکانہ سے بٹھائیں گے۔ اور آخرت کا اجر اس سے کہیں بہتر ہے۔

[3] جو تمہارے فیصلہ پر عمل نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

[4] آسمان بول اٹھا کہ واہ واہ، تم نے کیا اچھا فیصلہ کیا اور فرشتے پکار اٹھے کہ کیا خوب۔ کارکنانِ قضا و قدر نے کہا اس فیصلہ کو قبول کرو اور قدر نے کہا کیا خوب۔

(قائل کر رہا ہوں) کہ گھر سے باہر نکل آنے کا سبب کسی قسم کا رنج و ملال نہیں ہے کیونکہ یہ دیوانوں کا کام ہے۔ آپ چند روز کے لیے اس کی اجازت دے دیجیے کہ میں چند ایام گھر سے باہر گذار لوں۔ اسی اثنا میں دیکھا کہ حضرات چشت رحمۃ اللہ علیہم کا جم غفیر جن میں شیخ عبد العزیز اور شیخ گنگوہی کے متبعین نیز حضرت شیخ محمد اور حضرت شیخ عبید اللہ قدس اللہ سرہم بھی موجود ہیں اسی پر مصر ہیں کہ گھر واپس جاؤ کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔ ان سے بھی میں یہی عذر کر رہا ہوں کہ میری یہ فطرت نہیں ہے کہ کسی رنجیدگی کے سبب گھر کی سکونت ترک کر دوں۔ اس قسم کی حرکت ناسمجھ آدمی سے صادر ہوتی ہیں میرے متعلق یہ خیال نہ فرمایا جائے لیکن میرے اس سب کہنے کے باوجود میرا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوا اور آخر کار واپس لوٹا کر گھر پہنچا دیا۔ پھر دیکھا کہ بزرگانِ چشت کے حضور میں محفل سماع منعقد ہے۔ محمد امین نے کہا کہ اس وقت گانے کا موقع نہیں ہے اور میں بہ پاس ادب کوئی بات سماع کے جواز اور عدم جواز پر نہ کہہ سکا۔ اسی کشش و پنج میں ان حضرات کی ضیافت کا خیال آیا خواجہ عبد الحکیم سے میں نے کہا کہ اس وقت گھر سے تو ان کی ضیافت کا انتظام ممکن نہیں بازار سے روٹیاں وغیرہ لے آؤ۔ اور تقریباً چار سو روٹیوں کی فرمائش کی پھر میری آنکھ کھل گئی۔

جاننا چاہیے کہ اس واقعہ کا ظہور ان ایام میں ہوا جب حضرت اقدس نے فتنۂ ابدالیہ کے سبب وطن سے ہجرت فرمائی اور بڈھانہ میں قیام فرمایا اسی دوران حضرت شیخ بزرگ شاہ عبد الرحیم قدس سرہٗ کے عرس کا زمانہ آگیا۔ خواجہ عبد الحکیم مذکور کے دل میں گویا یہ الہام ہوا اور انہوں نے چار سو روٹیاں بازار سے خرید کر ان کے مزار شریف پر لے جاکر فقراء کو تقسیم کیں۔

افادہ:۔ خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے مبشرہ میں دیکھا کہ جناب حضرت ولی نعمت مدظلہ مجھے اپنے خاص حالات و کمالات تحریر کرنے کا حکم فرما رہے ہیں اور بندہ اس کام کی انجام دہی کے لیے اپنے کو قاصر سمجھتے ہوئے عرض کر رہا ہے کہ کس طرح لکھوں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ لکھو، میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو سید آدم بنوری کے مقامات کے مثل لکھوں فرمایا کہ وہ بھی لکھو۔ اس دوران سمجھ میں آیا کہ حضرت کا مقصد دوسرے ہی مقام کا ہے پھر میں نے دیکھا کہ لطفِ خاص خلوت کا مقتضی ہے چنانچہ آپ ایک سمت چلے اور غلام کو بھی اپنے ساتھ لے چلے چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچے جو لوگوں سے بالکل الگ تھی وہاں کھڑے ہوگئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روئے مبارک کو از راہِ انکسار چھپا رہے ہیں۔ اور دیوار کی سمت متوجہ ہوکر فرما رہے ہیں کہ لکھ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عوض ہر زمانہ میں

ایک شخص پیدا ہوتا رہا ہے اور اس شخص سے اشارہ اس وقت یہ نفس نفیس اپنی ذات کی طرف تھا، غلام سمجھا کہ مقام مجددیہ کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں لیکن پھر آپ کی مراد اس ارشاد سے یہ سمجھی گئی کہ یہ مقام مجددیہ سے بھی بلند ہے۔ اور اسی طرح کتنی ہی بار ایک ہی دن میں لطف و محرمیت خاص کے مشاہدہ کا اپنے حق میں ان اشارات و بشارات سے اتفاق ہوا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ: حضرت اقدس نے ایک بار بعد اعتکاف عشرہ تحریر فرمایا کہ عزیز القدر من یہ واردات مکاشفات کے قبیل سے نہ تھے جن کی تشریح کی جا سکے بلکہ ان حالات کے قبیل سے ہیں جو صرف اسرار و رموز میں بیان کیے جا سکتے ہیں اور مختصراً یہ ہے کہ جوارح بعض حوادث کون (یعنی عالم میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں) میں مستی پیدا کرتے ہیں اور اس مستی کی شرح اس مستی کے علاوہ نہیں ہو سکتی (اس مستی و بیخودی کا اندازہ اس محسوسانہ مستی و بیخودی کے بغیر نہیں ہو سکتا) ان چند اشعار پر اکتفا کی جاتی ہے[1]

که باور دارد این حرف از فقیر خاکسار او | که ظل عالم قدس است افکار قبول او

نه دارد باطنش از خویش آئینه صفت زنگے | طلسم حیرت آموزست تمکین و فضول او

شعاع آفتاب از راه این روزن همی ریزد | بجز این نکته نتوان بست مضمون وصول او

حباب آسا ز خود خالی ز سطح بحری جوشد | وجود او نمود شهود او حصول او، والسلام

افادہ: حکیم ابوالوفا نے جو حضرت اقدس کے راسخ الارادت معتقدین میں سے ہیں بیان کیا کہ حضرت اقدس سے عقیدت اور حاضری آستانہ شریف سے قبل یہ خواب دیکھا کہ دو بڑے دروازے ہیں ایک دوسرے سے متصل ایک دروازہ اس کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] یعنی فقیر خاکسار کی اس بات پر کون یقین کرے گا کہ اس کے افکار اور اس کی قبولیت عالم قدس کا ظل ہے اس کی انا کا اس کے باطن میں آئینہ کی طرح کوئی زنگ نہیں ہے اور اس کا تمکن اور فضول طلسم حیرت میں ڈوبا ہوا ہے (یعنی حیرت کے باعث اس کی انا بھی لاپتہ ہو گئی ہے) آفتاب کی شعاع اسی روزن کی راہ سے گذرتی ہیں اس کے وصول کے متعلق بجز اس نکتہ کے کچھ نہیں کہا جا سکتا (یعنی اس عالم حیرت میں فیض جاری اسی کے روزن سے گذرتا ہوا کائنات کو منور کرتا ہے اور یہی اس کا وصول ہے (اور) مثل حباب اپنے آپ سے خالی سمندر کی سطح سے اس کا وجود و نمود و شہود جوش مارتا ہے اور یہی اس کا حصول ہے (ان مذکورہ بالا ابیات میں رمز یہ ہے کہ انا الحق (کہنا) اس وقت صحیح ہے جب انا بھی لاپتہ ہو جائے اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کا حصول و وصول حق ہی کرتا ہے) نفقی انور

ہے اور اس کو کھول دیا گیا ہے۔ جب وہ کھولا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس اس دروازہ کے اندر تشریف فرما ہیں اس کی وجہ سے حضرت اقدس سے مزید اعتقاد و رسوخ پیدا ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک

افادہ:۔ حضرت اقدس نے ایک بار نیاز گل خاں کو (جن کے سپرد نجیب الدولہ نے متعدد پرگنات کئے تھے اور انہیں حضرت اقدس کے حضور میں کافی رسوخ و اعتقاد تھا) یہ تحریر فرمایا کہ تمہارے نائبوں کی شکایت کا جو ان پرگنات میں ہیں عالم ملکوت میں چرچا ہے اس کا تدارک کرنا چاہیے اگرچہ کچھ عرصہ بعد خود بخود اس کا تدارک ہو جائے گا۔ وہ باوجود آپ کی اس تنبیہ کے اس کو نظر انداز کر گئے۔ بہت دن نہ گزرے تھے کہ پرگنات کے بعض لوگوں نے اس کے ایک نائب کی شکایت نجیب الدولہ سے کر دی اور یہی ان کے مواخذہ کا سبب ہوا اور وہ اس عہدے سے معزول کر دیئے گئے۔

افادہ:۔ حکیم ابوالوفا نے ایک بار اپنے روزینہ کا دستاویز (کاغذ) جس میں کا کچھ حصہ جاری تھا نیاز گل خاں کو یہ کہہ کر دیا کہ وہ نجیب الدولہ سے دستخط کرا کر باقی بھی جاری کرا دیں تھوڑے دنوں کے بعد جب حکیم صاحب موصوف نے ان سے وہ مذکورہ کاغذ مانگا تو خاں مذکور کو یاد آیا اور انہوں نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا اس وقت وہ یہ سمجھے کہ وہ گم ہو گیا جواب دیا کہ میرے پاس نہیں ہے شاید تم لے گئے ہو۔ وہ بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیے جو سند تھی وہ بھی گم ہو چکی (اور کوئی ثبوت باقی نہ رہا) پریشان ہو کر حضرت اقدس سے یہ صورت حال عرض کی اور اپنا اضطراب بیان کیا۔ آپ نے اسی وقت دست مبارک اٹھائے اور دعا کی۔ پھر نیاز گل خاں کو تحریر فرمایا کہ خوب اچھی طرح ڈھونڈو۔ انہوں نے آپ کے لکھنے کے مطابق پھر بہت تلاش کیا لیکن کاغذ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اسی پریشانی میں تھے کہ ایک شخص نے ایک کاغذ لا کر دیا کہ یہ یہاں پڑا ہوا تھا۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو وہ وہی گم شدہ دستاویز تھی۔

افادہ:۔ ایک بار حضرت اقدس نے مخدوم محمد معین ٹھٹھی کو (جو بہت بڑے عالم صوفی مشرب نیز راسخ العقیدہ معتقد تھے) تحریر فرمایا اور ان کو زمانہ رحلت کے قریب پر یہ تحریر فرما کر آگاہ فرمایا کہ ان ایام پیری میں جب کہ زمانہ رحلت قریب ہے مرضی الٰہی یہ ہے کہ اپنے کو اس نسبت پر جو شیخ ابوالقاسم قدس سرہ سے حاصل کی ہے قائم رکھیں اور توحید کے اسرار و رموز کی تفصیلات سے لذت حاصل کرنے سے اپنے کو روکیں۔ اور تجلی اعظم میں جس کو شیخ اکبر نے عرف عام

میں "حقیقت محمدیہ" سے تعبیر کیا ہے مستغرق رکھیں۔ اس وقت اسی مجمل بات پر اختصار فرمایا۔۔۔ والسلام۔ اس صحیفہ کے موصول ہونے کے چند ہی ماہ بعد مخدوم مذکور نے رحلت کی۔ اس وقت اس بات کی حقیقت لوگوں پر واضح ہوگئی۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ یہ نظر آتا ہے کہ جو ملاء اعلیٰ کہ نظر آئے ان کی نسبت ہیئت مجموعیہ یقین وتسکین وتعظیم ہے اور ان میں جنبش وحرکت محض داعیہ الٰہیہ اور الہام فوقانیہ سے ہوتی ہے بغیر حسِ نفسانیہ اور خواہش طبیعیہ کی آمیزشوں کے۔

خطرات دل پر مطلع ہونا

افادہ:۔ محمد جوّاد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرتِ اقدس سے صحیح بخاری پڑھا کرتا تھا۔ اس سے کچھ باقی رہ گیا تھا کہ رمضان شریف آگیا۔۔ اور ماہ مذکور ختم ہونے کے بعد میرا وطن جانے کا قصد تھا۔ ایک روز میں حضرت اقدس کو وضو کرا رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خطرہ آیا کہ بخاری شریف کے جو چند جزو باقی رہ گئے ہیں اگر اسی رمضان میں وہ بھی ختم ہو جائے تو بہت اچھا تھا لیکن اسی کے اظہار سے مجھے شرم آئی اچانک حضرتِ اقدس نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا بخاری شریف کو رمضان میں ہی ختم کر لو۔ سبق شروع ہوا اور تھوڑا تھوڑا پڑھنا شروع کیا۔ ایک روز جب اوراق شمار کئے تو معلوم ہوا کہ اس طرح پڑھنے میں تو وہ رمضان میں ختم نہ ہو پائے گی۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر کسی اور وقت بھی سبق ہو تو جلد فراغت ہو جائے گی۔ آپ نے پھر اسی وقت متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابھی تو بہت سے اوراق باقی ہیں، دوسرے وقت بھی پڑھا کرو۔ حضرت اقدس کے سامنے اس قسم کے خطرات سے میں بہت شرمندہ و نادم ہوا۔

افادہ:۔ شیخ عبدالعزیز صاحب جو حضرت اقدس کے خلف الصدق ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رمضان میں ایک جگہ سے ایک سو روپیہ حاصل ہوئے تھے۔ حضرتِ اقدس نے چاہا کہ اسے یتیموں اور مسکینوں پر صرف کریں اور بجائے اس کے دوسرے خانگی امور کے لیے وہ مانگے گئے۔ حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں جب اللہ تعالیٰ کو یَا رَزَّاق کہہ کر پکارتا ہوں اور اس کے واسطہ سے مجھے جو کچھ عطا ہوتا ہے وہ میں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں اور جب یَا وَهَّاب کہہ کر پکارتا ہوں اور اس سے جو کچھ عنایت ہوتا ہے اسے فقراء و محتاجوں پر صرف کرتا ہوں اور یہ عطیہ (بھی) اسی قبیل سے ہے۔

حصۂ دوم

واقعۂ جانکاہ غم پرسوز و اندوہ و الم

حضرت اقدس قدس سرہٗ الاطہر

واقعۂ وفات جاننا چاہیئے[1] کہ حضرت اقدس نے زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ افراد میں سے ایک شخص نے (اور اس سے اشارہ خود اپنی ذاتِ اقدس کی طرف فرمایا) اپنی عمر کے تعین کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ پچپن سال ہو گی۔ ایک بار اسے ایک سخت مرض نے آگھیرا۔ اس میں اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ ایک جسم انتہائی پرانا و بوسیدہ ہے ایک فرشتہ نے اس کے ہر ہر عضو (بند بند) کو جدا کیا اور پھر اس کے ایک ایک ذرہ میں تجسس و تلاش کر کے اس میں سے ایک چھوٹا سا جزو انتہائی سفید و براق روشن و چمکدار جس میں زہرہ کی میراث تھی نکال کر اس شخص کے کان کے اوپر رکھ دیا۔ اس عمل سے اس کی مقررہ عمر میں اضافہ ہو گیا اور وہ ساٹھ سال ہو گئی اور عمر میں یہ زیادتی محض زہرہ کی وجہ سے ہوئی۔ اس کے بعد اس مقدار عمر پر بعض ارواح کی برکات اس طرح نازل ہوئیں کہ گویا ان ارواح مذکورہ نے اس شخص کے نفس کو اپنا ذکر قرار دے دیا ساٹھ سال سے بھی دو ایک سال مزید بڑھ گئی۔ اس سر کے ارشاد کے بموجب جب ۱۸ سال گزر گئے اور سن شریف اکسٹھ سال ہوا، واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مسجد میں جو شاہجہاں آباد میں ہے تشریف لائے اور جسم اطہر سے کپڑے اتار کر تین بار خاک پر لوٹے اس کے بعد اس جگہ ایک جدید مسجد تیار ہوئی۔ انہیں ایام میں ایک رات حضرت شاہ اہل اللہ تہجد کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ غیب سے ایک آواز سنی کہ احسان اللہ کا واقعہ ہو گیا۔ اس سے سخت متوحش اور متفکر ہوئے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس سے مراد اسم صفت تھی۔

---

[1] حضرت اقدس اپنے اس مشاہدہ کو اٹھارہ سال قبل بھی بیان فرما چکے تھے۔ اس وقت سامعین میں سے کوئی نہ سمجھ سکا تھا، ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۱، جلد 1۔

پھر حضرت اقدس نے ماہ شعبان سنہ ۱۱۷۵ھ مذکور میں حسب معمول قصبہ بڈھانہ میں اعتکاف فرمایا جس میں سخت ریاضات و مجاہدات فرمائے رجب رمضان کی ۸ تاریخ ہوئی آپ کے بازو میں درد پیدا ہوا اور اتنا شدید ہوا کہ ناقابل برداشت ہو گیا۔ تو بغرض علاج خلوت کو موقوف فرمایا اور علاج کے بعد جب وہ درد زائل ہو گیا تو پھر خلوت اختیار فرمائی دوبارہ پھر مرض نے عود کیا اور پھر علاج سے دفع ہو گیا لیکن بھوک تقریباً ختم ہو گئی اور فم معدہ پر ایک سختی پیدا ہو گئی اور تنفس لاحق ہوا اور سوء القنیہ پیدا ہو گیا آپ اس کے علاج میں مشغول ہوئے کبھی اس میں تخفیف ہو جاتی تھی اور چند روز بعد پھر عود کر آتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام خدام پر خوف و اضطراب طاری ہوا پس آنجناب کے معتقدین میں ایک صاحب جو فن طب میں ماہر تھے شاہجہاں آباد پہنچ کر علاج میں مشغول ہوئے۔

انہیں ایام میں ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج رات باہمی خصومت مزاحمت کی نشانیاں مجھ پر ظاہر ہوئیں جس کی وجہ سے بعض علمی اسباب مفتوح ہوئے میں نے دیکھا کہ زندگی کو منقطع کرنے اور باقی رکھنے والوں کے درمیان مزاحمت و مخاصمت (باہم کش مکش) واقع ہوئی اس کی مثال بالکل ویسی ہی تھی جیسی ملاء اعلیٰ کے درمیان ہوتی ہے۔ یہ صورت حال نصف شب تک رہی۔ پھر اس کے بعد (زندگی) کو باقی رکھنے والے اسباب غالب آئے یعنی قضایائے نفاذ (نافذ ہونے والے فیصلے) نازل ہو گئے۔ اگرچہ بقاء کی مدت بھی معلوم ہو چکی ہے لیکن اس کے اظہار کی اجازت نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس عالم سے انتقال کے بعد اخلاق رذیلہ وحمیدہ کے مابین بھی مخاصمت واقع ہوتی ہے۔ کبھی ایک فریق دوسرے کو بالکل فنا کر دیتا ہے اور کبھی ایک فریق دوسرے کے حکم کی تکمیل کو روک دیتا ہے یا اس مخاصمت کے تہائی یا چوتھائی حصہ کو فنا کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے قضا یا بقا اسی صورت سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ کیفیت کی صورت اس شخص کا مستقر اور مقام ہو جاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جو یہ واقع ہوا ہے کہ "تخاصم اہل النار" اس سے اشارہ اسی تخاصم اخلاق کی جانب ہے[1] اور اسی کی مثال دیتے ہیں۔

انہیں ایام میں ام المریدین یعنی صاحبزادوں کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے اور اس مقام پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک شخص طویل القامت سیاہ داڑھی سبز رنگ

---

[1] مقدمہ استسقاء

کا ایک کپڑا بغل میں دبائے سامنے بیٹھا ہے اور اسی مقام پر ایک دوسرا شخص بھی صالحین کی صورت کا بیٹھا ہے اسی اثنا میں فرزند عزیز عبدالقادر آکر کھڑے ہو گئے۔ وہ شخص جو سامنے بیٹھا ہوا تھا اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ دنیا سے چلا گیا ورنہ اپنے لڑکے کی خود تعلیم و تربیت کرتا۔ میں نے اس کی یہ تلخ بات سن کر نہایت غصہ سے اس سے کہا کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو کیا ہمارا گھر برباد اور ہم کو بے سرو سامان کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگا کہ کیوں خراب ہوگا اور کیوں برباد ہوگا۔ میں جتنا ہی اس کی باتوں پر غصہ کر رہی ہوں وہ اتنا ہی اپنی بات پر اڑا ہے۔ آخر اس دوسرے شخص نے کہا کہ ان بچوں سے قطع نظر کر کے کچھ خیال دین کا بھی کرنا چاہیے پھر وہ کہنے لگا کہ دین کا کیا نقصان ہے، یہ لوگ جب اس عالم میں چلے جاتے ہیں تو ان کی ہمت دین کی بقا کے لیے دس گنی ہو جاتی ہے۔ اسی اثنا میں حضرتِ اقدس تشریف لے آئے۔ اور اسی پہلے شخص کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے خندہ پیشانی سے باتیں کرنے لگے یہ دیکھ کر وہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ اب تو حضرت اقدس نے اس سے ملاقات کر ہی لی اس کی بات پر مصالحت ہو جائے گی۔ جب اس خواب کے بعد میری آنکھ کھلی تو نہایت متفکر ہوئی اور یہ خواب حضرت سے بیان کیا۔ آپ نے اس وقت تو سکوت فرمایا اور دوسرے دن یہ فرمایا کہ ناسوت و ملکوت کے ملائکہ کو ملاءِ اعلیٰ سے حکم مل چکا ہے۔ اور اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ پھر ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ موت چلی چند وجوہات سے ہوتی ہے بعض کامل افراد کا صرف یہی انتقال ہے۔ آپ کا یہ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بعض کاملین ورثہ نبوت کو بحکم کمال ورثہ اس دنیا سے انتقال کے بعد ایک اور زندگی اس دنیاوی زندگی کی طرح عطا ہوتی ہے اور وہ وہاں سے اس دنیا کے بعض امور کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

چنانچہ انہیں ایام میں اسی سلسلہ میں ایک بار صاحبزادوں سے ارشاد فرمایا کہ پچیس سال محض تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے ہم کو عطا فرمائے ہیں۔ جب مرض نے شدت اختیار کی تو بعض فدویوں کی عرضداشت پر ۸ ذی الحجہ کو شاہجہان آباد کی طرف ہجرت فرمائی وہاں تمام اطبا حاضر ہوئے ہر ایک نے اپنی تشخیص کے مطابق مختلف تدابیر کیں اور جو کچھ ممکن تھا وہ کیا لیکن کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا ایام مرض میں آپ کی رقت قلبی اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ اگر کوئی ذرا سی نازک بات بھی زبان حقائق ترجمان سے نکلتی تو ایسا شدید گریہ طاری ہوتا کہ اپنے کو بڑی مشکل سے روک پاتے اور ضبط کر کے بات کو پوری

فرماتے اور شاعر کے اس قول کے مصداق معلوم ہوتے ؎[1]

کرامت کن دلِ نازک چو شبنم | کہ گر بادے بجنبد پاشد از ہم

اور یہ حال تمام حاضرین مجلس میں سرایت کر گیا تھا۔

علالت میں حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری انہیں ایام میں ایک روز یہ فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس اللہ سرہٗ العزیز بیشتر اوقات ہماری نظروں کے سامنے جلوہ گر رہتے ہیں (برزخ قائم رہتی ہے) اور جس وقت پانی کا گلاس ہاتھ میں لیتا ہوں یا کھانے کی کوئی چیز سامنے لائی جاتی ہے تو دیکھتا ہوں کہ وہ موجود ہیں اور اس سلسلہ میں اہتمام فرما رہے ہیں۔ انہیں ایام میں ایک افغانی شخص محمد بیگ نام (جو آپ کا مرید تھا) ایک رات آپ کے پائے مبارک دبا رہا تھا اسی حالت میں اسے غنودگی آگئی دیکھا تو حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ آپ کے سرِ مبارک کے قریب کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ روانہ ہو (چلو) اسی وقت وہ جاگ پڑا اور جو دیکھا تھا۔ خدمت اقدس میں عرض کیا فرمایا کہ وہاں وہ تشریف لائے تھے۔ انہیں ایام میں ایک روز مزاج مبارک نہایت متغیر ہوا ایسا کہ ہاتھ پیر سرد ہو گئے اور نبض غائب ہو گئی اور سانس انتہائی تیز چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر سب پر قلق و اضطراب طاری ہوا اور حکماء بھی مایوس ہو کر روتے ہوئے اٹھ گئے حضرت اقدس نے جب یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی تو اپنی حالت پر رجوع ہو کر تمام حاضرین کو تسلی و تسکین دینے لگے اور فرماتے لگے کہ اللہ کی قدرت (و رحمت) سے ناامید نہ ہونا چاہیے ع

باشد کہ ازیں حال افاقت بخشد

اور اس وقت غلام کی اضطرابی کیفیت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ؎[2]

گر بدانستی کہ ظلِ کیستی | فارغی گر مردہ گر زیستی

اور بعض احباب (مخصوصین) نے انتہائی مضطرب ہو کر عرض کیا کہ یہ ہماری شامتِ اعمال کا خمیازہ ہے۔ از بسکہ حضرت اقدس ہماری پشت پناہ ہیں یہ تکلیف ذات ملکی صفات ہماری وجہ سے ہے آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ تمام امور عالم بشریت کے لوازم ہوتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہاں کبھی کبھی خانگی معاملات میں شرکت مصاحب مجلس کے ساتھ بھی مواخذہ کو ایک دوسرے سے واجب کر دیتی ہے۔ (یعنی جب

---

[1] شبنم کی طرح نازک دل عطا فرمایئے کہ اگر ہوا بھی اس کو جنبش دے تب بھی وہ چھڑکاؤ کر دے۔

[2] اگر تم یہ جان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو جاؤ۔

ایک سے پرسش ہوتی ہے تو اس کے ساتھی سے بھی کیجاتی ہے جو اس خانگی معاملات میں موجود (شریک ہوتا ہے) جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے مابال اُناس لا یحسنون الوضوء فلبس علی صلوتی۔ (لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے جس سے میری نماز میں التباس واقع ہوا اس ارشاد سے تمام حاضرین نہایت متعجب ہوئے کہ ایسی حالت میں اس قسم کی دقیق معرفت کے ساتھ کلام کرنا کسی انسان سے ممکن نہیں۔

چاروں صاحبزادگان کو بشارت اور ان کو ان کے باطنی مراتب سے مطلع و آگاہ فرمانا

اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادہ میاں محمد صاحب انتہائی مضطرب و بے چین ہو رہے تھے اور لوگ انہیں تسلی دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت اقدس نے اس خاکسار کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ کیا سمجھتے ہو۔ اس سلسلہ میں جو کچھ بار ہے ان پانچوں بھائیوں پر ہے، ہوشمند حضرات نے آپ کے اس فرمانے سے اشارہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں بھائی خلافت کے مستحق ہیں پھر آپ کو افاقہ ہو گیا۔

اسی دوران ایک روز شیخ عبدالعزیز سے (جو ظاہری و باطنی ہر حیثیت سے آپ کے حقیقی جانشین ہیں) فرمایا کہ ہمارے حضرت قبلہ گاہ رحمتہ اللہ علیہ نے جب اس عالم سے رحلت فرمائی تھی تو ہم تمہاری ہی عمر کے تھے اور میاں اہل اللہ (یعنی آپ کے برادرِ خورد) رفیع الدین کی عمر کے تھے اور اکثر اوقات ہم مزار شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے اور حقیقت کی راہ ہم پر کھل جاتی تھی۔ یہ واقعات بیان فرما کر اپنی قربِ رحلت کی طرف آگاہ فرمایا اور ایک روز فرصت کے اوقات میں اپنے (چار) فرزندان گرامی کو ان بشارات عظیمہ سے نوازا شیخ عبدالعزیز صاحب سے فرمایا کہ میرے فرزند شیخ محمد کی نسبت مع اللہی مثل شاہ حسین کی نسبت کے بتائی گئی جس کو راقم بھول گیا اور تمہارا نام ملاءِ اعلیٰ میں حجتہ اللہ ہے اور رفیع الدین کا نام ابوالعجائب یعنی عناصر ان کے مسخر ہوں گے جو کچھ ان کی زبان سے نکلے گا ویسا ہی واقع ہوگا۔ اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے جو حجتہ اللہ کی کسی طرح پر اعانت کرے گا مال سے یا کسی دوسری طرح سے۔ اس پر شیخ عبدالعزیز نے عرض کیا کہ کیا مجھے ولایت حاصل نہ ہوگی فرمایا تم نہیں سمجھے اللہ تعالیٰ کی مراد پوری کرنے میں حجتہ اللہ جارحۂ الٰہی ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ ان بشارات کے آثار ان میں سے ہر ایک میں ظاہر و باہر ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ کا عیادت کیلئے تشریف لانا

جب محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کی آخری تاریخ ہوئی اور عمر شریف کا باسٹھواں سال شروع ہوا۔ سینچر کے روز صبح کے وقت

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ جو سلسلۂ نقشبندیہ احمدیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں مع اپنے احباب کے عیادت کو آئے ان کی آمد پر تخلیہ کرایا گیا اور بجز چند مخصوصین کے جن کا طفیلی یہ غلام بھی تھا کوئی اور نہ تھا۔ حلقۂ مراقبہ ہوا اور تقریباً آدھ گھنٹہ صحبت گرم رہی جب مجلسِ مراقبہ ختم ہوئی اور مرزا صاحب نے رخصت چاہی اسی وقت مزاج شریف متغیر ہوا اور آناً فاناً آثار وصال ظاہر ہوئے اور اسی روز وقت ظہر طائر روح پاک نے عالمِ قدس کی طرف طیران فرمایا اور رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گیا ہے

نظم

آں ہادی زمانہ رخ اندر نقاب کرد	زیں شیوہ خانماں جہاں را خراب کرد
در روزگار عمر نہ دید است ایں چنیں	زیں صعب ترغمے کہ دل و دیدہ آب کرد
ہر کس کہ نالہ ہائے جگر ریش ما شنید	شب را تمام روز قیامت حساب کرد
خود فصل برگزیدہ و بہ یاراں فراق داد	خود بادہ خوردہ و جگر ما کباب کرد

غرضیکہ اس مصیبت کی کیا شرح کی جائے اور اس غم کے ماتم کا کیا حال بیان کیا جائے کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربًّا سوائی و لیخرج من تحت سمائی[1] کی وعید شدید دل کو خون کئے دیتی ہے اور زبان کو حرکت کی سکت نہیں دیتی ۔

عالمِ غیب سے حضرت اقدس رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ملنے کے متعدد واقعات

جس رات حضرت اقدس نے اس دار فانی سے اعلیٰ علیین کی طرف رحلت فرمائی بابا فضل اللہ جو آپ کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں نماز تہجد پڑھ رہے تھے اسی مابین دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کے مقبرہ کے اندر تین مزار ہیں اور وہاں لوگ بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں ۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ تیسرا مزار کس کا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ یہاں حضرت نظام الدین اولیاء دفن ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ حضرت نظام الدین اولیاء کا مزار تو شہر سے باہر ہے کہنے لگے کہ نہیں وہ اسی جگہ دفن ہوئے ہیں ۔ یہ دیکھ کر ان کو نہایت رنج ہوا جب دن ہوا تو ظہر کے وقت یہ واقعۂ جانکاہ رونما ہوا پھر آپ کا مزار

[1] جو میری قضا پر راضی نہ رہے اور میری بلا پر صبر نہ کرے تو اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جاوے ۔ (حدیث قدسی)

پُرانوار اسی جگہ بنا جہاں کا انہیں مشاہدہ ہوا تھا۔

نیز جس روز حضرت اقدس نے وصال فرمایا ایک مرد صالح (جس کو آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہوا تھا) نے خواب دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور یہ شخص بھی (اس مقام پر) حاضر ہے، ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وہاں سے اٹھ کر ایک جانب تشریف لے گئے اس نے پوچھا کہاں تشریف لے گئے لوگوں نے کہا کہ شاہ ولی اللہ آرہے ہیں ان کے استقبال کو تشریف لے گئے ہیں۔

ایسا ہی ایک دوسرے شخص کا بھی واقعہ ہے جو تین منزل راہ پر تھا۔ اس نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا چبوترہ ہے جس پر فرش بچھا ہوا ہے اور اسی پر حضرت اقدس انتہائی حسین شکل میں لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تشریف فرما ہیں اور یہ راقم (خواب دیکھنے والا) بھی خدمت اقدس میں حاضر ہے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پہنچی جس کا ہودج انتہائی پُرتکلف مثل حجلہ عروسی کے ہے اس کو اس چبوترہ کے قریب آتا را پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ مبارک اس حجلہ سے باہر نکال کر حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہم محض انہیں کی وجہ سے آئے ہیں۔ اور حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے شیخ محمد صاحب نے فرمایا کہ وصال کے دوسرے روز حضرت اقدس ہماری نظر میں مثل ہوئے (آپ کی پُر زرخ ہمارے سامنے آئی) اور فرمانے لگے کہ جس وقت (میرا) انتقال ہوا تو مجھے عالم ملکوت میں سے ان عوالم سے جن کی کسی کو اطلاع بھی نہیں ہے دور دور لے گئے ۔ انتقال کے وقت سے لے کر پوری رات تک بلکہ دو گھڑی دن تک ہم کو نہ تمہاری طرف توجہ تھی اور نہ تمہارے حال کی کوئی خبر مگر اب ہم تمہاری تربیت کی طرف متوجہ ہیں۔ پھر چند ساعت بعد دیکھا کہ اس عالم کے معاملات کی طرف متوجہ ہیں جیسے کوئی تخت شاہی پر بیٹھا ہوا امر ونہی اور سزا وجزا کے احکام صادر کرنے میں مشغول ہوتا ہے ۔

اور اسی دن ایک جوان طالب علم نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت اقدس زرد لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں اور میاں شیخ محمد صاحب اس واقعہ جانکاہ سے نہایت بے قرار اور مضطرب ہیں یہ دیکھ کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیوں پریشان ہوتے ہو۔ کیا موت کا گمان کرتے ہو اس کے کون سے آثار ہم میں ہیں۔ اگر جسم سے روح کا انقطاع سمجھتے ہو تو دیکھ لو کہ ہم (خود) موجود ہیں اور بیٹھے ہوئے اور اگر تمہارا مطلب نقل مکانی ہے تو چونکہ وہاں گرمی تھی اس لیے ہم وہاں سے منتقل ہو گئے۔ اور بڈھانہ سے چلے آئے ہیں۔ اور آپ کے سوئم کے روز جب کہ انبوہ عظیم (مجمع کثیر) تھا اور تمام مشائخ عظام و علمائے شہر موجود تھے شیخ محمد صاحب نے اسی درمیان بحالت

بیداری یہ مشاہدہ کیا کہ عالم اعلیٰ کا ایک جم غفیر صحن مسجد میں جہاں مجلس سیوم منعقد تھی موجود ہے اور ان کی اتنی کثرت ہے کہ ہجوم کی وجہ سے ان کے بدن کا صرف نصف اوپری حصہ اور سر دکھائی دے رہے ہیں۔ ان میں بعض بوڑھے ہیں اور بعض لحیم شحیم جوان۔ بعض ضعیف و نحیف ہیں اور بعض پگڑی باندھے ہوئے ہیں۔ اور ایک فریق کے سر پر بڑے بڑے بال ہیں اور تہبند باندھے ہوئے ہیں اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح سر اقدس پر بڑے بڑے بال اور نیلی تہبند باندھے ہوئے ہیں مجلس میں تشریف لائے اور حضرت اقدس بھی حاضر ہوئے۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ ہم نے اس وقت انتہائی بیقرار ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت ہم کو کس کے سپرد کئے جاتے ہیں فرمایا کیوں پریشان ہوتے ہو فلاں (شاہ محمد عاشق) تو موجود ہے اور اپنے اس خاکسار یعنی مؤلف کتاب ہٰذا کی طرف اشارہ فرمایا اور میاں اہل اللہ جو حضرت اقدس کے برادر خورد ہیں وہ بھی موجود ہیں۔ پھر ہم نے کہا کہ آپ ہی ہمارا ہاتھ پکڑ کر ان کے سپرد کریں، حضرت اقدس نے پانچوں بھائیوں کے ہاتھ لے کر اپنے اس خاکسار مولف کے ہاتھ میں دیدیئے۔ پھر فاتحہ سیوم وغیرہ کے اختتام کے بعد بموجب اشارہ جو کلام کرامت نظام سے سمجھا گیا تھا دستار سجادہ نشینی (شاہ عبد العزیز کے سر پر) و نیز دستار خلافت (دیگر) صاحبزادگان[۱] کے سروں پر باندھی اور جلیل القدر کام کی انجام دہی اس بندہ مولف نے کی اور اس نعمت عظمیٰ سے اس کمترین کو سعادت کبریٰ کی سرفرازی بخشی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک حمداً یوافی کرمہ و یکافی نعمۂ۔

۱؎ بڑے صاحبزادہ کی اس وقت عمر کیا تھی اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا نور الحسن راشد صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۱۷۵ھ میں آپ کی عمر اٹھائیس[۲۸] یا انتیس[۲۹] سال ہو گی (تذکرہ و نظرات ۱۴۲) ماہ شوال و ذی الحجہ ۱۱۷۶ھ) حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کی عمر سولہ[۱۶] سال کی تھی اور بعض روایات کی رو سے سولہ[۱۶] سال چھ[۶] مہینہ۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی عمر بارہ[۱۲] سال اور حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ کی عمر دس[۱۰] سال تھی اور چھوٹے صاحبزادہ شاہ عبد الغنی الثقافۃ الاسلامیہ کی روایت کے مطابق اس وقت پانچ سال کے تھے اور کلام پاک پڑھا کرتے تھے حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے ایک مکتوب بنام حضرت شاہ ابو سعید بریلویؒ سے معلوم ہوا کہ آپ نے کلام پاک حفظ کیا تھا جس سال شاہ رفیع الدین صاحب فارغ التحصیل ہوئے اور شاہ عبد القادر صاحب قریب بفراغ تھے۔ اسی سال شاہ عبد الغنی کلام پاک کے حفظ سے فارغ ہوئے تحریر فرماتے ہیں "رفیع الدین بفضل الٰہی از تحصیل علوم فارغ شدہ در مجلس عرس حضرتؒ کہ مجمع علماء و فقراء بود دستار تبرک بستہ اجازت درس دادہ شدہ۔ عبد الغنی قرآن را ختم نمودہ در رمضان گذشتہ در محراب ایستادہ شد الخ یعنی "رفیع الدین اللہ کے فضل سے فارغ التحصیل ہو گئے حضرتؒ کے عرس کی محفل میں جبکہ علماء و فقراء کا مجمع تھا دستار تبرک ان کے سر پر باندھ کر درس کی اجازت دے دی گئی۔ عبد الغنی نے قرآن (حفظ) ختم کر لیا گذشتہ رمضان میں

باقی اگلے صفحہ پر

ایک روز حضرت میاں محمد صاحب نے بیان کیا کہ ہم شاہجہاں آباد میں ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت صاحب کا واقعہ (وصال) ہو گیا اس خبر کو سن کر مجھ کو انتہائی قلق ہوا اور میں دلی دروازہ (دلی گیٹ) کی طرف روانہ ہوا دیکھا کہ اس سمت سے حضرت اقدس کا جنازہ آ رہا ہے اور ایک جم غفیر آہ و فغاں کرتا ہمراہ ہے۔ پھر ایک مقام پر اس جنازہ کو غسل دینے کے لیے اتارا اور غسل دے کر انتہائی پر تکلف کفن پہنایا۔ اسی اثناء میں ایک فرشتہ نے آسمان سے نازل ہو کر یہ پیام پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو تین ساعت کے لیے تم کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے تاکہ جو کچھ وصیتیں تم کو کرنا ہوں کر لو۔ گویا حضرت اقدس زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور با آواز بلند لوگوں سے فرما رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عالم میں اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کو بُری عادتوں سے روکوں اور بُری خصلتوں سے پاک کروں اور اسی طرح بد اخلاقی کی برائیاں بیان فرما رہے اور تنبیہ کر رہے ہیں اور گویا کسی کی طرف اپنائیت کی نظر سے التفات ہی نہیں فرماتے اور ہم بھی ایک گوشہ میں اس کے منتظر بیٹھے ہیں کہ (اگر) اس وعظ و نصیحت سے کچھ سکوت فرمائیں تو اپنا حال عرض کریں۔ اسی حالت میں جاگ پڑا اور اتفاق نہ ہوا۔ ۱۲ ماہ رجب ۱۲۷۱ھ کو مزار پر اسرار کی زیارت کے لیے آپ کے صاحبزادگان کی معیت میں جن کے ہمراہ ایک کثیر جماعت آنحضرت کے اصحاب اور مخصوصین کی بھی تھی اور ان میں یہ غلام (مؤلف کتاب) بھی تھا مقبرہ میں پہنچی، ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا جتنے چھوٹے

(پچھلے صفحہ کا حاشیہ) محراب بنائی ہے الخ" ان قلمی مکتوبات کو مع ترجمہ محترم مولانا نسیم احمد صاحب امروہوی نے رسالہ الفرقان لکھنؤ میں شائع کرایا اور دوبارہ رسالہ الرحیم (اگست ۱۹۶۵ء) میں شائع ہوا۔ مولانا امروہوی مدظلہ نے بھی کسی ظاہری مصلحت کے پیش نظر نیز اس دور کے بیشتر علما کی تقلید جامد کرتے ہوئے شاہ صاحب رح کے مکتوب گرامی سے بے تکلف یہ الفاظ "حضرت کے عرس کی محفل میں خارج کر دیئے معلوم نہیں تحقیق و دیانت کے اصول سے یہ کیسے جائز کر لیا گیا ہے۔ ان قلمی مکاتیب کی نقول خود مکتوب الیہ حضرت بریلوی کی عطا کی ہوئی میرے کتبخانے میں موجود ہیں۔ محترم مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کو آفریں صد آفریں بڑی ہمت و جرأت بے باکانہ سے کام لیا کہ رسالہ فکر و نظر جولائی، ستمبر ۱۹۸۷ء، اسلام آباد پاکستان ص: ۱۲۵ سطر ۱ میں "مجلس عرس" نقل کر دیا اگرچہ عرس کے بعد کا لفظ "حضرت" حذف فرما دیا جس سے یہ ثابت ہے کہ شاہ عبد العزیز بھی اپنے اکابرین کے طریقہ کے مطابق حضرت اقدس کا عرس کرنے کے پابند تھے۔ پھر ص ۱۲۶ سطر ۲ میں موصوف نے "مجلس عرس" کا ترجمہ "یادگار مجلس" کیا ہے میں تو انگشت بدنداں رہ گیا۔ کسی لغت میں یہ ترجمہ تلاش سے بھی نہ ملا ممکن ہے کسی جدید قلمی لغت میں یا جدید تحقیق ہو۔

ع کاش یہ سہواً ہو نہ قصداً (تقی انور)

بڑے بھتے سب پر ایک وجد عظیم طاری ہو گیا اور حال وجد ہوا اور گریہ وزاری کا ایسا شور اٹھا کہ کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ انہیں میں سے ایک لے جوان صالح کو جو فطرت صافی رکھتا تھا۔ ایک عجیب حال پیش آیا کہ پہلے اس کی ناک سے خون بہا اور وہ مضطرب ہوا بعد ازاں حضرت اقدس کی طرف سے بے اختیار بطور سفارت پیغام مواعظ پہنچانے لگا پھر اس حال میں اتنا زائد مغلوب ہوا گویا وہ خود گم ہو گیا اور سفارت سے گذر کر حضرت اقدس کے مرتبہ جارحیہ پر فائز ہو گیا اور گویا آپ میں فنا ہو گیا آپ کے کلمات حقائق و معارف اس کی زبان سے ادا ہونے لگے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت اقدس خود کلام فرما رہے ہیں) اور مصداق ان اللہ ینطق علیٰ لسان عمر۔ آپ کا نمونہ ہو گیا۔ اور سائلوں کے ویسے ہی جوابات دینے لگا جیسے حضرت اقدس دیتے بھتے (ہو بہو، آپ کے مثل ہو گیا اس وقت جو لوگ اس سے جو سوالات کرتے بھتے وہ ان کے بعینہ اسی طرح جوابات دیتا تھا جس طرح حضرت اقدس اپنے زمانہ حیات میں دیا کرتے تھے) اور جو کچھ حضرت شیخ محمد کو مذکورہ بالا خواب کی حالت میں دکھایا گیا تھا وہ اس مشاہدہ کا مصداق ہوا۔ تقریباً چار پانچ ساعت یہی حال رہا۔ جب اس حالت سے اس کو افاقہ ہوا (یعنی اپنے ہوش و حواس میں آیا) تو اس سے اس کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا کہ قاری نے جب پنج آیت شروع کی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری پشت سے کوئی چیز آکر ٹکرائی اور قبر شریف کی طرف سے ایک جاذبہ آیا اور مجھ کو اپنی جانب کھینچ لے گیا میں نے دیکھا کہ قبر مبارک شق ہوئی۔ اور صورت مبارکہ ایک طلسم کی طرح نمودار ہوئی اور اس سے ایک نور مثل آفتاب تاباں و درخشاں میری نگاہوں میں سما گیا اور

لے یہ جوان صالح مولوی محمد صفی بھتے جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے خسر مولوی شاہ نور اللہ بڈھانوی کے بھتیجے بھتے جیسے کہ "مقالات طریقت" کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے "روح پر فتوح شاہ ولی اللہ صاحب کو تجسد کی ضرورت ہوئی کہ اپنے خلف ارشد کی کام روائی کرے تو اپنے عرس کے دن آخر سال چہلم کو مجلس عرس میں مولوی محمد صفی پر جو برادر زادے مولوی نور اللہ خسر شاہ عبد العزیز صاحب کے بھتے ایک حالت مثل پری زدہ کے طاری ہوئی اور ان کی زبان سے "میں شاہ ولی اللہ ہوں" جاری ہوا۔ اور حرکات و سکنات شاہ ولی اللہ صاحب کے ان سے سرزد ہونے لگے۔ بعض اشخاص جنوں پر حمل کئے اور بعض آسیب زدہ جانے جناب شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے اس حال سے آگاہ ہو کر نزدیک جا کر کہا کہ اگر فی الواقع شاہ ولی اللہ صاحب ہو تو بعضے مشکلات میرے کہ حل ان کا روح پر فتوح حضرت شاہ صاحب پر موقوف ہے حل کرو تو اس وقت ان کو ایسی حالت ہوئی کہ ادراک و فہم اس کا عقول حاضرین سے ممکن نہ تھا۔ اور عقدہ ہائے لاینحل ناخن بیان سے کھلنا شروع ہوئے یقین ہوا کہ ایسے مشکلات کے حل کرنے کے واسطے جو محتاج زبان و بیان کی تھیں حضرت شاہ ولی اللہ کی روح مولوی محمد صفی پر غلبہ کی ورنہ مولوی محمد صفی کو کشف میں ایسے حقائق و دقائق کی راہ نہ تھی بعد دور ہونے اس حالت کے اگر کوئی مولوی محمد صفی سے یہ کیفیت پوچھتا تو سوائے بے خبری کے کچھ نہ کہتے"

(مقالات طریقت مطبوعہ صفحہ ۱۲-۱۳)

وہ طلسم صورت ان شعاعوں میں پوشیدہ ہوگئی۔ اور اس وقت آپ کے وجود کا ایسا یقین تھا کہ گویا سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ آنجناب مجھ پر القا فرماتے تھے وہی بے اختیار میری زبان پر جاری ہو رہا تھا۔ بغیر اسے اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے (یعنی میرے علم و ارادہ و اختیار کا اس میں مطلق دخل نہ تھا) اس وقت میں ایسا سمجھ رہا تھا کہ آپ اس کے منتظر ہیں کہ جب یہ تمام امور القا ہو چکیں تو توجہ اٹھالیں۔ جب وہ القا پورا ہو چکا تو وہ نور پوشیدہ ہو گیا پھر مجھے افاقہ ہوا اور میں اپنی اصلی حالت پر واپس آگیا۔ الحاصل اس وقت بکثرت سوال و جواب درمیان میں لوگ کرتے رہے اور حضرت اقدس اس جوان کی زبان سے (بیان) افادہ فرماتے رہے اس دوران کسی شخص نے اس مجمع میں یہ بھی پوچھا کہ کیا اس سے قبل بھی کبھی اس قسم کی باتیں ظاہر ہوئی ہیں جواب دیا کہ نہیں یہ ہمارے ہی لیے مخصوص ہے کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اِنَّ اللّٰہَ یُؤتِی مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَاءُ

حضرت اقدس کی بعض تاریخہائے وصال جو مختلف فدویوں نے موزوں کی ہیں لکھی جاتی ہیں۔

ایک شخص نے کلام پاک نہی النفس عن الھویٰ سے تاریخ نکالی ہے۔

از مولوی محمد صدیق اعظم کشمیری

چو قبلہ گاہ خلائق پناہ محمل راند | ازیں خرابہ دنیا بہ جنت موعود
بہ سالِ رحلتِ آں شاہِ عارفاں ہاتف | جنیدِ عصر برفت از جہاں ندا فرمود

ایضاً

قبلۂ سالکان و فخرِ زمن | کعبہ رہروانِ خیرِ رجال
راسخ العلم و کامل العرفاء | کوہ تمکین و کان مجد و جلال
افقہ الخلق در فروع و اصول | اعلم الناس در حرام و حلال
شہ ولی اللہ آں کہ در وصفش | عقل فعال راست ناطقہ لال
یاد فرمود موطنِ اصلی | کرد منزل بہ بارگاہِ وصال
اہل جنت ز سالِ رحلتِ او | از ملائک نمودہ اند سوال
گفت روح الامیں پئے تاریخ | بود ماہِ سمائے فضل و کمال

ایضاً از مولوی محمد دائم بریلوی

شاہ ولی اللہ تاج اہل فضل | چوں بہ جنت رفت آں فرخندہ خو

بہرِ تاریخش تامل ساختم	گفت رضواں شاہِ دار الخلد گو

ایضاً از مولوی حضور اللہ کشمیری بہ تعمیہ

بحرِ عرفاں شہ ولی اللہ	کو، ز حق بہر خلق رحمت بود
بعد ارشاد و رہنمائی دیں	سوئے خلدِ بریں چو روے نمود

بے دِل ساک سالِ او، گفتا

ہاتفے وارثِ نبوت بود

ایضاً از خواجہ احمد جہاز کشمیری

یادگار سلف امام خلف	کہ بسر برد در قیام و سجود
دل و دستش بہ صیقل ارشاد	زنگ ز آئینہ ہائے خلق زدود
عاقبت نفس مرجع الاحرار	شدہ راضی بہ جنتِ موعود
حال و سالِ وصال شیخ اجل	از عزیزاں یکے سوال نمود

من بہ الہام حق باو گفتم

آں ولی نقشبند ثانی بود

ایضاً از حسن خاں کشمیری

شاہِ عرفاء ولی بر حق	آں راہ نمائے شارع دیں
آں صدر نشینِ بزم ارشاد	واں صاف ضمیر و صدق آئیں
در راہِ سلوک بود دائم	منزل گہ او مقام تمکیں
از منطق واز حدیث و تفسیر	در مدرس و ہر داشت بہ دیں
معلوم نہ کرد عقلِ کلی	اندازۂ علم او بہ تخمیں
افسوس ہزار حیف ہیہات	کز گردش آسمانِ پرکیں
رفت از دنیا بہ سوئے عقبیٰ	آں پاک نہاد عاقبت بیں
در بستر خاک آرمیدہ	در خشتِ لحد نمودہ بالیں
اے چرخ ستمگر جفا جوئی	خاکت بر سر چہ کردۂ ایں

زیں واقعہ، کدورت افزا | ہر جا کہ دلیست ہست غمگیں
گر سقفِ فلک فتد عجب نیست | طغیاں کردہ است اشکِ خونیں
آں مجتہد زمانہ در خلد | تا گشت انیس آلِ یاسین
از بہر وصال او ز ہاتف | تاریخ طلب نمود تحسیں
ناگاہ زغیب آمد آواز | او بود امامِ اعظمِ دیں

بادا رحمت بہ روحِ پاکش

آمین آمین ۔ ثم آمین

ایضاً

دریغا رفت از دنیائے فانی شاہ اہلِ دل | ولی برحق و پیرِ طریقت مرشدِ کامل
کمالِ فضل و دانش منحصر بودہ است در ذاتش | نماندہ در جہاں دیگر نشانِ جوہرِ قابل

زمانش می نمود افسوس بردے زد رقم تحسیں

بہ تحقیق آں ولی اللہ بودہ شاہِ اہلِ دل

ولہٗ ایضاً بہ تعمیہ

قطب زمانہ شاہ ولی اللہ آں کہ خلق | از وے علوم دیں بہ جہاں اکتساب کرد
جائز در اجتہاد چو اصلا خطا نہ داشت | او کارِ شرع راست بہ حکم صواب کرد
پیوستہ داشت میل طبیعت سوئے معاد | از عالم معاش ازاں اجتناب کرد
چوں روح پاک او شدہ طائر بہ روح قدس | رضواں بہشت را خبرِ فتح باب کرد
تا کرد ترک دورِ مہ و روزِ عمرِ او | از بہرِ ضبط سال دلم پیچ و تاب کرد

آگہ زحسن تعمیہ چوں گشت پیرِ عقل

سلخ مہِ محرم و شنبہ حساب کرد[1]

ایضاً از حافظ محمد مقیم

آہ و ہیہات است یاراں ہائے ہائے | کاں شہِ عرفان و گنجِ علم دیں
شد نہاں در خاک اندر ماتمش | خاک بر سر کرد چرخِ ہفتمیں

---

[1] دڑ کے عدد کو سلخ مہ محرم و شنبہ سے کم کرنا چاہیے ۔

از فراقش عالمے دل چاک کرد | جملگی بنشست غمگین و حزین
بر مریدان و غلاماتش ہمی | شد قیامت قائم اندر صحن دین
ہائے ہائے گریت و واحسرتا | آمد از ہر سو بہ گوش اندرچنیں
شد جہاں زیر و زبر زین واقعہ | نیر عالم شد ز عالم بالیقیں
نیست جز از صبر درمانے دگر | ایں جراحت را بہ دانم ایں چنیں
آتنا صبراً جمیلاً دائماً | ربنا ادخل بنا فی الصابریں
سال تاریخ وصالش از خرد | مسئلت کردم بگو تا چیست ایں .

کرد افسوس و بگفت از بہر حال
آفتاب دیں شدہ زیر زمیں

مولوی محمد صدیق نے اسی تاریخ کو رباعی میں کتنا اچھا نظم کیا ہے.

آں راہبر شارع عرفاں و یقیں | منزلگہ خویش ساخت چوں خلد بریں
تاریخ وصال او ز ہاتف جستم | فرمود شد آفتاب دیں زیر زمیں

تاریخ دیگر بہ تعمیہ

آں ولی اللہ امیر ملک دیں | بود ذاتش بحر فیض سرمدی
سال تاریخ وصال او بہ گفت | ہاتفے از بارگاہ ایزدی

از سر دنیا و اہل آں گذشت
آفتاب شرع دین احمدی

تاریخ دیگر از خواجہ رحمت اللہ ممتاز

آں شاہ ولی کہ در سخن لائق بود | در علم کلام حجتش بالحق بود
پیوست بہ رحمت حق و شد تاریخ | در علم حدیث ایں ولی فائق بود

منشی محمد فاروق کشمیری نے آنجناب کے مرثیہ میں اپنے جو درد آمیز اور سوز انگیز نالے نظم کئے ہیں وہ بھی تحریر کئے جارہے ہیں ؎

روزے کہ ایں خبر ز قضا بر زباں فتاد | سخت آتشے بہ جان من ناتواں فتاد

در چشم روزگار قیامت پدید شد | بر فرقِ اہلِ درد مگر آسماں فتاد

چوں شمع بسکہ شعلۂ آہم بلند شد | مشتِ شرر بہ مزرعۂ قدوسیاں فتاد

قطراتِ غم ز دیدہ کرّوبیاں چکید | چوں گوہرِ یتیم بہ روئے جہاں فتاد

ایں تند بادِ غم کہ فرو ریخت ترک و تاز | یارب چہ شعلہ بود کہ در باغِ جاں فتاد

مینائے دل شکستہ و کوہِ الم بہ سر | ایں بارِ غم کہ اچو من اندر جہاں فتاد

یعنی کہ خاکِ پائے شہِ دیں پناہ من

جنت فروز گشت ازیں خاکداں کہن

کشتی شکست بحرِ طوفانِ مصیبتاہ | بر خاک ریخت آبِ عزیزاں مصیبتاہ

ایں صدر زخم خوردہ دریں دشتِ ناپدید | آوارہ گشت کوہ بیاباں مصیبتاہ

آں شہسوارِ دیں ز کہن خانہ خراب | بیروں زدہ است خیمہ رفیقاں مصیبتاہ

آں سرو خوش خرام ازیں بوستانِ خشک | سوئے جناں رواں شدہ یاراں مصیبتاہ

دارم بہ رنگ دشنۂ قانون زہر زباں | فریادِ آہ و نالہ و افغاں مصیبتاہ

واحسرتا کہ آں مہِ دیں شد بہ زیرِ خاک

یاراں زنید جامۂ صبر و شکیب چاک

آہ آں زماں کہ مہرِ رخش در نقاب شد | دلہائے غم کشانِ مصیبت کباب شد

یارب مصیبتے عجب آورد رو بہ ما | کز صدمہ اش منافی طاقت خراب شد

زیں داغِ تازہ آبلۂ دل کہ بستہ بود | دریا شکست و بر رخِ پاکش حباب شد

زیں اشکِ لالہ گوں کہ بہ صحرا گماشتم | ماہی بہ خوں طپیدہ و دریا سراب شد

در خوں نشست تا کمر ایں چرخ نیلگوں | در ماتمش دو چشمِ مسیحا پر آب شد

احباب راز گریہ نہ دانم چہ روئے داد | از آہ نالہ ام کہ دلِ سنگ آب شد

ایں آہ دردناک بہ گردوں رسیدہ است

سیلابِ خوں ز دیدہ بہ جیحوں رسیدہ است

آہ آں زماں کہ بر سرِ کویت گذر کنم | بر خانقاہ و مسجدِ پاکت نظر کنم

چون ابرِ نو بہار بہ چشم گہر فشاں
بر خاکِ آستانۂ تو دیدہ تر کنم

خالی ز جلوۂ خاص تو بینم ز خود زدم
چاکے زنم بہ سینہ و خاکے بہ سر کنم

از خونِ دل بہ لوحِ مزارت رقم کشم
و از آب دیدہ فرشِ ترا پُر گہر کنم

چون عندلیب ہر نفس از آہِ آتشیں
روئے مزار تازہ بہ خونِ جگر کنم

در زیرِ مقدمت بنشینم فدا شوم
ایں قِصۂ دراز مگر مختصر کنم

کاش ایں جہاں نیامدے اندر جہاں دریغ
برباد داد بے سر و سامانِ جاں دریغ

یاد آں زمانہ کہ ز بوئے تو نو بہار
می داد مخلصانِ ترا نافۂ تتار

آں مدرسہ کہ خاکِ شریفش بہ فیضِ خاص
بودہ است خاکِ دیدۂ اربابِ افتخار

بر خاکِ غم نشستہ و از موجِ بوریا
مردم کشید خنجرِ کیں بر دلِ فگار

محرابِ مسجد از خمِ ابروئے تو خمید
باز است چشم حلقۂ درہا در انتظار

از فیض درس و لطف اشاراتِ خاص تو
سامع گرفت شاہدِ مقصود در کنار

عالی ز فیضِ صحبتِ تو فطرتِ بلند !
روشن ز خاک درگہ تو چشمِ اعتبار

باز آنچہ خاک پائے ترا توتیا کنم
بخشائمت بہ منت و در دیدہ جا کنم

از گریہ بے تو وانہ رہد چشمِ تر ہنوز
باشد بہ رہ گذار تو مُشتِ شرر ہنوز

آشفتہ زلفِ سنبل و افروختہ روئے گل
و آں سروِ خوش خرام نیامد ببر ہنوز

نرگس شگفتہ و دیدۂ بادام شد سفید
زاں چشمِ پُر خمار نیامد خبر ہنوز

آراستہ زہرہ انجمن انجم آسماں
آں ماہِ دلفروز نہ شد جلوہ گر ہنوز

مشتاقِ شوق خوں ز دلِ خویش می خورند
در کوئے مے فروش نہ کردی گذر ہنوز

گلہا شگفتہ و سبزہ دمید و صبا وزید
شاید نسیم صبح نہ کردش خبر ہنوز

سرو و سمن بہ دیدۂ پُر نم نشستہ اند
در باغ انتظار چو شبنم نشستہ اند

اے شانِ عالم از تو رفیع المکاں بیا
جائے تو در بہشت برین جاوداں بیا

در انتظار چشم امیدم سفید شد
چوں نورِ دیدہ در نظرم ناگہاں بیا

قربانِ چشم مستِ تو جان و دل و قرار
گرد سر تو طاقت و تاب و ما تواں بیا

ساغر کشانِ دردِ محبت در انتظار
بر رنگِ بے خودی زدہ مینائے جاں بیا

اصحاب درد جاں بہ لب انداز برائے تو
اے عیسی زمانہ و قطبِ زماں بیا

از مطلع امید چو خورشیدِ خاوری
بر خاکیانِ غم زدہ پر تو فشاں بیا

چشمانِ نمکشاں ہمہ جا خوں گریستند
از بہر آں کہ بے تو چرا دیر زیستند

منشی نخوش گریہ ات از بحر و کاں گذشت
آہ جگر شگافِ تو بر آسماں گذشت

ایں داغِ سینہ سوز کہ بر دل ترا رسید
تنہا نہ بر تو بر ہمہ اہل جہاں گذشت

اے تیرگی بماں کہ بہ دل جا گرفتہ است
بیروں چو نالہ از قفس استخواں گذشت

ایں ماتم غریب کہ رو دادہ از قضا
نشیندہ کہ بر ہمہ دوستاں گذشت

سیلاب موج خیز سر شکم بہر طرف
در سنگ رفتہ کرد چو آب رواں گذشت

قمری صفت زنالہ نیا سودہ ام دمے
آہ آں زماں کہ سروِ تو زیں بوستاں گذشت

ایں چرخ نابکار ہماں بے مروت است
ہر صبح دم کہ خندہ زند برق آفت است

افادہ: مزامیر کے حلال جاننے والوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم مزامیر کی آوازوں سے محظوظ ہوتے ہو یا نہیں۔ اس کے اس سوال کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ اگر تم ان نغمات کے حسن (خوبیوں) سے واقف ہوتے تو ان نغمات کے اس سماع سے نہ انکار کرتے اور نہ احتراز۔ میں نے کہا تم نے جو اس سلسلہ میں بات کہی ذرا غور سے سنو اور سمجھو اگر سمجھ سکتے ہو۔ وہاں اس کی خوبیاں میں سمجھتا ہوں اور اس سے بہت زائد لذت حاصل کرتا ہوں۔ لیکن اگر چند ہی روز اس کی پابندی کر لوں تو اس کا خوف ہے کہ کہیں اسی میں گم نہ ہو جاؤں (اور کسی دوسرے کام کا نہ رہوں) اور تمام اشغال سے باز رہوں دو چیزیں اس سے مانع ہیں ایک شرعی دوسری طبعی۔ مانع شرعی یہ ہے کہ ہر چند اپنی حدذات میں عموم و اطلاق رکھتا ہوں اور کریم مطلق نے اپنے کرم بے علت سے شرع کا

لباس مجھے پہنایا ہے موافق شرع باتوں سے ایک ایسی لذت والفت عطا فرمائی ہے اور خلاف شرع باتوں سے میرے دل میں نفرت ڈالی ہے۔ وہ الفت ونفرت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں ایسی قسم کی چیزوں میں مشغول رہوں۔ اور مانع طبعی یہ ہے کہ میری شرافت نفس اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں دعوت دیئے ہوئے جلسوں میں بیٹھوں یا امردوں اور نامحرم عورتوں سے کچھ سنوں یا کسی غیر شریف عورت کو اپنے عقد نکاح میں لاؤں۔ شرافت نفس سے مطلب اعراض ہے جو اصل فطرت کے مطابق میرے اوضاع حسیہ کو اس قسم کی حرکات، (چیزوں) سے روکنے والا ہے۔ اور اگر اپنی عقل وفہم کو درست کرو تو ایک دوسرا نکتہ اس سے بھی زائد دقیق بیان کرتا ہوں جس طرح میرا نفس شرافت رکھتا ہے اسی طرح میری جان بھی جو میری جان کا خلاصہ ہے شرافت رکھتی ہے اور اس کی شرافت یہ ہے کہ وہ طبعی طور پر اس سے مانع ہوتی ہے اس وجہ سے کہ میری جان جان میں تجلی اعظم کے علاوہ (دوسرے) نقوش منطبع ہوں۔ بلکہ میری جان جاں فطرتاً اسی لیے پیدا ہوئی ہے کہ اس میں (صرف) تجلی اعظم کا ہی نقش منطبع ہو۔ جس طرح انگوٹھی کے نقوش کا موم میں ثبت ہونا اور تجلی اعظم کے نقش کے علاوہ ہر نقش کے انطباع سے میری جان جان انکار کرتی ہے اور موافق چیزوں سے الفت اور مخالف چیزوں سے نفرت رکھتی ہے اور یہ وہ ہے جو مجھے سید البشر وشفیع یوم المحشر علیہ الصلوات والتسلیمات سے وراثۃً ملا ہے"۔ قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم الا ان اللّٰہ تعالیٰ اتخذنی خلیلاً وماینبغی لمن اتخذہ اللّٰہ خلیلاً ان یتخذ غیر اللّٰہ خلیلاً اور کما قال:۔

"نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آگاہ ہو اور جان لو کہ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا اور جسے اللّٰہ نے خلیل بنایا اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ غیر اللّٰہ کو خلیل دوست بنائے۔"

افادہ: حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض نفوس ایسے ہیں جن میں بسبب ان کی جامعیت کے ایک استعداد رکھی جاتی ہے اور وہ اس استعداد کی وجہ سے وہ اعمال خیر جن کو تمام عالم والے عمل میں لاتے اور لاتے ہیں بغیر اپنے سے صادر ہوئے بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ، ان کو ہر اس عمل خیر کے ساتھ جو اہل عالم میں سے کسی سے صادر ہو ایک استحسان اور داعیہ پہنچتا ہے پھر ابتداء اس کو اس عمل کی صورت دکھلائی جاتی ہے بعد ازاں اس شخص عامل کے نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بحیثیت اس عمل کے ہوتا ہے اور یہ نفس کامل عمل مذکور کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بغیر عمل کئے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ گو کہ یہ حال مستقل نہیں رہتا لیکن ایک ساعت کے لیے حصول ضرور ہوتا ہے۔ گویا

اللہ تعالیٰ کے اس قول فبھدٰھم اقتدہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

افادہ: = حضرت اقدس نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اخوف ما اخاف علیٰ امتی الشھوۃ الخفیۃ۔ یعنی جو چیز سب سے زائد مجھے ڈراتی ہے وہ میری امت کی شہوتِ خفیہ ہے، بعض روایانِ حدیث نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ ایک شخص اس نیت پر صبح کرتا ہے کہ وہ روزہ رکھے گا۔ پھر جب اس کو لذیذ کھانا مل جاتا ہے تو اس کھانے کے شوق و لالچ میں وہ روزہ توڑ ڈالتا ہے۔ (یہ تو راویانِ حدیث کا قول ہے) اور فقیر کی سمجھ میں جو آتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث علم لطائفِ نفس کی باریکیوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے بس امراضِ نفس میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کا مزاج طبیعی جس سے مراد عقل کا قلب پر اور قلب کا نفس پر غلبہ ہے وہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور نفس قلب پر اور قلب عقل پر یورش کر کے اسے بیکار (مغلوب) کر دیتے ہیں اور ایک مرض جو اس سے بھی سخت ہے اور اس کا علاج اس سے بھی زائد سخت ہے وہ یہ ہے کہ نفس ہمیشہ اپنی مخالفت و مصادمت کو عقل و قلب پر ظاہر نہ کرے بلکہ اپنی شہوت کو ضبط کر کے نیست و نابود کر دے پھر عقل میں وسوسہ ڈال کر رفتہ رفتہ اسے اپنا ہم مذہب بنا لے (اسوقت) عمل کرنے کی طرف مزاج متوجہ نہیں ہوتا بلکہ خواطر کی طرف متوجہ رہتا ہے اور وہ بھی نفس کی موافقت میں اور اس کو عقل صریح جانتا ہے اس وقت جہل مرکب پیش آتا ہے اور فطرتِ سلیمہ فنا ہو جاتی ہے اور اسی طرح اگر نفس قلب میں وسوسہ ڈالے اور جوہر قلب کے درمیان ایک خطرہ (قلب پر محسوس کرتا ہے متجسس ہو تو گویا یہ اس کی فطرت کا مقتضا ہے اور اس کی صُلب سے نکلا ہے۔ اس صورت میں اس کا علاج مشکل ہوا اور حق و باطل میں اشتباہ ہو گیا۔ (شبہ پیدا ہو گیا) یہی ہے وہ شہوتِ خفیہ جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

خواجہ محمد امین اپنے مسموعات میں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرتِ اقدس کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو دعا اور طلب فرزند کی التجا کے وقت جو انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ[1] کی وحی ہوئی تھی پھر اس کے بعد اس کا کیا موقع تھا جو انہوں نے رب انی یکون لی غلام[2] الخ کا سوال کیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملائکہ نے ظاہر ہو کر فرزند کی بشارت دی تو اس پر انہوں نے فرمایا ا بشرتمونی علیٰ

---

[1] ہم تم کو خوشخبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے

[2] اے میرے پروردگار میرے یہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے

[3] کیا تم مجھ کو ایسے وقت اس بات کی بشارت دے رہے ہو جبکہ میں بڑھاپے کی منزل پر پہنچ چکا ہوں۔

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الْکِبَرُ حضرت اقدس نے فرمایا جو علم مبدأ فیاض سے مترشح ہوتا ہے اس کا پہلا عبور لطائف کامنہ پر ہے مثل سر اور روح کے اور اس حالت میں استغراق کے وقت ہر چند ان علوم کی حقانیت میں شبہ نہیں رہتا لیکن اس کیفیت سے افاقہ ہونے کے بعد حال مشتبہ ہوتا ہے تا وقتیکہ قلب پر اس کی ریزش ہو۔ پھر جب قلب اس سے بہرہ مند ہوگیا تو یقین کلی حاصل ہوگیا۔ اور شبہ زائل ہوگیا۔ اس لئے کہ اطمینان کے معنی یہ ہیں کہ لطائف بارزہ ان واردات سے پُر ہوکر اسی کے ہم رنگ ہو جائیں اور ولکن لیطمئن قلبی[1] سے یہی مراد ہے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم کے موقعہ پر اپنے اصحاب میں سے ایک فرمایا کہ حقیقت واحدہ (جو مسمیٰ بہ اللہ اور مدبّر السموات والارض اور خالق مخلوقات و رزّاق مرزوقات ہے) کی جانب توجّہ راست رکھنا چاہیے۔

نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا" ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ سالک نے جب اپنے مَبداء کی طرف توجہ درست کرلی اور اس کو فاطر السموات والارض کی صفت کے ساتھ پہچان لیا تو اس سالک کا سر آگاہ ہوگیا۔ اور پہلی صورت جو اس پر منکشف ہوتی ہے وہ عرش تکوینی کی صورت ہے جو عرش اعظم کی صورت مثالی ہے (اسوقت) وہ اپنی طبیعت سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کے اُلوان و اَنوار کو زہرہ و بیاض سے تشبیہ دیتا ہے حالانکہ عرش تکوینی مجرّدات سے ہے اور اُلوان و اَنوار کی نسبت محسوسات سے مخصوص ہے لیکن وہ صفت جس کو اس کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہیں وہ اس کے علاوہ نہیں ہے کہ نور سفید کو نور زہرہ کے مثل بیان کرے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے نسبت اُویسیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ارواح سے اخذ فیض دشوار ہے اور ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور زندوں سے استفادہ کرنے کے مقابلہ میں مردوں سے ہر شخص استفادہ نہیں کرسکتا۔ جو چیز اس شخص کے جزء روحی کے موافق ہوتی ہے اسی ایک چیز کی موافقت و مناسبت سے استفادہ کیا جاسکتا ہے اس جگہ نہ کلام و تکلم ہے اور نہ تعلیم و تعلم۔ اگرچہ افراد میں سے بعض ایسے ہیں جو شئے کی مناسبت سے ارواح سے مستفید ہوتے ہیں لیکن شاذ و نادر۔

نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے درود شریف کے فضائل بیان کرتے وقت یہ بھی فرمایا کہ اس کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہے گا، اور کوئی

[1] تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

آفت اسے نہ گھیرے گی۔

افادہ = تجلیِ صوری کی حقیقت یشنخ کے ساتھ خزانۂ خیال میں صورتوں اور لباسوں کے ساتھ یادداشت مجرد ہے کیونکہ حکمتِ الٰہیہ نے بسبب نشاء مثال اس کی تخصیص فرمائی ہے اور یشنخ کے ساتھ تجلی معنوی کی حقیقت خزانہ وہم میں معنوی و وہمی صورتوں اور لباسوں کے ساتھ یادداشت مجرد ہے اور حکمتِ الٰہیہ نے اس کی تخصیص کی ہے اور (ان) دونوں صورتوں میں عارف کا نفس مجرد حقیقت مجردۂ فعالہ کے ساتھ آشنا ہو جاتا ہے اور اس سے ایک علیحدہ رنگ اس میں منطبع ہوتا ہے جس طرح انگوٹھی کے نقش و نگار موم میں اُبھر آتے ہیں اور اس مرد کے قوائے علیہ و عملیہ اس کی اتباع کرتے ہیں اور لطیفۂ روح میں ایک انس و انجذاب پیدا ہوتا ہے اور لطیفہ سر اس حقیقت مجردہ کے ساتھ ان لباسوں اور پردوں کے بیچ میں دیدہ ور ہو جاتا ہے اور ایک عجیب اتصال اور عجیب حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم تجسس (کھوج) کریں تو تجلی پر تخصیص کا سبب ان صورِ خیالیہ و وہمیہ کے ساتھ جو اس کا لباس ہو گیا ہے۔ تین چیزیں ہونگی ایک تو رقوم مستجنہ۔ دوسرے اس عارف کی استعدادِ فطری جس کا اقتضا یہ ہے کہ خاص صورت دکھلائے بلکہ اس خاص صورت میں تخصیص رکھتا ہے جیسے اپنی خودی کو علیحدہ کرتا۔ تیسرے قوائے افلاک جو عالم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ ان دونوں خصوصیتوں کو مخلوط کر دیتے ہیں۔ جیسے صنف کا تعین افرادِ نوع میں جن خواص سے وہ صنف قائم ہے۔ اور اگر ہر ایک کی ایک مخصوص مثال ہم قائم کریں تو یہ کہیں گے کہ آئینہ دیکھنے والا جب آئینہ دیکھے تو اس میں تین قسم کی خصوصیات جمع ہوں گی۔ اوّل یہ کہ دیکھنے والے انسان کی صورت گھوڑے اور گدھے کی صورت نہیں ہوگی بلکہ وہ عمرو و بکر کی صورت سے ممتاز ہو گی۔ نیز ذات آئینہ کو اس کے سامنے رکھیں گے دوم یہ کہ آئینہ محدبہ[2] صورتِ محدبہ ظاہر کرتا ہے اور آئینہ مقعرہ[3] صورت مقعرہ تیسرے یہ کہ آئینہ کی صفائی و سمائی بھی صورت کے ظہور میں ایک تاثیر رکھتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ جب کوئی شخص سرخ عینک اپنی آنکھوں پہ لگائے تو جس چیز پر بھی نظر کریگا وہ سرخ دکھائی دے گی اور اگر سبز رنگ کی عینک ہو گی تو سبز رنگ نظر آئے گا۔ اور اگر کسی گنبد پر مختلف رنگوں کے شیشے نصب کئے جائیں تو جس وقت سورج ان کے سامنے آئے گا، تو اس کی مخلوط شعاع انہیں رنگوں سے گھر کر (گنبد کے) اندر نظر آئے گی، الحاصل ہر تجلّی صُوری و معنوی کا ایک مقام ہے اور یہ صورتِ خاص اسی سے نکلی ہے محققِ عارف کو اسی مقام سے کام ہے نہ اس صورتِ کائنہ

ؔ۱ ، یعنی صورت خیالیہ و وہمیہ کو باوجود کثرت کے وحدت کے نور سے دیکھنا۔ (تقی انور)

ؔ۲ ، اوپر کا اُبھرا حصہ۔ ؔ۳ ، نیچے کا گہرا حصہ۔

فاسدہ سے۔ جو ایک وقت تو جوش زن ہوتی ہے اور دوسرے وقت ساکن۔ اور محقق عارف کے نزدیک جب تجلّی صُوری جوش مارتی ہے اور پھر ساکن ہوجاتی ہے تو اس کا مقام منکشف ہوجاتا ہے اور نیز تجلّی معنوی بھی جو اس کی ہم عناں اور دوش بدوش ہے معلوم ہوجاتی ہے۔ اور جب تجلّی معنوی جوش مارتی ہے اور ساکن ہوجاتی ہے تو اس کا مثار (مقام) منکشف ہوجاتا ہے۔ اور تجلّی صوری بھی جو اس کی دوش بدوش ہے معین ہوجاتی ہے۔

ؤ

دوسری قسم ارشادات کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ حضرت اقدس کے کلماتِ قدسیہ جو اسرار و رموز یعنی حقائق لاہوتیہ وجبروتیہ اور معارفِ لطائفِ انسانیہ اور احکاماتِ شرعیہ کے بیان میں واقع ہیں ان میں بیشتر اس سے بلند ہیں کہ اہلِ ذوق و وجدان کی ذہن کی رسائی اس کے دامن تک ہو سکے اس کتاب میں ان کے تحریر کرنے سے جس کی بنیاد عوام و خواص کا افادہ ہے کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر کوئی صاحبِ استعداد ان حقائق و معارف پر مطلع ہونے کا شائق ہے تو اس کو چاہیئے کہ آپ کی تصانیف تفہیماتِ الٰہیہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ خیر کثیر۔ لمعات۔ ہمعات الطاف اقدس اور فیوض الحرمین وغیرہ کا مطالعہ کرے، لیکن بعض انفاس نفیسہ اسرار و رموز کے سلسلے میں اور مبدا سلوک اور وسط و انتہا (مبتدی۔ متوسط۔ منتہی) کے آداب کے بارہ میں جو جناب ولایت مآب کے مستفیضین کے ارشاد میں تحریراً یا تقریراً صادر ہوئے ان کی تحریر سے خواہ وہ روایت لفظی ہو یا نقلی اس رسالہ کو مزین کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ھو الولی الموفق۔

افادہ = بُعدِ صوری (ظاہری دوری) مُرشد اور مُسترشد (ارشد و ہدایت حاصل کرنے والے) کے مابین اگرچہ افاضہ (فیض دینے میں مرشد کے لیے) کو مُضر (مانع) نہیں ہے لیکن استفاضہ (فیض حاصل کرنے والے کے لیے) ضرور مشکل (حائل) ہوتا ہے اس لئے کہ افاضہ بُعد کی صورت میں بوجہ کلی صادر ہوتا ہے اور اس کے اہل کے لیے نفع بخش صورت یہ ہے کہ حیرت کے طریقہ پر ہو اس کے باوجود اگر دُوری کی صورت میں کسی فیض دینے والے سے استفاضہ (فیض حاصل کرنا) چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت دلی فراغت کے اوقات میں سے اور خواہشات میں اعتدال کے ساتھ مقرر کرے اور ایک جگہ جو شور و شغب سے خالی ہو وہاں باوضو اور یکسو ہو کر جس قدر ممکن ہو نماز پڑھے پھر اسی جگہ بیٹھ کر اس کی صورت پر جس سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی ہمت کو دفع خطرات کے ساتھ (البعد) متوجہ کرے اور اس (مرشد) کی صورت میں اپنے کو اس حد تک محو کر دے کہ وہ صورت اس کے خیال و تصور

میں قائم ہو جائے اور اس کی اس طرح مداومت (پابندی) کرے کہ مستفیض اور مفیض کے علاوہ تمام احوال و خیالات و خطرات یک قلم فنا ہو جائیں اور یہ حالت پہلے روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز ہی سے حاصل ہونے لگتی ہے اور اس دوران ایک قسم کا فتور اور جسم میں سستی پیدا ہوتی ہے اور ویسی ہی حالت ہو جاتی ہے جیسی نیند کی حالت ہوتی ہے جس وقت یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو (سمجھ لو) کہ اس کو ایک مناسبت اس روحانیت سے فیض کے ساتھ پیدا ہو گئی اور اس کا لوح قلب صاف ہو گیا۔ پھر اس (مرشد کی) صورت سے التجا اور استفاضہ کے بعد اس ملاحظہ کو روک کر (شغل برزخ سے فارغ ہو کر ذکر کو لازم کرلے خواہ وہ ذکر اسم ذات ہو یا ذکر نفی و اثبات۔ لیکن ضربت قویہ (ذکر جہر) اور دلجمعی کے ساتھ اگر چہ حبس دم نہ ہو۔ اور ان اللہ محبوبہ و ان لا محبوب سواہ پر اس حد تک غور (ملاحظہ) کرے کہ اس کی سارے بدن اور رگ رگ میں سرایت کر جائے (من ہمہ یار است از سر تا قدم) اور نفس اس عاشق کی طرح مضطرب ہو جائے جو محبوب کی ملاقات کیلئے آئے اور اس سے ملاقات نہ ہو سکے اس وقت اس کو خفقانِ قلب اور اضطرابِ نفس کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور اس ذکر و شغل میں یہی کیفیت مطلوب ہے جب یہ چیز حاصل ہو گئی تو ذکر کو ترک کرے اس ذوق و شوق کی کیفیت پر غور کرے جو ذکر کا حاصل ہے لیکن بے تاب عاشق کے لیے یہ ممکن نہیں ہے[2] کہ عشق کے شوق و اضطرات میں اختیار برتے یا بھوک سے بے تاب شخص مختصر غذا کھانے پر اکتفا کرے۔ حالانکہ اس کے پاس دوسری اشیائے خوردنی بھی ہوں۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو پھر روزانہ دو ایک ساعت متوجہ ہو کر (مشغولی کرے) پہلے فیض دینے والے (مرشد) کی صورت پر غور کرے پھر اس کے بعد ذکر کی طرف پھر کیفیت معہودہ (مذکورہ) کے اختصار پر اور بقیہ اوقات ذکر و ذوق و شوق سے غافل نہ رہے اور (کثرت کلام در ازئ گفتگو) سے محترز رہے [3] تا درنہ زنی بہ آنچہ داری آتش۔ ہرگز نہ شود حقیقت وقت تو خوش۔

افادہ جاننا چاہیئے کہ تمام آدمی فطرتاً یکساں نہیں ہیں ان میں سے بعض فطری طور پر حجاب وہم میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس طبقہ کا علاج یہ ہے کہ ان کے حق میں توجہ الی اللہ کو مخلوط بہ وہم کر دینا چاہیئے۔

۱؎ اللہ اس کا محبوب ہے اور اس کے سوا کوئی محبوب نہیں۔

۲؎ اس کیفیت سے معراج شریف کے واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوا کہ قف یا محمد فان ربک یصلی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم توقف کیجئے کہ آپ کا پروردگار نماز پڑھ رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا۔ لِمَ (کس لیے)

۳؎ تمہارے پاس جو کچھ ہے جب تک اس میں آگ نہ لگا دو گے ہرگز وقت کی حقیقت تم پر اچھی طرح ظاہر نہ ہو گی۔

مثلاً مرشد اس سے یہ کہے کہ اپنے قلب کو خالص چاندی کا ایک طبق فرض کر جس پر گلِ صنوبری رکھا ہوا ہے۔ اور اس پر لفظ اللہ مُذہّب بخط جلی لکھا ہوا ہے۔ اور اس صورت (نقش) کو دل میں جما کر قائم کرنے کی کوشش کرے اور بعید نہیں ہے اگر اس شغل کی بسم اللہ (ابتدا) کراتے وقت مرشد توجہ کرے اور اس کی قوت قوہیہ سے ٹکراؤ کرے یا مثلاً یہ کہے کہ لا کے لفظ کو ناف سے نکال اور وہ ایک نور ہے، خالص چاندی کی شکل کا۔ اور اس کو اُم الدماغ تک کھینچ کر قلب پر ضرب مار۔ اور پھر اس کو ناف تک پہنچا یعنی الا اللہ کی بار کو۔ اور یہ سمجھ لے کہ چاندی کے اس دائرہ میں تیری پشت، دل اور سینہ گھرا ہوا ہے۔ اور کمالِ شغل یہ ہے کہ مرکز اور دائرہ محیط ایک دائرہ ہو جائے سورج یا چاند کی شکل پر یا مثلاً مرشد یہ کہے کہ جب تو میرے سامنے بیٹھے تو میری آنکھوں سے ایک نور سفید نکل کر زمین پر پھیل جائے گا اور کسی کو معلوم بھی نہ ہو گا۔ تو اس نور کی طرف متوجہ ہو اور اسی پر قیاس کرنا چاہیے، اور عقلمند کے لئے ایک اشارہ ہی کافی ہے۔[1]

افادہ اکثر اشخاص جنہیں راہِ خدا کا شوق ہے ان کی استعداد اس قابل نہیں کہ ان کو حضورِ مجرّد یا دوامِ محبّت یا طمانیّتِ قلبی کی کیفیت کے لیے مکلّف (مجبور و مامور) کیا جائے۔ وہ صرف ذکر کو ہی صبح و شام اپنا مطمحِ نظر بنا لیتے ہیں۔ ان کا علاج یہ ہے کہ ان کے حق میں آخر الامر ذکر کی مقدار مقرر کرنا چاہیے۔ مثلاً ان سے یہ بتائیں کہ رات و دن میں چار ہزار بار تسبیح پڑھیں دو تین ماہ اسی تعداد پر اکتفا کرنا چاہیے جب ان کا دل اس ذکر سے مانوس ہو جائے تب ملاحظہ محبوب اور ہیبت شوقیہ کو اپنے لئے مشروط کر لیں۔ جب یہ چیز بھی قائم ہو جائے تب ذکرِ نفی سکھیں۔ میں نے جب اس بات پر غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اکثر سالکوں کو اضطراب اس لیے پیش آتا ہے کہ اگرچہ وہ مجرّد اور شوقِ و توحید کے معنی سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہیں لیکن طبیعتِ ملوّثہ کے حسبِ حال سفلیات کی کشاکش میں پڑ کر اس کو قبول نہیں کرتے اور اسی وجہ سے ان کے حال میں گرہیں پڑ جاتی ہیں اور مختلف قسم کے شکوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ غرض کہ یہ سمجھ میں آیا کہ لوہاروں اور بادشاہوں کو یکساں نہیں سمجھنا چاہیے۔

افادہ: امرِ منزّہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور یہ جان لینا چاہیے کہ علمِ حضوری جس سے مراد شعور

---

[1] میرے خاندان (خانوادہ کاظمیہ) میں بھی شغل برزخ، تصور قلب صنوبری اور نفی و اثبات کے اسی طریقہ کا جلسہ قلندریہ کیساتھ معمول ہے۔ جو حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر بانی خانقاہ نے حضرت اقدس کے مسترشد حضرت شاہ ابو سعید بریلوی سے اخذ فرمایا تھا۔ تقی انور

[2] نفی لَا اِلٰہَ ۔ اثبات ۔ اِلَّا اللہ ۔ اثباتِ مجرد ھُوَ ۔ تقی انور

محض ہے امر منزہ مجرد تک نہیں پہنچا جب تک علم العلم اس کو محیط نہ ہو جائے۔ جب ہم علم العلم تک پہنچتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں کہ جب ہم اس سے روگرداں ہوں تو اس کا حلیہ یہ ہے کہ حضوری سبق کے علم کو جدا کرنا چاہیئے اور دل کو نفوس کونیہ سے اس طرح آزاد کر دینا چاہیئے کہ علم حصولی اس سے اٹھ جائے۔ اس طریقہ سے یہ سمجھنا چاہیے کہ انا کیا ہے اور اس کی شناخت کرنا چاہیئے کہ یہ انا کہاں تک پہنچاتی ہے۔ اور اس کی اصل کیا ہے اس امر کے احکام کے بعد علم حصولی کو بھی حضرت حق کی طرف مصروف کرنا چاہیئے، ہم کو اس بات میں شک نہیں کہ ایسے وقت میں علم حصولی منزہ قابل حصول ہوگا۔ اور جب علم العلم کے ساتھ مجرد کی طرف توجہ کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ علم العلم کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اور علم صرف کو اختیار کرنا چاہیے اور یقین کے ساتھ یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے تجرد کے متعدد درجات ہیں۔ سب سے ادنیٰ درجہ جو ہے وہ زمان و مکان سے اس کا تجرد ہے اور محض اس تجرد کی بدولت اس کے بارہ میں ھو اللہ کہہ سکتے ہیں حاصل یہ کہ اس کی کوشش کرے کہ مدرکہ کو تلفظ و احساس اور تمثیل و توہم کے قیود سے آزاد کر دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صورت کا ظہور (حصول) ہوگا اور دل برداشتہ نہ ہونا چاہیے اور نہ ناامید ہونا چاہیئے۔

افادہ = اکثر و بیشتر اوقات بزعم زاعم حضور مجرد حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ وہ واقعی حضور مجرد[1] نہیں ہوتا۔ اس کے لیے ایک آئینہ مقرر کیا ہے کہ زمین کثیف ہے اور پانی لطیف۔ اور اس کی لطافت تلون یا اثر کا زائل نہ ہونا ہے گو اس کو چار یا چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے، اور ہوا اس سے بھی (الطف) زائد لطیف ہے اور الطفیۃ کے معنی ہیں ان دونوں صفات کا انتہائی درجہ ہے اور تمام صفات نفسیہ جیسے بھوک پیاس اور غصہ یہ سب ہوا سے بھی لطیف ترین ہیں اور ان کی لطیف ترین کیفیت کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو ان کو تقسیم کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی شے میں سما سکتے ہیں اور صورت انسانیہ کلیہ انسانوں کے مخصوص اوضاع و اشکال سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک بسیط امر مجرد ہے جو صفات نفسیہ سے بھی زیادہ الطف جوہر ہے اور اس کی الطفیت کے معنی کسی ایک شخص کی خصوصیات عدم تخصیص اور تمام افراد پر وحدت کے ساتھ اس کی نسبت کا استواء ہے[2] وکونہا شیئا من الاشیاء الخارجیۃ خارجیا واحدا اور حق تعالیٰ کی ذات مجردہ ان سب سے زیادہ الطف ہے اور اس الطفیت کے معنی کسی شے میں حلول نہ ہو سکتا ہے باوجود اس کے

---

[1] یعنی جس کو وہ اپنے زعم میں مجرد سمجھتا ہے وہ مجرد نہیں ہے۔

[2] اس کا ہونا اشیاء خارجیہ میں سے ایک خارجی چیز ہے۔ تقی انور

کہ اس کی نسبت تمام ممکنات کا استواء کئے ہوئے ہے۔ بحسب وجود علی انہ شئ واحد۔ اسی طرح ان امور کو تدریج ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اور اپنے امر وجدانی کو ان میں سے ہر ایک پر قیاس کرنا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ غیر مجرد کو مجرد قیاس کرے۔

افادہ = یقین کرنا چاہیئے کہ آدمی سے مراد دراصل اس کی صورت شخصیہ ہے جس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں اور وہ صورت بوجہ لطیف اور دقیق ہونے کے ہر شخص کو معلوم نہیں ہوتی۔ ہم جو اثر اس پر ڈالتے ہیں اسکا طریقہ یہ ہے کہ اس کی کیفیات لازمہ پر اثر ڈالیں تاکہ اس کی تبدیلی سے جوہر نفس کی تبدیلی میسر آئے اور نفس کے خاص لوازمات یہ ہیں جس کو ہمت کہتے ہیں۔ کوئی باہمت ہوتا ہے اور کوئی کم ہمت، علم وادراک اور تمام صفات نفسانیہ یہ سب ہمت ہی کی تفصیل ہیں ؎ ہمت نردبانِ کنگرۂ کبریا بود ایں سقف خانہ (جسم انسانی) را بہ ازیں نردباں مخواہ۔ یا ہمت کی تبدیلی کا ہم یقین نہ کریں تاکہ علم ضروری حاصل ہو جائے اور حق جل وعلیٰ کی یاد میں شجاعت غضب اور طرح طرح کی لذتوں کا التذاذ اور مرادات سفلیہ میں سے کسی مراد کی طرف انجذاب یہ تمام چیزیں شکست اور نابود ہو جائیں۔ جب ہم کو اس کا علم ہو گیا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ تبدیلی ہمت ثابت ہو گئی اگر یہ بات دل کو متحقق (ثابت) ہو جائے تو تجلی الٰہی تمام کو حاصل ہو گی تو تجلی الٰہی ضرور بالضرور بغیر فنائے ہمت کی کثرت کے سبع کو حاصل ہو جائے گی۔ یہ نہ ہو کہ آدمی ناامید ہو جائے اور اس سے زیادہ کوشش کو ناممکن سمجھے۔ اور یہ تفصیل بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اپنی ہمت وولولہ کو اللہ میں فنا کر دینا چاہیئے۔ اور خوب اچھی طرح غور کر کے یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ہمت کیا ہے اور اس کی فنا کیسے ہوتی ہے ؎ اے برادر تو ہمیں اندیشہ، مابقی تو استخوان دریشہ گر گل است اندیشہ، تو گلشنی ور بود خار، ہیمہ تو گلخنی۔ اس بیتاب و بیقرار عاشق مجنون صفت کی طرح جس کی زبان اور آنکھیں خشک ہو گئی ہوں اس حالت میں اگر اس کے سامنے کھانا لایا جائے تو اسے کوئی لذت و مزہ نہ ملے اور اگر کوئی مشروب دیا جائے تو باوجود سلامتی حواس اور زیادتی نشاط اس کی شیرینیت اور

لہ ہمت ہمکو عرش کے کلس تک لیجائیگی۔ اس گھر کی چھت اس سیڑھی سے بہتر نہ چاہو (یعنی اس راہ میں اصل چیز ہمت ہے اور بغیر ہمت کے یہ راہ طے نہیں ہوتی۔

لے بھائی تو اسی واہمہ میں الجھا ہوا ہے کہ جو کچھ تجھ میں سچا کھچا رہ گیا ہے وہ صرف ہڈی اور گوشت ہے اگر تو اپنے کو پھول سمجھے گا تو اپنے کو پھول نظر آئے گا اور اگر تیرا واہمہ تجھے کانٹا بنائے گا تو تو اپنے کو کانٹا سمجھے گا۔

تمکینیت میں کوئی امتیاز نہ کر سکے۔ حاصل یہ کہ اگر ہر مرد اپنے میں اچھی طرح غور کرے تو یقیناً یہ جان لے گا کہ اس کے دل کو ہر طرف رغبت ہے اور وہ رغبات متعددہ اس کی ہمت کا انقسام ہے لیکن جب ہمت ایک (یکسو) ہو جاتی ہے اور ایک ہی سمت رجوع کر لیتی ہے (یعنی کسی اور سمت توجہ نہیں رہتی) تو بیشتر یہ ہوتا ہے کہ آدمی مزیدار کھانا کھاتا ہے اور خوش ذائقہ مشروب پیتا ہے اور بہترین منظر دیکھتا ہے لیکن اپنے میں اس کی کوئی لذت نہیں پاتا اس لیے کہ جب ہمت ایک جانب چلی گئی تو اس کے پیچھے پیچھے ادراکات حواس بھی چلے جاتے ہیں۔ اگر آدمی اپنے میں بسعی بلیغ اس بات کا کھوج کرے کہ کلام کرے یا نظر انداز کر دے یا کپڑے پہنے تو اپنے میں اس کا شوق واستحسان نہ پائے نہ اس لیے کہ وہ بیہوش اور بے حس ہے بلکہ اس کو جو قوت مستحسنہ حاصل ہوتی ہے اور کسی امر مقدس کی وجہ سے اشتیاق پیدا ہوتا ہے وہ اسے ان تمام چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے روکتا ہے چہ جائیکہ وہ حسد، غضب اور مہلکات ذمیمہ وغیرہ میں پڑے اور اسی طرح شوق وارادہ بھی۔ اور جزئیات ہمت میں سے ہر چیز گم ہو جاتی ہے اور آدمی یک رو ویکجہت رہ جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ ایک شاعر نے اپنے علائق کے متعلق شعر کہا اور ان کے حالات بیان کئے تو یہ بات شعر میں اس کی قوت مستحسنہ کی فنائیت پر دلالت کرتی ہے جب مرد کلی طور پر اپنے سے باہر نکل گیا تو اس وقت ندا بالمشافہہ متجلی ہوگا۔ اور اگر جہتوں میں سے کوئی جہت باقی رہ گئی ہے تو تجلی شفاہی محال ہے ؎ کسے در صحن کاچی قلیہ جوید۔ اضاع العمر فی طلب المحال۔

افادہ = حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس حالت کو ارادہ کی فنا کہتے ہیں اور امیر سید کلال اس کی مثال اس کوزہ سے دیتے ہیں کہ جب تک اس میں نمی باقی ہے وہ تصرف کے لائق نہیں ہے اور خواجہ نقشبند نے اس کو وجود سے نامزد کیا ہے ع عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ وَكُلٌّ اِلٰی ذَالِكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ۔ تمام اوقات یعنی صبح وشام دن ورات نشست وبرخاست میں اس بات کا خیال رکھ کر کہ محبت تامہ کے وصف اور ایسی تجرید کامل جس سے کہ غفلت اور غیر کی محبت کا کسی طرح دخل نہ ہو اور سب نیست ہو جائیں یاد داشت میں مشغول رہنا چاہیے ؎ یا بخود آتش تواں زد یا دلے باید گداخت۔ گر دماغ عشق داری ایں قدر ہا کردنی است حضرت حق سبحانہٗ اس وقت تک ہر طلب کے لیے مورد جمع نہیں ہو سکتا جب تک جگر خون نہ ہو جائیں (طلب شرط است وغناسی کہ نقد آری بہ کف ورنہ ع

---

[۱] اپنی خودی میں آگ لگا دینا چاہیے یا پگھلنے والا (سوز وگداز والا) دل چاہیے۔ اگر عشق کا دماغ تم رکھتے ہو تو یہ کرنا ہی پڑیگا۔

صدف را کے پسند آید کہ آوارہ شود گوہر (مولوی تاج الدین جذب کاکوروی) اور مٹیں خاک میں مل کر یکساں نہ ہو جائیں۔ اور اس سعادت عظمیٰ کے نزدیک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہر قصد و ہیئت جو اپنے میں پاتا ہو معدوم نہ ہو جائے عَرَفْتُ رَبِّیْ الخ اگر اس عادتِ مُستمرہ کا خرق افراد میں سے کسی ایک کے بارہ میں واقع ہو جائے (تو) وہ خود حساب سے باہر اور مستثنیٰ ہے۔

اس کا وظیفہ یہ ہے کہ راضی بہ رضا رہنا چاہیے اور ادب کے ساتھ مقامات آئندہ کا طلب گار رہنا چاہیے۔ اِنَّہٗ جَوَادٌ رَحِیْمٌ بَرٌّ کَرِیْمٌ۔

سماع میں وجد بلکہ تواجد کے بھی باطنی فوائد ہیں

افادہ = کھانے کی قلت اور روزوں کی مداومت اگر مزاج پر بار ہو تو اس کو مزاج کے موافق کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ طبیعت کی تازگی اور شگفتگی رخصت ہو جائے کیونکہ کام اسی سے وابستہ ہے۔۔ تخیلات[1] تشبیہیہ تخیلیہ اگر چہ حقائق الٰہیہ یا اُمورِ عادیہ کے ادراک میں ہوں تو اس سے مغلوب اور متاثر ہونا اور اس کی طرف کھینچنا کاروبار کے مانع ہے۔ اس بات کو اچھی طرح غور کر کے سمجھنا چاہیئے اگر اضمحلال موجودات کے معنی ایک وجدانی بسیط امر کے تحت اس طرح داہنے بائیں۔ اوپر نیچے سے یورش کریں کہ اس سے علیحدہ ہونے کی گنجائش نہ رہے تو اس کی طرف محبت تامہ کے وصف کے ساتھ ہمت کو جمع اور دوسرے تمام راستوں کا انسداد کرتے ہوئے رغبت کرنا چاہیئے۔ اور اگر اس حد تک جوش نہ مارے (یعنی اتنی روحانی قوت حاصل نہ ہو)

تو بہتر یہ ہے کہ تعلقات اور پسندیدہ چیزوں کی نفی اور ہمت قویّہ کی مداومت، جو اس سے زائد اپنے حوصلہ میں نہ پاوے اپنے کو مشغول کر دینا چاہیے اس وقت تک جب تک اس معنی کی حقیقت کا سلطان ظاہر اور جلوہ گر نہ ہو جائے اور خود پر اتنی سختی نہ کرنا چاہیے کہ حواس پراگندہ ہو جائیں اور نشاط جس کو ہندی زبان میں اُمنگ کہتے ہیں ختم نہ ہو جائے کیونکہ کام اسی سے وابستہ ہے صحت مزاج کی نگہداشت، حواس

---

[1] وہ خیالات جو قوتِ خیالیہ کی مدد سے مشبہ ہو کر ذہن میں آئیں۔

[2] تواجد کہتے ہیں وجد کی استدعا کرنا اور حالت وجد کا اظہار کرنا۔

کی سلامتی، طمانیت قلبی اور خلوصِ نیت باقی رہنا چاہیئے اور کسی مسرت کے وقت حکیم سنائی کے یہ اشعار پڑھ کر خلوت میں تواجد[1] کرنا چاہیئے فقیر نے خود بھی ذوق و شوق کی کیفیت میں یہ دو اشعار پڑھے تھے اور ان کی تاثیر کا تجربہ کیا تھا ؎

زیں سپس دست ما و دامن دوست　　　زیں سپس گوش ما و حلقہ یار

فقیر نے اکثر اوقاتِ نشاط میں یہ دو شعر پڑھے ہیں اور ان کی تاثیر بھی دیکھی ہے ؎

اے[2] دوست توئی دیدۂ بینائی من　　　ہم قوت و شنوائی و دانائی من!
عشقم تو و ہم تو دل غمدیدہ من　　　و اندر دل غمدیدہ شکیبائی من۔

خلوت کے فوائد

افادہ = سالک جب خلوت اختیار کرے تو اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھے اور اصحاب کہف سے عبرت لے کہ کس طرح انہوں نے صدق ہمت اختیار کیا اور ان کے رب نے ان کے ارادہ کے مطابق ان سے ویسی ہی معاملت کی۔ آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے کہ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَأْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝[3]

عقل معاش اور عقل معاد اور جاننا چاہیئے[4] کہ آدمی کی ایک عقل معاش ہے جس سے امور معاشیہ انجام پاتے ہیں اور دوسری عقل معاد ہے جس سے وہ خوف و توکل و تسلیم اور اعمال خیر پر آمادگی

---

[1] تواجد کہتے ہیں وجد کی استدعا کرنا اور حالت وجد کا اظہار کرنا [2] اے دوست میری بصارت و بصیرت میری قوت و طاقت میری سماعت اور میری عقل و فراست جو کچھ ہے سب تو ہی ہے میرا عشق اور میرا وہم و خیال اور میرا غمزدہ دل بلکہ میرے غمزدہ دل میں میرا صبر بھی تو ہی ہے۔
[3] اور جب تم نے ان سے اور ان لوگوں سے جو خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں کنارہ کشی کرلی ہے تو چلو غار میں چل بیٹھو تمہارا پروردگار اپنی رحمت کا سایہ تم پر پھیلا دے گا اور تمہارے اس ارادہ میں سہولت کے سامان مہیا کرے گا۔ [4] عقل کے تین اطوار ہیں عقلِ معاش، عقلِ معاد، عقلِ مقدس عقلِ معاش مادیات میں تصرف کرتی ہے۔ اس کا مقتضیٰ معاشی امور کی انجام دہی ہے اور اس کے مدرکات مادی ہیں عقل معاد اوامر و نواہی میں تمیز کرتی ہے اور اس کا مقتضیٰ روحانیت کو نفس پر غالب کرنا ہے اور اس کے مدرکات مجرد ہیں۔ عقل معاش دلائل کو دیکھتی ہے اور عقل معاد کا تعلق شعور سے ہے۔ دلائل کے ترک سے شعور غلبہ پاتا ہے اور اس غلبہ کی وجہ سے صاحب شعور افکار برہانیہ کے ظہور کو ان کے مبدا میں دیکھتا اور پہچانتا اور ان پر عامل ہوتا ہے یہی عقل کا تیسرا طور عقل مقدس ہے وہ نزول علوم برہانیہ کا طالب ہوتا ہے اور اس کی نظر مبدا پر رہتی ہے۔ (تقی انور)

سے اپنے اُمورِ معاد سرانجام دیتا ہے اور ایک اور عقل مقدس ہے جس سے اللہ کی معرفت پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ لاغیر ان عقول میں سے ہر ایک کا درجہ ایک دوسرے سے ممتاز سمجھنا چاہیے کہ یہ معرفت طمانیت کی کنجی ہے۔ جب عقل معاش کو ترک کر دیتا ہے تو عقل معاش کا کام عقل معاد سے پڑ جاتا ہے اس وقت اہل وعیال اور مال وجاہ کی الفت و محبت اس کے لیے مخل نہ ہوگی (لیکن) مگر یہ کہ حُبِّ کمال اور اس کی احادیث نفس باقی رہیں گی اور جب عقل معاد سے بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تو وہ عقل الٰہی کے ساتھ باقی رہ گیا۔ اس وقت کوئی خطرہ اور حدیث نفس اس کا دامن گیر نہ ہوگا۔ پس لیس صرف اور نیستی محض کی طرف ترقی (بغیر تابع کے میسر آجائے گی اور عقل معاش و معاد کا ترک۔ ان دونوں کی معرفت اور ان دونوں میں امتیاز کے بعد عزلت وتبتل کے وقت اتنا مشکل نہیں ہے اور اس سلسلہ میں نفی و اثبات کی مدد سے ان دونوں کی نفی کا طریقہ ڈھونڈھنا چاہیئے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ عقل معاش کیا ہے اور اس کا کیا مقتضیٰ ہے اور وہ کس چیز میں تصرّف کرتی ہے اور اس کے مدرکات کا وزن کیا ہے۔

نیز اسی طرح عقل معاد کیا ہے اور وہ کس چیز میں تصرّف کرتی ہے کیا تم نہیں جانتے کہ برہانی رائے[1] شعری رائے[2] کے علاوہ ہے، جب برہانی رائے ضعیف ہو جاتی ہے اور شعری رائے غالب آجاتی ہے، یا اگر اس کے برعکس ہوتا ہے (تو) مرد ذکی رائے برہانی کو جواذکار برہانیہ کا مبدا ہے۔ ان کے مبدا سے دیکھتا اور پہچانتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور علوم برہانیہ کے طلب کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور بنظر غائر یہ معنی سمجھ میں آجاتے تھے۔

افادہ = سالک جب عزلت اختیار کرے تو اس کو قوی الہمّت ہونا چاہیئے اور سینہ سے ایک زور و طاقت باہر نکالنا چاہیے تاکہ وہ وقت حاصل ہو جائے کہ مدرک اور مدرک ایک ہو جائیں، اور متوجہ و متوجہ الیہ کا حجاب درمیان سے اُٹھ جائے اور حیرت حائرہ (حیرت میں ڈالنے والی) حاصل ہو جائے اور فنائے کلی ظاہر ہو۔ اس وقت تجلیات الٰہیہ اس مشت خاک پر چمکنے لگتی ہیں۔

مصرعہ حیف گر یک دانہ باشد حاصل دہقان ما۔ اس وقت سالک کا قصہ بالکل اس مجاہد

---

[1] برہانی رائے۔ قطعی یا یقینی امور،

[2] شعری رائے۔ خیالی امور،

امیر کی طرح ہوتا ہے جس نے تمام اسباب جنگ مہیا کر لیے ہوں اور فتح و ظفر سے اس کے احوال ظاہر ہوں۔ اور فریقین کے مابین مقابلہ و مقاتلہ پڑ گیا ہو۔ اس وقت اس کو نئے سرے سے زور لگانا چاہیے اور اپنی جان پر کھیل جانا چاہیئے ورنہ یہ تمام سامان جنگ اور فوج کا اجتماع بے کار ہو گا۔ معاذ اللہ من ذالک۔ اس کا علاج یہ ہے کہ امواج جمیعت و فنا و گذشتگی کے تلاطم کے وقت مدرک۔ ادراک۔ اور مدرک کے اتحاد کی طرف توجہ کلی رکھنا چاہیے۔ اور اس نیرنگی خیال سے مردانہ وار باہر آنا چاہیئے۔ کیف لاوالموجودات کلھا تشترک فی الموجود المطلق الذی ھو مفھوم انتزاعی و ھذا من اجلی البدیھیات الیس ان بانا عرھذ المفھوم حقیقۃ لولا لما صح الانتزاع الیس ان تلک الحقیقۃ ھی الوحدۃ وحدۃ القصویٰ لاتعد ولاتکثر فیھا الا بما تشبہ الوھم و الخیال والاعتبار، اور ہم کب تک وہم و خیال میں مبتلا و گرفتار رہیں گے۔ اور حقیقۃ الحقائق سے محروم بیٹھے رہیں گے، واحسرتا واویلاہ۔ اگر اس نادانی کے لباس کو ہم چاک نہ کریں اور اس دریائے وحدت میں جہاں مدرک اور مدرک کا تقابل و سامت ہے ہم غوطہ نہ کھائیں حتّٰی لا یبقی عین ولا اثر (یہاں تک کہ کچھ نام و نشان باقی نہ رہے) جس طرح انسان کے اوہام جہلیہ اور افعال ناپسندیدہ ہمارے نزدیک لاشے محض ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زائد واضح اور روشن یہ دوئی اور من و توئی جو محض جہالت سے پیدا ہوئی حقیقت قصویٰ اور وحدت کبریٰ کے نزدیک لاشے محض اور لَیس صرف اور عدم محبّت ہے سبحان اللہ، ایک خیال ہمارا راستہ روک رہا ہے اور ہمارا مال و اسباب لوٹ رہا ہے اور ہم کو رجوع نہیں ہونے دے رہا ہے۔ حالانکہ اس کا نور ظاہر اور اس کی شعاعیں نگاہوں کو خیرہ کئے ہوئے ہیں اور ظلمت جہالت سرنگوں اور مخذول۔ وحدت قصویٰ کی تلوار اس پر حملہ کرتی ہے اور اس کا سر کاٹ لینا چاہتی ہے اور اس کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہے۔ وہ بھاگتی ہے اور بحکم الغریق یتعلّق بکل حشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) ہماری احادیث نفس کے ساتھ آکر مل جاتی ہے۔

لہ کیونکہ نہ ہو تمام موجودات مشترک ہیں وجود مطلق میں جو مفہوم انتزاعی ہے اور یہ بہت واضح دلائل میں سے ہے۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے اگر یہ نہ ہو تو اس میں علیحدہ کرنا ثابت ہی نہ ہو۔ کیا وہ حقیقت وحدت قصویٰ نہیں ہے جس کا نہ عدد بیان میں آسکے نہ کثرت مگر ایک وہم و خیال اور اعتبار کے لحاظ سے

دیکھنا چاہیئے کہ احادیث نفس جو من و تو جھگڑا اترا شتے رہتے ہیں کیا وقعت رکھتے ہیں اور کس قدر زور آوری کرتے ہیں۔ الا قبح اللہ هذا الغیث و هذا المستغیث اگر اس نابکار ناہنجار کے مقابلہ سے جو بلا استحقاق معاونت و سروری کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ ہم بیٹھ رہیں تو اللہ کی مخلوق میں سب سے کمزور اور ذلیل ہم ہوں گے، سبحان اللہ احادیث نفس ہمیشہ سے ہمارے گریباں گیر رہی ہیں اور ہم کو حقیقی آرزووں وتمناؤں کے وصول سے باز رکھا ہے اور آج یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو شاہ وحدت کے سامنے شرمندہ کرے کہ دشمن اس کی معاونت کئے ہوئے ہے اور اس کو اس کا موقعہ ہی نہیں دیتا کہ وہ اپنے لباس سے باہر آئے تاکہ ہم اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیں۔ ہم کو اس شرمندگی کے غم سے مرجانا آسان اور بہتر ہے۔ ایک خنجر اپنے ماریں اور اپنا زہرہ پھاڑ ڈالیں اور دوسرا خنجر اس ملحد کے سینہ میں اتار دیں کہ دوبارہ ہمیں شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اور نہ یہ کافر مردود ہی باقی رہے اور شاہ وحدت اپنے اسی جاہ وجلال کے ساتھ تخت پر بیٹھ کر شہنشاہی کرے ۔

منؔ و تو گر فدا شدیم چہ باک	غرض اندر میاں سلامت اوست

جس نے اپنے سے ہاتھ دھو لیے اور خود کو معدوم سمجھ لیا اور تمنا کی کہ خدایا میرے ہونے سے میرا نہ ہونا بہتر ہے (یا لیتنی کنت ترابا) کاش ایسا نہ ہوتا کہ تیر علم ہم تک پہنچتا اور نہ تفنگ خبر ہم تک پہنچتی۔ ارجوؔ عدما لا وجود معہٗ ولا قبلہ ولا بعدہٗ اس کو اس قسم کی باتیں کیا لغزش دے سکتی ہیں۔ اور اس کی محبت اس کے دل میں کیسے جاگزیں ہو سکتی ہے جو چیز غلبات جمعیت میں مضمحل ہونے سے مقابلہ میں آتی ہے یہی حدیث نفس ہے جب ہم نے اپنے سے ہاتھ دھو لیے اور مخالفت کر لی اور کوئی چیز اپنے نفس سے زائد مبغوض نہ نکلی کہ شاہ وحدت کا شوق ہم پر غالب ہو کر اور ہم کو اپنے سے بے جا کر اور ہمارا گریبان پکڑ کر کبھی زمین اور کبھی آسمان پر چمکاتا ہے اس حدیث نفس کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے عقل باور نہیں کرتی کہ وہ ہمارے عزم صحت میں کوئی رکاوٹ ڈال سکتا

لہ اللہ رسوا کرے اس قسم کے فریادی اور فریاد رس کو (یعنی جو کچھ ہم نے کہا اگر کسی نے اس کے خلاف طریقہ اختیار کیا۔ تو وہ رسوا اور ذلیل ہو) ؎ہ ہم اور تم اگر قربان ہو جائیں تو کیا ڈر مقصد اصلی تو دراصل معشوق کی سلامتی ہے۔

ؔلہ میں امید کرتا ہوں ایسے عدم کی جس کے ساتھ کوئی وجود نہیں نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد

ہے یا اس سینہ میں داخل ہو سکتا ہے ؂

ہمیں ترسم کہ حافظ محو گردد ۔ کہ شورے سخت در سر دارم امشب

شاہ راہ بیخودی را ہمرہے در کار نیست ۔ می باید از وجود نظر پوشید و رفت

(اس وقت) قلم نے سرکشی کی اور ہر رطب و یابس جو بھی تھا لکھ دیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ سفر دیگر سفروں کی طرح نہیں۔ بل ھو اعظم شانا و اجرع الی قطع المودات ونقض المالوفات وبعدہ الوصل الی الوحدۃ التی ہے۔

مقام فنا و بقا

افادہ = جس شخص کو توحید منکشف ہو گئی اور وہ مقام فنا پر پہنچ گیا اس کے لیے تین چیزیں واجب ہیں۔

ایک تو نفس کا ہر تعلق سے مجرد ہو جانا ہے خواہ مال سے ہو یا جاہ سے یا انسانوں میں سے کسی

۱؎ میں ڈرتا ہوں کہ حافظ فنا ہو جائے گا۔ کیوں کہ آج کی رات میں سخت شوریدہ سر ہوں۔

۲؎ بیخودی کی شاہراہ کو کسی ہمراہی کی ضرورت نہیں ہے۔

۳؎ بلکہ یہ سفر شان و عظمت کے لحاظ سے عظیم ترین سفر ہے اور زیادہ حاجتمند ہے محبتوں کے ترک کر دینے اور مالوفات کے چھوڑ دینے کی طرف اور اس کے بعد وصل ہے اس وحدت حقیقی کی طرف۔

۴؎ عزلت اس وقت اختیار کرنا چاہیئے جب بقول الم نشرح لک صدرک اس کا سینہ کھل چکا ہو پھر عزلت کی حالت میں خطرات کی فوج کا دفعیہ قوی ہمت سے کرنا چاہیئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مدرک ادراک اور مدرک کو ایک جانے تاکہ خطرات سے جو لاشئے ہیں نجات پائے یہی خطرات دوئی اور من و توئی کا باعث ہوتے ہیں اور معائنہ وحدت سے سالک کی نظر کو مہجور رکھتے ہیں۔ یہی خطرات احادیث نفس کہلاتے ہیں اور تفرقہ کا باعث ہوتے ہیں۔ اس کا علاج یہی کہ نفس کو بالکلیہ فانی کر دے اور فنا میں ایسا مضمحل ہو کہ علم بھی باقی نہ رہے اس حالت میں مدرک اور مدرک ایک ہو جاتے ہیں اور متوجہ و متوجہ الیہ کا حجاب درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور حیرت حائرہ حاصل ہوتی ہے۔ یہی توحید وجودی یعنی ہمہ اوست ہے اسی کو حضرت شاہ صاحبؒ نے قلم کی سرکشی سے تعبیر فرمایا ہے اور ہر خشک وتر سے مشابہت دی ہے اور یہ توحید شوق کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے اور سالک کی زبان سے اس کے حاصل نہ ہونے پر واویلا کیا ہے۔ (تنقی الفؤاد)

سے اور اس معنی کا حصول نفی و اثبات پر مداومت کرنے سے قطع تعلق کے ملاحظہ کے ساتھ ہے (یعنی نفی و اثبات کے ساتھ ساتھ تفکر بھی جاری رہے) اور اس تفحص میں مالوفات سے (یہ) ضروری ہے کہ جس کو اپنے دل سے متعلق پائے ابتدا ہی سے اس کی نفی کرے اور اس حالت توحید کی دریافت میں مسئلہ یہ ہے کہ توحید کی حالت جو حق سبحانہٗ عطا فرماتا ہے اس لیے ہے کہ نفس کی سختی اور اس کی جڑ اس سے منقطع ہو جائے اور اس کا انقطاع اگرچہ انسان کے بس میں نہیں ہے لیکن نفس کے مختلف اعراض (احوال) ہیں (لہٰذا) اس کے اضداد سے اس کے لباسوں کو بدلتے رہنا چاہیے تاکہ صورت بقا کی استعداد حاصل ہو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پانی کو ہوا میں تبدیل کرنے کا ارادہ کرے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کی ٹھنڈک کو حرارت سے تبدیل کر دے علیٰ سبیل التجرید حتیٰ یبلغ ذلک النصاب التام جس طرح پانی ہوا میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی طرح مرید کی فنا ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ نفس کے تمام مختلف اعراض جو تعلقات خفیہ ہیں نفس کو حُبِ الٰہی کے انواع سے مبدل کر دیں اور یہ چیز اگرچہ مشکل ہے لیکن جس پر توحید ظاہر ہو گئی اور جذب کے سیلابوں نے دائیں بائیں سے احاطہ کر لیا اس کے لیے آسان اور بہت ہی آسان ہے۔

لے اس توحید کی حالت حق سبحانہٗ کی کرامت ہے تاکہ نفس کا اصل قوام منکسر ہو جائے اور یہ انکسار طاقت بشری سے باہر ہے یعنی توحید حق کا وصول وہبی ہے لیکن نفس کے اعراض میں کوئی جاہ کا طالب ہے کوئی مال کا یا دیگر امور کا۔ ان کا علاج ذکر نفی و اثبات کے ذریعہ طلب کے اضداد سے کرنا چاہیے۔ توحید حق میں فانی ہونا وجود حق میں بقا حاصل کرتا ہے جو دائمی حضور پر دلالت کرتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فنا کے بعد یہی ذکر تجلی الٰہی ہو جاتا ہے جس کا اثر نفس و نسمہ پر ظاہر ہوتا ہے کہ آثار حقانیہ ان سے حیات دنیوی قبر اور آخرت میں ظاہر ہوتے ہیں، حیات دنیوی میں نفس کے خفیہ تعلقات (یعنی وہ خواہشات جن کے پورا کرنے پر قدرت نہ ہوئی اور نفس پر چسپاں ہو گئے) حُبِ الٰہی سے بدل جاتے ہیں اور توحید ظاہر ہوتی ہے۔ اور جاذبات ہر طرف سے احاطہ کر لیتے ہیں، دوسرے یہی آثار حقانیہ نفس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور ایک لمحہ کبھی غافل نہیں ہونے دیتے چنانچہ ایسا شخص مرتے ہی مبعوث ہوتا ہے۔ یعنی دوام ذکر سے فانی ہو کر حضور دائم میں بقا پاتا ہے جو قبر اور آخرت میں برقرار رہتی ہے تیسرے زبان کی حفاظت ہے کہ کسی شرعی مسئلہ سے خواہ اس کا سر اس پر ظاہر نہ ہوا ہو انکار نہ کرے اور نہ اولیاء اللہ کا منکر ہو کیونکہ یہ دونوں باتیں باعث خذلان ہیں۔ (تقی انور)

ے تجربہ کے طور پر تاکہ وہ پہنچا دے کمال تام کو۔

دوسرے محافظت نفس ہے یعنی ایک لمحہ بھی اسے غافل نہ ہونے دے۔ عنٌ ذکر اللہ بل عن ذکرہ بضم الذال، اس لیے کہ آدمی جس طرح مرے گا اسی طرح مبعوث بھی ہوگا کما تموتون تبعثون (جس طرح تم مروگے اسی طرح اٹھائے جاؤگے) اور فنا بھی موت ہے اور بقا بعث۔ جب دوام ذکر کے ساتھ فانی ہو جائے گا تو حضور دائمی کے ساتھ بقا حاصل ہو جائے گی اور اس مسئلہ میں جو دریافت ہے وہ یہی ذکر ہے کہ فنائیت کے بعد تجلی الٰہی ہوتی ہے۔ پس اگر ذکر اس طرح ہو جو اس کے نسمہ اور نفس کا مستوجب ہو تو تجلی الٰہی بھی مستوجب اور کامل ظہور فرمائے گی۔ پس آثار حقانیہ نسمہ و نفس پر دنیا میں اور قبر میں اور (حساب کتاب کے دن) قیامت میں ظاہر ہوں گے۔

تیسرے محافظتِ لسان ہے مسائل شرع کے انکار سے جس طرح تو دیکھتا ہے کہ علم توحید کے بعد علم تکثر ہے جس کا سرا ابھی اس پر منکشف نہیں کیا ہے اور اس مسئلہ میں اصل علم یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے وجود سے انکار اور ان کی مخالفت موجب خذلان ہے جو کمال کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے والا ہے۔ ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

سالک کیلئے ھدایات

افادہ = اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سالک کی رغبت علوم توحیدیہ اور دقائق شعریہ یا حکمیہ کی شمولیت سے ہوتی ہے، اور یہ دوسرے سے بہتر ہے۔ نیز جذبات توحیدیہ کی شمولیت لطائف صورت (آواز) صوت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور یہ پہلے سے دوسرا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس مرد کا میل طبعی شعریں یا دقائق حکمیہ میں صورت و صَوت کے ساتھ فانی ہوگیا ہے، جب جوہر نفس پر انکسار واقع ہوتا ہے۔ تو یہ انکسار (شکستگی) ان اشیاء کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے (شکل اختیار کر لیتا ہے) اور صاحب حال کا کام فاسد ہو جاتا ہے (یعنی وہ ان دقائق اور حکمتوں کی وہمی صورتوں کو مشاہدہ سے تعبیر کرتا ہے) .....

شیخ الشیوخ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کاش کہ

ؔ اللہ کے ذکر سے بلکہ اس کی یاد داشت سے (ذال کے پیش سے)

دگذشتے،

دکہ او قع للعراقی فی المیزاح یا اللطائف الشعریہ والجمالیہ
غیر معشوق از تماشائی بود عشق نبود ہرزہ سودائی بود
ولعلک فتشت نفسک ایھا السالک وجدت قلبک نزدہ عادانزعاجا

ایسی حالت میں لوگوں کی صحبت سے اور زیادہ باتیں کرنے، اشعار اور حکمت کے مضامین پڑھنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ ایسی باریک بینی پر جو سانپ بچھوؤں سے زیادہ مضر ہے استغفار پڑھنا چاہیئے۔

فنائے نفس اور صفائے نفس لازم وملزوم ہیں

افادہ فنائے نفس اور صفائے نفس دونوں لازم وملزوم ہیں۔ فنا جہت مخلوقیت کا جہت خالقیت میں بغیر صفائی کے مقہور ہوتا ہے اور نفس کا علائق حسیہ سے اس حد تک مجرّد ہو جانا کہ وہ آئینہ بن جائے "صفا" کہلاتا ہے اس آئینہ میں مبادی عالیہ کے علوم کی صورتیں منطبع ہوتی ہیں لیکن نفس کی اس حد تک صفائی محال ہے وکذالک العکس کلّ ذالک لانّ کلا ھما لا یتحققان الّا بمناسبۃ شدیدۃ بین ھذا العبد وبین اللہ عزّ وجلّ وصفاتہٖ

(اور اسی طرح ان سب کا عکس ہے کیوں کہ یہ دونوں متحقق نہیں ہوتے مگر مناسبت شدیدہ کے ساتھ بندہ اور اللہ ع۔ وجل اور اس کی صفات کے درمیان) لیکن حضرات صوفیہ نظر دقیق سے اس مقام پر فرق کرتے ہیں اور صفائی نفس کے درجات ملحوظ رکھتے ہیں۔ جیسے شراب کو جب دو آتشہ یا سہ آتشہ کریں تو ہر حال میں صورت خمریہ باقی رہے گی اور کدورتیں رفتہ رفتہ صاف ہوں گی۔ اور لطیف سے لطیف تر اثرات پیدا ہوتے رہیں گے اور جب شراب میں نمک شامل کر دیں گے، تو صورتِ خمریہ باقی نہ رہے گی۔

اسی طرح جب سالک علائقِ حسیّہ سے مجرّد ہو جاتا ہے تو اس میں حب جاہ اور لطیفہ انا باقی رہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سالک کا تقید اور باعث وہ دعوائے الوہیت کا مرتکب ہوتا ہے لیکن کامل صفائی مستلزم فنا ہے کیوں کہ معرفت نسبتی جو عبد ومعبود کے درمیان واقع ہوتی

ہے مکشوفات کے لیے اہم مہم ہے اور اسی سے لطیفہ انا کی فنا ہوتی ہے

اور اس جگہ راز یہ ہے کہ علم مقدس علم فعلی ہے نہ کہ انفعال، لہذا جو چیز عالم قدس سے بندہ پر افاضہ ہوتی ہے صُور علمیہ اس علم کی مظہر ہوتی ہیں۔ اور اگر سالک کے جوہر نفس میں شکستگی پہلے ظہور کرتی ہے تو وہ لطائف ستہ کی توحید کو اسی طرح توڑ دیتا ہے جیسے کسی تخت کو لوہے کے گرز سے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور پھر ان ٹکڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے اسی طرح وہ توحید سے لطائف ستہ کو توڑ دیتا ہے اور لطیفۂ قلب کو توحید افعالی سے ایسا نابود کر دیتا ہے کہ وہ اپنی اصل یعنی صفت تکوین کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور اس کا مزاج بھی جاتا رہتا ہے جیسے کہ تخت کی صورت مزاجیہ ٹوٹنے کے بعد جاتی رہتی ہے لیکن اس کی صورت ذہن میں باقی رہتی ہے اور اسی پر لطیفۂ روح وغیرہ کو قیاس کرنا چاہیے کیوں کہ یہ سب وجوہ و اعتبارات نفس ناطقہ کے ہیں وہ ان کو توڑ کر اپنے اصول کی طرف راجع کر لیتا ہے۔

اور اسی طرح اَنا جو نفس ناطقہ کی علت صدور یہ ہے اور حضرت ذات کی تجلی کا ایک شعبہ ہے اسی طرح جیسے دریا سے ایک حُباب اٹھ کر عدم میں مخلوط ہو جاتا ہے اسی طرح حباب ہوا میں مخلوط ہو جاتا ہے اور اس لطیفہ (انا) کا فی نفسہٖ کوئی مزاج نہیں ہے جس طرح زمین کو پانی سے مخلوط کرنے پر دونوں میں کسی کا بھی مزاج حادث نہیں ہوتا (یعنی ان دونوں کے امتزاج سے کوئی نیا مزاج پیدا نہیں ہوتا) لہذا یہ لطیفہ حضرت حق کی طرف عائد ہوتا ہے اور یہی فنا ہے اور یہ صفا کے ساتھ لازم ہے کیونکہ جب زمین سماوی صفت ہو گئی اور مقدس ہیکل متحیز ہو گئی (جگہ حاصل کر لی) تو لامحالہ معلومات مقدسہ کی صورتوں کا اس میں چھپ جانا (ضرور) متحقق ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ فنا اور صفا

لہ ذرۂ بے مقدار کا یہی کمال ہے کہ اپنی موہومہ ہستی کو وجود مطلق کے صحرائے بسیط میں شامل کر دے اور حباب کی نمود بس اسی قدر ہے کہ وہ بحر کے خوان نعما سے اس کے امواج کے تلاطم کی بدولت اس کے ایک قطرہ سے یہ آمیزش قدرے ہوا (وجود جزوی بن کر انا کا دم مارتا ہے گویا حقیقت کا جویا و متلاشی ہوتا ہے مگر بحر ناپیدا کنار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تو اپنے کو اسی (وجود مطلق) بحر میں جس سے خود وجود میں آیا۔ دے مارتا ہے اور خودی جزوی سے نکل جاتا ہے تب حقیقت کی یافت حاصل ہو جاتی ہے۔ قطرہ و ذرہ کا یہی سلوک ہے ؎

ما ز دریائیم و دریا ہم ز ماست — این سخن داند کسے کو آشنا است (تقی انور)

کا فرق مرید اور مراد کے فرق کے مثل ہے اور ہر مراد کا آخرہ دوسری مراد سے وابستہ ہے۔

فنائے شفاہی اور فنائے حجابی کی تفصیلات

افادہ = فنا کی دو قسمیں ہیں ایک شفاہی دوسرے حجابی پہلی قسم سالک کے نفس ناطقہ کا حقیقت ذات کے رنگ میں رنگ جانا ہے یعنی وہ تجلیات میں سے ایک تجلی ہے اور فنا کی یہ قسم جبلت پر مخصوص ہے اور وہ جبلت سالک کی صورت مزاجیہ کی سختی ہے کہ وہ تجلیات مکورہ (سمٹنے والی) یا جذب قوی کے بغیر ظہور نہیں کرتی۔ یا جذبہ اتنا قوی ہو کہ سالک کی تمام قوتوں اور تدابیر پر غالب ہو اور اس وقت تک غالب و قاہر رہے کہ سرحد کمال کا وصول ہو جائے اور دوسری قسم جو حجابی ہے دو وجوہ سے ہوتی ہے حجاب یا تو فانی کی طرف سے ہوتا ہے یعنی اس کی فنا موطن علم میں متحقق ہوتی ہے نہ کہ حال میں اور ادنیٰ حوادث سے مغلوب ہو جاتی ہے یا اس کا جذب فنا سے پہلے ختم ہو جاتا ہے یہ جذب کا قصور ہے یا حجاب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی فنا اسماء میں سے کسی ایک اسم میں ہوتی ہے فنائے ذاتی نہیں ہوتی۔

افادہ = ہم نے اچھی طرح غور کیا فنائے شفاہی کے موانع کے بارے میں جس میں سے چند چیزیں ہم نے پائیں۔

ایک یہ کہ مرد کی مرادات سفلیہ میں سے کوئی مراد باقی رہ گئی ہو اور لا محالہ اس کی حد تک نفس ناطقہ اس سے علیحدہ نہ ہو۔ اور (اگر) ایسی حالت میں جذب طاری ہو تو فنائے حجابی ہو گی۔

دوسرے یہ کہ مرد کی محبت مزاج اور مادۂ جنون سے مخلوط ہو گئی ہو وہ ہر چند قدم مالوفات سے علیحدگی برتے اس کی تجرید اختلاط مزاج کی مدد سے ہو۔ اس کی فنا شفاہی نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی بات کو بعض اقوال میں سلامتی مزاج اور وفور نشاط کے ساتھ ہم نے مشروط کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ باریک طبع ملاذ خیالیہ اور تشبیہہ اور نکتہ فہمی و لطیفہ گوئی سے طبعاً مجبول ہوتا ہے جو اس کے نزدیک تمام لذتوں سے زائد لذت بخش اور محبوب ہوتی ہے اور وہ سبک روح ہوتا ہے اور اس کی دقیقہ فہم تجلی اس کے دقیقوں کے مطابق ہوتی ہے شفاہی نہیں ہوتی۔ صفا ایک امر محمود ہے لیکن باریک طبعی اس کے علاوہ ہے اور لوگوں کی عادتوں میں ہونے کے علاوہ محمود نہیں ہے۔ دوسرے یادداشت

دائم اس کو حاصل نہ ہو یا یادداشت ضعیف رکھتا ہو اور یہ تجلی دوسری حالت میں وہی یادداشت ہے۔ فاذا اضعف ضعف التجلی دوسرے یہ کہ اپنے کو دیکھنے سے قبل فانی ہو جائے اور یہ مسئلہ بہت ہی باریک ہے مقصد یہ کہ فرد پہلے حال میں مستغرق ہوتا ہے اور اس کی نگاہ حال کے ساتھ اس وقت تک محیط نہیں ہو سکتی جب تک اس میں مہارت نہ پیدا کرے۔ اس وقت اپنے میں غور کرے اور حال کو اپنے میں گم پاوے اور اس کو اپنی گرفت میں لے۔ اس وقت دوسری ہوا چلے گی اور اس کو اس کی جگہ سے لے جائے گی۔ اور امر تجلی پورا ہو گا اور اس بیان سے مقصد وہ مواقع پنجگانہ ہیں جس سے بصیرت رکھنے والا احتراز کرتا ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ سالک کو (اپنی) کوشش اور روش پر قائم رہنا چاہیے تاکہ اپنا مقصد پورا ہو۔ بحمد اللہ جتنا علم روشن اس ناچیز کو عطا فرمایا معلوم نہیں کہ کسی دوسرے کو بھی عطا کیا گیا۔

افادہ = جاننا چاہیے کہ جو شخص مالوف بہ احساس ہے وہ اپنے ادراک پر یقین نہیں کرتا لیکن رفتہ رفتہ اس کو علم یقینی سے پہچان لیتا ہے، پھر جب اس حالت سے ترقی کرتا ہے تو ان علوم کا تیقن حاصل ہوتا ہے اور اس پر مداومت اسے محبوب و لذیذ معلوم ہوتی ہے اور اسرار و معارف ظہور کرتے ہیں وہ ان کو سب چیزوں پر اختیار و ایثار کرتا ہے اور قریب ہے کہ اس کو یہ یقین ہو جائے کہ احساس کوئی چیز نہیں ہے جو کچھ کمال ہے وہ یہی تعقل ہے اسی پر سلوک کا راستہ ظہور کرتا ہے اور حق بات معلوم ہو جاتی ہے پھر وہ پروا نہیں کرتا محسوس، موہوم متخیل، محاط یا دریافت کرنے والے حس کی ادراک سے۔ اور وہ یاد حق ہے جس میں سالک مستغرق ہو جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اس کو نہیں جانتا نہ یہ کہ اس کو اطراف و جوانب سے علم و ادراک کے ذریعہ احاطہ کر لیتا ہے اور یہ معنی باطل محض ہیں ہرگز آسان نہیں۔ ہاں وہ یاد حق اور وہ علم جس کو تعقل اور اک سے حاصل کیا ہے شروع شروع کبھی وہ متشکل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سالک امارت (نشانیوں) و علامت کا محتاج ہو جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز حاصل کرے اور وہ امارت ہمارے نزدیک نفس کا تمام علوم سے مجرد ہو جانا ہے علاوہ اللہ کی محبت کے یکے بعد دیگرے اور ان سے فراموشی۔ اس وقت باطل محو اور حق محکم ہو جاتا ہے۔ اور تجرید تام اور غلبۂ محبت کی زیادتی خاص ہوتی ہے اور یہ امارت عوام کے لیے ہے نہ کہ خواص اور سمجھدار لوگوں کے لیے۔ پس ہیئت اضمحلالیہ ذہنی

کی صورت، وجودِ اقصیٰ میں اور اس میں استغراق غیر کے ادراک کے احاطہ سے بھی باہر ہے کیونکہ یہ ایسی حیرت حائرہ ہے جو ان کے نزدیک اظہر من الشمس ہے۔

سالک کو تشویش، تشویش کے اسباب اور انکا علاج

افادہ = سالک کو کبھی تشویش پیش آتی ہے اور یہ چیز نا اُمیدی، قلب کی تنگی اور غمی کا باعث ہوتی ہے جس کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔ پس وہ غیر واصل رہ جاتا ہے۔ لاچار تشویش کے اسباب اور وجوہ کا تفحص اور اس کا علاج ضروری ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ تشویش کا ظہور دو وجوہ پر ہوتا ہے کیوں کہ وہ فنا فی اللہ کے قبیل سے ہے یا بعد ازاں اور فنا سے مراد اس جگہ سالک کے نفس ناطقہ کا اللہ کے رنگ میں رنگ جانا ہے۔ اوّل وجہ یہ ہے کہ تشویش فنا کے قبیل سے ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانچ قسم پر ہوتی ہے۔

کبھی محبت و شوق کے فساد سے ہوتی ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ امورِ سلوک کے قیام کا باعث سالک کی بقائے نشاط ہے جو ذاتِ حق میں ہے اور عروج کا سبب یہی ایک امر ہوتا ہے۔ اور اس کے انحصار سے ذاتِ حق میں فنا حاصل ہوتی ہے۔ جب بعض سالکین ریاضاتِ شاقہ کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں اور بہت زائد بھوک و پیاس اختیار کرتے ہیں اور نفس کو اس کے مالوفات سے یک دم مقید کر دیتے ہیں تو یہ بات ان کے انقباضِ خاطر کا سبب ہو جاتی ہے اور قارے وہ شوق جو اس سے قبل وہ رکھتے تھے۔ بسبب فتورِ حواس تشویش غم سے بدل جاتا ہے اور ان کو اس انقلاب کا کوئی احساس نہیں ہو پاتا۔ اور نہ اس کا کوئی سبب ہوتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ جائز خواہشات۔ جنس اور ریاضاتِ شاقہ (جن سے فتورِ حواس پیدا ہو) کرنے سے لگام کو اس وقت تک روکے رکھے جب تک کہ وہ نشاطی کیفیت عود نہ کر آوے۔ پس شوقی کیفیت نفی و اثبات مع التوحید کی تکرار کے ذریعہ پھر سے حاصل کرے اور نشاط کی محافظت اور اس کی بقاء کو لازم جانے اور بتدریج اس کو ذاتِ حق میں منحصر کرے تو فانی ہو جائے گا۔

اور کبھی اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ بقیہ نفس اور اس کی ظلمت باقی رہ جاتی ہے اور سالک کے جوہر میں جو فی الجملہ ذہین ہوتا ہے اسی وجہ سے اپنے نفس کو شہوتِ مخصوصہ کی طرف راغب نہیں پاتا۔ لیکن خلودِ نفس سے ایک ظلمت اجمالی اس کے عالم میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس

کو اس باریک بات کی خبر بھی نہیں ہوتی ۔ اس لیے وہ حیران و سرگرداں رہ جاتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ سے اس پر غم و یاس غالب ہو جاتا ہے اور اس کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی اور اس کا علاج صرف شکستگی نفس ہے خواہ تزکیہ[1] سے ہو یا تصفیہ[2] سے جو شخص کہ سخت مزاج ہے اس کے لیے تزکیہ زائد مناسب ہے۔

پانچویں وہ امور جن میں ذلت اور فارجاہ کا نفاذ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نفس پر گراں گزرتا ہے اور اس سے ایک قسم کی کراہت اور انقباض ہوتا ہے اور جو ضعیف المزاج ہے اس کے حق میں تصفیہ زائد بہتر ہے اس لیے کہ اس کی ظلمت ضعیف ہے ۔ قریب ہے کہ وہ ذکر کی مداومت اور خلوت کی شرائط کے ساتھ فنا ہو جائے گی۔

اور کبھی تشویش بزدلی کی وجہ سے ہوتی ہے جو سالک کی طبیعت میں موجود ہے ۔ جب طویل مسافت اور راستہ کی دوری پر نظر کرتا ہے تو ناامید ہو جاتا ہے ۔ اور اس کا نفس ترک مالوفات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ، اسی وجہ سے اس کو فکر و غم لاحق ہوتا ہے اس کا علاج ترغیبات مؤثرہ اور حتمی وعدے میں مقصود کے پالینے کے لیے اور امید دلانے والی حکایات سننا اور اپنے حالات کو مستحسن بنانا تاکہ سلوک پر جسارت اور جرأت اختیار کرے ۔

اور کبھی اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ سالک رسوم کے ملابس اور فضول باتوں اور دیگر اشیاء سے بھاگتا ہے۔ اور نقوش کونیہ اس کے لوح ذہن میں آہستہ آہستہ قائم ہو جاتے ہیں ، اور اس کو اس کا کوئی شعور نہیں ہوتا۔ اور جب یہ مرض سرحد کمال پر پہنچتا ہے تو سالک اجمالاً اذیت پاتا ہے اور ان نقوش کو محبت و شوق کے ترک ہونے کی وجہ سے بالتفصیل ادراک نہیں کرتا۔ (اور) اس

---

[1] تزکیہ کہتے ہیں نفس کو صفات ذمیمہ کے عیوب سے پاک کرنا یعنی امارگی و توانگی سے مطمئنگی کی طرف لے جانا ۔ یہ بلا ریاضت و مجاہدہ کے نہیں ہوتا ۔

نفس کی اصلاح پہلے کر ریاضت سے تراب[3] | بے شکست نفس اماره ظفر ملی نہیں

[2] تصفیہ کہتے ہیں دل کو غیر حق اور اپنی خودی سے پاک کرنا ۔ اور بجز حق کے کسی کو اپنے دل میں جگہ نہ دینا اسی کو تطہیر قلب بھی کہتے ہیں ۔ (تقی انور)

[3] شاہ تراب علی قلندر کاکوردی ۔

کا علاج گوشہ نشینی اور عدم صحبت خلوت اور جمع ہمت کے ساتھ ذکر کی مداومت پر ہے تاکہ ان نقوش میں کمی ہو اور جب وہ پورے طور پر دفع ہو جائیں گے تو فنا حاصل ہوگی اور حق سبحانہٗ تعالیٰ متجلی ہوگا پھر اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔

اور کبھی ان افکار کی جہت سے ہوتا ہے جو شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا ہے مثلاً طبیعت کو وصول سے ناامیدی کی طرف مائل کر دیتا ہے یا بعض فیض دینے والے امور میں عیب جوئی اور قدح کرتا ہے۔ اس کی مثال روح شیطانی کا سوتے میں ڈرانا ہے (اور) اس کا علاج ہمت کو کمال کی حد تک جمع کر لینا ہے اور ان خیالات و برائیوں کو عزم بالجزم کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فنا کے بعد تشویش کا ظہور ہوتا ہے۔

پس وہ ضروری ہے نفس کے باقی رہنے کے سبب سے (جب تک) نفس کا زوال کُلّی طور پر ثابت نہ ہوگیا ہو (نہ ہو جائے) اس طرح فنا حاصل ہوگئی لیکن فنا کے بعد اس کو ایک قسم کا ترتب پیدا ہو کر مستحکم ہوگیا۔ پس اس کی آفت عظیم ہوگئی اور علاج مشکل ہوگیا اور الیامر بعض ہمیشہ مشوش الحال رہتا ہے جب اس پر نفس غالب آجاتا ہے تو دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر جب اس کو محتاجی، اولاد کی موت اور اپنے چشموں میں ذلت کے مصائب گھیر لیتے ہیں تب اس کا حال صاف ہو جاتا ہے۔ پہلی حالت میں اس محبت و شوق کی وجہ سے جو اس کے دل میں ہے ایک تنگ دلی پیدا ہوتی ہے اور دوسری حالت میں وہ واویلا کرتا ہے یعنی نفس کو کسی حالت میں راحت نہیں ہے اس کا علاج وہ ہے جس کا امیر سید کلال قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے اور انشاء اللہ اس کے بعد اس کا ذکر کیا جائے گا، حاصل یہ کہ اس سے انجذاب خاطر اور میلان بعُروج کا انتظار کرنا چاہیئے (منتظر رہنا چاہیئے) جب یہ بات (چیز) حاصل ہو جائے تو رُسوم و اَموال و اولاد وغیرہ سے مجرد ہونے پر مجبور کرنا چاہیئے تاکہ اس کو کسی چیز سے تعلق باقی نہ رہے پھر صحبت تامہ حاصل کرنے کا حکم دینا چاہیئے نیز ذلت و فقر برداشت کرنے کا جو اس کے لیے سخت ہو حکم دینا چاہیے اور اس کے تحمل میں تقویت محبت اور مال و فقر برائیاں دکھلا کر اللہ کے ذکر کے ذریعہ تدبیر کرنا چاہیئے۔

تعلقات دنیا میں مبتلا شخص کی مثال

افادہ = امیر سید کلال قدس سرہٗ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک کوزۂ وجود تعلقات کی نمی سے خشک نہ ہو جائے تصرف کے خمدان میں رکھنے کے قابل نہیں ہے اور ان میں سے بعض کوزے ٹوٹ کر نکلتے ہیں (جن میں تعلقات کی نمی ہوتی ہے) ان کا علاج یہ ہے کہ پھر ان کو باریک کرے اور دوسری مٹی شامل کرے شاید اس بار خالص اور پاکیزہ نکلے۔ غرضیکہ جو شخص ایک بار توحید میں مستغرق ہو گیا۔ اگرچہ اس کی فنا ابھی ناقص ہے لیکن اس کے لیے ایک قسم کا مرتبہ پیدا ہو گیا پھر دوبارہ اس کو خمدانِ تصرف میں جس سے مطلب فنا ہے نہیں لا سکتے لیکن اس وقت جبکہ طبیعت مصائبِ قویہ ظاہری و باطنی کے تصادم کے بعد رجوع ہو۔ تصادم (صدمہ) خواہ مال سے ہو یا اولاد سے۔ بالجملہ یہ عود کبھی رجوع کا باعث ہو جاتا ہے۔

سأطلب بعد الدار عنكم لتقربوا ؎ وتسكب عيناى الدموع لتجمدا[1]

بعید نہیں ہے کہ کامل طور پر رجوع ہونے کے بعد پھر ذوق و شوق کی کیفیت پیدا ہو جائے اور اس بار عجز و قصور کے اعتراف کے بعد حضرت وہابؔ ایک راہ عطا فرما دے۔ اطباء کہتے ہیں کہ نزولُ الماء آنکھوں میں جب تک پورے طور پر نہ آ جائے اس کا علاج (قدح کرنا) غلطی ہے اور کامل ہونے کی علامت عدم یافت ہے شوقِ یافت کے عدم کے ساتھ اس کے بعد ممکن ہے کہ نئے سر سے راستہ اختیار کیا جائے۔

افادہ حق سبحانہٗ کا ادراک کرنے والا اگر تمام اشیائے ثابتہ کے اضمحلال کو (فنا ہونے کو) اللہ کے وجود میں بجائے اس کی شرح کے رکھے تو موافق بیٹھتا ہے۔ (یعنی اگر تمام اشیائے ثابتہ کے وجود کو ہم باری تعالیٰ کے وجود میں نیست خیال کریں تو یہ درست ہے) اور اگر امرِ مجرّد کا حضور بہ طریق حصول صورت اس کی شرح کی جگہ پر رکھیں تو بھی ٹھیک ہے (یعنی حصول صورت تمام اشیاء کا اس

---

[1] میں تم سے وطن کی (گھر کی) دوری چاہتا ہوں تاکہ تم دل میں بس جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ تاکہ وہ خشک ہو جائیں۔ بقول مومنؔ ؎

مانگا کریں گے اب تو دعا ہجرِ یار کی ؎ آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ (تقی انور)

کی ذات میں گم سمجھیں تو بھی صحیح ہے) ان سب کا مدرک نہ حسِ ظاہر ہے اور نہ حِس باطن۔ اور نہ قلب جو کہ منبع اخلاق اور صاحب احوال ہے مثلاً خوف و رجا اور محبت وصلابت اللہ کے امر میں ایک امر دیگر ہے جو نہایت اعلیٰ اور اکمل ہے اس سے یہ بہت تعجب خیز بات ہے کہ اس ہر کے ساتھ جب اس کی حس باطن طبیعت کے اعتبار سے قلب کو تشویش میں ڈال دے کیونکہ انسان کی فطرت ہی اللہ نے ایسی پیدا کی ہے کہ اس کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں تشویش میں پڑا ہوں، حقیقت یہ ہے کہ جب قلب مطمئن ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ کوئی کام کر رہا ہے اور اس کی فوج اس کی اتباع کر رہی ہے اور اس طریقہ سے ملکی امور انجام پا رہے ہیں اور جب قلب مشوش ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ ایک کام کر رہا ہے اور کسی کام کا حکم دے رہا ہے لیکن کوئی اس کی بات بہ سمع قبول نہیں سن رہا ہے لیکن بادشاہ کی ذات کسی حال میں متغیر نہیں ہے، اگر وہ شکایت کرے تو قلب سے کرے نہ کہ نفسِ ناطقہ سے اور ہر حال میں دل کو مضبوط رکھنا چاہیے۔

آدمی کا قلب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

افادہ — جاننا چاہیئے کہ آدمی کا قلب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے ایک انگشت جلال، دوسری انگشت جمالی۔ تو ضروری ہے کہ ان دونوں کا مقتضا جلوں گر ہو۔ انسان کی ان دحشتوں کو اس کی استعداد سے سمجھنا چاہیئے اور ہر وحشت ایک دوسرا ہی اُنس لاتی ہے۔ اگر تم کو یقین نہ ہو تو اس کا تجربہ کر لو ؎

گو بند سنگ لعل شود در مقام صبر — آرے شود و لیک بہ خونِ جگر شود [1]

اگر غور کریں تو معلوم کر لیں گے کہ طبیعت کو تلق دینے والی وحشت جو اسمائے جلالیہ کے انعکاس سے ہوتی ہے وہ دوسری ہے۔ یہ وحشت ایک اُنس ہے زنگ کی وحشت اور مزاج کی وحشت یہ خلاف اوّل کے جیسے ہی طمع کو چھوڑ دیا اور اپنے کو مردہ سمجھ لیا تو وحشت اوّل معدوم ہو جائے گی اس وقت اگر وحشت ہو گی تو دوسری قسم کی ہو گی ؎

[1] کہتے ہیں کہ پتھر مقام صبر میں لعل ہو جاتا ہے۔ ہاں ہو جاتا ہے لیکن جگر خون ہونے سے ہوتا ہے۔

لنگ[1] و لوک و خفتہ شکل و بے ادب　　　　سوے او می غیژ و او را می طلب

جب کسی فعل کا کام مشہور ہوا کہ وہ عین جمال ہے اور اس کا ہر فعل دوسرے قسم کا جمال ہے تو کیا رہ جاتا ہے سوا اس کے کہ ہر جمال ایک جدا تماشا کرتا ہے جمال جلالی دوسرا ہے اور جمال جمالی دوسرا۔ جب ہر فعل وہاب حقیقی سے آتا ہے تو وہ بخشش تازہ ہے بجز اضمحلال کے نعمات کے مشاہدہ میں اور گم ہوتے ہیں اور حیران رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس سے لذت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رونا ایک بخشش ہے اور ہنسنا دوسری بخشش۔ جب جلالی جلوے دل میں ہر سمت سے چمکتے ہیں اور ایک سمت لے آتے ہیں تو ان سب کو اسباب وصل کہہ سکتے ہیں نہ کہ اسباب وحشت ؎

آب[2] نیل است و بہ قبطی خوں نمود　　　　قوم موسیٰ علیہ السلام را نہ خوں بود آب بود

رفع اندوہ اور انشراح خاطر کا ذکر

افادہ = اپنے کو قیام میں اور سبق باطنی کی طرف شب و روز مشغول رکھنا چاہیے۔ اگر کسی وقت خطرات کا ہجوم ہو تو یہ ذکر کرنا چاہیے۔ یعنی سبحان اللہ بحمدہٖ سبحان اللہ کی دل پر ضرب کریں اس طرح کہ سُبْ دل پر کہیں اور حان اللہ دل میں رکھیں اور بحمدہٖ کو حق سبحانہٗ کے نور پر جو عرش کے اوپر ساکن ہے ضرب کریں۔ سبحان اللہ صفات محدث سے تنزیہ ہے۔ اور بحمدہٖ اثبات حامدہ ہے جو حضرت وجود کے مناسب ہیں اس ذکر کے درمیان فصل نہ کرے بلکہ متواتر کہے۔ یہاں تک اپنے میں ایک انشراحی کیفیت دیکھے اور اگر اس ذکر کے بعد نور اعظم کا جو فوق العرش ساکن ہے اس طور پر خیال کرے کہ اسی تخیل میں غیبت واقع ہو جائے تو نفی یاس اور رفع اندوہ اور انشراح خاطر کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اس نور کی حقیقت بڑی عجیب ہے۔ الحاصل وہ عالم مثال سے ایک حقیقت الٰہیہ ہے، اور بعید نہیں جو شیخ اکبر رضی

---

[1] لولا، لنگڑا، سوتا اور بے ادب یعنی بے شعور بچہ کی طرح آداب سے لاعلم اس کی جانب بے قرار ہو کر چل اور طلب کر۔

[2] نیل پانی ہے اور قبطی کے لیے خون ہو گیا　　　　موسیٰ علیہ السلام کی قوم کیلئے خون نہ تھا پانی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے عرش تکوین سے یہی مراد لی ہو اس لیے کہ تکوین بغیر مخالطت مثال نہیں ہو سکتی۔

مومن کی صفت

افادہ = شجاع کو لڑائی میں پہچان سکتے ہیں اور مومن کو کہ صبّا روشکار ہے اور یہ مصائب کے ہجوم کے وقت اس کی صفت ہے ورنہ ہر بے سروپا ایمان و اطاعات کا خیالی پکاؤ اپنے ذہن میں پکاتا رہتا ہے، حدیث میں ہے کہ انما الصبر عند الصدمۃ الاولی اور صبر سے مراد صرف جزع و فزع کا ترک ہی نہیں بلکہ اس طرح خوش رہنا کہ اگر اس مصیبت کو اس پر نازل نہ کرتے اور اس غم کو اس کے دل پہ نہ پہنچاتے تو اس کی جزا (یا اجر) اس تک کیسے پہنچتی اور اس کا دل پژمردہ ہو جاتا اور واویلا کرتا اور اگر پہنچ گیا تو گویا خشک سبزہ کو پانی مل گیا۔ اور آب شیریں سے تشنہ لب کی تشنگی دور ہو گئی۔ ہر نئے درد کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس سے مدد ڈھونڈھنا چاہیے، یہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ بہت دقیق بات ہے۔

کشف و کرامات و علوم و مکاشفات آنے جانے والی چیزیں ہیں

افادہ = کشف و کرامات اور علوم و مکاشفات یہ سب آنے جانے والے ہیں صبح کو آتے ہیں اور شام کو چلے جاتے ہیں، روگ اس کھیتی سے جو کچھ سرمایہ حاصل کرتے ہیں اور قبر میں اور جو کچھ ان کے سامنے ہوتا ہے وہ یہی یادداشت ہے اور بس لیکن وہ یادداشت نہیں جو علم حصولی کا ایک شعبہ ہے اور استحضار وہی ایمان بالغیب ہے جو ایمان لاتے وقت کسب کیا جائے۔ بلکہ ایسی یادداشت ہے جو ہر نفس کے انکسار اور توحید میں اضمحلال سے حاصل ہو (وہ)، نہ حضوری ہے نہ حصولی، اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کو (قوت و طاقت) اس یادداشت میں گم کر دینا چاہیئے۔ ے

بہر صفت کہ میسر شود بکن جہدے ... کہ خویش را بہ ہر کوئے آن نگار کشی[1]

---

[1] تم جس طرح بھی ممکن ہو کوچہ محبوب میں پہنچ جانے کی کوشش کرو۔

سعادتِ اُخرویہ کی بنیاد تین چیزوں پر ہے

افادہ = اعلم ان اصل السعادة الاخروية ثلاثة اشياء احدهما ان يكون العقل ممتليا بالتصديق بان السعادة تنحصر في العبودية التامة المستوعبة بظاهر الانسان وباطنه وبمعرفة اسباب حصول هذه العبودية ومقدماتها وثانيهما ان يكون القلب ذا همة وعزم قوي اذا قصد شيئا لم يضعف عنه ولم يتكاسل دونه حتى يرتقي ذروة سنامه وثالثها ان يكون النفس منقادة القلب في جبلتها فاذا وجدت هذه الاشياء نزل من العقل خاطر حق، واستقر في القلب و تلقاه بما اودع الله تعالى فيه من الهمة والعزيمة، فتولد هناك زاجر قوي يتوجه الى النفس، فيأخذ بتلابيبها ويصرعها ويغلبها فعند ذلك يحصل مقام التوبة ومقام الارادة وهما بمنزلة النواة الملقاة في الارض الطيبة، فاذا اشتغل العبد بدوام العبودية ظاهرا وباطنا، خلص منها نور يكون بمنزلة

جان لو کہ سعادت اُخرویہ کی اصل (بنیاد) تین چیزوں پر ہے۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ عقل اس بات کی تصدیق کے ساتھ معمور ہو کہ سعادت منحصر ہے عبدیت تامہ میں جو انسان کے ظاہر و باطن کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کو اس عبودیت اور اس کے مقدمات کے حصول کے اسباب کی معرفت ہو اور دوسرے یہ کہ قلب میں ہمت نافذہ اور عزم قوی کے ساتھ ہو جب وہ کسی چیز کا قصد کرے تو اپنے میں نہ کسی قسم کی کمزوری پائے اور نہ اس کے مقابلہ میں سست ہو یہاں تک کہ وہ ترقی کر جائے اس کی (قصد کی) بلند چوٹیوں تک، اور تیسرے یہ کہ نفس قلب کا فطرت کے اعتبار سے مطیع ہو پس جب (نفس) ان اشیاء کو پالے تو عقل سے وہ چیز نزول کرے گی جو حق ہے اور قلب میں جاگزیں ہو جائے گی اور قلب اسے لے گا اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے اسے ودیعت فرمایا ہے یعنی ہمت و عزیمت پھر اس جگہ ایک زاجر قوی پیدا ہوتا ہے جو نفس کی طرف متوجہ ہو کر اسے پکڑ لیتا ہے اور سرزنش کرتا ہے اور پچھاڑ کر اس پر غالب آجاتا ہے۔ اس وقت مقام توبہ اور مقام ارادت حاصل ہو جاتا ہے اور وہ دونوں ایک گٹھلی کی طرح ہیں جو نرم زمین میں ڈال دیئے

الماء فی اصل الشجرة تورق بسببہ النواة وتمنو فھذا الذی قلناہ حقیقة السلوک۔

گئے ہیں۔ پس جب بندہ ظاہر و باطن کے اعتبار سے دوام عبودیت کے ساتھ مشغول ہوتا ہے جو بمنزلہ پانی کے ہوتا ہے درخت کی جڑ میں جس سے گٹھلی نشو و نما پاتی ہے اور پھر پتے نکلتے ہیں، اور ہم نے اسی کو حقیقت سلوک کہا ہے

اقسامِ امراض سلوک اور ان کا علاج

وامراض السلوک وان کانت کثیرة جداً تنحصر فی اربعة انواع ان لایکون العقل ممتلیا بالایمان والمعرفة وان لایکون القلب ذاعزیمة فی اصل جبلة وان لایکون النفس منقھرة تحت حکم القلب وان یکون اشتغالہ بالعبودیة قلیلا لایسمن ولایغنی من جوع، فالسعید من تفحص عن مرضہ و عرف سببہ وعالج نفسہ، فان کان قصور فی الایمان والمعرفة عالجہ بتذکر مقدمات تصحح عندہ الایمان والمعرفة، وان کان ضعف فی قلبہ عالجہ بمقدمات تنھج عزیمة وان کانت صعوبة فی نفسہ عالج بریاضات قویة وان کان قلة الاشتغال بکثرة من الطاعات بالعبودیة، ومن الامراض التی یکثر وقوعھا ویعظم بلاءھا ان یقبل الانسان الی طریقة القوم اعلیٰ

اور امراضِ سلوک اگرچہ بہت ہیں، لیکن وہ چار اقسام پر منحصر ہیں۔ پہلی یہ کہ عقل ایمان و معرفت سے بھری ہوئی نہ ہو۔ دوسری یہ کہ قلب اپنی اصل جبلّت میں عزیمت والا نہ ہو، اور تیسری یہ کہ نفس قلب کے حکم کے تابع نہ ہو (مغلوب نہ ہو) چوتھی یہ کہ عبودیت کے ساتھ اس کا اشتغال بہت تھوڑا ہو نہ موٹا ہو اور نہ بے پروا ہو بھوک سے پس نیک بخت وہ ہے جس نے اپنے مرض کی تفتیش کی اور اس کو پہچانا پھر اپنے نفس کا علاج کیا پس اگر ایمان و معرفت میں قصور پائے تو اس کا علاج کرے ایسے مقدمات (باتوں) سے یاد کر لینے سے جو اس کے نزدیک ایمان و معرفت کی تصحیح کریں (کرتے ہیں) اگر قلب میں ضعف ہے تو اس کا ایسی چیزوں سے علاج کرے جو عزیمت کے طور پر ہیں اور اگر اس کو صفائی قلب بنفسہٖ ہے تو ریاضاتِ قویّہ سے علاج

الله تعالى درجاتهم، ثم يدفعه
الهواجس الطبيعية عنها فيخوض
في بحر الانقلاب ويقعد غارب الهوى و
يسير كان لم يكن قط عن طريقتهم
ثم بعد برهة من الزمان يزجره زاجر
الالهي فيعود الى الحق ويرجع حيث
كان وهكذا يبقى امرا مترددا الى هذا
تارة وعلى ذلك اخرى واحسن مايعالج
به هذا المرض ان يلتزم المحاسبة كل
يوم مرة او مرتين، فتفرد بنفسه ويتوضأ
ويصلي ما قدر له ثم يتذكر الموت
ويحضره بين عينيه وربما ينفعه
ان يستلقي كهيئة الموتى ويتصور
انفكاك الاهل والمال منه ويقول
اما بقلبه سرا واما بلسانه
جهرا لا اله الا الله ينوي
بذلك ان لا نافع له في
معاده له اشتغاله به ظاهرا
وباطنا، حتى يجد في قلبه انشراحا
وفي نفسه انزجارا وهكذا
يفعل كل يوم مرة او مرتين
وينفعه ايضا ان يتوضا ويصلي ماقدر له
ثم يتوجه الى بعض الصوفية

کرے اور اگر عبودیت کی طرف قلت اشتغال (کم
توجہی) ہے تو عبادات کی کثرت کرے۔ اور رہا مرض
جس کا وقوع بہت زائد ہوتا ہے اور ان کی بلائیں
بہت عظیم ہیں۔ ان کا علاج یہ ہے کہ راہ سلوک میں
قوم (صوفیاء) کے طریقہ پہ چلنا قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ
ان کے مدارج بلند فرمائے۔ پھر اس سے (نفس سے)
ہواجس طبعیہ (وساوس) کو۔ پھر وہ انقلاب
کے سمندر میں غوطہ لگائے گا اور خواہشوں کو جدا
کر کے بیٹھ جائے گا (خواہشات کو ترک کر دے گا) اور ایسا
ہو جائے گا گویا کبھی ویسا تھا ہی نہیں پھر تھوڑا عرصہ گزرنے
کے بعد اللہ کی طرف سے ایک تنبیہ کرنے والا اس کو تنبیہ
کریگا اور اس کو حق کی طرف لوٹا دیگا اور اس کو اس جگہ
لوٹا دیگا جہاں وہ تھا۔ اور اسی طرح باقی رہتا ہے۔ امر
(یا وہ زندگی گذارتا ہے) متردد ہوتے ہوئے کبھی اس
طرف اور کبھی اس طرف اور اس مرض کے علاج کا سب سے
بہتر طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ایک یا دو بار اپنے نفس کے
محاسبہ کا التزام کرے پھر منفرد ہو اپنی ذات کے ساتھ
اور وضو کر کے نماز پڑھے جس قدر ممکن ہو پھر موت کو
یاد کرے اور اسے پیش نظر رکھے اور بسا اوقات
یہ چیز بھی مفید ہوتی ہے کہ مردہ کی طرح چت لیٹے اور
اپنے سے اہل و مال سے جدا ہونے کا تصور کرے۔ اور
لا الہ الا اللہ یا تو دل میں کہے یا بہ آواز بلند زبان سے اس
بات کی نیت کرتے ہوئے کہ اس کے معاد میں کوئی نفع

المستعینین بربھم ظاھرًا وّباطنًا و یستشعر فی قلبہ ادبًا وّ خضوعًا و ینوی بمشاہدۃ ذلک معالجۃ مرضہ الذی اعتراہ فلا بد ان یفتح اللہ علی لسانہ او فی صحبتہ ما ینفعہ فاذا احسن ذلک رجع من ساعتہ الی الخلوۃ ویقبل علی الذکر وینفعہ ایضًا ان یشتغل کل یوم بمطالعۃ کتاب من کتب القوم مثل العوارف والاحیاء وتصحیح نیتہ فی اول مطالعۃ ویرجع الی اللہ تعالیٰ بقلبہ فاذا وجد کلمۃ مشوقۃ زاجرۃ اعادھا مرات ویترک المطالعۃ فھٰذہٖ ھی الاسباب المھیجۃ العزیمۃ (خذ ھٰذا۔ و الحمد للہ اوّلاً وّ آخرًا وّظاھرًا وّباطنًا ؀

دینے والا نہیں (اور) ظاہری و باطنی طور پر اپنے رب کی طرف مشغول ہو۔ یہاں تک کہ پائے اپنے قلب میں انشراح اور نفس میں انزجار۔ اور روزانہ ایک یا دو مرتبہ ایسا ہی کرے اور یہ بات بھی اس کو نفع دے گی کہ وضو کر کے اپنے امکان بھر نماز پڑھے پھر بعض ان صوفیاء کی طرف متوجہ ہو جو ظاہری و باطنی طور پر اپنے رب سے مدد حاصل کرتے ہیں، اور ادب و خضوع کے ساتھ اپنے دل میں شعور پیدا کرے (ادب کا خاص خیال رکھے) اور اپنے لاحقہ مرض کے علاج کے سلسلے میں اسی طرح جدوجہد کرتا رہے۔ پس یقیناً اللہ اس کی زبان پر یا اس کی صحبت میں ایسی چیز کھول دے گا جو اسے نفع دے گی جب اچھی طرح یہ عمل کرلے تو خلوت کی جانب رجوع کرے (خلوت میں جائے) اور یہ بات بھی اسے نفع دے گی کہ وہ روزانہ قوم (صوفیاء) کی کتابوں میں سے کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہے جیسے عوارف المعارف اور احیاء العلوم اور مشغول رہے تصحیح نیت میں شروع ہی سے اور رجوع کرے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے قلب کے ساتھ پس جب کوئی کلمہ شوق دلانے والا زجر کرنے والا پائے تو اس کا اعادہ (کئی بار) کرے اور مطالعہ کو ترک کردے (یعنی جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے) پس یہی وہ اسباب ہیں جو عزیمت پیدا کرنے والے ہیں (اسے قبول کرو) والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

راہِ سلوک کے مقامات

افادہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ راہِ حقیقت کے سالک کو بہت سی چیزیں پیش آتی ہیں ان میں سے بعض مقامات ایسے ہیں جن کو عبور کرنا سلوک میں ضروری ہے اور بعض احوال وہ ہیں جو ان مقامات کی صور و اشباح ہیں جن کا حصول سلوک کے لیے شرط نہیں ہے کیونکہ عبرت مقامات کے ظہور سے ہے نہ کہ احوال کے ظہور سے مثلاً انسان کے اطوار میں طفولیت ہے. شباب ہے ادھیڑ پن ہے اور بڑھاپا ہے۔ اور ہر ایک کا مقام ہے لیکن قوّت غضب اور بے قراری شباب میں احوال سے ہے کہ بعض میں یہ امور ظہور کرتے ہیں اور بعض میں نہیں۔ اس راہ میں اوّل اوّل اذکار لسانی وقلبی میں مشغول رہنا ہے۔ اور یہ پڑھنے والوں کے حق میں الف۔ با۔ تا۔ کے مثل ہے اس کا شمار مقامات میں نہیں ہے پس اس وصف محبت کے ساتھ قلب کا اللہ سے دوام تعلق ہے۔ اور اس کی توحید محبت کی انتہا ہے جس سے مراد ما سوی اللہ سے قطع الفت ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جس کو حاصل کئے بغیر کسی کام کا کشود نہیں ہوتا۔ اور اس مقام پر عجیب و غریب حالات اور واقعاتِ صالحہ اور غلبہ خوف و رجاء اور انس و ہیبت۔ تجلی و استتار بعض کو پیش آتے ہیں اور بعض کو نہیں۔ اور دوسرا مقام توحید افعالی ہے۔ اور اس سے مطلب تدبیر غیبی وجدانی کا انکشاف ہے کہ موت و زیست وغیرہ کے تمام حوادثِ یومیہ اس کی تفصیل ہیں لیکن افعال کے صدور کی رویت اور انعام اور ایلام (تکلیف دینا) اور منع و عطا ہے، اور ہر وہ تاثیر و تغیر جو اپنے میں یا اپنے غیر میں دیکھے اس کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے وصفِ شہود کے ساتھ سمجھے۔ اس میں حال غالب ہوتا ہے اور اس مقام کی نشانیوں میں سے تفویض و توکل ہے (اور) یہ مقام حاصل ہونے کے بعد مبدا حقیقی سے ان افعال کے صدور کی عدم رویت سلوک کا نقصان نہیں ہے۔ مثلاً کسی کو کھیل کود کی تدبیر حرکات و سکنات کے صادر کرنے میں صور و اشباح میں واضح ہوئی۔ اب اگر تماشا کے وقت اشکال سے حرکات کی تفصیل کا صدور دیکھے تو کیا نقصان ہوگا۔ تیسرا مقام توحید صفاتی ہے اور اس سے مطلب وجود واحد میں تمام موجودات کے اضمحلال کا انکشاف ہے۔ اور اس کا ظہور دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ کہ تمام اشیاء کا فنا میں مشاہدہ کرے دوسرے یہ کہ تمام اشیاء میں

مشاہدہ کرے۔

اور اس مقام کا آخر سالک کی انانیت کا حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات میں اِضمحلال ہے۔ اور ذات وصفاتِ حق کی طرف " أنا " سے اس کی نظر کا نفوذ ہے۔ اور یہی فنا ہے کہ سالک کو اپنا شعور نہ رہے، یا اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے (حالانکہ) درحقیقت یہ غیبت ہے فنا نہیں (نامرادی کی طلب نہ رہے۔ یہی پایانِ نامرادی ہے) لیکن یہ کہ حسن وکمال اور ان کے اَضداد کی ہر صفت کو صفتِ حق دیکھے جو آئینہ ہائے نفس واحوال میں ظاہر ہیں۔ بعض میں اس کی تفصیل ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض میں نہیں۔

اور چوتھا مقام توحیدِ ذاتی ہے جس سے مراد ہستیٔ صرف کا وجدان ہے بغیر مُلاحظۂ اضمحلال کے اشیاء میں سے کسی شیٔ میں بسیط علم حضوری کے ساتھ کہ مُدرِک بالکسر اور مُدرَک بالفتح اور ادراک سب وہاں (اس مقام پر) بغیر تغیر وتبدل کے ایک ہیں۔ اور حقیقۃ الحقائق کے ساتھ تنبیہ وشعور سے حیرت وفراموشی ہے۔ اور اس مقام پر یہ ہے کہ خدا کا خدا میں مشاہدہ کرے۔

اور پانچواں مقام وہ یادداشت ہے[1] جسے صوفیاء نے معظم رکھا ہے، اور اس وجدان سے مطلب وہی ہستی صرف بشہودی ہے کہ علم حصولی وحضوری دونوں اس کی تفسیر ہو سکتے ہیں، اس طرح کہ وہ ایک واحد امر بسیط ہے، اگر اس کو حصولی کہیں تو بھی درست ہے اور اگر حضوری کہیں تب بھی بجا ہے۔ اور یہ یادداشت درحقیقت حضرتِ وجود سے ایک قسم کی بیداری ہے، جو اس ذرّہ کا پیمانہ ہے (اور) اس کی استعداد کی اقتضا کے مطابق متجلی ہوا ہے۔ اور جب اس یادداشت نے اس کے دائرہ کو وسیع کر دیا، اور وہ بہت روشن ہو گیا، اور نفسِ ناطقہ اس میں مضمحل ہو کر اس کی شعاعوں کا عین ہو گیا، تو صوفیاء کے نزدیک وہی بقا ہے، پس تجھ پر بھی یہی واجب ہے۔ کیونکہ یہ کبریتِ احمر ہے، پس یہ ہیئت معہ تمام منتسبات کے سالک کی ہمت اور اس کے علوم میں سرایت کرتی ہے اور یہ سرایت مبدءِ خوارق عادت ہو جاتا ہے۔

اور چھٹا مقام یہ ہے کہ نقطۂ وجودیہ جو حقیقتِ انسانیہ میں ذاتِ بحت کا نمونہ ہے۔ اور اس کو حجرِ بحت کہتے ہیں۔ ذاتِ حق کا معہ تمام کمالاتِ الٰہیہ کے انکشاف کرنے والا ہو جاتا ہے اس

[1] اس سے مراد توجہ صرف مجرد الفاظ وتخیلات سے ہے حقیقت واجب الوجود کی طرف۔ تقی انور

کی تفصیل یہ ہے کہ انسان اجزائے کبیرہ سے مرکب ہے جیسے صورتِ جسدیہ، نسمیہ، نفسیہ، روحیہ عینیہ اور نقطۂ وجودیہ، اور صورتوں کے اعتبار سے ہر ایک کے احکام و خواص جداگانہ ہیں کہ صورت معینہ انہیں خواص و احکام کا منشا ہو گئی ہے پس حقیقتِ وجود صرف کے احکام خاص ہیں، اور اس کے ظہور کا منشا، وہی وجودِ صرف ہے بغیر دوسرے جزو کی آمیزش کے۔ لیکن دوسرے طبقوں کے احکام و خواص کے غلبہ کی وجہ سے اس کے احکام مغلوب اور پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ پس فنائے تام کے بعد تمام طبقات مضمحل ہو کر وہی نقطۂ وجود یہ اپنے احکام کے ساتھ مستقل ہو کر آئینہ کے مثل ہو جاتا ہے۔ اور ذاتِ الٰہی کا مع تمام اسماء و صفات و تدلّیات انکشاف کرنے والا ہو جاتا ہے۔ اس پانی سے بھرے ہوئے حوض کی طرح ساکن جس میں آسمان کے تاروں کا عکس اتر آیا ہو۔

اور ساتواں مقام تدلّی الٰہی ہے اپنے تمام کمالات کے ساتھ سالک کے نفسِ ناطقہ کی صورت میں۔ اور تجلّیٔ حق کبھی کسی ایسی صورت میں ہوتی ہے جو اس سے بیشتر متحقق نہ تھی۔ اور اس کی تحقیق تجلّی کے ظہور کے وقت ہوئی جس طرح صورتِ ناریہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے وادیٔ مقدس میں۔ اور ایک وقت ایسی صورت میں اس طرح تجلّی فرماتی ہے کہ اس سے پہلے بھی وہ موجود تھی لیکن اب تجلّیٔ الٰہی کے بعد اس کی ایک دوسری تحقیق پیدا ہوئی (یعنی) وہ تمام تدلّیاتِ الٰہیہ سے حقیقتِ انسانیہ پر مستوی ہو کر اس طرح مقدس اور متدلّی ہوئی جیسے رحمٰن کا اپنے عرش پر مستوی ہونا اور اس مقام پر حق کے ساتھ تصرّف فی الخلق ثابت ہو جاتا ہے، اور یہی سر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفِ مبارک وزن میں امت کے ہزاروں (لاتعداد) کفوں پر (سے) راجح ہے۔ اور اسی طرح چھوٹے چھوٹے کاغذ کے وہ ٹکڑے ہیں جن پر لا الٰہ الا اللہ مثبت ہے۔ وہ بڑی بڑی کتابوں پر بھاری (افضل) ہیں اس لئے کہ اللہ کا نام اس میں سمایا ہوا ہے۔ اس لیے کہ اسم اللہ عالم الفاظ میں تدلّیاتِ الٰہیہ میں سے ایک تدلّی ہے پس حقیقتاً رجحان تدلّی الٰہیہ کے لیے ہے نہ کہ صورت بشریہ یا لفظیہ کے لیے۔

ومن بعد ھذا ما تدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدی و اجمل

ل اس کے بعد وہ چیزیں ہیں جن کی صفات دقیق ہیں۔ اور ان کا چھپانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

یہ ان مقامات ہفت گانہ کا بیان ہے، جو اکابر اولیاء اللہ کی راہ سلوک ہے جس کسی کی توفیق دستگیری کرے وہ یہ راہ طے کر کے انجام کو پہونچتا ہے، ورنہ زندگی بھر ایک یادو ہیں پڑا رہ جاتا ہے۔ اور اس کا جذب ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ رجعت قہقہری کیساتھ مخلوق کی طرف پلٹ آتا ہے العوذ باللہ من الحور الحود بعد الکور اور بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ یہ سب بطور ضعف واجمال ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ ارادۂ ازلیہ کے سبب سے ہے کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔ الحاصل شاعر نے انہیں سات مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

ہفت شہر عشق را عطار گشت　　　ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

دوسرے یہ کہ اس جگہ ایک نکتہ یہ ہے کہ جس شخص نے سلوک کو شروع نہ کیا ہو اور وہ ابتدائے حال میں قوی الہمت ہو اور بڑا دلیر اور اپنے مزاج پر بڑا قابو ہو اس کے تمام آثار و احوال دلیری بزرگی اور تسلط کے رنگ میں ہوں گے۔ اور اگر ابتدائے فطرت میں یہ سب چیزیں نہ ہوں گی، تو اس قسم کی باتیں کہاں سے لائے گا۔ وہو الموفق نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

افادہ = وصول ذات کے بعد انا کے ضمن میں اور یادداشت بے کیف اور آگاہی مجرد کے حصول میں بعض وہ لوگ جن کو اس مرتبہ میں قیام اور توجہ کی مداومت اس طرح نہیں ہوتی۔ ان کا سلوک مکمل نہیں ہوتا، لیکن وہ (لوگ) جن کی ہمت تدلی عظیم سے ملی ہوئی ہو۔ اور وہ اس پر اپنی نگاہیں گاڑے ہوئے ہوں۔ اور تدلی عظیم سے مطلب وہ حقیقت الٰہیہ ہے جس کی صورت علمیہ عرش عظیم ہے (اور) اس کی ذات کی طرف توجہ عالم کی تمام استعداد کے مطابق اس ذات سے حاصل ہوئی ہے۔ اور اس نے عالم مثال میں ایک نوع سے ظہور فرمایا ہے۔ اور وہی تدلی ان تمام تدلیات کی اصل ہے جو حظیرۃ القدس اور دوسرے مواطن عالیہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں وہ بھی اس تدلی کی توجہ کے محتاج ہیں تاکہ ان کے اور ان کے مستفیدین کے درمیان رابطہ کا سبب ہو۔ اور اس بات کے حصول کا سبب اس شخص کی تصدیق بہ قلب سے زائد قوی نہیں ہے جس کا آشیانہ یہ تدلی ہو گیا ہو۔ اور یہی افادۂ سابقہ میں مذکور ہو چکا۔ اور یہ صرف اس کے لئے ہے جس نے اپنے کو اس کے حوالہ کر دیا ہو اور ہمت کلی اس میں صرف کر دی ہو۔

حضرت حق سے تعلق قلبی کے باوجود چند ضروری وظائف کا التزام

افادہ = حضرت حق سے تعلق قلبی کے باوجود سالک کو چند وظائف ظاہری بھی اپنے اوپر لازم کر لینا ضروری ہیں۔ اس لیے کہ مردِ کامل وہ ہے جو طبقہ نسمیہ اور نفسیہ میں سے ہر ایک کو ایک حصہ پہنچاتا ہے۔ یہ بات چشم وجدان سے محسوس کی جا سکتی ہے کیونکہ مجذوبِ خالص کو دار الجزاء میں وہ وقعت و عظمت حاصل نہیں ہے جو سالک خالص کو ہے۔ ہاں وہ کمال جو اس میں نفسہٖ ہے وہ ایک دوسری ہی چیز ہے (اور) دار الکسب اور دار الجزاء دونوں اس کمال کے مطابق مستوی ہیں اولٰی[1] یکسب بقوی النسمة ولا یجازی علیہ حین ثبات علی افاعیل النسمة، جس طرح کوئی عارف میدان جنگ میں اور مال غنیمت تقسیم ہونے کے وقت عام لوگوں کے ہمرنگ ہوتا ہے اس کا عرفان ایک ایسی چیز ہے جس نے جزاء کے لیے اس کو نہیں چاہا بلکہ وہ مطلوب لذاتہٖ ہے اور تمام لطائف میں سے جو ہمارا اختیار کیا ہوا ہے تین وظیفہ ہیں۔

ایک یہ کہ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ استعینوا[2] بالغدوۃ والروحة وشیءٍ من الدلجة۔ جب تہجد کے لیے اٹھے تو سات یا نو یا گیارہ رکعتیں پڑھے (جس میں) سورۂ یٰسین۔ سورۂ واقعہ۔ سورۂ یوسف پڑھے۔ پھر ماثورہ دعاؤں میں سے جو دعا اس کے وقت کے مناسب ہو پڑھے اور دعا اتنی دیر تک پڑھے جتنی دیر سورۂ ملک سے اور اس کے مثل اور کوئی سورت پڑھی جائے۔ اور حصنِ حصین کی فصل دعا کو جیسا موقع ملے مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر تفکر و تعلق قلب میں جہاں تک ہو سکے مشغول رہے۔

پھر سو بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اور سبحان اللہ وبحمدہٖ پڑھے پھر آفتاب بلند ہونے تک حضرت حق کی طرف تعلق قلبی سے مشغول رہے۔ پھر دو رکعت پڑھے اور آفتاب گرم ہونے کے قریب چار رکعت۔

تیسرے بعد عشاء سو بار تہلیل جلی (درمیان خفی وجہر) آواز سے پڑھے۔ پھر سورۂ ملک یا

---

[1] پہلے وہ قوائے نسمیہ کے ذریعہ کسب کرتا ہے (یعنی کمال حاصل کرتا ہے) اور اس کسب پر اس کو بدلہ نہیں دیا جاتا افعال نسمیہ پر ثابت رہنے تک

[2] مدد حاصل کرو (اللہ سے) صبح کے وقت اور شام کے وقت اور رات کے آخری وقت۔

مُسبّحات میں سے کوئی سورت پڑھے پھر بستر پر جائے۔ اور مُعوّذات پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو پھونک کر اپنے پورے جسم پر پھیرے۔

افادہ = کسی حال میں توجہ بحضرتِ حق میں فتور نہ آنا چاہیئے اور نہ اپنے کو کسی حال میں شعائر اللہ اور علم باللہ سے مستغنی رکھنا چاہیئے کہ یہ بدنصیبی کی علامت ہے اور ہمیشہ تفسیر کے درس کو لازم رکھنا چاہیے۔ اگرچہ دوسرے درس بھی ہوں۔ اور بدنی و مالی عبادات کی رغبت میں اپنے کو معاف نہ رکھنا چاہیئے۔ اگر سجود قلب کے ساتھ متصف ہو جو عبادات کا مغز ہے تو اور زائد بہتر ہے۔ اس لیے کہ عاشق بہرحال مشتاق ہے۔

نسبت اور سکینت

افادہ =

هر چند رخ از وصال من کم تابی   اشکم بود از شوق لبت عنابی
مستسقی را میان بحر ار یابی!   شک نیست که شاکی بود از بے آبی

سعادت مندوں کی صفت یہ ہے کہ لوگوں کو شغل باطن سے بھی فائدہ دینا چاہیئے۔ اور اگر وقت عُدم جس سے مطلب غیبت ہے میسر آئے تو اس کو توجہ کے اسباب میں سب سے بڑا سبب سمجھنا چاہیئے۔

افادہ سالک کو بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ اور مشق ریاضت کرنے سے جو کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا نفس اس سے متلوّن ہو جاتا ہے۔ اس کو نسبت و سکینت کہتے ہیں اور نسبت کی کئی قسمیں ہیں۔ اور جمہور اہل اللہ اقسام پنجگانہ میں ایک سے خالی نہیں رہے ہیں۔ اور ہر قسم میں ایک خاص اثر ہے۔ اور علیحدہ طریقہ جس سے مراد حضرات الٰہیہ میں سے ایک حضرت ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر سالک کا نفس ناطقہ اپنی فطرت کے مطابق اس کے احکام و کمالات کا عکس پذیر ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس آئینہ کی ہے کہ جب اس کو شمال کے مقابل کیا جائے تو شمال کے تمام ستارے اس میں منعکس ہو جائیں گے۔ اور جب اسے جنوب کی جانب پھیر دیا جائے تو جنوب کے تمام ستارے اس میں اتر آئیں گے (اور) نسبت پنجگانہ

میں سے ایک نسبت موجودات کی وجودِ واحد میں اضمحلال کی نسبت ہے۔ اور نیز تمام اشیاء کا اس میں اندراج وقیام۔ اور اس نسبت کا اثر جو آفاقی ہے وہ قلّتِ تعرّض ہے خیر وشر کے درمیان فرق کرنے سے (خیر وشر کی بحث میں زائد نہ پڑھے) اور اس اِستعداد کا اثر انفسی مرتبہ اطلاق کا انکشاف اور لباس خصوصیت کا اتارنا ہے۔ اور کمالاتِ الٰہیہ میں سے اس کمال کا منبع ابداع وخلق ہے۔ جس سے مطلب اشیاء مجرّدہ کی ایجاد ہے۔ اور دوسری احسان کی نسبت ہے اور وہ ایسی حالت ہے جو دو چیزوں سے مرکب ہے۔

ایک ان انوار کا مطالعہ جو طہارت واذکار سے ناشی ہوتے ہیں۔

دوم اس حقیقت الٰہیہ کی طرف خضوع وتعظیم کے وصف سے مطلع ہونا جس سے مطلب تدلّی الٰہی ہے جو عرشِ عظیم کی صورت واستعداد کے مطابق صورتِ علمیّہ سے متدلّی ہوئی ہے۔ اور اس کا منبع وہی تدلّی الٰہی ہے۔ اور اس کا اثر جزائے اول کے مطابق خطرات کا بیٹھ جانا ہے۔ اور اطمینان کی یافت اور اس یافت اور اس شخص کے بدن ونفس میں راحت وطمانیت قلبی کا حصول اور اس کے انوار حال کا انکشاف اور حدیث شریف اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نورًا اس پر دلیل ہے۔ اور یہ حدیث واغسل خطایای بالماء والثلج والبرد اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس کا اثر اِستعداد کے جزو ثانی کے مطابق معاد میں حضرتِ حق کی رویت ہے چنانچہ یہ حدیث شریف انکم ستروں ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوۃ قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا[۱] اس پر دلالت رکھتی ہے۔ اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی جو آج کے دن مصلّی کے روبرو ہوتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صلّٰی احدکم فان اللہ بینہ وبین القبلۃ[۲] وہی ہے کہ روز قیامت ان کا مشاہدہ کرے گا۔

دوسرے اس سے مطلب ہیئات اُنسیہ سے اِنس وانشراح۔ اور تجرد کا ظہور اور ہیئت ملکیہ کا

---

[۱] تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح دیکھتے ہو چودھویں رات کے چاند کو اگر تم کر سکتے ہو کہ تم پر غلبہ حاصل نہ ہو۔ سورج نکلنے سے قبل کی نماز کے سلسلہ میں اور سورج نکلنے کے بعد کی نماز کے سلسلہ میں تم ایسا کرو۔

[۲] جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ اس کے (نماز پڑھنے والے کے) اور قبلہ کے درمیان ہے۔

اختیار ہے۔ اور اس کا اثر واقعات کثیرہ اور مبشرات صادقہ اور برکات عظیمہ اور قبولیت دعا ہے اور لوگوں کا اپنے خوابات میں ان اشیاء کا مشاہدہ کرنا جو اس کے احکامات عظیمہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس کا منبع حظیرۃ القدس ہے۔

چوتھے نسبت عشقی یعنی شوق وقلق ہے۔ اور اس کی بہت سی تہیں ہیں جن کے اندر مغز خالص ہے۔ اور اس لُب سے مطلب اپنے اصل لطیفۂ وجود کا اپنے منبع کی طرف میل ہے جو ذاتِ بحت ہے۔ اور ان میں سے بعض تہیں وہمیہ ہیں۔ اور بعض طبیعیہ اور بعض عادیہ اور حب اوہام وغیرہ مرکب ہوتے ہیں تو سالک پر ایک خاص حالت غالب ہوتی ہے جس کو عشق کہتے ہیں۔ اور جو لُب (مغز) ہے وہی محبتِ ذاتیہ ہے۔ اور محبت ذاتیہ والے بہت کم ہیں۔ اور اس نسبت ذاتیہ کا منبع وہی مرتبۂ ذاتیہ ہے۔

اور پانچویں وہ ہے جو صورت علمیہ مثالیہ کی توحید کے سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہو چکی۔ اس کی مثال سالک کے نفس ناطقہ میں اس طرح نزول کرتی ہے جس طرح کسی حوض میں صاف وشفاف پانی بھرا ہوا ہو۔ اور اس میں آفتاب کی روشنی منعکس ہو گئی ہو۔ اسی طرح سالک کے نفس ناطقہ میں تدلی الٰہی کی مثال نے جو درحقیقت شخص اکبر ہے۔ اور اس سے مراد عرشِ عظیم مع مافیہا ہے۔ حظیرۃ القدس سے ظہور فرما کر عکس پذیر ہوا۔ اور تمام کمالات الٰہیہ کا انکشاف کرتے والا ہوا۔ اور اس کا اثر معرفت تامہ اور حقائق کا لباس ہے۔ اور اس کا منبع بحسب استیعاب جمیع کمالات وہی ذات الٰہی ہے۔ اور بعض وہ لوگ جو نفس کی ہیئت پر ہوتے ہیں ان میں یہ چیز متحقق نہیں ہوتی لیکن ہیئات وہمیہ کے ضمن میں۔

حضرت اقدس کی رُباعیات اور ان کی مختصر شرح

افادہ حضرت اقدس نے خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی کے التماس پر سلوک کے سلسلہ میں چند رباعیاں نظم فرمائی ہیں۔ اور ہر رباعی کے ذیل میں اس قاعدہ مقررہ کی طرف ایک اشارہ فرمایا ہے۔

—

علمے کہ نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ نبی است　　واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی است

جائے کہ بود جلوہ حق حاکم وقت　　مانع شدن حکم خرد بولہبی است

اس رباعی میں اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ ان علوم کا حصول جن کا ماخذ شرع محمدی نہیں ہے اس میں مشغول ہونا سلوک کے منافی ہے۔

دانی چہ بود ہیچ قویم اے دلدار　　شغل دل تو ظاہر و باطن با یار

ایں را شوی از درس عوارف عارف　　واں فن دگر یاد بگیر از احرار

اس رباعی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اصل کام اس راہ میں ظاہر و باطن کا لحاظ رکھنا ہے۔ ظاہر سے مراد ہے اوقات کا عبادتوں میں تقسیم کرنا۔ اور باطن سے مطلب قلب کا حق سے دوامی ربط و تعلق (یعنی دل بہ یار دست بہ کار) اور اگر کوئی اوّل کو چاہتا ہے تو کتاب عوارف سے بہتر نہیں ہے خصوصًا پانچواں اور چھٹا باب جس میں یہ مسئلہ واقع ہے اور اگر دوسرے کو چاہتا ہے تو احرار یوںؒ کی صحبت سے بہتر کہیں اور نہ حاصل ہوگا۔

در مذہب ماہست ز اسباب غرور　　ذکرے کہ بود عاطل از انوارِ حضور

در حاشیہ نفی شو از خلق نفور　　در جانب اثبات برو سوئے غفور

یعنی ذکر کی تاثیر کی شرط حضور و تعظیم ہے۔ اور خلق سے تنفر اور حضرت حق کی محبت کا اثبات ہے۔

مستی و ولہ شرط طریق افتادست　　بے مست شدن کار کسے نہ کشادہ است

در ذکر خفی جہر تخیل کردن　　شرط است و زاستاد طریقم یادست

حضرت والدہ ماجد قدس سرہٗ جہر مفرط کے خیال رکھنے کی شرط فرماتے تھے کیونکہ جمیع

لہ سلسلہ احرار یعنی خواجہ عبید اللہ احرار کا سلسلہ۔ احرار کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مقامات سلوک میں ایک مقام حفظ العہد ہے یعنی عہد کی پابندی۔ اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس سے مراد ہے فھو الوقوف عند ماحد اللہ یعنی اس مقام پر ٹھہرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے محدود کر دیا ہے اس کی تفصیل میری تالیف حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی،، میں دیکھی جاسکتی ہے (تقی انور)

ہمت اور محبت و شوق کا ظہور اس کے بغیر نہیں ہوتا ہے۔

خواہی کہ مئے صرف محبت نوشی | باید کہ بہ تقلیل علائق کوشی
دل را ز خیالات جہاں صرف کنی | چشم از صور جملہ عالم پوشی

اس میں اشارہ ہے نگہداشت[1] اور نظر بر قدم[2] اور زہد و تبذّل[3] پر۔

در عشق تو از جملہ جہاں بگذشتم | واز ہر چہ بجز یادِ تو از آں بگذشتم
مقصودِ من بندہ بجز وصل تو نیست | اندر طلبت از دل و جاں بگذشتم

اس میں اشارہ ہے اثنائے ذکر میں باز گشت کی طرف دفعتہً بعد دفعتہٍ (یکے بعد دیگرے)

دائم دل من پیش تو حاضر باشد | چشم بہ رخ خوب تو ناظر باشد
در مذہب ما شرک جلی است صریح | گر سوئے دگر خطرہ خاطر باشد

اس میں اشارہ ہے دوام یادداشت کی جانب۔

دانی چہ بود سہل کثیر البرکات | در مشرب اہل دل وجود عدمات
تحصیل علوم است بہ سعیٔ مانع | در نفی خواطر در ستہ جہات

عدم غیبت کو کہتے ہیں۔ یعنی نسیان ماسویٰ اور وجود عدم ملکۂ غیبت کو کہتے ہیں۔ اور اس کا حصول ارادہ کی پختگی اور ہمت میں ہے اور دل سے ہر چیز کا جھاڑ دینا ہے۔

خوش آں کہ بہ انوار وضو رنگین ست | زیرا کہ طہارت ز اصول دین است
تنویر دل و نفی خواطر خواہی | اقوائے ذریعہ حصولش این است

یعنی جمعیت اور روشنیٔ دل اور ازالۂ خطرات میں تجدید طہارت بہت سے فوائد رکھتی ہے

تحصیل عدم اگر نہ دانی کردن | باید نظر اہل فنا داجستن

---

[1] نگہداشت اس سے مراد مرتبہ خواطر ہے جیسے کہ ایک سانس میں چند بار کلمہ طیبہ کو کہے یلا خیال کے نیز نفس کو ذمائم (برائیوں) سے بچاوے۔ اس کو بھی نگاہ داشت کہتے ہیں۔

[2] یعنی پشت پا پر نظر ہو تاکہ دل پراگندہ نہ ہو جس جگہ نہ جائیں نہ پڑے۔ اور اس سے اشارہ سیر عارف سے بھی بہ لحاظ مسافات ہستی اور طے عقبات خود پرستی کے ہو سکتا ہے یعنی جس جگہ منتہی ہو فی الحال اس پر قدم رکھے

[3] تبذّل اس سے مراد بذل یعنی صرف کرنا ہے دوسروں پر۔ نیم نانے گر خود و مرد خدا بذل درویشاں کند نیم دگر (تقی انور)

ایں دائے عضال را دوے بہ ازیں — در حکمتِ اہلِ دل نہ خواہی دیدن

یعنی اس گروہ کی نظر قبولیت عدم کے حصول۔ اور خیالات پریشان کے دفعیہ کے لیے ایک کیمیائے عجیب ہے۔

آنانکہ زاد ناس ہمیں رستند — بالجملہ انوار قدم پیوستند

فیض قدس از ہمت ایشان میجو — دروازۂ فیض قدس ایشان ہستند

یعنی روح و سر کی تہذیب میں مشائخ کی ارواحِ طیبہ کی طرف متوجہ ہونا بے شمار فوائد رکھتا ہے

آں ذات کہ از قید جہت بیرونست — از حیطۂ اسماء و صفت بیرون است

ہر مرتبۂ زاں ذات نشانے دارد — ہر چند ز تعیین سمتش بیرون است

ہر مدرکہ شد مظہر آں یار عجیب — ظاہر شدہ از صورتش آثار عجیب

در لوح دل ار ثبت کنی صورت او — پیدا شود از لوح دل اسرار عجیب

توے بکتابت احرف موصوف — جمعے بتلاوتِ اسماء معروف

شخصے کہ ازیں قوم قدم پیش نہاد — گشت است بایں صورت ذہنی مشغوف

ان تینوں رباعیوں میں تحقیق توجہ کی طرف لوجہِ خاص اشارہ کیا گیا ہے جس کے بارے میں خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ حضرت حق کی صورت ذہنیہ کی پرورش کرنا ہے جو اس کی قوتِ مدرکہ میں اس طرح متمثل ہوتی ہے جیسے تجلی صوری صورت متخیلہ میں اور ہر ایک چیز کے چار وجود ہیں۔ مکتوبی، ملفوظی، صورت ذہنی۔ وجودِ خارجی جس طرح وجودِ ملفوظی و مکتوبی کی تاثیر اہل دعوت کے نزدیک ثابت ہے اسی طرح اس وجود ذہنی کی تاثیر کی محافظت نقشبندیہ کے نزدیک ثابت ہے۔

اے دوست توئی دیدہ و بینائی من — شنوائی و دانائی و گویائی من

عشقم تو و ہم تو دل غمدیدۂ من — واندر دل غمدیدہ شکیبائی من

اس میں اشارہ حق تعالیٰ شانہ کی توحید کی جانب ہے۔

لطیفۂ قلب کو بیدار کرنے کا طریقہ

افادہ = اگر میں کسی کے لطیفۂ قلب کو جنبش دینا اور بیدار کرنا چاہوں تو اس کو

جنبش دینے اور بیدار کرنے کا علاج عشق لطیف ہے کہ اس مقام پر آگے بڑھنے میں ایک سرور اور پیچھے ہٹنے میں ایک وحشت پیدا ہوتی ہے۔ اور معشوق کی بعض ادائیں اور اس کی صورت قلب سے متعلق ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس کو نہ خواہش جماع ہوتی ہے۔ اور نہ خواہش بوسہ اور نہ آلات طرب کا سننا اور نہ واعظ کے قول کو سن کر وجد حاصل ہونا۔ اسی طرح ذکر جہر کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر میں اس کو لطیفۂ قلب سے روح کی طرف منتقل کرنا چاہوں تو اس کی منتقلی کا علاج طہارت ومناجات کی نسبت کا نسبت اُویسیہ کے ساتھ مقرر کرتا ہے۔

یعنی ابتداءً غسل و وضو کی کثرت کرنا اور ان باتوں پر عمل پیرا ہونا جو ہمعات میں لکھا گیا ہے۔

اور دوسرے حضور قلب کے ساتھ طویل سجدوں میں اپنے کو باب الٰہی پر ڈال دینا اور پیشانی رگڑنا۔

اور تیسرے بارگاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بقصد طہارت و تعظیم و خلوت و بیداریٔ قلب درود شریف کی کثرت اور دلائل الخیرات اور قصائد مدحیہ کا ورد رکھنا اور اگر میں لطیفۂ عقل کو جنبش دینا اور بیدار کرنا چاہوں تو اس کا علاج مراقبات و افکار پر لگا دینا۔ اور ہمت قویہ سے اس کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرا شیخ اس عمل میں مثل بلّی کے ہے جو چوہے کے بل کی طرف متوجہ رہے یہ سبق ہم نے اسی سے سیکھا ہے۔ اور اگر میں اس کو لطیفۂ عقل سے لطیفۂ سر کی طرف منتقل کروں تو اس کا علاج کثرت مراقبہ ہے سر کی لطافت کے باوجود تمام ماسویٰ سے قولاً اور عملاً اعراض کرتے ہوئے۔ اور یہ عمل بہت مشکل ہے۔ اور اگر نشست و برخاست ایسے شخص کے ساتھ میسر آجائے جس کا سر طاقتور ہو تو اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھے تاکہ کسی وقت یہ شعلہ اس میں اثر کر جائے۔ جیسے ایک چراغ کا شعلہ دوسرے چراغ کی بتی میں اثر کر جاتا ہے۔ اور لطیفۂ خفیہ کے بیدار کرنے کا علاج لَا موجود اِلَّا اللّٰہ کا ملاحظہ ہے ماسوا سے انتہائی اعراض کے ساتھ اور ہمت کا جمع رکھنا اس معنی کے ساتھ اور اگر اس کا حاصل ہونا

لہ وہ عشق جو انسان کے قلب یا فطرت میں لپٹا ہوا ہے۔

کسی ایسے شخص اور ہم مشرب کی صحبت پر منحصر ہو جو اس بات کا ملکہ رکھتا ہو تو جب تک اس کے رنگ
میں نہ رنگ جائے (اس کا شعلۂ شوق اس میں اثر نہ کر جائے) تب تک طالب اپنے نفس میں
کھوج کرے اور تمام غیر حاصل شدہ لطائف کا حصول اکساب (محنت و توجہ) کیساتھ نہیں ہے
بلکہ ایک ایسے امر کا ظہور ہے جو اس کی اصل میں متعین کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک عظیم الفوائد اور جلیل المنافع
سمندر ہے۔ اور شاید ملہم الصلوٰت جل مجدہٗ پھر مجھے اس کی توفیق دے کہ میں اسے مزید شرح و بسط
سے بیان کروں۔ اِنَّ اللہَ علیٰ کلِ شیءٍ قدیر۔

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حجر بحت کی تکمیل کے بعد جب کوئی شخص اس
کے نور کو لطیفۂ قالبیہ پر نزیرش کرنا چاہے۔ اور اس کے اعضاء و جوارح اسی رنگ میں رنگ جائیں تو اس
کی تدبیر نماز اور ذکر لسانی کی کثرت ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ ان اوقات میں حجر بحت کی توجہ
سے غافل نہ ہو تاکہ انبیاء کا سرور اس میں سرایت کر جائے۔

افادہ = حضرت اقدس نے فرمایا کہ نقطہ لاہوت کی ایک خاصیت ہے کہ وہ اس کے
ساتھ متفرد ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ باوجود اپنی عزت کی قرارگاہ میں استقرار کے (کبھی) حرکت
(بھی) فرماتا ہے۔ اور اس جگہ متحرک اور متحرک الیہ ایک ہیں۔ اس کے باوجود ایک حرکت نفس الام
میں واقع ہے۔ اور وہ ہر موطن میں ایک علیحدہ حکم رکھتی ہے۔ اور یہ چیز اس نقطہ کے علاوہ اور کسی
میں نہیں پائی جاتی۔ الحاصل اس نقطہ سے ایک رقیقہ متحرک ہوتا ہے اور (پھر) نشأت میں ایک
طبقہ کے بعد دوسرا طبقہ نفوذ کرتا ہے اور افراد میں سے ایک فرد کے ہیکل میں استقرار کرتا ہے۔
پھر ایک (سے دوسرے پر) طبقہ کے بعد دوسرا عروج کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی عزت کی قرارگاہ
پر پہونچ جاتا ہے اور اس مستقر میں احکام عجیبیہ پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ
دوسرے طبقے رفتہ رفتہ اس نقطہ کی عبودیت کو بجالاتے ہیں۔ اور اس کی دید اور نیستی کا
بزبانِ حال اظہار کرتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے یہ نقطہ اپنے اوپر ایک جوش و خروش طاری
کر لیتا ہے۔ اور یہی افراد کی توحید ہے۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عالم میں کوئی خبر
دینے والا اور حکایت کرنیوالا نقطہ لاہوت سے نہیں ہے۔ مگر ایک شخص جو فرد ہے اور اس
کی وحدت نہ نوعی ہے نہ صنفی نہ شخصی، بلکہ ایک دوسری ہی چیز ہے۔ اس کی مثال یہ ہے، جیسے

چاند کسی حوض میں منعکس ہو پھر وہ پانی ختم ہو جائے اور وہ تالاب دوسرے پانی سے بھر جائے تو وہی صورت پھر اس میں منعکس ہو جائے گی اور ان ہیاکل کے بھی خاص احکام ہیں جس کی وجہ سے بعض افراد بعض سے ممتاز ہیں اور اس نقطہ کا اپنی عزت کی قرارگاہ کی طرف میلان محبت ذاتیہ ہے۔

کاملین کا وجود بخشش الٰہی کا ذریعہ ہے

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اگر کاملین کا وجود بخشش الٰہی کا ذریعہ نہ ہوتا تو کوئی شخص اللہ نہ کہتا، اور اس اسم مبارک کا کوئی مفہوم نہ ہوتا، اور اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ نفس جزئیہ وہی نفس کلیّہ ہے جو باوجود اپنی کلیت کے نفس جزئیہ کا عین ہو جاتا ہے اور ایک حالت میں وہ کلیت پر بھی رہتا ہے اور جزئیت پر بھی، اور جو کچھ نفس کلیّہ میں مندرج ہے۔ اور جس کی تفصیل تمام موجودات ہیں۔ وہ نفس جزئیہ میں بھی موجود ہے لیکن بہ تفاوت درجات۔ اس کا ظہور وہ تھا ہے جو بسبب تقاضائے تشکل عالم نفس کلیہ کے نزول کے وقت نفس جزئیہ کی صورت ہو جاتا ہے، اور تجلّی اعظم نے ایک قسم کے رعب و غلبہ سے نفس کلیّہ میں اس حد تک ظہور فرمایا ہے کہ اس کے کُل میں ساری ہو گیا ہے۔ اور نفس کلیہ اس سے پُر ہو گیا ہے۔ پس بعض نفوس جزئیہ میں اس تجلّی کا ظہور اسی غلبہ و رعب کی طراوت سے ہے لیکن فی الجملہ احکام کے رنگ کیساتھ یہ نفس جزئیہ بھی (متلون) رنگین ہو گیا ہے لیکن نگاہ اتحاد اس تجلّی اعظم پر رکھتا ہے جو مرتبۂ کلیّہ میں ہے۔ پھر یہ تمام رنگ (تھوڑا تھوڑا کر کے) قدرے قدرے زائل ہونے لگتے ہیں۔ اور ان کا دامن اس آلودگی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور پاک ہونے کے بعد تجلّی اعظم کے ساتھ پوری مطابقت جو اس نفس کلیہ میں ہے اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اس کی انا اس کی انا ہو جاتی ہے۔ اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کی پوری انا تجلّی اعظم ہو جاتی ہے۔ پھر اس ظہور کے تعلق کے ساتھ اس نفس جزئیہ میں اس تجلّی کا علم و ادراک بوجہ من الوجوہ تمام نفوس میں ساری ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ لفظ اللہ کو جو اس کی ذات مقدس کا نام ہے اور ایک حیثیت سے وہی تجلّی ہے زبان سے نکالے اور اس کا ذہن اس کے مسمّٰی کی طرف نہ پلٹے اور اس سے کچھ

نہ سمجھے (جو عارف کامل ہے وہ اسم ذات سے مسمائے ذات تک پہونچ جاتا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔

لوگوں کی ارواح حظیرۃ القدس میں جمع ہیں

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لیکہ اس وقت تک تمام لوگوں کی ارواح حظیرۃ القدس میں جمع ہیں۔ اوران کے اس اجتماع کی خاصیت یہ ہے کہ دقیق علوم آسان ہو گئے ہیں۔ اور یہ کہ ابتک کوئی ایسا نگاہ میں نہیں ہے۔ جو مبداء اجل سے براہ راست) علم اخذ کر رہا ہو بلکہ ان کی ساری پونجی یہ ہے جو وہ حظیرۃ القدس سے حاصل کرتے ہیں جیسے یہ خود لاتعداد ہیں ویسے ہی ان کی مثالیں بھی بیشمار ہیں بعض پورے اور کامل ہیں کہ اس میں ان کا چہرہ اچھی طرح سے منطبع ہو جاتا ہے۔ اور بعض ناقص ہیں جن میں روشنی و چمک کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہوتا جب اس آئینہ کو آفتاب کے مقابل رکھ دیں تو اس کی روشنی اور سفیدی اس آئینہ کے ذریعہ زمین پر پھیل جاتی ہے لیکن ان آئینوں کا زنگ فی الجملہ اس روشنی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور ایک تاثیر پیدا کرتا ہے۔ اور گناہوں پر کثرت مواخذہ کا سبب بھی ان کا اجتماع ہے اور علم تواریخ کی اشاعت کا سبب بھی یہی اجتماع ہے اور طریقوں اور مذاہب کے اختلاف کا سبب بھی یہی ہے۔

معارف وجدانیہ کے حصول پر عرفان کے یقین کی وجہ؟

افادہ = خواجہ محمد امین نے تیقر کاتب حروف کو لکھا کہ ایک عزیز نے حضرت اقدس سے یہ سوال کیا کہ معارف وجدانیہ کے حاصل ہونے پر عرفان کے یقین کی وجہ یعنی از روئے عقل (عقلی حیثیت سے) منکشف نہیں ہوتی کہ یہ کیا ہے؟ جناب حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری اصطلاح میں وجہ یقین ظاہر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کی حقیقت میں ایک نقطہ ودیعت ہے جس کو ہم مجر بحت کہتے ہیں اور (وہ) اس سے مطلب ذات ہے۔ اور اسی نقطہ سے ایک امر مجرّد مثل بجلی کے پیدا ہوتا ہے۔ اور عارف کے متخیلہ میں پہلے ایک صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ صورت شرح خیال میں اس طرح منشرح اور منفسر ہو جاتی ہے کہ عارف کو اس میں کوئی شبہ نہیں

رہتا وہ علانیہ کہتا ہے کہ یہ معرفت ہیں تے خدا سے حاصل کی ہے۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کی شرح

مقامات انبیاءؑ واولیاءؒ کی تفصیل

افادہ نیز خواجہ موصوف نے تحریر کیا کہ ایک عزیز نے حضرت اقدس کی خدمت میں مولانا روم کے اس شعر ے

آں یکے ناوردہ استثنا بگفت جان او با جان استثناست جفت

کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کے معنی مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ جب بعض انبیاء علیہم السلام عدم استثناء پر ماخوذ ہوئے تو اولیاء کس شمار میں ہیں۔ پس حضرت اقدس نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ کاملین دو قسم کے ہیں۔

ایک تو اولیائے عامہ ہیں وہ جب سلوک کے بعد مرتبہ فنا پر پہونچیں اور پھر فنا کے بعد ان کو صورت بقا عطا ہو تو صورت بقاء اسی ابتدائی حالت پر واقع ہو گی جس پر انہوں نے ابتداء میں سلوک کیا تھا پس اس حالت میں وہ عوام کی صورت پر ہوں گے۔ اور عوام یقیناً ترک آداب اور ترک سُنن زائدہ پر ماخوذ نہیں ہیں۔ اور جانِ اُو با جان اِستثناست جفت کے یہی معنی ہیں۔ یعنی وحدت میں استغراق اور اس میں کثرت کی دید اور ان حقائق کے انکشاف کی وجہ سے بقاء کے وقت عوام کے سکون کی طرح اس کو ایک سکون عطا کرتے ہیں جو طبعاً طالب فوق ہے۔ اس لیے کہ تعبیر و ارادہ نے ایک طرح تفوّق حاصل کیا تھا۔ اور بقاء کی حالت میں بھی وہی ملکاتِ نفسانیہ دوسرا رنگ اختیار کر کے عود کریں گے۔

برخلاف انبیاء اور ان کے وارثین کی اِستعداد کے جو آگ کے شعلہ کے مثل ہے۔ اور وہ ہمیشہ بلندی کا طالب ہوتا ہے۔ ان کو فنا کے بعد جب بقا کی خلعت پہنائیں ہر چند بصورت اولیٰ کہ سالک کی ابتداء یہ سیر ہوتی ہے ان کی بقا ہو جائے گی لیکن ان کی بلندی کی طلب حقیقتاً ختم نہیں ہوتی۔ پس ان کی استعداد ہر ترک ادب پر مواخذہ کی مقتضی ہے۔ لہٰذا عدم استثناء پر اگرچہ

وہ زوائد میں سے ہوں تب بھی ماخوذ ہوتے ہیں۔ (حسنات الابرار سیئات المقربین)

حدیث شریف ان روح القدس نفث فی روعی الخ

کی تشریح

افادہ = قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَا تَمُوْتُ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا اَلَا فَاجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ۔

اس حدیث میں اشارہ ہے علم سلوک کی دقیق معرفت کی طرف۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی توجہ الی اللہ کی ابتداء میں افعال کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ درحقیقت وہ ایک قدری ہے طریقت میں۔ ہرچند شریعت کے اعتبار سے وہ سُنّی ہوتا ہے۔ بعد ازاں توحید کے ساتھ ترقی کرتا ہے پھر تمام عالم کی حرکات کو کٹھ پتلیوں کے تماشہ کی طرح جو پردہ کے پیچھے سے مستند ہے ایک فاعل کے ساتھ مستند دیکھتا ہے۔ اور وہ اس حالت میں طریقتاً جبری ہے۔ پھر دونوں صفتیں اس میں جمع ہو جاتی ہیں اور ایک کی رُؤیت دوسرے کی رُویت کے مانع نہیں ہوتی۔ اور اس حالت میں وہ (یعنی سالک) جبر و قدر میں متوسط ہو جاتا ہے (اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ) اور اَمْرٌ بَیْنَ الْاَمْرَیْنِ کا قائل ہو جاتا ہے۔ اور عام اہلسنت کے مرتبہ کی طرف رجوع کر کے طریقت میں سُنّی ہو جاتا ہے پھر اس کو دوسری پوشاک پہناتے ہیں۔ اور اس کی نگاہ میں اسباب کو کمزور و سست کر دیتے ہیں۔ ہرچند کہ یہ اسباب اس کی توحید کے منافی نہیں ہیں بلکہ اسباب جتنے زائد ہوں گے اس کی توحید بھی زائد ہو گی لیکن باوجود اس سبب کے وہ طلب میں انحصار اختیار کرتا ہے[۳]۔ چنانچہ وہ اپنی زبان کے کھل جانے اور احوال کے جاری ہو جانے سے مستفید ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان سب سے چھوٹا ہوا (دیکھو) ہے۔

---

[۱] حسناتُ الابرار سیئاتُ المقربین۔ (اس کی تشریح آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہو)

[۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات پھونک دی ہے کہ کسی کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک کہ اس کے رزق کی تکمیل نہ ہو جائے گی۔ پس تم طلب کرتے رہو اچھے اور عمدہ طور پر

[۳] یعنی سیروں کے چکر میں نہیں پڑتا۔

اور پہلی حالت اولیاءُ اللہ کی ہے اور دوسری حالت مقام انبیاء اور ان کے ورثائے کاملین کی ہے جو اس سے مشرف ہوتے ہیں نیز اسی طرح آدمی اوّل حالت میں زبان سے تو ذکر کرتا ہے لیکن اس کا دل عین ذکر نہیں ہوتا پھر وہ ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل عین ذکر جا ہو جاتا ہے اور وہ ذکر زبانی سے بے نیاز ہو جاتا ہے بلکہ اُسکو کر ہی نہیں سکتا پھر اس کی زبان و دل کے درمیان تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے یعنی اس کی زبان لوگوں سے گفتگو میں متکلم ہے اور اس کا دل عین ذکر ہے۔ اور یہ حال اولیاء اللہ کا ہے، پھر اس کو ایک دوسرا لباس پہناتے ہیں۔ اور اسے ذکر کی رغبت دلاتے ہیں۔ اور ذاکرین کے مقام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے۔ اور اسی لئے انبیاء باوجود اپنے کمال کے مرجع خلائق تھے۔ اور سب سے زائد زاہد اور عبادت گذار، تم نے نہیں دیکھا کہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ے ترکِ استثنا مرادم قسوت است ¹ نے ہمیں گفتن کہ عارض حالت است
اے بسا نا در دہ استثنا بگفت جان او با جان استثنا است جفت

---

¹ ترکِ استثناء (یعنی انشاء اللہ نہ کہنا) سے میری مراد قساوتِ قلبی (سنگ دلی ہے) کیونکہ یہ ایک عارضی حالت ہے یہی نہ کہنا چاہیئے = بہت سے لوگوں نے انشاء اللہ کہے بغیر بات کہی لیکن ان کی جان انشاء اللہ کی روح کے ساتھ جڑی ہوئی ہے) ترکِ استثناء سے مراد غفلت قلبیہ ہے نہ کہ لسانیہ کیونکہ اگر غفلت قلبیہ کے ساتھ زبان سے کہا جائے تو بھی مفید نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ناظر قلوب ہے اور فرماتا ہے ے

ما بروں را ننگریم و قال را ما دروں را بنگریم و حال را

اور حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ یعنی اعمال کی نیکی و بدی قصد پر موقوف ہے اس مقام پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے "وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ۔ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ"۔ کسی شے کے واسطے یہ ہرگز نہ کہنا چاہیئے کہ ہم کل ایسا کریں گے مگر یہ کہ اس کے ساتھ انشاء اللہ کہا جائے۔ اور اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غَدًا اُجِیْبُکُمْ یعنی کل تم کو جواب دوں گا۔ اس میں آپ کی زبان مبارک پر لفظ انشاء اللہ نہیں آیا۔ کیونکہ اس وقت تک انشاء اللہ کہنے کا حکم نہیں آیا تھا مگر بقولِ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (نیکوں کی اچھائیاں وخوبیاں مقربین کی برائیاں ہیں) ع

اوراس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال استثناء کے معنی سے متصف تھے لیکن اس کے باوجود ان کا ترک استثناء پر مواخذہ کیا گیا۔ اور چند روز وحی موقوف رہی۔ بعد ازاں یہ آیت ولا تقولن لشئ انی فاعل ذالک غداً الا ان یشاء اللہ نازل ہوئی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام یقیناً حقیقت استثناء سے متصف تھے لیکن اس کے باوجود لفظ استثناء کے ترک پر مواخذہ ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلالت کے زعم میں یہ کہا کہ اَنَا اَعْلَمُ پس اس بات پر وہ عتاب کئے گئے۔ الحاصل انبیاً اور ان کے ورثاء کے ظواہر سیر فی اللہ و باللہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد قصد الی اللہ کیطرف مائل ہوتے ہیں۔ اور اس سب کا سر یہ ہے کہ سالک کو اس کی اصل فطرت کی صورت پر ہی بقا دی جاتی

ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

اس ترک پر بھی وحی کے آنے میں تاخیر ہوئی۔ مگر پھر وحی آئی اور اس کے ساتھ یہ آیت بھی نازل ہوئی۔ چنانچہ اس آیت کو پڑھ کر آپ نے فرمایا نے فرمایا امتثل انشاء اللہ۔ یعنی میں انشاء اللہ فرمانبرداری کروں گا۔ اس آیت کے موجب ترک استثناء قولاً بھی حرام ہوگیا۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تفسیر کشاف و بیضاوی میں لکھا ہے کہ یہ نہی نہی تادیبی ہے لہٰذا ترکِ استثناء حرام اور مذموم وہی ہے جو قساوتِ قلبی کے ساتھ ہو اور ترکِ لسانی با وصف تذکرِ قلبی حرام نہیں ہے اس کے علاوہ یہ قصہ قبل نزول آیۃ کریمہ مندرجہ بالا ہے لہٰذا مولانا کا ارشاد بھی اسی عہد کے احکام کے مطابق ہے۔

دوسرا اعتراض آیۃ کریمہ کے شان نزول کے سبب یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحظہ یادِ الٰہی سے غافل نہ تھے اور آپ کی جان استثناء کیساتھ بے شبہ جفت تھی (اتصال رکھتی تھی) پھر ترکِ لسانی کی وجہ سے کیوں وحی میں تاخیر ہوئی۔ حالانکہ اسوقت تک یہ آیت بھی نازل نہ ہوئی تھی۔

جواب۔ بفحوائے حسنات الابرار سیئات المقربین کے یہ ترک لسانی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافِ شان قرار پایا۔ اور وحی میں صرف توقف ہوا نہ کہ عجز مثل اطباء کے کیونکہ کچھ ہی عرصہ بعد پھر وحی آئی۔ اور کفار کو جواب دیا گیا۔ جواب سے عجز نہیں ہے۔ اس سب کا مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ زبان پر آنا ضروری نہیں ہے بلکہ دل میں ہونا کافی ہے۔ لیکن بہت لوگ ایسے ہیں جو زبان سے استثناء نہیں کہتے اور ان کا کام نہیں رکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی جان استثناء سے اتصال رکھتی ہے۔ لہٰذا ان کو عجز نہیں ہوتا۔ لہٰذا قلوب میں قساوت و بے پروائی منجانب اللہ نہیں ہے (تقی انور)

ہے پس انبیاء اور ان کے ورثاء اصل جبلت میں ایسی وضع پر مخلوق (پیدا) ہوتے ہیں کہ ان کی قوت ملکیہ انتہائی طاقت ور ہوتی ہے۔ اور ان کی قوت بہیمیہ اپنی قوت کے باوجود ملکیہ رنگ سے رنگی اور اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اس چراغ کی لو کی طرح جو بالطبع مائل بہ بلندی ہے اور فنا کے بعد جو صورت ان کو عطا کیجاتی ہے تو وہ وہی میل بہ بلندی اور قوت بہیمیہ کا قوت ملکیہ کے ساتھ رنگ جانا ہے۔ بخلاف ان کے غیر کے اور تمام ائمہ سلوک کے اقوال مختلفہ کے درمیان یہی وجہ ہے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے مثالاً یہ تحریر فرمایا ہے ؂

موسی اندر درخت آتش دید سبز تر می شد آں درخت انہ نار

شہوت و حرص مرد صاحب دل اینچنیں دان و ایں چنیں انکار

اور خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بعض متبعین نے یہ کہا ہے کہ فانی و باقی غضب عامی غضب سے زائد سخت ہے۔ اور سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ فنا و بقا حاصل ہونے کے بعد ایک دوسرا مجاہدہ پیش آتا ہے۔ اور پھر دوبارہ نفس کی شکستگی لازم ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک نے ایک مقام کی خبر دی ہے۔ اور اقوال کا اختلاف احوال کے اختلاف کے لیے ہے اور یہ مسئلہ علم سلوک کی باریکیوں میں سے ہے۔ فتدبر ترشد۔

افادہ = ایک سائل نے حضرت اقدس سے یہ سوال کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اسم اللہ مجھ پر ایک رسی کی شکل میں نازل ہوا اور مجھ کو گھیر لیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اسم مبارک الفاظ و کلمات کے نشأت میں تدلیات الٰہیہ میں سے ایک تدلی ہے اور عالم مثال میں اس کی ایک عظیم شان ہے۔ اور یہ واقعہ اس کی بعض تحقیقات مثالیہ کے ملاحظہ سے ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میرا نفس ناطقہ مثل آب جاری کے سیلان کر رہا ہے۔

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب خطرات خارجیہ ختم ہو جاتے ہیں تو نفس ناطقہ اپنے علم حضوری کے ساتھ آدمی کی صلب تحقق سے نکل کر مستقل ہو جاتا ہے۔ پانی کا سیلان اسی علم حضوری کی نمائش ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اپنے کو خدا جان رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سیر خانی کی انتہا ہے۔ حق تعالیٰ حال میں سالک کی نظر میں بصورت اشیائے خارجیہ متجلی ہوتا ہے اور پھر آخر میں اس شخص کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر اپنے میں ظاہر د مظہر

کے درمیان فرق کرنے کے ساتھ نظر کرے اگرچہ علم اجمالی ہو تو یہ سیر نفسی ہے۔ اور اگر حق کو حق میں دیکھے اس معنی کے ساتھ کہ اس چیز کو جس کو عالم میں دیکھتا تھا یا اپنے نفس میں دیکھتا تھا بغیر کسی دوسری چیز کے ملاحظہ کے دیکھے اور جانے تو یہ اقوام کے علوم کی نسبت سے تجلی ذاتی ہے۔

آیاتِ قرآنی و دیگر وظائف مثل

دلائل الخیرات شریف پر مداومت کے اثرات

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی جماعت دعاؤں یا آیاتِ قرآنی پر مداومت کرے۔ اور ایک مدت اس سے اللہ کا تقرب تلاش کرے اس طرح کہ جب وہ اس دار فانی سے انتقال کرتے ہیں تو ان اعمال کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور اسے اپنا کمال سمجھتے ہیں اور بہ نظر استحسان اس کو منظور رکھتے ہیں۔ اسی طرح ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ والے اس سے اِشتغال اختیار کرتے ہیں پھر اسی وضع پر زمانے اور صدیاں گذر جائیں تو ان دعاؤں اور عزائم میں ایک نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اگر کوئی (صرف) ان الفاظ کے وسیلہ سے جودِ الٰہی کے سیلان کا خواستگار ہو تو اس کے آثار و برکات ظاہر و باہر نہ ہوں گے۔ اور اگر انہیں دعاؤں کے معنی دوسری عبارتوں سے ادا کرے تو کوئی اثر نہ پاوے گا۔ اور یہ اسرار الٰہیہ میں سے ایک سر ہے۔ اس معنی میں دعائے سیفی کو کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر وہ دعا جو اس وضع سے عمل میں لائے جو کارِ سیفی کرے۔ مثلاً دلائل الخیرات کہ اس زمانہ میں ملک عرب میں بکثرت لوگ اس سے اشتغال رکھتے ہیں۔ اگر کوئی کسی خاص مطلب میں اس سے عطائے الٰہی کا نزول چاہے اس شرط پر کہ اس کا نفس بھی فی الجملہ ایک ہمت و تاثیر رکھتا ہو۔ تو جب یہ فتح حاصل ہو جاتی ہے تو وہ شخص اس معنی کو اس عمل سے برقرار رکھتا ہے۔ اور اس کو اپنے حصول مقاصد کا وسیلہ بنالیتا ہے۔ اور ہرگز اس کی تاثیر کے خلاف نہیں کرتا۔

مرویاتِ حضرت خواجہ محمد امین صاحب

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جب تجلّیٔ اعظم اپنے ظہور کی مقتضی ہوئی

(کو جب ظہور ہوا) اور اپنے کو معرض وجود میں لا کر جلوہ نمائی کرنی چاہی (جلوہ گر ہوئے) اور انسان کو اپنے سے روشناس کرانا چاہا کہ وہ اس کا قرب تلاش کرے پس تنزل فرما کر بعض ان اشیاء کے ضمن میں اپنی تعریف کی جو بنی آدم کو بارگاہِ حق کی طرف لیجاتی ہیں۔ پس وہ اشیاء شعائر اللہ سے موسوم ہوئیں۔ چنانچہ قرآن اور کعبہ اور نبی اور نماز سے یہی مراد ہے اور ان شعائر کی انشاء کا داعیہ بھی انہیں شمائل اوّل کے ساتھ ملاء اعلیٰ میں معین ہو گیا ہے۔ اور ان افراد سے ہر فرد کی حقیقت نے اس موطن میں تمثل اختیار کیا ہے۔ اور اس کے ظل نے عالم شہادت میں ظہور کیا ہے۔ اور ہم انہیں تمثیلات اشیاء کو ملاء اعلیٰ میں ان اشیاء کے حقائق جانتے ہیں برخلاف بعض متاخرین نقشبندیہ کے کہ ان کی اصلاح نفس کلیہ کے اعلیٰ حقائق کی خبر دیتی ہے۔ واللہ اعلم۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ مدرکات کا اختلاف فیوضاتِ الٰہیہ کے اختلافات سے ہے۔ اور ہر شخص کا ادراک افاضۂ الٰہیہ کے موافق ہے۔ اور ہر شخص کے اخبار اس کے ادراک کے موافق ہیں۔

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کی تحقیق چند وجوہات پر مبنی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے نفس ناطقہ کی جبلت کسی صفت کیساتھ واقع ہو۔ کیونکہ خسائس و رذائل کی طرف رغبت کبھی ان میں پیدا نہیں ہوتی۔ اور انہیں میں سے ان پر وحی کا نزول ہے۔ اور ان کو آگاہ کرنا اچھی بات کی اچھائی اور بُری بات کی برائی پر نیز صبر کے استحسان اور صبر کے ہیجان پر تاکہ وہ بارگاہ الٰہی سے اُمورِ خیر کی طلب کریں۔ اور اللہ عزّ اسمہ سے تمام چیزوں کے شر سے پناہ ڈھونڈھیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی ایسے کام کے ارتکاب کا داعیہ جو موجب لغزش ہو ان کے نفس سے متجسس ہو تو وہ اس کو کسی برہان (دلیل) سے رفع کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ سے خیر کی طلب کریں اور شر سے پناہ ڈھونڈھیں تاکہ وہ دلیل ان کے کام کے درمیان حاجب ہو جائے۔ جیساکہ احسن القصص (یعنی سورۃ یوسف) میں اللہ تعالیٰ کے اس قول[1] وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ کی تصریح کی گئی ہے:

ملائکہ سافلہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ سافلہ کی توجہ تجلی اعظم کی طرف ملاء اعلیٰ کی وساطت سے اور ان کے ضمن میں ہے۔ اور اس قسم کی ملائکہ سافلہ اس توجہ میں عوام الناس

---

[1] اس کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

کے برابر ہیں۔ اور لطائف عالیہ اور ان کی کیفیات کے ادراک سے بے خبر ہیں لہٰذا ملاء سافل کا انجذاب اکثر طاعات و عبادات کے انوار سے جو لطائف سافلہ کی تہذیب کا ثمرہ ہے۔ ان کو طبعاً حاصل ہے اسی وجہ سے وہ جس جگہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں محفلِ ذکر منعقد ہے، یا تلاوت قرآن ہو رہی ہے یا بکثرت نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔ تو ان مقامات پر ان کی توجہ زائد ہوگی۔ اور ان کا یہ انجذاب طبعی ہے جیسے پروانہ کا انجذاب روشنی کی طرف۔

افادہ = ایک روز مشائخ کی غیبتِ[۱] ارواح کے سلسلے میں بات چل نکلی کہ بعض طالبین نے ان میں سے کسی سے حق توسُّل پیدا کیا۔ اور پھر کسی دوسرے سے استفادہ کا خیال آیا اور پہلے کی طرف سے بد عقیدگی اور ناخوشی مشاہدہ ہوئی۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس عالم کی لقا کا اثر ہے جو مرید کے تخیل میں عتاب و غضب کی شکل میں متمثل ہوتا ہے (اور وہ) اروِاحِ طیبہ ابتداء ہی سے اس عالم میں ایسی کیفیات میں مستغرق ہیں کہ ان امور کی طرف ان کو بالکل توجہ نہیں ہے۔ اگر کوئی اس عالم کے رسوم وغیرہ سے فنا و علیٰحدگی حاصل کر کے متوجہ ہوتا ہے تو کوئی چیز اس کے ادراک کے مانع نہیں ہوتی (چنانچہ) میں نے خود بارہا آزمایا ہے کہ بعض ارواح طیبہ کی طرف استقلال کُلّی سے متوجہ ہو کر اور اس رُوح کو اپنی طرف درآمد کیا اور اسی وقت کسی دوسرے عزیز (بزرگ) کی روح مبارک کی طرف توجہ ہو گئی تو ایسا نہیں ہوا کہ یہ توجہ اس توجہ کے فیض کے مانع ہوئی ہو۔ پس اپنے قیود وہمی کے سوا فیوض کا سدِ راہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر ان قیود سے آزادی میسر آجائے تو ہر سمت سے استفاضہ (فیضان) جاری ہو جائے گا۔

افادہ = نفسِ ناطقہ جو اروِاحِ نسمی کے ساتھ متعلق ہوا اس کی علیٰحدگی اصلاً مقصود نہیں ہے۔ ہرچند کہ نسمہ امراض کی شدت اور بدن کے اضمحلال کیوجہ سے ضعیف ہوتا ہے لیکن اس طرح پر کہ نفسِ ناطقہ کا تعلق بالکل اس سے زائل ہو جائے۔ یہ نہیں ہوتا لیکن اجزائے نسمہ کی تحلیل مفارقت کی صورت میں بدن کو پہنچتی ہے۔ اور بدن سے مفارقت کے بعد بدن کا تعلق بالکل اس سے ختم ہو جاتا ہے۔

---

[۱] اور وہ عورت تو یوسف علیہ السلام کے ساتھ ارادہ کر چکی تھی اور اگر یوسف علیہ السلام کو اپنے پروردگار کی دلیل اس وقت نہ سوجھ گئی ہوتی تو وہ بھی اس عورت کے ساتھ ارادہ کر بیٹھے ہوتے (پارہ ۱۲ سورہ یوسف رکوع ۳)

خلافت کا اہل کون؟

افادہ = ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ فرالدین گنج شکر قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جب کسی میں عقل و علم و عشق یکجا ہو جائیں تو وہ خلافت کے لائق ہے۔ اور میں نے ان تینوں چیزوں کو نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں پالیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہم نے ان تین چیزوں میں بخت کو بھی شامل کر لیا ہے۔ یعنی جس میں یہ چار چیزیں ہیں۔ وہ پورے طور پر خلافت و ارشاد کے لائق ہے۔ یعنی جب صاحبِ بخت مقتدا ہوتا ہے تو ایک جمِ غفیر اس کی دولت و ثروت سے استفادہ کرتا ہے۔ اس اصحابِ بخت، کا فیض اس کے ماسوا کے مقابلہ میں بہت زائد ہوتا ہے۔ اور مدت دراز تک اس کا طریقہ قائم اور منتظم رہتا ہے۔

ولایتِ عرفانی اور ولایتِ احسانی

کا جامع ہی لائق ارشاد و اقتدا ہے

افادہ = ارشاد فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم باللہ اور علم باحکام اللہ۔ عالِم باللہ تو وہ ہے جو ولایت عرفانی کا عارف ہے اور عالِم باَحکام اللہ ولایتِ احسانی کا عارف ہے اور ولایتِ احسانی وہ ہے جس کے اہل حدیث اور متکلمین قائل ہیں اور اس ولایت کا حصول تمام معاصی سے عصمت سے وابستہ ہے۔ اور کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ سے اعتصام اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل۔ اور تمام کاملین کو تجلی اعظم کا مشاہدہ۔ اور تمام ماسوئی پر اس کے غلبہ کا عرفان اور وراثتِ نبوت سے مراد یہی ولایت ہے۔ اور جو بھی صاحب ولایت ہو وہ اتباع اور اقتدا کے لائق ہے۔ اور لوگ اس کی متابعت سے لغزشوں سے محفوظ رہتے ہیں (اور) ولایت عرفانی سے مراد وحدتِ ذات کا انکشاف اور کثرت میں اس کا تنزل ہے۔ جو اس کے جذب کا منشا ہے پس وہ ہر چند ارکان اسلامیہ پر قائم رہنے کی کوشش کرے اور ذکر و فکر میں اہتمام کرے۔ اور باوجود اس سب کے محظوراتِ محتملہ (ممنوعات شرعیہ) کے ارتکاب سے محفوظ نہیں رہتا پس ایسے شخص کی متابعت جو ولایت عرفانی رکھتا ہو۔ اور ولایت احسانی سے خالی ہو اس کے

متبعین کے لیے نقصان رساں اور صحیح راہ سے ان کی دوری کا باعث ہے۔ اور جو ان دونوں ولایتوں یعنی ولایت عرفانی اور ولایت احسانی کا جامع ہے۔ وہی وارثِ کمالِ نبوت ہے۔ اس کے متبعین البتہ صحیح سلامت منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے اور جو صرف صاحبِ ولایتِ احسانی ہے یا صرف صاحبِ ولایتِ عرفانی تو ہر چند کہ اس کے لطیفۂ نفس کی شدت نے بعض کمالات کو قبول کر کے ذاتِ الٰہی کے ساتھ ایک راہ پیدا کر لی ہے لیکن وہ لائق ارشاد نہیں ہے۔ اس کی اتباع اور اس کی اقتداء نہیں کرنا چاہیے۔

نماز کے ارکان، مؤکدات اور مستحبات میں ظاہری و باطنی طور پر توجہ رکھنا ضروری ہے۔

افادہ = میں نے عرض کیا کہ مبتدی جو ذکر میں مشغول ہوں تو وہ ذکر خواہ اسم ذات ہو یا نفی و اثبات۔ کیا اثنائے نماز میں بھی دل کو اسی کیفیت کے ساتھ ذکر میں مشغول رکھیں یا اسے ترک کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اذکار کی مشغولی کا ترک اثنائے نماز میں زائد بہتر ہے۔ اور نماز کے ارکان اور اس کے موکدات و مستحبات کی ادائیگی میں ظاہری و باطنی طور پر توجہ رکھنا اہم (ضروری) ہے اور اگر کوئی اس سبب کے باوجود دل سے شغل معبود میں مشغول رہے تو کوئی نقصان اور خلل نماز میں نہ پڑے گا۔

بزرگوں کا دامن پکڑنا اور ان سے عہد بیعت کرنا ایک معتمد علیہ امر ہے

افادہ = صوفی بیگ خان کابلی حضرت اقدس کی آستاں بوسی سے مشرف ہو کر بہت عرصہ خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ بزرگوں میں سے کس کے ساتھ نسبت کا غلبہ رکھتے ہو۔ بیگ نے ایک بزرگ میر سیف الدین (جو کابل میں تھے اور ایک واسطہ سے ان کی نسبت حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری سے متصل ہوتی ہے) کا نام لیا۔ اور انکساراً کہا کہ ایسی بے معنی نسبت جس کے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے کیا بیان کی جائے۔ حضرت اقدس نے اس کی تسکین کے لیے فرمایا کہ اتنی ہی نسبت کافی ہے (ہم نے عہد کیا یاد رکھنے کا اگرچہ وہ یاد نہ رہے) اس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں (بزرگوں) کا دامن پکڑنا اور ان سے عہد بیعت کرنا ایک معتمد علیہ

امر ہے۔ اگرچہ ان عہد و پیمان کے حقوق کی رعایت کما حقہٗ ظہور نہ کرے
؎ عندلیب ہمیں کہ قافیۂ گل شود ایں است

نیز صوفی بیگ خاں کابلی کی گفتگو کے دوران آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ نسبت نقشبندیہ خلوت کے مقابلہ میں جلوت بہت زائد رونق یافتہ ہے برخلاف دوسرے اکابر کی نسبتوں کے کہ ان کی نسبتوں کی جلا خلوت میں بہت زائد ہے۔ اور خلوت کی رعایت ان کے نزدیک بہت زائد ہے۔ اور نسبت قدیم نقشبندیہ اس وقت دو خاندانوں میں بغیر زیادتی و کمی کے پائی جاتی ہے ایک خاندان خواجہ محمود خاوندکا۔ اور دوسرا خاندان میر ابو العلیٰ کا۔ ان کی وضع اصلی میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ برخلاف دوسروں کے کہ ان کے طریقہ میں کچھ تبدیلی آگئی ہے۔

افادہ = میں نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے۔ تو حضرت جبرئیل کو حکم دیتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو۔ اور تمام ملک و ملکوت (آسمانوں اور روئے زمین) میں یہ ندا کر دو کہ تمام ارواح و اجسام میرے بندے کی دوستی پر آمادہ ہو جائیں۔ اور علم حدیث کی رو سے یہ افادہ کیا جاتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ میں اس کے نام کا چرچا پھیل جاتا ہے کیا ایسا ہی ہے یا کوئی دوسری تاویل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ افراد محبوبین میں سے ہر فرد کا ملاءِ اعلیٰ میں اس کے نام کے تعیّن کے ساتھ ضروری نہیں ہے بلکہ یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کاملین کا مرتبہ ہے اور اس سے مراد اس جگہ اعمال صالحہ اور ملکات مقبولہ کا تمثل ہے ملاءِ اعلیٰ میں جو اس شخص کا مصدر ہو گیا ہے اور ان ملکات و اعمال کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئی ہے۔ اور وہ اس سے راضی ہوا ہے۔ اور اس کی اسی رضامندی کو محبت سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہی روحانیین و جسمانیین کی دوستی کا سبب ہے۔ اس شخص کے واسطے۔ واللہ اعلم

حدیث مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی الخ کی تشریح

افادہ ایک بار دوران تقریر اس حدیث شریف مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ[1] کے معنی ارشاد فرماتے کہ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] حاشیہ آئندہ صفحہ پر

کا دیکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک رویائے الٰہیہ۔ دوسرا رویائے ملکیہ،

رویائے الٰہیہ یہ ہے کہ دیکھنے والے کی روح آئینہ کی طرح ہو۔ اور عالم قدس کے ساتھ پوری مناسبت پیدا کرے۔ اسی وجہ سے آنحضرت کی روح کریمہ اس آئینہ میں منعکس ہو جاتی ہے اور دیکھنے والے کے حق میں اس قسم کا خواب بشارات عظیمہ اور کرامات فخیمہ کا مقتضی ہوتا ہے اور یہ شاذ ہوتا ہے۔

اور رویائے ملکیہ یہ ہے کہ اس کا دیکھنے والا کمال محبت کے سبب سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت رکھتا ہو تو اسی محبت کی صورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مُتمثّل مشاہدہ کرے گا، یا آپ پر بصد تعظیم و تکریم صلوٰۃ وسلام بھیج کر اس پر مداومت کرے تو اس کی وہی تعظیم و تکریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے ساتھ ممثل ہو کر اس کی نظر میں جلوہ گر ہو گی۔

ایک مقرّبہ عورت کا واقعہ:۔ یہ بیان فرماتے ہوئے۔ آپ نے مثالاً یہ فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت نے جس نے اپنی ساری عمر معاصی میں گذاری تھی ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا اس سے کہہ رہا ہے کہ اپنے کو تیار رکھو آج حضرت سرورِ کائنات تمہارے یہاں تشریف لائیں گے جب وہ بیدار ہوئی تو پورے طور پر متنبہ ہو گئی۔ اور رقت و نفرت اپنی بد اعمالی سے دل میں محسوس کر کے تمام اسباب مناہی اپنے گھر سے دور کر دیئے۔ اور شراب کے برتنوں کو توڑ ڈالا اور صبح ہی سے پورے گھر کو پاک و صاف کر کے رات کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ اور خواب کی حالت میں حضور کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئی۔ اور اس کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہی اس مدت میں پوری ثابت قدمی اور استقلال سے کمربستہ رہی اور اعمال خیر کی توفیق یافتہ رہ کر مقربین کے درجہ پر فائز ہو گئی اور یہ خواب بھی رویائے الٰہیہ کے قبیل سے تھا۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

نسبتِ پیری و مریدی در حقیقت نسبتِ پدری و پسری ہے

افادہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نسبت پیری و مریدی در حقیقت نسبتِ

لہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں مُتمثّل نہیں ہو سکتا میری صورت نہیں بن سکتا۔

پدری دلپسری ہے۔ اس نسبت کی رعایت اور اس رابطہ کی حفاظت لازمی ہے جس طرح اگر لڑکے سے کوئی لغزش ہو جائے جو باپ کی رنجیدگی کا سبب ہو تو اس کی وجہ سے نہ رابطہ فرزندی میں خلل پڑے گا اور نہ اس حرکت کی وجہ سے باپ اس کو اپنی فرزندی سے خارج کرے گا۔ ہر چند وہ باپ کی مرضی کے خلاف چلے لیکن اس کی وہ نسبت باقی رہے گی۔ اسی طرح اگر مرید سے کوئی لغزش ہو جائے تو شیخ کو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ ایسی معاملت نہ کرے جو اس کے اور اس کے مطلوب کے درمیان حجاب ہو جائے۔ یعنی مریدوں کو مثل فرزندوں کے جاننا چاہیئے اور ان کی لغزشوں سے درگذر اور صرفِ نظر کرنا چاہیے۔ اور تمام امور میں ان کا معاملہ مثل پدر یا فرزند ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اور جس میں یہ حفظ مراتب اور اس کی قابلیت نہیں ہے۔ اس کو اس کام میں عجلت نہ کرنا چاہیے۔ اور طالبین کے امور کی تولیت سے جو اولاد معنوی ہیں احتراز کرنا چاہیے۔

اسی ضمن میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص جس نے ہم سے رابطہ بیعت قائم کیا تھا۔ اور انتہائی خلوص رکھتا تھا۔ بمقتضائے تقدیر ایک وقت عنانِ نفس اس سے چھوٹ گئی اور ایک ایسی حرکت اس سے سرزد ہو گئی کہ حد شرعی کا مستوجب ہوا۔ چنانچہ ہم نے اس کو سزا دینے میں عجلت کی لیکن ہمارے اور اس کے درمیان جو نسبت تھی اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ اور نہ اس سے دل ہٹا بلکہ اس وقت اس کی شدت حاجت مزید مخالطت و ملاطفت کی باعث ہوئی۔ اگر پہلے وہ محتاج تھا تو اب اور زائد محتاج ہو گیا۔ اور اس کا حال اس حالت میں اور زائد اصلاح و ترحم کا مقتضی ہوا

اور اسی قسم کی بات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بیان فرمائی کہ اپنے بعض اصحاب سے کچھ نامناسب باتوں کے صادر ہونے سے اظہارِ ملال فرمایا۔ جب چند روز اسی ناراضگی میں گذر گئے تو ایک دن حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میری رنجیدگی فلاں کی نسبت اس لیے نہیں ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد سے دور جا پڑے۔ بلکہ میرا مقصد محض اس کی اصلاح ہے تاکہ وہ متنبہ ہو کر آئندہ اس قسم کے افعال سے پرہیز کرے یعنی اس گروہ کا ملال (شیخ کی) نفسانیت سے نہ ہونا چاہیے اور نہ اس حد تک پہنچے کہ مرید اور مراد (جس سے مطلب حق سبحانہٗ ہے) کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ اور یہ حدیث شریف بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ

المومنين آذيتہ اوشتمتہ اولعنتہ او جلدتہ فاجعل حالۃ صلوۃ وزکوٰۃ وقربہ تقربہ بھا الیک یوم القیمۃ[1]۔

سعادتِ دُنیوی کی اقسام

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ سعادت دنیوی کی متعدد قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک سعادتِ نفسانی ہے اور اس سے مراد نشاطِ قلب (سکون وطمانیتِ قلب) وانبساطِ خاطر کا دوام اور باطن کی عدم تشویش ہے۔ اور دوسری سعادت بدن کی صحت و عافیت اور ظاہری تندرستی ہے اور تیسری سعادت اسباب معاش کی انجام دہی ہے۔ اس طرح کہ رنج ومحنتوں کی سختیاں اس کے حال کو پریشان نہ کریں۔ اور اپنے ہم عمروں اور ہمچشموں میں عزت وآبرو سے گذر بسر ہو۔ اور چوتھی سعادت سلسلۂ نسل ونسب کی بقا کے لیے وجود اولاد ہے۔ پانچویں یہ کہ ملک ومال اور جاہ وحشم حاصل ہو کیونکہ ظاہری عزت وتعظیم اس سے وابستہ ہے، چونکہ ان تمام سعادتوں کا بالاستیعاب ایک شخص میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ اس لیے ان میں سے جو سعادت بھی آدمی کو نصیب ہوجائے اسے غنیمت سمجھے اور اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔

افادہ: حقیقت الحقائق کی طرف میلان جو آدمی کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور جس کا نام محبت ذاتیہ ہے۔ اس کا منشا ہستیٔ خاص کا ہستی مطلق کے ساتھ انجذاب ہے اور یہی شوق وانجذاب اس وجود مطلق کے ساتھ وجود مقید کے اتصال کا باعث ہوتا ہے جب یہ دونوں جزو وکل آپس میں مل گئے اور مرتبۂ اتصال متحقق ہوگیا۔ تو وہ کمالات جو مرتبہ اطلاق میں تھے اس مقید میں بحسب اقتضائے وقت وحال جلوہ گر ہوئے۔ اور اس وقت انانیت مطلقہ کی وسعت وبے نشانی کے انطباق سے انانیت مقیدہ کی تنگنائی میں ایک دوسرا کاروبار پیدا ہوگیا۔ اور ایک جدا حالت اور ایک دوسرا رنگ ظاہر ہوگیا اور اس حالت کا شہود اس کا موجب ہوجاتا ہے کہ تمام عالم کو اپنے میں دیکھتا ہے۔ اور جب اس سے مزید ترقی ہوئی۔ اور محویت کلی حاصل ہوگئی تو عبادت واشارت بھی گم ہوگئی اور عالم سے کلیتاً فراموشی اختیار کرلی۔ اور حقیقۃ الحقائق کا محقق متجلی رہ گیا۔ اس حالت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عارف ہے یا ولی کہ،

ع آنجا ہمہ آنست کہ برتر زبیان است۔

---

[1] اے اللہ میں نے تجھ سے ایک عہد لے رکھا ہے تو اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ کیوں کہ میں ایک بشر ہوں، مومنین میں سے کسی کو اگر میں تکلیف پہنچاؤں یا گالی دوں یا لعنت کردوں یا ماردوں تو ان چیزوں کو تو اس کے لیے رحمت وصفائی کا ذریعہ کردے اور ایسی قربت کہ وہ قیامت کے روز تجھ سے قریب ہو۔

ے گاہ خورشید و گہے دریا شوی | گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی
تو نہ ایں باشی نہ آں در ذات خویش | اے بروں از وہمہا وز بیش بیش
اے زبونی نقش با چندیں صور!! | ہم منزہ ہم مشبہ خیرہ سر

قرآن و سُنت کی تبلیغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی عظیم دلیل ہے

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نبوت کی دلائل کے اِثبات میں لوگوں کے متعدد طبقے اور طریقے ہیں جمہور علماء نے معجزات و کرامات کے ظہور کو دلائل میں سب سے زائد قوی رکھا ہے جن کا صدور انبیاء کے علاوہ محال ہے۔ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اِثبات میں ایک دوسرا طریقہ بیان کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ عامہ صدیاں گذر جانے کے بعد عام مخلوق کی ہدایت کے لیے ظاہر ہوئی اور وہ تمام عالم جو ظلماتِ جہل وضلالت سے گھِر گئے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے علوم مُحرَّف ہو رہے تھے اور مٹ رہے تھے۔ تو داعیۂ الٰہی عام لوگوں پر رحم و کرم کا مقتضی ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رحمتِ عالمیاں ہیں ارسال فرمایا اور تمام مشرق و مغرب کو اس نیّرِ اعظم اور مظہرِ اَتمّ کے نور سے منوّر کیا۔ اور اسلام کا جھنڈا تمام اطراف عالم میں غلبہ کے ساتھ نصب کر دیا۔ پس وُجوہ جو کہ غایت نبوّت کی علّت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے اِثبات پر ظاہر اور قوی ہوگی وہ شریعت مطہرہ کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ از روئے وجدان یہ معلوم ہے کہ نوعِ انسانی کی تکمیل کے لیے افراد خاصہ سے قطع نظر یہی کتاب وسنت درکار ہے۔ پس اگر کسی کو اللہ تعالیٰ فراستِ سلیمہ عطا فرمائے تو یقیناً وہ سمجھ جائے گا کہ نوع آدم کی تکمیل انہیں دونوں اصلوں سے وابستہ ہے اور ہدایت عام اس کے بغیر

لہ تو کبھی سورج ہو جاتا ہے۔ اور کبھی دریا (یعنی ان دونوں میں متجلی ہو جاتا ہے) کبھی کوہ قاف اور کبھی عنقاء (یعنی بے نشان ہو جاتا ہے) اپنی ذات میں تو نہ "یہ" ہے اور نہ "وہ" بلکہ وہم و ادراک سے کبھی بالاتر ہے لے بے نقش اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے بھی تیری وجہ سے اہل تشبیہ اور اہل توحید بھی حیران ہیں (اگر اس سے خطاب انسان کامل کی طرف سمجھا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اے انسان کامل تو مرتبہ فنا سے مرتبہ بقاء پر پہنچا ہے لہٰذا بے نقش یعنی بے نشان ہونے کی صورت میں تمام عالم میں بذریعہ نیشانِ عام نمایاں ہے۔ اور مشرک و موحد سب تیرے ہی جمال میں حیران ہیں۔ نہ تجھے ہست کہہ سکتے ہیں اور نہ نیست۔

متصور نہیں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف قرآن و سُنت کی تبلیغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی عظیم دلیل ہے۔

مذہب اشاعرہ کی توثیق و تحسین

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عقائدِ حقّہ کے علوم میں سے ایک قسط (حصہ) اپنے فضل سے الہام فرمائی اور وجدان سے اسے سمجھایا تو ہم بغور اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اشاعرہ کے مذہب کے مطابق پاتے ہیں۔ اس طرح کہ اگر ان عُلوم وہبیہ مجرّدہ کو ایسی عبارت سے جو عوام کی خاص پسند ہیں میں ادا کرنا چاہوں تو وہی مذہب اشاعرہ ہوگا بلا فرق۔ پس ان کا مذہب عقل و نقل و وجدان کے زائد موافق ہے اور کتاب و سنت پر منطبق ہے۔

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کا مخلوق کی شفاعت کرنے کی حکمت

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوق کے سلسلہ میں انبیاء و اولیاء کی شفاعت میں حکمت ایسے وجدان سے ظاہر ہوئی ہے کہ جب گنہگار لوگ عذاب وعقاب کے مستوجب (مستحق) ہوں تو داعیہ الٰہیہ بمقتضائے رحمت گنہ گاروں کے گناہوں کے امراض کی شفا اور عذاب جہنم سے ان کی خلاصی فرما دے۔ اور اس داعیہ کی صورت اولاً انبیاء و اولیاء کے احجارِ سجتیہ میں منطبع ہوگی۔ اور یہ انعکاس و انطباع صحرائے عصیاں میں پڑے ہوؤں کے لیے شفاعت کا سبب ہے (اغتماس بمعنی غوطہ لگانا) اور پہلا شخص جو اس کا دروازہ کھولے گا، وہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ پھر ان کے بعد اور انبیاء پھر اولیائے کاملین پھر اور پھر اور۔

اولیائے کاملین کی حالتِ حیرت کی تفصیل

افادہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اولیائے کاملین کو بھی حیرت ہوتی ہے لیکن ایسی حیرت نہیں جو قلق و اضطراب پیدا کرے یا وہ اپنی معرفت میں شک رکھتے ہوں بلکہ ان کی حیرت

کیفیاتِ عظیمہ کے وارد ہونے کی وجہ سے ہے ان کے احجار بحتیہ پر جو عقل و قلب کے ادراک سے خارج ہے۔ اور یہ واسطۂ سِرّ و روح ان کی کیفیات کا پر تو عقل و قلب کی جانب نفوذ کرتا ہے۔ اور عارف اس کی تعبیر سے عاجز آکر حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اور کبھی اس عجز کو قلق و اضطراب کے تعبیر سے تعبیر کرتا ہے لیکن یہ قلق وجدان کی لذت و راحت کے منافی نہیں ہے بلکہ موجب زیادتی لذت ہے جیساکہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بلبلے برگِ گلے خوش رنگ در منقار داشت
واندراں برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عینِ وصل ایں نالہ وفریاد چیست
گفت مارا جلوۂ معشوق در ایں کار داشت[۱]

اہل وجدان کی تسکین و اضطراب کے مسئلہ پر اختلاف کی حقیقت

افادہ حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت والد بزرگوار اور عمّ محترم قدس سرہما تسکین و اضطراب کے مسئلہ میں جو اہل وجدان کی اصلاح ہے، مختلف الرائے تھے ہمارے حضرت اقدس صفتِ قلق کو ہر حال میں اس راہ کے سالکوں کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ اور اس کیفیت کا انفکاک (علیحدگی) دونوں عالموں (نشاٰت) میں اس گروہ سے ناممکن سمجھتے تھے۔ اور برخلاف اس کے حضرت عم محترم قدس سرہٗ تسکین و آرام اس زمرہ کی سعادتِ دائمی سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ عارف وصول کے بعد ہمیشہ ہمیشہ سکون و آرام میں رہتا ہے۔ اور مطلوب کی یافت ہوتے پر قلق و اضطراب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اختلاف مذکور کے مسائل کا حل اور ان دونوں کے درمیان مطابقت یہ پائی گئی کہ ہمارے حضرت اقدس کی مراد قلق و اضطراب کے لفظ سے صرف شوق و اشتیاق کی کیفیت ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ یہ بات یعنی یہ کیفیتِ شوق ان عزیزانِ عالیشان کی ذاتی صفت

[۱] ایک بلبل اپنی چونچ میں خوش رنگ پھول کی پتی لیے ہوئے نالہ وزاری اور آہ وفریاد کر رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ اس وصال میں تو یہ نالہ وفریاد کیوں کر رہا ہے۔ کہنے لگا کہ معشوق کے جلوے نے ہی مجھے اس میں لگا رکھا ہے۔

ہے اس لئے کہ لطیفۂ قلبیہ کا کمال اس صفت کے کمال کے ساتھ وابستہ ہے۔ پس حقیقت شوق کی کیفیت کا انفکاک (علیحدہ یا جدا ہو جانا) اس لطیفہ سے یقیناً مسلول (باہر نکلا ہوا) ہے خواہ اس عالم میں ہو یا اس عالم میں اور شوق کی زیادتی ان حضرات کے حال کیلئے ضروری ہے۔

اور حضرت عم بزرگوار قدس سرہٗ کی مراد کلمۂ تسکین سے غالباً قیود بشری کا اضمحلال اور لباس کونی سے تجرد تام اور تنگنائی عالم سے مکمل خلاصی اور لطیفۂ روحیہ کے حکم کا غلبہ کہ اُنس و راحت اس کے لوازمات ہیں۔ اور حقیقۃ الحقائق سے اتحاد و اتصال اور حضرت بیرنگ کے ساتھ یک رنگی ہو گی۔ پس لامحالہ یہ احوال موجب تسکین و آرام اور لذت و راحت ابدی ہیں۔ اور ان کی اصطلاح میں قلق و اضطراب سے مراد بُعد و مہجوری و نایافت ہے نہ کہ حالتِ شوق فلا اختلاف فی الحقیقۃ (یعنی یہ اختلاف صرف لفظی ہے حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے)

ایک ہندی شعر کی تشریح

افادہ ایک روز حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ ہندی شعر، جو حضرت محبوب صمدیت سیدنا شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ کی جانب منسوب ہے، پڑھا ؎

دِنا اندھیری چاندنی راتا نیسکی بوجھو پیتم ماتا

آپ نے اس کے معنی اس طرح بیان فرمائے کہ دن سے مراد مرتبۂ ظہور اور رات سے مراد بطون ہے دن کی مثال عالم شہادت ہے اور رات کی عالم غیب سے ہے۔ اور بر خلاف قیاس دن کی تاریکی سے مراد ہے عالم شہادت میں کمالات خفیہ کا عدم ظہور اور ان کمالات کی پوشیدگی تاریکی سے نسبت پائے ہوئے ہے۔ اور روشنئ شب سے اشارہ ہے عالم غیب کے حقائق الٰہیہ کا وجود اور اس عالم میں ان کا غایت ظہور اور اس نشأت میں ان کا غایت بطون یہی وجہ ہے جو وہ نور و ظلمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ہماری نسبت کا حصول دوام صحبت انتظار کی زیادتی اور کمال محبت پر موقوف ہے۔ اور ہماری نسبت تمام نسبتوں میں جامع نسبت ہے۔

افادہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی کا رسالہ جو آداب کا رو

اشغال سلوک و آداب نقشبندیہ کے بیان میں ہے اس کو اپنے بچپن میں حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے پڑھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان اعمال و اشغال کا تعلق استحسان کیساتھ اور ایک محبت دل میں قائم ہے جو دوسرے اشغال سے نہیں ہے باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے مشہور مشائخ طریقت کے اذکار و اشغال و اعمال پر بھی اطلاع بخشی ہے (واقفیت عطا فرمائی ہے) لیکن رغبت دلی اور محبت قلبی بیشتر انہیں اشغالِ نقشبندیہ کی جانب ہے۔

نسبتِ اُویسیت کی اقسام

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نسبت اُویسیہ اپنی انفرادیت کے ساتھ (حسب استعداد تعین سالک) تہذیب روح کا اثر ہے۔ اور اس نسبت والوں کی متعدد اقسام ہیں ان میں سے ایک جماعت ان اویسیوں کی ہے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے براہِ راست فیض حاصل ہوا ہے اور اپنی ترقی کو یقین کے ساتھ اسی مرتبہ پر منحصر سمجھتے ہیں اور کاملین میں سے کسی اور کی طرف رجوع تربیتِ ظاہری میں اس خیال کے ساتھ بے فائدہ سمجھتے ہیں کہ شیخ کل اور تمام مشائخ کے سلاسل کا منتہیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ پس جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب ہو گیا اسے دوسرے کی تربیت کی ضرورت نہیں اور (حالانکہ) اس کا سبب حقیقتِ کار سے ناواقفیت ہے اس لئے کہ فیض دینے والا ہر چند کہ جامع کمالات ہے لیکن اس نسبت کا استفاضہ بغیر لطیفۂ روحیہ کی قوت کی وساطت کے نہیں ہے۔ پس یقیناً (ان کو) ان کمالات کا افاضہ ہوگا جو اسی لطیفہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور نیز استفاضۂ روحی بنہج طبعی پر ہوتا ہے کہ اس میں ایک نسبت سے دوسری نسبت کیطرف منتقلی (اپنے) ارادہ و اختیار سے نہیں ہو سکتی پس یہ شخص دوسری نسبتوں کے استفاضہ کے لیے جو لطائف اُخروی تک پہنچانے والے ہیں، تکمیل میں مرشدِ ظاہری کا محتاج ہے۔

تاثیر صحبت کا ایک دلچسپ واقعہ

افادہ ایک موقع پر تاثیرِ صحبت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک شہزادہ فقراء اسلام و نیز دیگر فقراء کی صحبت رکھتا تھا۔ ایک روز ایک شاخ اور پھول ہاتھ میں لیکر حاضرین مجلس کے سامنے

لایا (اور یہ کہا کہ اگر تاثیر صحبت محقق ہے۔ اور اس کی کوئی اصلیت ہے تو یہ سبز پتے جو اس پھول کے ہم صحبت ہیں، اس کی خوشبو اور اس کا رنگ قبول کر لیتے۔ ایک جوگی جو مجلس میں موجود تھا اس نے وہ پتے دار شاخ معہ پھول کے یکہ ریزہ ریزہ کر دی اور پھر اسے ایسا مسلا کہ وہ ایک ذات اور ایک رنگ و بو ہوگئے اور سبز و سرخ کی تمیز درمیان سے اٹھ گئی۔ پھر اس کو شہزادہ کے سامنے رکھدیا وہ سمجھ گیا کہ یہ اس کی بات کا جواب ہے۔ پھر جوگی کیطرف خطاب کر کے کہا کہ ہاں لیکن بڑی مشقت اور دقتوں کے بعد۔

حیاتِ بیت اللہ

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ کی زیارت کیوقت پہلی ہی توجہ میں ادراکِ حیاتی کی کیفیات اس بقعۂ شریفہ میں ادراک ہوئی لیکن عقل نے اس گھر کے بارے میں جو پتھر اور اینٹ کا بنا ہوا ہے حیات کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، پھر میں متأمل ہوا۔ اور بہ نظرِ غائر اس کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس مکان رفیع الشان کی ابتدائے تعمیر سے بلکہ اسوقت تک تمام ملاء اعلیٰ تعظیم و توقیر کی صفت کے ساتھ اس کی طرف منجذب ہیں۔ اور انطباع و انعکاس اور ان کی ہمتوں کے پَرتو نے ملاء سافل میں ایک قوی تاثیر پیدا کر دی ہے۔ اور تمام ملائکہ ارضیہ کو اس مقام کی طرف متوجہ اور منجذب کر دیا ہے۔ اور انہوں نے فوج در فوج تمام اطراف و جوانب سے اس کا احاطہ کر لیا ہے۔ اور وہی روحانیوں کے نفوس کی تاثیر اور ان کا انجذاب ہے جو بصورتِ حیات نظر وجدان میں دکھائی دیا تھا۔

حضرت ابوسعید حبشی و ابوالرضاء رتن ہندی کی صحابیت کے بارے میں حضرت اقدس کی رائے

افادہ ایک بار بعض اُن مُعمر (سِن رسیدہ) لوگوں کے بارے میں بات چل نکلی جو بعض صاحبانِ کشف کے نزدیک صحابیت سے معروف ہیں جیسے ابوسعید حبشی اور ابوالرضا رتن۔ فرمایا کہ ہرچند ان کا وجود اور ان کی طویل العمری بعید از قیاس نہیں ہے۔ لیکن اُن صحابہ کی بزرگی و عظمت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے مشرف ہوئے ہیں اور جن کی صحابیت نقلِ مستفیض سے (حدیث شریف) ثابت ہے۔ ان عزیزوں کے بارے میں قیاس نہیں کر سکتے اور اربابِ کشف کے مکاشفہ

کی محفوظیت کو مطلقاً غلط کہہ دینا (بھی) لازم نہیں ہے[1]، خصوصاً ایسے وقت (عصر حاضر) جب کہ آثار برکات غیبیہ الٰہیہ جو محض اسماء وصفات حق سے ناشی ہوتے ہیں۔ اور قوائے فلکیہ کے آثار جو ارواح افلاک سے ناشی ہیں سخت نادر ہیں کہ ان دونوں مرتبوں (آثار و برکات غیبیہ الٰہیہ و آثار قوائے فلکیہ) کے درمیان تمیز شاید ہی کسی کو میسر آتی ہو اور یہ مسئلہ بڑی باریکی رکھتا ہے کہ ہر شخص اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کبھی قوائے فلکیہ کے اقتضاء سے بلندی اور عظمت مقام بنی آدم میں سے کسی ایک فرد کی مخصوص ہوتی ہے۔ اور قوائے مذکورہ کے اقتضاآت اس فرد کے نفس کے اقتضاآت سے امتزاج قبول کرتے ہیں۔ پس یقیناً اس فرد کا ارادہ نفس اپنے اختیار رسمی اور وضع نامی پر مندفع ہوتا ہے جو اکثر لوگوں میں مقبول ہوتا ہے۔ اور خاص و عام کے نزدیک قلوب کے انجذاب اور شہرت کا باعث ہوتا ہے۔ اور بعض احجار متبرکہ اور تمام تبرکات کی شہرت بھی اسی معنی پر محمول ہے۔ کہ برکات فلکی کی تاثیر ان اشیاء میں واقع ہے اور بارگاہ عالی میں ان کے انتساب کا سبب ہوئی ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن انبہٹی کا خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضر ہو کر فیض حاصل کرنا

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ شیخ عبدالرحمٰن انبہٹی قدس سرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئے۔ اور آپ کی قبر مبارک کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بڑی عنایتوں اور کرامتوں سے سرفراز ہوئے جن میں ایک یہ بھی تھی کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تو ہم میں فانی ہو گیا ہے۔ اور تیری فنا نے ہمارے اندر تحقق قبول کر لیا ہے۔ اور ہماری محبت نے تیرے ظاہر و باطن میں تصرف کر لیا ہے۔ اب ہم میں اور تجھ میں اتحاد اور یگانگت کلی ہو گئی اور تیری ہستی ہماری ہستی کے ساتھ اور تیرا دوام ہمارے دوام کے ساتھ ضم ہو گیا ہے اسی قسم کے بہت سے الطاف و عنایات ملاحظہ کئے۔ انتہی۔

ان کلمات ذوق آیات سے مراد اسوقت اشارۃً حاضرین میں سے ایک شخص کو اس نسبت خاصہ

[1] یعنی عقلی طور پر ان کا انکار غیر لازم ہے کیوں کہ ایسا ممکن ہے کہ بنی آدم کے کسی فرد کو ارواح افلاک اور برکات غیبیہ الٰہیہ سے استفاضہ کا موقع ہے۔ اس لئے عقلی طور پر ابو الرضا رتن کے شرف صحابیت سے انکار کرنے میں تامل کرنا چاہیے۔

سے نوازنا مقصود تھا۔

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ مجذوبوں میں ایک گروہ ایسا ہے جو صفتِ محبوبی سے مخصوص ہے لیکن وہ اس صفت کی بقاء کو بوجہ کمال محبوبیت مجازی کے تشبہ میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اور عورتوں کی وضع اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کا ہی ایسا لباس پہنتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ مردوں کی عادت و فطرت غالباً طائفہ نساء کی محبوبیت سے منسوب ہے (عورتوں کی محبوبیت کی طرف منسوب ہے) اور اس تشبہ میں اس مرتبہ کے حق کو باقی رکھنا علیٰ وجہ الکمال سمجھتے ہیں حالانکہ قیاس مع الفارق ہے (اس کے بالکل برعکس ہے) محبوبیتِ حقیقی کو محبوبیت مجازی پر (اینچے) لانا خطائے محض اور غلط صرف ہے۔ اس مغالطہ کا سبب یہ ہے کہ اس جماعت کے نفوس فطرتاً سفلی ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے حقائق عالیہ مجردہ کی جانب ان کو ادراک خالص حاصل نہیں ہوتا۔ اور عالم اطلاق کے غوامض کو جب تک وہ منشرح ہو کر اس عالم میں ظاہر نہ ہو جائیں ان کی تشاندہی وہ نہیں کر سکتے۔ اور اپنی فطرتِ اصلی کے مطابق ان تقیدات میں گرفتار ہو کر تجرد و اطلاق سے دور جا پڑے ہیں۔ انہیں مجذوبوں میں سے ایک کو خواب میں دیکھا گیا کہ اپنی وضع قطع کو ارادۂ حق سے نسبت دیتا ہے لیکن ان الفاظ سے تعبیر دے رہا تھا کہ عالمگیر نے بھی ایسا ہی چاہا۔ اور اس کی مراد عالمگیر سے اللہ تعالیٰ تھا۔ اور یہ کلام بھی تشبیہات میں گرفتاری پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بجز بادشاہ ظاہری کے یاد نہیں کر سکتے۔

حضرت موسیٰ سہاگ کا واقعہ (اسی اثناء میں) فرمایا کہ احمد آباد سے گذرتے وقت موسیٰ سہاگ کی قبر پر جانا ہوا جو ایک مشہور مجذوب تھے ان کے تمام متبعین عورتوں کی شکل میں تھے۔ اور اس تشبہ میں انہیں کے مقتدی تھے انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار احمد آباد میں شدید قحط پڑا اور عوام و خواص نے موسیٰ سہاگ کی طرف رجوع کیا۔ اور وہ پانی کی طلب کرنے (دعا) کیلئے نکلے۔ اور اس مقام پر جہاں نماز استسقاء پڑھی جاتی تھی اس طرح پر جو ادب کے منافی تھا آسمان کی طرف منہ اٹھایا۔ اور ایک ڈھیلا لے کر آسمان کی طرف مخاطب ہو کر یہ کہا کہ اگر آج بارش نہ ہوئی تو میں یہ لباس سہاگ اتار پھینکوں گا اور اس کو اس پتھر سے ریزہ ریزہ کر ڈالوں گا۔ لوگ بیان کرتے تھے کہ اسی دن بارش ہوئی اور لوگوں نے قحط سے نجات پائی۔

افادہ اثنائے گفتگو میں نفوس کی استعدادات کے بارہ میں جن کی تفصیل ہمہات

میں شرح وبسط سے لکھی ہے نیز نفس نفیسہ کی حقیقت کے اِستکشاف اور بندگی کی اِستعداد شریف
کے بارہ میں حضرتِ اقدس سے دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ استعدادات اور نفوس جو ہمعات
میں مذکور ہوئے ہیں۔ ان نفوس اور استعدادات کے علاوہ ہیں لیکن (پھر) مختصراً ان کی تعریف یہ سمجھائی
کہ نفس عالیہ بھی ہوتا ہے۔ اور بہیمیہ ضعیفہ بھی لیکن ان کا ضُعف علوم الٰہیہ کے اخذ کرنے میں مخل نہیں ہوتا
اور لطائفِ بارزہ اصطلاحی کے مرتبہ میں اور لطائفِ کامنہ حد تجاوز میں ہیں (یعنی باہم ایک دوسرے کو کھینچے
ہیں) اور ان دو مرتبوں کے درمیان تیسرا مرتبہ بھی ہے جو علوم حقہ کے استفاضہ کے لیے مُستعد رہتا ہے۔ اور
نوامیسِ کلیہ اور معارف حقائق مجردہ مع الفرق بینھما ہیں۔ یعنی لطائفِ بارزہ کے اصطلاحی معنی اخذِ
علوم شرائع ہے بغیر علومِ باطنہ کے اختلاط کے اور لطائف کامنہ کے اصطلاحی معنی ہیں علوم باطنہ کا تجاذب
(بغیر ظاہری علومِ شریعت کے)۔

حقائق و معارف بیان نہ کرنے میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے سکوت و خاموشی کے اسرار و رموز

افادہ حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السّلام کے حقائق و معارف کے کلام
میں سکوت اور ان علوم میں ان کا عدم تکلم یہ ہے کہ عام لوگوں کی عقلیں ان اسرار کی حامل نہیں ہو سکتیں اور
غیر مدرک کی تصدیق عقل و فہم کے حالات سے ہوتی ہے۔ اور انبیاء کی تصدیق و انقیاد کی مخالفت ان کی
ضلالتِ ابدی کا سبب ہو جاتا ہے لہٰذا یہ حضرات جو خاص و عام کے لیے رحمت ہیں ان کلمات سے ناطق
نہیں ہوئے۔ اور ان کو تکلیف مالا یُطاق نہیں دی گئی۔ اور وہ عُلوم جن کی نوع انسانی کے ذہنوں اور عقلوں
نے تصدیق کی ہے بیان فرمائے تاکہ جو شخص طبع سلیم رکھتا ہے انکار نہ کرے۔ اور فطری و عقلی طور پر ان کا مطیع
و منقاد ہو جائے۔ نیز اسی طرح ان کے وُرثاء نے بھی ان حقائق و معارف میں اظہارِ کلام سے پرہیز کیا ہے۔
اور انبیاء علیہم السلام کی متابعت میں اپنا قدم استوار رکھا ہے۔ اور ایک لفظ بھی قطعی طور پر جو لوگوں کی لغزشوں
کا سبب ہو زبان سے نہیں نکالا ہے۔ اور حقائق و معارف میں کلام نہیں کیا ہے۔ ہاں اپنے محرمانِ خاص
کے سامنے اور ان اوقات میں جن میں اغیار کا وجود نہ ہو۔ اسی ضمن میں اپنی ذات شریفہ کی جانب اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم کو چالیس سال تک بھی کوئی ایسا نہ مل سکے جو ہماری بات (حقائق و معارف) کو سمجھ

سکے تو ہم اس سلسلہ میں کوئی بات نہ کریں گے (زبان نہ کھولیں گے) اور جو ان باتوں کے سننے کے لائق ہے فضلِ ایزدی سے اس کے حق میں زائد امید ہے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

گفت گوئے[1] طوطی از آئینہ می خیزد علی

گر نباشد سیف خاں ما رانفس در کار نیست

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت و شفقت اُمت پر

افادہ (ایک بار) اُثنائے تقریر اس حدیث شریف نبوی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام جو عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور جسے ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ و بالمغفرۃ فاجیب انا قد غفرت لھم ما خلا الظالم فانی اٰخذ للمظلوم منہ قال ای رب ان شئت اعطیت المظلوم من الجنۃ و غفرت الظالم فلم یجب عشیۃ فلما اصبح بالمزدلفۃ فاعاد الدعاء اجیب الی ما سأل قال فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قال تبسم فقال لہ ابوبکر و عمر بابی انت و امی ان ھذہ الساعۃ ما کنت تضحک فیھا فما الذی اضحکک اللہ

---

[1] اے علی طوطی کی گفتگو آئینہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر سیف خاں نہ ہوں تو ہم سانس بھی نہ لے سکیں۔

[2] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کی شام کو (یعنی ۹، ذی الحجہ) کو اپنی امت کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی پس اللہ نے آپ کو جواب دیا (آپ کی دعا قبول فرمائی) کہ میں نے بخش دیا سب کو سوا ظالم کے کیونکہ میں مظلوم کا بدلہ ظالم سے لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرما اور ظالم کو بخش دے پس جواب نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی شام کو (آپ کی یہ دعا نہیں قبول فرمائی) جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو پھر آپ نے دوبارہ وہی دعا فرمائی۔ آپ کو اس چیز کا جواب دیا گیا جس کا آپ نے سوال کیا تھا (آپکی دعا قبول فرمائی گئی) راوی نے کہا کہ آپ ہنسے یا آپ نے تبسم فرمایا۔ پس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ حضور پر قربان ہوں یہ تو ایسی ساعت ہے جس میں آپ ہنستے نہ تھے (یعنی مزدلفہ کی رات تو عبادت کی رات ہے اس میں ہنسنے کا کیا موقع تھا) اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ دشمن خدا ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری اُمت کو بخش دیا۔ تو وہ مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالنے لگا اور واویلا کرنے لگا۔ مجھے اس کے واویلا کرنے پر ہنسی آگئی۔

سنك - قال ان عدو الله ابليس لما علم ان الله عزوجل قد استجاب دعائی و غفر لامتی اخذ التراب فجعل یحثوه علی راسه ویدعو بالویل والثبور واضحکنی مارأیت من جزعه

اس کے معنی اس طرح بیان فرمائے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت و شفقت امت پر آپ کے قلب مبارک سے ہمت قویہ کے انبعاث کا سبب ہوئی۔ اور وہ دعا جو مغفرت عامہ اور گنہگاروں اور لغزش والوں کے معاصی کے ازالہ پر مشتمل تھی بارگاہ الٰہی میں پیش کی اور حضرت ربوبیت کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت شریفہ کے مقابل دریائے رحمت جوش زن ہوا اور تمام گنہگاروں کی گناہوں کی سیاہی کو محو کر دیا بجز ان چند اشخاص کے جن کی استعداد میں اصل فطرت میں اس عنایت کی قبولیت سے منکر ہوئیں (یعنی جو شقاوت ازلی میں مبتلا رہے) اور ان کے سوائح کی شدت اور استعداد خصوصی نے ان کو اس مغفرت کے وسیع دائرے سے محروم رکھا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْهَا۔

محققین صادقین کی تقلید میں ہی سعادت ہے

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بزرگی کی سعادت ایک رغبت ہے جو اس راہ میں ارباب تحقیق میں سے کسی ایک کی تقلید کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور کمالات کا ظہور اور ان حضرات کی نسبتوں کے آثار کا حصول بغیر اس کے کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس جو شخص متابعت میں ثابت قدم ہے اس کا کشود کار اور قوی واحکام کے آثار کا ظہور اور فکر اور رویت طبیعت (طبیعی خیالات) اور ذہن کی جولانی اس میدان میں کام نہیں آتی ہے۔

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث علوم شرائع ہیں۔ جس کے عام وخاص سب محتاج ہیں۔ اور ان کی دعوات عامہ انہیں کی جانب ہے۔ پس قوت حفظ اور اس علم کے اسناد کا اتصال بلاشک موجب برکات عظیمہ اور فضائل جلیلہ ہے۔ اور تصحیح و تجوید اور سلسلہ اسناد کتب حدیث اور قرآن عظیم کے بعد بیشمار فوائد و برکات اور اطمینان ظاہری کا میں نے اپنے میں مشاہدہ کیا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ۔

اولیاءِ کاملین کے وسیلہ کے بغیر معرفتِ الٰہی تک رسائی ممکن نہیں

افادہ • ارشاد فرمایا کہ مقربین کا ایک گروہ ایسا ہے جن کی زبان ان کے حالات بیان کرنے کے تابع نہیں ہوتی اور اولیاء کاملین کا ایک فرقہ ایسا ہے جس کو اللہ نے اس کی قدرت عطا فرمائی ہے اور وہ اپنے کمالات کی تعریف و توصیف میں اس شرح و بسط کے ساتھ جن کا ان کو حکم ہوتا ہے دفتر کے دفتر لکھ ڈالتے ہیں۔ اور یہی وہ حضرات ہیں جو اپنے میں حقیقت الحقائق کے سریان کو کلیتہً پاتے ہیں۔ اور اس حقیقت میں متعین دیکھتے ہیں۔ پس وہ جو کچھ کہتے ہیں از خود کہتے ہیں۔ اور اگر کسی چیز سے تعبیر لیتے ہیں تو از خود لیتے ہیں اور یہی وہ گروہ جس کا تمام مخلوق پر احسان ہے۔ اور یہی وہ فرقہ ہے جو جود الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اور اگر ان کا درمیان نہ ہوتا تو کوئی اللہ کہنے والا اس کی معرفت پر رسائی حاصل نہ کر سکتا بلکہ کوئی شخص اس اسم اعظم سے آشنا نہ ہوتا۔ اور اگر اس کے کام میں ان کی توجہ مددگار نہ ہوتی تو کوئی سالک التفات و انجذاب کے شرف سے تجلی اعظم کی جانب فائز نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی رحمت کے لیے ان عظیم ہستیوں کے اجاز بجتبیہ کو اپنی تجلی کی صورت کا جس سے مطلب اللہ ہے آئینہ بنایا۔ اور ان کے اجاز بجتبیہ کو اس تجلی کا آئینہ بنا کر تمام لوگوں کے قلوب میں اس صورت کے انعکاس کا سبب بنایا۔ اور اس صورت کا انطباع ان نفوس میں اس اسم کی حقیقت کے انجذاب کا سبب ہو گیا ہے پس اس وجہ سے احسان عظیم سب پر ثابت ہو گیا ان مقربین کی قدر و منزلت ہر کم حوصلہ کے حوصلہ سے باہر اور ان کی تعریف و توصیف عالم والوں کی طاقت کے دائرہ سے خارج ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ نقشبند قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ ایک روز آپ ایک سرائے میں قیام فرما تھے ایک عزیز کو دیکھا کہ حمام سے نکلا اور آپ کے سامنے سے گذرا آپ نے فرمایا کہ وہ دوستوں میں سے ہے لیکن اس نے ہمکو نہیں پہچانا۔ اور نہ پہچاننے کی وجہ یہ ہے کہ ہم بے نشان ہیں۔ اور اس آیۃ کریمہ یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ۔ کی تفسیر شیخ احمد قشاشی سے نقل فرمائی کہ انہوں نے ایک لطیف اشارہ اس کے معنی میں کیا ہے۔ یعنی اہل یثرب سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثاء ہیں اور لَا مُقَامَ سے اشارہ ان کا مقام بے نشانی ہے۔ کہ کوئی نشان ان کی بے نشانی کے گرد گردش بھی نہیں کر سکتا۔

اولیاء اللہ سے بدگمانی آدمی کی تباہی و بربادی کی باعث بنتی ہے

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی تباہی و بربادی اس کے نفس کے خطرات سے ہوتی ہے جو اس کے اندر سے جوش مارتے ہیں۔ اور اس کی راہ کے مانع ہوتے ہیں۔ اور منجملہ ان خطرات کے یہ بھی ہے۔ اولیاء اللہ میں سے کسی کے ساتھ بدگمانی پیدا ہوئی اور پھر اس کے دل میں قائم ہو گئی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بابِ وصول سے درجۂ قبول تک اس کی مردودیت کا سبب ہو گئی۔ پھر افاضل عصر میں سے ایک کا قصہ بیان فرمایا کہ حجاز مقدس کے سفر کے دوران ایک شہر میں ان سے ملاقات ہوئی۔ اور وہ سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ سے بیعت تھے لیکن وہ بزرگ چنداں علم ظاہری نہ رکھتے تھے اور حقائق و معارف بیان کرنے میں اور خصوصاً شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کے کلام پر، جو علم وافر پر موقوف ہے ان کی زبان جاری نہ ہوتی تھی۔ اور یہ مرد فاضل حقائق و معارف کے بیان پر عدم قدرت سے تردّد میں پڑ گئے تھے۔ اور ان بزرگ کی کم علمی کی وجہ سے اس کے کام میں، ایک عظیم خلل پڑ گیا یہاں تک کہ وہ نسبت باطنی کی برکتوں سے محروم رہ گئے۔ ان کو چاہیئے یہ تھا کہ یہ خطرہ ان کا قاطع راہ نہ ہوتا۔ اور ان کی عقیدت میں فساد نہ پیدا ہوتا۔ اور یہ عزیز ان بزرگ کے کمالات معنویہ اور علوم باطنیہ سے مستفید ہوتے اور اپنی نسبت کو ان کے ساتھ درست کرتے۔

افادہ = خوف اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کا بے نیام ہونا دشمنوں کے دفعیہ کے لیے مخصوص ہے پس سمجھدار آدمی اپنے احوال واوقات میں امتیاز کرے اور اپنے اوضاع و اطوار کی تفتیش کرے اگر مرضی حق کے تابع اور فرمانِ حق کے مطابق پائے تو چاہیے کہ خائف نہ ہو۔ اور خوف کو اس وقت اپنے میں راہ نہ دے بلکہ دامنِ امید مضبوطی سے تھام لے کیونکہ اس وقت اس کا نفع امید (رجاء) ہی پر منحصر ہے۔ اور اگر اسے امر حق اور رضائے الٰہی کے خلاف سمجھے تو اس وقت اس کے لیے زائد مناسب اور فائدہ بخش "خوف" ہے۔ اور اس حالت میں خشیت کے ساتھ تمسک اس کے لیے مفید ہے کیونکہ اللہ کی ناراضمندیاں دشمنانِ معنوی ہیں جو اس تلوار کے بغیر دفع نہیں ہوتیں۔ اور ان دشمنوں کا قتل جو اسلام کے سلوک (راستوں) میں اہم سلوک ہے مطمعِ نظر رکھے (اور) جب تک ان کی پیش قدمی نہ رک جائے اس تلوار کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

حدیث الدُّنیا سِجنُ المُومن وجنّۃُ الکافر کی تشریح

افادہ: حدیث شریف الدُّنیا سجن المومن وجنۃ الکافر[1] کے معنی اس طرح بیان

---

[1] دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

فرمائے کہ بنی آدم کے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جس کے لیے دنیا قید خانہ اور عقبیٰ جنت ہے۔ اور یہ عام مسلمانوں کا گروہ ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کے لیے دنیا جنت اور عقبیٰ (آخرت) قید خانہ ہے۔ اور یہ گروہ کفار کا ہے۔ تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے لیے یہ دنیا اور وہ دنیا رضوان در رضوان اور بہشت در بہشت ہے۔ اور یہ گروہ عزیز الوجود اور نادر ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان کے حال کے سلسلہ میں بہت ہی مختصر خبر دی ہے (اشارہ کیا ہے) اور یہ گروہ عرفاء باللہ کا ہے جو حقیقت وحدۃ مطلقہ کے مشاہدہ سے (جس کا تمام موجودات عالم میں سریان ہے) اس جہان سے آنجہانی ہو گئے ہیں اور مفیض کریم جلّ شانہ نے محض اپنی عنایت سے قیود کونی کے حجابات کو ان کے پردۂ بصیرت سے (اٹھا دیا) زائل کر دیا۔ پس وہ نعمتہائے موعودہ جو دوسروں کو آخرت میں بڑی محنت ومشقت سے حاصل ہوتی ہے ان کو دنیا ہی میں بغیر مشقت وتکلیف اٹھائے عطا فرمائیں۔

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جن کو اس نے کوئی نعمت عطا فرمائی لیکن خود ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ اور اس دنیا میں اس نعمت کو ان سے پوشیدہ رکھنے میں مصلحت الٰہی یہ ہے کہ ان کا حوصلہ انعام کے قابل ہو لیکن اس دنیا میں اس انعام کی دید کے قابل نہ ہو جب وہ دنیا سے انتقال کریں گے تو ضرور اس حقیقت کا بے پردہ مشاہدہ کریں گے۔ اور بعض بندگان خدا ایسے ہیں جن کو اس نے نعمت بھی عطا فرمائی اور اس نعمت کا علم وشہود بھی انہیں عطا فرمایا تاکہ اس آیۂ کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے مطابق نعمت کا شکر ادا کریں۔ اور اس کے عطا فرمانے والے کی قدر ومنزلت پہچانیں۔

توجّہ الی اللہ کی اقسام

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ توجّہ الی اللہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک ذکر زبانی دوسری ذکر قلبی۔ تیسری توجہ صرف ذات مجرّدہ کی طرف۔ اور یہ تینوں قسموں میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

سالک کی باطنی لغزشوں کے ازالہ کے طریقے

افادہ = سالک کی باطنی لغزشوں کے ازالہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا

کہ پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ سالک اگر صاحب مقام قلب ہے تو اس کو آگاہ کرنا چاہیے۔ اور اس کے خصائل ذمیمہ کے جزئیات و کلیات پر اسے واقف کرانا چاہیئے۔ اور اس کی بری باتوں پر اسے متنبہ کرنا چاہیے اور وہ اذکار و اشغال جو اس کے حال کے مناسب ہوں تعلیم کرنا چاہیئے تاکہ وہ مہذّب ہو جائے۔ اور وہ رذائل پورے طور پر اس سے دور ہو جائیں اور اگر وہ مقام قلب سے روح و سر کی طرف گذرنے والا ہے تو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور اس کے حال سے کوئی تعرّض نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ جب وہ اپنے مقامِ اصلی پر واصل ہو جائے گا تو یقیناً یہ اوصاف اس میں باقی نہ رہیں گی (اور) صاحب سر و روح معالجاتِ وقت کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اس کے اخلاق خود بخود تبدیل ہو جاتے ہیں اور اس کو بہ آسانی تہذیبِ (نفس) میسر ہو جاتی ہے۔

افادہ = حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ عقلائے زمانہ اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں۔ (زور دیتے ہیں) کہ دل کے تعلق کا حصر ایک سمت سے دوسری سمت عقل کے فساد سے ہے۔ بلکہ وہ نظر جو ایک سمت دل کی طرف اور دوسری سمت دوسری طرف ہو وہ عقل و فہم کی برتری ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ دونوں صورتیں ان کو راہ سے بہکانیوالی ہیں۔ اور اس بات نے ان کو سیدھی راہ سے دور کر دیا ہے اس لیے کہ دل کا تعلق جب متعدد سمتوں کی طرف ہوتا ہے تو بجز تشویش و تفرقہ کی زیادتی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور دوروئی (دوئی) سوا حیرانی و پریشانی کے کوئی فائدہ نہیں دیتی خصوصاً سلوک و تصوف میں۔ جب تک یہ شخص یکدل و یک رو و یکسو نہ ہوگا (یعنی ساری توجہ ایک ہی جانب مرکوز نہ ہوگی) اور ایک ہی مقصد پر صرف ہمت نہ رکھے گا۔ تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنی باطل کوشش پر کمربستہ ہو گیا۔ اور تضییع اوقات کی اس قسم کے آدمیوں سے کسی چیز کی کوئی توقع نہ رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ غلط راستہ پر پڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔

مشائخ کی غیرتیں

افادہ = حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ کے مشائخ کی غیرتیں جنکا عوام و خواص میں ذکر ہے (اس سے) یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس گروہ نے نفس کے باقی رہنے والے ہیجان کا نام غیرت رکھدیا ہے۔ اگرچہ اکابر سلف سے اس سلسلہ میں کچھ چیزیں منقول ہیں لیکن ان کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ ان میں اس کے ساتھ ساتھ (ہیجانِ نفس کے) ہزارہا اوصاف محمودہ تھے۔ اور

انہوں نے ایسے کارنامے انجام دیئے جن کا اس زمانہ میں واقع ہونا بہت مشکل ہے۔ صرف اس دور کے عزیزدں میں یہ بات ہے ان لوگوں کی ہمت کا صرف بغیرتوں کے بارے میں نقرہ کا تقدا تر سی ، اور درویشی سے مناسبت نہیں رکھتا ہے (یعنی جوبات متقدین میں تھی وہ نہیں ہے) یقین کرنا چاہیئے کہ ان تمام چیزوں کا منشا غلبۂ نفسانیت ہے۔

سوائے حضرت امام مہدی آخرالزمان کے حکومت وسلطنت کی رغبت کو الہام حق سمجھ کر قبول کرنا نفسانیت وشیطنت ہے

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ وہ درویش[1] جس کے دل میں حکومت وسلطنت کی رغبت پیدا ہو اور وہ ظاہری طور پر محسوس کرے کہ یہ الہام حق اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہے تو اسے قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ اس کی بات کا اعتبار کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نفس وشیطان کا مفتون ومغلوب ہوگیا ہے۔ اس لیے کہ سلطنت کا وجود اور امر ملت کا انتظام اس امت کے اولیاء میں سے الہام حق کے ساتھ کسی میں واقع نہ ہوگا سوا حضرت امام مہدی آخرالزماں کے کہ وہی الہام الٰہی سے ان دونوں امر دل (باتوں) کے قائم کرنیوالے ہوں گے۔ اوران کے علاوہ جو اس کا مدعی ہو اس کی ان باتوں کو جھٹلانے اور تکذیب کا اعلان کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کی رغبت (دعویٰ وخواہش امارت وامامت) نفسانیت کے سر سے ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

عالم وعابد کون ؟

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت اس صورت میں درست ہوگی کہ وہ تمام فرائض صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ وحج اور سنن مؤکدات اور آداب کا پابند ہو اور محرمات ومکروہات ومشتبہات سے بچتا رہے۔ اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے ارتکاب سے محفوظ ہو تو اس وقت یہ عالم البتہ عابد پر

[1] اگر حضرت اقدس کے اس شہود وکشوف کو بیائے وحدت (درویشے "ایک درویش") سے پڑھیں تو زائد واضح ہوتا ہے جس طرح حضرت کے بعض دیگر مشاہدات (آگاہی من جانب حق) اپنے صاحبزادوں کے متعلق اور شاہ محمد اسحٰق وشاہ محمد یعقوب صحیح ثابت ہوئے اسی طرح مستقبل قریب میں یہ بھی صحیح ثابت ہوگیا۔ [2] اس کی تفصیل حضرت زید فاروقی قدس سرہ کے مقدمہ

فضیلت رکھنے والا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی چیز عالم سے فوت ہو جائے تو اسم "عالم" اس پر منطبق نہ ہو گا اور ان کا شمار علماء میں نہ ہو گا۔ کیونکہ علم بغیر عمل کے عالم کیلئے وبال ہے اور وہ عابد جس کو فرائض، ارکان اسلام اور ضروریات دین کا علم نہ ہو اس کو بھی عابدوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ عمل بغیر علم کے شیطان کا وسوسہ ہے۔ اور جاہل کی عبادت عین ذلت و رسوائی۔

بزرگوں کے مزارات پر راحت و سکون کا سبب

افادہ = ایک شخص نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اکثر بزرگوں کے آستانوں اور ان کی قبروں پر زیارت کے لیے حاضری دیتا ہوں۔ اور بعض مقامات پر انس و راحت اور سکون و آرام اپنے میں محسوس کرتا ہوں سوا حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے کہ وہاں کسی قسم کی راحت اور وحشت کا اثر نہیں پایا جاتا اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی حضور سے امیدوار ہوں کہ اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں اور اس راز سے آگاہ فرمائیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض کاملین ایسے ہیں جن کی ارواح قیودِ بشری سے آزاد اور مقتضیات جسمانی کی آلائشوں سے پاک ہو گئی ہیں۔ ان کی توجہ ذاتِ بحت اور بے نشانی صرف کی طرف ہے اور (لہٰذا) جو شخص بھی ان کی قبروں کی زیارت کے لیے جائے گا اس کے حال میں کوئی تغیر نہ ہو گا۔ اس کی مثال اس شخص کی ہے جو کسی آئینہ خانہ میں داخل ہو۔ اور اس کے اندر وہ جس سمت بھی نگاہ کرے گا اپنے ہی کو دیکھے گا۔ اور اپنے سوا اسے کچھ نظر نہ آئے گا۔ حضرت سلطان المشائخ قدس سرہٗ اسی گروہ سے ہیں۔

اور بعض وہ اہل ولایت جن کی ارواح ان کی قیود سے مجرد نہیں ہوئی ہیں۔ اور ان کی توجہ کلی طور پر مرتبۂ اطلاق کی طرف نہیں ہے۔ اس وجہ سے ان کا التفات ایک طرح کی مناسبت وہاں سے زیارت کرنیوالے کی جانب ہوتا ہے۔ اور یہ شخص بھی اس التفات کا اثر اپنے میں محسوس کرتا ہے۔

عبادات مشروعیہ کی حکمت

افادہ عبادات مشروعیہ کی حکمت جیسے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور تلاوت قرآن وغیرہ کی شرح کرتے ہوئے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر ایک حق ہے۔ اور وہ حق توحید۔

نفئ شرک اور عبادتوں کی ادائیگی سے ادا ہوتا ہے۔ اور یہ ایک کلام رمزی ہے بوجہ تنگی عبارت کے اس سے زائد بیان نہیں کر سکتے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ آدمی کی روح میں ایک لطیفۂ انتہائی باریک امانت (ودیعت) رکھا ہے جو تجلیٔ اعظم کی طرف منجذب ہے جیسے لوہے کا مقناطیس کی طرف انجذاب۔ اور (جب) کبھی یہ لطیفہ سر وروح کے غواشی (پردوں) میں ہوتا ہے پس (تو) سر وروح بھی اس کے انجذاب کے ساتھ منجذب ہو جاتے ہیں۔ جس طرح چابک کی لکڑی کا اثر توسن (گھوڑے) کے جسم پہ ہوتا ہے جب وہ گھمائی جاتی ہے۔ اور کبھی بغیر غواشی (اسباب و ذرائع کے) رغبت کرتا ہے۔ اور یہ بات اہل کمال کے ساتھ مخصوص ہے۔ بہر تقدیر یہ انجذاب عبادات کا خواہاں ہو گیا ہے۔ اور عبادات انجذاب کو کامل کرنیوالی اور تربیت کرنے والی ہوتی ہے۔ اور گناہ وغیرہ اس کے انجذاب و عوارق کو روکنے والے ہیں پس اس لیے اس لطیفہ کے اقتضاء کو حق تعالیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ حق ایک لطیفہ ہے جو لطائف سر میں ذاتِ حق کا نمونہ ہے۔

افادہ = حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اپنے مقام عینِ ثابتہ کے انکشاف سے قبل راہِ سلوک کا مقلد ہے اور تقلید کی کشاکش میں گرفتار رہتا ہے اور خواہشات و مرادات اس کے حال کو پریشان کرتے رہتے ہیں پھر جب توفیق الٰہی سے اپنے عین ثابت کے شہود پر فائز ہو جاتا ہے تو تقلید اور دوسری تمام زحمتوں کی تنگی سے فراغت حاصل ہو جاتی ہے اور عین ثابت کے مشاہدہ سے اصل مطلب ہے حضرتِ وجود کے اطوار میں سے طور خاص کی معرفت جو اس رحمتِ الٰہیہ مظہر یہ کی تقاسیم سے اس شخص کو عطا کی گئیں۔ اور اس عظیم القدر سر کے واضح ہونے کے بعد اور اس مقام واردات کے تحقق کے بعد اپنے کو حضرتِ وجود کے غلبہ میں مغلوب پاتا ہے۔ اور اس راہ میں انبساط و سرور اس کو گھیر لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دوسری مقتضیاتِ طبعیہ اور ارادات نفسیہ اس کو تکلیف نہیں پہنچاتے اور پریشان نہیں کرتے کیونکہ اس کے احکامات و ماجریات (جو اس کے لیے مقسوم ہو چکے ہیں) وجوب کیساتھ جمع ہو جاتے ہیں (لازم ہو جاتے ہیں)

حادث معدوم ہو گیا اور سوا قدیم واجب کے کچھ باقی نہ رہا

افادہ = حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بعض معارفِ عظیمہ کا کشف بار بار واقع ہوتا ہے

جس سے فرحت و سرور میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اس انبساط کا وجود اس کے تحریر کرنے پر مجبور وآمادہ کرتا ہے گو کہ ہم اس کو بارہا لکھ چکے ہیں۔ اور متعدد بار بیان کر چکے ہیں لیکن اس کا جمال جہاں آرا عجیب دوبارہ جلوہ گر ہوتا ہے تو دل کو ایسی مسرت و سرور عطا کرتا ہے کہ اس کو تحریر کرنے کے لیے دل بے اختیار اور مجبور ہو جاتا ہے۔ اور وہ حجریت کا انکشاف اور اس کی اشاعت ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنے علم کا علاقہ اور اس پر اپنا اعتماد لطیفہ، انا کے علم کے علاوہ (ہے) کہ وہ اس علم کے ساتھ اختلاط نہیں کرتا۔ اور اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ طویل مدت اور زمانہ گذرنے کے بعد اس علم کا تقلب تجلی اعظم کی طرف ہو گا۔ اور تجلی اعظم کی طرف علم کے تقلب کا مطلب یہ ہے کہ ابھی یہ عارف اس کا عالم ہے اور وہ معلوم۔ اور اس کے بعد وہ عالم ہو گا اور یہ معلوم۔ یعنی یہ شخص اس کی شعاعیں اور شیون ہو جاتا ہے۔ پھر ذات کی تعلیم اپنے نفس کے ساتھ علم حضوری سے معلوم ہو جاتی ہے۔ پس اس صورت میں (جب یہ ہو گیا تو) فنائے ممکن (ثابت) محقق ہو گئی اور حادث معدوم ہو گیا۔ اور سوا قدیم واجب کے کچھ باقی نہ رہا۔ سفر ختم ہو گیا۔ اور نقطۂ جبیّہ اپنی اصل سے مل گیا[1]۔

افادہ = حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے ساتھ بہت سی معاملتیں رکھتا ہے۔ اور کبھی اس کا ارادہ کسی محبت والے پر مشقت کے القا کے متعلق ہوتا ہے لیکن محبوبیت کا منصب چونکہ تکلیف و مشقت کے بار کا متحمل نہیں ہے لہذا ایک قسم کی ملاطفت و نرمی سے اس بار کے برداشت کی اس کو طاقت دیتے ہیں تاکہ اس کا دل اسے خوشی خوشی گوارا کرے[2]۔ چنانچہ بعض مقربین کے بارے میں (سے) منقول ہے کہ وہ ترکِ عبادت پر مامور ہوئے اور انہوں نے اپنی فطرت سلیمہ کے حکم کے مطابق اس امر کی حکمت کو دریافت کرتے ہوئے اور حق ربوبیت و مراتب عبودیت کے احکام کو تولتے ہوئے اور حدوث و قدوم کے کارخانہ کے نظام کو سمجھتے ہوئے یہ دُعا کی کہ اے اللہ مجھے کو ترک عبادت اور ترک عبودیت کی تکلیف سے معذور رکھ کیونکہ میری راحت و آرام تو تیری بندگی ہی میں ہے۔ پھر وظائف عبادات ریاضات کی پابندی میں پورے ذوق و شوق سے قدم بڑھا دیا۔ اور اس کے ریاضت و مشقت کے بغیر ان کو چین نہ آیا۔ اور اس جگہ یہ معلوم ہوا کہ ترک عبادت کے حکم سے مراد اس کو غیر مکلف کرنا نہیں تھا بلکہ مجاہدات و ریاضات میں اس کی دفع

---

[1] کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام [2] لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا

کلفت کا ارادہ تھا تاکہ یہی مشقت عین اس کی راحت و مسرت ہو جائے۔ اور ایسا ہی محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے "عرض لی ربی بطحاء مکۃ لیجعلہا ذھباً" الخ اور یہ اس بات کی مشعر ہے کہ تنعم اور خوشحالی کا ترک اختیاری ہوتا ہے اور بطحاء ذھباً من اللہ تعالیٰ سے مطلب ہے۔ لطف و انعام اور اس محبوب رب الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں (اس کا) اختیار دینا ہے۔ ہرچند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فقر مقدور و مکتوب تھا نہ اس کے علاوہ یہ چاہا کہ اپنے اختیار سے اس بات کو اپنے لیے ترجیح دیں تاکہ محبوبیت کا مقتضا وجود میں آجائے اور مشقت عین لطف ہو جائے واللہ اعلم (یعنی فقر آپ کا اختیاری تھا)

آیت یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ الخ کی تفسیر

افادہ ۔ آیۃ کریمہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ کی تفسیر میں حضرت اقدس کے جو چند افادات محفوظ رہے یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ادوارِ متعاقبہ کی تدبیر میں قرانات کلیہ کے بہت سے اقتضاء ہیں یعنی ایک دورہ کے اختتام کے بعد جب دوسرے دورہ کا کشود مقصود ہوتا ہے تو تمام احکام و آثار و اوضاع و اطوار اس دورہ کے اقتضاء کے مطابق تجلّی اعظم کے برزہ مثالیہ سے جس کا ثبوت عالم مثال میں ہے۔ اور ادوار کے اطوار و اوضاع کا مبدأ و منشاء بمقتضائے مصلحت کلیہ دفعہ دفعہ کر کے عالم شہادت کی طرف انتقال کرتا ہے۔ اور یہ سارا عالم ان احکام و آثار کے رنگ کے انتشار سے رنگ جاتا ہے۔ جب تک یہ دورہ باقی ہے اس کی مقتضیات اس سلسلہ سے متجاوز نہ ہوں گی۔ اور جب اس کی مدت انقضاء کو پہنچ گئی اور وقت فنا متحقق ہو گیا تو وہ تمام رسوم و عادات مقتضیہ اس کی مجتمع ہو جائیں گی۔ اور ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ عالم مثال سے اپنے مبداء کی طرف عروج کریں گے۔ اور ان کے اصل الاصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد اس موطن کو دورۂ جدیدہ کے احکام کے نزول کی بھی ضرورت پڑے گی۔ اور اسی

لے میرے رب نے مکہ کے میدان کو میرے سامنے کیا تاکہ وہ اسے سونے کا کر دے۔

لے وہی آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کا انتظام کرتا ہے پھر تم لوگوں کی دنیا وی گنتی کے مطابق ہزار برس کی مدت کا ایک دن ہوگا۔ اس دن تمام انتظام کا نتیجہ اس کے حضورِ عالی میں گذرے گا۔

طرح ہونا رہے گا۔ جب تک اللہ چاہے گا۔ اور اس نزولِ احکام کو یدبر الامر من السماء کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس کے اس رجوع اور اپنے مبدأ میں مل جانے کو ثم یعرج الیہ کے کلمہ سے ظاہر فرمایا واللہ اعلم۔

حدیث شریف قول اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم کی تشریح

افادہ (ایک بار) میں نے اس حدیث شریف کے بارے میں دریافت کیا جو لوگوں میں مشہور ہے اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا لَمْ یَضُرَّہٗ ذَنْبٌ[1] آپ نے ارشاد فرمایا کہ احادیث کی کتابوں میں گو یہ حدیث بعینہٖ ثابت نہیں ہے لیکن اس کے مثل دوسری حدیث صحیح پائی جاتی ہے۔ قولِ اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم[2]۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر زمانہ میں صوفیاء کا ایک گروہ ایسا پیدا ہوتا ہے کہ باوجود ارتکاب معاصی کے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ الحاصل بعض افراد کے حق میں رحمتِ الٰہیہ بغیر ان کی توبہ کے بھی گناہوں کی مغفرت کا سبب ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ نادر ہوتا ہے۔ اور بعضوں کو توبہ اور ندامت کی توفیق عطا کر کے ان کے گناہوں کی تلافی کر دیتا ہے اور نجاست و میل کچیل سے پاک وصاف کر دیتا ہے۔ اور اس بات کو شاذ ہونے کی وجہ سے شرع نے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور نہ اس قسم کی باتوں سے تعرض کیا ہے۔ برسبیل تذکرہ اس کی مثال دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک معصوم شخص کو خواب میں دیکھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس شخص نے ہماری طرف متوجہ ہو کر آسمان کی طرف نظر کی اور اس کے آسمان کی طرف نظر کرنے سے یہ سمجھ میں آیا کہ اس کا اشارہ قضا و قدر کی جانب ہے یعنی جو کچھ بھی از قسم گناہ اس پہ گذرا ہے وہ سب تقدیر الٰہی سے ہے اور ان معاصی نے اس کے نفس کو ملوث نہیں کیا۔ اس جگہ یہ بات سمجھ میں آئی کہ بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں کہ گناہ ان میں کچھ اثر نہیں کرتا اور نہ ان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات مذکور ہوئی گو بہت کم ہوتی ہے۔

---

[1] جب اللہ کسی بندے کو پیار کرتا ہے تو گناہ اس بندے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔

[2] اللہ بدر والوں کے باطن پر مطلع ہوا جو تمہارا دل چاہے کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل صورت میں دیکھنا بالکل بعید نہیں ہے

افادہ = ایک دن میں نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا خواب میں اس طرح مشاہدہ ہونا جیسا محدثین نے لکھا ہے مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خواب میں دکھائی دیتے والی صورت صرف مثالی ہے اس کو صورت شہادیہ پر قیاس کرنا مع الفارق ہے (اصل صورت سمجھنا بعید از قیاس ہے) آپ نے جواب میں فرمایا کہ بعض نفوس قویہ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدرت عطا فرمائی ہے کہ اپنی جسمانی صورت کو رابطہ محکمہ کی قوت سے جس سے وہ اس صورت کو ظاہر کرتے ہیں محافظت کرتے ہیں۔ اور اسی صورت کے ساتھ دیکھنے والے کی نظر میں اپنے کو دکھلاتے ہیں۔ پس یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہرہ اسی رابطہ قویہ سے صورت جمیلہ شہادیہ کے تمثل و تشکل میں اقویٰ و ابلغ ہے۔" فلا استبعاد فی رؤیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلک الصورۃ الاصلیۃ۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی صورت میں دیکھنا بالکل بعید نہیں ہے۔

افادہ اس حدیث شریف جس کو نسائی نے روایت کیا ہے:۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل علی سائل مرۃ وعندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرت لہ بشئ ثم دعوت فنظرت الیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترین ان لا یدخل بیتک شئ ولا یخرج بعلمک قلت نعم قال مھلا یا عائشۃ ولا تحصی فیحصی اللہ علیک کے معنی بیان فرمائے کہ افراد انسانی میں سے ہر ایک کے نفس خاصہ کی ایک شریعت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنے نفس مطہر کی شریعت مختصہ کے بیان کا ارادہ فرمایا۔ اور آپ کی شریعت میں جملہ خصوصیات میں سے اپنے گھر میں دولت کا جمع نہ کرنا اور اپنی

لے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک بار میرے پاس ایک سائل آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے پس میں نے اس کو کوئی چیز دینے کا حکم دیا۔ پھر میں نے اس کو بلایا اور دیکھا کہ وہ چیز جو اسے دی گئی ہے کتنی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ فرمایا کہ کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے گھر میں نہ داخل ہو کوئی چیز اور وہ نہ نکلے تمہارے علم سے (یعنی تم نے فلاں کو اتنا دیا اور اب گھر میں اتنا باقی ہے) میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ! شمار کر کے نہ دو (ایسا نہ ہو) اللہ بھی تم پر شمار کرنے لگے۔

شریعتِ خاصہ کی خصوصیت کا اقتضا اپنے اہل بیت پر اس کی تنبیہ ہے۔ اور یہ اس بارہ میں ارشاد ہے کہ حضور کی متابعت و موافقت کے التزام میں غفلت نہ کریں یعنی جمع کرنے کی طمع نہ کریں اور خرچ کا حساب نہ کریں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرات عشرہ مبشرہ کی خصوصیات

افادہ عشرہ مبشرہ کی تخصیص کے بیان میں (اور) ان کو جنّت کی بشارت کے سلسلہ میں ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت ایسا ارشاد فرمایا کہ ان صحابۂ کرام کے لیے دارالسلام کی بشارت خصوصی کے سلسلہ میں آن واحد میں بحکم وجدان جو کچھ (مجھ پر) ظاہر ہوا وہ ان کا تین خصلتوں سے متصف ہونا ہے (اور) ان اکابر صحابہ کے علاوہ دوسروں میں اس کا پایا جانا بالاتفاق معدوم ہے۔ ایک شرافت نسبت دوسرے ہجرت اولیت۔ تیسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت و متابعت و نصرت پر ابتدائے اسلام سے وقت وفات تک استقامت بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی اس پر قائم رہنا۔ گو کہ یہ بات بطریق آحاد دیگر تمام صحابہ میں بھی واقع ہے لیکن اجتماعی حیثیت سے وجود حضرات عشرہ مبشرہ کی ذوات قدسیہ میں ان کی فضیلت و خصوصیت اور بشارت کے سبب سے ہوا ہے۔ واللہ اعلم

(خواجہ محمد امین کی مرویات ختم ہوئیں)

فَصْلٌ فِی تَمییزِ المِلّتَین

حدیث شریف خیر القرون قرنی الخ کی نفیس شرح

افادہ حدیث متواتر میں آیا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الخ اور صحابہ کرام کی فضیلت کا راز ان لوگوں پر جو ان کے بعد ہوئے یہ ہے کہ وہ واسطہ ہیں پیغمبر اور اس جماعت متاخرہ کے درمیان غلبۂ اسلام کی وجہ سے جو ان کے ذریعہ ہوا نیز ان کے ذریعہ علم حاصل ہوا۔ سمجھو اگر سمجھ سکتے ہو کہ امرِ ملّت کی مشابہت اس دیوار کی ہے جس کی اوپر کی ہر اینٹ نیچے کی اینٹ پر جمی ہوئی ہے۔ اور اس کے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں تک کہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ اسی طرح ہر قرنِ متاخر قرنِ متقدّم کی منت پذیر ہے اور اسلام کی روشنی علوم وہدایت اور تشریح میں احسان مند ہے۔ تا کہ صاحب شرع تک کام مکمل ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شریعت کو بلا واسطہ لائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی کافر اگر آج مسلمان ہونا چاہے تو اس کو کفر اور رسوم کفر سے نکلنے کے لیے کس قدر سخت محنت وتندہی کرنا پڑے گی۔ اسلام کی ابتدائی باتیں (مسائل) یاد کرے۔ اور ان سے متحقق ومتخلق ہو جائے (یعنی اپنے اخلاق وعادات چھوڑ کر اسلام کے اخلاق وعادات اختیار کرے)

اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ اور مشائخ کرام پر رحمت نازل فرمائے جنہوں نے ہم کو اپنے آغوش تربیت میں پرورش کیا۔ پہلا کلمہ جو ہم کو سکھایا کلمۂ اسلام تھا اور پہلا طریقہ جو ہم کو بتایا وہ اسلام کا طریقہ تھا اور دشوار گذار مشقتیں ہمارے سر سے دور کر کے ہمارے لیے آسانیاں پیدا (فراہم) کر دیں رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا اور کامل رحمتیں ان پر بھی ہوں جنھوں نے ہمارے ان اساتذہ اور مشائخ کرام کو اپنے آغوش تربیت میں لے کر محنت شاقہ سے آزاد کیا اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلوٰۃِ تامہ اور تحیاتِ کاملہ کا تحفہ پہنچے اور ہر وہ مسلمان جو بعد میں بھی اس ملتِ حقہ سے مستفید ہوں۔ علماً وعملاً۔ ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ دل وجان سے ان کا احسان مند رہنا چاہیئے۔ تا کہ اپنے آبائے ظاہری وباطنی کے ساتھ ہم نیکی کرتے رہیں۔ اور ان کی نافرمانیوں سے دور رہیں۔ والحمد للہ رب العلمین۔

حدیث شریف خذوا جوامع الکلم عنی کی تشریح

افادہ = خُذُوا جَوَامِعَ الْكَلِمِ عَنِّیْ۔ خذوا جوامع الکلم عنی۔
سر توحید کا انکشاف ولایت خاصّہ کے ارکان میں سے ایک بہت بڑا رکن ہے۔ اور ایک طلسم شریف۔ لیکن جب حد سے متجاوز ہو جائے اور قوت بہیمیہ اس کی موافق بن کر اس کو دہریت کی جانب کھینچے۔ اور رب و مربوب کے احکام کو باہم خلط ملط کر دے، اور حقائق اشیاء ثابتہ کے قوانین کو اٹھا دے تو یہ سم قاتل ہو جاتا ہے۔

افادہ = ورع و تقویٰ تہذیب نفس کے اصولوں میں سے ایک دوسرے کے بہت مشابہ ہیں لیکن جب وہ حد سے تجاوز کر گئے تو ایک قسم کا وسواس پیدا ہو جاتا ہے جو جنونی کر دیتا ہے۔ اور وہ اس کو ورع کہتا ہے۔ اور اپنی اس غلطی پر (بجائے متنبہ ہونے کے) دھوکا کھا جاتا ہے۔

افادہ = جب کوئی علم مبدأ فیاض سے ریزش کرتا ہے تو اس نفس کے لیے اس جگہ سے استعداد تام ضروری ہے اس لیے کہ تجلی متجلی لہٗ کی حسب استعداد ہوتی ہے اور جب استعداد تامہ ہو تو ممکن ہے کہ یہ علم خیال کا تراشیدہ ہو (یہاں) سوال یہ اٹھا اور یہ اشتباہ پیدا ہوا کہ اس کا فیصلہ کیسے کیا جائے (تو)، اس اشتباہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ایک شخص ہے جس کو تمکین تمام کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ علوم متضادہ اس کو مشوش نہیں کرتے اس کا مزاج ہر اس مشتبہ چیز کی تمیز کے لیے جو عالم میں پیش آوے ایک مسطر (آلہ) ہے۔ اس علم کو اس کے لیے پیش کرنا چاہیے اور وہ صورت حال کو سمجھے (پرکھے) اور اپنے ہر جوہر شفاف کو مقابل کرے تو اس جگہ سے ایک چنگاری نکلے گی۔ اور وہ چنگاری دو احتمالوں میں سے ایک کی تصحیح کرے گی۔ اس کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

افادہ = قواعد طب سے ثابت ہو گیا ہے کہ آدمی کے بدن میں سودا کا انتشار حواس کو معطل کر دیتا ہے۔ پس (اسے ایسا معلوم ہوتا ہے) کہ وہ نیند میں ہے۔ حالانکہ وہ جاگتا ہوتا ہے اور (اسے یہ محسوس ہوتا ہے) کہ وہ تنہا ہے حالانکہ وہ مجلس میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اس قسم کے آدمی پر آنے والے حادثات اور دل کی پوشیدہ باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ان کو بیان کرتا ہے۔ اور اس کو عرف عام میں مجذوب کہتے ہیں، اور حقیقت میں اس کا نام مجنوں ہے۔ اولیاء اللہ کے دفتر میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اگرچہ عوام اس

سے خرق عادات وکرامات دیکھتے ہیں۔ اور اس سے اعتقاد عظیم رکھتے ہیں کبھی اسباب سماویہ حوادث میں صورت حادثہ پر اجماع کرتے ہیں۔ اور اس سے ملکوت میں ایک صورت مثالی منقش ہو جاتی ہے، اور اس (تصویر) مثالی سے افراد انسانی میں سے اہل صفائے کے نفوس پر اس کی روشنیاں منعکس ہو جاتی ہیں۔ اگر اس کا انعکاس قلب پر پڑا تو عزم وہیبت کی صورت پیدا ہوتی ہے اور اگر عقل پر پڑا تو مکاشفہ واقعہ کی صورت میں ہوتا ہے کبھی یہ شخص تفصیل جانتا ہے اور کبھی نہیں جانتا۔ بہر حال وہ اس کو اپنے دوست واحباب سے بیان کرتا ہے۔ اور وہ اس کو اس کے مقامات میں لکھ لیتے ہیں۔ اور تاثیر ہمت پر قیاس کرتے ہیں۔ اور ارباب خرق اسباب نظام شمار کرتے ہیں (یعنی وہ لوگ جن کو قوت ملکیہ حاصل ہو اور کرامات ان سے ظاہر ہوں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں سبب پایا جاتا ہے) حالانکہ حقیقتاً اس جگہ کچھ نہیں ہوتا بجز ان روشنیوں کے انعکاس کی قبولیت کے جو عالم ملکوت میں بمنزلہ خواب کے ہیں۔ اور ان مقامات نویسوں کو اس قسم کے بہت سے اشتباہ درپیش ہوتے ہیں۔

احوالِ نفسانیہ: احوال نفسانیہ جیسے وجد وزہد وقناعت۔ سبب واصل کی ترکیب سے پیدا ہوتے ہیں ایک مزاج طبیعت جو ہیأت نفسانیہ کا مقتضی ہے۔ اور دوسری طلب پر جمع ہمت۔ پس وہی مزاج طبیعت کے تغیر کا مقتضی ہے۔ اگر مرید راہِ عشق کا سالک نہیں ہے تو عشق میں نشاۃ اور مطعومات کی طرف رغبت ہوتی ہے اور اگر سلوک اختیار کر لیا تو وہ سب خدا کے لئے اور راہ خدا میں صرف ہو جاتا ہے۔ اور اسی لئے خلق سے نفرت ہر مقام کے سالک کو نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اس کے مزاج پر سودا کا غلبہ نہ ہو جائے۔ اور اس وقت تک لذت وجد حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک کہ بخار منی دماغ تک نہ پہنچ جائے۔ پھر ان احوال کے لوگ بھی دو قسم کے ہیں ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جن پر احکام مزاج غالب ہیں۔ اور نفس ناطقہ کی تہذیب ان احوال کے ساتھ ضرورتاً نشأت کے مطابق ہے۔ اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر نفس ناطقہ کی ہیأت غالب ہے اور اس وجہ سے بحکم ضرورت مزاج کا تغیر نشأت کے مطابق ہے۔ اور دونوں قسموں کے درمیان تمیز کرنا علوم کی باریکیوں میں سے بہت باریک بات ہے۔ جو اہل تمکین کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہوتی۔

افادہ = بنی آدم کی دعائیں حظیرۃ القدس کی جانب بلند ہوتی ہیں۔ اور کتنی ہی بار شکستہ ہو کر خلع ولبس کی صورت میں مختلط[1] ہو کر تجلی اعظم کی شعاع میں مل جاتی ہیں۔ اور نیز ملائکہ علویہ جن کا انتشار نوعِ انسان کی تکمیل کیلئے ہے۔ ان دعاؤں کو بہ سمع قبول سنتے ہیں۔ اور ان کا استماع بخشش کے دروازہ کا کھٹکھٹانا ہوتا

---

[1] ملا ہوا ۔ اختلاط کیا ہوا۔

ہے۔ان دونوں کی ترکیب سے اصل تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اور زمین کی جانب اتر کر الہام واساطہ اور تقریب سے تصرّف کرتی ہے۔یہاں تک کہ وہ دعائیں متحقق ہو جاتی ہیں۔ اگر نظام اسباب کو ہم ملاحظہ کریں کہ وہ جزم نہیں ہوا اور اگر ان دونوں چیزوں کے ساتھ دعاؤں کے ارتفاع کے نظام کو اور اس کے زمین کی طرف نزول کو ہم ملاحظہ کریں یہ بھی منجزم نہیں ہے۔ اب وہ حوادث جو دُعا کے پیچھے مخلوق ہوئے ہیں، دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے۔ جو استجابتِ دعا کی صورت میں حظیرۃ القدس میں متمثل نہیں رہے۔ اس جگہ پر نشأت کے احکام کی غایت غالب تر ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ ملکوت میں انعقاد اور اس کی تجلیات اس سے زائد ہیں جو خارج میں دیکھا اور سنا جاتا ہے، اور اسبابِ استجابت کے احکام کی رعایت اس قسم میں بہت زائد غالب ہے۔ اگرچہ عرف عام کے مطابق صورتِ حادثہ کوئی عجیب چیز نہیں ہے۔""

ویقال فی مثل ذالک هذا ایقال لہ عند اللہ عظیم و ھٰذا[لے] لا یزن عند اللہ جناح بعوض۔

خوارق عادات واقعات کی حقیقت

افادہ = ہر خرق عادت اور ہر عجیب واقعہ جو انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتا ہے عارف کی نظر میں لطائف نفس کے کسی لطیفہ یا قوائے فلکیہ کی کسی قوت کی طرح جو ان کے وجود میں پنہاں رکھا گیا ہے یا ملاء اعلیٰ کی تائید جو مثل ایک متصل آبشار کے ان کے نفوس پر ریزش کرتی رہتی ہے یا خصوصیتِ وقت کے اقتضا پر مبنی ہے جب ان اسباب پر نظر پڑتی ہے تو خوارق عادات، عادات ہو جاتے ہیں۔ جیسے قوتِ محسوسہ میں جو پتھر رستم اٹھا سکتا ہے یا جو کمان رستم کھینچ سکتا ہے عام لوگوں میں سے کوئی اٹھا یا کھینچ نہیں سکتا۔ ہزاروں میں سے ایک پہلوان ایسی قوت و شجاعت اور زور آوری کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح انفعال نفسانیہ جیسے فراست و ذہانت و شجاعت میں بھی ہزاروں میں سے ایک فرد صدیوں میں مسعود ساعتوں میں ایسا پیدا ہوتا ہے جو ان صفات کا حامل ہو اور دوسروں میں ان صفات کا عشر عشیر بھی نہ ہو۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کیا کہ سل اللہ ان یطعمھم فان اللہ تعالیٰ عودک الاجابۃ تو انہیں معنوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے لفظ عودک میں اس مضمون کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ جب یہ مسئلہ تحریر ہو گیا تو ایک مشکل

لے اور یہ چیز اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔

درپیش ہوئی کہ خرق عادت در حقیقت عادت ہی ہے۔ اور معجزہ در حقیقت معجزہ ہے۔ ایسے ضعیف لوگ جن کو اتنی قوت نفسانیہ نہیں ملی جتنی پیغمبروں کو ملی ہے تو وہ کس طرح ایسی قوت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ہم ان اشکال کے حل کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ دراصل مرسلین کا انقیاد مُرسَل الیہم پر واجب ہونا امر جبلی ہے۔ جیسے گھوڑے پر چارہ کھانا، درندے پر گوشت کھانا اور بچہ پر ماں کے پستان سے دودھ کھینچنا واجب ہے۔ اسی طرح پیغمبر کے لیے رُشد و ارشاد اور مُرسَل الیہم کے لیے اس کا مطیع و منقاد ہونا واجب ہے۔ یہ سب ایسے مجھول ہیں کہ ان سب کی مختلف صورتوں کی اصل صورت نوعیہ ہے لیکن لطف الٰہی بنی آدم کے ہر فرد کے ساتھ علیحدہ معاملت کے لیے صورتِ نوعیہ کے خواص کی نسبت سے تنزل فرماتا ہے۔ اور لوازمات میں سے کسی ایک لازم کو جو عادت کے طور پر اقامت بخشتا ہے جیسے طاعات حق جن کو خدائے تعالیٰ نے انعام کے طور پر ہر ہر فرد متوسط طور پر ادا کرتا ہے حجر بحث کی اصلیت کے مطابق۔

اسی طرح انبیاء کی نبوت کا اِثباتِ معجزات پر مبنی ہے۔ اور یہ ان کے شرفِ نفس پر۔ نیز اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نفوس ملاءِ اعلیٰ سے ملحق ہیں۔ اور یہ انبیاء ہی کا خاصہ ہے کیونکہ اصل نبوت ان کو ہی دی گئی ہے۔ پس عوام کے ادراک میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا وزیر بنائے تو وزارت کی ظاہری علامت یہ ہوگی کہ وہ اپنی پرانی عادت کو تبدیل کرے۔ یہ اس کی سچائی کی دلیل ہوگی۔ یہ علم مالوف میں شامل ہوگیا۔ اور ایک نے دوسرے کی جگہ لے لی۔ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا جس طرح افراد انسانی کی بہ نسبت جو وجوب انقیاد کی مقتضی ہے یعنی وہ بادشاہوں کے احکام کی تکمیل سیاسی معاملات میں کرتے ہیں کیونکہ بادشاہ سیاسی رازوں سے واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح شریعت کے راز سے کسی شیخ کو واقف اسرار بناتے ہیں۔ اور اس سے مستفیض ہونا شرطِ صحبت پر مبنی ہے۔ اور یہ اس شیخ کے شرفِ نفس اور ملاءِ اعلیٰ سے علماً اور عملاً اتصال پر دلالت کرتا ہے۔ اور اللہ کی مرضی پر راضی رہنا بھی مشروط ہے۔

○

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے دن لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْم فرمانا اور قوت زہرہ کی تاثیر کا ظاہر ہونا (سیاروں کی تاثیرات کا بیان)

اور علوم حقہ خصوصاً احکام شریعت اور کلام نفسی کے اجراء سے مستفیض ہونا بمنزلہ "جریان نہر (نہر کے جاری ہونے کی طرح) بسوئے نفس پیغمبر ہے لہٰذا سحر و طلسم خوارق کی حد سے نکل آئے۔ کیونکہ جو خوارق عادات سحر و طلسم کے حصول کے لیے کئے جاتے ہیں ان میں دنیاوی مفاد مدِ نظر ہوتا ہے اور وہ علم کسبی ہوتا ہے لیکن احوال قدسیہ معجزات کی حد میں داخل ہو گئے گو کہ ان کی شناخت عارف ہی کر سکتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں باب کعبہ کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور صنادید قریش کی ایک جماعت کو جنہوں نے آپ کی ایذاء رسائی میں سعی بلیغ کی تھی اور ان کے سینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے دیکھا کہ سب جمع ہو کر کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا کہنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ اَخٌ کَرِیْم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (کیا) قصہ یوسف دھرانا چاہتے ہو۔ کہنے لگے ہاں۔ فرمایا میں بھی کہتا ہوں لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ کینہ و حسد ان کے دلوں سے (چشم زدن) میں نکل گیا۔ اس لطف کی وجہ سے یہ عجیب حادثہ پیش آیا۔ اور ان لوگوں کے قلوب کی صفائی بلاشک خرق عادت ہوئی لیکن اس خرقِ عادت کی اصلیت (وہ) قوتِ زہرہ تھی جس نے بہ نفس نفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جوش مارا۔ اور ان قوائے زہرہ کو جوان کفار کے نفوس میں۔ تھے ہیجان میں لائی۔ اور دونوں نے مل کر عجیب علاج کی صورت ظاہر کر دی۔ اور ایک عجیب انجذاب و روح و راحت و بہجت و سرور ظاہر ہوا۔

اور اسی طرح وہب بن عمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے آیا۔ اور آپ نے اس کو بعض امور معینہ (خفیہ ارادۂ قتل آنحضرت) پر مطلع فرمایا۔ اس اطلاع دینے کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس سے عجیب قوتِ زہرہ برآمد ہوئی۔ اور وہب کے نفس پر مثل چنگاری کے گری۔ اور اس کی رعونت کو کلیتہً جلا ڈالا۔

اور ایسا ہی واقعہ ثمامہ ہر نسائی اور ہند زوجہ ابوسفیان کے ساتھ پیش آیا۔ یہ سب قوتِ زہرہ ہے جو صاحب دولت کے نفس سے نکل کر دوسروں کے نفوس تک پہنچتی ہے۔ اور ان کے قوائے کا منہ

کو ہیجان میں لاتی ہے اور عجیب طلسم ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح جنگ بدر میں قوت مریخیہ نے قوت شمسیہ سے دوچند شامل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مارا۔ اور اسی طرح فتح مکہ میں قوت مریخیہ قوت شمسیہ سے تگنی یا چوگنی قوت سے مل کر بہ نفس نفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جوش زن ہوئی اور غائب کو اپنا مسخر کیا اور ایک ماہ کی مسافت تک آپ کا رعب طاری رہا۔

اور اسی طرح حجۃ الوداع کے دن قوت مشتری قوت شمسیہ کے ساتھ۔ قوت قمر قوت زہرہ کے ساتھ قوت زحل قوت عطارد کے ساتھ آپس میں ایسی مل گئیں کہ ایک جز ہو گئیں۔ یہاں تک کہ تینوں ایک ہو گئیں اور عالم میں عجیب تسخیر و تالیف و فرمان و تشریف پھیلا دی، جاہل کہے گا کہ یہ معجزے نہیں ہیں اس لیے کہ جو شخص بھی ایسے طالع میں پیدا ہوا اس سے بھی ایسے ہی معجزے سرزد ہوں۔ اور یہ ہمیشہ نہیں ہوتا ہے (یعنی معجزات صرف انبیاء علیہم السلام کیلئے مخصوص ہیں)

مزامیر سننے کی خوبیاں اور منع کرنے کی وجوہ

افادہ مزامیر کو حلال جاننے والوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم مزامیر کی آوازوں سے لذت پاتے ہو یا نہیں۔ اور اس کہنے سے اس کی غرض یہ معلوم ہوئی کہ اگر ان نغمات کو تم اچھا سمجھتے ہو تو اس کے سننے پر انکار اور احتراز نہ کرتے۔ میں نے کہا تم نے بات کا سلسلہ شروع کیا اب اپنے حواس کو جمع کرو اور سمجھو، اگر سمجھ سکتے ہو۔ ہاں میں اس کی خوبیاں سمجھتا ہوں۔ اور اس سے بہت زائد لذت پاتا ہوں۔ اگر چند روز میں اس پر مداومت کروں (پابندی) تو اس کا خوف ہے کہ اسی میں گم نہ ہو جاؤں۔ اور تمام اشغال سے باز رہوں۔ لیکن دو چیزیں اس کی مانع ہیں۔ ایک شرعی دوسری طبعی۔ مانع شرعی یہ ہے کہ ہر چند اپنی حد ذات میں کریم مطلق کے اطلاق نے اپنے کرم بے علت سے تشریع کی قمیص مجھے پہنائی ہے اور میری لذت اس میں رکھی ہے جو شرع کے موافق ہو۔ اور جو چیز خلاف شرع ہو اس سے مجھے نفرت دی ہے وہ نفرت مجھے اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں اس قسم کی چیزوں کی طرف مشغول رہوں اور مانع طبعی یہ ہے کہ میری شرافت نفس اس کو جائز نہیں سمجھتی ہے کہ میں بدعتیوں کی مجلس میں بیٹھوں۔ اور مردوں یا نامحرم عورتوں کا گانا سنوں۔ یا کسی غیر شریف عورت سے نکاح کروں۔ شرافت نفس

جس سے مطلب اعراضِ نفس ہے اس قسم کی حرکات سے اصل فطرت کے مطابق اوضاع خسیسہ سے مجھے روکنے والی ہے۔ اگر تم عقل سلیم رکھتے ہو تو ایک دوسرا دقیق نکتہ اس سے زائد میں بیان کروں۔ جس طرح میرا نفس شرافت رکھتا ہے اسی طرح میری جانِ جاں جو میری جان کا خلاصہ ہے وہ بھی شرافت رکھتی ہے اور اس کی شرافت یہ ہے کہ وہ فطرتاً اس بات سے مانع ہے کہ میری جانِ جاں میں تجلی اعظم کے نقوش کے علاوہ کوئی اور نقش منطبع ہو۔ میری فطرت ایسی پر پیدا کی گئی ہے کہ اس میں تجلیِّ اعظم ہی کا نقش منطبع رہے جس طرح انگوٹھی کے نقوش موم میں اور جو کچھ تجلیِّ اعظم کے علاوہ ہے اس کے نقوش کے انطباع سے میری جانِ جاں انکار کرتی ہے اور ایک قسم کی الفت و نفرت رکھتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا بھید ہے جو میں نے سید البشر شفیع یوم المحشر علیہ الصلوٰت والتسلیمات سے میراث میں پایا ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الا ان اللّٰہ تعالیٰ اتخذنی خلیلاً و ما ینبغی لمن اتخذہ اللّٰہ تعالیٰ خلیلاً ان یتخذ غیر اللّٰہ خلیلاً۔ او کما قال

بعض صفات محمُودہ، صفات غیر محمُودہ کے ساتھ مشتبہ ہوتے ہیں۔

افادہ بعض صفات محمُودہ صفات غیر محمُودہ کے ساتھ مشتبہ ہوتے ہیں اور نادانوں پر دشوار ہوتے ہیں۔ جس طرح بعض مواد میں جُبن حلم کے ساتھ اور حلم جبن کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے وہ کراہیت کے مقام پر ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے نافہموں کی نگاہ میں عالی ہمتی اور تشویش مختلط و ملتبس ہوتی ہے (گھل مل جاتی ہے) عالی ہمتی نفس کی پاکیزگی کی صفت ہے جو عنصر کے میل کی طرح اپنی سطح باطنی کی طرف رغبت کرتا ہے (یعنی) بعض ان مناصبِ شریفہ کی طرف جو اس کی جبلّت میں رکھے ہوئے ہیں لیکن اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ وہ بالفعل اس نفس میں متحقق ہو جائیں پس نفس طبعی طور پر اس کی طرف رغبت کرتا اور اس کی طلب کرتا ہے۔ اور اپنے قوائے عقلیہ و عملیہ کی افواج کو اس کی تحصیل پر مقرر کرتا ہے۔ اور یقیناً آخرکار اس مطلب (مقصد) پر فائز ہو جاتا ہے۔

اور تشویش سے مطلب یہ ہے کہ آدمی اصل فطرت میں ماؤف (بے بس) ہوتا ہے۔ اس کی ظلمتِ نفس سے ایک بخار جو سودا کے بخار کے مثل ہوتا ہے، نکل کر اس کے قوائے عقلیہ کی طرف صعود کرتا ہے۔ اور

اس کے حزم (عاقبت اندیشی) کو مشوش اور عقل کو تیرہ و تار کر دیتا ہے۔ اس حالت میں جو مقصد اسنیٰ اس کو نظر آتا ہے وہ مناصب دینیہ کے عادات و استحسان سے اس کو محقق پاتا ہے۔ اور اس کے فقدان سے وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ نہ اس کے قویٰ اس کا تقاضہ کرتے ہیں۔ اور نہ اس کے نفس کی جبلت میں وہ ودلیعت رکھے گئے ہیں۔ اور نہ قوائے عقلیہ و عملیہ کے اعمال ان مطالب کے حاصل کرنے میں اس سے ظاہر ہوتے ہیں پس تشویش اور عالی ہمتی میں فرق کئی وجوہ سے پیدا ہوتا ہے۔ عالی ہمتی میں استعداد اس کے مطلب (مقصد) کے مناسب ہے۔ اور اس مطلب کا اجمال اس کے نفس میں ودلیعت رکھا ہے اور اس کی تفصیل دوسرے سے وابستہ کر دی گئی ہے اور اعمال قویٰ اسی کے مطابق متحقق ہوتے ہیں۔ آخر کار اس امر پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور تشویش میں استعداد مناسب نہیں ہے اور نہ اس کی طلب میں کوشش کرے۔ اور نہ استعداد و اجمال ودلیعت کیا گیا ہے اور نہ انجام کار اس پر فائز ہوگا۔ اور اگر کوئی دوسری خواہش اور مطلب اس کے پیش نظر ہو جائے تو اس کو حاصل کرنے کی بھی خواہش اس میں پیدا ہو جائے گی اس کی مثال ہرجائی آدمی...... کی ہے جس طرح کوئی آدمی جس کو عرف عام میں فقیر بن فقیر کہتے ہیں جو نہ عقل معاش رکھتا ہے۔ اور نہ شجاعت و کفایت۔ اگر طلب سلطنت اس کے دماغ میں آشیانہ بنائے تو اس کو ارباب جنون میں شمار کریں گے (برخلاف اس کے) اگر کوئی شہزادہ جو عقلمند بھی ہو اور شجاع بھی (اور اسی کے ساتھ ساتھ) تالیف قلوب اور ہردلعزیزی حاصل ہو وہ اگر سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کرے تو اس کو عالی ہمت شمار کریں گے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو جان لینا چاہیئے کہ مرضیٔ الٰہی یہ ہے کہ استقامتِ نفس طلب کرنا چاہیے۔ اور وہ اقسام نفس میں سے ہر قسم میں موجود ہے قَالَ صلی اللّٰہ عَلَیہ وسلم۔ اِسْتَقِیمُوا وَلَن تُحْصُوا۔ اکثر افراد بنی آدم اس کے مستعد ہیں کہ اپنی قوت بہیمیہ وسبعیہ کو پابند شرع کریں اور طہارت و عبادت و مناجات کے انوار سے منور ہوں۔ نہ یہ کہ فنائے بحت اور مقاماتِ توحید پر پہنچ جائیں۔ ان کو سوا اس مطلب کے لیے مقدور بھر کوشش کرنا اور نایافت کی تشویش میں متالم ہونا ان کے کاروبار میں مانع ہے اور اگر سالک خود اپنی استعداد کا تعین نہ کر سکے تو اسے کسی متمکن (اہلِ دل) کے پاس جانا چاہیئے۔ اور اس سے استفسار کرنا چاہیئے۔ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْم

اقوال و احوال ان بزرگوں کے

جو حضرت اقدس سے نسبت و قرابت رکھتے ہیں

تیسری قسم ان بزرگوں کے اقوال و احوال کے سلسلہ میں جو حضرت اقدس سے نسبت و قرابت رکھتے ہیں اس سلسلہ میں شیخین جلیلین (جو حضرت اقدس کے بڑے اور چھوٹے ماموں صاحبان ہیں) کے ذکر سے ابتداء کی جاتی ہے۔ اگرچہ بندہ کاتب حروف کا ارادہ یہ ہے کہ اگر توفیق الٰہی شامل ہو جائے تو ان دونوں حضرات کے تاثر میں مع بعض دیگر اصحاب کے ذکر کے ایک علیحدہ رسالہ ترتیب دے گو کہ اس رسالہ میں بھی جو اس خاندانِ عالیشان کے بزرگوں پر مشتمل ہے اور جن کی خدمت میں یہ غلام شرف اندوز رہا ہے۔ اور ان کے واردات، واقعات، افادات اور کرامات سے سعادتِ دوجہانی کا ذخیرہ اندوز ہوا ہے۔ تاکہ اگر دوبارہ تائید الٰہی سے اس ارادہ کو عمل میں لانے کی توفیق حاصل ہو تو مصداق ھوا لمسك ماکررتہ یتضوع (وہ ایک ایسا مشک ہے کہ تم اس کو جتنا زائد گھسو گے وہ اتنی ہی خوشبو دے گی) ورنہ بحکم ما لا یدرك كله لا یترك كله کا لیتہ اس دولت سے محروم بھی نہ رہے قدرے ان بزرگوں کے حالات بھی شامل کرتا ہے۔ چوں کہ یہ قسم موضوع ان بزرگوں کے ذکر میں ہے جو حضرتِ اقدس سے نسبت و قرابتِ خاص رکھتے ہیں۔ لہٰذا اصولاً الاقرب فالاقرب کے قاعدہ کے مطابق پہلے حضرتِ اقدس کے دونوں بھائیوں کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ لیکن حضرتِ اقدس کے حکم کے مطابق جو حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہے شیخین کا ذکر مقدم کیا جاتا ہے۔

———— ○ ————

حضرت عارف باللہ شیخ عبید اللہ صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بیان قدرے احوال کرامت اشتمال و اقوال اسرار مآل مالامال صاحب مقامات عالیہ و کمالات ظاہرہ۔ صاحب ریاضات و مجاہدات کثیرہ و معارف عظیمہ الراسخ فی الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت عارف باللہ شیخ عبید اللہ ادام اللہ ظلال ارشادہم جو حضرت اقدس کے بڑے ماموں صاحب ہیں اور غلام کاتب حروف کے والد ماجد۔

افادہ: **ولادت** اس فقیر نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ حضرت قبلہ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد قبلۂ ارباب معرفت و شہود کعبۂ اصحاب ذوق و وجود مظہر کامل اللہ الصمد حضرت شیخ محمد قدس سرہ العزیز نے ایک مبشرہ میں حق تعالیٰ کو تجلیٔ صوری کیساتھ دیکھا کہ ایک بچہ کی انگلی پکڑ کر لایا اور فرما رہا ہے کہ کیا تو چاہتا ہے کہ اس بچّہ کو تجھے دیدوں انہوں نے عرض کیا کہ خداوندا! بندہ تیرا ہے۔ جہاں تو چاہے اس کا وجود ظاہر فرما (جس کو تو چاہے عطا فرما) اس مبشرہ کے بعد ہی حضرت قبلہ پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کے دست حمایت میں تربیت پائی۔

افادہ = **تحصیل علم** حضرت جدامجد کے (خادمین میں سے) ایک خادم بیان کرتے ہیں۔ کہ ابتدائً حضرت قبلہ تحصیل علم کی طرف نہ تو راغب نہ تھے اور نہ پابند۔ ایک روز میں نے حضرت مرشدی قدس سرہٗ سے ان کے عدم شوق کی شکایت کی آپ نے فرمایا "اے فلاں تم کیوں فکر کرتے ہو یہ لڑکا جیسا ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا" پس آپ کے اس فرمانے نے ظہور کیا ایسا کہ حضرت قبلہ نے خود زبان شریعت سے بیان کیا کہ میں عربی میں شرح ملا جامی تک پڑھ چکا تھا لیکن میرا حال یہ تھا کہ کچھ بھی ترکیب عبارات معلوم نہ تھی۔ جب والد ماجد کے حضور میں درس لینے جاتا تو ناچار درس کی مقدار بھر مطالعہ کر کے لیجاتا تھا لیکن صحت اعراب اور ان کی اغلاط سے کوئی خاص واقفیت نہ تھی (عبور نہ تھا) ایک روز میں مطالعہ کر رہا تھا۔ اور

اعراب قاعدۂ نحوی کے خلاف زبان سے نکل رہے تھے اسی اثنا میں میرے ماموں شیخ بدر الحق (وہاں) پہنچ گئے اور اس کوشش کرکہ مجھے ان کی اغلاط پر مطلع فرمایا اور صحت فرمائی اور ان کی تراکیب کے طریقے بتلائے جب اس دن حضرت والد ماجد کے حضور سبق پڑھنے گیا اور تمام عبارت صحیح پڑھی تو آپ نے امتحاناً مجھ سے پوچھا کہ آج عبارت کو تم نے صحیح کیسے پڑھ لیا جب میں نے آپ سے اس کی وجہ عرض کی تو نہایت مسرور ہوئے اور اسی وقت سے میرے مطالعہ کا فتح باب ہوگیا اور ذہن کھل گیا اور مطالعہ کا اس حد تک شوق پیدا ہوگیا کہ بیشتر تو پوری پوری رات مطالعہ میں گذار دیا کرتا تھا اور اپنے تمام ہم سبق طلبار کو بلکہ وہ جو پڑھائی میں مجھ سے بھی آگے تھے سب کو درس دینے لگا اور انہوں نے مجھ سے کتب متداولہ (مروّجہ) پڑھیں۔

افادہ = **اشتغال طریقت** حضرت قبلہ تحصیل علوم کے بعد اشتغال طریقت میں مشغول ہوئے جس میں بڑی سخت ریاضتیں کیں اور متعدد چلے کھینچے یہاں تک کہ (ایک وقت ایسا آیا) کہ انوار طریقت اور اسرار حقیقت پر فائز ہو گئے اور اپنے والد ماجد کی رحلت کے بعد مسند ارشاد و تلقین پر ان کے سجادہ نشین ہوئے اور ان کے والد کے تمام کارکردہ اصحاب نے آپ سے رجوع کیا اور آپ کی خدمت میں ظاہری و باطنی استفادہ کیا اور تعظیم و توقیر خادمانہ بجالاتے تھے اور حضرت قبلہ نے بھی فقرار اور طلبار کی رضاجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور افادۂ علوم اور افاضۂ اسرار پر کمربستہ ہوئے استقامت میں راسخ القدم اور عالی مرتبہ ہوئے اور باوجود تمام اُمور پر کلیتاً ثابت قدم رہنے کے پھر کمر استرشاد باندھ کر مرشد مرشد شیخ بزرگ امام الطریقہ قطب الحقیقہ حضرت شیخ عبدالرحیم قدس سرہ العزیز کے آستانہ فیض آشیانہ پر دہلی میں حاضر ہوئے اور اپنی مشیخت کو یکسو رکھ کر تجدید بیعت کی اور از سر نو سلوک شروع کیا ایک سال تک آپ کی خدمت میں آستانہ کرامت آشیاں پر قیام کر کے فیوض حاصل کئے یہاں تک کہ اس شعر کے مصداق ہو گئے۔

؎ کان للہ بودہ در ماضی ۔ تا کہ کان اللہ لہ، آمد جزا

اجازتِ ارشاد حضرت شیخ بزرگ قدس سرہ نے اجازت ارشاد بلا واسطہ عنایت فرمائی اور اس مضمون کی مثال تحریر فرما کر مرحمت فرمائی۔

○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا الصراط المستقيم ووفقنا العروج الى معارج المنهج القويم والصلوة على رسوله محمد صاحب الخلق العظيم وآله واصحابه الهداة الى النعيم المقيم امابعد فيقول العبد الضعيف النحيف الراجي الى رحمة الرب المعين عبدالرحيم بن وجيه الحق والدين غفر الله له ولوالديه واحسن اليهما واليه لما تفتشت الشيخ عبيد الله بن مخزن الحقائق والمعارف الشيخ محمد قدس سره اشغال الطريقة القادرية والچشتيه والنقشبندية والمدارية زاد الله اهلهم شرفاً وعزاً. رأيت فيه آثار الفناء والبقاء وانوارها واسرارها فاجزته الارشاد للطالبين والسالكين الى الله والبسته خرقة المشائخ قدس الله اسرارهم كما اجازني والبسني مشائخ الطرق المذكورة فمن صحبه فكانما صحبني ويده كيدي فمن بايعه فكانما بايعني، وايضاً اجزته لدرس التفسير والحديث. اللهم ارزقني اياي واياه الاستقامة على سجادة المشائخ واجعل الآخرة خيراً من الاولى بعزتك وبحرمة نبيك وآله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين قال الله تعالى قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم. اللهم وفقه لما تحب وترضى.

سب تعریف اس اللہ کے لیے ہی ہے جس نے ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت دی اور راہِ سلوک کے معارج کی طرف عروج کی توفیق دی۔ اور درود ہو اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صاحب خلق عظیم ہیں اور ان کے آل و اصحاب پر جو نعیم مقیم کی جانب ہدایت دینے والے ہیں۔ امابعد بندۂ ضعیف و نحیف ربّ معین کی رحمت کا امیدوار عبدالرحیم بن وجیہ الحق والدین اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت فرمائے، اور اس کے اور ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائے، کہتا ہے کہ جب میں نے شیخ عبید اللہ بن مخزن حقائق و معارف شیخ محمد قدس سرہٗ میں طریقہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور مداریہ، (اللہ تعالیٰ اس کے اہل کو شرف و عزت بخشے) کے سلسلہ میں تفتیش کی تو ان میں فنا و بقا کے آثار اور اس کے انوار و اسرار مشاہدہ کیے پس میں نے ان کو طالبین و سالکین کے رشد و ارشاد کی اجازت دی۔ اور ان کو مشائخ کرام قدس اللہ اسرارہم کا خرقہ پہنایا جسطرح مشائخ طرق مذکورہ نے مجھے کو مجاز کیا اور خرقہ پہنایا جس نے ان کی صحبت اٹھائی۔ اس نے (درحقیقت) میری صحبت اٹھائی۔ ان کا ہاتھ (یعنی) میرا ہاتھ ہے جس نے ان سے بیعت کی اس نے مجھ سے بیعت کی نیز میں نے ان کو حدیث و تفسیر کے درس کی اجازت دی ہے۔ اے اللہ مجھکو اور ان کو مشائخ کرام کے سجادہ پر استقامت عطا فرما اور آخرت کو اپنی عزت و رحمت اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب کی حرمت کے طفیل سے دنیا سے بہتر بنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی لوگوں سے کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے

محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا۔ اے اللہ ان کو ان باتوں کی توفیق عطا فرما جن کی تیری مرضی ہے اور جن کو تو پسند کرتا ہے۔

اللھم ارزقہ الاستقامۃ واجعلہ صاحب الکرامۃ

اے اللہ ان کو استقامت عطا فرما اور صاحب کرامت بنا"

افادہ = مرجع و نافع خلائق :۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ جو کسی جگہ کے صاحب ولایت ہوتے ہیں ان کی ہمت کو اس دیار کے لیے فائدہ پہنچانے والا اور نقصان کو دفع کرنیوالا بنا دیتے ہیں اور اس چیز کو عالم مثال میں متمثل اور متشبح کر دیتے ہیں۔ اور اس دیار میں افاضۂ برکات کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اور وہاں والوں کو انکا مسخر و مطیع کر دیتے ہیں اور ان کے خیر خواہ کو مقبول اور بدخواہ کو مخذول بنا دیتے ہیں اور یہ بات بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ نے میرے بڑے ماموں صاحب کو اللہ ان کو سلامت رکھے عطا فرمائی ہے ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ کو عوام و خواص کے قلوب میں قبولیت عامہ (ہر دلعزیزی) عطا فرمائی (اس وقت سے) تمام امراء، غرباء اور فقراء آپ کے معتقد ہیں اور اپنی مقصد برآری میں دعا و توجہ و تعویذات وغیرہ میں آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ اور آپ کے قدموں کی برکت سے برکات حاصل کرتے ہیں اور اپنے مسائل کا حل آپ کی کلید توجہ و ہمت سے وابستہ پاتے ہیں اور حضرت قبلہ خود بھی دوسروں کی مصالح کی خاطر بذات خود شدت و کلفت اختیار فرماتے ہیں اور متعلقین کی حاجت برآری اور غرباء کے ساتھ سلوک کرنے میں بے اختیار مال و دولت صرف کرتے ہیں اور تمام مخلصین کی دینی و دنیوی آسائش میں قلباً اور قالباً کوشش فرماتے ہیں۔ عطا اور بخشش ان کی جبلت ہے دنیاوی مال و متاع کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بارہا فرمایا کہ اکثر اوقات خواب میں سیم و زر نجاست کی صورت میں مجھے نظر آتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہاتھ اور پیر نجاست میں ملوث ہو گئے ہیں اور شدت نفرت سے میرے پورے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتوحات ہونے والی ہیں اور پھر ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ مال و دولت درحقیقت نجاست کے سوا کچھ نہیں اور حضرت قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے لباس جبروت عطا فرمایا جس کے رعب و ہیبت سے کسی کو آپ کے سامنے بجز ادب و تعظیم کے مجال سخن نہیں ہے اور نہ ہر شخص آپ کے روبرو بے جھجک بات کر سکتا ہے۔

کرامات و تصرفات

مجالِ سخن : حضرت اقدس نے فرمایا کہ ان کی ہمت جس چیز سے وابستہ ہوتی ہے اس کے

خلاف نہیں ہوتا۔ اور واقعتاً تصرفات آفاقی حضرت قبلہ سے بکثرت ہوئے اور جس کام کا قصد فرماتے ہیں وہ گو کہ لوگوں کی نگاہ میں کیسا ہی سخت ہو لیکن آپ کے حسب منشاء ہوتا ہے اور اگر عملی کاموں میں مثل عمل ختم خواجگان وغیرہ کرتے ہیں تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ خلاف پڑے۔ چنانچہ ایک بار اطراف بارہہ کے ایک ظالم شخص نے ایک امیر کی بیٹی سے اس کی وفات کے بعد بغیر اس کے گھر والوں اور اعزہ کے رضامندی کے شادی کر لی اور اس کا تمام مال و اسباب از قسم نقد و جنس جو بھی اس کے گھر میں تھا بالجبر لے گیا اور حد سے زائد اس کی بے حرمتی و بے عزتی کی۔ اس لڑکی کے اعزہ نے اس سلسلہ میں حضرت قبلہ سے عرض کیا اور اپنی آتش اضطراب آپ سے بیان کی ایسا کہ آپ کے قلب مبارک کو خود بھی بہت قلق و تکلیف ہوئی۔ اور جب اس ظالم کا ظلم (آپ پر) ثابت ہو گیا تو آپ نے اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کو تسلی دی اور فرمایا "کہ اطمینان رکھو انشاء اللہ اس ظالم کو اس کی سزا ملیگی۔ آپ کے اس فرمانے کے مطابق بہت دن نہ گذرے تھے کہ اس ظالم شخص اور اس کے بھائیوں کے مابین دشمنی ہو گئی اور (رفتہ رفتہ) اس حد تک نوبت پہنچ گئی کہ جنگ چھڑ گئی اور اس میں وہ مارا گیا رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ اس لڑکی کے ولی اس کو مع تمام اسباب خانگی کے جس طرح وہ لے گیا تھا لے آئے اور اس طرح ان سب کو تشفئ خاطر حاصل ہو گئی۔

افادہ = حضرت اقدس نے متعدد بار فرمایا اور تجربہ بھی ہوا کہ جس کسی نے بھی حضرت قبلہ کی خلاف مرضی کوئی کام کیا تو وہ ضرور مخذول (ذلیل) ہوا اور اس کا کام نہ و بالا ہو گیا۔ چنانچہ ایک شخص کا جو آپ کے والد ماجد کے ساتھیوں میں سے تھا اپنے بعض شرکاء سے جھگڑا ہو گیا اس سلسلہ میں طرفین نے حضرت قبلہ کو حکم مقرر کیا اور وہ مخلص بڑی منت و سماجت کر کے آپ کو اپنے گھر لے گیا اور اس قضیہ کا فیصلہ کر دینے کی آپ سے استدعا کی آپ نے فرمایا کہ اے فلاں مجھے دوستی کا پاس ہے اس لیے تمہارے لیے بہتر یہی ہے (میں تمہاری خیر خواہی یہ دیکھتا ہوں) کہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے سے کروالو۔ اس نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے فیصلہ سے تم خوش نہ ہو گے۔ اور یہ چیز تمہاری تکلیف کا باعث ہوگی ہم نہیں چاہتے کہ اس سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اس نے عرض کیا اگر حضور ہمارا گھر بار بھی دیدیں تب بھی ہم کو قبول ہے ہم ہرگز عدول حکمی نہ کریں گے۔ آپ نے پھر وہی بات فرمائی اس نے پھر وہی جواب دیا آخر آپ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے جو بات تھی وہ میں نے

تم سے بتا دی - اب تم جانو اور تمہارا کام ۔ پھر بہت بحث و مباحثہ کے بعد جو کچھ از روئے شرع آپ نے
بہتر سمجھا اس سلسلہ میں فیصلہ فرمایا ۔ اور آپ کے اس فیصلہ پر اس مجلس میں موجود تمام رُوسائے سایار ہ اور
طرفین راضی ہو گئے ۔ پھر وہ مجلس برخاست ہو گئی کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اس مخلص کے احباب نے اس
سلسلہ میں گفت و شنید کی کہ اس کی طبیعت کو منحرف کرا دیا ۔ جب حضرت قبلہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا
جس کا مجھے پہلے سے اندیشہ تھا اور میں کہتا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ اور پھر تھوڑی مدت
نہ گذری تھی کہ وہ ساری مصالحت درہم برہم ہو گئی ۔ اور ان میں آپس میں مقابلہ کے مخلصین میں سے ایک
شخص نے مرضئ مبارک کے خلاف غلط روش اختیار کی جس کی وجہ سے آپ اس سے بہت بددل ہو گئے
اور تھوڑا عرصہ نہ گذرا تھا کہ اس کے سارے کام نہایت درہم برہم ہو گئے اور وہ ایک حادثہ میں زخمی ہو گیا ۔
(وہ لوگ) اسے مردہ کی طرح اٹھا کر لے گئے اور افاقہ ہونے کے بعد اس کو قید کر لیا اور ایک مدت تک اسے
مقید و پابہ زنجیر رکھا پھر اس نے حضرت قبلہ کی خدمت میں بڑی توبہ و منت سماجت کروائی آپ نے اس کے حال
زار پر شفقت و توجہ فرمائی جس سے اس کو رہائی حاصل ہوئی ۔ اور اس کے کام کو خوب فروغ ہوا پھر اس
کو ایک ظالم و جابر شخص نے ناحق قید کر کے قتل کر دیا جس سے قلب مبارک کو نہایت صدمہ ہوا اور اس
واقعہ کو بہت دن نہ گذرے تھے کہ وہ ظالم بھی اس طرح سے ہلاک ہوا جس کا لوگوں کو گمان بھی نہ تھا ۔ اور
اس واقعہ سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی اور جاننا چاہیئے کہ حضرت قبلہ کو جب کسی کی نسبت انقباض
خاطر ہوتا ہے تو عادت شریفہ یہ ہے کہ کبھی اس کے حق میں بددعا نہیں فرماتے لیکن آپ کا اپنے دل پر اثر لئے
رہنا (ہی) اس کے لیے موجب وبال ہو جاتا ہے ۔ بلکہ اس کے ذکر سے ہی سکوت فرما لیتے ہیں ۔ اور اپنے سامنے
اس شخص کا ذکر کرنے سے بھی لوگوں کو منع فرماتے ہیں ۔

افادہ = حضرت اقدس نے بارہا فرمایا کہ وہ نہایت صائب الرائے ہیں اور واقعتاً اللہ تعالیٰ
نے ان کی ذات مجمع کمالات کو عقلِ معاش کے ساتھ ساتھ عقل معاد بھی بدرجۂ کمال عطا فرمائی ہے کہ باوجود
اس کے مہمات دنیوی میں غور و خوض سے انتہائی نفرت رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس قسم کے امور دوسروں
کے سپرد فرما دیتے ہیں لیکن جو تدبیر اور رائے آپ کی ہوتی ہے وہی سب سے بہتر اور صائب ہوتی ہے

عبادات و ریاضات | اس دور میں عبادات و ریاضات میں متقدمین مشائخ کی یادگار ہیں
تقریباً چالیس سال سے باوجود ضعف و نقاہت کے بجز ایام ممنوعہ افطار نہیں فرماتے وہ بھی

قطرۂ آب سے، اور خواہ سفر ہو یا حضر صحت کی حالت ہو یا بیماری کی قیام لیل کبھی فوت نہیں ہوتا اور اوقات کو منضبط و معمور رکھنے کے بہت پابند ہیں ایسا کہ اس سے بہتر ممکن نہیں ہے ان کا وقت یا تو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی تدریس میں صرف ہوتا ہے یا اوراد و وظائف ہیں لیکن اوقاتِ مراقبہ میں ان سے کوئی فتور نہیں پڑتا عام مجلسوں میں بھی خلوت در انجمن کے شغل کے پابند ہیں کہ باوجود آئندہ روند کی کثرت کے مذکورہ امور پر مکمل پابندی اور پورا اہتمام رکھتے ہیں اور اسی ضمن میں لوگوں کے مطالب و مقاصد بھی ادا فرماتے ہیں اور بیشتر اوقات ساکت و صامت رہتے ہیں اگر بات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو بہت مختصر بات کرتے ہیں اور کبھی کبھی تصوف کا درس مثل فصوصِ شیخ اکبر اور مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہما بھی دیتے ہیں اور حقائق و معارف اور وحدت الوجود کے بیان میں محققانہ فرق و مذاق رکھتے ہیں ایسا کہ توحیدِ وجودی اور توحید شہودی میں کوئی مخالفت نہیں رہتی ہے۔ اور خلافِ شرع صوفیوں سے نفرتِ عظیم رکھتے ہیں ۱۳۴۳ھ میں حضرت اقدس کی رفاقت میں حج کے لیے تشریف لے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں اور چار ماہ مدینہ منورہ میں قیام فرمایا دو حج ادا کیے اور ۱۳۴۵ھ میں واپس وطن تشریف لائے۔ الحاصل ان کا وجود باجود آیۃ من اللہ ہے۔

افادہ = مخدومی شاہ اہل اللہ سلمہم اللہ برادر خورد حضرت اقدس نے (جن کے کمالات کا ذکر آگے آئیگا) فرمایا کہ میں نے حضرت قبلہ کو اپنے سامنے دیکھا کہ آپ کی جبین مبارک سے دونوں ابرؤوں کے درمیان ایک نور ساطع نکل کر ہویتِ ذاتِ الٰہی میں غرق ہوگیا یا ہویتِ ذات آپ کی جبینِ مبارک سے ظاہر ہوئی۔ دو تین ساعت میں اس کے مشاہدے میں محو رہا پھر وہ نور میری نظروں سے غائب ہوگیا۔

افادہ = حقائق آگاہ شاہ نور اللہ نے قصبہ بڈھانہ سے جو تھوڑے عرصہ سے ان کا مسکن ہے بندہ کاتبِ حروف کو لکھا کہ قریب وقت صبح میں حالت نیم خوابی میں تھا کہ مجھے ٹھنڈک معلوم ہوئی چاہا کہ چادر اوڑھوں لیکن بوجہ کاہلی اس میں دیر ہوئی ہیں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ آئے اور چادر میرے اوپر ڈال دی اس طرح کہ ٹھنڈک کی تکلیف ختم ہوگئی اور بدن گرم ہوگیا اور میں آرام سے سوگیا اور یہ گرمی صبح تک باقی رہی اور اسوقت یہ افاضہ فرمایا کہ نسبت عشق توحید آمیز ایسی ہو کہ وہ شعور میں حاضر و موجود رہے اور ماضی و مستقبل کو بھول جائے اور یہ القاء ہوا کہ صوفی ابن الحال کے یہی معنی ہیں اس آگہی سے عجیب

لذت حاصل ہوئی علی الصباح حضرت قبلہ کا والا نامہ مجھے موصول ہوا۔

افادہ = نیز شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ جب میں نے حضرت قبلہ سے متوسلات پڑھ کر شاہجہاں آباد جانے کا ارادہ کیا تو شب میں آپ سے اپنا ارادہ بیان کیا فرمایا بہتر ہے اور ارشاد فرمایا کہ سورۂ واقعہ لبعد نماز مغرب وعشاء پڑھ لیا کرو انشاء اللہ اس کے وِرد کی برکت سے کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہو گے مجھے اسی وقت یہ یقین ہو گیا کہ آپ نے جو فرمایا وہ محض از روئے وجدان ہے ورنہ اس وقت اس کا کوئی موقعہ اور ذکر نہ تھا اور نہ میرے دل میں اس کا خیال ہی تھا۔ بہر حال آپ کے فرمانے کے موجب میں نے اس کو اختیار کر لیا (پابندی کر لی) اور اس وقت سے (لیکر) اب تک تیس سال سے اوپر ہو چکے ہیں کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

افادہ = میرے بیٹے (صاحبزادے) عبد الرحمن نے اللہ ان کو مقام احسان عطا فرمائے اور حلاوت عرفان کا ذائقہ نصیب کرے ۱۲ ماہ ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ کو مبشرہ میں دیکھا کہ ایک (جگہ) مکان ہے جسمیں حضرت قبلہ اور بندہ کاتب حروف اور فرزند مذکور جا رہے ہیں حضرت قبلہ نے اس سے فرمایا کہ آگے آگے چلو یہاں تک کہ ایک وسیع میدان میں پہنچے جہاں بڑے بڑے خیمے نصب ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں جب اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ چند لوگ دروازہ پر بیٹھے ہیں۔ حضرت قبلہ نے ان سے اس مکان میں داخلہ کی اجازت چاہی دربانان مذکور نے اجازت دی ہم خیمہ کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ ایک مجلس عظیم منعقد ہے اور بکثرت لوگ جمع ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے ہیں آپ کی ریش مبارک سیاہ ہے اور روئے انور پر ہلکے ہلکے تل ہیں۔ اور چادر مبارک کو بطور اضطباع[۱] دوش مبارک پر ڈالے ہوئے ہیں۔ حضرت قبلہ نے آگے بڑھ کر بہ تعظیم سلام عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے اترے اور دو تین قدم آگے بڑھے اور حضرت قبلہ نے بہ کمال انقیاد (عقیدت) وخضوع آپ کے قدمہائے مبارک پر سر رکھدیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھا کر گلے لگا لیا پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اور خطبہ سے فراغت کے بعد منبر سے اتر آئے۔

راقم کہتا ہے کہ منبر کے نیچے اس فقیر کاتب حروف کو شرف بغل گیری سے مشرف فرمایا۔

---

[۱] چادر کو بغل کے نیچے سے لاکر کاندھے پر ڈالنا۔

(معانقہ فرمایا) اور راقم نے شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ پھر جب مجلس میں تشریف فرما ہوئے تو ایک خوان لایا گیا جس میں ایک سفید دستار بہت بڑی اور ایک پرانا پیوند لگا ہوا لباس رکھا ہوا تھا آپ نے حضرت قبلہ کو حکم دیا کہ اس دستار کو اپنے سر پر باندھ لو۔ وہ کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر باندھ لیا اس کے بعد چادر کو اوڑھنے کا حکم دیا اس کو بھی انہوں نے اوڑھ لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دستار میری ہے۔ اور یہ چادر ابراہیم علیہ السلام کی۔ راقم کہتا ہے کہ ہم جب اس جگہ کھڑے ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ہم کو حضرت قبلہ کی طرف اشارہ فرمایا اسوقت میرے دل میں آیا کہ شاید آپ ہمکو حضرت قبلہ کی قدم بوسی کا اشارہ فرما رہے ہیں بس میں اس وقت حضرت قبلہ سے قدم بوس ہوا لیکن یہ شک رہا کہ آپ کے اشارہ کا مطلب ان کی قدم بوسی تھی یا ان کی بیعت کا اشارہ تھا بعد ازاں اس مجلس سے باہر نکلے اور لوگوں نے ہر طرف سے ہجوم کر لیا اور ہر شخص کوئی چیز طلب کرنے لگا جس طرح کسی بادشاہ کے ملازمین و خدمت گار انعام کی درخواست کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ اس حدیث شریف من رآنی فقد رای الحق دلم یبق من النبوۃ الا المبشرات قیل یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرویا الصالحۃ یراھا المومن او یری لہٗ کے مطابق اس قسم کے مبشرات کو مناقب عظیمہ میں شمار کر سکتے ہیں۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے خواب میں مشرف ہوا آپ نے مجھے بہت سی مٹھائی عطا فرمائی۔ میں نے اس میں سے بہت سی مٹھائی کم کھالی اور وہ بوجہ زیادتی میرے اطراف دہن سے بہنے لگی اور میں اس کو فرط ذوق سے کھانے لگا اور بقیہ خوان سر پر رکھ کر لوگوں میں تقسیم کر دی۔

افادۂ دیگر = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت مبارک کی میرے سر سے ٹیک دگا کر میرے سر کو اپنا تکیہ بنایا اور اپنا پورا بوجھ (وزن) اس پر ڈال کر آرام سے بیٹھ گئے اور میں نے اس حالت میں اپنے سر کو بغایت ادب خفیف سی جنبش بھی نہ دی (کہ مبادا آپ کے آرام میں خلل پڑے) اور شدت ذوق کی حالت مجھ پر طاری تھی۔

لـہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً اللہ کو دیکھا اور نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہ رہیگی۔ سوائے مبشرات کے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سچا خواب جس کو مومن دیکھتا ہے یا اس کو دکھائے جائیں۔۔۔۔

افادہ دیگر = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں آپ کے دہن مبارک کے اندر بیٹھا ہوا ہوں انہیں ایام میں میرے ماموں شیخ بدر الحق نے مجھے لوگوں کو وعظ کہنے کا حکم فرمایا۔ میں نے ان کی فرمائش پر حضرورتاً مشکوٰۃ اور تنبیہ الغافلین کے مضامین کا لوگوں کو وعظ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی تعبیر یہی تھی۔

افادہ دیگر = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان نہایت بلندی پر بنا ہوا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے میں اس کے اندر داخل ہوا دیکھا کہ دو چار پائیاں بچھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اور ریش مبارک نظر آرہی ہے معلوم ہو رہا تھا کہ ایک نمونہ ہے جو اس پر بنا دیا گیا ہے اور جو دوسری چار پائی ہے وہ خالی ہے اور اس مکان میں عمدۃ العارفین شاہ ولی اللہ کو بھی میں نے دیکھا پس لوگ مجھے مبارک باد دینے لگے پھر میں چونک پڑا۔

• افادہ دیگر، ایک بار رمضان کی ستائیسویں شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی اثناء میں فرمایا کہ میں ملائکہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ حلقۂ ذکر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان سے آجا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج شب قدر ہے۔ اور واقعتاً اس رات ایک عجیب نورانیت اور انشراح تھا۔

افادہ دیگر = حضرت قبلہ نے ایک بار ماہ رمضان میں فرمایا کہ اس ماہ شب قدر کے بعض آثار تیرہویں شب میں معلوم ہوئے واللہ اعلم

ستائیسویں رمضان کو شب قدر کا ادراک و بعض دیگر مشاہدات و مبشرات

افادہ دیگر = حضرت قبلہ نے ایک بار رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا، اور فرمایا کہ جب میں ستائیسویں شب کو تہجد کے وقت اٹھا اور وضو کرکے نماز کے لیے کھڑا ہوا اس وقت اچانک اپنی حقیقت کو سجدہ ریز پایا اور نیز مسجد کو سجدہ ریز دیکھا اس وقت یہ معلوم ہوا کہ آج شب قدر ہے

افادہ دیگر : حضرت قبلہ ایک بار ماہِ رمضان ۱۱۵۰ھ کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف میں تھے۔ فرمایا کہ طاق راتوں میں جب پچیسویں رات ہوئی میں نماز تراویح میں تھا ناگاہ میرے قلب میں یہ الہام ہوا کہ

آج شب قدر ہے لیکن اس وقت شب قدر کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے جب میں نماز اور اوراد و وظائف سے فارغ ہوا تو مجھے نیند نے آلیا یہاں تک تہجد کا وقت آگیا۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ حجابات اٹھے ہوئے ہیں میں نے وہاں سے بسرعت تمام لپک کر بعض دوستوں کو بیدار کیا اور مسجد سے باہر آکر اس کے صحن میں کھڑا ہو گیا۔ جس چیز پر نگاہ ڈالتا تھا اس کو نور ذات میں فانی پاتا تھا اور میں نے اس بات کا بچشم ظاہر مشاہدہ کیا نہ علمی طور پر۔ اسی وقت میں نے وضو کیا اور نماز تہجد پڑھی اور دعا مانگی اور اس وقت تک یہ بات جلوہ گر اور مشہود تھی۔ جب ایک ساعت اس میں گذر گئی اور میں اپنے اوراد میں مشغول ہو گیا تب وہ آثار غائب ہو گئے۔

افادہ دیگر : آفت و مصیبت کے دفعیہ کیلئے نماز استخارہ و ختم خواجگان

حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار ایک شخص نے فوج جمع کر کے تھلت پر چڑھائی کر دی اور تمام مویشی ہنکالے گیا بعض برادران وطن ان مویشیوں کو چھڑانے کیلئے اس کے پاس گئے اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اس ظالم نے ان سب کو قید کر لیا ہے اور کل پھر دوبارہ کثیر فوج لے کر لوٹ مار کریگا اس خبر وحشت اثر سے تمام اہل قصبہ پریشان اور مضطرب ہوئے اور یہ قصہ حضرت مرشدی قبلہ گاہی کے حضور میں عرض کیا۔ حضرت قبلہ گاہی نے وقت عشاء فرمایا کہ اس آفت و مصیبت کے دفعیہ کے لیے تمام لوگ نماز استخارہ پڑھ کر ختم خواجگان پڑھیں ہم نے آپ کے فرمانے کے مطابق اٹھ کر وضو کیا اور نماز شروع کی اثناء نماز میں نے دیکھا کہ قصبہ کے چاروں سمت بہت مضبوط و مستحکم دیوار کھینچی ہے جس میں کوئی آمد و رفت کا راستہ نہیں ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد اس واقعہ کو حضرت قبلہ گاہی سے عرض کیا فرمایا کہ اب اطمینان ہو گیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اس قصبہ کی شامل حال ہے۔ چنانچہ صبح کو وہ تمام لوگ جو گئے تھے صحیح سلامت واپس آگئے اور اس ظالم نے پھر قابو نہ پایا۔

افادہ دیگر = گرگریّا (چڑیا) کی اطلاع کہ چاند نظر نہیں آئے گا

حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا جب ۲۹ رمضان ہوئی اور لوگ رویت ہلال کے منتظر ہوئے اور لوگوں کو گمان غالب تھا کہ آج چاند ہوگا اسی دن میں عصر کے وقت ایک ضرورت سے اعتکاف سے باہر آیا۔ ایک گرگریّا کو دیکھا کہ میرے سامنے آئی اور کہا کہ آج چاند نہیں ہے میں نے یہ واقعہ اپنے دوستوں سے بیان کیا پھر ہر چند لوگوں نے تفتیش کی اور بڑی کوششیں کیں لیکن نہ چاند دکھلائی دیا اور نہ کہیں سے چاند کی اطلاع آئی۔

افادہ دیگر:۔ پرندے نے آفت کے دفعیہ کی خبر دی ان ایام میں جب مغلیہ افواج سادات کے مقابلہ کو نکلیں اور پھلت کے قریب پڑاؤ ڈال کر محاصرہ کیا اور سادات کی فوج بھی قصبہ کے دوسری سمت خیمہ زن ہوئی اور میدان جنگ کے لیے یہ قصبہ مقرر ہوا اسکی وجہ سے قتل و غارت گری کے خوف سے لوگوں کے دلوں پر ایک اضطراب عظیم طاری تھا کہ اس آفت کبریٰ سے کس طرح نجات ہوگی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ایک روز مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک پرندہ ممولہ کے مشابہ مسجد کے دروازے پر آکر میرے مقابل بیٹھ گیا اور میری جانب منہ کر کے دو تین بار کہا کہ دفع ہو گئی دفع ہو گئی (اس سے) یہ معلوم ہوا کہ اس قصہ سے آفت کی خبر دے رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ویسا ہی ظہور بھی ہوا کہ باوجود اس کے کہ معرکۂ عظیم قصبہ کے قریب ہی ہوا اور ایک عام قتل ہوا اور ملک غارت گری کا شکار ہوا لیکن یہ قصبہ بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔

افادہ دیگر = ارواح کا ہجوم حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نصف شب کے بعد میں ایک ورد کا پابند تھا ایک رات اتفاق سے مجھے نیند آگئی اور اس کے ورد کا وقت نکل گیا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ ارواح ہجوم کئے ہوئے ہیں اور ان کی اس قدر کثرت ہے کہ میرے لیے وہ جگہ تنگ ہو گئی ہے میں اٹھا اور اس وظیفہ میں مشغول ہو گیا اور وہ بدستور ہجوم کئے رہے یہاں تک کہ میں قرأتِ مقررہ سے فارغ ہو گیا۔

افادہ دیگر = نور کا شعلہ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک رات میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، پڑھ رہا تھا۔ ناگاہ اس کلمہ کی حقیقت کے نور کا شعلہ جو تجلیٔ حق تعالیٰ ہے بصورتِ غبار ظاہر ہوا میں دیکھ رہا تھا کہ جب وہ نور جوش مارتا ہے تو نفس کے پندار کی ظلمت غائب ہو جاتی ہے اور جب وہ شعلہ فرو ہو جاتا ہے تو وہ ظلمت بخارِ ضعیف کی طرح نمودار ہوتی ہے۔ پھر جب وہ شعلہ جوش مارتا ہے تو وہ صورت دخانیہ نابود و معدوم ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں دل بہ غایتِ تعجب اسے ڈھونڈھتا تھا اور نہیں پاتا تھا تہجد کے وقت سے لے کر صبح تک اسی کیفیت کے تماشہ میں محو رہا۔

افادہ = امام ناصر الدین رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری اور مشاہدہ انوار ایک روز حضرت قبلہ امام ناصر الدین رضی اللہ عنہ کے مرقدِ اطہر کی زیارت کو قصبہ سونی پت تشریف لے گئے اور ان کی قبر منور کے قریب مراقب ہوئے جب وہاں سے اٹھے تو فرمایا کہ ان کی روحِ مبارک مثل آفتاب در آب

کے ہے جس کی شعاعیں اطراف و جوانب سے منعکس ہو رہی ہے۔

افادہ = حضرت قبلہ کو ایک بار ایک سخت مرض لاحق ہوا ان ایام میں آپ فرماتے تھے کہ ارواح کا اتنا زائد ہجوم ہے اور میرے ساتھ وہ اس طرح اختلاط کر رہے ہیں کہ منہ، ہاتھ، بغل غرضکہ ہر جگہ انہیں پا رہا ہوں جو بظاہر اعمال و اوراد کے مؤکل ہیں پس رات و دن انہیں سے مناسبت ہے اور انہیں سے سلام و کلام ہے۔

افادہ: **ایام مرض میں گویے (قوال) سے گانا سن کر جوش وخروش میں نعرہ مار کر فرمایا کہ "ہمہ اوست نہ ہمہ از وست"** انہیں ایام مرض میں جب اس شدت مرض سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا کوئی گانے والا موجود ہے جو مجھے گانا سنائے (اس وقت) ایک گانے والا حاضر ہوا اور آپ کے حکم سے اس نے گانا شروع کیا اسی اثناء میں اس فقیر سے فرمایا کہ عالم ناسوت سے انقطاع کلی ہو گیا ہے۔ گویا یہ عالم ایک عالم وہم و خیال تھا جو غائب ہو گیا یا ایک خواب تھا جو فراموش ہو گیا۔ پھر دوسرے وقت اس فقیر نے عرض کیا کہ عالم ناسوت سے جب اس حد تک انقطاع ہو گیا تو پھر نسبت کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نسبت کیا معنی "ہمہ اوست" فقیر نے عرض کیا کہ جی ہاں یہی مراد ہے۔ پس آپ پر ایک جوش و خروش کی کیفیت طاری ہوئی ایک نعرہ مارا اور فرمایا کہ "ہمہ اوست" "نہ ہمہ از وست" بلکہ فقط ایک چیز ہے یعنی وحدت صرف ہے اور بس۔

افادہ: **حرمین شریفین میں عبادت و ریاضت و تلاوت** حضرت قبلہ جب حج کو تشریف لے گئے ماہ رمضان میں مکہ معظمہ میں روزانہ شب کو پیادہ پا عمرہ ادا فرماتے اور مبارک راتوں میں ساری ساری رات بیدار رہتے تھے اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے اور عشرۂ اخیرہ میں مسجد حرام میں مواجہہ شریفہ میں بیت اللہ میں اعتکاف فرمایا اور ان دنوں میں جبکہ آپ حرمین شریفین میں قیام پذیر تھے اکثر اوقات حدیث شریف کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ اس دوران تمام صحاح ستہ اور مسند دارمی اور موطا امام مالک اور شفائے قاضی عیاض کو بغور و خوض تلاوت فرمایا اور بکثرت کلام پاک ختم کئے۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ عرفات میں ان تمام مخلصین کے حق میں جو حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ کے مرید ہیں اور وہ لوگ جو ہم سے رابطہ رکھتے ہیں ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ دعا

مانگی ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی اُمید ہے کہ وہ قبول ہو گی اور اکثر دوستوں کی طرف سے طواف بیت اللہ اور مسجد حرام اور مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات میں نمازیں ادا کیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی قوی اُمید ہے کہ اس کے فوائد ان کو حاصل ہوں گے ۔

افادہ ؛ **میری حقیقت ، بیت اللہ کی حقیقت میں پیوست ہو کر فنا ہو گئی ہے** | حضرت قبلہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران شب کے وقت بکثرت طواف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اکثر اوقات طواف کعبہ کے دوران حقیقتِ کعبہ کو دیکھتا ہوں میری طرف متوجہ اور نگراں ہے اور جب حجر اسود سے ہاتھ ملتا ہوں اور اسے بوسہ دیتا ہوں تو یہ نظر آتا ہے کہ وہی حقیقت میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچ رہی ہے ۔ اور جب اپنے سینہ کو ملتزم سے ملاتا ہوں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میری حقیقت بیت اللہ کی حقیقت میں پیوست (جذب ہو کر) فنا ہو گئی ہے ۔

مدینہ منوّرہ میں
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتیں و عنایتیں

افادہ = حضرت قبلہ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور مزارِ اقدس کی زیارت سے مُشرف ہوئے فرمایا کہ میں اکثر اوقات جب مواجہہ شریفہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ درمیان سے حجابات اٹھ گئے ہیں اور اپنے کو حجرۂ کریمہ میں پاتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ بغایتِ شفقت مجھ کو اپنے سینہ اسرار گنجینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور جس طرح بچّوں کو وُفورِ شفقت و محبت سے لپٹاتے ہیں اسی طرح پیار و محبت کا برتاؤ فرما رہے ہیں ۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اس دوران جب میں مدینہ منوّرہ میں تھا بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریفہ میں بعض دوستوں کے لیے سفارش اور دعا کرتا تھا اور اس حالت میں بعض دوستوں کی حقیقت کو اپنے قریب دیکھتا تھا لیکن ان میں سے ایک شخص کو دیکھتا تھا کہ وہ محجوب ہے اور گویا مواجہہ شریفہ سے میری پشت پر چھپ رہا ہے اور متعدد بار یہ بات ظاہر ہوئی اور اس کی وجہ سے متفکر ہوا ہر چند غور کیا لیکن وجہ سمجھ میں نہ آئی (معلوم نہ ہو سکی) آخر جب وطن پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص ان دنوں بُری حرکتوں میں مبتلا ہو گیا تھا ۔ اس بات سے واضح ہو گیا کہ اس کی محجوبیّت کا یہی راز تھا ۔

افادہ: ابتدائے سلوک کے حالات، اشغالِ چشتیہ کی ضرورت، دعوات اور دعاء حرز یمانی، دعاء سیفی وغیرہ کا بیان،

حضرت قبلہ نے بندہ کاتبِ حروف سے اپنے ابتدائے سلوک کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ پہلے حضرت مرشدی والد ماجد قدس سرہٗ نے اسم ذات (اللہ) کا تصور قلب صنوبری پر نقش کرنے کی تعلیم دی اور اس پر اسم مذکور کی ضرب سانس کی آمد و رفت کے ساتھ مع اس نقش کے معائنہ و ملاحظہ کے تعلیم فرمائی۔ آپ کے حسب الحکم میں نے اس کے عمل پر مزاولت کی (مشق) اور مداومت حاصل کرلی (اس کا پابند ہوگیا) لیکن کسی قسم کی کوئی کیفیت ظاہر نہ ہوئی۔ پھر آپ نے شغل نفی و اثبات اس طریقہ سے جو اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا معمول رہا ہے تعلیم فرمائے۔ آپ کے تعلیم فرماتے ہی نفی کی صورت ظاہر ہوئی پھر تھوڑے عرصہ بعد مجھے اعتکاف میں بٹھایا اور خود بھی معتکف ہوئے اور بارہا مجھ پر توجہ فرمائی ان ایام میں صورت اثبات (الا اللہ) نور محیط کے رنگ میں جلوہ گر ہوئی اور پھر دوسرے اعتکاف میں شغلِ اسم ذات یا اسم متکلم یعنی پہلے بتقدیم اسم متکلم اور دوبارہ اس کے برعکس اس طرح پر کہ اسم متکلم اسم ذات کے نیچے مغلوب ہو جائے یعنی بجائے اسم متکلم اسم ذات تعبیر کیا جائے۔ اور اس کا معائنہ زیر ناف تعلیم فرمایا۔ میں نے شغل مذکور کو اختیار کیا یہاں تک کہ اس کے فوائد ظاہر ہوئے اگرچہ طبیعت اس کیفیت کی مغلوب نہ ہوئی لیکن دل ان تمام کیفیات سے ہستی صرف (یعنی وجود ذات واحد) سے متعلق ہوگیا بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ بغیر اس کے کچھ نہیں ہوتا۔ یعنی ہمہ اوست کے ملاحظہ اور دید کے بغیر کشود نہیں ہوتا۔ پس میں اسی شغل میں منہمک اور مشغول ہوگیا۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے تمام اشیاء نگاہوں سے غائب ہو جاتی تھیں (پھر فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس بات کا معائنہ و ملاحظہ نفی و اثبات کے ساتھ بہتر ہے اور اس کو (بارہا) آزمایا ہے۔

(پھر) فرمایا کہ میں جب حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس اللہ اسرارہم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اللہ اوّل اللہ آخر اللہ ظاہر اللہ باطن اللہ محیط کا شغل تلقین فرمایا۔ بفضلِ الٰہی ان تمام اشغال کے (ثمرات ظاہر ہوئے) فوائد حاصل ہوئے۔ اور فرمایا کہ دوسرے سلسلوں کے اشغال کی بھی اسی طرح اجازت ملی ہے اور دونوں حضرات نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے اور فقیر کاتبِ حروف سے فرمایا کہ دوسرے سلاسل کے اشغال جو رسالہ چشتیہ میں لکھے ہوئے ہیں، ان پر بھی تھوڑے تھوڑے دن عمل کرنا چاہیئے تاکہ اگر کسی کو تعلیم دو تو جلد اثر ہو۔

اور فرمایا کہ میں نے اعمال میں سے ایک عمل سورہ مزمل کا اکتالیس مرتبہ بعد غسل ایک پیر سے کھڑے ہو کر اور دوسرے پیر کی جگہ عصر النعل میں ہے کر کیا اور اس کی اجازت کی سند (بھی) حضرت شیخ بزرگ قدس سرہ سے مجھے پہنچی۔ اور ان کو شاہ ارزانی سے جو دعوات[1] کے حاکم تھے۔ اور سورۂ یٰسین کا عمل سات بار روزانہ میرے وِرد میں ہے اور اس کی متعدد طریقوں سے اجازت حاصل ہوئی ہے اور مشاہدہ کے آثار ظاہر ہوئے ہیں اور اس کے ختم کلاں کا طریقہ ستر مرتبہ روزانہ وِرد رکھنا ہے۔ اور فرمایا کہ اسم یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ کا ختم کئی بار باشرائط کیا ہے۔ اور ان سے برکات حاصل ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسم یَا بَاسِطُ کا نقش دو پائی ستر روز تک میں نے لکھا ہے اور اس اسم کو جس طرح سے اجازت دی گئی ہے باشرائط پڑھتا ہوں اور حضرت قبلہ دعائے حرزیمانی موسوم بہ دعائے سیفی کو روزانہ تین وقت (یعنی اشراق۔ ظہر اور عشاء) پڑھا کرتے تھے۔ غرضکہ ان تمام اُعمال و اُشغال وغیرہ کو بالتفصیل بیان فرمایا اور بندہ کاتب حروف کو اجازت عطا فرمائی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

افادہ = حضرت قبلہ ایک بار اعتکاف میں تھے فرمایا کہ ان ایام میں، تین شبانہ روز ایسے گذرے کہ جب بھی اپنے کو تلاش کرتا تھا پتہ نہ ملتا تھا۔ بڑی تلاش و جستجو سے ایک چیز حاصل ہو گئی۔

افادہ = **ہاتھ بے اختیار حرکت وجد میں** حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں بیدار ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا ہاتھ چارپائی کے نیچے آویزاں ہے اور اس سے ذکر جاری ہے اور وہ بے اختیار حرکت وجدیہ کر رہا ہے اور اس حرکت و گردش کی وجہ سے قدرے قدرے طویل و عریض ہوتا جاتا ہے یا لآخر وہ اتنا لمبا چوڑا ہو گیا کہ پورا حجرہ جس میں لیٹا ہوا تھا اس کے لیے چھوٹا پڑ گیا پھر بتدریج ذکر اس سے کم ہونے لگا اور اس حرکت کے مطابق آہستہ آہستہ ہاتھ بھی ساکن ہو گیا اور اس کا وجود بھی چھوٹا ہوتا گیا یہاں تک کہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

افادہ = **ہر ہر ذرہ میں کل عالم کا نظارہ** حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ میں ایک بار حجلہ میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں کی آمد و رفت بند کئے ہوئے تھا۔ انہیں ایام میں ایک رات میں خواب سے بیدار ہوا (بچشم ظاہر) دیکھا کہ حجرہ کی دیوار کا حجاب درمیان سے اٹھا ہوا ہے۔ ایسا کہ دیوار کی پشت پر تمام لوگ نظر آ رہے ہیں اس وقت میں نے خود سے کہا کہ تو لوگوں سے خلوت اختیار کر کے (یہاں)

---

[1] یعنی موکل ان کے قبضہ میں تھے اور اعمال و دعوات میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔

تنہا بیٹھا تھا اب وہ سب ختم ہو گیا اور (اب تو) یہ خلوت مکمل جلوت ہو گئی۔ اسی اثناء میں اس مکان میں جس میں میں بیٹھا ہوا تھا نظر پڑی ہر ہر ذرّہ میں کل عالم نظر آرہا تھا۔ اپنی طرف نظر کی تو تمام ذرات عالم اور موجودات کو اپنے میں پایا۔ اور تمام عالم کا اپنے مراتب وجود کے ہر جزء میں مشاہدہ کیا۔ اس قصہ کے خاص الفاظ کاتب حروف کے ذہن سے محو ہو گئے لیکن مطلب یہی تھا۔ (مفہوم ایسا ہی تھا)

افادہ = **تجلّی ذات** حضرت قبلہ ایک بار چلّہ میں بیٹھے ہوئے تھے (کہ) ایک عجیب حالت ظاہر ہوئی کل عالم کا قیام اپنے سے پایا اور اپنی حقیقت کو تمام ذراتِ عالم کا قیوم دیکھا۔ اس حالت کو اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ یہی تجلّی ذات ہے۔

افادہ = **وحدت کی دید** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی ہستی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور یہی وحدت کی دید ہے اور اگر کبھی اشیاء کا وجود نمودار ہوتا بھی ہے تو وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص خواب میں کچھ دیکھتا ہے پھر جاگنے کے بعد ان خوابوں کی صورتوں کو (صور منامیہ کو) ملاحظہ کرتا ہے اس ملاحظہ کے دوران یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تحقق خارجی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ کثرت در وحدت کا شہود بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

افادہ = **قرآن عظیم کی سماعت سے کمال اُنسیت کا اثر** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ قرآن عظیم کیساتھ ایک عجیب و غریب انسیّت حاصل ہوئی (ایسا کہ) کسی کو سماع میں دل کش نغموں سے بھی وہ سرور و انبساط حاصل نہیں ہوتا جو ہم کو قرآن سننے میں حاصل ہوا۔ اگر رات و دن اسی میں گذر جائیں تب بھی سیری نہ ہو اور میں نے اپنی حقیقت کو قرآن کی حقیقت میں متحد پایا۔

افادہ = ایک بار رمضان المبارک میں حضرت قبلہ کی خدمت میں یہ غلام قرآن عظیم پڑھنے کا شرف حاصل کر رہا تھا اسی اثناء میں حضرت قبلہ نے اس فقیر کی طرف متوجّہ ہو کر دو تین بار یہ آیت تلاوت فرمائی فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ بس یہی کلمہ میرے لیے گویا راہِ خدا کے سلوک کا تخم شوق ہو گیا اور اسی وقت سے اپنے میں انجذاب پانے لگا۔

افادہ = **طریقت میں ذکر، شہود و مشاہدہ و تفکر، ہستی و نیستی کا بیان** حضرت قبلہ نے

۱؎ بھاگو اللہ کی طرف میں اس کی طرف سے تم کو صاف طور پر ڈراتا ہوں۔ پارہ ۲۷، ذاریات رکوع ۳

فرمایا کہ طریقت میں اوّل ذکر ہے خواہ زبانی ہو یا قلبی اور سالک کا کام صرف ذکر کرنا ہے) اور نہ وہ دوسروں سے ممتاز ہے سوائے اس کے کہ یہ شخص متلفظ بہ ذکر ہے اور دوسرے نہیں ہیں۔ اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کا دل ذکر سے آرام پاتا ہے اور اس لفظ سے ایک حظ اور لذت و انس پاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس سے منقطع ہو جائے تو وہ متالم و ملول ہو اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ شوق مذکور پیدا ہوتا ہے اور وہ لذت و آرام جو اس سے قبل ذکر سے حاصل ہوتا تھا اب اس پر قرار نہیں ہوتا (یعنی شوق بڑھتا ہے) اور دل اس سے مطمئن نہیں ہوتا اور بمنزلہ خیال ضعیف کے ایک چیز اپنے میں پاتا ہے۔ اور جب اس کا وجدان قوی تر ہو جاتا ہے تو حضور و شہود کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے بعد ازاں اس میں شہود کے ساتھ ایک بساطت ادراک کرتا ہے اور بتدریج اس میں وسعت پیدا کرتا ہے اور اس وقت ہو کے معنی ہر جگہ اس کا نصب العین ہو جاتے ہیں اور سالک کی انانیت اب بھی (اپنی) جگہ پہ رہتی ہے لیکن ضعیف بمنزلہ خیال کے۔ بعد ازاں اس معنیٰ کا شہود اور زائد غالب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ جہاں بے تکلف اسے اَنتَ سے مخاطب کر سکتے ہیں۔ اس حالت میں بھی انانیت فنا (نیست) ہو جاتی ہے اور ہمہ اوست کی، حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور بغیر مُدرک کے صرف ادراک باقی رہ جاتا ہے۔ بعد ازاں ہستی صرف تجلی فرماتی ہے (اور اس کے تجلی فرماتے ہی) اس مقام میں اَنَا اَنتَ اور ھُوَ سب گم ہو جاتے ہیں اور ہستی صرف کی حقیقت اور وجود بحت رہ جاتا ہے اور بس اور یہ سب توحید حقیقی کے حاصل ہونے کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔

افادہ = حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ قلب کی بصیرت جب بصارت میں سرایت کرتی ہے تو سالک کہتا ہے کہ میں خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اسی طرح وہ بصیرت کان ہاتھ اور تمام اعضاء میں جاری و ساری ہو جاتی ہے پس اس بناء پر کسی کا یہ کہنا کہ میں خدا کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ دیکھ رہا ہوں اس کی یہی توجیہ ہے۔

طریقۂ نقشبندیہ میں شُغلِ نفی و اِثبات کا طریقہ اور اسکے فوائد

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ طریقۂ علیہ نقشبندیہ میں شُغلِ نفی و اثبات اس طرح

ہے کہ پہلے لا کو ناف سے کھینچ کر داہنے سینہ کی طرف سے ذرا بلند اوپر لے جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اِلّا اللہ کی دل پر ضرب لگاتے ہیں اور اس میں مشق کرتے ہیں۔ آگاہی بھی اسی طریقہ سے ظہور کرتی ہے ـــــــ کہ نفی کی کیفیت نیچے سے اوپر تک ظہور کرکے سب کا احاطہ کرلیتی ہے اور ہستیٔ حق کا ظہور اوپر سے غلبہ پاکر سالک کی حقیقت کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے گویا ایک چیز ہے جو ظاہر سے باطن کی طرف جارہی اور یادداشت میں ایک اسم جو قلب کے اندر سے اسم ذات کو کھینچ کر ایسی آواز پیدا کرے جیسی تانبے کے برتن کی آواز نکلتی ہے (کھنک) اور اس آواز کی محافظت کرتے ہیں جس طرح شعبۂ احمدیہ[1] میں مقرر ہے۔

آگاہی اس صورت سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو باطن سے ظاہر بدن اور فوق کی جانب ہوتی ہے جس طرح شیخ المشائخ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ نے بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان کے جذبہ کی نسبت کا ظہور بدن پر بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ نیچے سے اوپر کی طرف کھینچتا ہے [1] اور اس کا سر یہ ہے کہ جب سالک کا خیال ابتداء سے اس بات کا عادی ہوجاتا ہے تو حق تعالیٰ بے ظہور وشہود اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ کے مطابق اسی طرح جلوہ نما ہوتا ہے اور وہ آگاہی جو نفی واثبات کی مشق سے حاصل ہوتی ہے وہ سالک کی ہستی میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتی کہ اس جگہ نفی تمام کے بعد وجہ اللہ کا ظہور ہے برخلاف اس آگاہی کے جو اسم ذات کے شغل سے ہوتی ہے اور وہ سالک کی ہستی کو حق کے رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ اس صورت میں اس کی انانیت باقی رہتی ہے اس لیے صاحب اسم ذات کی توجہ کی تاثیر بہت زائد (تیز اور سریع الاثر ہے)، کیوں کہ وہ بقائے انانیت کے خواص میں سے ہے برخلاف صاحب نفی واثبات کے کہ وہاں فنائے مطلق ہے۔

---

[1] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شاخ احمدیہ بھی ہے۔

حضرت حق کا اپنی ہر صفت میں ظہور فرمانا و متجلی ہونا نیز قیود و تعینات کیف و بے کیفی و دیگر بعض حقائق کا بیان

افادہ = ایک دن اس فقیر نے حضرت قبلہ کی خدمت میں اَللّٰہُ سَمِیْعٌ، اَللّٰہُ بَصِیْرٌ، اَللّٰہُ عَلِیْمٌ کے شغل کے بارے میں جو طریقہ علیہ قادریہ میں مقرر ہے اِستفسار کیا آپ نے اس کے اثنائے ذکر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر صفت کی صورت پر جو تجلّی فرمائی ہے اور اس میں اپنے صفات کی ہر صورت کیساتھ متجلّی ہوا ہے (تو وہ) اس لیے کہ (وہ) وہی ذات ہے جو اس صورت پر نمودار ہوئی ہے۔ اور وہ ذات تمام صفات کی جامع ہے مثلاً جس طرح صفت علم میں تمام صفات کے ساتھ ظہور فرمایا ہے اسی طرح بصر و سمع وغیرہ میں صاحب لمعات بہت اچھا فرما گئے ہیں کہ اَلْحَقِیْقَةُ کَالْکُرَةِ (یعنی حقیقت مثل ایک گیند کے ہے) یعنی گیند میں جس جگہ (بھی) انگلی رکھو گے وہی اس کا درمیان ہوگا۔ پس اگر کسی پر ایک صفت کما ہی منکشف ہو جائے تو اس کے ضمن میں تمام صفات کا عرفان اس کو حاصل ہو جائے گا۔ صاحب گلشن راز کیا اچھا کہہ گئے ہیں ؎

دل یک قطرہ را گر بر شگافی [۱] | برول آید از و صد بحر صافی

اور اس قسم کے اشتغال اسی بات کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح وہ ذات بے کیف ہے اور تمام قیود و تعینات سے مطلق (آزاد) اور تمام اطوار سے ظاہر ہے اسی طرح اس کی صفات بھی مطلق اور بے کیف ہیں اور تعینات جو بے شمار اور لاتعداد ہیں وہ ظاہر ہو کر بھی اسی طرح اپنی بے رنگی پر ہیں۔ مثلاً صفت بصر بیشمار تعینات کے ساتھ ہر ذی بصارت میں ایک علیحدہ طریقہ اور جدا طور پر اور مقررہ انداز کے مطابق ظاہر ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اپنی بیرنگی پر ہے۔

---

[۱] اگر ایک قطرہ کا دل چاک ہو اور جو کچھ اس میں مخفی ہے ظاہر ہو۔ اور قطرہ قید خودی سے آزاد ہو جائے یعنی تعین اٹھ جائے تو باوجود اس کے کہ قطرہ دریا کا جزء صغیر ہے اسی قطرہ سے جو قید تعین ہوا ہے تو سو بحر صافی کیا صد ہزار بحر صافی ظاہر ہو جائیں کیونکہ قطرہ کی حقیقت کل دریا کو شامل ہے یہی کیفیت ہر شئ کی ہے۔ گیہوں کے ایک دانہ کو لیجئے، کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس دانہ میں اس گیہوں کی جماعت نہیں جیسے آدم علیہ السلام نے نوش کیا تھا، صافی کا لفظ نہایت لطیف ہے کدورت و نقص لازمہ تعین ہیں جب تعین نہ رہا تو سب صافی ہیں چونکہ اعلیٰ و اسفل کی حقیقت ایک ہے اور اس کا ظہور [illegible]

(آپ یہ سب بیان فرما رہے تھے) کہ اسی اثناء میں کہیں دور سے بانسری کی آواز گوش مبارک میں پہنچی۔ فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس بانسری کی آواز ایک خاص تعین رکھتی ہے کہ اطلاق وبے کیفی اس کی آواز میں ہے اور اسی ایک آن میں ہزاروں اس کو سنتے میں اور ہر سننے والے کے کان میں اپنے اسی تعین کے ساتھ سریان کئے ہوئے ہے لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنے مقام صرافت پر ہے اور کسی کی مقید نہیں ہے بلکہ جس جگہ کوئی سننے والا موجود نہیں ہے تو (بھی) (اپنے غیر کے علاوہ) وہ خود موجود ہے۔

افادہ = **خواجہ حافظ کے شعر حضوری گر ہمی خواہی الخ کی تشریح** ایک بار ایک فاضل شخص نے حضرت قبلہ کی خدمت میں خواجہ حافظ کے اس مصرعہ۔ حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ کے بارہ میں دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اَلْاِحْسَان اَنْ تعبد رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَانه يَرَاكَ[1]۔ احسان سے طلب عبادت میں وہ حضوری ہے جو مرتبہ رُویت و دید پر پہنچ گئی ہو۔ اور اگر حضوری اس طرح میسر نہیں ہے یعنی عدم عینیت ہے تو ایمان کا تحفظ اس میں ہے کہ اس ذات تعالیٰ کو اپنا نگران سمجھے کیونکہ اس کیفیت کا ملکہ اس کیفیت (دید و شہود) تک پہنچانے والا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ[2] اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس فاضل نے اس کو قبول کیا۔ پھر سوال کیا کہ صوفیاء جو اشغال فرماتے ہیں وہ یہی لفظ اللہ کا تلفظ ہے یا اس کے علاوہ۔ پھر اس سے وصول بذات منزہ کس طرح ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ اسم کو عین مسمیٰ کہا ہے اور حدیث میں آیا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[3] پس جب کوئی اس اعتقاد کے ساتھ اسم مبارک کا شغل اختیار کرے تو وہ ضرور مثمر وصول بہ ذات منزہ ہو گا۔ اس نے اس کو بھی تسلیم کر لیا۔

افادہ = **نفی و اثبات کے معانی و رموز** ایک عزیز نے حضرت قبلہ کی خدمت میں سوال کیا کہ نفی و اثبات کے معنیٰ صوفیاء کے نزدیک کیا ہیں آپ نے فرمایا لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ

---

[1] احسان سے مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے [2] اللہ کو یاد کرو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے [3] میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں۔

پھر فرمایا کہ صوفیہ صافیہ کا مذہب جبر متوسط ہے یعنی ظاہر میں قدری ہو تاکہ احکام شرع بجا لانے میں تمام افعال کو اپنے سے مستند رکھے اور باطن میں ایک (دوسری) چیز ہوگی یعنی اس کی نگاہ بصیرت میں تمام افعال وسکنات وحرکات مستند بہ ذات حق ہوں کہ اَللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔[1]

افادہ طریقت کی نسبت اور عبادات واعمال کے راستے جدا جدا ہیں | حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نسبت طریقت کی راہ علیحدہ ہے اور طاعات واعمال کی راہ علیحدہ۔ چنانچہ اول (نسبت طریقت) جو ہے وہ کیفیات علیہ اور تجلیات الٰہیہ تک پہنچاتی ہے اور یہ دوسری (طاعات واعمال کی راہ) انوار و برکات تک پہنچاتی ہے۔ اور یہ دوسری اس عالم کیساتھ بہت زائد مناسبت رکھتی ہے اور وہ گویا دوسرے کی اس کو خبر واطلاع ہی نہیں ہے۔ اور بعض میں دوسرے کے ساتھ مناسبت ہے اور پہلے کی کوئی خبر نہیں ہے۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک وقت واضح ہوا کہ اَنَا ضمیر متکلم کے معنی میں ہے جو حدیث قدسی فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کے لفظ اُعْرَفَ میں واقع ہو کہ تمام لوگوں میں مضمر ہے بلکہ تمام اشیاء میں اسی کا ظہور ہے اور یہی سر ہے حُبّ ملود اور تمام موجودات میں اپنے اظہار کمال کا بلکہ وہ محبت بھی جو ایک کو دوسرے سے ہوتی ہے وہ اسی سبب سے ہے کیونکہ انانیت ایک ہے جو دونوں چیزوں میں ظاہر ہے پس حقیقت میں یہ حُبّ اپنا کمال ہے جب یہ معرفت ظاہر ہوگئی تو مظاہر کی تعداد نظر سے اوجھل ہوگئی وہی ایک اناء مطلق بے نسبت واعتبارات باقی رہ گیا۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اسمائے الٰہیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبارات ہیں لیکن نفس الامر میں (یعنی حقیقت میں) مثلاً پانی میں ایک اعتبار تبرید کا ہے جو مصداق مبرّد ہے اور دوسرا طہارت۔ اور تیسرا ازالۂ تشنگی جو کہ اسمائے مشتقہ کے انتزاع کا منشا ہوگیا ہے (یعنی ذات ایک ہے صفات بہت ہوگئے ہیں) (پھر) فرمایا کہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے علوم میں سے ہر علم کے مقام ومنشاء پر اطلاع بخشی ہے۔ انشاء اللہ اس کو بیان کیا جائے گا۔

افادہ = **صوفیہ کے قول العلم ہو الجہل کی تحقیق** : حضرت قبلہ نے صوفیہ کے اس قول

---

[1] تم کو اور جن چیزوں کو تم بناتے ہو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا۔

العلم هو الجھل کی تحقیق میں فرمایا کہ علم کی دو جہتیں ہیں ۔ ایک جہت اس کی ذات عالم کی نسبت کے ساتھ ہے اس حیثیت سے وہ حضوری ہے اور دوسری جہت اس نسبت کے ساتھ ہے جو اس کی ذات سے خارج ہے اور اس حیثیت سے وہ کسبی اور حصولی ہے اور اس جہت سے وہ عالم و معلوم کے مابین دوگانگی و اثنینیت کی مقتضی ہے اور عرف عام میں اسی جہت سے معروف (مشہور) ہے پس حقیقۃ الحقائق کے ادراک میں جب تک علم حصولی درکار ہے توحید کا انکشاف کما حقہ ظاہر نہیں ہوتا اور جب اس علم سے روگردانی کر لی اور علم حضوری سے کام پڑ گیا (تو) توحید منکشف ہو گئی پس علم توحید جہل ہے علم حصولی سے ۔

افادہ = **ظہور وحدت کے اطوار اور ان کی تشریح** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ظہور وحدت دو طرح پر ہے ۔ ایک صور معانی و علوم کے ساتھ جس میں تنزہ و لطافت و روحانیت غالب ہے دوسرے صورِ اعیان کے ساتھ جس میں حکم کون غالب ہے پس جو شخص صورتِ اول میں توحید کا مغلوب ہو گیا اس کے تصرفات کی اتنی قوت اور اس کی وفات کی اتنی بقا معلوم نہیں ہوتی اور وہ شخص جس نے صورتِ ثانی میں توحید میں فنا پیدا کی اس کے تصرفات قوت کے ساتھ اور اس کی موت کے بعد باقی نظر آتے ہیں ۔ واللہ اعلم

افادہ : **مزارِ اقدس کو بوسہ دینے کا سرّ و رمز** حضرت قبلہ (ایک بار) مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے موقع پر ان کی قبر شریف کی زیارت کو موضع مبلا وہ تشریف لے گئے وہاں لوگوں کا ایک انبوہِ عظیم تھا اور ایک کثیر ہجوم ان کی قبر کو بوسہ دے رہا تھا حضرت قبلہ وہاں تھوڑی دیر کھڑے رہے اس کے بعد مقبرہ کے اندر سے باہر آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آدمی جب تک قید حیات میں رہتا ہے اور اس میں ہر چند یاد حق کرتا ہے اور ترقیات کرتا ہے لیکن بہ سبب تعلق جسمانی اس کو بشریت و ناسوتیت سے کلی طور پر نجات میسر نہیں ہے اور جب اس عالم سے انتقال کر گیا تو اس وقت بشریت سے مکمل طور پر نجات حاصل ہو کر صفتِ لاہوتیت غالب ہو جاتی ہے لہٰذا وہ مسجود خلائق ہو جاتا ہے ۔

افادہ = **تمام عالم علم الٰہی میں ثابت ہے** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تمام عالم علم الٰہی میں ثابت ہے اور حقیقتاً وجود علمی کے سوا کچھ نہیں ہے مگر اس جگہ تفصیل ہے جو ایک مثال سے واقع

ہوتی ہے مثلاً ہم نے اپنے خیال میں ایک بڑے درخت کی بیج کی صورت قائم کی اور جو کچھ اس بیج میں شاخوں، پھولوں، پتوں اور پھلوں کی قابلیت ہے، سب کو علی سبیل الاندماج یا بحیثیت الاندراج تصور کیا پھر اپنے خیال میں ان شاخوں وغیرہ کو مرتبتہً بعد اخریٰ ظہور بخشا یہاں تک کہ پورا درخت مرتب ہوگیا۔ پس دونوں مراتب میں وہ خیالی درخت کہ ایک اس کا اجمال ہے جو مرتبہ تخم میں تھا اور دوسرا اس کی تفصیل جس نے بحسب قابلیت ظہور پایا (یہ سب) سوا خیال کے اور کچھ نہیں ہے پس حقائق عالم کو علیٰ وجہ الاوّل صورِ معلومہ سے نامزد کیا ہے اور وجہ ثانی پر اس کا وجود خارجی رکھا ہے اور یہ دونوں حالتیں علم میں (موجود) ہیں۔

پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ الاعیان الثابتۃ ماشممت رائحۃ الوجود[1] تو ان کی رائے بہت صحیح ہے اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ عالم کا ایک وجود خارجی ہے وہ بھی درست کہتے ہیں پس جب کسی کو مذکورہ معنی مشہود ہو گئے (تو) وہ اپنی ہستی متعینہ کو محض فانی و نیست پاتا ہے چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ (اس حالت میں) چالیس سال ہو گئے اپنے کو ڈھونڈھتا ہوں اور نہیں پاتا۔

آیت اللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ الآیہ کے اثرات

افادہ حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں قرآن سن رہا تھا جب یہ آیت ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء[3] پڑھی گئی تو انوار مختلفہ نمودار ہوئے (اور) اس مسئلہ کے نور نے جدا ظہور کیا الفاظ کا نور علیحدہ ظاہر ہوا اور کلام اللہ کی حیثیت کونیہ متمیز اور روشن ہوئی اور ہستی حق کا نور صرف جو اس میں متجلی تھا بحالہ منکشف ہوا پھر سب کو ایک نور کی حقیقت میں پایا اور یہ سب اقسام اسی ایک نور سے مشہود ہوئے

---

[1] داخلی یا شاملی طور پر [2] اعیان ثابتہ نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی۔

[3] اور اپنی لونڈیوں کو حرام کاری پر مجبور نہ کرو۔ [4] اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اس کے نور کی مثال اس طاق کی سی ہے جس میں چراغ رکھا ہوا اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے اور قندیل اس قدر شفاف ہے کہ گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ ہے، وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ پورب کے رخ واقع ہے اور نہ پچھم کے رخ۔ اس کا تیل اس قدر صاف ہے کہ اگر اس کو آگ نہ بھی چھوئے تب بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے آپ جل جائے گا۔ (غرضیکہ ایک نور نہیں) بلکہ نور علیٰ نور ہے۔

پھر جب آیت نور پر پہنچا یعنی اللہ نور السمٰوٰت والارض تو اس کے معنوں سے ایک سکون و طمانیت و ٹھنڈک حاصل ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ صورت جو ظاہر ہوئی تھی اسی آیت کے پڑھنے سے ہوئی جس نے اس کے پڑھنے پر سبقت کی (یعنی اس کے پڑھنے سے پیشتر ہی وہ ظاہر ہو گئی) اور ایک مدت سے جو اس کے معنی میں تردد تھا وہ کلیتاً رفع ہو گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

افادہ = حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک بار حافظ نے آیۂ کریمہ اللّٰہُ نُورُ السمٰوٰتِ وَالارضِ مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشکوٰۃٍ فِیھَا مِصبَاحٌ۔ اَلمِصبَاحُ فِی زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوکَبٌ دُرِّیٌّ یُوقَدُ مِن شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ زَیتُونَۃٍ لَّا شَرقِیَّۃٍ وَّلَا غَربِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیتُھَا یُضِیئُ وَلَو لَم تَمسَسہُ نَارٌ نُورٌ عَلٰی نُورٍ پڑھ رہا تھا۔ اس کے سنتے ہی یہ ظاہر ہوا کہ مشکوٰۃ سے مطلب عالم ناسوت و ملکوت ہے اور زجاجہ سے مراد حضرت حق کے صفات اور نور ذات ہیں یعنی ذات کا عالم میں ظہور بغیر صفات کے توسط کے نہیں ہے اور یہ معرفت حاصل ہونے کے بعد یہ معنی محسوس ہو گئے۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ قرآن عظیم سب کا سب توحید کا بیان ہے لیکن اسی وضع پر جس پر وحدت نے ملابس غیر و غیریت میں ظہور فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کو لفظ غائب سے تعبیر فرماتا ہے کبھی صیغۂ تکلم سے اور کبھی خطاب سے اور یہ ارشاد ہے کہ غیب میں اور خطاب میں بھی اور تکلم میں بھی وہی ذات واحد حقیقی ہے۔

افادہ = ایک بار حضرت قبلہ نے ایک حافظ کو یہ پڑھتے سنا کہ لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیئٌ وَھُوَ السَّمِیعُ البَصِیرُ[1] فرمایا ہاں سمیع و بصیر کے عالم موجودات میں جس میں بھی سماعت و بصارت کی صفت ہے وہ اسی سے مخصوص ہے (بی یبصر و بی یسمع)

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جس جگہ تقید ہے اس کا تجرّد کی طرف میل ہے اور اس کا سِر یہ ہے کہ مرتبۂ اطلاق میں کمالات بہت ہیں اور جس قدر کہ تقید اختیار کرتا ہے کمالات کا دائرہ اس تقید کے مطابق تنگ ہو جاتا ہے پس مقید کو وہ کمالات تقید کی حالت میں حاصل نہیں ہوتے اور ہر شی اپنی اصل فطرت کے ساتھ طالب کمال ہے اور مطلق کو وہ کمالات جو مراتب تقید میں ظاہر ہوتے ہیں سامنے موجود و حاضر ہیں اس لیے مقید ہر مطلق کو اپنا کمال سمجھتا ہے۔

---

[1] اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْن کی تشریح

افادہ ایک دن حضرت قبلہ کے سامنے یہ آیت مذکور ہوئی۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔[1] آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو تمام مصائب وحوادث کو صرف اسی ذات کی طرف سے دیکھتے ہیں رویتاً نہ کہ علماً بلکہ ابتلاء کے وقت جب توجہ اور میل مبتلا کی طرف ہوتا ہے تو ان مصائب و آلام کے مشاہدہ میں ایک ایسی لذت ہوتی ہے جو تمام لذات سے اعلیٰ ہے۔ جس طرح مجنوں کہ جب لیلیٰ نے اس کا کاسہ (برتن) توڑ دیا تو اس نے رقص کیا اور فرطِ لذت سے وجد کرنے لگا گویا اولٰئك علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب یہ دانش وبینش قوت حاصل کر لیتی ہے۔ تو اپنی ہستی اور اس کے لوازم کو بھی اسی کے ساتھ مستند پاتی ہے۔ یعنی وہی ہے جو سب اس کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے پس شرک سے خلاصی کی ابتدا اسی سے ہے۔ اور اگرچہ نعمات حاصل ہونے میں بھی یہی معاملہ ہے لیکن از بس کہ حصولِ نعمات کے وقت اکثر لوگوں میں غفلت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور مصیبت کے وقت بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ اس حالت (مصیبت) میں اس دولت کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

افادہ = حضرت قبلہ نے ان تینوں آیتوں اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھِیْمَ[2] اور اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ[3] اور وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی الخ[4] جو

---

[1] اور اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو اللہ کی خوشنودی اور کشائش کی خوشخبری سنا دو، جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی عنایات ہے اور رحمت ہے۔ اور یہی راہِ راست پر ہیں۔ سیقول ۲ سورہ بقرہ، رکوع ۱۹

[2] کیا تم نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے ابراہیم سے جھگڑا کیا [3] یا اسی طرح اس شخص کو جس کو ایک گاؤں سے گذشنے کا اتفاق ہوا [4] اور جب (حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے کہا کہ اے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کریگا پارہ ۳، رکوع ۲ ۳ سورۃ بقرۃ۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ کے بعد ہیں کی تاویل میں ایسا فرمایا کہ جب آیت سابقہ میں رُشد کا غیّ سے امتیاز ذکر فرمایا (اور) بطور تنبیہ اس مدعا پر ان تین قصّوں کو جو رُشد کے صورِ ظہوریہ میں بطریق دلائل قدیم کہ انکار یا تردّد خاطر اور عدم اطمینان ہے وارد فرمایا کہ اس معنی پر کمال بصیرت حاصل ہو جائے اور غیّ سے متنبہ رہیں اور رُشد یا کمال وجود ظاہر ہو جائے۔

افادہ: **طعامِ ارضی و طعامِ آسمانی** حضرت قبلہ نے اس آیت لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ الخ کے بیان میں فرمایا کہ چونکہ آدمی کی تخلیق ارضی ہے اسی لیے ان کی فطرت کے مطابق فطری اور طبعی طور پر ان کھانوں کی رغبت جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں، غالب ہوتی ہے لہٰذا وہ کھانے جو آسمان سے اتارے گئے تھے چونکہ طبیعتِ ارضی کا حکم ان پر غالب تھا۔ لہٰذا وہ اس سے اعراض کر کے ارضی کھانوں کی طرف مائل ہو گئے اور طعام آسمانی کا نزول حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی رغبت کے مطابق تھا اور ان کی طبیعت پر روحانیت کا حکم غالب تھا اور ملکوت کے رنگ میں رنگ گیا تھا۔ لہٰذا انھوں نے اس کو بسبب مناسبت اس عالم سے کھینچ لیا تھا۔ واللّٰہ علم بالصواب۔

افادہ: **عالم کا وجود اعداد کے مثل ہے** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ عالم کا وجود اعداد کے مثل ہے جیسے حساب کرنے والا اپنے ذہن میں ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دیکر اکائی، دہائی، سینکڑہ ہزار، دس ہزار بلکہ لاکھوں تک بڑھاتا رہتا ہے اور ہر خاص مرتبہ کے احکام صادقہ نفس الامریہ اس کے ذہن میں متحقق ہو جاتے ہیں اور اس جگہ ہر فرد دوسرے فرد سے اپنے حکم خاص کے ساتھ مُمَیَّز و منفرد و متقرر رہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، حالانکہ ان تمام احکام و اعداد کا اس کے ذہن سے خارج کوئی پتہ و نشان نہیں ہے۔ پس اسی طرح اس عالم کی صورتوں کو علم الٰہی نے کثرت بخشی ہے اور ان میں ہر فرد ان احکام و خواص کے ساتھ جو محض صادق و راست ہیں، اس مَوطن میں مُتَمَثّل ہے اور وجودِ خارجی کی کوئی بو تک نہیں رکھتا اور اس کا صدق احکام ان کے خارجی عدم تحقق کے ساتھ تناقض نہیں رکھتا۔

۱؎ ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا آپ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ جو نباتات زمین سے اُگتی ہیں ہمارے لیے پیدا کر دے۔ پارہ ۱، رکوع ۷، سورۃ بقر۔۔۔۔۔۔

۲؎ ثابت۔۔۔۔۔۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بزرگوں نے خلوتِ خاص کا شغل مقرر کیا ہے۔ اور اس سے مطلب ہے کہ (جیسے) کوئی شخص تنہا خلوت میں بیٹھے اور اپنے خیال کو اپنی مرغوب تصویر پر قائم کرے تاکہ جہاں تک ہو سکے صورتوں کے تخیّل میں دور دور چلا جائے اور رزم بزم کی ایک صورت قائم کرے پھر اس حالت میں یہ غور کرے کہ یہ تمام کارخانہ صرف اس کے خیال میں مرتب ہے وہی ایک حال ہے جو ان کثیر صورتوں کے ساتھ برآمد ہوا ہے اور خارج میں ان تمام صورتوں کا کوئی پتہ اور نشان نہیں ہے۔ اور اس کثرتِ عالم کو اسی قیاس پر لادے (پھر) تب اس شغل کی تکرار کثرت کی نیستی کا فائدہ اور توحید کا ظہور بخشتی ہے۔

افادہ : ظہورِ حق سے تمام کثرت غائب ہو جاتی ہے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ الخ کی آیت میں اس کی ہستی کے ظہور کے اسباب واطوار کا بیان ہے جو کثرات کے تمام مراتب ہیں اور سالک پر کبھی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی گویا تاریکی میں ایک چراغ روشن ہو گیا اور چراغ روشن ہوتے ہی ساری ظلمت کافور ہو جاتی ہے۔ نیز اسی طرح ظہورِ حق ہوتے ہی سالک کی نگاہوں سے یہ تمام کثرت غائب ہو جاتی ہے۔ اور ہستیٔ حق کے نور کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا پھر فرمایا کہ کثرت کے ساتھ نسبت بُوْد ہے یا نمود کیونکہ حقیقت میں نمود ایک بود ہے لیکن ایسی بُوْد جو اس نمود کی بود نہیں وہی بودِ حقیقی ہے۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ وجودِ حق مالامال ہے سوائے وجود کے کچھ نہیں ہے، اور جس کو عدم کہتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہی (ایک) وجود ہے جو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لوٹتا اور گردش کرتا رہتا ہے۔ اور لوگ اس سے عدم کا مفہوم مراد لیتے ہیں فقیر نے عرض کیا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

ے ہر چیز کہ غیر اوست مانندِ عدم — اسمے دارد و لے مسمائے نیست[1]

فرمایا کہ حق و درست ہے ہم بھی یہی سمجھتے ہیں۔

افادہ = حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جس طرح صفاتِ الٰہیہ نے علم و سمع و بصر و قدرت سے انسان میں ظہور کیا ہے اسی طرح صفتِ تخلیق و تکوین ظاہر ہوئی رچنانچہ یہ بات خیال و اندیشہ میں روشن

[1] ہر وہ چیز جو اس کی غیر ہے اس کی مثال عدم کی ہے ایک اسم رکھتی ہے لیکن کوئی مسمّا نہیں ہے۔

ہے کہ ہردم اس میں ایجاد و اقدام ہے (کلَّ یومٍ ھو فی شان)

افادہ = ایّامِ مرض میں ایک دن مخلصین میں سے ایک کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس طرح ہمارے اور تمہارے خیال نے صورت اختیار کی ہے اور صُوَرِ خیالیہ نمودار ہوئی ہیں اسی طرح ہمارے وجودات حضرتِ حق کے صُوَرِ علمیہ ہیں۔

مرزا بیدل کے عقیدۂ توحید پر مبنی اشعار پر اظہارِ مسرت

افادہ = (ایک روز) حضرت نے اس فقیر کی زبان سے مرزا بیدؔل کے یہ اشعار سماعت فرمائے۔ چونکہ میں نے مضامینِ توحید کو اپنی خوش آوازی سے رنگین و پرکشش کر دیا تھا اس لیے آپ بہت خوش ہوئے اور کبھی کبھی فرمائش کیا کرتے تھے اور بہت محظوظ ہوتے تھے ؎

اے گلِ چمنی حیرتِ عریانی خود باش	این جامۂ رنگیں کہ تو داری بہ براوست
زیں پیش غبارِ من موہوم بہ گیرید	دستے کہ بخود حلقہ کنم در کمر اوست
تمثال بغیرہ از اثر شخص چہ دارد	خوش باش کہ خود را تو نمودن ہنر اوست

؎ اے میرے چمن کے گل شاداب و تازہ اپنے ظاہر ہونے کی حیرت پر آگاہ ہو یعنی تیرے ظاہر ہوتے سے جو حیرت مذمومہ تجھے حاصل ہوگی اس سے واقف ہو۔ یہ صفات کا جامۂ رنگا رنگ جو تو زیب تن کئے ہوئے ہے وہ دراصل معشوق حقیقی کے جسم کا جزو لا یتجزیٰ ہے (ایسا جزو جس کی تقسیم نہ ہو سکے) ایسے موہوم غبار کے سامنے اس کو خاطر میں نہ لاؤ وہ ہاتھ جس سے میں اپنی ذات کا احاطہ اور حلقہ کئے ہوئے ہوں اگر نگاہ بے اعتبار کے حجابات درمیان سے اٹھ جائیں تو وہ ہاتھ دراصل مقصود اصلی کی کمر ذات سے وابستہ ہیں۔ یہ نعمت فنائیت تامہ سے حاصل ہوتی ہے۔ تمثال اور مثال بغیر روح حقیقی کے کیا اثرات مرتب کر سکتی ہے کیونکہ جب تک روحِ حقیقی سے وابستہ نہ ہو جائے تب تک وجود بشری خاک ہے اور پھر بھلا وہ کس مصرف کا بس اسی خیال میں مستِ اَلَست رہو کہ ہم جو نمایاں ہوئے ہیں یہ بھی بہ مصداق آیۃ کریمہ کلَّ یومٍ ھُوَ فی شانٍ۔"

اسی (معشوق حقیقی) کی کرشمہ سازی اور اس کے ہزار ہا چٹکلوں میں سے ایک چٹکلہ ہے بقول جگرؔ ؎

چاہتا ہے عشق رازِ حسن عریاں کیجئے
یعنی خود کھو جایئے ان کو نمایاں کیجئے (تقی انور)

واقعاتِ عباداتِ شاقہ وعلالتِ رحلت وبعدِ رحلت

افادہ = جاننا چاہیئے کہ ان اوراق کی تسوید یہاں تک پہنچی تھی کہ حضرت قبلہ کی رحلت کا حادثۂ دلخراش وجاں کاہ واقع ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ ماہ شعبان ۱۱۶۲ھ ابتدائے عشرۂ اخیرہ سے حضرت قبلہ نے غیر معمولی مجاہدہ کا اپنے اوپر التزام فرمایا کہ حتّی الامکان ایک ساعت بھی آرام پر راضی نہ ہوتے تھے دن بھر مراقبہ واوراد میں گذارتے اور رات کو قرآن سنتے تھے (جو فرزندم محمد آفاق، اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نام کی طرح علم وعمل میں برتری عطا فرمائے پہلی محراب میں پڑھتے تھے) پورا اہتمام رکھتے تھے۔ اور جب رمضان کا عشرۂ اخیرہ آیا بہ نیتِ اعتکاف مسجد میں اقامت فرمائی۔ ۲۷ رمضان کو جس دن کہ ختمِ قرآن تھا نہایت خوش ہو کر شکر الٰہی ادا کیا اور فرمایا کہ اَلحمدُ للّٰہ اللہ کے فضل وکرم سے یہ تمنا بہ اَحسن وُجُوہ پوری ہوئی پس انتیسویں رمضان سے مزاجِ اقدس میں قدرے کسلمندی لاحق ہوئی لیکن اس کے باوجود اوراد ووظائف معمولہ میں کوئی کمی وفتور نہ پیدا ہوا۔ دوسری شب جو شب عید تھی اعتکاف سے فارغ ہو کر اندرونِ خانہ تشریف لے گئے اور معمول کے مطابق گھر سے باہر آئے اور نماز عشاء سے فارغ ہونے کے ایک ساعت بعد حرارت نے غلبہ کیا (اس حد تک) کہ بہ ہزار دقت وخرابی (مشقت وکلفتِ تمام) وقتِ صبح حجرہ سے مسجد تشریف لا کر نماز فجر ادا کی لیکن مصلّی پر بیٹھے رہنے کی (جلوس مراقبہ کی) طاقت نہ پا کر حجرہ میں واپس آگئے، اور اس فقیر کو حکم دیا کہ مصلّیٰ پر جا کر نماز عید پڑھا آؤ۔ جب آپ نے میرے اس رنج وغم اور آپ کو تنہا چھوڑنے میں مذبذب دیکھا تو مزید تاکید سے فرمایا کہ یہ ملت کا شعار ہے اسے جا کر ضرور ادا کرنا چاہیئے۔

رحلت | القصہ اس روز سے رفتہ رفتہ مرض میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور سوائے نماز پنجگانہ بیٹھ کر ادا کرنے کے کوئی نشست وبرخاست کی طاقت نہ رہی۔ انہیں ایام میں ایک روز اس فقیر نے عرض کیا کہ حضور نے اس چلہ میں بہ نفسِ نفیس طاقت سے کہیں زائد اجتہاد فرمایا۔ فرمایا کہ کیا کیا جائے اوقات غنیمت تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے (ایک) اشغلِ طریقت کی استدعا کی آپ نے باوجود ضعف ونقاہت بیٹھ کر اس کو شغل طریقت تعلیم فرمایا، انہیں ایام میں ایک روز فرمایا کہ بیماری نے غلبہ پالیا ہے اور علاج فائدہ نہیں کر رہا ہے دوا ترک کر دینا چاہیئے اور خدا کے سپرد

کر دینا چاہیئے۔ ماہِ شوال کی بارہویں شب جو شب جمعہ بھی تھی نمازِ مغرب ادا فرمانے کے ایک ساعت بعد اس طرف سے توجہ منقطع ہوگئی اور عالمِ قدس کی طرف کلیتاً متوجہ ہو گئے۔ پس ثلثِ اخیر جو صادق مصدق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے مطابق اِذَا کَانَ ثلث اللیل الآخیر ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ الی السمآءِ الدنیا[1] بھی اور تدلیٔ الٰہی کا وقت قریب تھا اور مصداق حدیث قدسی اِذَا اَتَانی یَمْشِی اَتَیتُہٗ ھَروَلَۃً[2] ظاہر ہوا اور آپ کی روحِ پر فتوح نے عالمِ ناسوت کی پستی کے تعلق سے آزاد ہو کر رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا اور نور نے نور میں مل کر عالم کو اس جہان کے خاک نشینوں کی نظر میں تیرہ وتار کر دیا، آفتِ کبریٰ برپا ہوگئی اور جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ وقتِ غسل یہ فقیر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کہ انوار چہرہ مبارک سے ایسے تاباں و درخشاں تھے کہ معلوم ہوتا تھا آفتاب کی شعاعیں جبین مبارک سے پھوٹی پڑ رہی ہیں۔ پس والدِ بزرگوار کے مزار پُر اسرار کے برابر آسودہ خواب ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

قبروں میں انوار مجمل و مفصل کا مشاہدہ حضرت اقدس نے جب مصیبت زدوں کی تعزیت وتسلی کے لیے وطنِ کرامت مسکن (دہلی) سے تشریف لا کر مقبرہ میں مزارِ اقدس کے قریب نشست فرمائی تو بعد مراقبہ و توجہ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں قبروں میں ایک عجیب وغریب کیفیت ہے۔ ایک کیفیت میں شہود روشن ہے اور انوار مجمل ہیں اور دوسرے میں شہود مجمل ہے اور انوار غالب اور مفصل ہیں۔ گویا دونوں ایک دوسرے کی متن و شرح ہیں۔

وصال کے بعد بھی حاجت برآری اور میاں شاہ اہل اللہ جیو نے فرمایا کہ جس وقت میں ان کے مزار کے نزدیک بیٹھتا ہوں تو ایسا ادراک کرتا ہوں کہ گویا موت نے ان میں حلول نہیں کیا ہے کیونکہ آپ جس طرح اپنی زندگی میں مخلوق کی حاجت برآری کے لیے متوجہ رہتے تھے۔ اب اس حالت (بعد الوفات) میں بھی بلا کسی فرق کے اسی طرح ان کی توجہ محسوس ہوتی ہے۔ جب حضرت اقدس نے آپ کے حادثہ جاں کاہ اور بیماری کا قصہ سنا تو فرمایا کہ ایام بیماری اور ان کی وفات روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض اور رحلت کی مدت کے مثل ہوئی اور اس سلسلہ میں بھی آپ کو اقتدائے نسبت سنیہ میسر آئی۔ وَلِلّٰہِ الحَمد

---

[1] رات کے آخری تہائی حصہ میں ہمارا رب آسمان دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے.....

[2] اگر وہ میری جانب چل کر آئے گا تو میں اس کی جانب دوڑ کر آؤں گا.....

افادہ ۔ حضرت اقدس فرماتے تھے کہ میں ان کو دیکھتا ہوں تو اس رعب وہیبت و عظمت کا ادراک و اثر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ۔

افادہ = حضرت شاہ محمد معصوم کے بیان کردہ واردات ومشاہدات

جاننا چاہیئے کہ حضرت قبلہ کے خلفاء میں سے ایک ارشاد مرتبت ہدایت منقبت شاہ محمد معصوم ہیں جو شیخ بزرگ حضرت جدی قدس سرہ کے اصحاب میں سے تھے اور ایک مدت تک آنجناب کے حضور فیض گنجور سے فیوض وبرکات حاصل کرتے رہے پھر ان کی رحلت کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت میں کمر استفاضہ باندھی اور ریاضات ومجاہدات کئے اور جنگلوں اور آبادیوں میں بہت زائد چلے کھینچے اور فضائل وکمالات حاصل کئے۔ حضرت قبلہ نے ان کو قابلِ اجازت دیکھ کر حرمین شریفین جاتے وقت شرفِ خلافت سے مشرّف فرمایا۔ شریعت میں راسخ القدم اور مستقیم الاحوال ہیں اپنے اختیار وارادہ سے اپنے کو مشیخت میں نہیں ڈالا اور اس کاروبار میں مشغول نہیں ہوئے اس وقت موضع نکلہ میں جو اطراف میروارہ کے مواضعات میں سے ہے آبادی کے باہر ایک زاویہ بنا کر کمال قناعت سے بہ فراغت تمام گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱ وہ بیان کرتے ہیں کہ دورانِ سلوک ایک وقت انوارِ لطائف اس آفتاب کی شعاع کے مثل ظاہر ہوئے جو پہاڑ سے گھر میں مختلف رنگوں کے ساتھ سرخ وزرد وغیرہ ہر ایک سے زائد روشن پڑتی ہے، اور ایک نورِ سیاہ (سواد اعظم) انتہائی لطیف وشریف نظر آیا۔ اور اسی اثناء میں یہ دیکھا کہ ہم کو تمہاری طرف سے اوپر لے جارہے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک بلند مقام پر پہنچا وہاں حضرت بابا شماسی کے سامنے مجھ کو کھڑا کر دیا، انہوں نے مجھ پر ایک نگاہ ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ ایک رشتۂ نورانی ان کی دونوں آنکھوں سے نکلا اور میری طرف آنے لگا پھر ارشاد فرمایا کہ اس رشتہ کو اپنے دل میں لے پس اس رشتہ کا ایک سرا میں نے اپنے قلب پر رکھا اور دوسرا سرا انہوں نے اپنے قلب پر رکھا بعد ازاں ایک غیبت طاری ہوئی ایسا میں بے خود ہو گیا۔

واقعہ نمبر ۲ دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کہ ایک وقت لطیفۂ قلبیہ کا نور مثل شمع ظاہر ہوا جس

لہ اور عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین ہی کیلئے ہے لیکن منافقین نہیں سمجھتے ہیں۔۔۔

کی روشنی سے بدن کے باطنی احوال نظر آنے لگے۔ اور ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ وہ لطیفہ جس کا مقام دونوں ابروؤں کے مابین ہے اور ایک سمت زائد مال ہے اور دوسرے لطائف سے زائد قوی ہے ایک وقت ایک نور اس سے نکلا اور پوری مسجد جس میں تھا اس نور سے بھر گئی پھر وہاں سے تجاوز کر کے حدِ نگاہ تک تمام اشیاء کو پُر کر دیا اور مجھ کو بے خود کر دیا۔ اور ایک بار ایسا ہوا کہ بازار کا دن تھا اور میں اس مسجد میں جو اس کے مقابل تھی بیٹھا ہوا تھا کہ ایک قوت وتاثیر اسی لطیفہ سے نکلی اور تمام اہل بازار کو مسخر و مغلوب کر دیا ایسا کہ اگر میں اپنا ہاتھ بلند کرتا تو تمام بازار والوں کے ہاتھ بلند ہو جاتے تھے اسی طرح جو کچھ میں کرتا تھا وہی سب وہ بھی کرتے تھے، لیکن باوجود اس سب کے کسی کو کوئی شعور نہیں تھا۔

واقعہ نمبر ۳ اور ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا کہ ایک وقت یہ مشاہدہ ہوا کہ ایک نور عرش سے اس لطیفہ کی جانب جو تارک سر اور اس کے نیچے ہے فائض اور باہم متصل ہے، پھر ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا کہ ایک بار میں حجرہ میں معتکف تھا دیکھا کہ اس کی چھت کا حجاب درمیان سے اٹھ گیا اور حضرت حق نے بصورتِ ستارہ اس میں تجلی فرمائی اور کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَف مجھ سے تکلم فرمایا اور اس کے معانی واسرار بیان فرمائے اور اس قسم کی بہت سی باتوں سے کلام کیا۔

عارف باللہ شیخ حبیب اللہ قدس سرہ

بیان قدرے از کلمات معارف سمات و حالات کرامت آیات قدوۂ ارباب محو و فنا، عمدہ اصحاب صحو[1] ولقا حضرت عارف باللہ شیخ حبیب اللہ قدس سرہ جو حضرت اقدس کے چھوٹے ماموں صاحب تھے اور بندہ کاتب حروف کے عم مکرم

وہ شریعت وطریقت کے علوم کے جامع تھے اور تمام صفات سے متصف تھے، ان میں عنفوانِ شباب ہی سے آثارِ شجاعت ظاہر تھے فنون تیر اندازی وبرق اندازی میں بڑے ماہر تھے متعدد بار کفار سے مقابلہ ہوا ایک ایک تیر میں ان سب کو جہنم رسید کر دیا خطِ نستعلیق میں کمال رکھتے تھے، جواں مردی، تقویٰ اور طہارت ان کی فطرت تھی، بمصداق مِنَ المَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ عفت وعصمت میں پیدا ہوئے اور نشوونما پائی اور انہیں صفات میں اس عالم سے رخصت ہوئے۔ عفو وحلم کی خصلت اس حد تک رکھتے تھے، جو دوسروں میں متصور نہیں ہو سکتی۔ متبعین وملازمین کی گستاخی، شوخی اور بے ادبی سے اس طرز پر تبسم وشگفتہ روئی کیساتھ درگذر فرماتے کہ دیکھنے والے متحیر رہ جاتے تھے غرضیکہ اس سلسلہ میں حضرت غفور حلیم کے اخلاق سے متخلق تھے بلکہ ان دونوں ناموں سے متحقق تھے گویا بے آمیزش نفس ایک روح مجسم تھی اور گویا اس مقام کے خاتم تھے۔ ارادۃ اللہ اور راضی بہ رضا رہنے کی صفت میں اس کے اہل کمال سے سبقت لے گئے تھے۔ وجود کی نیستی ونفی از سرتاپا مترشح تھی۔ غرضیکہ چاروں خصلتیں جن سے مطلب طہارت وخضوع اور جوانمردی (بہادری) اور انصاف پسندی ہے، اور تمام خوبیوں کا

---

[1] ذاتِ احدیت میں غیریت کے ساتھ محو ہوتا۔ اور اصطلاحاً صحو سے مراد محویت کے بعد بیداری ہے اور یہ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کا پرتو ہے (تقی انور)

دار و مدار انہیں صفات پر ہے ذات شریفہ میں علیٰ وجہ الکمال تھیں۔

تحصیل علم گیارہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن پاک سے فراغت پاکر محراب سنائی اس کے بعد تحصیل علوم میں مشغول ہوئے بعض کتابیں والد ماجد حضرت شیخ محمد قدس سرہ سے پڑھیں اور بیشتر اپنے برادر معظم حضرت شیخ عبید اللہ سلمہم اللہ تعالیٰ سے پڑھیں اور تکمیل کتب حضرت شیخ بزرگ شاہ عبد الرحیم قدس سرہٗ سے کی نیز والد بزرگوار سے اشتغال طریقت حاصل کرکے سلوک کیا اس کے بعد جب ان کے والد نے اس جہاں سے رحلت فرمائی تو امام الطریقۃ قطب الحقیقۃ حضرت شیخ بزرگ شاہ عبد الرحیم قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں سعادت اندوز ہو کر وہ تمام اشغال بڑی محنت و تندہی سے حاصل کئے۔ یہاں تک کہ مرتبۂ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ اور حضرت شیخ بزرگ نے اجازت و خلافت سے مشرف فرما کر اس عبارت کی مثال عنایت فرمائی۔

سندِ اجازت و خلافت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلحمدُ للّٰہ الذی ھدانا الصراط المستقیم و	سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو صراطِ
الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد ھادی	مستقیم کی ہدایت دی اور درود و سلام ہو اس کے رسول
المنھج القویم وصاحب الخلق العظیم وعلیٰ آلہ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو راہ راست کی طرف ہدایت دینے
واصحابہ ھداۃ طرق الوصول الی اللّٰہ الرؤف	والے اور اخلاق عظیمہ کے حامل ہیں اور ان کے آل و اصحاب
الرحیم، اما بعد فیقول الحقیر الفقیر عبد الرحیم	پر جو وصول الی اللہ کی جانب ہدایت دینے والے ہیں، اما بعد
بن وجیہ الحق والدین الدھلوی غفر اللّٰہ لہ	بندہ حقیر فقیر عبد الرحیم بن وجیہ الحق والدین الدہلوی،
ولوالدیہ و احسن الیھما و الیہ ان الولد الصالح	اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت فرمائے
التقی النقی حبیب بن منبع الحقائق والمعارف	اس کے اور ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائے کہتا ہے کہ
شیخ محمد البھلتی قدس سرہٗ لازم صحبتی وتعلم	ولد صالح، متقی، پاکباز حبیب اللہ ابن چشمۂ حقائق و معارف
منی علم التفسیر والحدیث والتصوف وبقیۃ	شیخ محمد پھلتی قدس سرہٗ نے میری صحبت کو لازم کیا اور مجھ
اشغال الطریقۃ العلیۃ القادریۃ والچشتیۃ	سے علم تفسیر، حدیث، تصوف اور بقیہ اشغال سلاسل

والنقشبندية كثر الله طالبيها واوصل الله
سالكيها فرأيت فيه اسرارها وانوارها و
آثارها، فاستخرت الله سبحانه الاجازة
لارشاد طالبي وصول الله وسالكي السالكين
الى الله فامرني والهمني سبحانه تعالى ان اجيزه
الايصال الارشاد فاجزته لارشاد الطالبين
ولكمال السالكين اجازة ظاهرة عامة بمحضر
من المشائخ العظام والعلماء الكرام والفقراء ذوي
الاحترام كما اجازني مشائخ الطرق المذكورة قدس
الله اسرارهم، يده كيدي ومن بايعه فكانما
بايعني، ومن بايعني فكانما بايع النبي صلى الله عليه
وسلم وعلى اله واصحابه افضل الصلوٰة واكمل
التحيات واسأل الله له جلبه الاستقامة و
السداد على الطريقة المستقيمة والثبات
والدوام على الطريقة العزيمة وايضا اجزته التعليم
علم التفسير والحديث والتصوف وبالله التوفيق
الرفيق والحمد لله رب العالمين. آمين۔
وهذا بفضل اسامى المشائخ قدس الله اسرارهم

طریقت یعنی طریقہ علیہ قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ،
حاصل کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے طالبین کو زیادہ اور سالکین
کو واصل کرے۔ میں نے ان میں اس کے اسرار و انوار
و آثار مشاہدہ کئے پس میں نے اس سلسلہ میں (اجازت دینے
کے لئے) وصول و سلوک الی اللہ کے طالبین و سالکین کے
رشد و ہدایت کے لیے اللہ سے استخارہ کیا اس نے مجھے اس
بات کا حکم و الہام فرمایا کہ ان کو رشد و ہدایت کی اجازت دوں
چنانچہ میں نے ان کو مشائخ عظام، علمائے کرام اور فقرائے
ذوی الاحترام کی موجودگی میں طالبین و سالکین کے رشد و
ارشاد کی اجازت دی جس طرح مشائخ طرق مذکورہ رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین نے مجھ کو اجازت دی، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے
جس نے ان سے بیعت کی اس نے مجھ سے بیعت کی
اور جس نے مجھ سے بیعت کی گویا اس نے نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بیعت کی میری دعا ہے کہ اللہ
ان کو راہِ مستقیم پر استقامت و مداومت عطا فرمائے، نیز
میں نے ان کو علم تفسیر، حدیث اور تصوف کی تعلیم دینے
کی بھی اجازت دی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ
ان کو توفیق رفیق عطا فرمائے، والحمد للہ رب العالمین
اور یہ مشائخ گرامی کے نامہائے مبارک کے فضل سے ہے۔

عقیدہ و مسلک و مشرب

اس کے بعد اجازتِ ارشاد پاکر وطن آئے اور مسندِ ہدایت پر بیٹھ کر علومِ ظاہری و افاضۂ اسرار باطنی میں مشغول ہوئے، ہمیشہ قرآن و حدیث کے درس کے پابند رہے۔ اور تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی۔ بہت سے چلے کھینچے اور چند چلے ایسے کھینچے جس میں باوجود عدم اجازت کے سکوت محض اختیار کیا اور صرف اپنے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ ایک عالم نے ان کے

فیضِ صحبت سے نور باطنی حاصل کیا اور جس شخص کے سلوک میں آپ اپنی توجہ مبذول فرماتے ضرور اس میں اس کی اِستعداد کے مطابق برکت ظاہر ہوتی۔ ایک شب اس بندۂ کاتب حروف پر بھی لبسعی تمام توجہ فرمائی اور اس فقیر نے بار ہا ان کے حلقۂ مراقبہ میں جلوس حاصل کیا، امیدوار ہے کہ بحکم هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقىٰ جَلِيْسُهُمْ ان کی برکات سے محروم نہ رہے گا۔ اور احکام شریعت کے اسرار اور اہلِ سنت کے عقائد میں رُسوخ و بصیرت و تحقیق رکھتے تھے اور حقائق و معارف کے وجدان میں انبیاء علیہم السلام کے وارث تھے، توحیدِ وجودی کا جس طریقہ پر محققین کا مذہب ہے اعتقاد رکھتے تھے لیکن ان پر مشرب توحیدِ شہودی غالب تھا اور جب ارکان و احکامِ شریعت کا ذکر ہوتا تو اس کے اسرار بحسبِ تحقیق بیان فرماتے تھے اور اس کے لکھ لینے کا اشارہ فرماتے تھے اور اس کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

افادہ = حقائق آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ ہماری ابتدائی تحصیل کا زمانہ تھا ایک بار حضرت والا اعتکاف اربعین (چلّہ) سے عید کے دن مزین ہو کر باہر آئے اس وقت ہم پہنچے اور سلام کیا آپ نے اس حالت میں میری طرف ایک نگاہ ڈالی، آپ کے نگاہ ڈالتے ہی میں نے دیکھا کہ گویا مجھ میں ایک گرہ پڑی ہوئی تھی جو کھل گئی اور اس حالت اس سے زائد مجھے اور کچھ معلوم نہ ہوا۔ آٹھ نو سال بعد اس بات کو آپ کے خدام میں سے ایک سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں اس کا اظہار کر دیا آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اس نے ہماری منّت (احسان) کو یاد رکھا ہے۔ اس واقعہ کے بعد ایک دن میں حضرت والا کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا فرمایا کہ فلاں شخص تجھ سے ایک چیز بیان کرتا ہے (نقل کرتا ہے) میں نے عرض کیا کہ ٹھیک کہتا ہے آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات تمہیں یاد ہے بھولے نہیں ہو میں نے عرض کیا (جی ہاں) مجھے یاد ہے پھر آپ نے بہت کرم و عنایت فرمائی۔

افادہ: شاہ عبدالرحیم رضی اللہ عنہ کی نظر کیمیا اثر کے کرشمے آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے[1] حال میں (جب میں) حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا اور سلوک کر رہا تھا ایک روز کسی کام کے سلسلہ میں میں بازار گیا تھا اس وقت میرا دیدۂ بصیرت وا ہو گیا اچانک ایک راہ گیر پر نظر پڑی میں نے دیکھا کہ اس کے تمام حرکات اس کے ساتھ مستند دکھائی دیتے ہیں،

---

[1] وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔

یعنی فاعل حقیقی کا فعل ہے جس نے اس صورت میں ظہور کیا ہے چونکہ اس سے پیشتر اس قسم کی بات ظاہر نہ ہوئی تھی اس وجہ سے بہت تعجب ہوا اس وقت سے کبھی وہ صورت ظاہر ہوتی تھی اور کبھی پوشیدہ ہو جاتی تھی اور اس کے پوشیدہ ہونے سے دل اس کے دیکھنے کا پھر مشتاق ہوتا تھا۔ انہیں ایام میں ایک روز جب کہ سلطان فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھ کر دار الخلافت میں داخل ہوا۔ اور وزیر اعظم سید عبداللہ خان قلعہ سے استقبال کے لیے مجمع کثیر کے ساتھ نکلا۔ اور صاحبزادگان بمقتضائے صغر سنی گھر سے تماشہ دیکھنے کے لیے باہر آئے ہوئے تھے اور میں ان کے ساتھ تھا۔ پس اس وقت جب کہ ہزاروں کا مجمع تھا ایک عجیب صورت ظاہر ہوئی کہ تمام کو بمنزلہ عینک فعل واحد پر میں نے دیکھا یعنی ایک حقیقت فعلیہ ہے جس نے ہر ایک جگہ پر ایک دوسری صورت سے جلوہ گری کی ہے۔ بعد ازاں بتدریج وہ ادراک ملکہ ہو گیا۔

افادہ = **نماز میں فنائے کلی کا مشاہدہ** حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک بار میں نماز عشاء کی امامت کر رہا تھا۔ جب رکوع میں گیا تو دیکھا کہ میرا سر غائب ہو گیا۔ پھر اسی صورت کا میں نے سجدہ میں بھی مشاہدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت کے لئے اٹھا تو سر کو اپنی حالت پر پایا پھر جب رکوع و سجود میں پہنچا تو وہی پہلے والی حالت ظاہر ہوئی۔ ان کیفیات سے میں تعجب کر رہا تھا آخر بکمر و ہمہ وجود اپنے کو معدوم پایا اور فنائے کلی حاصل ہو گئی۔

افادہ: **چلہ میں انوار کی بارش، سیر آفاقی و سیر انفسی و دیگر مشاہدات** حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار میں چلہ میں بیٹھا ہوا تھا اچانک میری نظر اپنے پہ پڑی دیکھا کہ مجھ میں ایک نور سونے کے رنگ کا ایسا پیدا ہوا جس سے تمام اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوئی اس طرح جیسے چراغ کی روشنی میں اندھیرے کی چیزیں نظر آتی ہیں میں اس نور سے تمام اشیاء کی حقیقتوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور یہ صورت دوپہر تک نمودار رہی بعد ازاں ایسی کیفیت ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا میری آنکھوں پر ایک پردہ باندھ دیا گیا ہے اس سے انتہائی اضطراب اور ناقابل بیان رنج پیدا ہوا۔ تمام رات اسی حالت میں گذر گئی دوسرے دن اشراق کے وقت پھر وہی گمشدہ کیفیت رونما ہوئی پس میں حقیقتوں کے تماشہ میں محو ہو گیا میری پہلی نظر اس درخت پر پڑی جو مسجد کے صحن میں تھا میں نے دیکھا کہ اس کی جڑ کی جانب سے فیض الٰہی ظاہر ہوا اور دو شاخ و پتی ہو کر بلند ہوا زمین دوز آتش بازی کے رنگ میں اس سے پھلجھڑیاں

چھوٹ رہی ہیں اور مخصوص متناسب شکلوں پر بلند ہو رہی ہیں اور اس وقت تجددِ امثال کی حقیقت واضح ہوئی۔ اور معلوم ہوا کہ ملکوت السمٰوٰت والارض سے مراد یہی وجوداتِ نورانیہ ہیں جنہوں نے تمام اشیاء کو اس عالم میں جو ناسوت سے مافوق ہے منور کیا ہے۔

اور اسی طرح اس نور کیساتھ جس چیز کی طرف مثل چوب و سنگ و آہن نظر کرتا تھا اس کا وجود نورانی وجود ظلمانی کے سوا دیکھ رہا تھا اور ان اسمائے الٰہیہ کے ضمن میں جو تمام اشیاء کے اصلُ الاصول ہیں مثلاً اسم مبارک "المتین" جو پتھر اور لوہے کا اصلُ الاصول ہے مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور اس وقت اپنے وجود کو ایسا پا رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا دریائے محبت کے فوارہ کے مثل ہے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس سمندر سے جوش مار رہا ہے۔ اور اسی سمندر میں گم رہا ہے۔ اور رات دن سیر آفاقی میں رہتا تھا، جب اللہ کے فضل و کرم سے یہ سیر بہ تفصیل میسر ہوگئی (تو) سیر انفس کی طرف رجوع ہوا۔ پس میں نے دیکھا کہ پہلے پاؤں کی راہ سے اپنے بدن میں داخل ہوا اور اس نور سے اوکی ہر جزو کی حقیقت کا علیحدہ علیحدہ مشاہدہ کیا نیز ہر اس چیز کے مقام کا جو عالم کبیر میں موجود ہے اپنے وجود میں ادراک کیا یہاں تک کہ اپنے سر کی سیر تک پہنچا۔ پس اس کے اور پیشانی کے درمیان ایک سنہرے رنگ کا نور ظاہر پایا (دیکھا) جو نے کی لکڑی کے مثل تھا اور آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ اور وہ نور جس چیز کو چاہتا ہے اپنے احاطہ اور اپنی گرفت میں لے لیتا ہے گویا وہی حس مشترک ہے جس سے ادراک پیدا ہوتا ہے اور میں نے دیکھا کہ تمام حواسِ ظاہری و باطنی جیسے سماعت و بصارت و حافظہ و خیال وغیرہ ایک انگلی کے برابر بمنزلہ چراغ کی لو کے ہیں مختلف رنگوں کے ساتھ بعض زرد، بعض سرخ ہر رنگ و پے ہیں جو ان قوی میں ودیعت کئے ہوئے ہیں فیضِ الٰہی سے ان زبانوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس تیل کی طرح کہ جب وہ فتیلہ پر پہنچتا ہے تو شعلہ ہو کر نمودار ہوتا ہے اور یہ دکھائی دیا کہ یہ فیض پشت کی دونوں جانب سے جا کر آ رہا ہے اور متھ کی جانب شعلہ زن ہے اس وقت یہ واضح کیا گیا کہ یہی سر ہے جو شارع علیہ السلام نے منھ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

بعد ازاں یہ ظاہر ہوا کہ شانۂ چپ کے نیچے سے مضغۂ صنوبریہ قلبیہ کی جانب ایک نور سرخ رنگ ریزش کرتا ہے اور اس جگہ سے ایسا انتشار و ارتفاع قبول کرتا ہے جو تمام آفاق کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور اس نور سے یہ دکھائی دیا کہ ناف کے مقابل جانب چپ ایک چیز ہے۔

اور واقع میں زہرہ وہی ہے اس سے تین چار انگل کے فاصلہ پر ایک نور شعلہ دار شعلہ زن ہے اور
اس میں قدرے کدورت بھی ہے اور اس کی شعلہ زنی سراسر فخر و ناز شرر ہے اس حد تک کہ گویا تمام
عالم کے کمالات اس میں منقید ہیں اور ایسا واضح ہوا کہ نفس یہی ہے۔ اور یہ لطیفہ جب اس لطیفہ
سے آمیزش کرتا ہے تو پورے طور پر توجہ اِلی اللّٰہ ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے وہ لَا یسعنی
اَرضی ولَا سمائی وَلٰکن یسعنی قلب عبدی المؤمن کا مورد ہو جاتا ہے اور اسی شعلہ زنی کے
درمیان یہ بات ظاہر ہوئی کہ اس لطیفہ سے جس کا مقام بالائے حاجب یمین ہے ایک تنبیہ اس نفس کی طرف
متوجہ ہوئی اور اس کے ظاہر ہوتے ہی اس کی شعلہ فشانی ختم ہوگئی اور وہ کلّی طور پر پوشیدہ ہوگیا۔ اور
معلوم ہوا کہ وہ لطیفہ زاجرۂ روح ہے دوسری بات یہ منکشف ہوئی کہ مسامت قلبیہ مضغیہ بالائی جو
بائیں سمت لطیفہ کا حاجب ہے انتہائی نورانی صنوبری شکل پر جس کے سر کی نوک سیاہ ہے اور وہ
معلق رہتی ہے اور اس مضغۂ صنوبریہ کو اس لطیفہ کے ساتھ انتہائی باریک نورانی دھاگہ کی طرح
ایک تعلق ہے۔ اور اس لطیفہ کی کیفیت یہ ہے کہ ایک جگہ پر اس کو قرار نہیں ہے۔ وہ کبھی اپنی منقار
کو لطیفۂ سمعیہ میں اور کبھی بصریہ میں اور کبھی وہمیہ و متخیلہ و حافظہ میں ڈالتا ہے اور اس کی وجہ سے
ان حواس و قویٰ میں ادراک پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ مکشوف ہوا کہ وہی لطیفۂ دراکہ ہے جو اس کی حقیقت
قلب میں ہے اور اس کے قلب کی وجہِ تسمیہ حواسِ ظاہرہ اور قوائے باطنہ کے ساتھ اس کا تقلب ہے۔

بعد ازاں تارک سر میں وہ لطیفہ جو چنے کی دال کے برابر ہے اور ایک جہت رکھتا ہے نمودار
ہوا اس سے خطوطِ نورانیہ سورج کی شعاعوں کی طرح نکلتی ہیں اور تمام اشیا کا احاطہ کر لیتی ہیں۔
اور عرش سے گذر کر ذاتِ مقدس کی طرف پہنچ رہی ہیں اور اس وقت عرش عظیم جو کہ محدود ہے اس
میں ناچیز محض ہو جاتا ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ عروج روحی بھی اسی طرز پر ہوتا ہے
اور نفخ روح جو مدلول نَفَختُ فِیہِ مِن رُّوحی ہے وہ بھی اسی راہ سے ہے اور میں نے دیکھا
کہ حقیقت اَنَا جس میں (ایک) لطیفہ ودیعت کیا ہوا تھا اسی راہ سے گذر کر ذات میں فنا ہوگیا اور
میرا حال یہ تھا کہ جس وقت چاہتا تھا اس راہ سے عروج کرتا تھا پس اَنَا کا اضمحلال ذات الٰہی
میں علی وجہ الکمال پوری طرح متحقق ہوگیا۔ پھر نہ نمود تھی نہ نمود

ل میری سمائی نہ آسمان میں ہے اور نہ زمین میں لیکن میری سمائی میرے مومن بندہ کے قلب میں ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ الآیہ کی تفسیر اور یہ معلوم ہوا کہ ادائے امانت ہیں جو آیت کریمہ اِنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا میں وارد ہے۔ اسی رجوع انانیت کی طرف اشارہ ہے اس ذات تعالیٰ کی طرف جو اس راہ سے ہوتی ہے اور انانیت سے مراد اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[1] کی آیت ہے جس کو مرتبۂ انسانیت میں امانت رکھا ہے اور کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا کے معنی اختیارِ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ہے۔ اس کا ظلم یہ ہے کہ اس امانت کو وہ اپنے سے سمجھا اور جہولی اس وجہ سے ہے کہ اس نے یہ نہ جانا کہ اس میں بجز امانت اور کچھ نہیں ہے

افادہ = حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک چیز ہے ایسی جیسی لڑکیاں کپڑے کے ٹکڑوں سے آدمی کی شکل پر بناتی ہیں (گڑیاں بناتی ہیں) اور رنگ برنگی گڑیاں میرے سامنے ڈال دی جاتی ہیں اور مجھ کو اس کے تماشہ میں بہت لذت مل رہی ہے اور میں اس نظارہ سے تعجب کر رہا ہوں اور رفعت حاصل ہو رہی ہے۔ پھر مجھ کو اس سے ایک ملال پیدا ہوا میں نے اس میں سے ایک کو پکڑ کر غور کیا تو دیکھا کہ وہ پرانی پتیاں ہیں ایک رنگ برنگی ہیں اور دوسری سادی ہیں۔ پس میں اس سے بہت متنفر ہوا اور اس گڑیا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر جب ان کپڑوں کو ایک دوسرے سے کھولا تو اس کے اندر سے ایک انگلی برآمد ہوئی پھر میں ہوشیار ہو گیا۔ جب اس واقعہ کی تعبیر میں میں نے غور کیا تو یہ بات منکشف کی گئی کہ اس گڑیا کی شکل سے مراد نفس تھا جس کا مقام ناف کے برابر ہے اور وہ مختلف رنگ جو دکھائی دے رہے تھے اس کے خطرات تھے جو اس لطیفہ پر جو قلب کے مقابل داہنی سمت مثل آئینہ کے ہے، ڈالتا ہے، اور یہ الہام فرمایا کہ اس کے دفعیہ کا علاج بھوک ہے پس میں نے اس کو اختیار کیا۔ جب ایک مدت گذر گئی تو اس جگہ سے جو نفس کا مقام ہے ایک شور اٹھا اور آسمان تک پہنچ گیا پھر سوخت (ختم) ہو گیا اسی طرح چند روز یہ شور و غوغا میں سنتا رہا، پھر میں نے اس کو اسی جگہ سے اکھاڑ ڈالا دیکھا کہ اس کی جڑ کے ریشے مثل پیاز کے ریشوں کے ہر طرف سے نکل رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ

---

[1] ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔

جڑیں (رگیں)[1] ہیولیٰ اور اس کی طرح طرح کی خواہشات اور اس کے تعلقات تھے۔ جب اس کی وہ تمام رگیں (جڑیں) اکھاڑ ڈالی گئیں تو سکون و اطمینان حاصل ہوگیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

افادہ = حضرت والا نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جب مجھ پر توحید ظاہر ہوئی تو اپنے وجود کو ایک نقطہ کی طرح ہستی حق کے دائرہ کے درمیان پاتا تھا۔

بعدازاں جب انانیت فنا ہوگئی تو اس کی ہستی کو اپنے میں ایسا پایا جیسے ہوا کھال میں جس سے کہ لوہار اپنی بھٹی دھونکتے ہیں اور یہ ادراک ہو رہا تھا کہ تمام آثار اسی سے مستند ہیں۔

افادہ = حضرت والا نے فرمایا کہ انانیت فنا ہونے کے بعد نفس بندہ پر آفاق کا حکم کرتا ہے اور یہ صاحب مقام اپنے نفس کو اپنے غیر سے ممتاز نہیں پاتا اور اسی مقام میں حدیث نبوی علی مصدر الصلوٰۃ والتسلیمات لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ[2] متحقق ہوتا ہے۔

افادہ: سالک کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ کی ارواح سے خاص فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔

افادہ حضرت والا نے فرمایا کہ سالک پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کی حقیقت کی توجہ عالم ارواح کی طرف ہو جاتی ہے اور اس وقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ اور اس فقیر نے اکابر طرق قدس اللہ اسرارہم کی ارواح سے عالم معاملہ و رؤیا میں صحبت اٹھائی ہے اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں۔ بعضوں کی صورت کا مشاہدہ کیا ہے اور بعضوں کے مزارات کی زیارات کی ہے۔ چنانچہ ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ، مسجد کے جنوبی در میں تشریف فرما ہیں اور حضرت قبلہ گاہی مسجد کے صحن میں ہیں۔ اسی اثناء میں ایک شخص تھوڑے نیاز کے بتاشے لایا۔ حضرت قبلہ گاہی نے مجھ سے شربت بنانے کا اشارہ فرمایا۔ میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے شربت تیار کر کے اور اسے

---

[1] جو چیز نجاست کو خارج کرے [2] تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

بھچان کر حاضر کیا۔ حضرت قبلہ گاہی نے پیالہ میرے ہاتھ سے لیا اور خود بصد ادب و تعظیم اس کو حضرت سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا آپ نے تعظیماً حضرت قبلہ گاہی کو بابا کہا اور پیالہ ان کے ہاتھ سے لیکر سیر ہو کر پیا اور بقیہ دوسروں کو تقسیم فرما دیا۔ اور ایک بار شیخ بدیع الدین مدار قدس سرہٗ کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ کی شکل نورانی ہے اور سر مبارک پر سفید دستار ہے اور بالا بند سیاہ ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مزار پُر اسرار کی زیارت کا شوق اگرچہ مجھے بہت زائد تھا اور اس سے مجھے بہت قلق تھا بلکہ قریب تھا کہ مزار شریف کی زیارت کا میں احرام باندھ لیتا اور سفر کے لئے روانہ ہو جاتا اسی اثناء میں میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ گویا حضرت مجدد میرے حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرا فیض ہر جگہ ہے (آپ کے اس فرمانے سے) وہ رنج و کلفت دُور ہو گیا اور تسکین ہو گئی۔ اگرچہ اس خواب میں آپ کی صورتِ مبارکہ کا میں نے معائنہ نہ کیا تھا۔ اور میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مچھلیوں کی صورت میں مشاہدہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ تمام شجر و حجر مچھلیوں کی صورت سے پُر ہیں اور ہر جگہ ہزاروں لاکھوں مچھلیاں پیدا ہیں۔ بعض کی شکل پوری اور بعض کی ناقص و ناتمام اور بعض ایسی ہیں کہ ایک مچھلی بہت بڑی ہے اور اس کے اندر بہت سی مچھلیاں (مندرج) ہیں۔ لیکن وہ سب اسی حوتِ اعظم کی حیات سے (کی بدولت) زندہ ہیں۔ اس وقت میں نے پڑھنا شروع کیا (پڑھنے لگا) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اور جب لفظ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ میری زبان پر جاری ہوتا تھا تو میں دیکھتا تھا کہ اس کلمہ سے ایک سر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام مچھلیوں میں داخل ہو جاتا تھا اور اس کی وجہ سے سب کو مسرت و خوشی حاصل ہوتی تھی جس طرح مصنوعی (کپڑے کے بنے ہوئے) شیر وغیرہ ہوا بھرے ہوئے (کہ ہوا ان کو جنبش دیتی ہے) پس میں نے معلوم کیا کہ یہ صورتیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح ہیں اور امر بالصلوٰۃ کا نکتہ تمام انبیاء کے ساتھ میں نے پایا اور ان کے تسبیح ارواح کا سِرّ بصورتِ ماہی مولوی روم قدس اللہ سرہٗ کے کلام سے دریافت کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہے۔

ہر کہ[1] دید آں بحر را او ماہی است   ہر کہ دید اللہ را اللّٰہی است

پھر فرماتے ہیں۔

ہر کہ جز[2] ماہی است زآبش سیر شد   واں کہ بے روزی است روزش دیر شد

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ کی زیارت اور ایک بار مخلصین میں سے ایک شیخ تربیت نے توجہ کی استدعا کی۔ جب میں خلوت میں بیٹھا اور ان پر توجہ کرنا چاہی تو دیکھا کہ صاحب سلسلہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کھڑے ہیں۔ سرخ و سفید رنگ، نورانی شکل، میانہ قد، گٹھا جسم۔ اس صورت کا مشاہدہ کرتے ہی شیخ مذکور پر ایسی غیبت طاری ہوئی کہ انہیں اپنا ہوش نہ رہا۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے حجرہ کے طاق کی طرف ہاتھ دراز کیا اس کے ہاتھ دراز کرنے میں کچھ آواز پیدا ہوئی جس سے وہ چونک پڑے۔ اور کہا کہ ایک مدت سے اسی بے خودی اور غیبت کی تمنا و آرزو تھی اب یہ جا کر میسر آیا۔

اور ایک بار میں نے اپنے کو دیکھا کہ ہوا پر جنازہ وار جا رہا ہوں (اڑ رہا ہوں) یہاں تک کہ شہر اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مقبرہ میں پہنچا اور ان کی قبر شریف کی زیارت کی۔ میں نے اس مزار پُر انوار کو سنگ سفید کا دیکھا اور اس مقبرہ کے احاطہ کو دو در کا پایا۔ جب میں نے خادمین سے (لوگوں سے) اس مقام کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بھی ویسی ہی نشاندہی کی جیسا میں نے مشاہدہ کیا تھا۔

---

[1] جس نے اس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے۔ جس نے اللہ کو دیکھ لیا وہ اللّٰہی ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ تمام موجودات میں جو حق کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اللّٰہی یعنی ولی کامل ہے۔ اور جس کی نظر بحر (سمندر) کی طرف ہے اور موجودات کو بصورت جہاں دیکھتا ہے وہ مثل ماہی (مچھلی) ہے۔ لہذا جسم انسانی جس کو عالم ظاہری سے تعلق ہے وہ مثل ماہی کے ہے۔ پس جہان مثل دریا کے ہے۔ اور تن مثل ماہی کے۔۔۔

[2] جو مچھلی کے علاوہ ہے اس کے پانی سے سیر ہوا۔ جو بے روزی ہے اس کا وقت ضائع ہوا (واضح رہے کہ حسب استعداد جبلی انسان تین قسم کے ہیں اول عارف کامل و عاشق واصل جو آب حق یعنی عشق حق اور تجلیاتِ حق سے کبھی سیر نہیں ہوتے جس طرح مچھلی پانی سے کبھی سیر نہیں ہوتی دوسرے غیر ماہی یعنی عام مسلمان جن میں ہدایت حاصل کرنے کی استعداد ہے تیسرے وہ لوگ جو ناقابل دید اور بدبخت ہیں۔

ایک بار میں نے اپنے کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں جا رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ہر ہر زینہ پر حضرت پیر دستگیر (غوث الاعظم) اور حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہما کی صورتیں جلوہ گر ہیں۔ یہ دیکھ کر میں مؤدب ہو گیا اور اپنے پیروں کو احتیاط سے رکھنے لگا۔

افادہ: ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور دیگر ازواج مطہرات کی زیارت

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ ایک چارپائی بچھی ہے اور آپ اس پر تشریف فرما ہیں۔ اور سفید کپڑے پہنے ہیں لیکن وہ کپڑے ایسے ہیں جیسے عورتیں اپنے شوہروں کی زندگی میں پہنتی ہیں اور اس سے متصل ایک دوسری چارپائی ہے جس پر تین دوسری ازواجِ مطہرات بیٹھی ہیں اور ان کے کپڑے رنگین ہیں لیکن اس وضع کے ہیں جیسے بیویاں اپنے شوہروں کے بعد پہنتی ہیں۔ اور ان کی عمریں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے بہت کم معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے اس وقت بہت شرم آئی اور غایت ادب و فرطِ خجالت سے اپنے کو اس بات پر ملامت کرنے لگا کہ ازواجِ مطہرات کے سامنے آنا کمال بے ادبی ہے پھر اسی حال میں یہ بات دل میں القا ہوئی کہ تو تو ان کا فرزند ہے (اولاد ہے) اور لڑکوں کا اپنی ماؤں اور دادیوں کے سامنے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

افادہ، عرس کی مجلس میں انوارِ برقیہ کا مشاہدہ

حضرت والا نے فرمایا ایک بار عرس کی مجلس تھی۔ اور ہم شیخ ابو الفتح اور شیخ ابو الفضل کے روضہ کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک نور مثل برق دونوں قبروں سے نکلا اور بہ شدت تمام مجھ میں سرایت کر گیا ایسا کہ میں سخت مضطرب ہوا۔ اور قریب تھا کہ اچھل کر رقص کرنے لگوں اور نعرے ماروں کہ یکایک (اسی وقت) حضرت قبلہ گاہی مرشد برحق کی صورت نمودار ہوئی اور مجھ کو تسکین بخشی۔ اگرچہ اس وقت بظاہر نہ میری کوئی چیخ نکلی اور نہ اضطراب ظاہر ہوا لیکن میں نے دیکھا کہ میری حقیقت رقص کر رہی ہے اور اس سے ایک اضطرابِ عظیم برپا ہے۔ اور یہ حال تقریباً ایک ساعت تک مجھ پر طاری رہا۔ جب میرے ظاہر میں کوئی حرکت و جنبش پیدا نہ ہوئی تو وہ نور دو شعلوں کے رنگ میں میری دونوں آنکھوں کی راہ سے باہر نکلا اور میرے مقابل دو شخص ایسے بیٹھے ہوئے تھے جن کو سماع اور رقص سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ ان دونوں شعلوں کو ان میں آویزاں کر دیا پس دونوں

نے یک بیک جست کی اور وجد و رقصِ عظیم کیا۔

افادہ : **توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کا فرق** | حضرت والا نے فرمایا کہ توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کے درمیان فرق جو اس فقیر کو سمجھایا وہ بیان کرتا ہے۔ توحیدِ وجودی یہ ہے کہ فی الحقیقت ذات کے سوا کوئی موجود نہیں ہے (لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ) جو کچھ وجود ہے صرف ذاتِ حق کے لیے ہے۔ جیسا کہ عُرفاء نے تحقیق فرمایا ہے۔ اور یہ مسئلہ حق ہے لیکن از روئے علم لدنی کے ہے۔ یہ خود شہود میں نہیں آتا مگر جس کو اللہ چاہے وہی از روئے عرفان سمجھا ہے۔ کاتبِ حروف کہتا ہے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی جو کچھ اس فقیر کو سمجھائی ہے اس کو وہ بیان کرتا ہے، کہ توحید وجودی حقائق کا مسئلہ اور نفس الامر کا بیان ہے۔ عارف کے عرفان سے قطع نظر کرتے ہوئے جو وجود میں واقع ہو خواہ وجوبی ہو یا امکانی خارجی ہو یا ذہنی وہمی ہو یا خیالی۔ سب اس کے انواع واقسام کے ساتھ ثابت ہے اور ذات حق کا بلا شرکت غیرے کوئی غیر موجود نہیں ہے۔ اس لیے کہ موجود بے وجود نہیں ہوتا اور کسی چیز کو اس کے ساتھ (حق کے ساتھ) نسبتِ عینیت بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ بات بھی ایک قسم کی تحقیق چاہتی ہے تاکہ اس منشاء کے ساتھ عینیت کا انتزاع ہو اور وہ ماسوائے ذاتِ الٰہی میں مقصود ہے اور یہ حق بات ہے اور نفس الامر کے مطابق ہے۔ اور احوال کی قبیل سے نہیں ہے کہ کسب سے تعلق رکھے بلکہ جب تک (خود) کسی کو اپنا علم ذاتی عطا نہیں فرماتا وہ اس کو حاصل نہیں کر پاتا۔ اور (یہ) یافت کی قبیل سے ہے دید کی قبیل سے نہیں ہے۔ اور نفس الامر کا بیان ہے نہ یہ کہ آدمی جو کچھ دیکھتے ہیں، وہ اُمورِ شہودیہ کے اعتبارات ہوتے ہیں۔ قولہ قدس سرہٗ

اور جو کچھ طالبین از روئے مشاہدہ دیکھتے ہیں اس کا سبب دوسرا ہے، چونکہ صُور اکوان صفحۂ خیال میں بسبب تلبیس انتقال پائے ہوئے ہیں اور ذکر کی نورانیت میں رنگ گئے (اس لئے) وہ ان نفوس کو نورانیت کے ساتھ متلون دیکھتا ہے۔ اور یہ سیر آفاقی کے وقت (ہوتا) ہے لیکن جب طالب اس مقام سے گذر جاتا ہے تو نفوسِ خیالیہ سے ذہول اختیار کرتا ہے۔ اور اپنے خیال میں نفس کی صورت کو رنگین پاتا ہے، اور صورت خیالی سے نفس زائل نہیں ہوتا مگر جس کو اللہ چاہے۔ اس لئے کہ خیال حیطۂ نفس میں ہے۔

کاتبِ حروف کہتا ہے کہ توحید شہودی جو احوال کی قبیل سے ہے اور حالتوں میں سے ایک حالت کا بیان ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک تو وہ ہے جو سیرِ آفاقی کے وقت پیش آتی ہے۔ اور اس سے مطلب ہے نفوس اکوان کو ذاکر کے نور سے منور دیکھنا۔ سالک اگر مرتبۂ یادکرد[1] میں ہے یا نور مذکور میں۔ اور اگر توجہ اور یاد داشت[2] کا ملکہ اُسے حاصل ہو گیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ جب سالک کا نفس اس نور کے ساتھ متلوّن ہو گیا اور بمنزلۂ عینک اکوان کی رویت کے لیے مخصوص ہو گیا، تو اس نفس کے ساتھ وہ جس چیز پر بھی نظر ڈالے گا اس چیز کو اسی ایک نور سے منور دیکھے گا اور اس کو حق تعالیٰ کا شہود سمجھے گا، اور یہ بھی ایک وجہ رکھتی ہے لیکن ذکر اور نورِ ذکر میں فرق کرنا بغایت دقیق ہے۔

اور دوسری قسم یہ ہے جو سالک کو سیر انفس کے وقت پیش آتی ہے۔ اور اس سے مطلب ہے نفس کو ہئیتِ بساطت کے ساتھ نور یادداشت سے متلون دیکھنا، یعنی جب سالک توجہ کے ساتھ اکوان سے گذر جائے (تو) اس وقت اس کی توجہ اس کے نفس میں منحصر ہو جاتی ہے اور اکوان سے ذہول رونما ہوتا ہے۔ اور اس حالت میں اس کی نظر مثلِ نور کے جاکر ایک وحدانی صفت شئ پر جو اس کا نفس ہے اور متنوّر بنور الٰہی ہے، مشہود ہو جاتی ہے اور اس شہود سے اس کے نفس کو ذہول نہیں ہوتا اس لئے کہ خیال نفس کا متلازم ہے۔ اور یہ شہود کا رخیال ہے، میں نے آپ سے ایسا ہی سنا ہے قولہ قدس سرہٗ۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے قول کے معنی یہ ہیں کہ اہل اللہ فنا و بقار کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے ہی میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے ہی میں پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے ہی وجود میں ہے۔ انتہی۔ اور اس سے اشارہ انہیں دو لفظوں "می بینند و می شناسند" کی طرف ہے اور انہیں دونوں مرتبوں میں

---

[1] یادکرد، ذکر لسانی اور قلبی کو کہتے ہیں۔ یاد ضد فراموشی ہے اور اصطلاح میں بغیر حق کو فراموش کرنا اور نورِ حق کے بحر مواج میں مستغرق ہونا اور اپنی خودی کو نیست و نابود کرنا اور اسم کی یاد سے معنٰی میں پہنچنا اور اس میں گم ہونا۔

[2] اس سے مراد توجہ صرف مجرد الفاظ اور تخیلات سے ہے حقیقت واجب کی طرف اور یہ بغیر فنائے تام اور بقائے کامل کے حاصل نہیں ہوتی۔

فرق ہے۔

کاتب حروف کہتا ہے کہ لفظ "نی بینند" سے اشارہ "توحید شہودی" کی طرف ہے جو دیدو شہود سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ "می شناسد" سے اشارہ "توحید وجودی" کی جانب ہے جو معرفت سے تعلق رکھتا ہے، یہ معرفت بھی معرفتِ وجود کے حصۂ خاص کا تحقق حاصل ہوئے بغیر، جو اس مظہرِ خاص کا حصہ ہے جو کہ نفس سالک ہے میسر نہیں آتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ یہ پہچان لیتے ہیں کہ تحقق اور ہمارا وجود دراصل حق کا ہی وجود ہے، ہمارا نہیں ہے۔ تو تمام ممکنات کا تحقق بھی وہی سبحانہٗ تعالیٰ ہے۔ اور اس کلام سے غرض یہ ہے کہ توحید وجودی نفس الامر کی حقیقت کا بیان ہے مکاشف کے کشف اور شاہد کے شہود سے قطع نظر کرتے ہوئے اور توحید شہودی حالات بیان کرنے کے قبیل سے ہے جو سالک کو دکھائی دیتا ہے (کیلئے ظاہر ہوتا ہے)

افادہ = حضرت والا نے فرمایا کہ اکثر اہلِ شہود حق کا مشاہدہ عوالم میں کرتے ہیں۔ اور مبتدی عالم ناسوت میں خواہ وہ وجودِ نورانیہ کے عالم ارواح میں، خواہ عالمِ ملکوت میں خواہ عالم جبروت میں۔ اور اس کا سبب ان عوالم کے ساتھ علاقۂ جبلّی ہے۔ پس جب تک کہ انسلاخِ کلی کَمَا تَنسَلِخُ الحَبَّۃُ مِنْ جِلْدِھَا[1] کہ وہی ان عوالم کے ساتھ اِرتباط کا سبب ہے ظاہر نہیں ہوتا اہلِ شہود اس شہود سے باہر نہیں آتا۔ اور جب بفضلِ الٰہی اس سے باہر آگیا تو شہود نفسی پیش آتا ہے۔ اور اپھر جب اس کے کرمِ بے غایت سے اپنے وجود کی محبت سے مراتب کی طرف مُنسلِخ (علیحدہ) ہو گیا تو اس وقت وہ بے رنگی اور بے نشانی سے مشرّف ہو جاتا ہے لیکن جب اس کو اس کی حالت پر واپس کر دیں (عروج سے نزول کرے) پس وہ سیر عَنِ الحَقِّ اِلَی الخَلْقِ کے وقت شہودِ حق فی النفس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ نفس کو صورتِ خیالی سے ذہول نہیں ہوتا اس کے باوجود وہ بے رنگی سے خالی نہیں ہوتا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس لفظ حیرت سے جو حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے (اس) قول میں واقع ہوا ہے کہ "ان کی حیرت اپنے (ہی) وجود میں ہے") اشارہ اسی بیرنگی کی جانب ہو۔ واللہ اعلم۔

---

[1] جس طرح دانہ اپنے چھلکے سے الگ ہوتا ہے۔

افادہ: فنائے حقیقی سوائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کسی دوسرے میں معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک (اپنا) وجود علمی بھی باقی ہے فنائے اکمل بھی اتم نہیں ہے۔ اور جب تک وجود علمی کی بساط جس سے مطلب قوت عرفانیہ ہے لپیٹ نہ دی جائے فنائے حقیقی جس سے مراد موت ہے میسر نہ آئے گی اور یہ بات بوجہ اکمل سوائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور ان کے فضائل جو بعض احادیث میں مروی ہیں ان سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الیٰ میت یمشی علیٰ وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافۃ[1] اوکما قال۔ اور کسی دوسرے کے بارہ میں یہ لفظ معلوم نہیں کہ وارد ہوا ہو۔

افادہ: مقام قرب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر کسی دوسرے کی فضیلت دکھائی نہیں دی

حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز مقام قرب میں غور کی نگاہ کی گئی تو ہر چند نظر دُور دُور گئی لیکن وہ جہت خاص جو حضرت علی مرتضیٰ میں تھی اس سے زائد کسی میں نہ دیکھی گئی اور اس جہت میں کسی دوسرے کی ان پر فضیلت نہیں دکھائی دی (اور) آپ اس جہت (یعنی مقام قرب کے) اعلیٰ مرکز کے اوپر ہیں اور اسی لئے آپ ہی مبداء عرفان ہوئے ہیں۔

افادہ: کلمہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ کُلَّ لِسَانُہٗ، وَمَنْ عَرَفَ اللّٰہُ طَالَ لِسَانُہٗ، کی تشریح اور فرق

حضرت والا نے فرمایا کہ اکابر قدس اللہ اسرارہم کا قول ہے مَن[2] عرف اللہ کل لسانہ۔ اور بعض دوسرے حضرات کا قول ہے کہ من[3] عرف اللہ طال لسانہ دونوں اقوال صحیح اور صادق ہیں (اگرچہ کہ متضاد ہیں) اس لئے کہ طال لسان سے مطلب وہ معرفت ہے جو اسماء و صفات کے مرتبہ میں ہو کیوں کہ جب ظہور اسمائی کے اطوار منکشف ہوتے ہیں اور ان کے علوم و اسرار ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ہر علم کو غنیمت شمار کرتا ہے اور بوقت ضرورت اس کے اظہار میں

---

[1] جو اس بات پر واقف ہونا چاہے کہ مردہ کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو قحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے۔

[2] جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس کی زبان شل ہو گئی۔

[3] جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس کی زبان تیز ہو گئی۔

تجلّت کرتا ہے۔ اور کلّ لسانِ ذات ساذج کی معرفت میں ہے جو بے نشان اور بے رنگ ہے اور اس بے رنگ کے ساتھ جو علم کے احاطہ اور ادراک کی حد سے خارج (باہر) ہے اور حواس کے مقابل ہوتا ہے وہ فانی ہو جاتا ہے نہ اس سے کوئی مطلب لیا جا سکتا ہے نہ بیان کیا جا سکتا ہے، اور شیخ سعدی شیرازی کے اس قول "روکاں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد" کے یہی معنی ہیں۔

افادہ: معراج میں فوق العرش عروج سے کیا مطلب؟ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ جب حق تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے اور اس کا کوئی مکان نہیں ہے تو معراج میں فوق العرش عروج سے کیا مطلب (کیا نکتہ ہے) میں نے جواب دیا کہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے سب عالمِ چوں سے ہے اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے مرتبہ وجوبی میں کہ کمال انسانی کا مطلب اس مرتبہ کا قرب و وصول ہے جو بے چوں ہے۔ اور چوں جب تک مقام چونی میں ہے اس کو بے چوں کا وصول علمی و ذہنی سے زائد نہیں ہے اور جب عالمِ چوں سے خروج جس سے مطلب عروج فوق العرش ہے جو خارجی اور نفس الامری متحقق ہے تو قرب خارجی اور وصولِ حقیقی بے چوں تک میسر آتا ہے اور چوں کہ اس مقام عالی کی استعداد صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی تو یہ صورت واقع ہوئی۔

افادہ حدیث لیغان علیٰ قلبی وانی لاستغفر الخ کی تشریح (ایک روز) حضرت والا کے حضور میں اس حدیث یُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللہَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ[2] کا ذکر ہوا اور جو کچھ علماء و عرفا نے اس کی توجیہ بیان کی ہے وہ بیان ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ عروض غین کا سر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس کو ذات بحت (جو تمام شیون و نسبت و اعتبارات سے معرا ہے (اور) غیب مطلق ہے) کا مشاہدہ میسر تھا وہ درجہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کا چھپنا آناً فاناً لازم ہے پس وجود بشریت کے ساتھ مشاہدہ کا برق الخاطف ہوتا ہے اور ہر آن بہ تجلی و استتار ہو یہ ممکن نہیں اور یہ کہ تجلی دائم ہو بغیر نسبت و اعتبارات

---

[1] زدریا موج گوناگوں برآمد ز بے چونی برنگ چوں برآمد۔

[2] میرے دل میں خواہشیں آتی رہتی ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ سو (۱۰۰) بار استغفار کرتا ہوں۔

کے تو یہ بھی نہیں ہے اور غین سے اشارہ وہی اِستتار ہے۔ اور اسی سبب سے دوامِ اِستغفار کی حاجت ہوئی تھی۔

شریعت و طریقت و حقیقت کیا ہے؟

افادہ : آیت وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ الخ کی تفسیر حضرت والا نے اس آیت کریمہ کی تاویل کے سلسلہ میں فرمایا وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا۔ کہ اس اسلام سے مراد حقیقت ہے اور اس کی تفصیل اس حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ اور اس کا اختیار کرنا سوا احکام شریعت کے التزام کے بعد تبعیت سے مراد ابراہیم علیہ السلام حنیف کی ملت ہے اور نیز یہ اسلام ورا احسان ہے کہ وہی محاصرہ ہے اور اِشتغال و اکتساب سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اسلام حقیقی جو ثمرۂ طریقت ہے (وہ) بعد تہذیبِ نفس ریاضاتِ شاقہ اور جذبۂ الٰہیہ سے ہے۔ اور معرفت طریقت کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ شریعت سے مراد ان احکام کا بیان ہے جو قرآن مجید۔ احادیث۔ تفاسیر۔ شروح اور کتبِ آداب میں ہے (اور) عبادات و اذکار و اعمال صالحہ اور افکار اور فضائل شکر و صبر وغیرہ کی تفاصیل مُنجیات (نجات دلانے والی چیزیں) اور مہلکات کا بیان جو رزائل ہیں۔ اور طریقت یہ ہے کہ جو کچھ بیان ہوا اس کو اپنے نفس کی بسبب ریاضاتِ شاقہ کے تملیک بنائے اور اپنے تصرّف کے تحت لاوے اور جب تک اس کا مالک (اختیار و قابو) نہ ہو جائے گا حقیقت پر نہ پہنچے گا۔ اور حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ مرتبہ حقیقت کا بیان ہے اور کہنے والے کی بات کہ یہ حدیث شریف

لہ یعنی تجلی صفاتی دائمی ہو سکتی ہے۔ تجلیِ ذاتی دائمی نہیں ہو سکتی۔ تقی انور

کہ اور اس شخص سے اچھا کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے حکم خدا کو قبول کیا اور وہ نیکو کار بھی ہے اور ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے۔ پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۸۔

سہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے (دینِ اسلام) تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں (بے چون و چرا اس پر عمل کرے)۔

شاہد ہے۔

افادہ انسان پر شرع کا نفاذ کیوں؟

حضرت والا نے فرمایا کہ شرع کے وارد ہونے میں سر یہ ہے کہ آدمی عالم خلق وامر سے مرکب ہے۔ جب وہ مرتبۂ روح پر تھا جو عالم امر سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو تقدیر الٰہی کا مشاہدہ حاصل تھا۔ اور اس کے حکم میں مقہور اور فانی تھا۔ اور نیز حکم روح کے غلبہ کے وقت سے لے کر اس وقت تک اور جب بشریت میں آگیا جو خلق سے تعلق رکھتا ہے اور ارادوں اور اختیارات نے ظہور کیا اور مشاہدہ قدر مخفی ہو گیا۔ اور احکام معاش ومعاد پیدا ہوئے تو (اور) ایک ضرورت ظاہر ہوئی کہ دونوں افعال اسے کرنا چاہیئے۔ اور قریب تھا کہ اس سلسلہ میں استقلال اور ضد ہٹ، استقلال مضبوطی اور استبداد رائے جو انانیت کا منشا ہے ظاہر ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے شرع نازل فرمائی اور امور معاش ومعاد میں اوامر ونواہی مقرر کئے تاکہ آدمی ان افعال میں تگ ودو کرے اور اپنے کو احکام اللہ میں دے ڈالے اور اپنے ارادوں کو یکسو رکھ کر کالمیت بین یدی الغسال[1] کے تصرفات میں ہو جائے اور احکام الٰہی میں اس کو فنا حاصل ہو جائے اور فنا جو (اصل) مقصود ہے اور بندگی کی حقیقت ہے ہر حال میں اس کو حاصل ہو جائے۔ پس جو شخص خلاف شرع چیزوں کا مرتکب اور اپنے نفس کا تابع ہے وہ فنا سے بے بہرہ ہے۔ واللہ اعلم۔

افادہ

حضرت والا نے اس حدیث قال رسول اللہ دعونی ما ترکتکم فانما اھلک من کان قبلکم کثرۃ سوالھم واختلافھم انبیائھم[2] کے بارہ میں فرمایا کہ اسلام انقیاد ہے شرائع الٰہیہ کا بغیر فضولی کے اور جب شارع علیہ السلام نے قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ[3] بیان کیا ہے اور وہی مقدار نافع ہے سوال اور تحقیق وتدقیق سے بجز فضولی کے جو موجب ہلاکت ہے کچھ بھی نہ ہو گا ۱۲

---

[1] جیسے مردہ غسل دینے والے کے سامنے [2] مجھے چھوڑ دو ان باتوں کے پوچھنے سے (یعنی وہ باتیں مجھ سے نہ پوچھو جن کو میں نے بیان نہیں کیا ہے کیوں کہ تم میں سے پہلے کے لوگ کثرت سوال اور اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ [3] کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے میں خدا کی طرف بلاتا ہوں از روئے یقین و برہان سمجھ بوجھ کر (پارہ ۱۳ رکوع ۱۱ سورۃ یوسف)

افادہ = حضرت والا نے اس حدیث شریف اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْہُ[1] کے معنی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شخص جس کی تاثیر سے جماعت کے نفوس میں ہماری یاد پیدا ہوتی ہے وہ جس وقت ذکر کرے تو تمام نفوس اس کے ذکر سے پُر ہو جائیں، پس ہم بھی اس کا ذکر ملاخیر میں کریں گے۔ (یعنی فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ) یعنی اس کو محبوب کرلیں گے کہ تمام عالم یعنی ملائکہ اور جن و انس وغیرہ اس کی محبت سے پُر ہو جائیں گے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ اِذَا اَحَبَّ اللہُ عَبْدًا نَادٰی جِبْرَئِیْلُ (الیٰ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم) فَیُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ۔

افادہ: ایمان میں زیادتی بہ حقیقت کمیت ثابت ہے حضرت والا نے فرمایا کہ ایمان میں زیادتی بحسب کمیت ثابت ہے چنانچہ آیۃ کریمہ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ[2] اسی پر دلالت رکھتی ہے اور اس کا مقتضیٰ وہ احادیث ہیں جو اس بارہ میں وارد ہیں اور وہ بھی بحسب ظاہر یہی ہے اور از روئے کشف و وجدان ایسا ہی متحقق ہوا ہے اور ایک حدیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کا ایمان ستر آدمیوں کے ایمان کے برابر ہوگا وہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی ایک بہت بڑی جماعت ایک شخص کے ایمان کے ساتھ متلون ہو جائے گی۔ اور اس جماعت میں سے ہر ایک کا ایمان ایمان کا (ایک) جزو ہوگا پس اس کا ایمان بسبب اجزاء کی کثرت کے ستر آدمیوں کے ایمان کے برابر ہوگا۔ اور یہی سر ہے کہ ایک شخص بمنزلہ امت (پیشوا) نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں وارد ہوا ہے کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِلّٰہِ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب میں یٰۤاَیُّہَا الرُّسُلُ واقع ہوا اور اگرچہ کیفیت کی زیادتی کی بھی یہ آیت متحمل ہے لیکن بظاہر از روئے احادیث اور یقیناً از روئے کشف و وجدان وہی اول ہے (یعنی وہ معنی جو اوپر بیان ہوئے)

افادہ: معاملتِ خلق پر فیصلہ حضرت والا نے فرمایا کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ اس سے زائد جاننے

---

[1] جو مجھے یاد کرے جماعت میں، میں اس کو یاد کروں گا ایسے مجمع میں جو اس سے بہتر ہے (یعنی ملائکہ میں)

[2] تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے (پارہ ۲۶ رکوع ۱ سورہ الفتح)

والا ہے اس شخص کے بارہ میں کہ اس کی معاملت خلق کے ساتھ کیسی تھی۔ اگر اس کی معاملت خلق کے ساتھ اچھی تھی تو تم بھی اس کے ساتھ ویسی ہی معاملت کرو اور اگر وہ بد معاملہ تھا تو تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو اگرچہ فی نفسہٖ اس میں دوسرے صفات حمیدہ (بھی) ہوں۔ او کما قال،

اور اس میں سر یہ ہے کہ شریعت کی تکمیل دراصل حق اور خلق کے ساتھ حسن معاملت (کا ہوتا) ہے لیکن حق اللہ کی ادائیگی میں اگر کمی ہو تو اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اور حقِ خلق کے سلسلہ میں سلطان الحکم غلبہ کا حکم لاتا ہے (یعنی حقوق العباد کے سلسلہ میں اللہ بری ہے اور اس نے حقوق العباد کے سلسلہ میں جو قانون بنا دیا اس میں ردّ و بدل اور معافی نہیں) اور حاصل کلام بدمعاملہ ہونا ہر اس شخص کے ساتھ جس پر خلق کا اطلاق ہوتا ہے خواہ قتل کے ساتھ ہو خواہ کسی دوسرے طور سے وبال و نکال کا سبب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح وہ شخص جو ہنوز مرتبۂ علقیہ میں ہے (یعنی عالم وجود میں نہیں آیا ہے) خلق کا اطلاق اس پر بھی واقع ہوا ہے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ (یعنی گو کہ وہ ابھی رحم مادر ہی میں ہے لیکن خلق کا اطلاق اس پر ثابت کر دیا گیا) اس جگہ سے اسقاطِ حمل کا حکم مستنبط ہوتا ہے (یعنی جب اس (نطفہ) پر مخلوق کا حکم نافذ ہو چکا جیسا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہے تو اب اسقاطِ حمل ممنوع ہو جائے گا) کیونکہ وہ انصاف کے درجہ میں ممنوع ہے اور اسقاطِ حمل بنیاد رب کو ڈھا دینا ہے یہ خلاف عزل کے کہ وہ منی کا ضائع کرنا ہے اور ہنوز (ابھی تک) نطفہ کا حکم جو رحم میں قرار پانے کے بعد ہوتا ہے اور اس پر حمل کا اطلاق آتا ہے وہ نہیں لیا (یعنی عزل کی صورت میں حمل کا اطلاق ہوتا ہے۔ خلق کا اطلاق نہیں ہوتا) اور بنیاد الرب کا حکم نہیں پایا جاتا کہ اس کا انہدام واجب الاعتراض ہو جائے اور بعضوں نے اس کو مکروہ جانا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

افادہ: **آیاتِ محکمات و متشابہات کی تشریح** حضرت والا نے مولانا روم قدس سرہٗ کے اس شعر سے

من ز قرآں مغز را بر داشتم — استخواں پیش سگاں انداختم

کے معنی یہ بیان فرمائے کہ قرآن دو قسموں میں وار دہوا ہے اس کی بعض آیات محکمات ہیں اور بعض متشابہات۔ محکمات جو ہیں وہ ہُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ بمنزلۂ مغز کے ہیں اور متشابہات وہ ہیں جن کا نزول محض امتحان

ے پھر ہم نے اس کو ایک نطفہ بنایا مضبوط (محفوظ) جگہ میں۔

واختیار کے لئے ہے اور وہ بمنزلۂ استخواں ہیں۔ پس جو لوگ راسخین فی العلم سے ہیں وہ محکمات کو برائے تبعیت وعمل اختیار کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے قلوب حق سے پھرے ہوئے ہیں اور کتوں کے مثل ہیں وہ متشابہات میں پڑے ہیں۔ پس اس شعر میں اسی بات کی تشریح فرمائی ہے۔

افادہ۔ ایک نہایت ضروری دعا حضرت والا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کاملہ اور حضورِ دوام طلب کرتے رہنا چاہیئے (یعنی کسی حال میں بھی رابطہ نہ ٹوٹنے پائے)

افادہ = حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار ایک عزیز نے جو صاحب ارشاد اور بزرگ و صالح تھے۔ میرے سامنے اشغالِ طریقت میں سے ایک شغل بیان کیا مجھ کو وہ اچھا معلوم ہوا میں نے اس پر عمل کرنے اور مشق کرنے کا قصد کیا جب اس مجلس سے اٹھا اور گھر جانا چاہا ابھی دروازہ ہی پر پہنچا تھا کہ یہ آیت مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ بطریق الہام دل میں القاء کی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ سلوک میں جو جو اشغال ہمارے بزرگوں کے معمولات میں رہے ہیں ہمارے حق میں بھی یہی مرضی ہے اسی وقت سے وہ شغل کرنے کا قصد میرے دل سے جاتا رہا اور شب میں اس عزیز نے بھی واقعہ میں دیکھا اور مجھ سے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا تم دونوں بھائی راستہ میں سوار جا رہے ہو اور میں زمین پر کھڑا ہوں میں تمہیں آواز دے رہا ہوں لیکن تم میری طرف مطلق التفات نہیں کر رہے ہو۔ پھر تم نے قدرے توقف کیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ اور ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو تمہاری راہ ہے، وہی درست ہے۔

افادہ: حضرت والا نے ایک بار یہ مکتوب حضرت اقدس کو تحریر فرمایا کہ:۔

قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین حضرت میاں شاہ ولی اللہ جیو"

فقیر حبیب اللہ کی طرف سے بعد سلام معلوم ہو کہ فقیر کے آنے کا قصد تھا کہ تربیت ہائے الٰہی الیعنی اللہ کی جانب سے میری تربیت ہو رہی تھی اکے سبب سے جو الطاف خفیہ ہیں نہیں پہنچ سکتا دوسرے حضرت قدس سرہٗ کی روحانیت سے ایک اشارہ معلوم ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ مکالمات و مشاجرات (باہم بحث ومباحثہ اور اختلافات، آپ کے اور فلاں کے درمیان ہوئے تھے بظاہر اس سے دل میں گرانی اور تنگی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آنجناب سے اس کی خواہش ہے

کہ معاف کریں اور دُعا و توجہ کریں کہ اس کیفیت سے چھٹکارا ہو اگرچہ اب آپ کی
طبیعت میں گرانی باقی نہ رہی ہو گی لیکن گذشتہ کیفیت کا (اگر) کچھ اثر باقی ہے
(تو اسکو بھی ختم کر دیں) والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ)

افادہ: **ضرورت بیعت پر مباحثہ** حضرت والا نے بیان فرمایا کہ حضرت
شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس سرہٗ کو ایک مجلس میں امیر عصمت اللہ سہارنپوری سے جو اس
دیار کے اکابر علماء میں سے تھے ملاقات کا اتفاق ہوا انہیں بظاہر تصوف سے جس میں بیعت
وارادہ و مجاہدہ ہے اور جس کا ثمرہ مکاشفہ ہوتا ہے اعتقاد نہ تھا۔ پس حضرت شیخ بزرگ نے
میر ندکور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کہاں کے مرید ہیں۔ انہوں نے کہا کیا یہ بات طریقہ شرع
سے ثابت ہے جو اس کی پابندی کرنا چاہیے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ حجج شرعیہ میں تین چیزیں ہیں
کتاب، سُنت اور اجماع اور مجتہد کا قول بھی حجت ہے۔ اور یہ بات ان تمام سے ثابت ہے
میر نے کہا کہ یہ کس طرح ہے اس کی وضاحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب وہ ہے کہ اللہ فرماتا
ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ
تُفْلِحُوْنَ۔ اس آیت میں اِبْتِغَاء وسیلہ سے مراد کیا ہے۔ میر نے جو کچھ بعض مفسرین اعمالِ صالحہ
وغیرہ کا ذکر کیا ہے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ایمان مراد نہیں ہو
سکتا۔ کیوں کہ خطاب مومنین سے ہے (یعنی ایمان والے سے یہ کہنا کہ ایمان لاؤ یہ ایک مُہمل سی بات
ہے) اور اعمالِ صالحہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل
کرنا ہے (یہ بھی وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ میں داخل نہیں ہیں) اور یہ بھی مراد نہیں ہو سکتا
کیوں کہ قاعدہ عطف مُغایرت چاہتا ہے (یعنی اتقوا اللہ وَ ابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنوں
میں مغایرت ہے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ہم معنی نہیں ہوتے)، اور ذکر میں ترتیب اس
کی مقتضی ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہے جو تقویٰ کے بعد ہوتی ہے اور یہی چیز ارادت اور مرشد

۱؎ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، شاید تم فلاح پاؤ۔

۲؎ اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا (یعنی حضرت امام ابوحنیفہ نے دو سال حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں فیوض و برکات حاصل کیے)

سے بیعت ہے۔ اس کے بعد مجاہدہ وریاضت ہے تاکہ فلاح حاصل ہو جس سے مطلب ذاتِ (حق) کا وصول ہے پس میر مذکور نے بہت رد و قدح کے بعد اسے قبول کیا اور اعتراف کیا (پھر) آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں کہ حضور نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کیفَ اَصبحتَ قال اصبحتُ حقًّا قال ما حقیقۃ ایمانکَ الخ

پس اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیداری اور بھوک جو جہاد کا ایک شعبہ ہے تخلیہ و تجلیہ (خلوت و جلوت) کے ثمرات اسی سے حاصل ہوتے ہیں نیز غیبی امور کا کشف حاصل ہوتا ہے اس حدیث سے اس کے التزام کا حکم بھی معلوم ہو گیا، اور یہی تصوف کا طریقہ ہے پس ہزاروں لاکھوں علمائے عارفین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور نیز خود کو اس پر عامل رکھا ہے۔ یہی مجتہد کا قول ہے جو مشہور ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ لَوْلَا السَّنَتَانِ لَھَلَکَ النُّعْمَانُ اور حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں میر صاحب نے کہا کہ وہ عالم ثقہ تھے آپ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ کہا کہ یہی دو سال ایسے تھے کہ امام نے اس مدت میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں (سے) باطنی استفاضہ کیا، پس میر معترف ہوئے اور حضرتِ والا کی خدمت میں استفاضہ کا قصد کیا لیکن ان کے سفرِ دکھن کے سبب یہ بات عملی جامہ نہ پہن سکی (ممکن نہ ہو سکی)

افاد: فرزندِ ہمشیرہ کی پیدائش کی پیشین گوئی اور اپنی رحلت کی خبر

حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایک دن میر ابوسعید (جو حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس سرہٗ کے مخصوص مرید تھے) کے گھر گیا مجھکو وہ اندر لے گئے اور دکھلایا، میں نے دیکھا کہ وہ خوب صاف ستھرا ہے اور وہاں اثاثُ البیت کے قسم سے کچھ نہیں ہے سوائے ایک چارپائی۔ ایک تخت۔ ایک گھڑا اور ایک رلائی کے جو حضرت قبلہ گاہی نے ان کو عطا فرمائی تھی، آپ تجرید تمام اور تفرید کامل رکھتے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میری ہمشیرہ ہمیشہ مجھ سے میرے گھر میں لڑکے کی ولادت کے سلسلہ میں بمبالغہ تمام دُعا کی استدعا کیا کرتی تھیں اور اس کے لیے مصر رہتی تھیں۔ چنانچہ میں نے دعا کی۔ اس کی قبولیت بھی معلوم ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فرزند پیدا ہو گا لیکن ہم نہ ہوں گے۔ پس جب ان کی زوجہ حاملہ ہوئیں اور ولادت کے دن قریب آئے تو آپ نے اس عالم سے رحلت فرمائی۔ آپ کی وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔

افادہ: **وصال** ماہِ شعبان سنہ ۱۱۵۹ھ سے ہی آپ نے بہ نیت اربعین قصدِ اعتکاف فرمایا۔ اسی رات بخار آگیا۔ دو تین روز تک تو آپ نے کسی سے اس کا اظہار نہ فرمایا۔ آخر جب مرض میں شدت ہوئی تو ناچار خلوت سے باہر آئے یہاں تک کہ پورا رمضان تکلیف میں گذرا ہر چند علاج کیا لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ آخر اپنے برادر معظم حضرت شیخ عبداللہ سعید سے عرض کیا کہ اس مرض میں کوئی دوا فائدہ نہیں کر رہی ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ بغیر آپ کی دعا و توجہ شریفہ کے مرض رفع نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ کی استدعا پر حضرت والا نے دعا فرمائی، شب کے وقت واقعہ میں دیکھا کہ دو تین اوباش ہیں جو مسجد کو منہدم اور بلکہ بنیاد تک سے کھود ڈالنا چاہتے ہیں آپ نے ان کو بہ زجر بلیغ منع فرمایا وہ آپ کی اس تنبیہ سے باز آئے۔ علی الصباح آپ نے ان کو مژدۂ شفا سنایا۔ پس ایسا ہی واقع ہوا کہ فی الفور شفا ظاہر ہوئی۔ اور کوئی مرض باقی نہ رہا۔ چند ماہ بعد جب ماہ جمادی الآخر آیا مرض نے پھر عود کیا اور پھر تخفیف ہوگئی۔ اسی اثناء میں ایک پھوڑا سر کے پچھلے حصہ میں نکل آیا اور رفتہ رفتہ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ ۲۸، ماہ مذکور قبل صبح روز دوشنبہ اس جہان فانی سے رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

تاریخ وفات —— **وارثِ جنّت**

سنہ ۱۱۶۰ھ

حالات و واقعات

حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ

بیان قدرے از احوال فضائل اشتمال
صاحب علم ویقین و عرفان مبین مخدومی
حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ جو
حضرت اقدس کے برادر علاتی اور عمر میں آپ سے
بڑے ہیں۔

ان کی والدہ خواجہ ابویوسف قتال کی اولاد میں ہیں جو دہلی کے سربرآوردہ اکابرین میں سے تھے اور خواجہ مودود چشتی کی اولاد میں سے تھے۔ فنِ طبابت میں کمال رکھتے تھے اور انہیں دستِ شفا حاصل تھی بکثرت لوگ آپ کے علاج سے صحت یاب ہوئے فن تیراندازی میں اپنے زمانہ کے ماہرین میں شمار کئے جاتے تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ایک بار بہت دور سے ایک درخت پر جو اگرچہ خشک تھا لیکن بہت موٹا اور سخت قسم کی لکڑی کا تھا ایسا تیر مارا جو اس درخت میں ترازو ہوگیا (یعنی آرپار ہوگیا) چونکہ آپ میں فطرتاً اخفاء وکتمان تھا آپ نے دیکھا کہ مبادا یہ بات مشہور نہ ہوجائے اور چونکہ آپ قوی ارادہ تھے اس لئے آپ نے اس تنکہ کو دونوں طرف سے کاٹ کر مخفی کر دیا۔ (یعنی اس کا نشان مٹادیا) اور کبھی آپ کا تیر کسی ٹیلہ پر اتنی تیزی سے پڑتا تھا کہ اس کے پَر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ٹوٹ کر گر جاتے اور تیر سوفار[۱] تک اس میں پیوست ہوجاتے تھے۔ فطری صفائی حاصل ہونے کی وجہ سے ریاضت و مجاہدہ کے بغیر ہی باطن کی راہ ان پر کھول دی گئی تھی۔ توحید

[۱] تیر کا دہن۔ نوک

شہودی کا مذاق رکھتے تھے اور ملحدین زمانہ (دہریوں) سے بہت ناخوش رہتے تھے۔ بندہ
کاتب حروف نے حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ کی زبان اسرار بیان سے سنا ہے کہ
آپ فرماتے تھے کہ وہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت سے مستفید
و فیضیاب تھے، اور حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واقعہ میں ان پر توجہ فرمائی
تھی اور ایک تاثیر ڈالی تھی، اور کبھی کبھی اپنی ہمت باطنی سے بھی کام لیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ
سپاہیانہ وضع پر گذر کرتے رہے لیکن جب سے طریقۂ فقر اختیار فرمایا اس وقت سے
نہایت درجہ استقامت اختیار کی اور اہل دنیا سے کبھی کسی قسم کے طلب گار نہ ہوئے۔
بلکہ التکبر مع المتکبرین تواضع[1] کا طریقہ اختیار کیا ؎

فقیر کو ہے تکبر امیر سے لازم کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے،

(شاہ تراب کاکوروی)

(خاکساروں سے خاکساری تھی سر بلندوں سے انکسار نہ تھا) (حالی)

افادہ: **توکل معنیٰ** حضرت اقدس فرماتے تھے کہ آخر مرض الموت میں شیخ صلاح الدین
نے بیان کیا کہ ایک روز شیخ صدر المعالم یعنی ان کے چچازاد بھائی آئے اور کہا کہ آج شب میں نے واقعہ
میں دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالرحیم قدس سرہٗ فرمارہے ہیں کہ شیخ صلاح الدین کے پاس جاؤ اور ان
سے توکل کے معنی دریافت کرو، نکتہ اس سوال اور مسئول عنہٗ کی تخصیص میں معلوم نہیں ہے۔ شیخ
صلاح الدین نے فرمایا کہ اس تخصیص میں نکتہ یہ ہے کہ آج رات ہم فاقہ سے تھے اور جس سے بھی
قرض مانگا نہ ملا۔ اور آج دن میں بھی اسی طرح ہم فاقہ سے ہیں لیکن اس کے باوجود دل نہایت
قوی ہے اور فقر اور وضع فقراء سے پریشان نہیں ہے بلکہ اس سے خوش وقت اور مسرور ہے
او کما قال۔

افادہ: **پیر و مرشد کی دعا سے قضا معلق** حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ نے
بیان فرمایا کہ مخدومی شیخ صلاح الدین نے ایک بار شاہ فخر عالم سے جو ان کے ابن عم ہوتے ہیں کہا تھا
کہ میری موت قریب آگئی ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی قضا مبرم ہے یا معلق۔ انہیں ابام

---

[1] تکبر کرنے والوں کے ساتھ تکبر کرنا ہی تواضع ہے۔

میں ان کو مرض شدید لاحق ہوا۔ اسی حالت میں میری زبانی شاہ فخر عالم سے کہلا بھیجا کہ اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ بالفعل میرے مرشد کی دعا پر میری قضا معلق ہے اور یقین ہے کہ اس سلسلہ میں وہ ضرور دُعا فرمائیں گے۔ پس اس مرض کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ گئی یہاں تک کہ امید حیات منقطع ہو گئی اور لوگ تجہیز و تکفین کی فکر کرنے لگے۔ اس وقت شیخ بزرگ حضرت عبد الرحیم قدس سرہٗ نے دُعا فرمائی اسی وقت روح نے مُعاودت کی اور شفائے کُلّی حاصل ہو گئی۔

افادہ: حضرت شیخ حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ مخدومی شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن ایک بڑھئی کو کچھ کاموں کے سلسلہ میں بلایا۔ اس نے وہ کام حسب دلخواہ نہ کیا۔ جب میں نے اس کو دیکھا اور اپنی مرضی کے مطابق نہ پایا تو انتہائی ناخوش ہوا۔ اور اسی ناراضگی اور ناخوشی کے عالم میں میں نے اس سے کہا کیا تم اندھے تھے جو تم نے ایسا کیا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس کی بینائی جاتی رہی اور وہ اندھا ہو گیا اور واویلا کرنے لگا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں مجھے کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ میں اس ماجرے سے بہت حیران و پریشان ہوا اور افسوس کیا کہ ایسا کیوں کہا اور یہ حرف میری زبان پر کیوں آیا۔ پھر میں نے معذرت کی۔

افادہ، سماع سے خاص ذوق | جناب (حضور) کا بحالت سماع ایک خاص سر تھا۔ میں نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ مرض الموت میں جب کہ انتہائی ضعف و نقاہت تھی اور بوجہ سقوط قویٰ بلا استعانت دیگرے کروٹ بھی نہیں لے سکتے تھے۔ ایک گانے والے نے ایک شعر انتہائی پُردرد آواز میں گایا۔ آپ کو اس وقت ایسا وجد آیا کہ ایک جست ماری اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اس واقعہ کے دوسرے ہی روز اس عالم سے انتقال فرمایا[1]۔

---

[1] آپ پر چشتیت کی نسبت غالب تھی اور ذوق سماع گویا آپ کا سلوک تھا۔ بہت سے بزرگوں کے اس قبیل کے واقعات پڑھے اور سنے ہیں۔ اپنے بڑے دادا صاحب (حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک مخلص و نظر یافتہ مرید مولوی نظام الدین حیدر صاحب عباسی کا کوردی (ڈائریکٹر ایگریکلچر) کا واقعہ اپنی نوعمری میں اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ حضرت شیخ کے واقعہ کے بالکل مماثل۔ مئی ۱۹۶۵ء تھا۔ موصوف کے فم معدہ پر کینسر کا موذی مرض تھا۔ جسم اتنا لاغر ہو چکا تھا کہ صرف ہڈیوں اور کھال کا ڈھانچہ تھا۔ خود سے جنبش کرنے کی بھی طاقت و قدرت نہ تھی مگر اپنی تکالیف پر بے پناہ صبر و برداشت (باقی اگلے صفحہ پر)

مُعاودت۔ واپسی

کی قوت تھی کہ شکوہ کرنا تو درکنار اظہار بھی نہ کرتے تھے۔ عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔ بیشتر اوقات آنکھیں بند کئے اپنی مشغولی پاس انفاس میں رہتے تھے۔ ہاں یہ دونوں حضرات (حضرت صاحب مدظلہ اور والد ماجد) روزانہ عیادت کے لیے جب تشریف لے جاتے تھے اس وقت مولوی صاحب موصوف کے چہرہ پر مسرت کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ مسکراتے رہتے۔ بات کرتے بھی تو عارفانہ انداز میں۔ اس حالت میں بھی آداب طریقت کی جو پابندی ملحوظ رہتی اس کی اب مثال نہیں۔ حالانکہ عمر میں میرے دادا صاحب (حضرت شاہ تقی حیدر قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے چار سال بڑے تھے، انتقال سے ایک روز قبل دونوں حضرات اور ہم دونوں بھائی نیز کاکوری کے اور بھی چند اصحاب بیٹھے تھے کہ منشی عزیز علی صاحب علوی۔ (مفتی محمد رضا صاحب انصاری فرنگی محلی کے ماموں) آ گئے وہ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بعض دیگر اکابرین کا کلام بڑی خوش آوازی سے پڑھتے تھے۔ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور اشارہ کیا (کچھ سناؤ) وہ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام سناتے رہے پہلے تو آنکھوں سے آنسو جاری رہے ذرا دیر بعد سارے جسم میں تھرتھراہٹ کی کیفیت پیدا ہو گئی چہرہ سرخ ہو گیا۔ یکایک جست لگا کر اٹھ بیٹھے۔ اندیشہ ہوا کہ کھڑے نہ ہو جائیں دونوں حضرات نے بڑھ کر سنبھالا پلنگ پر لٹا دیا اور ان کے سینہ پر ہاتھ رکھے رہے۔ عزیز علی صاحب کو اشارہ کر کے منع کر دیا وہ خاموش ہو گئے۔ یہ جذب و سرور کی کیفیت دوسرے روز انتقال کے وقت تک طاری رہی۔ انتقال کے روز صبح کو بعد الفجر میرے والد صاحب مدظلہ، کو اپنے قریب بلا کر بہت رازدارانہ طریقہ پر بیان کیا کہ "تھوڑی دیر قبل ایک برقعہ سفید انتہائی چمکدار اوپر سے چھت توڑ کر آیا اور مجھ کو ڈھانپ لیا اس میں سے ایک ہاتھ نکلا اور میرے سینے کے اندر داخل ہو کر قلب کو اس طرح دبایا جیسے نچوڑا جاتا ہے اس کے بعد وہ برقعہ بلند ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جو لذت و لطافت پیدا ہوئی ہے حضور سے کیا بیان کروں" یہ واقعہ بہت آہستہ اور نقیہ آواز میں بیان کر سکے۔ آنکھیں بند کر لیں انتقال سے ذرا دیر قبل اونچی آواز میں جس کا لہجہ انتہائی عاجزانہ وخوشامدانہ تھا یہ مصرعہ پڑھا۔ اے عشق۔ آؤ جی۔ ارے آ جاؤ آؤ بھی۔ ذرا دیر بعد روح نے پرواز کی، مولوی صاحب موصوف کا ایک شعر ان کے حال کا مظہر ہے ؎

افسون درد و ذکر بہ صوفی گذاشتم   من کارِ دو جہاں زنگاہے بر آوردم

نگاہ کرم ہی وہ کیمیا ہے جس سے مراتب سلوک دم بھر میں طے ہو جاتے ہیں جب کہ خام دلوں کو نہ معلوم کتنی ریاضتوں مجاہدوں کی بھٹی میں تپنا پڑتا ہے پھر بھی یقین نہیں کہ مقصد اصلی تک رسائی ہوئی یا نہیں ؎

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند   مستِ شراب عشق بہ یک آہ می رسد

ان سے بڑے بھائی مولوی محمد حسن صاحب عباسی کا واقعہ انتقال بلا کسی ظاہری علالت و تکلیف کے

سنہ ۱۹۵۵ء میں ہوا تھا اس وقت میری عمر اگرچہ چار سال تھی لیکن اس واقعہ کی شہرت کئی سال رہی اخبارات حق و حقیقت میں بھی شائع ہوا تھا اس لئے یاد ہے انہوں نے عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی مولوی نظام الدین حیدر صاحب سے جو اپنی کوٹھی کے دوسرے کمرہ میں تھے پکار کر ان کے ایک شعر کا دوسرا مصرع دریافت کیا ؎

لے عشق ہمتے کہ کنم قلعہ پاش پاش — تیغے زنم بر حاجب و شاہے بر آورم

اس شعر کو پرجوش آواز میں دہرایا اور خاموش ہو گئے۔ بعد میں مولوی نظام الدین صاحب قریب پہنچے تو دیکھا کہ روح پرواز کر چکی تھی۔ آپ تین بھائی تھے (ملا حسن فرنگی محلی کے نواسے تھے) تینوں بھائی ذاکر و شاغل اور بڑے بااصول تھے۔ دنیاوی وجاہت کے باوجود اس سے بالکل مستغنی۔ بڑے فیاض و کُنبہ پرور تھے۔ حسنِ معاملت و پاکیزگی میں فرد تھے۔ مختصر حال "عباسیان کاکوری و تذکرۂ عیسی حصہ دوم میں ہے۔

حالات وواقعات وکرامات

حضرت شاہ اہل اللہ بن حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہما

بیان قدرے احوال کرامت اشتمال وکلمات
معرفت سمات جامع اوصاف کمال مظہر اسرار
ذی الجلال قدوۂ ارباب انتباہ۔ زبدۂ مقربان
حضرت الٰہ حضرت شاہ اہل اللہ سلمہ اللہ جو
حضرت اقدس کے حقیقی برادر خورد ہیں

ان کی ولادت سے قبل ایک روز حضرت شیخ بزرگ شیخ عبدالرحیم قدس سرہٗ نے حضرت اقدس کو اہل اللہ کے نام سے پکارا گھر کے خدام نے عرض کیا کہ ان کا نام مبارک تو ولی اللہ ہے اور حضور اس نام سے پکار رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب ان کا ایک بھائی پیدا ہوگا یہ اس کا نام ہے جو میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ پس تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ پیدا ہوئے اور اسی نام سے موسوم ہوئے اور وہ درحقیقت اسم بامسمّٰی یعنی اہل اللہ ہی ہیں، ایام طفولیت سے ہی تقویٰ وطہارت اور علم وفضل میں نشوونما پائی۔ فطرت صافی۔ طبیعت عالی۔ ذہن رسا۔ رائے صائب۔ نکتہ سنجی اور روشن فہمی میں مثل آفتاب کے ہیں۔ تمام کتب مروجہ حضرت اقدس سے پڑھ کر تکمیل کی ذہانت فہم اور باریک بینی میں عالی رتبہ رکھتے ہیں اور علمی مباحثوں میں طبیعت نہایت دشوار پسند ہے۔ کتاب اللہ کی خدمت کیلئے ایک رسالہ لغات القرآن مشتمل بر شرح غریب قرآنی اور بعض توجیہات ضروریہ وبعض آیات مختصر اور کافی کے متعلق تالیف فرمایا کہ طالب علم کو تفاسیر سے رجوع کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور رسالہ چار باب مشتمل بر عقائد وفقہ وعبادات واذکار ونصائح وحکم ضروریہ

لکھے جو نہایت مفید ہے اور علومِ صناعی میں جیسے نجوم و رمل اطلاع کامل رکھتے ہیں اور طب میں دست رسا و فراست حاصل ہے رموجز القانون میں بعض ضروری مسائل جو مصنف سے رہ گئے تھے اضافہ کر کے رسالہ کو پورا و مکمل کیا لیکن اس فن میں حذاقت کے باوجود بمقتضائے بے پروائی علاج و معالجہ کی طرف کم مشغول ہوتے تھے۔

ایک دن ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک بزرگ عزیز ایک ہاتھی پر سوار جن کے ہاتھ میں ایک لمبا ڈنڈا ہے آئے اور ان سے کہا کہ میں تم کو مبارک باد دینے کے لیے آیا ہوں اور یہ بشارت لایا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے علاج سے شفا پائی یا یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا پائی اس بات سے ان کو نہایت مسرت و سرور ہوا اور اسی وقت سے خدام کو یہ حکم دیدیا کہ جس وقت بھی کوئی مریض آجائے تو فوراً مجھے اطلاع کرو جس حال میں بھی میں ہوں اور فرماتے تھے مجھے معلوم نہیں کہ کسی شخص کے علاج کی وجہ سے درجہ قبولیت حاصل ہوا اس دوران دو ایک فقیروں کے علاج کا اتفاق ہوا تھا شاید بمقتضائے حدیث قدسی مرضت فلم تعدنی اسی نسبت سے اس معنی نے ظہور کیا۔

شاعری اور انشاء پردازی میں نادرالبیان ہیں۔ نظم انتہائی دلپذیر اور نثر لطائف و ظرائف سے پُر بغایت متین و بے نظیر لکھتے ہیں۔ ایک قصیدہ فارسی زبان میں مشتمل بر بیانِ معجزات نظم فرمایا اور دوسرا رسالہ عقائد منظوم لکھا۔ تقریباً بارہ سال کی عمر میں حضرت والد بزرگوار قدس سرہٗ سے بیعت کی اور اشغال طریقت حاصل کئے ازبسکہ فطرت صافی رکھتے ہیں لہٰذا تھوڑی ہی توجہ سے موردِ برکات طریقت اور انوار حقیقت کی شعاعوں کے مظہر ہو گئے۔ اسرار ولایت کے بیان میں متکلمین محققین کے طور طریقہ کو صوفیاء کے طور طریقوں میں جمع فرماتے ہیں اور آپ کی تصانیف میں سے ایک رسالہ مسمّٰی بہ فوائد ہے جس میں آپ نے بکثرت معارفِ طریقت اور اسرار حقیقت بیان فرمائے ہیں۔ شریعت میں راسخ القدم ہیں۔ اخلاق میں نہایت متانت اور توکل میں بلند مرتبہ پایا ہے۔ اہل دنیا کے مزخرفات کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتے اور عقل معاد کی طرح عقل معاش بھی علیٰ وجہ الکمال ہے اور کفایت اور عدالت اور اصابت رائے اور تدبیر بے نظیر بدرجہ اتم ہے ان تمام اوصاف کے باوجود ان تمام امور اور تمام کمالات

سے قطع نظر کرتے ہوئے کَانْ لَمْ یَکُنْ سمجھنا ان کی فطری صفت ہے (اپنے کو لاشے محض اور منکسر المزاج رکھتے ہیں)

افادہ: دستارِ خلافت حضرت اقدس نے اپنے پہلے سفر کا جب قصد فرمایا تو دستار خلافت آپ نے ہی سر پر باندھی اور اجازت ارشاد و بیعت عطا فرماکر حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کا جانشین کیا اور فرمایا کہ جس طرح ہم کو حضرت والد ماجد سے خرقہ پہنچا ہے ہم نے بھی اسی طرح ان کو دیا سب لوگوں کو چاہیئے کہ ان کو حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی جگہ پر سمجھیں اب وہ چند واقعات اور کلمات جو ان سے بلفظہ منقول ہیں تحریر کئے جاتے ہیں۔

افادہ: طریقہ کمال کن خصلتوں پر موقوف ہے! طریقۂ کمال ان خصلتوں پر موقوف ہے، تزکیہ، تصفیہ و تجلیہ۔

تزکیہ سے مطلب ہے اپنے اعمال و افعال ظاہری کو شریعت مصطفوی سے آراستہ و پیراستہ کرنا کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِر۔[1]

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ؛ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید[2]

اور تصفیہ سے مطلب ہے طبیعت کی صفائی اور دل کو صفاتِ ذمیمہ سے پاک و صاف کرنا۔

اور تجلیہ سے مطلب ہے اوصافِ کریمہ سے اسے متصف کرنا۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہٗ العزیز کی یہ دونوں رباعیاں اس سلسلہ میں کافی ووافی ہیں ؎

خواہی کہ شود دلِ تو چوں آئینہ ؛ دہ چیز برون کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب دروغ و غیبت ؛ بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ[3]

---

[1] تمہارے لئے رسولِ خدا کی پیروی کرنی بہتر ہے (اسوہ حسنہ کی اتباع) یعنی اس شخص کو جسے خدا سے ملنے اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہے

[2] پیغمبر کے (بتائے ہوئے) راستہ کے خلاف جس نے دوسرا راستہ اختیار کیا وہ کبھی منزلِ مقصود تک نہ پہنچے گا۔

[3] اگر تم اپنا دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف کرنا چاہتے ہو تو یہ دس چیزیں (یعنی) حرص، آرزو، غصہ، جھوٹ، غیبت، کنجوسی، حسد و ریا، غرور اور کینہ دل سے نکال دو۔

۵ خواہی کہ شوا ہی بمنزل قرب مقیم ‏ نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و حلم و یقین ‏ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

جب قلب و قالب رزائل کی آلودگی سے مطہّر و مصفّا ہو جاتے ہیں تو وہ حقیقۃ الحقائق کی تجلیات کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور تخلیہ سے اشارہ ہے دل کا خس و خاشاک سے خالی اور ماسوی اللہ کی محبت سے جھاڑ کر پاک وصاف کر دینا تاکہ کوئی مطلوب و محبوب بجز ذات حضرت بیچوں اس کے دل میں جاگزیں نہ ہو اور کارگاہِ بشریت میں جن ضروریات پر نظر پڑے سوا ایسی چیزوں کے جو لابدی ہوں (بقدر کفاف) دوسری چیزوں کی طرف مائل و راغب نہ ہو۔

وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ ؎

۶ حرص قانع نیست بیدل ورنہ ز اسباب معاش ‏ آنچہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست

اور اس مقام کا حصول دوام ذکر سے کہ لذات کو ختم کرنے والا اور مورث آلام ہے اور تجلیہ سے مطلب ہے حضرتِ حق سبحانہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم و محبت جس قدر بھی ممکن ہو کرے اور اس دولت کا حصول یا تو اہل دل کی صحبت سے ہوتا ہے جو اس کے آفتاب دل کی شعاعوں سے مثل ذرہ تاباں و درخشاں ہو جاتا ہے، یا مداومتِ ذکر مع لزوم الفکر جو اسم ذات یا نفی و اثبات کا طریقہ ہے حاصل ہوتا ہے اور عطائے الٰہی جس نااہل پر اس کی سابقہ استعداد کے بغیر بھی توجہ فرما دے تو اس کے دل میں ایسی قوی کشش اور محکم انجذاب ڈال دیتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ بطوعِ خاطر یا بالاکراہ اپنا سر گریبانِ حضوری سے اٹھا ہی نہیں سکتا ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

افادہ: حضراتِ طریقت کی ارواح کا ایک شرعی مسئلہ پر تبادلہ خیالات اور حضرت اقدس کے فیصلہ پر اظہار مسرت و تحسین

(آپ نے فرمایا) ۲۴ رمضان المبارک کو اچانک سو گیا۔ دیکھا کہ ایک محفلِ منورہ سجی ہوئی ہے اور بعض حضراتِ طریقت کی اَرواح جمع ہیں اور مسجد

---

۵ اگر مقام قرب میں بسنا چاہتے ہو تو یہ نو چیزیں (یعنی) صبر، شکر، قناعت، بردباری، یقین، تفویض، سپردگی، توکل، رضا، و تسلیم اپنے نفس کو تعلیم کرو۔

۶ اے بیدل حرص قانع نہیں ہے ورنہ اسباب معاش سے جو کچھ ہم کام میں رکھتے ہیں ان میں سے بیشتر کام کے لائق نہیں ہیں (یعنی بہت سی غیر ضروری چیزوں کو بوجہ اپنی حرص کے ہم نے ضروری قرار دیا ہے ‏ ۷ پکڑ کر کھینچ الیسیوں بہتیرے زنگ (باقی اگلے صفحہ پر)

کے دروازے پر نیند کے مسئلہ میں بحث کر رہے ہیں۔ آخر کار روئے سخن اس نیاز مند کی جانب کرکے کہا کہ تم بھی جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔ اور جو راستہ اختیار کئے ہوئے ہو وہ طے کرو۔ میں نے اس پر عرض کیا کہ ان بحر ذخار علوم و احکام اور سرچشمانِ عقول و احلام کے ہوتے ہوئے میری کیا مجال کہ اس دقیق مسئلہ میں زبان تحقیق کھولوں۔ اللہ کی یہی نعمت کیا کم ہے کہ اس نے اس مجلس مقدس میں حاضری کا شرف بخشا اور ان حضرات کی بساطِ تقرب پر جن کے حق میں لا یشقیٰ جلیسہم واقع ہے، مجھے جگہ عطا فرمائی فرمایا کیا حرج ہے۔ ع

فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست۔ ہر شخص اپنی معلومات کے مطابق جو کچھ جانتا ہے کہتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے تلاش کرتا ہے۔ ناچار میں نے عرض کیا کہ فقیر کی تحقیق یہ ہے کہ دروازہ بند ہونے کی صورت میں اگر سونے والا مسجد سے باہر ہے تو مکروہ ہے ورنہ کوئی حرج نہیں۔ (میری) اس بات کو سن کر تمام حضرات نے تحسین و آفرین کی گویا حقیقتاً مسئلہ کا جواب یہی تھا۔ اس اثناء میں جو کچھ ان باتوں کا مقصد تھا میں سمجھ رہا تھا کہ مسجد میں نوم سے مراد وہ غفلت ہے جو حسب تقاضائے بشری بنی آدم کو آرام کے لیے ضروری ہے جیسا کہ حدیث انہ لیغان علیٰ قلبی اور نافق حنظلۃ والی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ پس اگر غفلت اس طرح کی ہے جو حضور اجمالی و صفائی قلب کے مانع نہ ہو تو کوئی حرج نہیں سمجھنا چاہیئے اس لیے کہ (اس قدر) یہ نوع بشر سے ممتنع الانفکاک ہے (جدا نہیں ہو سکتی) اور جو کچھ ممتنع الانفکاک ہوتا ہے اس کا وجود حکم عدم میں ہے اور اگر اس طرح پر ہے کہ خواب غفلت سے افاقہ اور سنۃ الفطرۃ سے جاگنے کے بعد نور اور صفائی قلب کا کوئی اثر جو سابق الحال میں بسبب حضوری حاصل تھا باقی نہیں رہا اور اپنے کو اجنبی محض اور بیگانہ صرف پاتا ہے۔ اور اپنی نسبت میں داخل ہونا محض امور مستانفہ میں سمجھتا ہے۔ پس ابرار و اخیار کے طریقہ میں لاچار کراہت تنزیہی کا حکم دے سکتے ہیں۔ اور سابقین سالکین کو کراہت تحریمی کی نشاندہی کرنی چاہیئے۔[1]

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ) نہ چلے تیرے بیٹھا رہے، بہتوں کو تو نے خود کھینچ بلایا جنہوں نے راستہ طے نہیں کیا یعنی سلوک نہیں کیا تھا۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاکوروی۔[1] اس کا مقصد صرف سونے کے لیے مسجد میں آتا ہے۔

ایک عجیب خواب - ایک واقعہ

حضرت ذوالجلال کی رؤیت سے مشرّف ہونا

افادہ = اِنّی قد رأیت رویا عجیبۃ
رزقنا اللہ ایاکم من برکاتہ۔ واما بنعمۃ ربّک
فحدث، کانی فی مجلس ناس علیھم سیما الصّٰلحین
حوالیہ حیاض و انہار مغصوف۔ باشجار و
اذھار اذ نودیت بان ھناک شجرۃ موسیٰ علیہ
السلام التی تجلّیٰ علیہ الرّبّ تبارک و تعالیٰ وھو
الاٰن متجلیٰ علیھا فانطلقتُ الیھا فاذا ھی شجرۃ
التمر الھندی لیست بقصیر عظیم ولا حدیثۃ صغیرۃ
خضرۃ اوراقھا فی غایۃ الکمال و نضارۃ اغصانھا
فی نھایۃ الجمال اذا نُظر الیھا حصل حضورہ تعالیٰ
اکمل حضور و تظھر نسبۃ سریان الواجب فی
الممکنات و معیّتہ بھم ابلغ ظھور لا یمکن ان
یحصل فی ھٰذا العالم لکن لیس ھناک نار ولا شعلۃ
الا نور فی نور وظھور علیٰ ظھورٍ فخوطبت ان ھذا
من بلوغ العید، والحمد للہ علیٰ ذالک فخطر
ببالی ان المراد بالنار فی الکتاب، ھو النور الذی
تأنس بہ موسیٰ علیہ السلام وقال سآتیکم منھا بقبس

میں نے ایک عجیب خواب دیکھا (اللہ تعالیٰ اس
کی برکات سے ہم کو، تم کو اور سب کو نوازے۔ اور
اپنے رب کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو) میں ایسے لوگوں کی
مجلس میں بیٹھا ہوا ہوں جن کے چہروں پر صالحین بندوں
کی چمک ہے۔ ان کے چاروں سمت حوض اور نہریں
ہیں جو گھری ہوئی ہیں درختوں اور پھولوں سے
اچانک مجھے آواز دی گئی کہ یہی وہ درخت ہے جس
پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی تھی۔ اور وہ
اس وقت بھی اس پر متجلی ہے پس میں اس کی جانب
چلا (جب قریب پہنچا تو دیکھا) وہ اِملی کا درخت ہے
نہ بہت بڑا نہ بہت چھوٹا۔ اس کے پتے نہایت سبز اور
شاخیں نہایت شاداب جب میں نے اسے دیکھا تو حق تبارک
و تعالیٰ کی حضوری مکمل طور پر حاصل ہوئی، اور واجب
فِی الممکنات کے سریان کی نسبت ظاہر ہوئی۔ اور اس
کی معیت بدرجۂ اتم کہ اس عالم میں اس کا حصول
ممکن ہی نہیں لیکن وہاں آگ تھی نہ شعلہ مگر نور ہی
نور تھا اور ظہور ہی ظہور پھر میں مخاطب کیا گیا

اوا جد علی النار هدیً ای سآتیکم من ذالک النور بهدایة تامة یحصل بهاما یحتاج الیه من قبس او هادی طریقة، فیکون کلمة من للابتداء لا للتبعیض ولا ینافیه شیٔ من الاحادیث ومانقل ان موسیٰ علیہ السلام علق حشیشا بعصاہ واراد ان تحطبت فانما ھو مستفاد من قصص الیھود۔

واللّٰہ اعلم بالصواب

کہ یہ بلوغِ عید میں سے ہے (یعنی جہاں تک بندہ کی رسائی ہوسکتی ہے) والحمدللہ علیٰ ذالک پھر میرے دل میں یہ خطرہ آیا کہ کتاب اللہ میں آگ سے مراد وہ نور ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام مانوس ہوئے وقال سآتیکم منہا بقبس او اجد علی النار هدیٰ یعنی سآتیکم من ذالک النور بهدایة تامة میں تمہارے پاس لاؤں گا، اس نور سے ہدایتِ تامہ جس سے ضرورت پوری ہوگی۔ پس کلمۂ "من" ابتدا کے لیے ہے نہ کہ تبعیض کے لیے اور جو یہ منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی سے پتے جھاڑے اور اس سے لپٹا چاہا تو وہ یہود کے قصوں سے مستفاد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

افادہ = ایک روز واقعہ میں حضرت ذوالجلال والکمال کی رویت سے مُشرّف ہوا۔ گویا ایک لکڑی ہے مجوف ایک دائرہ کی شکل میں تقریباً ایک گز بقدرِ قامتِ انسانی ایک گولہ چوبی کی طرح پر جس کو کنویں میں ڈالتے ہیں، بلور کی طرح صاف و شفاف اور براق یا قندیل کی طرح جس کا ظاہر باطن کا ترجمان ہے۔ اور اس کا باطن انوارِ بے کیف و بےچگونگی سے پُر ہے ایک ستون پر آسمان کی گردش کی طرح اس طرح گردش کر رہا ہے کہ اس کا نور ساکن اور قائم ہے اور اس کا گولہ گردش کر رہا ہے، جس وقت بصیرت کی نگاہ اس کے ظاہر پر پڑتی ہے تو فَنَا فِی اللّٰہ کی حالت ظاہر ہوتی ہے اور جس وقت اس کے باطن پر غور حاصل ہوتا ہے تو بَقَا بِاللّٰہ کی حالت طاری ہوتی ہے (اور) گوشِ ہوش سے ایسا سنائی دے رہا ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کا ظاہر مقامِ تشبیہ ہے۔ اور باطن مقامِ تنزیہ۔ اور اس کا دورہ (گردش) جو ہے وہ موجبِ بقائے عالم ہے، وہ جس وقت ساکن ہو جائے گا تو خدا کے سوا سب کچھ معدوم ہو جائے گا۔ اور کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ[1] منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوگا۔

اس جگہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کارخانۂ وجود ایک عجیب (طرح) کا اختلاف رکھتا

---

[1] جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے۔ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات جو صاحبِ جلال و عظمت ہے باقی رہے گی

ہے جس کی ایک سمت نقد صرف اور تنزہ محض ہے کہ لا تدرکہ الافہام ولا تحیط بہ الاوہام[1] اور بالفرض تصفیوں کے بعد اگر وہاں تک ادراک ملکوتی راہ پاوے اور تعلق قبول کرے (تو) وہ بواسطۂ مقام تشبیہ ہے یعنی اس کی (باطن کی) حکایت کرتا ہے اور اس کی دوسری سمت تکیف (خوشی یا ناخوشی) و تکدر صرف گویا کسی طرح کا تنزہ بحت کوئی ربط اور کوئی راہ نہیں رکھتا اور ان کے درمیان مختلف مقامات ہیں۔ تشبیہ۔ یہ تنزہ اور تنزہ بہ تشبہ، ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق جس مقام کی طرف ترقی کرتا ہے، ذاتِ حق کو اسی وضع پر پاتا ہے۔ پس ہر ایک مشبہ اور منزہ سے مُصیب و مَعذور ہے وکل واحد علی ما خلق علیہ مجبوراً لا تشبیہاً یاباہ العقل و النقل وینکشف فی الفرع والاصل[2]۔

افادہ: مجذوب کی حقیقت کو سالک کی حقیقت کے قریب دیکھنا

ایک رات میں نے مجذوب کی حقیقت کو سالک کی حقیقت کے قریب دیکھا گویا سالک پوری تعظیم کے ساتھ پیش آ رہا ہے۔ اور مجذوب کے پیروں کو بوسہ دے رہا ہے۔ اور مجذوب سر جھکائے حالات دریافت کرتے ہوئے سالک کے پیروں پر گر پڑا۔ اور کہا کہ سابقیت آپ ہی کے لیے ہے لیکن اس تعظیم و تکریم کے باوجود مجذوب نے ہاتھ بڑھا کر دستار اس کے سر سے اتار لی یہ فقیر اس واقعہ سے یہ سمجھا کہ سالک وہ ہے کہ باوجود اس کی نسبت مع اللہی کے غلبہ کے اس کے قوائے عقلیہ ایسے واقع ہوئے کہ انوارِ الہیہ کے تشعشع سے اس کی نگاہ بصیرت میں کسی قسم کی سستی و اضمحلال واقع نہیں ہوتا بلکہ اس کے سلوک و وصول کا راستہ اس کی دی قوت مدرکہ ہو سکتی ہے، برخلاف مجذوب کے کہ اس کے قوائے ادراکیہ کی سستی و کمی کے ساتھ ساتھ اس کی نسبت ایسی قوی اور غالب ہوتی ہے کہ مبادی خلقت میں قوت علمی کی شمولیت ضعیف ہے اس وجہ سے کہ اس کی نسبت قوی ہے۔ اور سالک کی فطرتِ اصلی میں ادراک قوی رکھا گیا ہے اس لئے اس کی نسبت ضعیف نہیں

---

[1] نہ عقل فہم اس کا ادراک کر سکتی ہیں اور نہ وہم و خیال اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

[2] ہر ایک جس حال پر (فطرت پر) پیدا کیا گیا ہے وہ مجبور ہے نہ کہ تشبیہ سے (بلکہ حقیقتاً ایسا ہے) اس سے انکار کرتی ہے عقل اور نقل اور یہی چیز کھلے گی فرع میں اور اصل میں۔

[3] ناسوت۔ بعض حضرت، ملکوت کو بھی ناسوت میں شمار کرتے ہیں۔ یعنی ملکوت ہے۔ عرش۔ ناسوت

ہے۔ پس سالک ظاہری و باطنی کمالات کا جامع ہے اور مجذوب صاحب باطن صرف لیکن وہ قباحت جو بعض سالکین میں مخوف ہے وہ حُبِ جاہ اور خواہش ثروت ہے پس خلع عمائم سے کنایہ اس کا ازالہ ہے اور دستار اتار لینے کا مطلب اس کو دفع کر دینا ہے۔

افادہ: نشہ آور اشیاء کا پینا بدن کے زوال کے بعد ایک شدید ظلمت لاتا ہے۔

ایک رات خواب میں ایک جم غفیر جواریوں اور شرابیوں کا دیکھا گیا۔ بعض ان میں سیاہرو، بعض ننگے سر، مدہوش بڈھے خراب وخستہ حال خاک مذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا حال دیکھ کر ایک طرح کی ظلمت قلب پر غالب ہوگئی ایسا کہ میرے حاسہ بصر پر بھی ایک تیرگی کا حجاب طاری ہوگیا میں اس قوت کے ازالہ کے لئے نماز میں مشغول ہوگیا لیکن اس کے باوجود ظلمانیت کا اثر پورے طور پر دفع نہیں ہوا۔ اس جگہ یہ سمجھ میں آیا کہ عالم مجازات[1] میں گناہوں کا ارتکاب مردوں کی ارواح پر زندوں کی حالت کے مشابہ کیفیات ڈالتا ہے (اور) اس عالم میں نشہ آور اشیاء کا پینا بدن کے زوال کے بعد ایک شدید ظلمت لاتا ہے کہ اس کا حاسۂ ادراک اپنی شراب نوشی کے عمل سے سخت ایذاء پاتا ہے۔ چنانچہ اس کا اثر اس عالم میں محسوس ہوتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ اس عذاب کے باوجود دوسرے قسم کے عذابوں سے بھی عذاب دیا جائے۔

دونوں بزرگوں (خواجہ اجمیری، خواجہ بختیار کاکی) کی توجہات وجیہہ "کلمۃ اللہ" کو "عین اللہ" دیکھا

افادہ: رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات جو حقیقت میں مطلع انوار صبح سعادت اور مظہر آثار فخر اقبال تھی، عالم خواب میں خواجہ بزرگ حضرت معین الدین چشتی اور قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ اسرارہما کی ارواح کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوا۔ گویا ایک عالیشان مجلس منعقد ہے۔ اور یہ دونوں بزرگ اس جگہ تشریف فرما ہیں اور غالباً

لہ نہ عقل وفہم اس کا ادراک کر سکتی ہیں اور نہ وہم خیال اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

سہ ہر ایک جس حال پر (فطرت پر) پیدا کیا گیا ہے وہ مجبور رہے نہ کہ تشبیہ سے (بلکہ حقیقتاً ایسا ہے) اس سے انکار کرتی ہے عقل اور نقل۔ اور یہی چیز کھلے گی فرع میں اور اصل میں۔

[1] ناسوت بعض حضرات ملکوت کو بھی ناسوت میں شمار کرتے ہیں یعنی ملکوت۔ عرش۔ ناسوت۔

درمیان میں سرود بھی ہے (محفل سرود و سماع منعقد ہے) اور اکثر حاضرین پر وجد اور شوق و ذوق کی کیفیت غالب ہے ان شیخین میں سے ایک اس محفل کے کنارہ پر کھڑے ہوئے اور دوسرے ان کے مقابل دوسرے کنارہ پر کھڑے ہوئے۔ اسی اثنا میں ان حضرات کی توجہ و جمعیت سے اس فقیر کی حالت میں تغیر پیدا ہوا۔ اور بے اختیار مثل گردباد (بگولہ) غلطاں و پیچاں مجلس کی ایک سمت سے دوسری سمت جاتا تھا۔ ان حضرات میں سے جس کے قریب پہنچتا تھا تو ان کی ایک قوی نسبت تیز آندھی کی طرح میری طرف پہنچتی تھی۔ اور ان کی قوت تحریک سے میں دوسری طرف متحرک ہو جاتا تھا پھر اس طرف سے بھی تیز آندھی کی طرح ایک نسبت پاتا تھا جس کے سبب سے پھر پہلی سمت دوڑ جاتا تھا۔ اسی تگ و دو میں ایک آواز سنی کہ وہ فرما رہے ہیں کہ" اس کی نسبت اسی معنی کی نسبت رکھتی ہے" اگر اس قدر مشترک کی میں شرح کروں جو دونوں بزرگوں کی نسبت سے میں نے پائی ہے (تو) وہ یہ ہے کہ (وہ) محض اسم ذات تھا اس کیفیت کیساتھ کہ اسم عین مسمی ہو گیا کلمۂ اللہ کو عین اللہ دیکھتا تھا گویا ایک سمت سے دوسری سمت تک میں عین اللہ میں گردش کر رہا تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت خائضہ میں اشتراک کے بعد ایک انتہائی باریک فرق ہے جس کے بیان سے عاجز کے زبان و قلم دونوں قاصر ہیں۔ اس وقت یہ علم / ادراک ہوا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ۔

افادہ: امام شافعی رضی اللہ عنہ کے قطع شدہ پائے مبارک بطور تبرک پانی میں دیکھنا

ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک قطع کر کے بطور تبرک پانی کے برتن میں رکھے ہوئے ہیں اور اب تک ان میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے اور ایک گانے والا ہندی زبان میں گا رہا ہے کہ چار روز سے مسلسل یہ بات (ذہن) میں آرہی ہے کہ مجتہدین دین (اور) علمائے شرع متین بھی نسبت مع اللہی میں راسخ القدم ہیں گو کہ ان کا سلوک سالکین طریقت کی روش پر ہو یا نہ ہو یعنی جو شخص چار روز دنیا میں خدا کے ساتھ ہو اس کی روح کی پذیرائی بدن سے نکلنے کے بعد حیات ابدی و سرمدی سے ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کا کمال اتقیاء و ابرار کے طریقہ پر ہو خواہ اہل سلوک ذوی الافکار کی وضع پر ہو۔ ہر چند کہ یہ راستوں میں قریب ترین ہے لیکن وہ رسم و طریقہ جس کے لیے

کسی کہنے والے نے کہا ہے ؎

صنمارہ قلندر سرِ دار بمن نمائی ۔۔۔ کہ دراز و دور بینم رہ ورسم پارسائی

راہ پارسائی یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ پر کثرت مداومت سے ظاہر پر ایک نور اور دل پر ایک سرور ظاہر ہوتا ہے اور صفائی قلب و جلائے قالب میسر آتی ہے جو انوار ذکر اور آثار فکر کے مشابہ ہوتی ہے۔

افادہ: انسان کے مقابل میں بہائم وطیور کو مستقبل کا علم زائد عطا ہوا لیکن مختصر طور پر

ایسا واضح ہوا کہ بنی نوع انسانی کے مقابلہ میں بہائم وطیور کو حضرت علام الغیوب کی طرف سے مستقبل کا زائد علم عطا ہوا ہے لیکن مختصر طور پر بلا اطلاع اسباب وبلیات۔ اور چند جو بوڑھے اور طویل العمر ہیں وہ اس کمال میں زائد ہیں۔ چنانچہ ایک دن خواب میں ایک کوّے کو دیکھا کہ اس کی کئی ہزار سال کی عمر ہے اور بوجہ ضعف و سستی بدن دوسرے کوّے کی پشت پر سوار ہے اور بعض لوگ اس سے حصولِ مراد و مطالب کی درخواست کر رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ عجیب ماجرا ہے کہ انسان حیوان سے علوم کی معلومات حاصل کرے اور اعلیٰ اسفل سے استفادہ فوائد کرے۔ میرے اس تعجب پر عورتوں، مردوں، بڑوں اور چھوٹوں کے ایک جم غفیر نے استعجاب کیا۔ مسلم النبوت اور بدیہی تحقیق یہ ہے کہ حیوانات آئندہ ہونے والے واقعات کو بنی آدم سے زیادہ جانتے ہیں خصوصًا کوّے کی اقسام جن کی طویل العمری اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس بارہ میں اپنے ہم جنسوں میں افضل واکمل ہے۔ پھر اس فقیر نے بھی بعض متوقع باتوں کا سوال کیا اور اس نے اس کے ہونے کا جواب دیا جب دوبارہ حصول کی مدّت کی تعین اور وصول کے بارہ میں استفسار کیا تو اس نے جواب دیا اما علی ھذا التفصیل فلا نعلم الا قلیلا فانتبھت من المنام و تنبھت ھذا المرام والعلم عند اللہ الملک العلام۔

افادہ: اپنے متعلق کے ایک خواب اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ

ایک دن مجلس میں بر سبیل قصہ بعض ملحدین وقت وزندیقین

۱؎ اے صنم یا قلندر (معشوق حقیقی) کا راستہ لائق و بہتر ہے اگر تم مجھے دکھا دو، کیوں کہ رسم پارسائی کی راہ بہت دور دراز ہے

زمانہ کے اقوال کا ذکر نکلا جو ہمارے دینِ متین کے قاعدوں اور اصولوں پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں اسی درمیان اس فقیر کی زبان پر گذرا کہ رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے عموم رسالت کے اثبات کے بیان میں مخالفین و مخاصمین کو خاموش و لاجواب کر دینے کے لیئے دلائل اقناعیہ[1] کے سوا کوئی دلیل ہے ہی نہیں اس سلسلہ میں بات یہاں تک بڑھ گئی کہ مناظرہ کے وقت اپنے قول کے اثبات (بات کی پیچ میں ایں اور پرورش کلام میں میں مخالف کی طرف چلا گیا (یعنی جوش میں آکر اس کے خلاف بحث کرنے لگا) رات کو خواب میں ایسا دکھلایا گیا کہ دو فرشتے آسمان سے نیچے اترے جو دو یک رنگ گھوڑوں پر سوار تھے دو خوبصورت جوانوں کی شکل میں عمدہ لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور میری تاک میں کھڑے ہیں اور میں یہ چاہ رہا ہوں کہ کسی طرح اپنے کو ان کے ہاتھوں سے بہ لطائف الحیل (کسی بہانہ سے) رہا کراؤں اور ان کی نظروں سے بچ کر کسی گوشہ سے چھپ کر نکل جاؤں ناگاہ ان دونوں میں سے ایک شخص نے اپنے گھوڑے کو کدایا اور دو انگلیوں سے میرا بازو پکڑا اور گھوڑے کی زین کے آگے (حنائے زین پر) رکھ دیا اس طرح کہ اس کی گرفت کا اثر اور اس کی دونوں انگلیوں کا دباؤ تین روز تک میں محسوس کرتا رہا بعد ازاں وہ اوپر کی طرف چلے گئے، ایک کے پیچھے دوسرا کبھی وہ سیدھے بلندی کی جانب اڑتے تھے اور کبھی پرندوں کی طرح آسمان کے افق پر چکر لگاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک بہت پرانی عمارت اور ایک وسیع الفضا محل نظر آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نشانیوں میں سے کوئی نشانی اور تبرکات میں سے کوئی تبرک مثل قدم شریف وغیرہ وہاں موجود ہے مجھ کو اس مکان کے کنارے پر اتار دیا۔ اور اس پوری سیر و پرواز میں مجھے سرزنش اور فہمائش کرتے جاتے تھے کہ تم ہی ہوا میں کنکوا اڑاتے تھے۔ کیا یہ تمہارے لئے یہ مناسب تھا کہ ان اخرافات میں ملوث ہو اور میں معذرت کر رہا ہوں اور ان ناروا باتوں سے انکار کر رہا ہوں کہ میں نے بچپن میں بھی پتنگ بازی نہیں کی چہ جائیکہ ایام جوانی اور ادھیڑ عمر میں لیکن وہ میری باتوں کو نہیں سنتے اور لعنت ملامت کرتے جاتے ہیں۔

ناچار میں نے کہا کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ۔ میں نے کھیلا یا نہیں کھیلا کھیلا بہر حال میں توبہ و استغفار کرتا ہوں کہ دوبارہ اس کام کا مرتکب نہ ہوں گا انہوں نے کہا اچھا وضو کرو۔ میں نے وضو کیا۔ پھر کہا دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی۔ پھر

---

[1] ایسی دلیل جو مخالف کو خاموش کر دے = (مسکت دلائل)

کہا استغفار پڑھو ہیں نے استغفار پڑھا پھر کہا (اب) جاؤ جیسے ہی انہوں نے یہ بات کہی
میں جاگ پڑا۔ اس خواب کی تعبیر اور اس عتاب وخطاب کی تاویل میں ایک تردّد دل میں جاگزیں
ہو گیا۔ اور ایک اضطراب طاری ہو گیا۔ آخر کار ایسا سمجھ میں آیا کہ در اصل یہ معاتبت اباطیل
میں اس انہماک کی وجہ سے تھی جو تاویل باطلہ اور شبہات آمیز باتوں میں تھی۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ
قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ
(یعنی میرے بے بنیاد خیالات کی طرف انہوں نے تنبیہ کی اور یہ کہا کہ آپ ان خرافات اور لہو ولعب
میں نہ پڑیئے۔ آپ تو کسب علوم و معرفت کے لیے ہیں نہ ان بیکار باتوں کے لئے)

افادہ: محیط الاعظم تک رسائی اور اس کی تفصیلات ایک رات خواب دیکھا
کہ اس شخص کی روح کو جسم کی آلودگی سے مجرّد کر کے بلندی کی طرف لے گئے یہاں تک کہ اینیت ختم ہو
گئی اور وہاں سے محیط الاعظم کے اوپر لے گئے جس کی مجازاً تعبیر کر سکتے ہیں وہاں تجرد محض
محسوس ہوا (یعنی میں علائق مادی سے مجرد ہو گیا) لیکن اس تمام سیر کے باوجود جہت علّو منقطع
نہیں ہوئی پھر اسی اثنا میں عین تجرد بحت کی حالت میں اپنی محرومی کے احساس نے اس طرح
مکدر کیا جیسے گلاب صاف میں تار عنکبوت (مکڑی کا جالا)۔ حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہے۔ تھوڑی دیر
بعد وہ طبقۂ کدر منقطع ہو گیا (کدورت کی حالت ختم ہو گئی) پھر تجرد اول کا مجرد اصفیٰ جو اطمینان
قلب کا باعث تھا میسّر آیا۔ اس جگہ یہ سمجھایا گیا کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد تیری روح کو چار
گھڑی میں اس مقام تک ہم پہنچا دیں گے۔ اور ایسا ادراک ہو رہا تھا کہ حق کے راستہ میں اس
طرح مجرد ہو کر گذرنا اس شخص کے حق میں ہے جو سب سے پہلے عاقبت میں دکھلایا جائے گا۔
اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارا معبود ہے اور مومنین اس سے منہ پھیر لیں گے کہ یہ ہمارا معبود نہیں
ہو سکتا۔ بعد ازاں رؤیتِ ذات سے مشرف فرمائیں گے، واللہ اعلم،

افادہ عالم ارواح کی سیر ۲۱، رمضان المبارک کی شب میں عین نماز تراویح میں
عالم ارواح کی سیر واقع ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ ارواح کا اپنے جسموں سے جدا ہونے کے بعد آناً فاناً
اور زماناً فزماناً ایک قوی تحلیل اور محکم اضمحلال تشخصات جزئیہ کے آس پاس راہ پاتا ہے جیسے نمک
اگر پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ رفتہ رفتہ اسی پانی میں تحلیل ہو جائے گا اسی طرح ان کے عوارض

جسمانیہ کا انفکاک آہستہ آہستہ تاخیر کے ساتھ ان سے ملحق ہو جاتا ہے۔ یہاں تک جزوِ لا یتجزیٰ[1] اور انانیت صغریٰ میں سے کوئی نقطۂ بسیط چیز وجود میں باقی نہیں رہتا۔ گویا تاریک راتوں میں روشن ستارے دور سے تاباں و درخشاں دکھائی دیتے ہیں اور وہ ہمہ تن عالم تجرد کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور بقیہ آثار جسمانیہ کا ازالہ کرتے ہیں۔ اسی درمیان حضرت قبلہ گاہ قدس اللہ سرہٗ کی رُوحِ پُر فتوح کا شرف ملازمت حاصل ہوا اس طرح پر کہ بغیر امر بسیط جو عالم کون و فساد کی تراکیب سے مراحل سے بہت دور ہے کوئی دوسری چیز محسوس نہیں ہوتی مگر صرف وہی روشنیاں جو انتہائی سفیدی وبُراقی میں اپنی ہی قسم میں سے ہیں اور یہاں پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ وہ بھی آثار تشخص رکھتی ہیں ان کو بھی چھوڑ دیں اور صرافت اصلی سے ملحق ہو کر انانیت کبریٰ میں داخل ہو جائیں۔ اسی کے درمیان ایک چھوٹا ستارہ ہے جو حافظ علیم اللہ پھلتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اسی صفت سابقہ اور ارواحِ باقیہ کے ساتھ جو بیشمار تھیں اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

مخزنِ عُلومِ غیب

افادہ :- رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں سے ایک رات صبح سے قبل میں مراقبہ میں تھا کہ ناگاہ لطیفۂ قلبی گویا ہوا کہ مخزنِ علوم غیب اس وقت کھول دیا گیا ہے جو سوال کیا جائے گا فوراً اس کا جواب دیا جائے گا۔ دل متفکر ہوا لیکن سوا چند امور کے اور کچھ یاد نہ آئے جو پوچھے جاتے اور جو کچھ اس سے سوال واقع ہوا اور اس کے جواب سے ممتاز ہوا یہ تھے۔

سوال :- اعمال جوارح کا کیا ثمرہ ہے اور حضرت حق کی حضوری صرف سے کیا فائدہ ہے؟

جواب :- حضور صرف مثمر جمعیت اور سرورِ قلب ہے اور اجسام سے انسلاخ کے بعد حضرتِ حق کا ظہور ہے۔ اور اعمالِ جوارح نعمات خارجیہ کے اضافہ کے لیے مؤثر ہیں۔ جیسے حور و قصور اور انہار و اشجار۔

---

[1] ایسا جزو جس کی تقسیم نہ ہو سکے۔

مذہبوں اور ملتوں میں کونسا مختار؟

سوال: مذہبوں اور ملتوں میں کون سا مختار ہے؟

جواب: وہ جس میں توجہ اِلیٰ اللہ ہو، وہی بہتر ہے (قائم و باقی ہے) اور توجہ اِلیٰ اللہ کے لیے یہ مقرر کیا ہے کہ انسان اپنے مقدم (عالم آخرت) کی طرف اپنے وسیلے کے ذریعے (وسیلہ ڈھونڈتے ہوئے) بڑھتا رہے اس حالت میں کہ پیٹ زمین سے لگا ہو اور حق سے عاجزی کرتا رہے (توجہ اِلیٰ اللہ کے لیے عاجزی کے ساتھ اپنے علوّ کی طرف وسیلہ اختیار کر کے حرکت کرنا شرط ہے)

دعاؤں کی سُرعتِ تاثیر کیوں نہیں؟

سوال: دعاؤں کو اس زمانہ میں کیوں سرعتِ تاثیر نہیں ہے؟

جواب: روح کی قوت بسبب قربِ انقضائے دورہ (باقی) نہیں رہی ہے۔ واللہ اعلم بمرادہ

کشف و کرامت کے آثار کیوں نادر الوجود؟

سوال: اہلِ سلوک سے کشف و کرامت کے آثار کیوں نادرُ الوجود ہیں؟

جواب: اکثر اس زمانہ میں تقرب اِلیٰ اللہ بسبب ذکار طبع غالب ہے (وہ اپنی سمجھ کے مطابق یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم کو تقرب حاصل ہو گیا) اور مقامات باطنہ پر عبور سرسری واقع ہوتا ہے۔ اور یہ (مقامات باطنہ پر عبور) متانت اور کثرتِ ذکر کا ثمرہ ہیں۔

سوال: اُحقر کے احوال کیا ہیں؟

جواب: ذُکاءِ فطرت۔

سوال: اخوی شاہ محمد عاشق کے احوال کیا ہیں؟

جواب: میں ایک انتہائی چمکدار تانبے کا ٹکڑا اسی طرح ▭ کا مجھے دکھایا گیا میں نے کہا میں نہیں سمجھا۔ جواب ملا استقامت۔

فرشتے کے نزول کی وجہ | افادہ: ایک بچّہ کی حالتِ نزع کے وقت جبکہ اس کی

زندگی سے پوری مایوسی تھی اور اس کی وفات کا انتظار تھا کہ عام و خاص کو یہ دکھائی دیا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس کا نزول دیوار کے سرے تک دکھائی دیا۔ اس سے یقین ہو گیا کہ ولو انزلنا ملکا لقضی الامر دو باتوں میں سے ایک ضرور واقع ہو گی۔ یا صحت از مرض و یا عوض با مرض۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ابرک کی ایک لوح سبز رنگ کا ہی براق جس کی لمبان دو بالشت سے کچھ کم۔ اور اس کا عرض پانچ چھ انگل ایک طرف مربع شکل اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ مُدوّر (اس مصوّر | ٥ | . | شکل کے مطابق)

افادہ : ایک ستارہ کی چشمک زنی اور اہل نجوم کی رائے | ایک رات جب نیند سے آنکھیں کھولیں تو ایک ستارہ اپنے سامنے افق پر تاباں و درخشاں دیکھا گویا چشمک زنی کر رہا ہے، اور یہ معنی اس کی طرف سے میرے دل میں ڈالے گئے کہ میں میداء فیاض کا دریچہ ہوں یعنی قبض و بسط کی حرکت جو مجھ میں ہے وہ ارباب طلب کے سلوک کے لیے ایک دروازہ ہے اور کیفیتِ حضوری کے افاضہ کے لیے ایک راہ ہے گویا اس ستارہ کی تاثیر اسی بات کے لیے مخصوص ہے حالانکہ اہل نجوم نے اس بات کی نسبت مشتری کی طرف کی ہے اور وہ دوسرا تھا۔ اس کے بعد پھر میں نے کتنا تلاش کیا نہ پایا۔

افادہ : کیفیت عَینُ اَنا
شاہ بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ نے وجد کی حالت میں جس طرف اشارہ کیا | ایک دن ایسا مشہود ہوا کہ حضرت ھُو بلا کیف تشریف لائے اور ساعت بہ ساعت اس فقیر کے متصل ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ سینہ میں داخل ہو گئے پھر دل میں اتر گئے حتیٰ کہ عَینُ اَنا ہو گئے۔ اسوقت تینوں احوال یکجا تھے یعنی غیبت۔ حضور اور انانیت اس کے بعد میں ہوشیار ہو گیا۔ اور دل میں ایسی راحت اور سینہ میں وہ سکون و آرام پایا کہ زبان سے اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی اور شاہ بوعلی قلندر قدس سرہٗ نے وجد کی حالت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے یعنی کنہٗ پیارے یعنی انؑ جاء المحبوب ببیت الحبیب ماذا یفعل بہ و یعامل معہ

لہ اگر محبوب محب کے گھر میں آئے تو محب محبوب کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا۔

افادہ: حضرت واجب الوجود کے نورِ بحت کو بچشم سر دیکھا ایک روز صبح سے قبل جامع مسجد شاہجہانی میں ایک نور دکھائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ستون ہے جو آسمان سے زمین تک ثابت و قائم ہے اور اس کا احساس فہم و ادراک کے قبیل سے نہ تھا بلکہ مکمل محسوسات و مبصرات سے تھا۔ اس نور کے ستون کا آخری حصہ ایسی ہوا کے کثیف اجزاء سے جو پانی یا مکانات سے ملحق اکٹھا ہو جاتے ہیں مشابہ ہوا تھا۔ اور اس کی نورانیت تشعشع و لمعان کی وجہ سے تھی۔ بلکہ ایک دوسری ہی کیفیت تھی جو این و آن سے خارج تھی۔ ہر چند اس کا احساس حاسہ بصر سے تھا لیکن گویا اس کو بلا مقابلہ و محاذات بھی پایا جا سکتا تھا۔ پس اس جگہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس عالم میں اس نور کا ادراک حاسہ بصر سے بلا شرط مقابلہ و محاذات کیا جا سکتا ہے جب کہ کدوراتِ بشریہ رفع ہو چکے ہوں پہلی اور آخری بات یہی ہے کہ میں نے حضرت واجب الوجود کے نور بحت کو بچشم سر دیکھا اور کوئی تحیّز و تمکن اور شعاع کا اتصال رائی کا مرئی کے ساتھ نہ تھا سوا ذاتِ حق کے اور کوئی شی حائل نہ تھی۔ اور دوسرے عوارض جسمانی بھی موجود نہ تھے۔ اور اس معاملہ کے اختتام کے بعد ایسا دل میں القاء ہوا کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مراد یہی نور ہوگا کہ اس عالم کی لقاء اسی نور کے سبب سے ہے نہ یہ کہ دوسرے تعلقات یا تکلفات اختیار کئے جائیں جیسے کہ کہا گیا کہ اللہ[1] منور السموات والارض و موجد ھما بلکہ اس عالم میں حضرتِ حق کا ظہور اسی نور خاص کے لباس میں ہوتا ہے جو تمام افراد نور سے اَتم و اکمل ہے[2]۔

افادہ: حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے دو اشعار کی عارفانہ شرح ایک روز شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان دیکھ رہا تھا جب ان اشعار پر پہنچا تو وہ تقاضائے وقت پسند آئے اور میں ان کو مکرر زیر لب گنگنانے لگا۔

[3] دو بیتم جگر کرد روزے کباب | کہ می گفت گوئندہ باریاب
دریغا کہ بے ما بسے روزگار | بروید گل و بشگفد نو بہار

---

[1] اللہ آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والا۔ اور ان کا موجد ہے۔

[2] یعنی توحید شہودی کے تکلفات برطرف اللہ نور السموات والارض یہی نور ہے۔

[3] دو شعروں نے ایک روز میرے دل کو کباب کر دیا اچھوتا ڈالا جس کو ایک مقبول گانے والا گا رہا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بلسے تیر و دی ماہ اردی بہشت　　　　بیاید کہ ما خاک باشیم و خشت

ناگاہ بلا سابقہ خیال آئے ہوئے میں دیکھ رہا ہوں کہ دل ایک شعر کے ساتھ مترنم ہے جب میں نے کان لگائے اور غور کیا تو یہ شعر تھا۔

۱ے چوں بدانستی کہ ظل کیستی　　　　فارغی گر مردۂ و گر زیستی

اور پے در۲ے پے یہ بات دل میں ڈالی جاتی رہی کہ موت کی حسرت و الم اس شخص کے لائق ہے۔ جو اپنی حقیقت کو عوارض جسمانی سے جدا اور متمیز نہ پہچانتا ہو۔ اور غم والم کے فقدان سے اپنے کو الگ نہ کرے۔ لیکن یہ کہ جو اپنی ہستی کو رب العالمین کی ہستی کا ظل جانے اور اپنے وجود کو حضرت ارحم الراحمین کے وجود کا پرتو دیکھے اس کو موت کا کیا غم اور موت سے کیا تکلیف۔ کہ جو کچھ یہ بلاد ابتلاء اور تفرق و تمرق ہے لباس پر ہے۔ پہننے والے کو کیا تکلیف اور پہنانے والے کو کیا دشواری۔ والعلم عند اللہ الملک القہار۔

افادہ اکثر دل میں آتا ہے کہ کسی کو صنعت تحریر یا تقریر کی قوت عطا ہوتی ہے تو کوئی دقیق سے دقیق نکات و معانی ایسے نہیں ہوتے جن کو وہ بیان نہ کر لیتا ہو۔ اور کسی حالت و مقام میں ایسی کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ اس کو بہترین عبارت میں آسانی سے بیان کر سکتا ہے۔ برعکس اس فہم اور برخلاف اس وہم کے۔ ایک رات شام سے صبح تک ایسی حالت گذری اور عجیب کیفیات دل پر اس طرح چھائی رہیں کہ زبان سے ان کا اعتراف ممکن ہی نہیں اور بجز اس کے کہ اقرار اپنی لکنت اور بہرہ پن کا تھا نہیں کہہ سکتے کہ کیا تھا اور کیا نہ تھا اور نہ لکھ سکتے

(بقیہ) افسوس کہ ہمارے بغیر زمانہ بہت بار پھول اگائے گا اور نو بہار شگفتہ کرے گی۔ تیر۔ دی۔ اور اردی بہشت مہینے آئیں گے لیکن ہم اس وقت اینٹ اور مٹی ہوں گے ۱ے اگر تم یہ جان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو جاؤ ۲ے پھر دل میں ڈالا گیا کہ مرگ سے تحسر اور موت سے الم اس کے شایان شان ہے جو اپنی حقیقت کو اپنے عوارض جسمانی سے جدا نہ پہچانتا ہو۔ اور جب تک اس غم والم کے فقدان کے قریب جو کچھ مکمل ہو ظاہر ہو جائے (یعنی اس کی ہستی میں غم والم ہے اور اس کی ہستی میں غم والم کا فقدان۔ کیونکہ ہستی نامکمل ہے اور اس کا وجود مکمل لیکن جب وہ اپنی ہستی کو رب العالمین کی ہستی کا ظل جانے اور اپنے وجود کو ارحم الراحمین کے وجود کا پرتو دیکھے تو اسکو موت کا کیا غم والم کہ جو کچھ یہ بلا و ابتلا اور علیحدگی و جدائی ہے۔ لباس ہستی پر ہے پہنانے والے کو کیا تکلیف اور پہننے والے کو کیا دشواری (تقی انور)

کہ کیا دیکھا اور کیا دکھلایا گیا والعلم عند الملک الودود۔

افادہ : ایک چڑیا کا قصہ عالم ارواح کے انتقالات و انفصالات ایک چڑیا کو میں نے دیکھا کہ دیوار پر گھونسلا بنا رکھا ہے اور دیوار کے نیچے دانہ چننے کے لیے اپنا سر گھونسلہ سے باہر نکالے نیچے اترنے کے لیے تیار بیٹھی ہے اچانک وہ خود اسی جگہ بیٹھی رہ گئی اور ایک صورت اس سے جدا ہو کر زمین پر آئی اور دانہ چنا اور پھر بطریق رجعت قہقری اپنی اصل سے جا کر مل گئی اور اس انفصال و اتصال کے مابین ایک خط تھا جسے اس کی "حبل تدلی" سے تعبیر کر سکتے ہیں جیسے مکڑا اپنے لعاب سے ایک رسّی بناتا ہے اور اس کے ذریعہ چڑھتا اترتا ہے۔ اور اس خط کے ہر ہر حصہ میں درحقیقت اس کی صورتیں ظاہر تھیں۔ پس یہ معلوم ہوا کہ گویا دیوار کے اوپر سے نیچے تک چڑیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اور اس پرندہ کا دانہ چننا گویا طیور متعاقبہ کی وساطت سے اس دوسری طرف کے پرندہ کا دانہ چننا ہے۔ اور اس کا فعل اس اصل پرندہ کی طرح ہے جو اپنے گھونسلہ میں بیٹھا ہوا تھا۔

اس ماجرا اور مکاشفہ کی دید کے سلسلہ میں چند باتیں میرے دل میں ڈالی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بنی آدم کو اس قسم کی کرامات اور خرق عادات صفائی باطن اور انجلائے مواطن کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ لبعض حیوانات کو جو انسان کے مشابہ ہوتے ہیں بلا سابقہ کسب واجتہاد اپنی اصل خلقت میں حاصل ہوتا ہے اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عالم ارواح کے انتقالات و انفصالات اسی طرح ہوں گے کہ اس کی حقیقت سے اس کے ارادہ کے ہمراہ کالبد[ل] منفصل ہو جاتا ہے کہ جہاں چاہے جائے اور جب چاہے لوٹ آئے۔ اور اپنی اصل کا عین ہو جائے۔ ان کے مابین ایک ربط ہے جو موافقت اور علیحدگی کا متحمل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ملائکہ علویہ و سفلیہ اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ حضرت حق کی تجلی نار و نور کی صورت میں اس قسم کی ہے کہ اس کی اصل حقیقت کو حلول و تداخل نہیں ہے لیکن ایک بے کیف ظہور اور بے چون بروز ہوتا ہے جو اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ محقق و ثابت کرنے والا ہو سکتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اس صورت طاریہ منکیفہ پر اس امر بے کیف کا حمل محال ہے۔

؎ ایں معیت در نیاید عقل و ہوش[ل] ... زیں معیت دم مزن بنشیں خموش

ل جسم کا سانچہ۔ قالب ل یہ معیت عقل و سمجھ میں نہیں آسکتی اس معیت کے سلسلہ میں دم نہ مار اور خاموش رہو۔

والعلم عند الملک المتعال ۔

افادہ: عوارض جسمانیہ کے مرتفع ہونے کے بعد روح انسانی کی ترقی

عوارض جسمانیہ کے مرتفع ہونے کے بعد روح انسانی کو ایک عجیب سیر درپیش ہوتی ہے جو ہر لحظ اور ہر لمحہ ایک دوسری کیفیت کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے اگر وہ اہل سعادت میں سے ہے تو اس کی ہر سیر میں ایک جداگانہ لذت و مسرت اور نئی ترقی ہے۔ اور نعوذ باللہ منہا اگر وہ اہل شقاوت میں سے ہے تو اس کی ہر بات میں ایک الم اور ایک مزید نقصان حاصل ہوتا ہے (اور) وہ مسرت و خوشی جو بسبب دولت عموم کے خصوصی مذلت کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ مما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر، ہے اس لیے کہ اس عالم میں کوئی شخص علاوہ عرفاء کے عام علم سے بھی آگاہ نہیں، کسی حال تک پہنچنے کا کیا سوال ؟ اور عرفاء بھی جو اس دولت علمی سے فائز ہو گئے ہیں اور اس کو لذتوں میں سب سے بہتر لذت سمجھتے ہیں وہ اس کا پرتو ہے اور یہ اس کا عشر عشیر ہے جو آخرت میں حاصل ہونے والا ہے۔ جس طرح پیشگاہ خیال میں اس کی صورت سیر مصور کر دی ہے، جس طرح عود کو جب آگ پر رکھتے ہیں تو آہستہ آہستہ اس کا دھواں اجزائے کثیف سے بلند ہو کر ہوا کے ذریعہ دور تک پھیل جاتا ہے اور مشام عالم میں پہنچتا ہے، اور ان کا دماغ اس سے ایک لذت وافر اور حلاوت متکاثرہ اٹھاتا ہے۔ یہی ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا عینٌ رأتْ ولا اُذُنٌ سمعتْ الخ وَاللہُ اَعلَمُ۔

افادہ: الحمد للہ الذی جعل الروح من عالم الامر والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد افضل البشر فی القدر و علی

سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے روح کو عالم امر سے بنایا۔ اور درود و سلام ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل البشر پہ اور ان کے آل و اصحاب پہ اور تابعین

---

[1] جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے قلب پر اس کا خطرہ گذرا۔

اله واصحابه واتباعه الى يوم الحشر والنشر
اما بعد: فهذه مما الهمني الله وعلمني بكمال
وجوده في تجلي وجوده انه متجلي في عوالم الملك
والملكوت بتجليات ذاته وصفاته - اما عالم
الاجساد فهو من تجلي صفات جمالية اوجلالية
واما عالم الارواح فهو من تجليات ذاته تعالىٰ
وتقدس فلما اراد الله سبحانه خلق ادم
على نبينا وعليه الصلوٰة والسلام خمرًا
ولاطينة على مقتضى ظهور صفاته في عالم .
الناسوت ثم تجلي عليه بذاته فنفخ فيه من
روح وامر الملئكة يسجوده ، فنفخ الروح
فيه ، فليس الا تجليه تعالىٰ في مضغة قلبه
محجوبًا بحجب نورانية بعضها انور واظهر
وازهر من الأخر ولولا هذه الحجب لما امكن
تكيف المنزه وتحيز المقدس الا ترى الشمس
لما ترى الا من وراء السحاب والافاين
التراب ورب الارباب فهذه الحجب هي
اللطائف الستة التي جرت اسماؤها على
السن الصوفية من القلب والروح والسر
الخفي والاخفى، تكما ان نور الباصرة مودوعة في
رطوبته - طبقات وتحفظها رطوبات لا يمكن
بقاءها في تلك الرطوبة الرقيقة ثاقبة في

پر قیامت تک۔

اما بعد: یہ وہ باتیں ہیں جو اللہ نے مجھے الہام کیں اپنے کمال
بخشش سے اپنے وجود کی تجلی میں کہ وہ ملک و ملکوت
کے عوالم میں اپنی ذات و صفات کی تجلیات کے ساتھ متجلی
ہوا۔ عالم اجساد وہ ہے جس میں اس نے اپنے صفات جمالیہ
یا جلالیہ سے تجلی کی۔ اور عالم ارواح وہ ہے جس پر وہ اپنی
ذات پاک سے متجلی ہوا (عالم ارواح اسکی ذات کی تجلی
سے ہے) پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی تخلیق کا ارادہ
فرمایا تو عالم ناسوت میں انکی مٹی کو اپنی صفات کے ظہور
کے مطابق خمیر کیا، پھر اس پر تجلی ذاتی فرما کر روح پھونکی
اور فرشتوں کو ان کے سجدہ کا حکم فرمایا۔ پس روح کا ان میں
پھونکنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے۔ ان کے مضغۂ قلب
میں محجوب نورانیت کے حجابات میں ان میں بعض حجابات
زائد روشن اور چمکدار ہیں ایک دوسرے سے۔ اگر یہ
حجابات نہ ہوتے تو منزہ کا مکیف اور مقدس کا جگہ پر ہونا
ممکن نہ ہوتا تم سورج کو بغیر بادل کے پیچھے (حجاب کے)
نہیں دیکھ سکتے۔ ورنہ کہاں مٹی اور کہاں رب الارباب
یہ حجابات وہی لطائف ستہ[۱] ہیں جو صوفیاء کی زبانوں پر
جاری ہیں، یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفی جسطرح آنکھ کی
روشنی اپنی رطوبت میں ودیعت کی ہوئی ہے اور اس کی
رطوبتیں اس کو (آنکھ) محفوظ رکھتی ہیں۔ اس کی بقاء
اس رطوبت رقیقہ میں ممکن نہیں ہے کہ وہ آنکھ کے تنگ

۱ ان لطائف کی تفصیل الطاف القدس میں ملاحظہ ہو

حدقة ضيقة الا يحفظها الطبقات بعضها
فوق بعض كذلك يستحيل ان يتعلق ما هو في
غاية القدوسية و نهاية التنزه عن
الكيفية بمتعلق مضغية او علقية بغير
هذه اللطائف اللطيفة و الطبقات النظيفة
وقد مثلت لدى، والهمني هذا الامر .....
مستعلة حمراء في دقة رقيقة بيضاء يتلالأ
اشعتها وراء الحجاب بحيث صار لونها
مائلا الى صفرة كالشمس عند طلوعها او غروبها
في افق السماء ولقد بان عند ذالك سر
قول من قال ،من عرف نفسه فقد عرف
ربه ، فان المدرك اذا ادرك نفسه المشار
اليه بانا الاولى وجد تحققا و تعينا وراء التعين
الجسماني الفاني، ثم اذا اغمض البصر وجد عند
ذالك تحققا آخر وراء التحقق الاول و تعينها
حذاء التعين المقدم و هكذا الى ان يصل
علمه بانا ء الثاني المشار اليه بقوله وفي
الاخفى انا وما هذا الا نقطة واجبة تجلت
في كسوة امكانية ولك ان تعبر هذا او
تمثله بالشمس في المرآة او القمر في ماء الفرات
او السراج في الفانوس ناره منور و نوره
محسوس وهذا هو الذي مثل الله به
تبارك وتعالى نوره نفسه في كتابه العزيز

ڈھیلہ میں قائم ہو مگر یہ کہ طبقات اس کو محفوظ رکھتے
ہیں، جو تلے اوپر ہیں۔ اسی طرح یہ بات محال ہے کہ متعلق
ہو وہ چیز جو انتہائی قدوسیت اور پاکیزگی میں ہے
کیفیت سے مضغیت یا علقیت کے تعلق کے ساتھ بغیر
ان لطائف لطیفہ اور طبقات تنظیفیہ کے اور مجھے مثال
دی گئی۔ اور الہام کیا گیا کہ یہ امر.... ایک سرخ رنگ کے
یاقوت کی طرح ہے جو نہایت چمکدار اور آب و تاب رکھنے والا
ہے ،اس کی شعاعیں حجاب کے پیچھے سے چمکتی ہیں۔ اس
حیثیت سے کہ ہو گیا اس کا رنگ زردی مائل سورج کے
طلوع و غروب ہوتے کی طرح آسمان کے افق میں اور اس وقت
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ، کا سر ظاہر ہوا کیوں کہ
مدرک نے جب اپنی ذات کا ادراک کیا جس کی طرف انا سے
اشارہ کیا جاتا ہے انائے اول میں تو ایک تحقق اور تعین
جسمانی فانی تعین کے علاوہ پایا پھر جب آنکھ بند کی تو
ایک دوسرا تحقق پایا جو تحقق اول کے علاوہ تھا۔ اور
اس کا تعین تعین مقدم کے مقابل۔ اور اسی طرح
تعین ہوتا رہا۔ اور اسی طرح اس کا علم انائے ثانی تک
پہنچا جس کی طرف اس کے قول "و فی الاخفیٰ انا"، میں
اشارہ کیا گیا ہے، اور یہ ایک نقطۂ واجبہ ہے جو امکانیت
کی پوشاک میں متجلی ہوا ہے اور تم پر اس مضمون کی تعبیر لازم
ہے اس کی مثال یہ ہے جیسے سورج کا آئینہ میں یا چاند
کا فرات کے پانی میں متمثل ہونا، یا چراغ کا فانوس
میں ہونا۔ اس کی آگ روشنی دینے والی اور اس

نقال اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ولعد ما صورت ھذہ التصاویر وقررت ھذہ التقاریر لا یخفی علی من علم المخفی والاخفی انہ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم۔

نور محسوس ہے (یعنی نار در اصل نور ہے) اور یہی وہ مضمون ہے جس کی "اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح" سے مثال دی ہے اور اس کے بعد ان تصاویر کی صورت کھینچ دی ہے۔ اور ان تقادیر کو ثابت کر دیا ہے جس نے مخفی اور اخفی کو جانا۔ اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی کیونکہ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور ہر چیز کا جاننے والا۔

لے سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے روح کو عالم امر سے بنایا (عالم امر وہ عالم ہے جس میں حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار احوال بن کر ظاہر ہوئے۔ روح حقیقت محمدی کا وہ حال ہے جو ربوبیت کا مظہر ہے) اور درود و سلام ہو قیامت تک ہمارے سردار افضل البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے آل و اصحاب اور تابعین پر اما بعد: یہ وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے اپنے وجود کی تجلی کے دوران مجھے الہام کیں کہ وہ ملک و ملکوت کے عوالم میں اپنی ذات و صفات کی تجلیات کے ساتھ متجلی ہوا ہے (ملک سے مراد عالم اجساد اور ملکوت عالم ارواح کو کہتے ہیں) عالم اجساد وہ ہے جس میں اس نے اپنے صفات جمالیہ یا جلالیہ کو روشن فرمایا۔ اور عالم ارواح وہ ہے جس میں اپنی ذات کو روشن کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو عالم ناسوت میں ان کی مٹی کو اپنے صفات کے ظہور کے مطابق خمیر کیا پھر اس پر اپنی ذات کی تجلی فرمائی پھر اس میں روح پھونکی۔ اور فرشتوں کو ان کے سجدہ کا حکم دیا (یعنی آدم میں اپنی ذات و صفات کو روشن فرما کر ان کو ربوبیت کا مظہر بنایا۔ اور فرشتوں کو جو افعال عالم سے متعلق اور تدبیر عالم کے لیے عقول سے پیدا کئے گئے ہیں ان کے سجدہ کا حکم فرمایا۔ یعنی افعال و صفات کو عبادتِ ذات کا ذریعہ بنایا) پس ان کے (آدم میں) روح کا پھونکنا۔ ان کے مضغۂ قلب میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے اور اس تجلی کی نورانیت مضغۂ قلب کے پردوں میں محجوب ہے بعض پردے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ روشن اور چمکدار ہیں۔ اگر یہ حجابات نہ ہوتے تو منزہ کا مکیف ہونا اور مقدس کا جگہ پر ہونا ممکن نہ ہوتا (یعنی وہ نورِ ذات جو لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار ہے اور جس کی گنجائش زمان و مکان میں نہیں ہے قلب مومن میں نہ سما سکتا، جیسے تم سورج کو بغیر حجاب کے نہیں دیکھ سکتے۔ کہاں مٹی اور کہاں رب الارباب۔ یہ حجابات لطائف رہتے ہیں۔ صوفیاء کی زبانوں پر ان کے نام، قلب و روح۔ سر خفی۔ اور اخفی ہیں۔ جیسے آنکھ کا نور آنکھ کی رطوبت میں ودلیت ہے۔

افادہ رمضان المبارک کی بعض راتوں میں خواب میں ایسا دکھایا گیا کہ تقریباً دو ورق کا ایک مکتوب نفوس کی تکمیل کے بیان میں عالم غیب سے ظاہر ہوا اس کی عبارت انتہائی صاف لکھی ہوئی ملی جلی نثر و نظم میں تھی۔ گویا بعینہٖ فقرات خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے کہ پوری ہمت توجہ الی اللہ اور اعراض من حب غیر اللہ میں صرف

اور رطوبت آنکھ کو محفوظ رکھتی ہے۔ آنکھ کے نور کی بقا اس رطوبت میں ہے۔ وہ آنکھ کے تنگ ڈھیلے میں قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا وہ طبقات جو ایک کے اوپر ایک ہیں اس کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس چیز کا جو انتہائی قدوسیّت اور پاکیزگی میں ہے کیفیت مُضغیّت یا عَلَقیّت کے تعلق کے ساتھ بغیر ان لطائف لطیفہ اور پاک طبقات کے قائم ہونا محال ہے۔ اور مجھے مثال دی گئی۔ اور اس بات کا الہام کیا گیا کہ ایک سرخ رنگ کے یاقوت کی طرح جو نہایت چمکدار اور آب و تاب رکھنے والا ہے اور اس کی شعاعیں حجاب کے پیچھے سے اس طرح چمکتی ہیں کہ ان کا رنگ زردی مائل آسمان کے افق میں سورج کے طلوع و غروب ہونے کے رنگ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وقت من عرف نفسہ فقد عرف ربہ، کا سر ظاہر ہوا (یعنی لطیفۂ نفس کا زردی مائل لطیفۂ روح کا سرخ رنگ ہے جو حجابات کے باعث نفس میں زردی مائل ہو گیا ہے (یہ راز کھل جانیکے بعد) جب ادراک کرنے والے نے اپنی ذات کا ادراک کیا جس کی طرف انا سے اشارہ کیا جاتا ہے تو پہلے تحقق میں ایک تعین ثانی جسمانی تعین کے علاوہ پایا۔ پھر جب آنکھ بند کی تو ایک دوسرا تحقق پایا جو پہلے تحقق کے علاوہ تھا اور اس کا تعین پہلے تعین کے مقابل تھا۔ اور اسی طرح ایک تعین دوسرے تعین کے مقابل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کا علم انا ئے انا ئے ثانی تک پہنچا جس کی طرف وَفِی الاخفیٰ انا میں اشارہ ہے اور یہ ایک نقطۂ واجب ہے جو امکانیت کی پوشاک میں متجلی ہوا ہے، تم ان معنوں کی تعبیر اس طرح کرو۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سورج کا آئینہ میں متمثل ہونا یا چاند کا قطرات کے پانی میں یا چراغ کا فانوس میں ہونا۔ اس کی آگ روشنی دینے والی ہے۔ اور اس کا نور محسوس ہے (یعنی نورٌ علیٰ نور کا مطلب یہ ہے کہ انائے حقیقی کا نور محسوس نہیں ہے لیکن جب وہ انائے انسانی میں پوشاکِ امکانیہ میں ظاہر ہوتا ہے تو نور محسوس بن جاتا ہے) اور اسی مضمون کی مثال اللّٰہ نور السموٰت والارض الخ ہے اور اسی کے بعد ان تصاویر کی صورت کھینچ دی ہے (یعنی نفس قلب سر خفی۔ اخفیٰ اور انا ان تعینات مدرکہ کی تصاویر میں جو ایک دوسرے کے مقابل قائم ہوتی رہیں۔ اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ کی تفسیر بن گئیں) اور ان تصاویر کو ثابت کر دیا ہے۔ یہ بات اس پر کھل جائے گی جو مخفی او الاخفیٰ کو جان لے گا۔ کیونکہ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (انفی النور)

کرنا چاہیئے۔ اس کا پہلا شعر جو ان تمام بیانات کا خلاصہ تھا یاد رہ گیا باقی سب طاقِ نسیان ہو گیا۔

پناں در عشق حق باید عدم باساز و سامانے
نہ تن ماند نہ جاں ماند بماند جانِ جانانے[1]

تذکرۂ اصحاب و احبابِ حضرت اقدس

ذکر حضرت اقدس کے ان بعض اصحاب کا جن کے بارے میں معزز اور مؤثر خطابات مختصر طور پر صادر ہوئے ہیں۔ اور آپ نے اپنے بعض مکاتیب میں خامۂ گہربار سے یہ تحریر فرمایا کہ نعماتِ الٰہی جو جانی دوستوں کے حق میں مشاہدہ کی گئی ہیں۔ ان کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے

اے کہ نعمتہائے تو از حد فزوں　　شکر نعمتہائے تو از حد بروں
عجز از شکر تو باشد شکر ما　　گر بود فضل تو مارا رہنموں[2]

منجملہ ان کے وہ ایک دوسرے کے مابین (سے) انتہائی محبت رکھتے ہیں۔ اور ہر شئے میں شرکت پسند ہیں۔ اور اشیاء کی طلب میں خواہ وہ دُنیوی ہو یا اُخروی۔ غیبت ہو یا حضوری غرضیکہ اتحاد قلبی میں ایک ہی جسم و جان ہیں، یہ پاکیزہ خصلت جب تک ان میں باقی و قائم رہے گی، انشاء اللہ حضرت اقدس کی نورانیت بڑھتی ہی رہے گی اور اس سب کے ساتھ ساتھ مستلذات دنیا سے ترک رغبت مگر بقدرِ ضرورت اور مالک جل جلالہ، پر اس کے مظاہر میں ترکِ اعتراض

---

[1] اپنے کو عشق حق میں ایسا فنا کر دینا چاہیے کہ جسم باقی رہے اور نہ جان بلکہ صرف جان جاناں رہ جائے۔

[2] اے وہ ذات جس طرح تیری نعمتیں حد سے زیادہ ہیں اسی طرح تیری نعمتوں کا شکر بھی حدِ امکان سے باہر ہے، لہٰذا شکر سے عاجز ہونے کا اقرار کر لینا ہی تیرا شکر ہے مگر یہ اقرارِ عجز بھی اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ تیرا فضل و کرم ہماری رہنمائی کرے اور ہمارے شاملِ حال ہو۔

کی صفت ہے اور یہ صفت جب وقت تک بھی ان میں باقی رہے گی ، ان کے مراتب میں ترقی ہوتی ہی رہے گی ،

اس حقیر کے دل میں آپس کی محبت نے مل کر ایک خمیر بنایا جس سے شاخ و برگ پیدا ہوئے انشاء اللہ ہر ایک کے بارے میں مفصل طور پر لکھا جائے گا۔ اور جاننا چاہیے کہ اس بندۂ کاتب حروف نے ان بزرگوں کے حالات کے بیان میں ہر فرد کے سلسلہ میں آنجناب سے جو کچھ تصریحاً یا وضاحتاً سنا بیشتر اسی پر اعتماد اور اکتفا کیا اور اگر کسی چیز کا اپنی فہم ناقص سے اس میں اضافہ کیا تو اس کو بھی حضرت اقدس سے مکرر عرض کیا جب اس کو تقریری طور پر آپ سے سن لیا ، تب تحریر کیا ،

الحمد للہ وہو ولی التوفیق و فی جمیع الاحوال خیر رفیق ۔

ذکر جامع المنقول و المعقول

حضرت شاہ نور اللہ صاحب

ذکر قدرے در احوال و اقوال قدوۂ طالبان راہ عمدۂ سالکانِ حق آگاہ عالم الفروع و الاصول جامع المنقول و المعقول صاحبُ الذوق و الوجدان کامل المعرفۃ و الایقان عرفان پناہ شاہ نور اللہ سلمہُ اللہ تعالیٰ جو حضرت اقدس کے بزرگترین خلیفہ اور قدیم اصحاب و احباب کاملین میں سے ہیں۔

ابتدائی حالات و تحصیل علم بدوِ شعور ہی سے علم و فضل کی تحصیل پر مجبول و مفطور تھے اور توفیق و اصلاح سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ ایامِ طفولیت ہی سے اپنے حسنِ ادب کی وجہ سے حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے منظورِ نظر تھے۔ ابتدائی کتابیں شیخ بدر الحق سے پڑھیں جو حضرت اقدس کی والدہ کے ماموں تھے اور آپ کے خلفاء اور علماء راسخین میں سے تھے منجملہ ان سب کے حضرت شیخ بزرگ اور حضرت جدی قدس اللہ اسرار ہما کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور ہر دو بزرگوار کے حضور میں مقاماتِ طریقت سے فیضیاب تھے متوسطات کی چند کتابیں کاتبِ حروف کے والد ماجد سے پڑھیں اور جملہ کتب کی تحصیل حضرت اقدس سے کی۔ فہم سلیم، جودت ذہن اور استقلال و ثابت قدمی میں بدرجۂ کمال فائز ہیں۔ روشن الدولہ ظفر خاں کے مدرسہ میں طالب علمی کے دوران وظیفہ یاب رہے۔

بیعت وسلوک طریقت انہیں ایام میں ایک دن حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ
کے مزار پر انوار کے نزدیک حضرت اقدس کے پاس (آپ بھی) بیٹھے ہوئے تھے۔ آنجناب نے
اس صاحب مزار کے اشارہ کے بموجب ان کو بیعت کا حکم دیا انہوں نے اس کو نَفْحَۃٌ مِّنْ نَّفَحَاتِ اللہ
جان کر قبول کیا، اور اسی مجلس میں شرف بیعت حاصل کیا اور آنجناب کے اشغال طریقت میں
سے ایک شغل کا استفاضہ کیا، پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت مرشد حقیقی نے ان کی اِسْتِعدادو
اِسْتِغْنَائے کامل ملاحظہ فرماکر اور ہمت قوی و بلند دیکھ کر وظیفۂ ظفر خانی کے ترک اور فقر اختیار
کرنے کا حکم دیا، ارشاد عالی ان کے دل پر اثر انداز ہوا باوجود اس کے کہ یہ وظیفہ صرف والدہ ماجدہ
کی خدمت اور ان کی خوشنودی و رضامندی کے لیے قبول اور اختیار کیا تھا، لیکن اِذَا جَاءَ نَہْرُ اللہِ
بَطَلَ نَہْرُ عِیْسٰی[1] سب کو ترک کر دیا اور تجرید تام اختیار کر کے اپنے مرشد برحق کے حسب الحکم
کفنی پہن لی، بعدہٗ جب مرشد برحق نے ان کے دل کو علوم رسمیہ (علوم ظاہری) کے دقائق اور
ان کے غلو میں شغف تمام دیکھا، اور اس بات کو راہ سلوک میں حارج پایا تو مذاکرہ علمیہ کی مجالس
میں جانے سے علیحدگی کا حکم دیا، انہوں نے حسب الحکم تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ریاضت کو اپنے
اوپر لازم کر لیا۔

اسی دوران وہ دشوار گذار اور سخت سفر درپیش ہوا جو حضرت اقدس نے پہلی بار اختیار
فرمایا تھا آپ نے جو خدمات شاقہ انجام دیں کسی اور سے نہ ہو سکیں، سفر کی مشقتوں پر صبر
اور تمام رفقاء کی خدمت از قسم طعام و بار برداری، مریضوں کی تیمار داری اور مختلف الطبع ہمراہیوں
کی رضا جوئی حلم اور خندہ پیشانی کے ساتھ بغیر کسی اظہار ملال و کلال کے جس طرح اپنی بے نفسی سے
ان سے وجود میں آیا کسی دوسرے سے ممکن نہیں گویا وہ سفر آپ کے لیے سخت مجاہدہ اور ایمان کی
کسوٹی بن گیا، جب ان کی اِسْتِعداد کھرے (خالص) سونے کی طرح ہو گئی تب حضرت اقدس کی عنایات
بے غایت کے مرکز و مقصد اور انوار و اسرار ولایت کے مہبط ہو گئے،

خلافت اس سفر مبارک سے واپسی کے بعد حضرت اقدس قصبہ بڈھانہ جو آنجناب کے مخلص
مریدین کی اقامت گاہ تھا تشریف لائے ہوئے تھے وہاں آپ کو از خود جو قبیلِ الہامات الٰہیہ سے

---

[1] جب اللہ کی نہر آئی تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی۔

تھا خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ پھر اس کے بعد علوم ظاہری کے درس کا حکم دیا اور رشد و ارشاد کے کام پر مقرر فرمایا پس توجہاتِ عالیہ کی برکت سے ایک عالم ان کے فیضِ تربیت اور صحبت کی برکت سے صحرائے جہالت سے نکل کر علم و فضل کی روشن منزل اور راہِ حق پر پہنچ گیا، اور ضلالت کی پستیوں سے نکل کر ہدایت کی بلندیوں کو چھونے لگا، اور گرد و نواح کے بکثرت مشائخ دل و جان سے آپ کے مطیع و معتقد ہو گئے۔ ان کے ایک شاگرد نے ان کے بڈھانہ پہنچنے کی تاریخ اس مصرعہ سے نکالی ہے۔

ع اے آمدنت باعثِ آبادی ما

۸ ۳ ۱ ۱ ھ

اوصافِ حمیدہ بالجملہ آپ کی ذات مجمعِ کمالات ہے۔ اور آپ متصف بر اوصافِ حمیدہ ہیں اور فطرتاً تمام خصائلِ ذمیمہ سے پاک و منزہ ہیں بغیر ریاضت و مجاہدہ کئے ہوئے اور قلب و روح کا تصفیہ و تجلیہ حضرت مرشد برحق مدظلہٗ کی توجہ سے علیٰ وجہ الکمال بغیر کوشش و محنت کے حاصل ہو گیا۔ مقاماتِ سلوک میں قانع اور متوکل ہیں۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے بے پروا اور ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے، اور اس میں ثابت قدم ہیں۔ وجد و شوق میں انتہائی لطیف حالت، ولہ و ذوق میں ایک شریف کیفیت رکھتے ہیں، اور تحمل اور بردباری میں بلند مرتبہ حاصل کیا ان کا وجود گویا حلم مجسم ہے جس میں درشتیٔ مزاج نام کو نہیں ہے اور صفتِ عدالت میں انتہائی کمال رکھتے ہیں، مخاطبات و مکاتبات اور تقریر و تحریر اور مباحثۂ علمیہ میں ایک خاص اعتدال ملحوظ رکھتے ہیں جس سے بہتر ممکن نہیں۔ اور ہر ایک سے اس کے مناسب حال معاملت کرتے ہیں، اور قولاً و فعلاً ایسے مرتبہ پر پہنچے ہیں جو دوسرے میں پایا جانا محال ہے۔ کاتبِ حروف کے نزدیک حسنِ اخلاق و آداب میں امامت کی لیاقت ان کے لیے مسلم ہے، جناب حضرت مرشدنا و مولانا نے مندرجہ ذیل مثال اپنے قلم سے تحریر فرما کر آپ کو عطا فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان للہ تعالیٰ فی عبادہٖ نفحات ومن تلک النفحات بالنسبۃ الی اخینا الفاضل اللبیب الکامل الحبیب الشیخ نور اللہ بن	بیشک اللہ تعالیٰ معرفت کی خوشبو دینے والی عبادت میں ہے، اللہ تعالیٰ ان عبادات کو قبول فرماتا ہے جس میں اخلاص و معرفت کی خوشبوئیں ہیں۔ اور

معین الدین البهلتی نور الله ظاهره وباطنه
بنور مرضیاته وطهر بارزه وکامنه بظهور
ذکره وطاعاته ان حیثیة من باطنه
لتحصیل علوم الدین من الحدیث والتفسیر
والفقه والاصلین وغیرها وقاده
الیه فتاکد خاطر الطلب فی قلبه وصار
حثیثا علیه تا آں کہ اشارہ بہ سلوک شاں فرمودند کہ
ثم جاء المدد تترى، ولم یزل یترقى
مرة بعد اخرى ویسیر فی الامم الذی اراه
الله لنا وسار فیه عباد الله الصالحون
قلیل لنا ندرت فیه توجه المحبة وفك
رهان المملكة ثم انتفت انانیته وجالت
فی میادین التوحید هویته ثم خلص الى
الشهود الصراح ثم رجعه من حیث كان
السراج وهذه هی طریقة السلف والخلف
الصالحین ومما انشدت فیه لقد
بلوتك فی سراء وغتب :: فما وجدتك
الا خالص الذهب :: ولم تسم بنور الله
الا لانه :: عما قلیل یكون النور فارتقب

ان نعمات میں سے ہمارے فاضل و ذہین بھائی
زیرک۔ عقلمند و کامل دوست شیخ نور الدین معین
الدین پھلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن کو
اپنی مرضیات کے نور سے منوّر فرمائے اور ان کے
لطائف بارزہ و کامنہ کو اپنے ذکر کے ظہور اور اپنی
عبادات سے مطہر فرمائے ان کی باطنی حیثیت علوم
دین کی تحصیل کیلئے (جیسے، تفسیر، حدیث، اصول
حدیث و فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ میں مسلم ہے۔
ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی (علم دین) طرف متوجہ
فرمایا۔ پس طلب کی دھن ان کے دل میں راسخ و
مستحکم ہوگئی اور وہ اس طرف جولاں ہوگئے پھر ان
کے سلوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:
پھر اعانتِ الٰہی ان کے شاملِ حال ہوئی اور وہ
برابر (روز بروز) ترقی کرتے رہے اور اس گروہ
میں شامل ہوگئے جن کو اللہ نے ہم کو دیکھایا اور اس
گروہ میں اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہوگئے
ہم میں کم لوگ ایسے ہیں جن میں توجہ کی محبت شاذ ہوتی
ہے۔ اور انہوں نے اقتدار کی دوڑ کو ترک کر دیا۔
یعنی دنیاوی جاہ و منصب کی جانب کبھی رغبت نہیں
رکھی) پھر ان کی انانیت ختم (فنا) ہوگئی۔ اور وہ توحید کی ہویت کے میدانوں میں جولاں ہوگئے۔ پھر
خالص کر لئے گئے شہود اصلی کی طرف اور لوٹا دیئے گئے اس مقام کی طرف جہاں چراغ تھا (یعنی شریعت و
طریقت و حقیقت کی طرف (یعنی رجوع الی الحقیقت لازم کیا گیا)، اور یہی سلف و خلف صالحین کا طریقہ
ہے اور یہ اشعار اسی کی طرف مشعر ہیں۔ میں نے تمہاری آزمائش کی راحت و تکلیف دونوں حالتوں میں.

پس میں نے تم کو پایا خالص سونا۔ اور تم نور اللہ سے اس لئے موسوم کئے گئے کہ وہ کم جگہوں پر ہوتا ہے (یعنی نورِ الٰہی کم مقامات پر ہوتا ہے) ہر شخص اور ہر مقام اس کا اہل نہیں ہوتا کہ اس پہ نورِ الٰہی ظاہر ہو۔ اس بات کو ذہن نشین کرلو اللہ تمہارے نور ایمان میں برکات عطاء فرمائے۔

اور ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ جب بھی تمہاری طرف نظر جاتی ہے تو نیا ہی سرور حاصل ہوتا ہے۔ تمہارا لطیفۂ خفیہ آگاہ اور مست اور تم مست قلب کے حامل ہو اور فطری استقامت و متانت رکھتے ہو اور دنیا سے ترکِ التفات خود تمہاری جبلّت ہے۔ اور اسی قسم کے الطاف والے ہمیشہ اپنے اصحاب میں ممتاز اور احباب میں قابلِ رشک ہوتے ہیں۔ الحاصل ان کا مبارک وجود عطائے الٰہی ہے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

افادہ خواجہ امین ولی اللّٰہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک کاغذ پر تحریر فرمایا کہ "اس زمانہ میں ایسا شخص جس کی صحبت میں لوگ بیٹھیں وہ میاں نور اللہ ہیں"۔

افادہ اہلِ قبور کے حالات کا مشاہدہ ارشاد فرمایا کہ میں ایک روز قیلولہ میں تھا اور بَینَ النَّوم والیقظہ کی حالت طاری تھی (اس دوران) اور وہاں موجود لوگوں کی باتیں سن رہا تھا اچانک بعض اہل قبور ظاہر ہوئے جن کا حال یہ تھا کہ چہرے سیاہ تھے اور دانت منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے جن سے بدبو آرہی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوئی اور میں نے چاہا کہ ان کو اپنے سے دور رکھوں کہ اتنے میں دو شخص نمودار ہوئے اور مجھ سے ایک جانب اشارہ کرکے کہنے لگے کہ اس مقام عجیب کو دیکھو۔ میں نے نظر اٹھائی تو قصبہ بڈھانہ اور بعض دوسری جگہوں کی قبروں کو دیکھا ان میں بعض وہ تھے جن سے زندگی میں میری ملاقات تھی۔ اور بعض وہ تھے جن کے میں نے صرف نام سنے تھے اور ان کو جانتا نہیں تھا ان دونوں شخصوں نے مجھ کو بتایا کہ وہ فلاں فلاں ہیں۔ اور بیشتر عذاب میں مبتلا تھے اور تھوڑے نجات یافتہ کہ باوجود تنگیٔ گور کے جو عذاب کی ایک قسم ہے لیکن اس میں کچھ عذاب کی تخفیف ہے۔ اور اس کا جسم مثل پہاڑ کے بڑا ہوگیا ہے۔ اور ہر قسم کے عذاب سے (معذب ہیں) جیسے سانپ بچھو کے کاٹنے اور ورمِ بدن اور لوہے کے گرزوں سے مارے جانے سے اور ایسی بدبو جو اس عالم میں کسی نے نہ سونگھی ہوگی بدن کے ہر حصہ سے آرہی ہے۔ ایک قبر میں یہ معاملہ ہے اور

دوسری قبر میں نعمت و آرام ہے۔ اور ایک کو دوسرے کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اور چند ایسے لوگوں کو دیکھا جنھوں نے ترکِ دنیا اختیار کیا پھر اس پہ قائم نہ رہے اور ان کے دل میں اسباب (دنیا) کی طلب غالب آئی۔ اگرچہ بظاہر (وہ) ترک پر رہے وہ نہایت تنگی اور عذاب میں ہیں، اور اکثر اہلِ دنیا جنہوں نے فرائض کی پابندی کی اور منہیات سے اجتناب کیا یا اجتناب کا ارادہ رکھا اور عیش مباح میں مشغول رہے عالم قبر میں عیش و آرام میں ہیں ان کے احوال دیکھنے سے ایک اضطراب اور جُھر جُھری میرے بدن پر طاری ہوئی اور گریہ غالب آیا۔ ایسا کہ وہ ایک ساعت میں کانپتا رہا، اور گریہ دہاڑے مارتے کرتا رہا اور اہلِ مجلس دیکھ رہے تھے، ہوش آنے کے بعد بھی ایسی حالت رہی کہ جس وقت بھی اس حالت کو یاد کرتا تھا بے اختیار ہو جاتا تھا اور گریہ و بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی چند ساعت بعد سکون ہو ہو گیا۔ وَاللہ اَعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ: خواب میں زیارت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک سوال

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مبشرہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ میں جو مدینہ منورہ میں تھا تشریف فرما ہیں اور ہم باہر کھڑے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ ایک ساعت گذرنے کے بعد آپ اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے، اور اس مقام پر جو مثل دیوان خانہ کے ہے تشریف فرما ہوئے اور کسی شخص نے اس بندہ کاتبِ حروف کا نام لے کر کہا کہ تم اور ایک دوسرا شخص جو تمہارا ہم نام ہے اس مجلس عالی میں اجازت یافتہ (حاضر) اور آپ کی قُربت و شرفِ جلوس سے مشرف ہو۔ اور ہم مواجہہ شریف میں کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! معاویہ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی بُرائی کی ہے تو اس کے لڑکے نے کی ہے۔ اور لڑکے کے اعمال کا وبال و نکال باپ پر نہیں ہوتا، اور جس شخص نے ہماری صحبت اٹھائی ہے (اس کے بارے میں) اگر کوئی شخص بے ادبی کرے ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ اور گویا یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمائے کہ اس نے صرف معاویہ کہا تھا بغیر کسی تعظیمی لفظ کے پھر میں بیدار ہو گیا۔

افادہ: طلب بے خودی اور اس کا حصول: انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک

روز میں انفاس العارفین میں شیخ الہند قدس سرہٗ کے حالات پڑھ رہا تھا جس میں ان کی غلبۂ بے خودی کی کیفیت مرقوم ہے کہ اتنے میں فرزندم عطاء اللہ آ گئے اس وقت میرے دل میں آیا کہ اب یہ بے خودی کی کیفیت کسی میں نہیں پائی جاتی، شب میں حضرت مقدس مدظلہم العالی کو خواب میں دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تمہارے ہی دیکھنے کے لیے آیا ہوں، اور آپ میں ایک بے خودی اور مدہوشی کی کیفیت جوش زن ہے۔ ایسا کہ یہ فقیر بھی متاثر ہوا۔ اور اس پر بھی بے خودی کا اثر باقی تھا۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے جو وسواس عارض ہو گیا تھا، وہ رفع ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذالک۔

افادہ = شرعی نماز سلوک انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص جو صوفیوں کا لباس پہنے ہوئے ہے پوچھ رہا ہے کہ نماز سلوک شرعی کس طرح ہوتی ہے میں نے کہا کہ میں اس نماز کو ادا کرتا ہوں دیکھ لو۔ پھر میں نے وضو کیا اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھی اور قیام میں بجائے قرأت کے ماثورہ دعائیں معانی پر غور کرتے ہوئے اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھیں۔ اس سے طمانیت قلب اور مشاہدۂ انوار حاصل ہوا۔ پھر جب رکوع میں گیا تو بجائے تسبیح کے توحید افعالی پورے طور پر ظاہر ہوئی جس کے مشاہدہ کا اس سے قبل اتفاق نہ ہوا تھا جب سجدہ کیا تو اپنے وجود کی فنا حاصل ہوئی اور اپنے وجود میں سے کچھ باقی نہ رہا مگر وہی ایک موجود مطلق۔ اور ان تینوں حالتوں میں محبت و شوق کا رنگ بدرجۂ اَتم حاصل تھا پھر جب دوسرا سجدہ کیا تو یہ وجود بھی گم ہو گیا، اور شوق صرف بے کیف کے سوا کچھ باقی نہ رہا، پھر میں نے سلام پھیرا۔ اس شخص نے کہا کہ میری غرض اسی نماز سے تھی۔ اور سالک کو اسی طرح سلوک کرنا چاہیے (کہ اصل یہی نماز ہے)

افادہ = ایک فاحشہ عورت کے تائب ہونے کا واقعہ (برکت تعویذ) انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں قیلولہ کے وقت سو گیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور مجھے بیدار کر کے یہ خبر دی کہ ایک شاہ بادی تمہارے دیکھنے کے لیے (ملاقات کے لیے) آ رہا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کوئی درویش صاحب شان ہو گا، میں اٹھا وضو کیا اور آراستہ ہو کر (تیار ہو کر) بیٹھ گیا، ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آئی اور اس کے ہمراہ ایک دوسری عورت ہے اور وہ آ کر میرے پہلو

میں زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئی ۔ اس بات سے مجھے سخت تعجب اور پریشانی ہوئی کہ یہ کون عورت ہے اور اس کا مقصد کیا ہے (انہوں نے) لوگوں نے کہا کہ یہ فاحشہ عورت (بدچلن) عورتوں میں سے ہے جس کا نام شاہ بادی ہے ۔ آخر اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہنا شروع کیا کہ میری تم سے ایک غرض ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ایک ایسا تعویذ چاہتی ہوں کہ فلاں فلاں حاکم مجھ پر مہربان ہو جائے میں نے کہا کہ اس قسم کے لکھنا میرا کام نہیں ہے مجھے معاف کرو لیکن وہ اصرار کرتی رہی اور نہیں مانی ، بمجبوراً میں نے کاغذ و قلم لے کر لکھا کہ " خداوندا اپنی صفت غفوری سے اس عورت کو اس فعل بد سے نکال دے اور توبہ کی توفیق عطا فرما ۔ یہ لکھ کر میں نے کاغذ موڑا اور اس کو دے دیا وہ اس کو لے کر ہدیہ کا وعدہ کر کے خوش خوش چلی گئی کہ مقصد حاصل ہونے کے بعد اس کو پورا کروں گی ۔ اس واقعہ کو دس دن گذرے تھے کہ ایک دولت مند شخص نے اس کو نکاح کا پیغام دیا اور پھر اپنے عقد نکاح میں لے آیا ، پس وہ اپنے کردار بد سے تائب ہوئی ،

افادہ حضرت اقدس کی کرامت اور ایک خواہش کی تکمیل

انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت صاحب قبلہ مدّ اللہ ظلہ العالی قصبہ بڈھانہ میں تشریف فرما تھے ۔ ایک شخص نے ایک چھوٹی شیشی میں گلاب پیش کیا ، خادم نے اسے اٹھا کر طاق پر رکھ دیا ، چوں کہ وہ شیشی بہت خوب صورت تھی (اس لئے) فقیر کے دل میں آیا کہ خالی ہونے کے بعد یہ شیشی ہم لے لیں گے ۔ پس جس وقت آپ نے قصبۂ مذکور سے پھلت پور کی طرف کوچ فرمایا ۔ وہ خادم اس شیشی کو مع دیگر سامان ایک چھوٹے سے سبوچہ (مٹھیا) میں اپنے ساتھ لے گیا ، (مجھے اس وقت (بھی) کئی بار یہ خیال آیا کہ وہ شیشی میں اس سے لے لوں لیکن مانگنے کی نوبت نہ آئی اور اس کی خواہش دل سے زائل نہ ہوئی ، پھر آپ کے تشریف لے جانے کے بعد خدام کو آپ کے حجرۂ مقدس کی جس کے طاقچہ میں وہ شیشی مذکور رکھی ہوئی تھی متعدد بار صفائی اور جھاڑو وغیرہ کا اتفاق ہوا اور تمام طاقوں کو صاف کیا کوئی چیز از قسم شیشہ اس میں نہ پائی گئی ۔ بعد ازاں جب ماہ رمضان المبارک آیا ۔ اور ستائیسویں شب ہوئی تہجد کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت گلاب ہوتا تو استعمال میں آتا اتفاقاً میرا ہاتھ اسی طاق پر گیا دیکھا تو وہ شیشی گلاب سے بھری ہوئی طاق پر رکھی ہے ، میں متعجب ہوا اور پھر اس میں سے تھوڑا گلاب لے کر استعمال کیا اور پھر اس شیشی کو اسی طرح طاق پر رکھ دیا صبح کو جب اس طاق کو دیکھا تو اس پر کچھ نہ تھا ۔

افادہ: بحالتِ نماز حضرت اقدس کا تصور۔ طمانیت و سرور اور ہر مقصد کے حصول میں مؤثر

انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت مقدس مدظلہم العالی کے بعض اخلاق حمیدہ متصور ہوئے اور اس کی وجہ سے ایک طمانیت و سرور حاصل ہوا۔ اس کے بعد خیال آیا کہ چونکہ حضرت مقدس مرتبۂ جامعیت رکھتے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ آپ سے ہر جزوی امر میں اِستمداد اتنی مفید نہ ہو۔ پھر خیال آیا کہ نہیں آپ سے استمداد ہر امر میں مفید اور ہر حصولِ مقصد میں موثر ہے گویا حضرت مقدس اس جانب اپنی توجہ عالی مبذول کریں یا نہ کریں۔ پھر اس کے بعد وہ ملائکہ جو تدبیر عالم پر مؤکل ہیں متصور ہوئے اور وہ آپس میں کچھ بات چیت کر رہے ہیں۔ اور ان سے ایک آواز سنائی دے رہی ہے اور وہ آواز ایسی ہے جیسے شور وغل کی ہوتی ہے اور دُور سے سنائی دیتی ہے لیکن صاف سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ پس میں نے کان لگا کر غور کیا تاکہ سنوں کہ کیا نظام عالم کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں تو صرف لفظ اَصلح سمجھ میں آیا۔

افادہ: پیرومرشد کی جدائی سے اضطراب میں شدّت اور تصورِ مرشد میں استغراق سے لذّتِ پایاں کا حصول

آپ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا پایا گیا کہ ۱۳ صفر ۱۳۵۷ھ روز شنبہ کو حضرت مرشد حقیقی مدظلہٗ سے یہ عرض کیا کہ بے اختیار یہ دل چاہتا ہے کہ جلد سے جلد پہنچ کر حضور کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کیا کروں لیکن بعض مجبوریوں کی بناء پر اس دولت کے حصول میں تاخیر ہوتی ہے، حضرت مقدس نے فرمایا کہ تمہاری یہ مجبوریاں ظاہر ہیں، اللہ تعالیٰ ان مجبوریوں کو بھی دور فرمائے گا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی ان محبت آمیز باتوں سے جو اس عاجز کے حق میں آپ نے فرمائیں دل کی بیقراری اور بڑھ گئی، یہاں تک کہ تصوّر و خیال جمال مبارک کے مشاہدہ اور نظارہ سے ہمہ وقت لطف اندوز ہونے لگا (آپ کی برزخ مستقل قائم ہو گئی) اور یہ جذب و محبت قلبی تمام وجودِ عنصری میں اس طرح سرایت کر گئی جس طرح پانی خشک ریت میں سرایت کرتا ہے اور میری ساری جسمانیت اس کی معیت و محبت کی کیفیت سے پُر ہو گئی، یہاں تک کہ پورے جسم نے اس حرارت کو محسوس کیا جس طرح کوئی شخص نشہ آور چیز کھائے یا پیئے تو اس کا اثر ظاہری طور پر بھی سارے بدن میں ہوتا ہے اور اس وقت ایک صورت مثلِ صورتِ عنصری

کے جناب مقدس سے جدا ہوئی اور اس عاجز کے بدن میں حلول کر آئی سر سرمیں اور ہاتھ ہاتھ میں اسی طرح باقی دیگر اعضاء اور اس حسرت وافسوس جو آپ کی دوری کے خیال سے بیقراری محسوس ہو رہی تھی اس میں سکون ہو گیا اور اس صورت کا حلول اب تک باقی ہے اور اب بھی نگاہوں سے غائب نہیں ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہوگا۔ اور اب تو وہ کیفیت یعنی صورت مبارک کی جدائی و منتقلی سب بچشم سر محسوس ہے والحمد للہ علیٰ ذالک۔

افادہ: وجود وحیات اور تمام موجودات کی بقاء خود فراموشی کے بعد جلوۂ ذات الٰہی میں ہے

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک وقت غیبت حاصل ہوئی معلوم ہوا کہ وجود وحیات اور تمام موجودات کی بقاء خود فراموشی کے بعد جلوۂ ذات الٰہی میں ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ سارا عالم غفلت کے باوجود وجود وحیات میں ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باوجود اس کے کہ ذات الٰہی تمام میں ساری ہے اور احاطہ و مکان و کیف سے متصف نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ماوراء عالم میں اس کا ایک وجود ہے اور کیف و احاطہ و مکان ہے، برخلاف اس عالم کے احاطہ و کیف کے۔ اور اس وجدان کی تحقیق حضرت مرشد حقیقی دامت افاضاتہم نے ارشاد فرمائی کہ حقیقۃ الحقائق کی اصل باوجود اس کے کہ مظاہر کثیرہ میں متجلی ہوئی ہے اور ہر جگہ ایک حکم پیدا کیا ہے لیکن ہر تقید سے منزہ ہے۔ اور منجملہ اس کے شخص اکبر کے قلب میں تجلی فرمائی ہے اور اس تجلی سے ملکوت پر اس تجلی کے اعتبار سے اثبات کریں اور اس کی براقی اور شعاع انگیزی بیان کریں تو بجا ہے سالک کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کی نگاہ معرفت اس عکس نورانی کی طرف متوجہ ہو اور عقیدہ خیر اس کے دل میں متمثل ہو جائے لیکن تنزیہ و تشبیہ میں تحقیق اس طرح جمع ہے جیسا مذکور ہوا۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر زندہ کی زندگی (اور) بلکہ ہر موجود کا وجود حضرت وجود کی تقویم سے ہے اور یہ وجود میں نفس الامری ہے خواہ اس بات سے آگاہی ہو یا نہ ہو۔

بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر یہ ارتباط نفس الامری استغراق اور استہلاک علمی کے رنگ

ل یعنی تنزیہ کے عکس سے تشبیہات کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور سالک ان کا مشاہدہ کرتا ہے اور تشبیہ میں اسے ایسا استغراق ہو جاتا ہے کہ بالکل فانی محسوس کرنے لگتا ہے پھر جب اس عالم میں باوجود استغراق کے بعض اہل عقل کو فانی اور مستہلک نہیں پاتا تو اسے تعجب ہوتا ہے (تقی انور)

میں ظاہر ہوتا ہے، اور حکم کرتا ہے کہ ہر زندہ کی حیات معرفتِ حق کی وجہ سے ہے پھر جب بعض عاقلوں کو موجود دیکھتا ہے تو اشکال میں پڑ جاتا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ اس سالک کے نفس میں حضرت وجود کا علم حضوری وہی اس کا نفس الامری ارتباط ہے پس اپنا حال اس پر غالب آتا ہے اور تمام چیزوں میں ارتباط کو اسی لباس علمی سے متلبّس دیکھتا ہے اور یہی تحقیق ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

افادہ: قرب و کمال اور اس کا طریقۂ حصول انہوں نے فرمایا کہ حبِ جاہ و مال اور کبر و ریا اور تمام رذائل اور تہذیبِ نفس سے تخلیہ اور حمائد سے تجلیہ جیسے رضا، توکل، تسلیم وغیرہ نوع انسانی سے مقصود بالذّات ہے اور یہی ہے قرب و کمال اور شریعت اس کا بیان ہے اور یہ کمال حقیقتاً (مکمل طور پر) انبیاء علیہم السلام کی ذاتوں کے سوا کسی میں نہیں بلکہ ممتنع ہے کہ کسی دوسرے کو حاصل ہو۔ اور فنا و بقاء کا طریقہ مع اس کے لوازم کے جو راہِ ولایت ہے اس کے حصول کا وسیلہ ہے مقصود اصلی نہیں ہے (اور) فنا و بقاء سے غرض اس کمال کا حصول ہے اور یہ کمال مخصوص صحابۂ کرام کو ایک طرح کی صحبتِ عالیہ کی برکت سے حاصل ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لیے متصور نہیں ہے پس وہ اس کمال کے حصول کے ساتھ اگر اس فنا و بقا سے باز رہے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور وہ چیز جس کی افرادِ کاملین تعبیر دیتے ہیں وہ اپنی ذات کے اعتبار سے حسن و خوبی کا حامل ہے اس کی تعریف نہیں کی جا سکتی (اور) اس کو افراد کاملین کا کمال نہیں کہہ سکتے اگر انبیاء علیہم السلام بھی اس کی خبر نہ دیں تو بھی بعید نہیں ہے۔

افادہ۔ نمازِ مغرب میں اعمال کی صورتوں کا مشاہدہ:۔

شاهدتُ فی صلوٰةٍ من صلوٰةِ المغرب ان من العوالم عالمًا غیر عالم المثال الذی تتشبح فیه صور الاعمال تحققت فیه حقایق الاشیاء الثابتة فی نفسها وحقایق العقائد الحقة وحقایق الاحکام التی لاتبدل للادیان

میں نے ایک روز مغرب کی نماز میں عوالم میں سے ایک عالم کا مشاہدہ کیا جو عالم مثال کے علاوہ ہے جس میں اعمال کی صورتیں متمثل ہوتی ہیں اس میں اشیائے ثابتہ کے حقائق اپنی ذات کے اعتبار سے متحقق ہوئے اور حقائق عقائد حقہ نیز ان احکام (الٰہی) کے حقائق

ے مَن رَانی فقد رای الحق: (جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا)

والملل وحقایق العبادات والاحکام فیہ وجودًا اصلًا مثلًا الصلوٰۃ بحقیقتہا التی ھی التعظیم للہ تعالیٰ من العبد متحققۃ فی ذالک العالم وھیأتہا المخصوصۃ لاذکر بہا فیہ وعلیٰ ذالک القیاس سائر الاعمال فاذا شاھد العارف ذالک العالم یجد بین حقیقتہ وحقیقۃ الاعمال للاتصال ولا یجد صور الاعمال یعرف ان تکالیف الشریعۃ رفعت عنہ اذا التکلیف تعلقت بصور الاعمال ورأیت ان لون ذالک العلم ابیض مع حمرۃ خلطت فیہ وحقائق الاشیاء کانہا جواھر نثرت والعلم عند اللہ ......

جو ادیان وہاں سے تبدیل نہیں ہوتے، اور حقائق عبادات واحکام اس میں اصل وجود کے ساتھ اور وہ اللہ کی تعظیم ہے بندہ کی جانب سے جو اس عالم میں متحقق ہے اور اس کی ہیاتِ مخصوصہ کا ذکر (یعنی قیام وقعود وسجود وغیرہ کی حالتیں) اس عالم میں نہیں کیا گیا ہے اور اسی قیاس پر تمام اعمال ہیں۔ پھر جب عارف اس عالم کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی حقیقت اور اعمال کی حقیقت کے درمیان اتصال پاتا ہے اور اعمال کی صورتیں نہیں پاتا، وہ اس بات کا عارف ہوتا ہے کہ تکالیف شرعیہ اس سے اٹھالی گئی ہیں اس لئے کہ تکلیف اعمال کی صورتوں کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور میں نے دیکھا کہ اس علم کا رنگ سفید سرخی مائل (اسمیں سرخی مخلوط ہے) اور حقائق اشیاء گویا وہ چھٹکے ہوئے جواہر ہیں اور علم اللہ کو ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ

افادہ:-

اری فیما مضیٰ ان ذاتہ تعالیٰ تجافی الموجودات ووجود انہا عین وجودہ تعالیٰ وذاتہ تعالیٰ ھو وجود بمعنی ان الوجود الجھۃ الجامع لجمع الحیات والاعتبارات والمعانی من حیث انہ غیر واضح فیہ واحد منہا حتیٰ ھذہ الحیثیۃ ایضًا

آپ نے فرمایا مجھے دکھایا گیا ماسبق میں کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات سے الگ ہے اور اس کے (موجودات) وجودات عین وجود تعالیٰ ہیں، اور ذات باری تعالیٰ وہ وجود ہے اس معنی میں کہ وجود جہت جامع ہے حیات اعتبارات اور معانی کے لیے اس حیثیت سے کہ وہ ذات غیر واضح ہے۔ اس میں

هي مرتبة الذات من حيث انه نير واضح
فيه هذه الاعتبارات قاطبة لا يشذ عنها
واحد هي مرتبة الالوهية والمعبودية
وهاتين المرتبتين غير مدركة بالعقول
ومن حيث انه تجلى لواحد من تلك
العبارات هو الممكن المعاهد باختلاف
العبارت في الشرف ومراتبه والعموم ومراتبه
والقوة ومراتبها وغيرها ومقابلها اختلفت
الموجودات الممكنة باختلافاتها المحسوسة
والمعقولة باشتراك بعضها ببعض في
بعض المعاني ان تنوعت في الاجناس والانواع
تسطير هذه المراتب الثلاثة الشمعة
من حيث انها مدورة ومن حيث انها متشكلة
باشكال أخر غير انها من حيث هي اعتبار محض
موجودة في مراتبها لا يضر وجود واحد ثم
بالاخرى ثم تبدل ظني ورايت ان ذاته
تعالى ليس هو وجود بحت بل وجود مفاض
اوّل من ذاته تعالى وراء الوراء ونسبته تعالى
به تقرب نسبة العلة بالمعلول لا النسبة
الظاهر بالمظاهر والاستغراق في المفاض
الاوّل نوع من التشبيه والعلم عند الله
تعالى وللراسخين من العلماء واظن الان
ايضا ان توجه المبتدى الذاكر باسمائه

(یعنی وہ موجودات میں ایک منفرد وجود ہے / یہاں تک کہ
یہ حیثیت سے کہ یہ اعتبارات اس میں پوری طرح
واضح نہیں ہیں۔ نہیں چھوٹتا ہے اس سے کوئی یہی
مرتبۂ الوہیت اور معبودیت ہے۔ اور یہ دونوں مرتبے
غیر مدرک ہیں (یعنی عقل سے ان کا ادراک نہیں ہو سکتا)
اور اس حیثیت سے کہ وہ متجلی ہوا ان اعتبارات میں
سے کسی ایک اعتبار سے (کیلئے) وہ ممکن ہے اور عقل کے
نزدیک مقرر ہے (یعنی ذات مقام تمکین میں ہے اور مقرر
ہے) یعنی عالم میں اس کا ایک تعین ہے۔
عبارات کے مختلف ہونے کی وجہ سے شرف اور اس
کے مراتب میں عوام اور اس کے مراتب میں قوت اور
اس کے مقابل موجودات ممکنہ اپنے اختلافات
محسوسہ اور معقولہ کی وجہ سے مختلف ہو گئے۔
(اور) اور اجناس و انواع میں منترع ہو گئے۔
ان مراتب ثلاثہ کے مندرج ہونے کی مثال
ایسی ہے جیسے موم۔ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے
ایک حیثیت سے مدور ہے اور دوسری سے مشکل
اور ایک حیثیت سے مختلف شکلوں میں متشکل
ہے سوا اس کے کہ وہ اپنے مرتبہ اطلاق کے اعتبار
سے اعتبار محض ہے۔ اور موجود ہے اپنے مراتب میں۔
ایک کا وجود دوسرے میں ضرر نہیں کرتا۔ پھر بدل گیا میرا
گمان اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ وجود بحت نہیں ہے
بلکہ وہ وجود مفاض ہے جو ذات وراء الوراء سے بھی

الذاتية اقرب الی الذات اذ ینفذ نظر السالک فی ضمن ذکرہ اللسانی اذ القلبی الذات الصرف بعقلیۃ عن التجلیات ونظر ھو مقصود دون الذات واللہ اعلم

اول ہے (یعنی ایک ایسا وجود ہے جو اداہٗ کیا گیا ہے اس کی ذات سے جو وراءُ الوراء ہے اور ذات تعالیٰ کی نسبت اس کے وجود کے ساتھ علت و معلول کی نسبت کی طرح ہے۔ اور ظاہر کی مظاہر کے ساتھ نسبت کی طرح نہیں ہے اور استغراق مقاصِ اول میں تشبیہ کی ایک قسم ہے۔ اور علم اللہ کو اور علماء راسخین کو ہے۔ اور اب میں یہ گمان کرتا ہوں کہ مبتدی کی توجہ جو اس کے اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذاکر ہے ذات کے زیادہ قریب ہے یہ نسبت واصلین کی توجہ کے غیر ذات کی طرف۔ جس وقت کہ نافذ ہوتی ہے سالکین کی نظر اس کے ذکر لسانی کے ضمن میں اس لیے کہ ذکرِ قلبی میں ذات صرف مقصود ہوتی ہے عقل کے اعتبار سے تجلیات سے۔ اور ان کی نظر مقصور ہے اس ذات کے علاوہ۔

ع تشریح: آپ نے فرمایا کہ مجھے سبق میں دکھایا گیا کہ ذاتِ باری تعالیٰ تمام موجودات سے الگ ہے اور اس کے وجودات عین باری تعالیٰ ہیں (یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے بعد اس سلسلہ میں یہ دکھایا گیا کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات سے الگ ہے۔ جاننا چاہیے کہ موجودات کی ابتداء عرش سے ہوتی ہے۔ اور عرش کے نیچے کی ساری کائنات موجودات میں شامل ہے۔ جن کا مشاہدہ اللہ جسے چاہتا ہے کراتا ہے وجودِ حق کے عین ہیں) اور (موجودات کے لیے) ذاتِ باری تعالیٰ اس معنی میں وجود ہے کہ وجود حیات اعتبارات اور معانی کے لیے حجت جامع ہے (یعنی بغیر وجود کے حیات و اعتبارات و معانی قائم نہیں رہ سکتے) اس حیثیت سے کہ وہ ذات غیر واضح ہے یہ حیثیت بھی ذات کا ایک مرتبہ ہے کیوں کہ یہ اعتبارات وجود میں پوری طرح واضح نہیں ہیں۔ حالانکہ اس سے کچھ چھوٹا بھی نہیں ہے۔ (یعنی حیات و معانی و اعتبارات وجود میں اجمالی طور پر ظاہر ہوتے ہیں) یہی مرتبہ الوہیت و معبودیت ہے۔ اور یہ دونوں معانی غیر مدرک ہیں۔ (یعنی ان کا مشاہدہ بھی نہیں ہوتا) اور اس حیثیت سے کہ وہ ان اعتبارات میں سے کسی ایک اعتبار سے متجلّی ہوا یہ ممکن اور عقل کے نزدیک مقرر ہے۔ (موجودات) عبارات کے مختلف ہونے کے باعث جیسے شرف اور اس کے مراتب ہیں (یعنی موجوداتِ ممکنہ کو بعض دوسرے موجوداتِ ممکنہ پر شرف حاصل ہے۔ عموم اور اس کے مراتب ہیں (یعنی بعض موجوداتِ ممکنہ میں عمومیت پائی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود ان کے مراتب ہیں) قوت اور اس کے

مراتب وغیرہ میں (یعنی خوراک کی اشیاء میں بھی مراتب ہیں) نیز ان کے علاوہ اوران کے مقابل کی موجوداتِ ممکنہ اپنے اختلافات محسوسہ اور معقولہ کی وجہ سے معنًا مختلف ہو گئے اور ایک دوسرے کے اشتراک سے اَجناس و انواع ظہور پذیر ہوئے۔ ان مراتبِ ثلاثہ (یعنی حیات۔ اعتبارات اور معانی) کے اندراج کی مثال ایسی ہے جیسے موم اپنی ذات کے اعتبار سے ایک حیثیت سے مُدَوّر ہے اور دوسری حیثیت سے مُشکّل اور ایک حیثیت سے مختلف شکلوں میں متشکل ہے۔ سو اس کے کہ وہ اپنے مرتبۂ اطلاق کے اعتبار سے اعتبارِ محض ہے اور اپنے مراتب میں موجود ہے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ پھر میرا گمان بدل گیا اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ وجودِ بحت نہیں ہے بلکہ وجودِ مفاض ہے جو ذات وراءُ الوراء سے بھی اول ہے۔ اور ذات تعالیٰ کی نسبت اس کے وجود کے ساتھ علت ومعلول کی نسبت کی طرح ہے اور ظاہر کی مظاہر کے ساتھ نسبت کی طرح نہیں ہے اور مفاضِ اوّل میں اِستغراق تشبیہ کی ایک قسم ہے (یعنی وہ اِستغراق جس میں یہ دکھایا گیا از قسم تشبیہ تھا کیوں کہ اس میں شعور حاصل تھا۔ اور علم اللہ کو اور علماءِ راسخین کو ہے۔ اب میں یہ گمان کرتا ہوں کہ مُبتدی کی توجہ جو اس کے اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذاکر ہے ذات سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت واصلین کی قلبی توجہ کے کیونکہ قلبی توجہ میں عقلاً ذات صرف اپنی ذات کے علاوہ تجلیات سے مقصود ہوتی ہے۔ اور ان کی نظر ذات کے علاوہ کا احاطہ کر لیتی ہے (یعنی مبتدی کی توجہ اسمائے ذاتیہ کی جانب رہتی ہے۔ جس کا احاطہ ذاتِ صرف کئے ہوئے ہے لیکن واصلین کی قلبی توجہ عقلاً اپنی ذات کے علاوہ ذاتِ صرف کی تجلیات کی جانب ہوتی ہے جو یہی اسمائے ذاتیہ ہیں جو ذاتِ صرف کے علاوہ ہیں۔

(تقی انور)

⁂

افادة:

انی لاری فی هذه الایام ان فی الخبیر بالله
جزء له نسبة الی الذات البحت کنسبة الجزء الی
الکل غیر انه یشبه الجزئی الی الکلی من جهة
تطابق الذات لذالك الجزء وعرفان هو البتة
والخیرة بنفسه الذی هو عین الذات ولا یسع
استنام الکمال والمقام والحال لا ثمه تفرید ولا
توحید ولا فناء ولا بقاء ولا غیبة ولا حضور
ولا قبض ولا بسط ولا انس ولا وحشة ولا
تجلی ولا استتار ولا یقال انه کمل بعد ان
لم یکن له ذالك اذ هذه المراتب
فی نشاة اللطائف من مظاهر الوجود
الصادر الاول الذی منبسط اعلی
هیا کل الموجودات وهو فوق الوجود
وکل موجود من العقول والملائکة والارواح
والافلاك والعناصر وکل جزء من اجزاء
الانسان فکماله هو التشبه بالوجود الظاهر
فی العوالم الذی یظن انه عین الذات او التقرب
والاتصال بما فوقه الذی هو من ثم و
اصغی مظاهر الظاهر فاما الجزء الموصوف
فانه هو المخصوص بقرابة الذات واری
انه لا یعم نوع الانسان بل بمخصوص
بعض منهم ولیس هو داخل فی نوعیته ولا

میں دیکھتا ہوں اس زمانہ میں کہ خبیر باللہ میں ایک جزو
ہے جس کی نسبت ذات بحت کی طرف ایسی نسبت کی طرح
ہے جیسے جزء کی نسبت کل کی طرف سوا اس کے کہ وہ مشابہ
ہے جزئی سے کلی کی طرف ذات کے تطابق کے سبب سے
اس جزء کے لیے۔ اور عرفان وہ یقینی ہے اور اختیار بنفسہ
جو کہ عین ذات ہے اور نہیں وسعت رکھتا ہے کمال
مقام اور حال کے استناد کی اس جگہ نہ تفرید ہے نہ
توحید۔ نہ فنا ہے۔ نہ بقا۔ نہ غیبت ہے نہ حضور۔ نہ
قبض ہے نہ بسط۔ نہ انس ہے نہ وحشت۔ نہ تجلی ہے
نہ استتار اور نہیں کہا جاتا کہ وہ کامل ہوا بعد اس کے کہ
نہ تھا اس کے لیے کمال (یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس
نے کمال حاصل کر کے کل کے مراتب حاصل کر لیے کیوں کہ
جزء کل کی گنجائش نہیں رکھتا) اس لیے کہ یہ مراتب لطائف
کی نشأت میں مظاہر وجود سے جو صادر اول ہے جو پھیلا ہوا
ہے موجودات کی صورتوں پر اور وہی (صادر اول) فوق الوجود
ہے اور ہر موجود جیسے عقول، ملائکہ، ارواح افلاک، عناصر
اور اجزائے انسان میں سے ہر جزء۔ پس ان سب کا کمال
وہی تشبہ ہے اس وجود سے جو عوالم میں ظاہر ہے۔ اور گمان
کیا جاتا ہے کہ وہ عین ذات ہے یا تقرب اور اتصال
اپنے مافوق سے جو کہ اس جگہ ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے
والے ہیں لیکن وہ جزء موصوف ذات کے تقرب کے
ساتھ مخصوص ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ

هو من لوازمه الا انه تخصیص الانسان به من بین الموجودات کلها اذ هو المظهر الاتم و هو حامل الامانة واری انه ینبغیة ذالک الجزء لیس من کمال النبوة اذ کمالات النبوة والولایة تحت الوجود و هو عالی من ذالک فلا اجد حرجًا ان تخلعه .... والعلو عند الله و لراسخین بعلمه :-

نوعِ انسان پر عام نہیں ہے بلکہ ان میں بعض کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی نوعیت میں داخل نہیں ہے اور نہ اس کے لوازم سے ہے مگر یہ کہ انسان کی تخصیص اسکے ساتھ تمام موجودات کے درمیان سے ہے کیونکہ وہ مظہرِ اتم اور حامل بارِ امانت ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جزء کی اصل نبوت کا کمال نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبوت و ولایت کے کمالات تحت الوجود میں اور وہ اس سے بلند ہے۔ پس میں اس میں کوئی حرج نہیں پایا .... اور علم اللہ کو اور علمائے راسخین کو ہے۔

*

تشریح : میں اس زمانہ میں خبیر باللہ کو دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک جزء ہے جس کی نسبت ذات بحت کی طرف ایسی نسبت کی طرح ہے جیسی جزو کی نسبت کل کی طرف ہوتی ہے (یعنی شاہ صاحب نے خبیر باللہ کی نسبت کا مشاہدہ فرمایا۔ اور معلوم کیا کہ اس کو ذات بحت سے ویسی نسبت ہے جیسی جزو کو کل کے ساتھ ہوتی ہے) سوا اس کے کہ وہ مشابہ ہے جزئی سے کلی کی طرف ذات کے تطابق کے سبب سے اس جزو کیلئے (یعنی جس طرح جزو میں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو کل میں ہے سوا وسعت و گہرائی کے۔ یعنی کل میں وسعت و گہرائی ہوتی ہے جو جزو میں نہیں سماتی۔ لیکن جزو کی مشابہت کل کے ساتھ مکمل ہوتی ہے) اور اس کے لیے عرفان یقینی ہے اور آگاہی بہ نفسِ نفیس عین ذات ہے (یعنی خبیر باللہ کو عرفان حاصل ہونا یقینی ہے کیونکہ خبر یعنی آگاہی ذات بحت کی صفت نہیں بلکہ حق کا وہ کمال ہے جس سے وہ اپنی ذات و صفات کا ادراک کرتا ہے۔ اور یہ کمال یا شان ذات اور ہر صفت پر پھیلی ہوئی ہے۔ جاننا چاہیے کہ ذات صفات کا خزانہ اور حق کی ملکیت ہے اور حق اپنی انا ہٗ سے اپنی ذات اور ملکیت کا ادراک کرتا ہے پس آگاہی جو عرفان کا دوسرا نام ہے حق کا کمال ذاتی یعنی اناۓ حق ہے جو ذات و صفات پر پھیلے ہونے کے باعث عین ذات ہے) اور (خبیر باللہ کو عرفان یا آگاہی کا کمال حاصل ہے لیکن اس کی نسبت جزئی ہونے کے باعث وہ (کمال، مقام اور حال کے استناد کی وسعت نہیں رکھتا۔ اس جگہ نہ تفرید ہے نہ توحید۔ نہ فنا ہے نہ بقا۔ نہ غیبت ہے

حاشیہ :-

نہ حضور، نہ قبض ہے نہ بسط۔ نہ انس ہے نہ وحشت۔ نہ تجلّی ہے نہ استتار۔ اور نہیں کہا جاتا کہ وہ کامل ہوا بعد اس کے کہ نہ تھا اس کے لیے کمال (یعنی وسعت و گہرائی نہ ہونے کے باعث اس میں متذکرہ کمالات و مقامات و احوال حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی) کیونکہ یہ مراتب لطائف کی نشأت میں مظاہر وجود سے جو صادر اوّل ہے جو پھیلا ہوا ہے موجودات کی صورتوں پر (یعنی ذات باری تعالیٰ سے جو وجود و عدم سے بھی پرے ہے۔ سب سے پہلا صدور حضرت وجود کا ہوا لہٰذا وہی صادر اوّل ہیں اور یہ سارے مراتب انہیں کے لطائف کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں اور خود حضرت وجود تمام موجودات کی صورتوں پر پھیلے ہوئے ہیں) اور حضرت وجود ہی فوق الوجود ہیں اور ہر (لطیف) موجود جیسے عقول۔ ملائکہ۔ ارواح۔ افلاک عناصر اور اجزائے انسان میں سے ہر جزو (یعنی وہ لطائف جن سے انسان کی شکل بنی ہے یعنی نفس و قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ و انا) پر پھیلے ہوئے ہیں پس ان سب کا کمال وہی تشبہ ہے اس وجود سے جو عوالم میں ظاہر ہے اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ عین ذات ہے یا قرب و اتصال اپنے مافوق سے جو کہ اس جگہ ظاہر کے وضع کرنے والے ہیں (یعنی ان سب مراتب کا کمال یہی ہے کہ انہوں نے حضرت وجود سے جو منزہ ہیں تشبہ حاصل کرکے اپنی صورتیں اور شکلیں پائی ہیں۔ اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ منزہ وجود عین ذات ہے اور اپنے مافوق یعنی ان مراتب سے قرب و اتصال رکھتا ہے جو ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے ہیں) لیکن وہ جزو موصوف (خبیر باللہ) ذات کے تقرب کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی نوعیت میں داخل نہیں ہے نہ اس کے لوازم سے ہے مگر یہ کہ انسان کی تخصیص اس کے ساتھ تمام موجودات کے درمیان سے ہے کیوں کہ وہ مظہر اتم ہے اور وہی حامل امانت ہے (یعنی خبیر باللہ کو ذات بحت سے خصوصی قرب حاصل ہے جو نہ اس کی نوعیت میں داخل ہے یعنی ہر انسان کے لیے نہیں نہ اس کے لوازم سے ہے یعنی محض عنایت سے ہے البتہ اس عنایت محض کے لیے مخلوقات میں سے انسان کی تخصیص ہے۔ جو مظہر اتم اور حامل بار امانت ہے) اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جزو کی اصل نبوت کا کمال نہیں ہے اس لیے کہ نبوت و ولایت کے کمالات تحت الوجود ہیں اور وہ (خبیر باللہ) اس سے بلند ہے پس اس میں کوئی حرج نہیں پاتا (یعنی خبیر باللہ کمالات تحت الوجود سے اس لئے بلند ہے کہ وہ کمال ذاتی حق یعنی آگاہی یا عرفان کی نعمت کا حامل ہے۔ جس کے باعث اس کی فنا انائے حق میں ہو گی۔ یہی وہ مخصوص تقرب ہے جو بغیر یکتائی کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور علم اللہ کو اور علمائے راسخین کو ہے۔
(تقی انور)

لہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے۔

افادہ :- کبھی سالک اپنی ذات کو اس طرح پاتا ہے کہ اس کی ذات کا نقطہ (حجر بحت) جو اس کا خلاصہ ہے ذاتِ باری عزّ اسمہ سے جو اس کی اصل ہے اس طرح پیوستہ ہے جیسے قطرہ دریا میں اور یہ پیوستگی فنائے انا اور اضمحلالِ علم انا کے علاوہ ہے جو مئید ۔ توحید (یعنی احدیت) میں ہوتی ہے اور یہ پیوستگی اور اس کی یافت سوائے اس نقطہ کے کسی مدرک کو نصیب نہیں ہوتی اور پھر وہ سالک دیکھتا ہے کہ اس کی مراد عوالم قدس میں سے ایک عالم میں ایک وجود مقدس نورانی ہے جو اس کے وجود عنصری میں ہیں ان کو اس نے وجود مقدس سے قبول کیا ہے) بہ الفاظ دیگر وجود عنصری ایجابی ہے (اور وجود مقدس سلبی) وہ سالک وجود مقدس کے برکات وجود عنصری میں ملاحظہ کرتا ہے اور ان کو اپنا مال جانتا ہے اور دوسری نسبتِ متعین ان دونوں وجودوں میں اسی کے تعین سے متعین ہے اور دونوں کی حقیقت ایک ہے ۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک مقدّس ہے دوسرا خسیس ۔ ایک تابع ہے۔ دوسرا متبوع ۔ وجود مقدس کی روشنیاں خسیس پر اثر انداز ہوتی ہیں اور خسیس کی ظلمت وجود مقدس کا حجاب ہوجاتی ہے نتیجتاً سالک کو بیک وقت دو یافتیں حاصل ہوتی ہیں ایک اس کے نقطۂ ذات کی پیوستگی اس کی اصل یا حقیقت کے ساتھ۔ دوسرے وجود عنصری کے مدرکات کی توجہ اپنے وجود مقدس کی جانب جسے سالک کی معبودوری کہا جا سکتا ہے (یعنی عبد و معبود کی یکتائی (ربط و ارتباط) بلکہ بعض اوقات مدرکات بھی یہی ادراک کرتے ہیں ۔

لہ نوٹ : اس مشاہدے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب بحر المعانی حضرت شیخ ابو جعفر علی خلیفۂ خاص حضرت نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ چراغ دہلوی کو بھی یہی نسبت حاصل تھی فرماتے ہیں ۔

دوش آں بت من دست در آغوشم کرد	بگرفت بقہر و حلقہ در گوشم کرد
گفتم صنما زعشق تو بخروشم	لب بر لب من نہاد و خاموشم کرد

یعنی کل میرے اس بت نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر زبردستی مجھے ، احدیت سے اپنی آغوش میں کھینچ لیا ۔ بہ الفاظ دیگر بہ قدرت کے جذبہ نے مجھے احدیت سے آغوش ذات میں پہنچایا ۔ وہاں پہنچ کر میں حق سے مخاطب ہوا اور میں نے کہا میں تو تیرے عشق میں نالہ کناں ہوں ۔ اس نے میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر کہا چپ رہ تو وہی ہے جو میں ہوں اور اس نے حق میری انا گئی ۔ اور پھر بڑے ذوق سے ان فی الجنۃ سوقاً یباع فیھا الصور کی تشریح زبانی ہے (نقی انور)

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ
اس جیسا کوئی نہیں

افاد

قد كنت اشاهد منذ زمان اضمحلال
الوجودات فی الوجود الواحد مع
تطور الاطوار المختلفة فی الاحوال
والاوقات فوقتاً تغلب روية الوحدة
فی الكثرة فی الوحدة وتارة فی الوحدة
الصرفة الذهول، اما سواها الی غیر ذلك
الاطوار والكیفیات، ثم من حیث نسبتها
الی الذات جل شانه خارجة عن النسبة
المعقولة والولدانية من العینیة والجزئیة
وئیة والبعضیة و
المجعولیة والمظهریة وغیرها
بل ما لها بذاته تعالی شانه
بری عن تعبیر بنسبة وعن جمیع
التعبیرات وكذا نسبة تلك النقطة
فی مراتب تحققه الهی، فیقال فیها
انه انسان من عالم الناسوت و
المثال والروح وغیرها لیست هی
من النسبة المتعارفة المدركة و
وخط تلك النقطة متن المعرفة شیئ
غیر الاضمحلال والمشاهدة والفناء
وخارج عن كمیات النسب وكیفیاتها

میں مشاہدہ کرتا تھا وجود واحد میں موجودات کے فنا
ہونے کے وقت سے اطوار مختلفہ کے مختلف طور پر ہونے کا
احوال و اوقات میں پس کبھی رویت وحدت کثرت فی
الوحدت میں اور کبھی وحدت صرف غالب ہوتی تھی۔
اور کبھی ذہول (فراموشی) ہوتا تھا (یعنی اس کے ماسوا سے
خود فراموشی) اور (کبھی) ان کے علاوہ دوسری کیفیات بھی
طاری ہوتی تھیں۔ پھر اس کی نسبت کے اوقت اسے ذات
کی طرف جو خارج ہے نسبت معقولہ و وجدانیہ سے یعنی عینیت جزئیت
بعضیت مجعولیت اور مظہریت وغیرہ وغیرہ سے (یعنی اس نسبت
کا ادراک اس طور پر نہیں ہے جو نسبت معقولہ وغیرہ کی طرح
ہوتی ہے اور اس کا ادراک وہی شخص کر سکتا ہے جس پر یہ
کیفیات وارد ہوں) بلکہ اس (نسبت) کا مرجع ذات باری تعالیٰ
ہے جس کی شان نسبت کیساتھ تعبیر کرنے سے بری ہے نیز
تمام تعبیرات سے اور اسی طرح اس نقطہ کی نسبت اس کے تحقق
کے مرتبہ میں ایک امر الہی ہے پس اس نقطہ کے بارے میں یہ
نہیں کہا جاتا کہ وہ انسان ہے عالم ناسوت سے عالم مثال
سے اور عالم روح سے۔ اور اس نقطہ کا غیر نہیں ہے نسبت
متعارفہ مدرکہ سے۔ اور اس نقطہ کا خط معرفت کا متن
ہے اور وہ ایسی شے ہے جو غیر فانی ہے اور مشاہدہ میں آنے
والی نہیں ہے اور نسبتوں کی کمیات و کیفیات معتبرہ سے

المعتبرة عند اهلها بل لا يمكن ان يوصف به الا تمثيلاً وتشبيهاً بالتنبيه والتيقظ بنفسه وعرفت ان معرفتها هذه مستمرة باستمرارها غير متجددة وعرفت ان وجود تلك النقطة ليس من لوازم الانسانية بل من خصائص لبعض الافراد وشاهدت في ذيل هذا ان الوجود الواحد الذی كنت عرفته عين الحق تعالى شانه ما بعين بل الذات متعال الله دائما هو مظهر من مظاهره ورأيت ان بعض الاحكام الذی اعتقدت به في سابقة الزمان لا يخلو عن تشبيه بل انما هو تعالىٰ من الانسان بما هو انسان فی ماوراء الوراء واما معرفة النقطة فالاحكام فيها كلها كاذبة واقدام البيان عنها خاطئة هذا ما فی الحال ... وهو اعلم بحقيقة الحال والمآل۔

خارج ہے ان کے اہل والوں کے نزدیک، بلکہ تمثیلاً اور تشبیہاً تنبیہ اور تیقظ بنفسہ کے اعتبار سے اس کا وصف ممکن ہی نہیں اور میں نے یہ جان لیا کہ اس کی یہ معرفت اس کے استمرار کے ساتھ جاری رہنے والی ہے۔ اور متجدد نہیں ہے (یعنی حادث نہیں ہوتی رہتی ہے)، نیز میں نے جانا کہ اس نقطہ کا وجود لوازم انسانیہ میں سے نہیں ہے بلکہ بعض افراد کی خصوصیات سے ہے اور اسی ضمن میں میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ وہ وجود واحد جس کو میں عین حق سمجھا تھا، وہ عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں سے کسی ایک مظہر سے ہو۔ اور میں نے دیکھا کہ جن احکام پر میں نے گذشتہ زمانہ میں اعتقاد رکھا تھا وہ تشبیہ سے خالی نہیں تھے بلکہ وہ (اللہ) انسان سے بلند ہے ان چیزوں کے ساتھ جو انسان میں ماوراء الوراء میں اور پھر وہ چیز جو اس کے بھی وراء ہے لیکن نقطہ کی معرفت اس میں کل احکام کاذب ہیں (یعنی نقطہ کا وجود امر موہوم ہے) اور نقطہ کے بیان کے اقدام میں خطا ہے (یعنی نقطہ کی معرفت دشوار ہے) صورت حال اس وقت یہ ہے اور حقیقت حال کو اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

تشریح: ذاتِ باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے کہ اس پر کیا، کہاں اور کیسے کا اطلاق نہیں ہوتا لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ۔ اسی لیے ذات باری تعالیٰ میں تفکر سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے لیے صرف تذکر ہے۔ جو کچھ علم و عرفان سے معلوم یا مشہود ہوتا ہے ذات باری تعالیٰ اس کے مافوق ہے محققین کے مشاہدات کی انتہا عالم قدس کا پہلا شخص ہے۔ ہر محقق اپنے علم و عرفان کے مطابق اسی کا مشاہدہ

کرتا ہے، چنانچہ اس کے لیے مختلف محققین نے مختلف اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ اسی کو حقیقتِ محمدی، تجلیِ اعظم اور وجود واحد کہا جاتا ہے اور پھر اعتبارات کی رو سے یہی قلم، عقلِ کل۔ اور روحِ کلی بھی کہلاتا ہے۔ جب ذاتِ باری تعالیٰ نے عین سرورِ محض میں اپنی ذات کا عرفان چاہا تو یہ شخص ذاتِ باری تعالیٰ کے بالمقابل مشہود ہوا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی رو سے یہی احد ہے اور اسی کے امر سے تخلیق ہوتی ہے اَللّٰهُ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ اسی شخص کا اجراء حضرت وجود پر پھیلا ہوا ہے، یہ شخص ذاتِ باری تعالیٰ کا اعتدالی تعین ہے۔ اور اس اعتبار سے اس کو حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیاتِ دنیوی میں یہ اعتدالی تعین صرف لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ کے وقت حاصل ہوتا تھا اور بقیہ اوقات میں لیغان علی قلبی کے ذریعہ نبوت وولایت کے امور سرانجام پاتے تھے اسی اعتدالی تعین کا نام عالم امر میں احد۔ عالم روحانیات میں اَحْمَدْ اور عالم ناسوت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے شاہ صاحب کی اس عبارت کہ "وہ وجودِ واحد" جس کو میں عین حق سمجھا تھا وہ عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں سے کسی ایک مظہر سے ہو،" کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے یعنی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ باری تعالیٰ سے یکتائی کا مشاہدہ نہیں ہوا کیونکہ وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔ (تقی انور)

تذکرۂ حضرت حافظ عبد النبی

خلیفۂ اَجَلّ

حضرت اقدس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر درباره حالات کرامت سمات و کلمات حقائق آیات زبدۂ اصحاب فضائل و عرفان خلاصۂ ارباب ذوق و وجدان حافظ عبد النبی المخاطب بہ حافظ عبد الرحمٰن جو حضرت اقدس کے خلفائے معتبر میں ہیں۔

کتاب و سنت کے علوم کے عالم اور شریعت و طریقت و حقیقت میں کامل ہیں۔ آنجناب سے حدیث میں صحاح ستہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ نیز باطنی علوم و اسرار اخذ کئے۔ ان کے تمام معارف و حقیقت حضرت اقدس ہی کے معارف ہیں جنہوں نے ان کے آئینہ باطن میں بغایت صفا و جلا اپنا پرتو ڈالا ہے۔ ان کے تمام علوم واقعتاً آنجناب ہی کے علوم ہیں جو ان کی وسعت استعداد دیکھتے ہوئے ان پر وارد ہوئے ان کے حال پر نظر کرنا حضرت اقدس کے کمال تصرف اور قوت فیض پر زیادتی و افزونیٔ ایمان کا باعث ہے اور حقیقتاً ان کے تمام کمالات افاضی ہیں جن میں کسب کو دخل نہیں ہے۔

حضرت اقدس کی ذات میں آپ کی فنائیت و محبوبیت | رذائل سے تخلیہ اور فضائل کا تجلیہ ان کی ذات میں وہبی ہے جس میں ان کے حصول کی کوشش کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کا رات و دن میں کوئی وقت عبادت سے خالی نہیں گذرتا، یا تو مراقبہ میں رہتے ہیں یا نماز و مناجات میں، یا تلاوت قرآن میں،

معموری اوقات میں ایک خاص وضع رکھتے ہیں جس سے بہتر متصور نہیں ہو سکتا اور امور معاشیہ کی طرف قطعی کوئی التفات نہیں ہے (فکر معاش سے بے نیاز ہیں) باوجود اہل وعیال ان کی کوئی پروا نہیں ہے ان کا وجود شریف صرف ملکیہ ہے جو لباس بشری میں مجسم ہے۔ غرضیکہ ان کے کمالات ذات ملکی صفات اس سے بالاتر اور کیا ہو سکتے ہیں جو حضرت اقدس نے اس مثال میں اپنے دست مبارک سے ان کے لیے تحریر فرمائے۔

ان للّٰہ تبارک و تعالیٰ الطافا خفیة لعبادہ من بواطنھم بغیر ادراکھا ونعما ھنیة فیما بینہ وبینھم من جھة جذبھم الیہ بدق فہم معانیھا۔ ومن تلک الالطاف الخفیة والنعم الھنیة فی حق اخینا فی اللّٰہ الصالح المفلح المعمور بالطاعات اوقاتہ المغمور فی بحار الحسنات انفاسہ الحافظ عبدالرحمٰن بن الحافظ نظام الدین التنوی نزیل دلی بلدة اقامتھا احسن اللّٰہ الیہ فی الدنیا والعقبیٰ واجزل علیہ نعمہٗ فی الاولیٰ والاخریٰ ان ساقہ الی والھمہم طلب الطریقة الخاصة الصوفیة منی. ثم اللّٰہ البصر فی سلوک سھلھا وعیرھا (وعرھا) وتحمل الشدائد فی طی خصبھا وقفرھا وفقھہ الاھتمام بالمراقبات والتوجھات وکشف علیہ التوحید ومنح النسب المعتبرة عند القوم ونسبة الاحسان والنسبة الاویسیة ونسبة یاد داشت ونسبة التوحید ونسبة

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ ان کے باطن میں بغیر ان کے ادراک کے پوشیدہ مہربانیاں ہیں اور مبارک نعمتیں ہیں، جو اس کے اور ان کے مابین ہیں بوجہ ان کے جذب کے اس کی طرف ان کے معانی کے فہم کے آگاہ کرنے سے اور وہ مخفی مہربانیاں اور مبارک نعمتیں ہمارے دینی بھائی کے حق میں ہیں جو صالح اور فلاح پانے والے ہیں ان کے اوقات اطاعتوں سے معمور اور انفاس نیکیوں کے سمندر میں غرق ہیں حافظ عبدالرحمٰن بن حافظ نظام الدین تنوی حال مقیم دلی۔ اللہ تعالیٰ دنیا و عقبیٰ میں ان کے ساتھ احسان فرمائے اور ان کو بیش از بیش نعمتیں عطا فرمائے۔ اس نے ان کو میرے پاس بھیجا اور مجھ سے صوفیاء کے خاص طریقہ کے طلب (اخذ) کرنے کا الہام کیا۔ پھر ان کو بصیرت عطا فرمائی طریقہ صوفیہ کے سہل اور مشکل سلوک میں تیز اس کے سرسبز و شاداب اور غیر آباد میدانوں کے طے کرنے میں سختیوں کے برداشت کی قوت عطا فرمائی۔ نیز ان کو مراقبات اور توجہات میں اہتمام کرنے کی

العشق وعامله باشياء من خرق العوائد
واذاقه حلاوة المناجات ورزق اللذة
فی اصناف العبادات تراأی له نور الارواح
وسومر بمسامرات لطيفة واطلع على شئ
من خواص الاسماء والأيات مع مناصمته
(مناسبة) مناسبة ظاهرا و باطنا لله والوصول
ولمشائخ الطريقة وسلامة صدره من
الغل والحسد وقلة ميله الى الحرص وطول
الامل وقوة صبره فی الشدائد والامراض وعدم
احساسه لتلک الالام عند اشتغاله بالعبادات
الى كثير من الطاف الله يطول بيانها ويعسر
تعدادها۔

توفیق دی اور ان پر توحید کے اسرار منکشف فرمائے
ان کو وہ نسبتیں عطا فرمائیں جو صوفیا کے نزدیک معتبر
ہیں (جیسے، نسبت احسان نسبت اویسیہ نسبت
یادداشت نسبت توحید اور نسبت عشق (وغیرہ) اور ان
کو عامل کیا ان چیزوں کے ساتھ خرق عادات سے (یعنی
ان کو خرق عادات کی قوت عطا فرمائی ان کو مناجات
کی شیرینی چکھائی اور ہر قسم کی عبادتوں میں لذت عطا
فرمائی ارواح کی روشنیاں دکھائیں اور راز و نیاز
کی دلکش باتیں ان کے گوش گزار کیں اور ان کو اسماء و
آیات کے خواص پر ظاہر و باطن کی تصویر کے ساتھ
مطلع کیا (یعنی اسماء و آیات کی شکلیں بھی تصویر کے
طور پر انہیں دکھائی گئیں) ان کے سینہ کا کینہ سے
محفوظ ہونا۔ ان کی خواہش کا حرص اور طول امل کی جانب کم ہونا سختیوں اور بیماریوں پر ان کا صبر کرنا۔ اور ان تکالیف
کا عبادتوں میں مشغول ہونے کے وقت احساس نہ کرنا۔ یہ سب عنایاتِ خداوندی ہیں جن کا بیان طویل اور تعداد (شمار) مشکل ہے

اور نیز آپ نے قلم الہام رقم سے بعض مکاتیب میں ان کے حق میں اس عنوان سے تحریر فرمایا کہ اگر
(جب بھی) حافظ عبد الرحمٰن کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو گویا یک روئی و یک جہتی وفا باہم ان کی صورت
میں متمثل ہوتی ہے۔ وہ لطائف سے باخبر اور قیامت کے روز اُمتِ واحدہ کے برگزیدہ ہیں اور ہمیشہ
حضرت اقدس کے منظورِ نظر اور رات دن آپ کی توجہاتِ عالیہ کا مرکز ہیں۔ جو شخص آنجناب سے
علاقوں میں شفاء کا استفاضہ کرتا ہے تو تعویذ و دُعا وغیرہ اس کو عنایت فرماتے ہیں۔ گویا اس قسم
کی برکات کے افاضہ میں حضرت اقدس کے جارحہ (اعضاء) کے مثل ہیں۔ ان کے کشف و کرامات کے
واقعات بکثرت ہیں جو اپنی جگہ پر لکھے گئے ہیں۔ پھر بھی ان میں سے بعض ان اوراق میں تحریر کیے
جاتے ہیں۔ کچھ روایت بالمعنی، کچھ روایت باللفظ۔

افادہ: مشاہدہ عذاب اور نجات کے لئے ایک درُودشریف کا وِرد:

آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار شام کے وقت مجھے شدت سے بھوک معلوم ہوئی اور کھانا میسر نہ آیا جب عشاء کا وقت آیا تو میں اپنے ایک دوست کے پاس جو میرے گھر سے تھوڑے فاصلہ پر رہتے تھے مدد کی امید میں گیا اور عشاء کی نماز ان کے ہمراہ پڑھی۔ لیکن جب انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی تو میں نے اپنے نفس کو ملامت کی کہ تو نے عبث مجھ کو اس لغو حرکت میں ڈالا اس خطرہ کا آنا تھا کہ بے انتہا سرور پیدا ہوا اور کھانے سے بے نیازی پیدا ہو گئی (مطلق خواہش باقی نہ رہی) اور بھوک بالکل غائب ہو گئی، وہاں سے لوٹتے وقت ایک امیر کے گھر کی طرف سے گزر ہوا اس سے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک کے لیے تو یہ دولت وحشمت ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ اپنا ہی پیٹ پالنا مشکل ہے اس خطرہ کا آنا تھا کہ بَیْنَ النَّوْمِ وَالْیَقْظَہ کی حالت طاری ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب و غضب نازل ہے اور وہ (عذاب و غضب) بصورت طاؤس ہوا سے اتر رہے ہیں۔ اور وہاں کے باشندوں کا گوشت اپنی چونچوں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اس طرح کہ نہ وہ مرتے ہیں اور نہ جیتے ہیں۔ اسی حالت میں انہوں نے اس حقیر کی طرف رخ کیا، حکم ہوا کہ اس کا شمار دنیا داروں میں نہیں ہے اس سے کوئی مزاحمت نہ کرو اور وہ دنیادار تھے۔ پس انہوں نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ اس وقت میں نے توبہ کی کہ آئندہ دنیا کی خواہش نہ کروں گا۔ اسی وقت یہ الہام ہوا کہ جو شخص یہ درود پڑھے وہ عذاب دوزخ سے نجات پائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُنْہٖ وَکُنْ فَیَکُوْنَ۔

افادہ: حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری اور حصولِ برکات

آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ اس مقام پر جہاں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مزار ہے حاضر ہوں اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا یہ شعر گنگنا رہا ہوں۔

؎ یَا حَبِیْبَ الْاِلٰہِ خُذْ بِیَدِیْ　　　مَا لِعَجْزِیْ سِوَاکَ مُسْتَنَدِیْ

اور اس کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں عرض پرداز ہوں اور حضرت خواجہ اپنے مزار مبارک کی جگہ ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ پر یہ شعر سننے سے وجد طاری ہوا اور آپ رقص فرمانے

لگے حتی کہ وہ چارپائی بھی رقص کرنے لگی اور میں اپنی اسی نغمہ سرائی میں مشغول رہا اور میرا حال یہ تھا کہ کسی چیز کی طرف ملتفت نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ چارپائی سے نیچے اترے اور بکمال عنایت اس غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر غلام کے سر پر رکھی اس کا رکھنا تھا کہ میری حالت متغیر ہو گئی اور آپ کی نسبت و برکات مجھ میں سرایت کر گئیں۔

افادہ: حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے قدم مبارک کو بوسہ آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے خواب میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو دیکھا کہ اپنی مزار مبارک کی جگہ پر استراحت فرما ہیں۔ میں نے آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ حضور نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مرتبۂ ولایت پر پہنچے گا اور اس بات کا دستار عطا فرمانے سے جو واقعہ سابقہ میں تھا استنباط کیا وہ وعدہ پورے طور پر متحقق نہیں ہوا اگرچہ تھوڑا بہرہ ور ہوا ہوں لیکن کمال کب حاصل ہوگا، آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ ابوجہل کو میں ماروں گا۔ باوجود اس کے کہ حق سبحانہٗ نے یہ چاہا لیکن تم نے دیکھا کہ کس قدر تدبیر وسعی اور جنگ کے بعد یہ واقع ہوا (یعنی تم ابھی انتظار کرو اور دیکھو کہ کیا صورت نظر آتی ہے)۔

افادہ: مجذوب کا ساز پر نفی و اثبات کا کلام گانا اور حضرت اقدس افاضہ کرنا آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک مجذوب تھا جو ایک نانبائی کی دکان پر بیٹھا رہتا تھا اور کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا۔ مرنے کے بعد اس کو واقعہ میں میں نے دیکھا کہ اس کے سامنے ساز اور سرود رکھے ہوئے ہیں اور وہ نانبائی سے کہہ رہا ہے کہ اسے لے اور بجا۔ اس نے اسے لے کر بجانا شروع کیا۔ اس مجذوب کو غصہ آگیا اور ساز اس کے ہاتھ سے یہ کہہ کر چھین لیا کہ تو بجانا نہیں جانتا اور خود بجانا شروع کیا اور گویا بجانے سے مراد ذکر و کیفیت اور اس کے معنی کے ساتھ حالت کے تحقق کا ارادہ تھا۔ جب خود ہاتھ میں لیکر بجانا شروع کیا تو ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور ایک دوہرہ ہندی زبان میں جس کے معنی نفی و اثبات ہیں گانے لگا۔ ایسا کہ نفی کے وقت وہ خود فنا ہو گیا۔ اور حق جلّ و علیٰ اس میں متجلّی ہو گیا۔ اور اس وقت اس کا یہ حال تھا کہ ناف سے لے کر سر تک بجلیاں چمک رہی تھیں۔ اس حالت کے درمیان مجھ کو یہ سمجھایا کہ ذکر اس طرح کرو کہ نفی کے وقت تم خود فنا ہو جاؤ۔ اور صرف وجود حق باقی رہ جائے۔ پس اس کیفیت نے مجھ میں انتقال کیا۔ پھر بارہا میں نے اس طریقہ سے ذکر کیا واللہ المُوَفِّق۔

افادہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں سما گئے آپ نے تحریر فرمایا کہ جب حضرت مرشد حقیقی دامت برکاتہم نے رمضان ۱۳۵۴ھ کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف فرمایا اور نیز خواجہ محمد امین آپ کی مجاورت کے شرف سے مشرف ہوئے اور مجھ کو بعض مجبوریوں کی بنا پر یہ سعادت میسر نہ آئی تو مجھے بڑا افسوس ہوا۔ رات کے وقت واقعہ میں دیکھا کہ مسجد کے دروں پہ ایک قنات کھڑی کی گئی ہے۔ اور اس کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درود شوق کی مجلس ہے اور اس میں شوق انگیز کلمات بیان ہو رہے ہیں۔ اور اس شوق کی کیفیت نے اس بقعہ کا احاطہ کر لیا ہے اور پوری مجلس سے رنگ شوق اور محبت ذات پھیل رہا ہے۔ گویا سیدنا شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہیں۔ اور آپ کے جذب صحبت سے بتاثیر بلیغ متاثر ہیں۔ اسی اثناء میں ایک گریہ آمیز چیخ ان کی نکلی اور میں قنات کے باہر کھڑا ہوں۔ اگرچہ تمام آثار صحبت اپنے میں پا رہا ہوں لیکن دل میں یہ حسرت و افسوس ہے کہ اندر کیوں نہیں ہوں۔ اچانک اسی حالت میں یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اندر ظاہر ہوئے اور مجھ میں سما گئے اس کیفیت کے ہوتے ہی عالم دگرگوں ہو گیا اور وہ اضطراب مبدل بہ راحت و سرور ہو گیا۔

افادہ: کلمہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ الخ کا نور آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اس حجرہ میں جو حضرت مرشد حقیقی کی اعتکاف گاہ ہے بیٹھا ہوا ہوں۔ دیکھا کہ طاق کے اوپر سے ایک نور سفید میری طرف اترا جس میں سے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ کی صدا نکل رہی ہے اور میں جان رہا ہوں کہ یہ نور یہی کلمہ مبارک ہے اور یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ کا تلفظ بھی اس میں ہے۔ پھر وہ میرے دامن میں آیا اور اس کے اثر نے میرے ظاہر و باطن کا احاطہ کر لیا اور میں اس کلمہ کو بہ لذت تمام پڑھنے لگا۔ اسی اثناء میں حضرت اقدس تشریف لائے اور استفسار فرمایا کہ کیا پڑھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کلمہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ کو اس طور سے میں نے پایا ہے اور اسی کو پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ خوب پڑھ رہے ہو۔ اور خوب پا رہے ہو۔ اب ہوشیار ہو جاؤ کہ ایک بزرگ جن کی اب تک میں نے زیارت نہیں کی ہے۔ تشریف لا رہے ہیں جس وقت وہ آ جائیں مجھ کو خبر کر دینا۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا لیکن اس جگہ کوئی نہیں ہے کدھر سے آئے گا۔ فرمایا کہ اس حجرہ کی سطح سے آئے گا۔ اور وہ وہی "یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ

بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ" ہے جیسے ہی آپ تشریف لے گئے ایک روحِ مجسم حجرہ کی سطح سے ابھر کر ظاہر ہوئی اور فضا میں حضرت کی جانب حجرہ کے دروازہ کی سمت روانہ ہوئی اور اپنے ہاتھ سے حضرت کی سمت اشارہ کر رہی تھی کہ "آؤ"، جب حضرت اقدس اس وقت تشریف نہ لائے تو وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ میں نے ہر چند اپنی طرف قصد کیا اور کشش کی لیکن وہ میری طرف نہ آئی اور میں مشتاق ہی رہ گیا اور وہ روحِ مجسم شتری رنگ کا لباس پوستین پہنے ہوئے تھی۔

افادہ: **مرشدِ حقیقی کی خاص نعمت کا عطا ہونا** انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ گویا حضرت مرشدِ حقیقی مداللہ ظلہم العالی مسجد شریف کی محراب کے متصل تشریف فرما ہیں اور یہ غلام بھی حاضر ہے۔ آپ نے اس غلام کے حال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اور اَدَخَلْتَ طَرِيْقَتَنَا (کیا تم ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہو) قُلْتُ نَعَمْ دَخَلْتُ (میں نے عرض کیا جی ہاں میں داخلِ سلسلہ ہو چکا ہوں) پھر آپ نے بیعت کے لیے دستِ مبارک بڑھایا میں نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں میں دیدیئے۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ کوئی مخصوص نعمت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اس لیے کہ میں تو پہلے ہی سے آنجناب کے غلاموں میں منسلک ہوں۔ اور شرفِ بیعت حاصل کئے ہوئے ہوں۔ اسی حال میں میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی صورت حضرت اقدس کے سر مبارک پر جلوہ گر ہے اور آپ کے کلام اسرار التیام سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک مغلوبیت کی کیفیت رکھتے ہیں۔ جو آپ کے متغیر حال سے ظاہر اور عیاں ہے اور آپ کے اس تغیر و کیفیت نے مجھ میں بھی اثر بلیغ کیا۔ پھر اسی حال میں اپنے دہن مبارک کو اس فقیر کے منہ پر رکھ کر "اِحْزَبْ" "اِحْزَبْ"، فرمانے لگے اور اس لفظ سے اس وقت "فرد"، کی معنی ذہن میں پہنچ رہے ہیں۔ پس یہ کہنا اور تصرف کرنا اس صورت کا درجہ بدرجہ نیچے آ رہا ہے۔ گویا حضرت اقدس القا فرما رہے ہیں اور میں اس کو اپنے میں جذب کر رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ فقیر کی منہ کی راہ سے داخل ہوا اور قلب تک پہنچ گیا اور آپ کی اس کیفیت اور القا کا اثر و لذت مدتوں رہا۔

آثارِ افلاک و نجوم لذتِ ارواح کا باعث ہیں انہیں نے تحریر فرمایا کہ ماہ رمضان المبارک کی پچیسویں شب کو بعد نماز مغرب عادتِ معمولہ کے مطابق دعا مانگ رہا تھا یکبارگی میں نے دیکھا

کہ حالِ شب دگرگوں ہوگیا اور جسم میں ایک تبدیلی ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے دُعا میں ایک عجیب قسم کی حلاوت و جمعیت میں نے پائی، پھر عشاء کے وقت فرض نماز اور تراویح میں رقت و سرور قلب میں اور تمام لطائف میں آرام و راحت میں نے پائی۔ لیکن رقت و سُرور پیش دستی کر رہا تھا (غالب آرہا تھا) بعد ازاں جب نماز سے فارغ ہوا اور حضرت مرشد حقیقی کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو دل میں آیا کہ حضرت اقدس سے یہ اِستفسار کروں کہ کیفیت سرور اور رقّتِ قلب کس ستارہ سے منسوب ہے لیکن عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی وقت اس رات کی کیفیت میں غور کیا تو ظاہر ہوا کہ ہیئت فلکی مستحسن و مسعود ہے اور آثارِ افلاک و نجوم ان سب کے آثارِ ارواح لذات ظہور کرتے ہیں اور روحانیاتِ اس کے ضمن میں اور تجلی اعظم کی وجہ افلاک کے ضمن میں مقتضی و مستدعی ہو کر روحانیات[۱] مستحسنہ کے تولد کا باعث ہوئے پوری رات جب بھی میں نے غور کیا یہی عالم پایا کہ اسی ہیئت سے امور خیر متولد ہوئے اور آئندہ بھی نشو و نما پا کر اپنے کمال پر پہنچ جائیں گے۔ اور پھر نزول کریں گے۔ اور ان کی صورتوں کو مجملاً میں دیکھ رہا تھا۔ اور صبح کے وقت روحانیات کا ظہور اور زائد ہوگیا، اور ان کو حضرت تجلّی اعظم نے سعادت کے ساتھ منضم کر کے غلبہ بخشا پھر اس وقت کلیتاً دعا میں مشغول ہوا اور حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم اور آپ کے اصحاب رفع اللہ درجاتہم کی نعمت کے شکرانہ و دعا گوئی میں مشغول ہو گیا، اسی ضمن میں جب میں نے خواجہ محمد امین کا نام لیا تو دیکھا کہ معانی در معانی ان کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اور وہ میری دُعا سے مستغنی ہیں۔ اور نیز اس شب میں قوت علوم اور ادراکات کا حدوث اور ان کا بلوغ بہ کمال دکھائی دیا۔ اور اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دوسری عظیم القدر رات بھی اس ماہ میں باقی ہے۔ لیکن بہ سبب اختصار یہ واضح نہ ہوا کہ اس کی برکات کس قسم کی ہوں گی[۲]۔

رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں دو باب مفتوح ہوئے | ایک بار رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اس عشرہ میں دو باب مفتوح ہوئے اور ان دونوں بابوں کی کیفیات و علوم منزل ہو کر ایک ہی باب میں ہو گئے جن کا فتوح سبقت پا کر اور غالب و مقدّم

---

[۱] یعنی تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے ضمن میں اس کی مقتضی ہے کہ روحانیات مستحسنہ کو پیدا کرے۔

[۲] یعنی رقّت و سرور تمام کواکب کی تاثیرات سے تھی کسی ایک سے نہ تھی۔

ہو کر علوم و کیفیات مطلقہ اور حقائق نفس الامریہ ہو گیا ہے (یعنی وہ وہ علوم جو مجھ پر منکشف ہوئے، انہوں نے سبقت پا کر و مقدم و غالب ہو کر) جو اپنے مبدار کی طرف نسبتاً خیر محض ہیں۔ گو یہ نسبت اس عالم کے شر ہوں۔ اور (وہ) لطائف خفیہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عالم تکوین سے ہیں اور دوسرے باب میں حس کی فتوح کا نزول مؤخر ہے۔ وہ کیفیات اور علوم مفیدہ ہیں اور وہ لطائف بارزہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ان کیفیات میں پیش دستی انہیں لطائف کی ہے۔ اور اس کا فتح باب ملاء اعلیٰ اور جبریل کی وساطت سے ہے اور لطائف شرعی ان کیفیات کا مقتضی ہے۔ اور اسی سے وہ اس کو رنگین دیکھتے ہیں مگر بنی آدم میں سے معدودے چند جو درجۂ قبولیت پائے ہوئے ہیں اور شب قدر جو انوار صاعدہ کی حامل اور فتح و فتوح کو نازل کرنے والی ہے وہ یہی ہے اور پورے سال میں ان دونوں بابوں کی تفصیل ہوتی ہے ..... باب اول کے آثار ملاء اعلیٰ کی مرضی سے نہیں ہیں لیکن وہی غالب اور سب سے زائد ہیں۔ اور باب ثانی کے آثار (نزول) مقبول اور ان کی مرضی سے ہیں لیکن وہ قلیل ہیں۔

افادہ- اسم الٰہی "سلام" کے وظائف اور اس کی برکات انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار یہ معلوم ہوا کہ ان ایام میں (اس دوران) جو لوگ بیمار ہو گئے ہیں ان کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں اسم "سلام" کے ساتھ التجا و رجوع کریں۔ اور اس کے اعداد ایک دائرہ میں کر کے (تعویذ بنا کر) اپنے پاس رکھیں اور اس کا رکھنا اور دیکھنا پڑھنے کے مقابلہ میں زائد مفید ہو گا۔ اور پڑھنے کے لیے ایک مکمل مناسبت ہونا چاہیے اور وہ دیر میں میسر ہوتی ہے۔ غرضیکہ ایسی چیز عمل میں لائیں کہ اسم "سلام" کے قویٰ اس کی ذات کے مطابق خاکی ہوں نیز اس کے مشابہ اور مظہر ہوں اور اس کو مثلث، مربع اور مخمس شکلوں میں لکھنے سے اسم "سلام" کا مؤکل اسے قبول نہیں کرتا و انکار کرتا ہے، لہٰذا دائرہ مدوّر صرف اعداد کے ساتھ اس صورت (۱۳۱) سے لکھنا چاہیے۔ اور دائرہ سے مراد یہ ہے کہ گویا اس اسم کے معنی آسمان سے اترتے ہیں، پس اگر سات تک دائرہ کھینچ کر اس میں اعداد بھرے جائیں تو زائد بہتر ہے اور اپنے گھر میں لگانے نیز گلے میں باندھنے میں نہایت مفید ہے۔ اور اگر مال و متاع کی حفاظت کے لیے لکھ کر اس میں رکھیں تو (وہ) محفوظ رہے۔ اور اس اسم کے ذریعہ آگ سے بھی پناہ ڈھونڈھنا چاہیے اور

اگر کوئی جست کی انگوٹھی پر کندہ کرا کر ہاتھ میں پہنے تو بھی انہیں فوائد کی مثمر ہے۔ اور اگر ان ایام میں اس اسم کے عدد سو بار صبح کے وقت اور اسی قدر عصر کے بعد سے لے کر عشاء کے وقت تک لکھنے کا التزام کرے تو ایک عالم اس کی برکت سے تمام بلاؤں، آفتوں، بیماریوں اور آگ سے محفوظ رہے گا۔ اور جتنا ہی اس کو کثرت سے لکھا جائے گا آثارِ کثیرہ ظاہر ہوں گے۔ اور دوسری وضع یہ ہے کہ (چونکہ) اسم "سلام" کے قوائے معنوی ماساریقا[1] ہر شئی میں موجود ہیں۔

(لہٰذا) حوادث سے سلامتی اس کی وجہ سے ہے اس وقت تک جب تک کہ دوسرا اسم جو ہلاکی کا مقتضی ہے غالب نہ آئے۔ پس ان قویٰ کو اس راہ سے اپنی جانب جذب کرنا چاہیئے۔ اور یہ اسی کے لیے ہے جو اس کا عارف ہوتا ہے اور اس کو جذب کر لینے کا طریقہ جانتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس اسم کے اشباح و مظاہر سے توسّل کرلے تاکہ اس اسم کے آثار و برکات نازل ہوں اور یہ چیز دو طریقوں سے ہے ایک تو یہ کہ اسم "سلام" کے ساتھ توسّل تدبیر کلی کو متحرک کر دیتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ یہ توسّل حقیقت تک پہونچا دیتا ہے اور عین اسم "سلام" کہ اس عالم میں متعدد جگہ اس کا ظہور ہے اس جگہ سے اس کے آثار و برکات کھینچے جا سکتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اسم کے قوائے ذاتی و اصلی جو اس عالم میں موجود ہیں ان کو جس طرح بھی چاہے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اور نظامات کلیہ کی بقا میں سعی اس اسم کو اپنا عامل کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایک جبار عنید (سرکش ظالم) نے یہ قصد کیا کہ عالم کو ہلاک کر دے تدبیر سے یا قتال سے یا مال کے ذریعے سے۔ اس (اسم) نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ نیز نظام جزئی کی بقاء میں سعی سے جس طرح کسی جاندار کو بھوک پیاس کی حالت میں (جو اس کی ہلاکت کا باعث ہے) کھانا اور پانی دیا یا کسی مصیبت زدہ کو پناہ دی یا کسی غمگین کو تسلی و تسکین دی یا کسی کے بال بچوں کے اخراجات برداشت کئے یا کسی کا دوا علاج کیا یا تیمارداری کی یا وہ طریقہ جو مال و جان کی ہلاکت و اضاعت کا سبب ہو اس کو اکھاڑ پھینکا اس قسم کی باتیں اسم "سلام" کے قویٰ کو بعینہٖ کھینچ کر لے آتی ہیں۔ اور اس شخص کے اہل و مال اور توابع کی سلامتی کا سبب ہو جاتی ہیں۔ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ[2] تو ما ینفع الناس عام ہے جو اس آیت کا ایک جزو ہے اور ایسا نفع جو بقا و سلامتی کا سبب ہوتا ہے

[1] ماساریقا اور عروق ماساریقا کی تفصیل الطاف القدس اور اس کے حواشی میں ملاحظہ کی جائے [2] حاشیہ اگلے صفحہ پر

اُطبّا اور تجار اگر ان کی نیت درست ہو تو وہ اسم "سلام" کے جود کا واسطہ ہو جاتے ہیں اور اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تو نے دنیا میں کیا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں مصیبت زدہ سے درگزر کرتا تھا اور مالدار کو مہلت دیتا تھا۔ اللہ نے اسی سبب سے اس کو بخش دیا اور حدیث قدسی بھی اسی مقام پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بیمار تھا تو نے عیادت نہ کی میں بھوکا تھا تو نے کھانا نہ کھلایا۔ بنی آدم نے عرض کیا کہ الٰہ العالمین تو بیمار اور بھوکا کیسے رہ سکتا ہے تو تو خود رب العالمین ہے۔ فرمایا کہ میرا فلاں بندہ بیمار اور بھوکا تھا، نہ تو نے اس کی عیادت کی اور نہ کھانا کھلایا اس کی عیادت کرنا دراصل میری ہی عیادت کرنا ہے۔ اور اس کو کھانا کھلانا درحقیقت مجھے ہی کھانا کھلانا ہے۔ یعنی تدبیر کلی اور داعیہ کلیہ اس کی شفاء و اشباع کے مقتضی تھے تو اگر وہ یہ کرتا تو حق کا خادم ہو جاتا (اور) اس حدیث کی رو سے داعیہ اور تدبیر کلی کے یہ معنی ہوئے کہ یہ شخص خود سے فانی ہو کر حق کے ساتھ باقی ہو گیا۔ اور (جو) یہ اس حدیث کے مضمون سے ظاہر ہے۔ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ[1] یعنی میں ان تمام چیزوں کا عین ہو گیا ہوں۔ پس جو تو اس کے لئے کرتا ہے وہ میرے ہی لئے ہوا۔ اور جب یہ درست ہوا کہ اس کا سمع و بصر میرے ہی سمع و بصر ہیں تو یہ کہنا جائز ہے کہ اس کھانا کھلانا دراصل مجھ کو ہی کھانا کھلانا ہے اور اس کی عیادت کرنا حقیقتاً میری ہی عیادت کرنا ہے۔

افادہ: لطائفِ قلبیہ کی تہذیب سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لطیفۂ قلب کی تہذیب کا اصل یہ ہے کہ محبتِ کُلّی (یعنی وہ محبت جو ذات حق کو تمام مظاہر کے ساتھ متحقق ہے) اس کو حاصل ہو جائے اور لطیفۂ روح کی تہذیب یہ ہے کہ روح کو تمام عالم کا قیم پائے جس طرح وہ بدن کی قیم خاص ہے اور لطیفۂ سر کی تہذیب یہ ہے کہ تمام انانیات عالم (تشخصاتِ عالم) کی معرفت کلی طور پر اس کو حاصل ہو جائے اور جب بفضل الٰہی تجلی اعظم متحقق ہو جائے تو تمام اَبدال و اَوْتاد و خضر علیہ السلام کی ارواح و حقیقت کعبہ وغیرہ اس کی طرف منجذب ہو جاتی ہیں۔ اور تدبیرات کلیہ

ے اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔

[1] میں اس کی سماعت و بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

اس سے مربوط اور وابستہ ہو جاتی ہے۔

افادہ: ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ مناسبت کی اقسام انہوں نے تحریر فرمایا کہ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ مناسبت کی دو قسمیں ہیں ایک تو توجہ الی اللہ کی جہت سے کہ وہ ان کو اپنی جبلت کے مطابق رکھتے ہیں اور اسی توجہ کے باعث وہ حظیرۃ القدس میں جمع ہیں اور سب سے سابق و مقرب ہیں اور نزولِ قضا و حملِ قضا کی رو سے اول ہیں اور جود الٰہی کے وسائط ہیں اور ہمیشہ اس چیز کا سوال کرتے رہتے ہیں جس میں نوع کے اعتبار سے بنی آدم کی بھلائی ہے۔ اور یہ معنی فیضانِ الٰہی سے ناشی ہے کہ وہ اپنی جبلت[1] کے مطابق ان کے مطیع ہیں۔ اور کبھی تقاضائے فیضان اس عالم سے ہوتا ہے۔ جس طرح ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک فیصلہ (مقدمہ) کو یہ کہہ کر رجوع کرایا۔ (اٹھالیا) کہ اللہ کا اس سلسلہ میں کیا حکم ہے تو آنحضرت کی ہمت ملاءِ اعلیٰ کی جانب متوجہ اور ملحق ہوئی۔ اور جب آپ کا فکری ارادہ ان کو فکر گاہ تک لے آیا اور انہوں نے اس کو قبول کر کے اور اپنے میں لے کر موقفِ عرش تک پہنچا دیا۔ پس اس کے سبب سے بارگاہِ رب العزت سے حکم صادر ہوا اور جبریل سے فرمایا گیا کہ وہ یہ حکم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچا دیں۔ غرضیکہ اس توجہ میں جو ملاءِ اعلیٰ رکھتے ہیں بعض اشخاص ایک شرکت پیدا کر لیتے ہیں اور اسی کی جانب منجذب ہو جاتے ہیں گو کہ بحسب قالب بشری اس عالم میں ہوں جس طرح اگر کئی چراغ ہم یکجا روشن کریں تو ان سب کی شعاعیں جمع ہو کر متحد ہو جائیں گی۔ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ ان کا اتصال اسی طرح ہے۔

اور دوسری قسم وہ ہے جو ملاءِ اعلیٰ کے مبدا اور اس قسم کے اشخاص کے درمیان ہے۔ جو بحسب قالب اس عالم میں ہیں۔ ان کی وساطت سے فیضِ الٰہی کے نزول کی حکمت کے لیے تعین کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور اپنی اصل کی طرف رجوع متحقق ہو جاتا ہے۔ جس طرح نہروں کا رجوع دریا کی طرف ہو کہ صرف دریا رہ جائے اور نہروں کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے وہی ہے جو اس کا اول ہے، وسط ہے اور آخر ہے متصل فی نفسہ ہے (یعنی ایک نظر آتا ہے) وسط کے جنبش دینے سے سارا دریا لہریں لیتا ہے اور یہ کمال بہت نادر ہے اور اس کا سمجھنا صاحب حال کے سوا دوسرے کے لیے نہایت دشوار ہے اور اس تعین سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل و عرش و حملۂ عرش اور نبی و کامل

---

[1] جبلت افراد کے لیے مخصوص ہے اور تعین سے متعلق ہے۔

اسی تعین سے ہوئے اس کے بعد کہ ان دونوں مادوں کی اصل اپنے مبدا کے ساتھ جو اس کا فیضان ہے متحد ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع سے مراد دوسری ہی رجوع ہے جو تمام عالم کے رجوع سے ماوراء ہے کیونکہ تمام عالم کا موطن بھی دوسرے موطن سے ہے اور رجوع بھی اسی موطن کی طرف ہے برخلاف ملاء اعلیٰ اور کاملین کے فرقہ کے جو ملاء اعلیٰ سے ملحق ہیں۔ ان کی شان خدا کی شان اور ان کا ظہور و بطون اسی شان میں ہے اور اسی شان کا یہ مقتضیٰ تھا کہ حضرت ابراہیم کے حق میں تمام ملاء اعلیٰ متوجہ ہو کر ان کی تکلیف نہ دیکھ سکے اور قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ کا حکم صادر ہو گیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری سے سارا حظیرۃ القدس متاثر ہو گیا اور حضرت ایوب کی ندا پر سب ہی منادی ہو گئے۔ اور خطاب ہوا کہ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ[1]۔

افادہ: آپ نے تحریر فرمایا کہ بعض صورتوں میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین (جو انبیاء کے نائب ہیں) کا قصد و ارادہ اس عالم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کی توجہ کھینچ کر لے آتا ہے، اور ارادۂ الٰہی کو قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰھَا فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ[2]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تقلب وجہ (بار بار آسمان کی طرف دیکھنا) فَوَلِّ وَجْھَکَ کے حکم پر مقدم تھا۔ اور بعض مقام پر انبیاء اور کاملین کے لیے اس کام پر جس پر وہ مامور ہیں داعیہ اور ارادۂ الٰہی مقدم اور باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَیْشًا الخ۔

---

[1] ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی۔ پارہ ۱۷، سورہ انبیاء رکوع ۵۔

[2] (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیں گے۔ جس کو تم پسند کرتے ہو۔ پس تم اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ (پارہ ۲۔ سورۂ بقرہ۔ رکوع)

تذکرۂ حضرت خواجہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

بیان درباره فضائل وکمالات وکلمات الہام
آیات خازن امین جواہر اسرار الٰہی وحامل متین انوار
لامتناہی خواجہ محمد امین ولی اللٰہی الکشمیری جو حضرت
اقدس کے مخصوص احباب اور بزرگ ترین اصحاب میں ہیں

جب تک اپنے وطن مالوف میں رہے۔ بمقتضائے فطرت صافی اہل دل کی صحبت میں نشست و برخاست اور ان برگزیدہ لوگوں سے خاص اُلفت رکھتے رہے۔ پھر وہاں سے بسلسلۂ تجارت نکلے۔ جب لاہور پہنچے اور چند روز وہاں قیام کیا تو وہاں بھی اس گروہ عالیہ کی عنایات کے مرکز ہوئے یہاں تک کہ قسمت کے مطابق شہر شاہجہاں آباد پہنچے۔ اور کچھ عرصہ بمقتضائے کمال عقل معاش کاروبار تجارت میں مشغول رہے۔ آخر کار توفیق الٰہی کے قائد نے خواجہ محمد ناصر نقشبندی کی رہبری میں جو حضرت شیخ محمد زبیر سہرندی قدس سرہٗ کے سرآوردہ خلفاء میں سے ہیں ولایت مآب حضرت اقدس کے حضور میں پہنچا دیا۔ اور آپ کے جذب صحبت نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور ان کی مخفی استعداد سے عقل معاد کے کمال نے ظہور کیا، اور ایک وقت ایسا آیا کہ تمام کاروبار کو ترک کر کے آستانہ فیض آشیانہ کی مجاورت اختیار کرلی، اور خدمات خاصہ کی ادائیگی پر کمربستہ ہوگئے اور اس کے ذریعہ بے شمار ظاہری و باطنی فیوضات حاصل کئے، اور آپ سے حدیث و تفسیر کی کتابیں استفاضہ کیں۔ اور آپ کے بعض خاص مُسوّدات کو اپنی سعی بلیغ سے بحسن و خوبی سرانجام دیا۔ چنانچہ شرح احادیث موطا اور اس کا ترجمہ اور کتاب قرۃ العینین ورسالہ

فوز الکبیر فی اصول التفسیر و فتح الخبیر و رسالہ الانصاف فی باب الاختلاف و رسالہ عقد الجید فی مسائل الاجتہاد والتقلید وغیرہ یہ سب انہیں کے حُسنِ اہتمام کی بدولت بروئے کار آئیں۔ اور اس بات سے آنجناب کے تمام مستفیدین پر اپنا حق ثابت کیا۔ نیز سب کو اپنا مرہون منت کیا۔ غرضکہ اس سلسلہ میں وہ سعی بلیغ کی کی کہ حضرت اقدس نے بغایت بندہ نوازی فرمایا کہ "میں تم کو اپنے اعضاء کے مثل سمجھتا ہوں"۔ اور اس قدر و منزلت کے سبب حضرت اقدس کے تمام مُسترشِدین میں سر بلند ہو گئے اور محبت، فدویت اور فنائیت میں اس درجہ پر فائز ہو گئے کہ اگر کسی وقت آنجناب سے اپنے لئے دُعا کے خواستگار ہوتے تو ان کی طرف سے اس جواب اور ان عنایات سے سرفراز ہوتے کہ "اب تم جداگانہ دعا کے محتاج نہیں رہے ہو تمہاری محبت مرکوز باطن ہو چکی ہے (دل میں گھر کر چکی ہے) جس چیز کی اللہ سے اپنے لیے درخواست کی جاتی ہے اسی کے مثل تمہارے لیے بھی کی جاتی ہے اور جو دعا اپنے لیے کی جاتی ہے اس میں تم بھی شامل و شریک رہتے ہو"۔ اس قسم کی خصوصیات کی بدولت آپ کے تمام اصحاب میں قابلِ رشک ہو گئے اور اس مرتبہ سے بلند و بالا مرتبہ اور کیا ہوگا کہ محب محبوب کے باطن میں جاگزیں ہو کر اس کی زبان سے اپنی فنا کی شہادت سُنے "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا نَصِیْبًا مِّنْہُ"[1]

ایک خاص دُعا اور ان کے لیے بکمال خصوصیت ایک دُعا اسرارِ خاصہ کے نکات کے ساتھ مشتمل بر توسّل تحریر فرمائی اور اس کو اعتصام الامین بحبل اللہ بذریعہ توسل الی اللہ سے موسوم فرمایا تاکہ وہ اس مناجات کے ذریعہ بارگاہ قاضی الحاجات میں عرض پرواز ہوں۔ بندہ کاتب حروف بھی ان کے طفیل اس کے شرف اجازت سے مشرف ہے۔ الحمد للہ علی ذلک حمداً یوافی کرمہ و یکافی نعمہ اور اجازت نامہ میں تمام مصنفات خاصہ کی روایت اور تمام مرویات نفیس نفیس جو ان کے نام آنجناب سے صادر ہوئی تھیں ان کے ذکر کا عنوان قلم کرامت رقم سے اس عنوان سے تحریر فرمایا کہ اخی فی اللہ و عتبۃ نصحی و معدن اسراری خواجہ محمد امین اکرمہ اللہ بشہودہ الدائم۔ اور بعض مکتوبات میں جو شاہ نور اللہ کے نام تحریر فرمائے ہیں اس میں خواجہ صاحب موصوف کے حال کی ان کلمات مرحمت آیات سے خبر دی ہے کہ جب بھی خواجہ محمد امین کی جانب نظر اٹھتی ہے تو اپنے اور اپنے دوستوں کے حق میں بے انتہا محبت اور فدائیت کی مشاہدہ

---

[1] اے اللہ ہم کو بھی اس سے ایک حصہ عطا فرما۔

ہوتی ہیں۔ ان کا لطیفۂ روح ترقی پذیر اور ان کے حسن اخلاق و عادات جبلی ہیں۔ نیز اپنے بعض مکاتیب میں ان کے حال کی اس انداز میں خبر دی ہے" اور ان کے لطائف عزیزہ میں قوت واستقلال کی جو امتیازی کیفیت ہے وہ دو جہتوں سے ہے۔ ایک قلب کی جہت سے جو روح کے نزدیک ہے اور دوسری روح کی جہت سے جو قلب کی جانب مائل ہے (یعنی ان کے ان لطائف عزیزہ میں قوت واستقلال کی وجہ سے قلب و روح دونوں ان کی جانب مائل ہیں) غالب یہ ہے کہ طہارت و عبادت اور نسبت اولیسیت کے نتائج کا ظہور اور یادداشت اور وہ انس ومحبت جس کی وجہ سے اہل اللہ کے ساتھ الفت ومحبت زائد ہوتی ہے (وہ ان میں بدرجہ اتم ہے) پس الحمدللہ آپ کے حسب بشارت ان باتوں کے آثار وانوار ان کی ذات میں جلوہ گر ہوئے۔

تصانیف وتالیف اور رسالہ "شفاء القلوب" (جو حضرت اقدس کی تصنیف ہے) کے اکثر مطالب انہیں کے نام سے مخصوص ہیں بلکہ اس کی تالیف صرف انہیں کی وجہ سے ہوئی خوبی استواری اور انشاء پردازی میں مشتاق ہیں۔ ایک رسالہ مرشد حق کے فضائل میں تحریر کیا ہے اور اس کے کچھ حصہ میں آپ کے حقائق ومعارف انتہائی خوبی اور لطافت کے ساتھ جمع کئے ہیں۔ اور ایک جزو لطیف مناجات میں مثنوی کا بھی ہے، جس میں کمال (سوز) رقّت وشیرینی ہے اور مناجات میں حضرت ولی نعمت کے فضائل ومناقب کو انتہائی ملاحت اور حسنِ ادا سے شامل کر کے وسیلہ بنایا ہے۔ اس میں سے چند اشعار بطور نمونہ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ اَلْغُرْفَۃُ تُنْبِیُٔ عَنِ الْبَحْرِ (ایک چلو پانی سمندر کی خبر دیتا ہے)

نظم

خداوندا باہ جان غم ناک	بہ چشم خون فشاں سینۂ چاک
بنام آں کہ جان خاک رہ اوست	قلم شیدائے روئے چوں مہ اوست
بآں مہر سپہر رہنمائی	بآں اعجوبۂ صنع الٰہی
بآں دریائے علم بیکرانہ	بآں قطب جہاں فرد زمانہ
بآں غواص بحر بے نشانی	بآں سیاح اقلیم معانی
بآں مشکل کشائے مستمنداں	چراغ افروز بزم نقشبنداں

حکیم نکتہ دان سرِ اشیاء	مرادِ حکمت تعلیم اسماء
بآں جان وجہان زندگانی	بآں روح رواں شادمانی
بآں درِّ ثمین کانِ وحدت	بآں نور مبین جانِ کثرت
بآں خورشید برجِ فضل وارشاد	بآں مجسّمِ ہدایت قطبِ اوتاد
بآں عین ظہور نورِ ہستی	بآں مرآتِ وجہ حق پرستی
بآں دانا رموزِ پردۂ غیب	بآں کشافِ حسنِ ذاتِ لاریب
بآں عکسِ جمالِ ذاتِ مطلق	چہ عکسے گشتہ اندر ذاتِ ملحق
ابوالفیاض نامِ قدسیانش	بنازم من ازیں تعظیم شانش
ذکیؓ امتی گفتش پیمبر	رسول مجتبیٰ آں بدرِ انور
قدم بنہادہ اندر ملکِ اشباح	بنام احمد شیے خواند ندار رواح
امام و مقتدا و قبلہ گاہم	ولی اللہ شاہِ دین پناہم
تنم را خاکِ راہِ ایں حرم کن	سرم زیں خاکساری محترم کن
مرا مہجور مفگن از در او	کہ تا چوں حلقہ باشم بر درِ او

اے خدائے بے نیاز! غمزدہ جان کی آہ، خون برساتی ہوئی آنکھ اور چاک سینہ کے ساتھ اس نام کو وسیلہ بناتے ہوئے عرض پرداز ہوں جس کی خاکِ راہ میری یہ جانِ حزیں ہے اور اس کے روئے انور کا عاشق میرا یہ قلم ہے۔ اس کو اپنا وسیلہ بناتے ہوئے ملتجی ہوں جو آسمانِ رہنمائی کا آفتاب اور تیری مخلوق میں تیری صناعی کا حیرت انگیز نمونہ ہے علم کا ایک بحر ناپیدا کنار، یگانۂ آفاق، نادرِ روزگار اور اپنے زمانہ کا قطب ہے بے نشان، بحر موّاج کا غوطہ زن اور ملکِ حقیقت کا سیّاح ہے۔ حاجت مندوں کا حاجت روا اور نقشبندیوں کی محفل مقدس کا روشن چراغ ہے۔ اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا پرکھنے والا اور تعلیم اسماء کی حکمت کا اصل مقصد ہے۔ اور اپنی زندگی کی جان وجہان کو وسیلہ بناتے ہوئے تیری بارگاہ میں سر نیاز خم کرتا ہوں جو مسّرت اور شادمانی کی روح وجان وحدت کی کان کا بیش قیمت گوہر آب دار، جان کثرت کا نور مبین، فضل وارشاد کے برج کا آفتاب

اوتاد کا قطب، ہدایت کا ستارہ۔ نورِ ہستی کا عین ظہور، وجہِ حق پرستی کا آئینہ۔ حجاباتِ غیب کے رموز کا دانا۔ ذاتِ لاریب کے حسن کو بے نقاب کرنے والا ذاتِ مطلق کے جمال کا عکس اور عکس بھی کیسا جو اس کی ذات میں ملحق ہو چکا ہے۔ اس کا نامِ پاک "ابو الفیاض"[1] ہے اور میں اس کی اس عظمت و شان پر نازاں ہوں۔ وہ جس کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے ذکی شخص۔ اس نے ملک[2] اشباح میں قدم نہیں رکھا کہ اس کی ارواح نے احمد کے نام سے ندا کی، وہ میرا امام و مقتدا۔ میرا قبلہ گاہ، میرا ملجا و ماوی ہے اس کا نام نامی ولی اللہ ہے۔ اے اللہ میرے اس جسم خاکی کو اسی آستانہ کا پیوند کر دے اور میرے سرِ نیاز کو اس خاکساری کی بدولت سرفرازی عطا فرما۔ اور مجھ حلقہ بگوش غلام کو اس کے در دولت سے جدا نہ فرما۔ غرض کہ ان کی ذات مجمع الصفات نادرات میں سے ہے۔

افادہ: انہوں نے حضرت اقدس کی تمام عنایات و نوازشات نقل فرمائیں (منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ جو بمصداق منطوق اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ[4] ہمارے تمام امورِ معاش و معاد کا متولی ہے اس نے ان کو بھی اپنے فضل اور اس عنایت سے مخصوص فرمایا ہے۔ اور اس نعمت کے اظہار کا سبب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ تمہارے حق میں بھی جناب متولی الامور للعباد کے قول سے ایک حظ شامل ہوا ہے۔ یعنی اس کی بارگاہ میں یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ امورِ معاش و معاد کی کارسازی تمہارے حق میں مشہود ہو گئی ہے۔ ان شاء اللہ بطور کشف کسی وقت بطور نمونہ تم کو بھی اس مرتبہ کا نمونہ دکھا دیا جائے گا تاکہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

---

[1] حضرت شیخ بزرگ شاہ عبد الرحیم صاحب قدس سرہٗ سے آپ نے ملاءِ اعلیٰ میں ان کے لقب کی بابت استفسار کیا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میرا لقب ابو الفیض اور تمہارا ابو الفیاض ہے۔

[2] فیوض الحرمین میں اس کے متعلق آپ کا مشاہدہ درج ہے۔

[3] یعنی امثال و تصورات پر اکتفا نہیں کی بلکہ حقائق کا مشاہدہ کیا۔

[4] میرا مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے کتاب (برحق) نازل کی اور وہی نیک لوگوں کا دوست دار ہے۔ پارہ ۹۔ سورۂ اعراف۔ رکوع ۲۳۔

افادہ: بارہ ربیع الاوّل کی رات عنایاتِ مصطفوی کی بارش

حافظ جیو صاحب نے تحریر فرمایا کہ ایک بار بارھویں ربیع الاوّل کی رات بطریق الہام خواب میں یہ معلوم ہوا کہ آج رات شب قدر ہے پس میں جاگ پڑا اور اسی وقت وضو کر کے نماز شروع کی جتنی نماز مقدر تھی پڑھی پھر سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرشدی و مولائی مداللہ ظلہم العالی کی خانقاہ کے صحن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح شریف حاضر ہے۔ اور یہ فقیر اور حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم کے بعض اصحاب یعنی خواجہ محمد امین وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل (مودب) بطور حلقہ کھڑے ہیں۔ اور ہر ایک کے سینہ سے نورانی شعاعیں کے خطوط آنحضرت کے نور شریف کے نور سے متصل ہو گئے ہیں بلکہ باہم مل گئے ہیں۔ ان کی جانب سے ایمان و اخلاص اور محبت کا تشبح ہے اور آنحضرت کی جانب سے عنایت و شفقت اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شعاع جو ان کی طرف فائض ہے اسی مقدار میں ہے جو نور ان کی طرف فائض ہے وہ بہت بڑا ہے ایسا کہ ان کا مکمل طور پر احاطہ کر لیا ہے۔ اور گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام کے الفاظ سے متکلم ہو رہے ہیں کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں اور تم سے راضی و خوش ہوں۔ اگرچہ خطاب عام تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دراصل اس سے مراد خواجہ مذکو رہی ہیں اور دوسرے ان کی طفیلی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری توجہ و التفات اور ان کی عظمت و رعب مجھ میں سرایت کر گئی اور اس وقت ان کے بارہ میں ایسی قبولیت مشاہدہ ہوئی کہ کوئی دوسرا اس خصوصیت کا نظر نہ آیا۔ اس سبب سے بیدار ہوتے پر (اس) محبت میں مزید اضافہ ہو گیا اَللّٰھُمَّ ارزقنا زیادۃ محبتہ فی اللّٰہ۔

افادہ = عرفان پناہ شاہ نور اللہ نے فرمایا کہ ایک بار رمضان میں ظہر کے وقت خواجہ محمد امین نماز میں مشغول تھے۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ ایک نور نے خواجہ صاحب موصوف کا احاطہ کر لیا ہے اور اسی نور کی قوت سے ان کے تمام حرکات تیزی سے ظہور کر رہے ہیں۔

افادہ: شبِ قدر۔ رِقّت و برکات کی رات

انہوں نے ہی بیان کیا کہ رمضان کی پچیسویں شب نصف شب تھی یا کچھ کم تھا اور نیند کا غلبہ تھا خواب دیکھا کہ حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم اس شب کے درود و برکات کے حصول کیلئے تیمم کا حکم دے رہے ہے

ہیں۔ اسی اثنا میں ایک انجذاب اور وجدِ قوی اور رقتِ تمام قلب میں مشاہدہ ہوئی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ آج رات شب قدر ہے۔ اسی وقت عین وجد و بکا کی حالت میں (آپ نے) فقیر کاتب حروف کے سامنے آکر دونوں ہاتھ پکڑے اور مسکرا کر فرمایا کہ تم کو یہ حالت جو حاصل ہوئی ہے اس وقت کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ اور میں اس گریہ و شوق میں رقت و تملّق (انکساری، فروتنی) کر رہا ہوں۔ اسی اثنا میں بیدار ہو گیا اور حضرت کے حکم کے مطابق (جو خواب میں آپ نے تیمم کا حکم دیا تھا) تیمم کیا، اور تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا میں مشغول ہو گیا، لیکن طبیعت نے ساتھ نہ دیا۔ پھر سو گیا اور دوبارہ اطمینان و آرام کے آثار دل میں پائے اور میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس موجود ہیں اور میں اپنے خواب کی کیفیت اور شبِ قدر کی برکات بیان کر رہا ہوں۔ اور آپ بھی تصدیق فرماتے جاتے ہیں۔ صبح تک یہی حالت رہی۔ صبح کو حضرت اقدس کے حضور میں یہ سب عرض کیا نیز حافظ صاحب موصوف سے بھی بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ آج کی رات رقت و برکات کی رات تھی تمہاری حالت سچی ہے اور پھر فرمایا کہ میں دوستوں کے لیے دعا میں مشغول تھا تم کو ایک کیفیت عظمیٰ میں مستغرق پایا اور اس کیفیت کا کچھ اثر مجھ پر بھی پڑا۔

افادہ: انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہم جانتے ہیں کہ تم کشمیر کے باشندوں میں سے ہو لیکن اب یہ معلوم ہوا ہے کہ تم حضرت شعیب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہو، اس کے بعد اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو خطیب الانبیاء کہتے ہیں یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمہارے ذریعہ ہمارے بعض علوم رائج ہوں گے۔

افادہ: انہوں نے تحریر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوا کہ آخر تک حضرات اکابر سلسلہ ذکر خیر کے ساتھ اپنے حقوق کی ادائیگی کے مستحق ہیں (یعنی ان کا ذکر خیر ہمیشہ تعظیم سے کرنا چاہیے کہ یہ ان کا حق ہے) گو کہ ایک کی دوسرے پر فضیلت تقدم و تاخر کے اعتبار سے کم اور زیادہ ہو لیکن افادہ کا منصب اپنے حق کی ادائیگی کا طالب ہے خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ۔ کیوں کہ اگر فاضل کی تعظیم

ع ادھر میرے حال و مقام کی تعریف ہو رہی ہے اور ادھر میں سراپا عجز و نیاز ہو رہا ہوں (یا میں نازاں ہو رہا ہوں)

دوسرے فواضل کو چھوڑ کر کی جائے تو سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سلسلہ کے منتہی ہیں ان کے علاوہ کوئی فاضل منظور نظر نہ ہوگا ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے فواضل کی وساطت کا فائدہ پوشیدہ ہو جائے گا۔

افادہ: انعام خواہ ادنیٰ ہو، قابل ادب و احترام ہے | انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز دل حضرت ایوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ کے اسرار کی کیفیت میں متفکر تھا کہ جراد ذہب کا اس کثرت سے نزول ان کے جیب و داماں پر اور صحن و بام میں اور ان میں سے ایک بھی اگر باہر گر جاتی تھی تو اسے نہیں چھوڑتے تھے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے لہٰذا اس کو تلاش کر کے لاتے تھے اور اَمَا اَغْنَیْتُکَ (کیا میں نے تم کو غنی نہیں کیا) کا خطاب اور اس کا جواب ما اغنی عن برکتک (میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہو سکتا) میں مستغرق تھا۔ اور کسی سے پوچھنا نہیں چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ غیب سے اس کا سر مجھ پر منکشف کر دیا جائے۔ ۲۰ر شوال کو ظہر کی نماز میں یہ افاضہ فرمایا گیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ایک گری پڑی ٹڈی کے اٹھالانے میں یہ اہتمام باوجود اس کے کہ ان کو اس کی ضرورت نہ تھی اپنے آقائے ولی نعمت کے ادب کا اقتضا تھا جب منعم حقیقی بندہ پر انعام فرمائے تو (بادی النظر میں) وہ کتنا ہی ادنیٰ (معمولی) کیوں نہ ہو لیکن عبودیت اور بندگی اس کی مقتضی ہے کہ یہ تعظیم و احترام قبول کرے اور یہ تعظیم درحقیقت حضرت مُفضِل و منعم کی ہے نہ نعمت و انعام کی۔

افادہ: عنایات الٰہی زیادہ مخفی ہیں | آپ نے بیان فرمایا کہ ایک دن میں نعمہائے الٰہیہ کے احصاء میں جو حد سے گزر گئیں تھیں متفکر تھا اور پھر اس نشاط و سرور کی فکر میں استغراق ہوا۔ تو یہ بات دل میں ڈالی گئی کہ عنایات الٰہی اس سے زائد مخفی ہیں جو دل میں گزر رہا ہے (جیسا

لے ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ بہت کثرت سے ٹڈیاں آنا شروع ہوئیں اور جب ان کے گھر میں گریں تو سب سونے کی ہو گئیں۔ ان میں سے ایک ٹڈی گھر سے باہر گری تو آپ اسے بھی اٹھالائے کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ رحمت جب متوجہ ہوتی ہے تو اس کو چھوڑنا نہ چاہیے۔ بلکہ پیچھا کرنا چاہیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ حالت ان اصولوں میں شمار ہوتی ہے جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کی وضاحت ہوتی ہے۔ (تقی انور)

کہ الہام کیا گیا۔

افادہ: **بہترین کاغذ، بہترین بندہ** آپ ایک دن صبح کے وقت حضرت اقدس کے سامنے حلقۂ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس عبارت سے ملہم ہوئے۔ "بہترین کاغذ وہ ہے جس پر کلامِ حق لکھا جائے اور بہترین بندہ وہ ہے جس میں ہماری صورت ظاہر ہو۔

افادہ: ایک بار رمضان المبارک میں جب کہ آپ معتکف تھے اس علم کا باب آپ پر کھلا کہ انسان اس وقت تک انسان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا فیض متعدی نہ ہو (فیض نہ پہنچائے)۔

افادہ: آپ نے بیان فرمایا کہ ایک بار وتر پڑھنے کے بعد آخر شب میں رو بقبلہ بیٹھا ہوا تھا کہ میرے کان میں ایک آواز آئی کہ پھلت کے لوگ کوئی محنت نہیں کرتے اسی اثنا میں حضرت صاحب مدظلہٗ نے فرمایا کہ پھلت والوں کے قلوب شرف آفتاب پر ہیں۔[1]

افادہ: **توجہ بتوجہ خاص۔ سالک مبتدی کے حق میں انتہائی مفید** آپ نے فرمایا کہ میں ایک روز اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ بطور القاؤ الہام یہ ظاہر ہوا کہ توجہ بتوجہ خاص جو اکابر نقشبندیہ کی اصطلاح ہے ایک مانع (حجاب، اوٹ) رکھتی ہے۔ جس کا سمجھنا مشکل ہے۔ پھر دو تین روز بعد یہ اطلاع بخشی گئی کہ ایسے شخص کے ساتھ نسبت کے رابطہ کا طریقہ جس کی حقیقت میں تجلی اعظم پورا ظہور رکھتی ہے۔ یہ بھی توجہ بتوجہ خاص ہے۔ سالک مبتدی کے حق میں بہت مفید اور انتہائی نافع ہے۔ پس حضرت اقدس نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ بھی اس کلمہ کے (توجہ بتوجہ خاص) بطون سے ایک بطن ہے۔

افادہ: **نعمت کا کمالِ شکر کس طرح** آپ نے فرمایا کہ نعمت کا کمال شکر یہ ہے کہ تمام اسباب اور تمام وسائل کی تعظیم نیز مسبب الاسباب تک وصول بھی اس منعم علیہ کے قلب و جوارح پر ظہور پائے اور اس سلسلہ کی عظمت اس کی نظر میں ممثل ہو جائے۔ پس اس وجہ سے خضوع و انکسار ان وسائط سے ہر ایک کے مناسب ظاہر ہوتا ہے تاکہ حضرت رب الارباب کی عظمت کامل طور پر اس کے دل پر غالب ہو جائے اور وہ ان تمام وسائط کو اللہ کے جود کا مظاہر اور ان کی تعظیم کو حق سبحانہٗ

[1] ان کے طالع سے آفتاب کو نسبت ہے۔ ان کو وہبی طور پر ملتا ہے۔ کسی مجاہدہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح آفتاب دوسرے سیاروں سے کچھ نہیں لیتا بلکہ ان کو دیتا ہے (نقی انور)

کی تعظیم کا تتمہ سمجھے۔ اس وقت الحمد للہ اسی سے حاصل کرے گا۔

افادہ: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمہ تن نفحۂ الٰہیہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک دن مولانا روم کا یہ شعر ؎

نفحہ آمد شمارا دیدہ رفت ٭ ہر کرا دریافت جاں بخشید ورفت

مجھ کو یاد آیا اور بہت تحسّر ہوا۔ اسی تحسّر میں ایک قسم کا تنفّس ظاہر ہوا۔ اسی درمیان یہ فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمہ تن نفحۂ الٰہیہ ہیں اور قرآن عظیم بھی نفحہ ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ سب نفحات جدا جدا تفصیل رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مثل نہیں ہیں اس کے بعد افاقہ ہوگیا۔

افادہ: افادہ و اِستِفَادہ کی صورتیں آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ افادہ و استفادہ کی گفتگو کر رہا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ افادہ و استفادہ کے طریقہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ شخص کسی ایسے کامل کے سامنے بیٹھے جو عالم تجرد کے ساتھ توجہ کُلّی رکھے اور وہاں سے اس کے دل پر انوارِ فیوض ریزش کریں۔ اور اس کے دل سے بغیر اس کے تعمّل کے (عمل کئے ہوئے) کیفیاتِ عجیبہ حاضرین میں سے ہر شخص کے حال کے مطابق ان کے باطن پر فائض ہوں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک جماعت کسی کامل کے حلقہ میں اپنے کو داخل کرے اور وہ (کامل) اپنے ارادہ سے حاضرین میں سے ہر ایک کے حال کی طرف متوجہ ہو کر افاضۂ برکات کرے۔ اور ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیضیاب ہو، پس بیدار ہو کر اس واقعہ کو حضرت اقدس کے حضور میں عرض کیا۔ آپ نے تصدیق واقعی فرمائی اور مقام اوّل کو انبیاء کے مقام سے تعبیر فرمایا کہ دراصل ان کا اس عالم کی طرف توجہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے اس عالم پر مترشح ہے وہ قسم اوّل کے مثل ہے اور قسم ثانی کا ولایتِ عامہ کے خواص کی طرف اشارہ فرمایا اور طور اول ہم کو دکھایا جو اس صاحب دورہ (قطب الاقطاب) کا طریقہ ہے۔

افادہ: انا الحق کا ظہور کب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت ایک علم عجیب افاضہ ہوا۔ (یعنی) ہر تجلی منشاءِ خلق ہے۔ ایک تجلی حیوان کی موجب ہے اور دوسری تجلی دوسری مخلوق کی موجد یہاں تک کہ آخری تجلی انسان کی ایجاد کا سبب ہوگئی۔ پس جب آدمی

کو رفتہ رفتہ اس تجلی کی طرف رجوع ہوتا (پڑتا) ہے تو لامحالہ وہ أنا الحق کہنے لگتا ہے اور یہی تھا جو کہنے والے نے أنا الحق کہا۔ لیکن وہ وہ أنا الحق نہیں ہے جو زبان زدِ اہل توحید ہے۔ بلکہ اس کے لئے زبان و بیان اور نام و نشان ہے اور وہ اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب حجابات بشریہ کا انبوہ چھٹ جائے اور صرف وہی ایک تجلی رہ جائے اور اس وقت أنا الحق کہنا اسی تجلی سے صادر ہے۔ پس اس کو حضرت اقدس کی حضور میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ علم حق ہے اور تجلی مذکور سے مطلب مبدأ ہے۔

مختصر بیان احوال سعادت اشتمال سالک واجد
صوفی ماجد شیخ محمد عابد جو حضرت اقدس کے
دعوت طریقت کے اجازت یافتوں میں ہیں

صحبت واجازت | ابتدائے فتوح میں ہے۔ لیکن بمقتضائے صفائی فطرت و علوِ استعداد راہِ خدا کا شوق پیدا ہوا۔ اور چشمہ فیض و برکت عارف باللہ الصمد حضرت شیخ محمد اور امام الطریق القویم قطب اللہ العظیم حضرت شیخ عبدالرحیم قدس اللہ اسرارہما کی خدمت میں حاضر ہو کر اشتغال طریقت کا استفادہ اور برکاتِ صحبت حاصل کئے اور اذکار و اشغال کی مداومت کی بدولت کمال کا ذوق و شوق اور ارباب وجد و حال کے احوال کی معرفت حاصل کی۔ ان صحبتوں کے اختتام کے بعد حضرت اقدس کی خدمت میں کمر بندگی باندھی اور لباس سپاہیانہ اتار کر اپنے کو کلیتاً مجردانہ

طور پر آپ (حضرت اقدس) کے سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ بہ فضل کارسازِ حقیقی فتح باب ہوا اور حجابات اسرار اٹھ گئے اور نسبت قوم کے شاہد نے بوجہ احسن جلوہ گری فرمائی۔ اور اس طائفہ علیہ کے مواجید ظاہر (وجد آگیں کیفیات ظاہر ہوئیں) ہوئے۔ پھر آنجناب سے رشد و ارشاد کی اجازت پا کر بہ استقامت تمام مسند آرائے افادہ و افاضہ ہوئے۔ اور آنجناب نے جو مثال ان کے لیے تحریر فرمائی اس میں ان کو ان الفاظ سے مشرف فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اخانا الصالح الراغب فی اتباع حبیب اللہ صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ المشتہر بذکر اللہ و تفکر فی الآء اللہ الشیخ محمد عابد زاد اللہ فی توفیقہ صحب سیدی الوالد وجدی لامی قدس اللہ اسرارھما واخذ منھما اشغال الطرق الثلاث النقشبندیہ والجیلانیۃ والچشتیۃ وعملھا مدۃ طویلۃ، وصحب بعدھما ھذا الفقیر عفا اللہ عنہ والحقہ بسلفہ وحصلت سکینۃ الباطنۃ والیادداشت علی ما احب ثم انہ شرح اللہ صدری ان اختارہ داعیا الی اشغال الطرق الثلاثۃ، وارتضیہ مرکبا یفیض محبتہ للموفقین من عباد اللہ والھمنی انہ حقیق بان یؤخذ عنہ الاشغال ویستضئ بنور صحبتہ السالکون وان اللہ جاعل فی صحبۃ الناس

بیشک ہمارے صالح بھائی شائق حبیب اکرم کی اتباع کے مشہور، اللہ کے ذکر سے اور اس کی نعمتوں میں تفکر کرنے والے شیخ محمد عابد اللہ تعالیٰ ان کو بیش از بیش توفیق عطا فرمائے، وہ میرے والد ماجد اور میرے جد مادری قدس سرہما کی صحبت میں رہے اور ان سے سلسلہ نقشبندیہ و جیلانیہ و چشتیہ کے اشغال حاصل کئے۔ اور طویل مدت تک ان پر عامل رہے پھر ان کے بعد اس فقیر کی صحبت میں رہے جس میں ان کو حسب دل خواہ سکینت قلبی (روحانی تسکین) اور یادداشت حاصل ہوئی۔ پھر اللہ نے میرے سینے کو اس بات کے لئے کھول دیا کہ میں ان کو تینوں طریقوں کے اشغال کی دعوت دینے کے لیے منتخب اور بندگان خدا کی تعلیم و تلقین کے لیے پسند کروں تاکہ وہ توفیق یافتہ بندگانِ خدا پر محبت الٰہی کا افاضہ کریں اور اللہ نے مجھے اس بات کا الہام کیا کہ وہ یقیناً اس لائق ہیں کہ ان سے اشغال اخذ کئے جائیں اور سالکین ان کے

خیراً - فہا انا اجیزہٗ لیبلغ الاشغال والاوراد التی سمعہا منی ومن السیدین المذکورین وعمل بہا ورای اثارہا الیٰ من توسم فیہ الخیر من الناس ا ہ۔

نورِ صحبت سے روشنی حاصل کریں - اور اللہ ان کی صحبت میں بھلائی پیدا کرنے والا ہے ۔ اب میں ان کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ وہ اشغال و اوراد کی تبلیغ کریں جو انہوں نے مجھ سے اور میرے سیدین مذکورین سے اخذ کئے ہیں اور ان پر عمل کیا ہے اور انکے فوائد ان لوگوں میں مشاہدہ کئے ہیں ۔ جن میں بھلائی کے نشانات روشن تھے

غرض کہ احکام شریعت میں پورا رسوخ اور وظائف طریقت میں اجتہاد دوام (حکم ناطق) اور بے رنگیِ حقیقت میں ناقابلِ بیان رنگ و رنگینی رکھتے ہیں۔ ان کی ذات تمام خوبیوں کی جامع اور لبا غنیمت ہے ۔

افادہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نادر شاہ کے حملہ سے کچھ پیشتر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک واقعہ میں دیکھا کہ آپ سراپا نور ہیں اور آپ کا لباس بھی نور ہے ۔ اور آپ شاہجہاں آباد کے حالات مجھ کو دکھلا رہے ہیں ۔ پھر ایسا ہی واقع ہوا۔

افادہ: ذاتِ حق میں فنائیت کی مثال انہوں نے بیان کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ذاتِ حق ایک دریا ہے اور اس شخص کا وجود اس دریا میں مثلِ حباب اٹھ رہا ہے اور اس میں اس دریا کے ساتھ ایک محبت و شوق پیدا ہو گیا ہے ۔ پھر جب اس دریا میں تلاطم برپا ہوا تو وہ حباب اس میں فنا ہو گیا یہاں تک کہ اس حباب کی کوئی صورت باقی نہیں رہی لیکن ایک محبت و شوق اس قطرہ میں اب بھی باقی ہے ۔

تذکرۂ حضرت میاں محمد شریف

خلیفۂ حضرت اقدس

بیان قدرے دربارۂ احوال استقامت اشتمال صاحب
شرف لطیف ذی المقام المنیف میاں محمد شریف جو
حضرت اقدس کے خلیفہ ہیں۔

صوفی، متشرع، صاحبِ استقامت اور پرہیزگار۔ ان کی جائے پیدائش ملک سندھ ہے
وہیں ابتدائً شیخ کلیم اللہ دہلوی کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ کی خدمت میں سلوک اشغالِ طریقت
کی مشق اور ریاضت و مجاہدات میں ترقی کرتے رہے۔ بعدازاں۔ وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِینَا
لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا کے حکم کے مطابق فضل الٰہی نے حضرت اقدس کی طرف رہنمائی کی اور سعادت
ازلی کے جاذبہ نے اس دیار سے کشاں کشاں آستانہ رفیع المنزلت پر پہنچا دیا۔ چونکہ اعلیٰ استع
کے حامل تھے لہٰذا ان تمام گزشتہ کمالات کو باد ہوائی سمجھ کر مقصود اصلی کی سعی پر کمربستہ ہوئے
اور بحکم ؎

ع بدریا چوں رسد سیلاب آغاز سفر باشد۔

سیر ہائے آفاقی سے گزر کر اور از سر نو سلوک کر کے سیر انفس میں قدم رکھ دیا اور مرش
حقیقی کی کار کشا توجہات سے تھوڑی ہی مدت میں لطائفِ نفس کے کمالات پر واقفیت
حاصل کر لی۔ اور بمصداق مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ مرتبہ کمال و تکمیل پر پہنچ گ

ع کان للہ بودہٗ در ماضی — تا کہ کان اللہ لہٗ آمد جزا

اور پھر رشد وارشاد کی اجازت پاکر وطن لوٹ آئے اور رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے۔

مرشد حقیقی کی آستانہ بوسی ان تمام کمالات کے علاوہ ان میں ایک نادر صفت بھی ہے جو موجودہ دور میں ان کی ذات کے علاوہ کسی میں نہیں پائی جاتی لیکن جس کو اللہ چاہے اور وہ یہ ہے کہ شراب وصال سے سیرابی کے باوجود تشنگی کامل ہے کہ ہر سال وطن مالوف سے جو کم وبیش ہزار میل کی مسافت پر ہے طے کر کے حضرت مرشد حقیقی کے آستانہ بوسی کے شرف سے مشرف ہو کر تازہ بہ تازہ فیوض جدیدہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔[1]

شَرِبْتُ الْحُبَّ كَأْسًا بَعْدَ كَأْسٍ — فَمَا نَفِدَ الشَّرَابُ وَمَا رَوِيْتُ

اس قحط الرجال کے دور میں بیان حال کی طلب (حال و مقام کی طلب) ان میں بے مثل ہے غرضکہ ان کی ذات صاحب آیات اس صفت میں اکابر سلف کی یاد دلاتی ہے اور طالبان خلف کی آگاہ ساز ہے۔

سند و اجازت جناب حضرت ولی نعمت دام مجدہم نے جو مثال ان کو مرحمت فرمائی اس میں اس طرح کی عنایات فرمائیں۔

دخل علينا في شهور سنة ثلث وخمسين
من المائة الثانية عشر اخونا في الله
الراغب في الوصول الى الله محمد شريف بن
خير الله مهاجر الطلب الطريقة الصوفية
وكان عالج اعمال الطريقة واشغالها
ومراقباتها قبل ذالك مدة وعرف غورها
ونجدها وتفحص عن سينها وشينها
وعرفته لطائف النفس والمقامات المستوية
والنسب المختصة بكل لطيفة والنسب التي
عليها مدار الطريقة المشهورة وعرفته
كيفية نقل التلميذ من لطيفة و

ہمارے پاس آئے ۱۱۵۳ھ کے مہینوں میں ہمارے دینی بھائی شائق وصول الی اللہ کے محمد شریف بن خیر اللہ مہاجر طریقہ صوفیہ کی طلب میں۔ اس سے قبل انہوں ایک مدت تک اعمال و اشغال و مراقبات سے اپنے نفس کا علاج کیا تھا اور اس کے نشیب و فراز کو پہچان لیا تھا اور اس کی اچھائیوں و برائیوں کو تلاش کر لیا تھا۔ پس میں نے ان کو لطائف نفس اور مقامات مستویہ ہر لطیفہ کے اور ہر لطیفہ کی مخصوص نسبت اور وہ نسبت جس پر طریقہ نقشبندیہ کا دار و مدار ہے، شناخت کرادی نیز شاگرد کے ایک لطیفہ سے دوسرے لطیفہ اور

---

[1] میں نے شراب محبت کے جام پر جام پیئے۔ نہ شراب ہی ختم ہوتی نہ میں ہی سیر ہوا۔

نسبة وسائر الدقائق المهمة وعرفته كيفية اظهار خوارق العادة وتوجهات المورثة لها كل ذالك كما فتح الله علی وفهمنی و بارك لی فی ما ورثته عن مشائخ معرفة كل ذالك كما ينبغی وزنته بالميزان الذی اعطانيه ربی فوجدته صحيحا، والحمد لله۔ فها انا اجيزه لارشاد الطالبين بالطريقة الصوفية علی تنوعها ولالباس الخرقة لهم والتوجه اليهم والصحبة معهم والبسته الخرقة الصوفية الخ۔

ایک نسبت سے دوسری نسبت کی طرف منتقل ہونے کی کیفیت (یعنی شاگرد اپنی موجودہ حالت سے کس طرح ترقی کی جانب منتقل ہوگا) نیز تمام اہم باریکیاں اور میں نے ان کو شناخت کرادی خوارق عادات کے اظہار کی کیفیت اور وہ توجہات جو خوارق عادات کو پیدا کرنے والی ہیں، یہ سب جیسا کہ کھول دیا اللہ نے مجھ پر اور مجھے سمجھ عطا فرمائی اور میرے لیے ان تمام چیزوں میں برکت دی جن کا میں اپنے مشائخ سے وارث ہوا ان سب کی معرفت جیسا کہ لائق ہے پھر جب، میں نے ان کو اپنے پروردگار کی عطا کردہ میزان میں وزن کیا تو اس کو درست پایا اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اب میں ان کو اجازت دیتا ہوں طالبین کے رشد وارشاد کا طریقہ صوفیہ پر مع اس کے اقسام کے نیز خرقہ پہنانے کا اور ان کی طرف توجہ کرنے کا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنے کا اور خرقہ صوفیہ کی نسبت کا۔ اور اسے میں نے خرقہ صوفیہ پہنا دیا۔

تذکرۂ حضرت شرف الدین محمد شاگردِ خاص حضرت اقدس

بیان قدرے از فضائل و جلائل صاحب
علم المؤید والعرفان المسددسیدی شرف الدین
محمد جو حضرت اقدس کے خاص شاگرد ہیں۔

ذہن کی سلامت روی اور قوت ادراک کی تیزی میں بیشتر صاحب استعداد حضرات میں ممتاز ہیں خوبی صفات اور حسن اخلاق میں یکتائے روزگار ہیں۔ رذائل سے مُعرّا اور فضائل سے مالا مال نیز احکام شریعت کے ساتھ تزکیۂ ظاہر اور آداب طریقت کے ساتھ تصفیۂ باطن ان کی ذات ستودہ صفات میں فطری ہے صوفیۂ صافیہ کے مشرب سے جبلّی طور پر سیراب ہیں اور اس طائفہ علیہ سے ذوق وشوق سے غذائے روحانی حاصل کرتے ہیں علوم قوم (صوفیہ) میں فہم رَسا رکھتے ہیں اور ان کی اصطلاحات کو خوب سمجھتے ہیں۔ گو کہ درحقیقت انہیں میں سے ہیں لیکن بظاہر سپاہیانہ وضع اختیار کئے ہیں، حضرت اقدس کے علوم خاصہ حاصل کرنے میں پورا انہماک رکھتے ہیں اور آپ کے اسرار کے ادراک میں مکمل طور پر فائز ہیں، چوں کہ فطرت صافی اور استعداد عالی رکھتے ہیں لہٰذا آنجناب کے بعض معارف کے پر تو نگن ہو گئے۔ چنانچہ رسالہ نقاوۃ التصوف جو عقائد کے اہم مسائل پر ان کی تصنیف ہے اور اس میں ادیان کے اختلافات کا سِرّ اور انبیاء کے طریقہ کا امتیاز اور تکلیف و مجازات (اس کی جزا) اور معاد جسمانی کے اسباب اور مسئلہ جبر و اختیار کا بیان ہے۔ اس سب کی نہایت محققانہ تحقیق کی چنانچہ حضرت اقدس نے اس کو ملاحظہ فرمانے کے

بعدان کو اپنے قلم کرامت رقم سے اس انداز سے مشرف فرمایا۔

موصوف کے رسالہ "نقاوۃ التصوف" پر حضرت اقدس کی تقریظ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد وہاب کریم جل مجدہٗ کی عنایات میں سے نفوس ذکیہ کے لیے افاضۂ ثلج ویقین ہے بوجہ عقائد حقہ کے اور راہ حق کے افادہ کے جو رہائی دلاتا ہے لغو شبہات سے اور الہام اور توجیہ مذاہب مختلفہ کے درمیان ہو جانے سے اور اس فقیر کے سامنے یہ بات حق الیقین کے ساتھ مقرر ہو گئی ہے کہ جب تک کسی شخص کے نفس ناطقہ نے صورت علمی کو مبدأ فیاض سے قبول نہیں کیا ہے۔ اور اس کے عین ثابت میں اس نور کو ودیعت نہیں رکھا گیا ہے اس علم کے بارہ میں کلام کرنا تحقیق اور فکر کی بہت سے گویا یہ بات اس کے نفس سے پیدا ہوئی ہے، کوئی اصلیت نہیں رکھتی۔ کما قال العارف الجامی

ے جامی اوصاف مے صاف نیارد گفتن
گر نہ فیضش رسد از باطن خم پے در پے

اور اس گروہ میں سے وہ لوگ جو اس نعمت مبارکہ سے سرفراز ہیں ان میں ہمارے برادر دینی شرف الدین محمد بھی ہیں جو خصائل سنیہ وہبیہ و کسبیہ سے متصف ہیں۔ اور رسالہ نقاوۃ التصوف میں بلند معارف اور عقائد حقہ کی تنقیح کی تحریر کی ان کو توفیق دی گئی ہے میں نے اس کا از اول تا آخر مطالعہ کیا میں نے اس کو راسخۃ المبانی اور صحیحۃ المعانی پایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف پر اپنی نعمتوں کی بارش نازل فرمائے اور اس کے ساتھ جود و کرم سے تمام احوال میں معاملت فرمائے اور دین و دنیا میں جو بھی اس کی تمنائیں ہیں ان کو پورا فرمائے۔ آمین۔ آمین، آمین۔

کتبہ الفقیر حقیر الی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن شیخ عبدالرحیم کان اللہ تعالیٰ لہٗ۔

تعارف رسالہ الوسیلہ الی اللہ اور دوسرا رسالہ موسومہ بالوسیلہ الی اللہ بھی انہیں کی تصنیف ہے۔ اس میں ایسا مسئلہ بیان کیا ہے جو عطیہ الٰہی اور اسرار دلی اللّٰہی کے چشموں میں سے ایک چشمہ جاری ہے۔ جو حضرت ولی الفضل والاحسان نے محض بطور امتنان ان کو عنایت فرمایا ہے، اور امید ہے کہ اس بات کا کشف آنجناب کے معارف خاصہ کے بہت سے مغلق مسائل کا کھولنے والا

چونکہ مسئلہ مذکورہ اس طائفہ علیہ کے فدویت گزین اور دل عقیدت میں جاگزیں ہے لہٰذا وہ اس کو اس کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ان اوراق میں لکھتا ہے اور وہ یہ ہے ۔

ان اول التعینات لحضرة الوجود المطلق الشان الکلی الذی لهٗ صلاحیة کل شان واعتبار واضافة یقال لهٗ فی لسان الصوفیة حقیقة الحقائق والبرزخ الاولی والوحدة وفی هٰذه المرتبة کل التعینات والحقائق مندمجة و الصوفیة قالوا بالکشف والوجدان انّ الحقیقة المحمدیة وفی وجدان الافقر انّهٗ لهٗ حقیقة هو بیان هویة فی تعینات الوجوبیة وهو التجلی الاعظم فی حاق وسط النفس الکلیة الانسان الکبیر وعلیه ینطبق الاسماء التسعة والتسعون وهویة فی تعینات الامکانیة وهو محمد صلی الله علیه وسلم ومن هٰهنا قال الشیخ الکبیر رضی الله عنهٗ بادنی تسامح للتجلی الاعظم انه الحقیقة المحمدیة کما فی باب السادس من الفتوحات المکیة وانتبه علی ذالک عن الحقائق عبارة عن الذات المتلبسة باحکام تلک الحقائق فی حضرة العلم والموجودات عبارة عن الذات المتلبسة باحکام تلک الحقائق واثارها فی حضرة العین فاذا اظهرت الکثرة من

بیشک حضرت وجود مطلق الشان کا پہلا تعین وہ کلی ہے جس کے لیے صلاحیت ہر شان اور اعتبار اور اضافت کی ہے جس کو صوفیاء کی زبان میں حقیقۃ الحقائق برزخ اولیٰ اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس مرتبہ میں کل تعینات و حقائق مندمج ہیں اور صوفیا نے کشف و وجدان سے یہ کہا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے اور وجدان افقر یعنی فقیر (میری) کی جہاں تک رسائی ہے) میں یہ ہے کہ وہ ایک حقیقت ہے اور وہی ہویت کا بیان ہے تعینات وجوبیہ میں اور وہ تجلّی اعظم ہے انسان کبیر کے نفس کلیہ کے وسط میں جس پر ننانوے اسما منطبق ہیں اور تعینات امکانیہ میں ہویت اور وہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں. اور اسی جگہ شیخ کبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ادنیٰ تسامح کے ساتھ تجلی اعظم (کیلئے) کے بارے میں کہ وہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ فتوحات مکیہ کے چھٹے باب میں ہے اور آگاہ کیا ہے اس بات پر حقائق سے ۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ ذات متلبّس ہے اپنے شیونات سے حضرت علم میں اور موجودات سے مراد وہ ذات ہے جو ان حقائق کے احکام اور اس کے آثار کے ساتھ حضرت عین (عین حقیقت) میں متلبس ہے پس جب اس ذات نے ظاہر فرمایا کثرت کو وحدت حقیقیہ سے اس کے مراتب کے ساتھ اس اعتبار سے کہ وہ مراتب متفاوت

الوحدة الحقيقة بمراتبها متفاوتة من
الافراط والتفريط والاعتدال بين تلك
الشيون ومن البديهي ان نسبة
المرتبة العالية الى ذالك الشان
الكلى اتم واولىٰ من نسبة غيره من
المراتب فاولوية نسبة التجلى الاعظم
اليه بديهى لا يخفىٰ على من له لطف
قريحة اما اولوية نسبة محمد صلى الله
عليه وسلم فمن تتبع احوال الكمل و
اخلاقهم من بدء النوع الانسانى
الىٰ اخره لا يخفى عليه ايضا ان احواله
واخلاقه صلى الله عليه وسلم كان
فى حاق وسط الاعتدال ففيه صلى الله
عليه وسلم الى ذالك الشان الكلى اتم
واولىٰ من جميع الافراد الكاملين والضرب
بهذا امثال ذالك الشان الكلى بمنزلة
الدائرة المحيطة وجميع افراد الكاملين
بمنزلة النقاط المحاطة فيها فى نسبة كل واحد
من تلك النقاط الى ذالك المحيط نسبة
متفاوتة اقراب الى جانب والبعد عن
جانب الا نسبة النقطة المركزية فانها
الى جانب المحيط سواء فللمركز مزيدة
خصوصية بالمحيط ليس لتلك الخصوصية

ہیں (باہم فرق رکھتے ہیں) افراط وتفریط اور اعتدال سے
جو ان شیون کے درمیان میں ہیں اور یہ امر بدیہی ہے کہ
مرتبۂ اعتدالیہ کی نسبت اس شان کلی کی طرف اتم واولیٰ ہے
مراتب میں سے اپنے غیر کی نسبت سے پس تجلی اعظم کی نسبت
اولیت بدلتی ہے اور یہ بات اس پر پوشیدہ نہیں ہے جس
کی طبیعت صاف ہے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
کی اولویت۔ پس جس نے کاملین کے احوال اور ان کے
اخلاق کی اتباع کی آغاز نوع انسان سے اس کے آخر تک
تو اس پر بھی یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے احوال واخلاق اعتدال کے وسط میں تھے۔ پس اس
میں یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کلی کی طرف
اتم واولیٰ ہیں تمام افراد کاملین سے اور اس کی مثال
بیان کرنا دہ یہ ہے کہ وہ شان دائرہ محیطہ کے مرتبہ
میں ہے اور تمام افراد کاملین ان نقطوں کے مرتبہ
میں ہیں جو اس میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان نقطوں میں
سے ہر نقطہ کی نسبت اس محیط کی طرف ایک ایسی نسبت
ہے جو باہم فرق رکھتی ہے۔ ایک جانب سے
قریب ہے اور دوسری جانب سے بعید
لیکن نقطۂ مرکزیہ کی نسبت تمام اطراف
سے برابر ہے۔ پس مرکز کو محیط کے ساتھ ایک
مزید خصوصیت ہے جو دوسرے نقطہ کو نہیں ہے
پس اس طور پر حکم کرنا کہ محیط مرکز کی حقیقت ہے یہ
اولیٰ ہے اس کے غیر سے۔ کیوں کہ محیط کی توجہ

نقطة اخرى فالحكم بان المحيط حقيقة
المركز اولى من غيره لان توجه
المحيط بجميع شيونه المركز على السواء
والى غيره من تلك النقاط لغلبة بعض
شيونه ومغلوبية لبعض آخر فاذا تمهد
هذا فليعلم ان بروز الحقائق مرة بعد اخرى
من المسلمات عند الصوفية كما قيل الياس
وهو ادريس عليهما السلام يعنى بذالك
ان حقيقتهما واحدة ظهرت فى شيخين و
برزت فى صورتين وهذا ليس تناسخ فيقول
الحقيقة المحمدية هى حقيقة الحقائق
فيه صلى الله عليه وسلم باكمل
الوجوه لكن لا بد لها من ظهورين فى مظهرين
آخرين هما وارثاه صلى الله عليه وسلم و
شارحا كماله وصدقها عليه صلى الله عليه
وسلم وعلى هذين الوارثين كصدق
الصورة النوعية على اكمل افراد
بصلاحية المادة لظهورها بتمامها
وعدم منعها بوجه من الوجوه لكنه
صلى الله عليه وسلم اقدم واسبق
وهما تابعاه فهو افضل وتلك
الظهورات الثلثة حقيقة الحقائق
اقتضتها الحكمة الازلية والرحمة

اپنے تمام شیون کے ساتھ مرکز ہے برابری
کے ساتھ اور ان نقاط کے علاوہ کی طرف
اس کے بعض شیون کے غلبہ سے اور بعض دوسرے
شیون کے مغلوب ہونے سے۔ جب یہ تمہید بیان
ہوچکی تو یہ جاننا چاہیے کہ ایک حقیقت کے بعد
دوسری حقیقت کا ظاہر ہونا (عالم وجود میں آنا) صوفیاء کے
نزدیک مُسلّمات سے ہے جیسا کہا گیا ہے کہ حضرت
الیاس وہی حضرت ادریس ہیں (یعنی اس سے یہ مراد
لیتے ہیں کہ ان کی حقیقت ایک ہے جو دو شخصوں
میں ظاہر اور دو صورتوں میں نمایاں ہوئی۔ اور یہ تناسخ
نہیں ہے، پس وہ کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ وہی
حقیقۃُ الحقائق ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
مکمل طور پر ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس کے
لیے دوسرے دو مظہروں میں دو ظہور ضروری ہیں
وہ دونوں آپ کے وارث اور آپ کے کمال
کی شرح کرنے والے ہیں۔ اور اس کا (حقیقۃ
الحقائق) صدق آپ پر اور آپ کے دونوں وارثوں
پر صورت نوعیہ کے صدق کی طرح ہے، کامل ترین
افراد پر مادے کی صلاحیت کی وجہ سے اپنے پورے
ظہور کے ساتھ اور بوجہ من الوجوہ اس
کے منع نہ ہونے کے سبب سے۔ لیکن آپ
سب سے پہلے اور سب سے سابق ہیں اور
وہ دونوں آپ کے تابع۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم

الالهیة قال تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمة
للعالمین لان الموجودات مظاهر لحقائق
وهی منتسبة من حقیقة الحقائق ولها جهتان
جهة الاشتمال والاحتواء علی جمیع الحقائق
وبهذه الجهة العالم کله مظهرها ولو
بواسطة وجهة المعدودیة فی عداد
الحقائق وبهذه الجهة لها مظاهر
خاصة اما فی المرتبة الوجوبیة فقد
عرفت۔ اما فی المرتبة الامکانیة ففی
کل عالم لها انموذج وظهور فی حاق
وسطه اما فی النوع الانسانی فهو الامّ
الثلثة لان الکمالات مرجعها الی
اصلین النبوة والولایة وحقیقة الحقائق
جامعة لها لان حقیقة النبوة برزخیة
بین الحق والخلق وهی اصل البرازخ
وحقیقة الولایة القرب بالله وهی
اقرب الحقائق الی اول الاوائل فلما فتح باب
النبوة وبعث الانبیاء علیهم السلام
واتسعت دائرة النبوة درجة بعد
درجة اقتضت الحکمة والرحمة ان
تظهر حقیقة الحقائق فی حاق وسطها
ظهورا اتما لا یتصور ظهورا اعلیٰ منه، قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

افضل اور یہ ظہورات ثلثہ (یعنی آپ اور آپ
کے دونوں وارث) حقیقۃ الحقائق ہیں (جب)
حکمت ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی
(تو) اللہ نے فرمایا، "وما ارسلناک الا رحمۃ
للعالمین" کیوں کہ تمام موجودات مظاہر ہیں حقیقۃ
الحقائق کے لیے اور وہ حقیقۃ الحقائق سے نسبت
رکھتے ہیں اور اس کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت اشتمال
دوسری جہت احتواء تمام حقائق پر اور اسی جہت
سے تمام عالم کل کا کل اس کا مظہر ہے اگرچہ
بالواسطہ ہو اور دوسری جہت جہت تعددیت
ہے اور وہ بھی حقائق میں سے ہے اور اس
جہت کے خاص مظاہر ہیں۔ مرتبۂ وجوبیت میں
تو تم نے اسے پہچانا۔ لیکن مرتبہ امکانیہ میں پس ہر
عالم میں اس کا ایک نمونہ ہے اور ایک ظہور ہے۔
وسط عالم میں۔ لیکن نوع انسانی میں وہی تین ہیں
کیوں کہ کمالات کا مرجع دو اصل کی طرف ہے
(یعنی، نبوت اور ولایت۔ اور حقیقۃ الحقائق اس
کی جامع ہے کیونکہ حقیقت نبوت حق اور خلق کے
درمیان ایک برزخ ہے جو برزخوں کی اصل ہے
اور حقیقت ولایت قرب باللہ ہے جو اقرب
الحقائق ہے اوّل الاوائل (ذات) کی طرف
جب باب نبوت کھل گیا اور انبیاء علیہم السلام
مبعوث ہوئے اور دائرہ نبوت درجہ بدرجہ

وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی فسخ الشرائع
بشریعتہ، وختم الشرائع بشریعتہ
وختم النبوۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم
فھو اول مظھر لتلک الحقیقۃ لکن
لما کان المقصود اتمام حقائق النبوۃ
واتقانھا فکل ما ظھر منہ صلی اللہ علیہ
وسلم فھو من باب النبوۃ وحقائقھا
واحکامھا واٰثارھا ولم یتکلم صلی
اللہ علیہ وسلم بحقائق الولایۃ
واسرارھا بقصور افھام اکثر الخلق
الا برمز وایماء مع الخواص فبعد بقی حقائق
الولایۃ واسرارھا مکتومًا لمصلحۃ
العامۃ فلما ختمت النبوۃ والفت
احکامھا ورسخت فی نفوس الانسانیۃ
واحاطت بھا حیث لم تبق رتبۃ
التزلزل فیھا کما قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم "یئس الشیطان ان یعبد
غیر اللہ فی جزیرۃ العرب" اقتضت
الحکمۃ ان تظھر حقائق الولایۃ بازدۃ
وتتسع دائرتھا فظھر للولایۃ فی ھذہ
الامۃ المرحومۃ شان خاص لم یکن
من قبل لکن اتساع دائرتھا ایضا ذریجی

وسیع ہوتا گیا تو حکمت اور رحمت اس کی مقتضی ہوئی
کہ حقیقۃ الحقائق اس کے مین وسط میں ظہور
تام کے ساتھ اس طرح ظاہر ہو کہ کوئی ظہور اس
سے اعلیٰ متصور نہ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں اس
لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں"
اور اللہ تعالیٰ نے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی" فرما کر اور شریعتوں کو اپنی شریعت سے
منسوخ کر دیا۔ اور آپ پر نبوت ختم کر دی گئی
پس آپ ہی اس حقیقت کے سب سے پہلے مظہر
ہیں۔ چونکہ حقائق نبوت کا اتمام و استحکام مقصود
تھا لہٰذا ہر وہ چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر
ہوئی وہ باب نبوت اور اس کے حقائق و احکام و آثار
سے ہے۔ اور نبی نے ولایت کے حقائق و اسرار کے
سلسلے میں مخلوق (عوام) کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے
کلام نہیں فرمایا لیکن خواص سے رمز و اشارہ سے
پس اس کے بعد ولایت کے حقائق باقی رہے اور
اس کے پوشیدہ اسرار مصلحت عامہ کی وجہ سے
پھر جب نبوت ختم ہو گئی اور اس کے احکام جمع کر
دیئے گئے اور وہ نفوس انسانیہ میں راسخ ہو گئے
اور اس کو اس طرح گھیر لیا کہ اس کے متزلزل ہونے
کا شبہ باقی نہ رہا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ "شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا
کہ جزیرۃ العرب میں غیر اللہ کی عبادت کی

لاستعدادات اللاحقين ولاسباب
اخر ايضاً كما لا يخفى على من تتبع احوال
الصحابة والتابعين وطبقات الصوفية
فلما اتسعت دائرتها واستعدت النفوس
استعدادا تاما ظهرت حقيقة الحقائق
في حاق وسطها في مظهرها الثاني
لتيقن قوانين حقائق الولاية منها
القول بوحدة الوجود ولوازمها وتدوين
قواعد اسرارها واحكامها وآثارها
وهو الشيخ الاكبر والنور الازهر محي الدين
محمد بن العربي رضي الله عنه فهو الفاتح
انجام الولاية الخاصة المحمدية اما كونه
فاتحا فلانه نبه الكتب في الحقائق وتعين
قواعدها وتفصيل مجملها بحيث لم
يتيسر لاحد قبله على من تتبع مصنفاته
اما كونه خاتما فلان حقيقة الحقائق
ظهرت في هذا المظهر لاجل اظهار حقائق
فينا التي هي اصل الولاية فتحقيق
الشيخ رضي الله عنه بهذه الجهة
مقصود اولي بحيث لم يصح لاحد بعده
فهو خاتم لهذا التحقيق الاولي وكل من
تحقق بحقائق الولاية التي فتحت بالشيخ
فمنة الشيخ في رقبته علم اولم

جائے ،، تو حکمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی کہ
حقائق ولایت کھل کر ظاہر ہوں اور اس کا
دائرہ وسیع ہو جائے ۔ تو لہٰذا اس امت
مرحومہ میں ولایت کے لیے ایک خاص شان
ظاہر ہوئی جو اس سے قبل نہ تھی ۔ لیکن اس
دائرہ کی وسعت بھی تدریجی ہے کیوں کہ لاحقین
کی استعدادیں اور دوسرے اسباب بھی ہیں اور
یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں ہے جس نے احوال
صحابہ، تابعین اور طبقات صوفیہ کی اتباع کی ۔
پھر جب اس کا دائرہ وسیع ہو گیا اور نفوس
استعداد تام کے ساتھ مستعد ہوئے تو حقیقۃ
الحقائق اس کے وسط میں اپنے مظہر ثانی میں ظاہر
ہوئی تاکہ وہ حقائق ولایت کے قوانین کو مستحکم
کر دے ، اسی میں ایک قول وحدت الوجود اس
کے لوازم ، اس کے اسرار کے قواعد اور اس کے
احکام و آثار کی تدوین ہے ۔ اور وہ مظہر ثانی ا
شیخ اکبر، نور ازہر محی الدین محمد ابن عربی ہیں ۔ جو
ولایت خاصہ محمدیہ کے انجام کے فاتح ہیں ۔
لیکن ان کا فاتح ہونا اس لیے ہے کہ انہوں نے
حقائق کی تفصیل کے سلسلہ میں آگاہ کیا ہے اور اس
کے (حقائق کی) اجمال طور پر تفصیل کی ہے اس
حیثیت سے یہ بات ان سے قبل کسی کو حاصل
نہیں ہوئی ، اور جس نے آپ کو تصانیف کا

یعلو لانہ الفاتح السابق کما ان منة
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی رقبة
الشیخ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم سابق
فی مظہریة حقیقة الحقائق و شرط
لمظہریة الشیخ لہا لذالک قال
فی الفصوص بعد تحقیق طویل فی حق
خاتم الولایة فہو حسنة من
حسنات الرسول ثم لما دونت علوم
الولایة وقواعدها وقوانینها وبحقیقة
النفوس الکاملة باصولها وفروعها
وغلب علی الاستعدادات المختلفة
نتائجها وثمراتها ومر الدهور و
العصور (الاعصار) وتطاولت الیها
ایدی الافکار اختلطت علوم الولایة
بعلوم النبوة لشدة غموضها اختلاطا
صعب التمیز بینهما بل اختلط العلوم
کلها من النافعة والضارة
لاختلاط الناس عربهم وعجمهم
ولاختلاط استعداداتهم و
لتمارس العلوم وتداول الکتب بینهم
فتیسر لکل احد من الناس ان یحمل
ای عبارة من ای علم شاء علی وفق
مذاقه بطرق من الاعتبار ویستدل

تتبع کیا اس پر بات مخفی نہیں ہے۔
لیکن آپ کا خاتم ولایت محمدی ہونا
تو اس لیے کہ حقیقۃ الحقائق اس مظہر میں ظاہر ہوئی
ہم میں حقائق کے اظہار کی وجہ سے جو کہ اصل
ولایت ہے۔ پس شیخ رضی اللہ عنہ کی تحقیق اس
اعتبار سے مقصود اوّل ہے۔ اس حیثیت سے کہ
یہ تحقیق ان کے بعد کسی کے لیے صحیح نہیں ہے
کیونکہ آپ خاتم تھے۔ اس تحقیق اُولیٰ
کے لیے (یعنی جو کچھ آپ نے لکھ دیا اس کے بعد
اب تصوف کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس پر
کوئی قلم اٹھا سکے اور نہ کسی کے بس کی بات ہے)
اور جو شخص حقائق ولایت کے ساتھ متحقق ہوا جو
شیخ کے ذریعہ مفتوح ہوئی پس شیخ کا احسان اس کی
گردن پر ہے۔ اس نے جانا ہو یا نہ جانا ہو (خواہ وہ
سمجھے یا نہ سمجھے کیونکہ فاتح سابق آپ ہی ہیں (فتح
باب آپ ہی سے ہے) جیسا کہ (آپ نے) نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات کے لیے تعلیم حاصل کی
کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃ الحقائق کی مظہریت
میں سابق ہیں اور شیخ کی مظہریت کے لیے شرط
ہیں۔ اس لیے شیخ نے فصوص میں طویل تحقیق
کے بعد کہا ہے خاتم ولایت کے حق میں۔ پس وہ
ایک نیکی ہے نبی کی نیکیوں میں سے۔ پھر جب
علوم ولایت اور اس کے قاعدے و قوانین مدوّن

بها علی دعواه وهو لا یدری ان حملها
بطریق الاعتبار وان فن الاعتبار لاینافی
به الاستدلال فاشتبه الامر علی
نفوس المستعدین وتعسر التحقیق لها
بالعلوم علی خیالها. فاصیبت المصیبة
واستطارت البلیة کل الجهات حتی
ان الزنادقة والملاحدة تستروا فی زی
الصوفیة وتطاولت ایدیهم بعبارات
القرآن العظیم والاحادیث النبوی صلی
اللّٰه علیه وسلم وکلمات المشائخ
الکبار وحملوها علی غیر المراد فضلوا
اضلوا فکاد الزمان ان یکون
شبیها بزمان الجاهلیة فاقتضی
التدبیر الکلی والحکمة الازلیة
ان تظهر حقیقة الحقائق بالقدر
المشترک الجامع بین علوم النبوة
والولایة بل الجامع بین العلوم
کلها مرة اخری فی مظهر الثالث
لیکون منصة بظهور حقائقها
الجامعة الممیزة بین العلوم
ومراتبها فهو یعین قوانین
ویدون قواعد یحصل لها الامتیاز
وامام بین علوم النبوة والولایة

کئے گئے اور نفوس کاملہ کی حقیقت اپنے اصول
وفروع کے ساتھ مرتب کی گئی اور اس کے نتائج
وقواعد استعدادات مختلفہ پہ غالب آئے اور زمانے
واوقات گزرتے رہے اور فکروں کے ہاتھ اس
کی طرف بڑھے اور ولایت کے علوم نبوت کے
علوم کے ساتھ مخلوط ہوگئے۔ اس کی سخت مشکلات
کی وجہ سے اور ان کی استعدادوں کی اختلاف کی
وجہ سے اور علوم کے ساتھ مشق ومہارت ہونے کیوجہ
سے اور کتابوں کے مستعمل ہونے کی وجہ سے ان لوگوں
کے درمیان پس ہر شخص کے لیے یہ بات آسان ہو
گئی کہ وہ اپنے مذاق کے مطابق فنی اعتبار سے جو
عبارت جس علم سے چاہے اٹھالے اور اپنے دعووں پہ
اس سے استدلال کرے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ
اس کا اختیار (صحیح طور پہ) بطریق اعتبار ہے یا نہیں)
اور یہ کہ اعتبار کا فن اس کے ساتھ استدلال کرنے کی نفی
نہیں کرتا پس یہ امر مستعدین کے نفوس پہ مشتبہ ہوگیا
(یعنی انہوں نے صحیح تحقیق نہیں کی اور اصول کا لحاظ
نہیں کیا) اور ان کے لیے علوم کی تحقیق ان کے خیال پہ
مشکل ہوگئی پس دقت پیدا ہوگئی اور ہر سمت سے مصیبتیں
کھڑی ہوگئیں، یہاں تک کہ زندیقین اور ملحدین صوفیاء
کے لباس میں جا چھپے اور ان کے ہاتھ قرآن عظیم کی عبارتوں
احادیث نبوی اور مشائخ کبار کے کلمات پہ دراز ہوگئے
(یعنی انہوں نے خوب تحریفات کیں) اور قیاس کیا اصل

بل بين العلوم المعتدة كلها من
التفسير والحديث والفقه و
الكلام والتصوف والسلوك فينزل
كل علم منزلته ويبلغ كل عبارة
واشارة مبلغه وهو الكامل
المكمل زبدة المتقدمين
قدوة المتاخرين قطب المدققين
غوث المحققين الشيخ ولى الله
المحدث الدهلوى سلمه الله
سبحانه وتعالى ومن كان له
لطف قريحة وطالع مصنفاته
الشريفة وتحقق بقواعد هاو
قوانينها خصوصًا الكتاب حجة
الله البالغة، واللمحات والطاف
القدس، والهمعات والمكتوب
المرسل الى المدينة والكتاب
المسوى فى شرح المؤطا
لم تبق له ريبة فى
تصديق هذا المطلب الانهى
والمقصد الاقصى قل الحق من
ربكم فمن شاء فليؤمن و
من شاء فليكفر فمثل مصنفاته
الشريفة بالنسبة الى التصانيف

مقصد کے غیر پر (یعنی جو معنی مراد نہیں تھے وہ مراد
لیے) وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ
کیا پس قریب تھا کہ زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے مشابہ
ہو جائے۔ پس تدبیر کلی اور حکمت ازلی اس کی مقتضی
ہوئی کہ حقیقۃ الحقائق قدر مشترک کے ساتھ ظاہر ہو
(یعنی ایسے معنی جو سب کو جامع ہوں) جو نبوت وولایت
کے علوم بلکہ کل علوم کے درمیان جامع ہو دوبارہ مظہر
ثالث میں تاکہ وہ منصۂ ظہور پر (علانیہ طور پر) اس کے
حقائق کی تصحیح کرے اور علوم اور اس کے مراتب کے درمیان
تمیز کرائے اور قاعدے وقوانین متعین ومدون کرے
(تاکہ) ان کے ذریعہ امتیاز حاصل ہو اور وہ نبوت وولایت
کے علوم کے درمیان امام ہو۔ بلکہ تمام علوم معتبرہ کے
درمیان جیسے تفسیر، حدیث، فقہ کلام، تصوف اور
سلوک اور وہ ہر علم کے مرتبہ کو پہنچے اور اسے ہر عبارت
واشارت پر رسائی حاصل ہو۔ اور وہ کاملین میں سب
سے مکمل زبدۃ المتقدین، قدوۃ المتاخرین
قطب المدققین غوث المحققین شیخ ولی اللہ محدث
دہلوی ہیں۔ اللہ ان کو سلامت رکھے۔ اور جو شخص
پاکیزہ طبیعت ہو اور اس نے آپ کی تصانیف
کا مطالعہ کیا ہو اور آپ کے قواعد وقوانین کی
تحقیق کی ہو خصوصًا کتاب حجۃ اللہ البالغہ لمحات
الطاف القدس، ہمعات، مکتوب مدنی اور کتاب
مسوی شرح موطا کا۔ اس کے لیے اس بلیغ مطلب

السابقة في العلوم مثل رجل ماهر باللغات باسرها اتی جماعة وجد وادينارًا يطلب بہ كل واحد بلغته العنب فوقع اللدغ والدفع بينهم بسبب اختلاف الفاظهم فاخذ هٰذا الرجل دينارًا من ايديهم واشترى عنبا واعطاهم فلما راؤ ذالك شكر والہ ورضوا بينهم وتعانقوا فافهم -

و مقصد کی تصدیق میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہیگا "کہہ دو حق تمہارے رب سے ہے، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے" پس آپ کی تصنیفات شریفہ کی مثال بہ نسبت تصنیفات سابقہ فی العلوم کے مرد ماہر کی طرح ہے جو تمام زبانوں کا ماہر ہے وہ ایک ایسی جماعت کی طرف آیا جس نے ایک دینار پایا اور اس جماعت کا ہر فرد اپنی اپنی زبان میں عنب (انگور) طلب کر رہا تھا۔ بات یہاں تک بڑھی کہ ان میں آپس میں جھگڑا ہونے لگا۔ (یعنی ان کی زبانیں مختلف تھیں جس کی وجہ سے لفظی نزاع واقع ہوا) پس اس شخص (ماہر فن) نے ان کی لڑائی دیکھ کر) وہ دینار ان سے لے لیا۔ اور انگور خرید کر ان کو دیدیئے۔ جب انہوں نے انگور دیکھے تو اس کا شکریہ ادا کیا، خوش ہوئے اور ایک دوسرے کے گلے ملے (اس بات سے تم خود سمجھ لو)

تشریح : بیشک حضرت وجود مطلق الشان کا پہلا تعین وہ کلّی ہے جس میں ہر شان و اعتبار و اضافت کی صلاحیت ہے (یعنی حقیقت محمدی جو ذات باری تعالیٰ کا پہلا تعین ہے ذات کی ہر شان و اعتبار و صلاحیت کا جامع ہے) جس کو صوفیاء کی زبان میں حقیقتُ الحقائق، برزخ اولیٰ اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس مرتبہ میں کل تعینات وحقائق مندمج ہیں۔ اور صوفیائے کشف و وجدان نے کہا ہے کہ یہ حقیقتِ محمدیہ ہے۔ اور میرے وجدان میں وہ ایک حقیقت ہے جو عالم امر کے مشکل تعینات میں ہوّیت کا بیان ہے۔ اور وہ عالم کبیر یعنی کائنات کے نفس کلیہ کے وسط میں تجلی اعظم ہے جس پر ننانوے اسماء منطبق ہیں (یعنی ذات باری تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی جامع تجلی سے ظاہر ہوتی ہے) اور پیدا ہونے والے تعینات میں ہوّیت ہے (یعنی ان تعینات پر باطنی طور سے ساری وطاری ہے) اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی کائنات کا مادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۵

کی بشریت سے ظاہر ہوا ہے) اور اسی جگہ شیخ کبیر رضی اللہ عنہ نے ادنیٰ تسامح سے تجلی اعظم کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ حقیقتِ محمدیہ ہے جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ کے چھٹے باب میں ہے اور اس بات پر حقائق سے آگاہ کیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات حضرت علم میں اپنے شیونات میں متلبس ہے (یعنی ذات باری تعالیٰ علم سے پرے ہے البتہ اس کے شیونات کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے) اور موجودات سے مراد وہ ذات ہے جو شیونات کے احکام و آثار کے ساتھ حضرت عین (یعنی حقیقۃ الحقائق) میں متلبس ہے، پس جب اس ذات یعنی حقیقۃ الحقائق نے کثرت کو وحدت حقیقت سے اس کے مراتب کے ساتھ افراط و تفریط اور اعتدال کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ تو یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ اعتدالیہ کی نسبت دوسرے مراتب کی نسبتوں سے اس شان کلی کی طرف اُتم و اُولیٰ ہے۔ پس تجلی اعظم کی نسبت اولیت بدیہی ہے اور جس کی طبیعت صاف ہے اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں پس جس نے کاملین کے احوال اور ان کے اخلاق کی اتباع آغاز نوع انسانی سے اس کے آخر تک (یعنی بشریت کی ابتداء سے بشریت سے مُبرّا ہونے تک) کی اس پر بھی یہ بات چھپی نہ رہے گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اخلاق اعتدال کے وسط میں تھے۔ اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُولویت ہے، اَلنَّبِیُّ اَوْلیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ الخ۔ پس اس میں یہ بات ہے کہ نبی اس شان کلی کی طرف تمام افراد کاملین میں سے اُتم و اُولیٰ ہیں۔ (یعنی حقیقت محمدی یا تجلی اعظم سے جو فیض محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے فرد کامل کو خواہ وہ ولی ہو یا نبی، حاصل نہیں ہو سکتا) اور اس کی مثال یہ ہے کہ وہ شان کلی یعنی حقیقت محمدی دائرہ محیطہ کے مرتبہ میں ہے اور تمام افراد کاملین ان نقطوں کے مرتبہ میں ہیں جو دائرہ محیطہ میں ہیں اور جن سے دائرہ بنا ہے۔ اس مثال کا نقشہ منسلک ہے [ص ۶۵۵] (تقی انور)

(جاننا چاہیئے کہ واقعہ معراج میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے پوچھا کہ یا اللہ تیری نماز کیا ہے تو جواب ملا ثنائے ذاتی" یعنی حمد۔ محمد کے معنی ہیں حمد کیا گیا، اور الحمد للہ کے معنی ہیں کہ حمد اللہ کے لیے ہے۔ پس ذات باری تعالیٰ کا جو عقل و فہم و ادراک سے بالاتر ہے مرکز توجہ یہی ثنائے ذات ہے، یعنی ذات میں عبد و معبود یکتا ہیں۔ ثنا کرنے والا عبد ہے اور جس کی ثنا کی گئی ہے وہ معبود ہے۔ اور یہی عبد و معبود کی یکتائی عرفان ذات ہے۔ پس

اللہ نے عبد کو دیکھا اور معبود کو عین یکتائی میں پوشیدہ رکھا اور عبد نے معبود کو پہچانا۔ اور بحیثیت مرکز توجہ ہونے کے اس کا شہود ذات باری تعالیٰ کے لیے وہ نور ہے جو احادیث شریفہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ میں مذکور ہے یہی نور، حقیقت محمدی ہے جس سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حقیقتیں ظاہر ہوئیں اور یہی سب نقاط سمٹ کر وہ قلم بنے جو عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ اور انھیں نقاط کا انبساط روح کلی کہلاتا ہے ۔ اور یہی حقیقتیں ملائکہ کی تخلیق کے سلسلے میں عقول کہلاتی ہیں۔ چونکہ اولیاء کی حقیقتیں انبیاء علیہم السلام کی حقیقتوں کے دوائر سے ظاہر ہوئیں لہٰذا ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے ، ان دوائر کا نصف سے کم حصہ حقیقت محمدی سے اقرب ہونے کے باعث اولیائے محمدی المشرب کی حقیقتوں کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا نصف سے زائد حصہ اولیائے مختلف المشارب کی حقیقتوں کو ظاہر کرتا ہے ، اسی لیے اولیائے محمدی المشرب "اَوْلِیَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل" ہیں ، ان نقطوں میں سے ہر نقطہ کی نسبت اس محیط کی طرف ایسی نسبت ہے جو باہم فرق رکھتی ہے کیونکہ ایک جانب سے قریب ہے اور دوسری جانب سے بعید ہے مگر نقطہ مرکزیہ کی نسبت تمام اطراف سے برابر ہے پس مرکز کو محیط کے ساتھ ایک مزید خصوصیت ہے جو دوسرے نقطہ کو نہیں ہے ، پس اس طور پر حکم کرنا کہ محیط مرکز کی حقیقت ہے یہ اس کے برعکس حکم سے اولیٰ ہے (یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو حقائق پیدا ہوئے وہی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ہیں) کیونکہ محیط کی توجہ یکساں اپنے تمام شیون کے ساتھ مرکز پر ہے ، اور نقاط کے علاوہ کی طرف (یعنی اعتبارات کی جانب البعض شیون کے غالب اور بعض کے مغلوب ہونے سے (نقی النور)

جب یہ تمہید بیان ہو چکی تو جاننا چاہئے کہ ایک حقیقت کے بعد دوسری حقیقت کا ظاہر ہونا صوفیاء کے نزدیک مسلّمات سے ہے (یعنی جس طرح حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اطوار نبوت و ولایت کی حقیقتیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوئیں اسی طرح ہر حقیقت سے دوسری دو حقیقتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں) جیسا کہ کہا گیا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ، اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کی حقیقت ایک ہے جو دو[۲]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۷

صورتوں میں ظاہر ہوئی اور یہ تناسخ نہیں ہے (کیونکہ تناسخ میں ارواح دوسرا جسم حاصل کرتی ہیں اور یہاں حقیقت نے دوسری شکل اختیار کی ہے) پس وہ (شیخ اکبر) کہتے ہیں کہ حقیقت الحقائق وہی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکمل طور پر ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس کے لیے دوسرے دو مظہروں میں دو ظہور ضروری ہیں وہ دونوں آپ کے وارث ہیں اور آپ کے کلام کی شرح کرنے والے ہیں۔ اور اس کا صدق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے دونوں وارثوں پر صورت نوعیہ کے صدق کیطرح ہے (یعنی جس طرح انسان کی صورت نوعیہ لطائف سے مرتب ہوئی یعنی قلم سے قامت انسانی مقرر کر کے مٹی کا پتلا بنایا گیا اور اس میں اخفیٰ، خفی، سر اور قلب کے مقامات متعین کر کے روح پھونکی گئی تو روح و قلب و نفس کا شہود جسم انسانی میں ہوا) اور کامل ترین افراد پر مادے کی صلاحیت کے باعث حقیقت الحقائق کا اپنے پورے ظہور کے ساتھ ظاہر ہونا منع نہیں ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اور سب سے سابق ہیں اور وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں اور یہ تینوں ظہور مختلف اوقات میں حقیقت الحقائق کے مظاہر کلی ہیں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کی رو سے حکمت ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی (کیونکہ جب تک نبوت وولایت کی پوری پوری تشریح نہ ہو جائے حقیقت الحقائق کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت نہیں ہوتا)۔

نبوت کی مکمل تشریح کے بعد ولایت کی تشریح مکمل ہونے کے لیے قیامت تک جاری رہے گی) کیونکہ تمام موجودات حقائق کے مظاہر ہیں اور حقیقت الحقائق سے منسوب ہیں اس نسبت کی دو جہتیں ہیں۔

جہت ۱ اشتمال (شامل کرنا)

اور جہت ۲ احتواء (گھیر لینا)

اور اس جہت سے تمام عالم کل کا کل اس کا (حقیقت الحقائق کا) مظہر ہے اگرچہ بالواسطہ ہو دوسری جہت معدودیت ہے اور وہ بھی حقائق میں سے ہے (یعنی ایک کے عدد سے بیشمار اعداد وجود میں آ گئے جن کی انتہا نہیں) اور اس جہت کے مظاہر خاصہ ہیں (یعنی ایک حقیقت الحقائق سے سارے انبیاء و اولیاء کی حقیقتیں ظاہر ہوئیں اور ہر حقیقت ایک حقیقت خاصہ ہے)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۸

مرتبۂ وجوبیت میں تو تم نے اسے پہچانا (جیساکہ نقشہ منسلکہ سے ظاہر ہے، مرتبۂ امکانیہ میں ہر عالم کے وسط میں اس کا ایک نمونہ اور ظہور ہے۔ لیکن نوع انسانی میں وہی تین ہیں کیونکہ کمالات کا مرجع دراصل نبوت وولایت کی طرف ہے۔ اور حقیقت الحقائق ان دونوں کی جامع ہے کیونکہ نبوت کی حقیقت حق اور خلق کے درمیان ایک برزخ ہے اور وہی برزخوں کی اصل ہے اور حقیقتِ ولایت اللہ کے ساتھ قرب ہے اور وہ اقرب الحقائق ہے اوّل الاوائل یعنی ذات باری تعالیٰ کی طرف (التقی النور)

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔
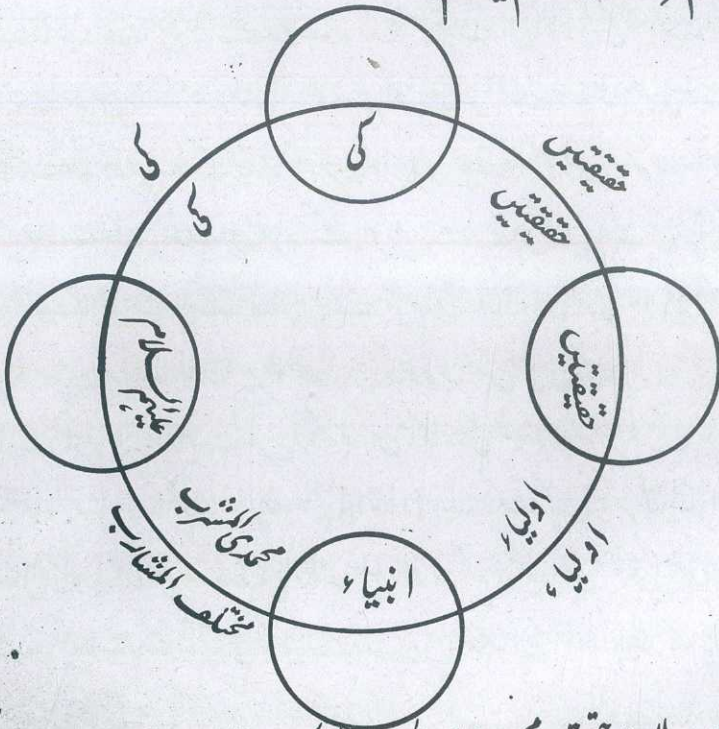
نبوت وولایت حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اطوار ہیں۔ پہلے طور سے انبیاء کی حقیقتیں (سرخ نقاط) وجود میں آئیں۔ پھر ان حقائق نے دوائرہ بنائے وہ اولیاء کی حقیقتیں (سبز اور نیلے نقاط) ہیں سبز نقاط حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب ہونے کے باعث اَولیاءُ اُمّتی کَاَنبیاءِ بَنی اِسرائیل کی حقیقتیں ہیں جو محمدی صلی اللہ علیہ وسلم المشرب ہیں، اور نیلے نقاط بعد کی وجہ سے اولیاء مختلف المشارب کی حقیقتیں ہیں۔ اور دونوں زیر قدم انبیا یہی حقائق سمٹ کر قلم ہیں اور اپنے انبساط میں روح کلی ہیں۔

تذئیل

در حکایت حال عبد ذلیل

مؤلف کتاب ہٰذا واضح کرتا ہے کہ جب یہ بندۂ ضعیف ان اوراق کی ترتیب و تسوید سے فارغ ہو چکا تو اسے بغرض ملاحظہ مجدد ملت حکیم الامت حضرت ولی نعمت دام مجدہم کی خدمت عالی میں پیش کیا آپ نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس میں اپنے حال کا بھی اضافہ کر دو۔ اس غلام نے چونکہ اس قسم کے حالات جو اس کتاب میں تحریر کئے اس میں سے اپنے میں کوئی بات بھی نہ پائی اور نیز آنجناب کے اصحاب کاملین سے منسلک ہونے میں اسے شرم آئی (لہٰذا) اس حکم کی تعمیل میں معذرت خواہ ہوا۔ جب اس سلسلہ میں میرا عذر اور تاخیر ملاحظہ فرمائی تو خود بہ نفس نفیس ایک اپنی تحریر مشتمل بر بیان کرامتہائے ذات، منبع اسرار ولایت تحریر فرما کر جو اس ناکارہ کی نسبت ظاہر ہوئیں خاکسار کو شرف امتیاز و افتخار بخشا۔ اور حکم دیا کہ اپنے حال کی ابتداء اس سے کرو۔ پس بحکم اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ناچار اس جلیل القدر حکم کی تعمیل میں مشغول ہوا اور ذات مصدر کرامات کی توجہات کے نتائج کی حکایات کہ وہی اس مقالہ میں مقصود بالذات ہیں۔ شکراً وثناءً لا فخراً ونواءً اس مکتوب کے بعد درج کیا۔ ومن اللّٰہ العصمۃ والسداد فی المبدأ والمعاد۔

اور وہ مکتوب یہ ہے:۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲۹

نوٹ: نقشہ میں محیط کے صرف چار نقاط کے دوائر دکھائے گئے ہیں دراصل محیط کا ہر نقطہ ایک دائرہ بناتا ہے (تقی انور)

مکتوب حضرت اقدس بنام مؤلف ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد:۔

فان اخانا الشیخ محمد عاشق نعم اللہ تعالیٰ علیٰ ظاھرہ وباطنہ کثیرۃ لا تحصی ولا احصیھا وبرخ من جملتھا ان خلقہ اول ماخلق زاھدًا فی الدنیا راغبًا فی سلوک طریق الوصول الی اللہ تعالیٰ فلا اذکرانی سمعت منہ اول سن تمیزی وتمیزہ کلامایدل علی رغبتہ فی الاموال والمناصب واللذات الحسیۃ الخسیسۃ بل کان من اول عمرہ غایۃ ھمتہ ونھایۃ نھیتہ ان یصل الی ماینزعہ الیہ استعداد الجبلی وجذبہ الیہ اللطف الازلی ومن جملتھا ان انشاہ من بیت الولایۃ وجعل الانظار المشائخ ۔ فکم من لطف حصل لہ من سیدی الوالد قدس سرہ ومن ابیہ وعمہ قدس سرھما ومن جملتھا ان جعلہ بار ابابائہ العنصریین والروحانیین منقادًا

ہمارے بھائی شیخ محمد عاشق جن کے ظاہر وباطن پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور میں ان کو شمار نہیں کر سکتا، ان میں سے قدرے یہ ہے کہ وہ ولادت کے وقت سے یکسر (اب تک) دنیا میں متقی و پرہیز گار اور وصول الی اللہ کے طریقہ کے شائق رہے مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے بدو شعور سے ان کے متعلق کوئی ایسی بات سنی ہو جو ان کی رغبت مال ومنال اور لذات حسیہ خسیسہ (لذاتِ دنیاوی) پر دلالت کرتی ہو بلکہ ابتداء عمر سے ہی ان کی ہمت و دانشمندی کی نہایت کا حال یہ تھا کہ وہ اس مقام پر فائز ہو جائیں جس کی جانب ان کو استعداد فطری کھینچ رہی ہے (پھر ایک وقت ایسا آیا) کہ لطف ازلی نے ان کو اس جانب کھینچ لیا۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خانۂ ولایت میں پیدا فرمایا، اور مشائخ کی نظرِ عنایت ان پر مبذول فرمائیں۔ اور میرے والد ماجد اور اپنے والد بزرگوار اور عم مکرم قدس سرہم کی کس قدر الطاف وعنایات ان کے شاملِ حال رہیں اور منجملہ ان کے

لهم غير منازع معهم ولا عاصيا عليهم
سواء في ذالك قوله وفعله وقلبه
ولسانه ومن جملتها ان رزقه من
علم الكتاب والسنة وما يستقيم به
هو وكل من التزم اتباعه على
جادة السنة ومن جملتها ان جعل
بيني وبينه محبة في الله سرى
في كلنا احكامها واسرارها فتفرقنا
والحمد لله متحابين في الله اجتمعنا
على ذالك وتفرقنا على ذالك و
اثمرت فينا فوائد لا تحصى وهدايات
لا ذكر الناس منه على هذا القدر
وسا ذكر ما بقي عند الله اذا حصل
ما في الصدور ولبعثر من في القبور
ومن جملتها وفقه بسلوك طريق
الله والفناء في الله والبقاء بالله فشاهد
عجائبها وماش غرائبها وتفحص سيئها
وشينها وسار في غورها ونجدها ومن
جملتها ان وفقه لحج بيته المكرم
وزيارة نبيه المعظم صلوة الله عليه
وسلامه ولم يجعل حجه حجا
عاميا ولا زيارته زيارة عميا بل
جعله في كل ذالك على بينة من

یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مادی و روحانی
باپوں کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا نہ ان کے ساتھ
جھگڑنے اور نافرمانی کرنے والا ان کا قول و فعل
زبان و قلب اس سلسلہ میں (یعنی اطاعت وغیرہ
میں) مساوی ہیں۔ ان کو کتاب و سنت کا علم عطا ہوا
نیز وہ جس سے وہ مستقیم ہوں نیز جس شخص نے ان
کی اتباع کو بطور سنت خود پر لازم کر لیا۔ اور
منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ میرے اور ان کے
درمیان محبت فی اللہ رکھی اور ہم سب میں
اس کے احکام و اسرار جاری ہوئے۔ اور
الحمد للہ ہم حب فی اللہ میں باہم محبت کرتے
ہوئے (اس میں) کامیاب اس پر مجتمع اور اس
پر متفرق ہوئے (حب للہ اور بغض للہ)
اور ہم کو اس کے بیشمار فوائد حاصل ہوئے۔
اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو
سلوک طریقت، فنافی اللہ اور بقا باللہ کی
توفیق عطا فرمائی۔ پس انہوں نے اس کے عجائب
و غرائب مشاہدہ کئے اور نیک و بد کی تلاش
و جستجو کی۔ اور اس کے نشیب و فراز میں سیریں
کیں۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں
حج بیت اللہ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
زیارت کی توفیق عطا ہوئی۔ نہ ان کے حج کو عام
لوگوں کا حج بنایا اور نہ ان کی زیارت کو اندھی

ربه ويتلوه شاهد منه ومن
جملتها ان فتح عين بصيرته فانكشف
له من اسرار الكتاب والسنة ما
سبق به كثيرا من السابقين واعجز
عن شأوه كثيرا من اللاحقين
ومن جملتها ان احل فيه سر
الارشاد وجعله وكر العناية
الارواح الطيبة - - - - - - - -
- - - - يجدون به حظا من الوجود
الناسوتي وهذا اسر شاهدت منه
امرا عظيما وجاءني به الثلج مرة بعد
اخرى الى غير ذالك من مناقب يعجز
عن شرحها البيان ويكل دون احاطتها
اللسان وبالجملة فاشهد الله بالله
انه صفوة الله في خلقه وحجة
الله في ارضه وانه سر الاسرار
ولنور الانوار وانه مهب النفحات و
معدن البركات وانه سابق السباق
والبديع النادر في الآفاق وانه
صاحب صدق وجنان حق وانه للاولياء
كريم ابن الكريم ابن الكريم ابن الكريم
ابن الكريم كما كان يوسف الصديق بشهادة
نبينا صلوات الله عليه في الانبياء الكريم

زیارت بنایا بلکہ ان کے لیے اس سب کو اپنے رب کی
طرف ایک دلیل بنا دیا۔ اور اس کا اس پر ایک گواہ
بھی ہے۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ان کی
چشم بصیرت وا ہوگئی اور کتاب و سنت کے وہ اسرار ان
پر منکشف ہو گئے جن پر سابقین میں سے اکثر لوگوں
کی رسائی نہ ہو سکی۔ اور بہت سے لاحقین اس سے
عاجز رہے۔ اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ ان کے
لیے سرّ ارشاد کھول دیا گیا اور ان کو ارواح طیبہ کی
عنایت کا آشیانہ بنا دیا۔ . . . .
ان کے وجود ناسوتی سے لوگ ایک حظ پاتے ہیں
اور یہ وہ سر ہے جس سے میں نے امر عظیم کا مشاہدہ
کیا اور مجھے اس سے بڑی ٹھنڈک ملی۔ اس کے
علاوہ ان کے بہت سے اور بھی مناقب ہیں جن کی
تشریح سے بیان عاجز اور اس کے احاطہ سے زبان
قاصر ہے۔ اور میں یہ بات اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں
کہ وہ اس کی مخلوق میں برگزیدہ ہستی اور اسی کی
زمین میں حجت ہیں صاحب اسرار و انوار و صاحب
نفحات ہیں۔ برکتوں کی کان۔ ترقی کرنے والوں
میں سب سے سبقت کرنے والے آفاق میں نادرہ
عجوبۂ روزگار، صاحب صدق یقین و صاحب جنان
ہیں۔ اولیائے کاملین میں کریم ابن کریم ابن کریم
جیسے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق انبیاء

ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم وھو
معدن اسراری، و حامل انواری، قلبی
معہٗ ابداً ونظری الیہ سرمداً یدہٗ
یدی وصحبتہ کصحبتی وقولہٗ
کقولی، وفعلہ، کفعلی و رضائہٗ ھو
بعینہ رضائی وکشفہٗ و وجدانہٗ ھو
بعینہ کشفی و وجدانی ؎

آنکہ تو از نام تو می بارد عشق
واز نامہ وپیغام تو می بارد عشق
عاشق شود آں کس کہ بکویت گذرد
آرے ز در و بام تو می بارد عشق

طوبیٰ لمن اتبعہ ولاذبہ واسترشد
منہ واعتمد علیہ حفظنی اللہ تعالیٰ
وایاہٗ جمیع بلیاتی فی مقعد صدق عند
ملیک مقتدر اقول قولی ھذا و
استغفر اللہ لی ولہ ولجمیع المسلمین
آمین

علیہم السلام میں کریم ابن کریم ابن کریم ہیں
وہ میرے اسرار کے مخزن اور میرے انوار کے
حامل ہیں- ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ ان کی
صحبت میری صحبت ان کے اقوال و افعال
یہ سب دراصل میرے ہی اقوال و افعال ہیں۔ ان
کی رضا اور کشف و وجدان عین میری رضا اور
کشف و وجدان ہیں ؎

تم وہی ہستی ہو جس کے نام ہی سے عشق برس رہا
ہے (یعنی اسم بامسمّیٰ ہو) اور تمہارے نامہ و پیام
سے عشق کی بارش ہو رہی ہے جو ہستی بھی تمہاری
گلی سے گذر جائے ناممکن ہے کہ مرض عشق میں
مبتلا نہ ہو جائے کیوں نہ ہو جب کہ تمہارے ہر
ہر در و دیوار سے عشق کا مینھ برس رہا ہے۔
مبارک ہے وہ جس نے ان کی اتباع کی اور ان سے
لذّت یاب (فیضیاب) ہوا- ان سے ہدایات
حاصل کی اور ان پر اعتماد کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور
ان کو تمام آفات سے محفوظ رکھے اور مقعدِ صدق میں
جگہ عطا فرمائے۔

حالاتِ مؤلّفِ کتابِ ھذا

اور جاننا چاہیئے کہ اس صحیفہ کا ہر حصہ جو دین و دنیا کے لیے نامۂ افتخار (اور) دوسری تقریر و تحریر سے پُر معنیٰ ہے۔ لیکن بمصداق

؎ چوں طمع خواہد زمن سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اطاعت ولی الامر کرتا ہے۔ اور اپنا حال تحریر کرتا ہے۔

ولادت و ابتدائی تعلیم ولادت اس بندہ کی ۱۰ ماہ رمضان ۱۱۱۰ھ میں ہوئی، بعض اعزہ نے محمد غازی سے تاریخ نکالی ہے جدّہ مادری نے اپنی فرزندی میں لیکر اپنی آغوش تربیت میں پرورش کیا، پھر جب پڑھنے کے قابل ہوا۔ اور دو ایک پارے قرآن کے پڑھے، پھر میرے جدّ مادری شیخ عبدالوہاب نے جو اپنے اعزہ میں سے سب سے بزرگ تھے۔ اور شیخ بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ العزیز کے اصحاب میں سے تھے اور خط نسخ میں اُستاد تھے۔ پورا قرآن اور نسخہ نصاب صبیان تعلیم فرمایا۔ اس کے بعد رسالۂ میزان صرف اور نصف کتاب بوستان سعدی کی اپنے جد اکمل العارفین اعظم الواصلین باللہ الصمد حضرت شیخ محمد قدس سرہ سے پڑھی۔ اور آپ کے افادہ نے اس بندہ کو شرف امتیاز بخشا اور یہ بندہ ضعیف گو کہ ان ایام میں درجہ بلوغ کو نہ پہنچا تھا لیکن پھر بھی چند بار آنجناب کے ساتھ سیر و سفر میں برکات سعادت سے مشرف اور آپکی صحبتوں سے فیضیاب ہوا۔ اور آپ کی توجہات و عنایات عظیمہ اپنی حال پر مبذول پائیں مجھے یاد ہے کہ ایک دن آپ پر ایک عجیب حالت طاری تھی اور یہ شعر انتہائی ذوق میں پڑھ رہے تھے۔

؎ خیال زلف تو پختن نہ کار خاماں است کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

اور دوسرے وقت ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور یہ شعر زبان اسرار بیان سے پڑھ رہے تھے

ے ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار   کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

اور رحلت کے وقت ان کے پاس حاضر تھا اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت مشاہدہ ہوئی۔

بعد ازاں تمام کتب درسیہ کی ابتدائی کتابیں معقول و منقول کی شرح مواقف تک حضرت قبلہ گاہی معدن برکت قدوہ اولیاء اللہ حضرت شیخ عبید اللہ قدس سرہ کی خدمت میں استفادہ کیں لیکن قدسیے کافیہ و شرح ملا حضرت عمی عمدۃ الواصلین شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ سے پڑھی تھیں۔

شوقِ سلوک و طریقت اسی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار رمضان میں حضرت قبلہ گاہی قرآن باتدبیر معانی و مطالب باتفسیر تلاوت فرما رہے تھے۔ اور یہ غلام بھی موجود تھا جب اس آیت فَفِرُّوا اِلَى اللّٰہِ اِنِّی لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ پر پہنچے تو اس بندہ کی طرف متوجہ ہو کر دو تین بار اس آیت کی تکرار فرمائی پس ان کلمات نے مجھے اچھی طرح جکڑ لیا اور یہی چیز گویا سلوک طریقت کا تخمِ شوق ہو گئی، پھر تھوڑے دنوں بعد اشغال طریقت میں سے ایک شغل تعلیم فرمایا، میں نے اس کی مشق اختیار کی، لیکن طمانیت قلبی کما حقہٗ حاصل نہ ہوئی اور حضرت عم مکرم قدس سرہٗ بھی اس بندۂ ضعیف کے حال پر بے انتہا کرم و توجہ خاص فرماتے تھے۔ بارہا ان کے حلقۂ مراقبہ میں حاضر ہوا۔ اور چند بار اس بندہ کو توجہ دی، اور جب حقائق و معارف خاصہ بیان فرماتے تھے، تو مجھے مخاطب فرماتے تھے۔ اور ان کے لکھ لینے کا حکم دیتے تھے۔ ایسا کہ کوئی دوسرا اس سعادت میں شریک نہ تھا اور حضرت منبع کرامت شیخ بزرگ امام الطریقت قطب الحقیقت شیخ عبد الرحیم قدس سرہٗ کی خدمت میں بہت بار فیضیاب ہوا۔ اور درس اور حقائق و معارف کے بیانات کی مجلسوں میں شرف حضوری سے مشرف ہوا۔ اور حلقہ مراقبہ میں باریاب ہو کر سعادت اندوز ہوا۔ اور آپ نے بے انتہا عنایات اس خاکسار کے حق میں مبذول فرمائیں، آپ کے مرض الوصال میں ہمہ وقت شرف حضوری سے مشرف رہتا تھا بعض اوقات جب آپ کے روبرو حضرت مولائی و مرشدی مد اللہ ظلہم العالی کے شرف صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت شیخ بزرگ آنجناب کی توجہ اس فدوی کی طرف اور اس عبودیت گزیں کی عقیدت آنجناب کے ساتھ ملاحظہ فرماتے تو از حد مسرور ہوتے، چنانچہ ایک بار انتہائی خوشی کی حالت میں حضرت قبلہ گاہی والد محترم شیخ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ان دونوں کے مابین بہت اخلاص و محبت ہے۔ اور ہم اس بات سے بہت خوش ہیں۔ ایک رات اس غلام نے بشرہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ وضو کے ارادے سے بیٹھے

ہیں اور اس غلام سے فرما رہے ہیں کہ تم اس جگہ کیوں نہیں رہتے۔ اور شرح ہدایہ حکمت کی قرأت کی سماعت اپنے حضرت اقدس سے کیوں نہیں کرتے۔ اس خاکسار نے گستاخانہ عرض کیا کہ حضرت سلامت (خود ہی) ہماری طرف کوئی التفات نہیں رکھتے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت اقدس اس جانب سے گذرے حضرت شیخ بزرگ نے اپنے دست مبارک سے آپ کا دامن پکڑا۔ اور اس غلام سے اشارہ فرمایا کہ اس کو مضبوط پکڑ لو۔ پس اس نے لپک کر دامن تھام لیا۔

الحاصل لبد تحصیل کتب مذکورہ حضرت قبلہ گاہی نے برائے استفادہ و استفاضہ علوم و آداب طریقت اسلاف کے طریقے کے مطابق جو اس خاندان عالیشان کا معمول ہے جناب ولایت مآب امام المحققین وارث الانبیاء والمرسلین شیخ الوقت ولی الزماں حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت میں رخصت کیا۔ جب سعادت ازلی کے قائد نے اس خاکسار کو کھینچ کر خدمت عالی میں حاضری سے مشرف کیا تو آپ سے بڑی بڑی کتابیں جیسے شرح تجرید مع حاشیہ قدیم و شمس بازغہ محکم الاصول و افق المبین کا استفادہ کیا۔ ان میں سے بعض قراۃً پڑھیں اور بعض سماعاً اور ہر ایک سے ایک مقدار بحسب اقتضائے وقت حاصل کی اور چند جزو صحیح مسلم کے بھی پڑھے۔ اور مکہ معظمہ بجاہ البیت الشریف میں بطور تبرک تفسیر بیضاوی میں سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر تبرکاً و تیمناً آنحضرت سے پڑھی اور شغل طریقت کے ارشاد سے مشرف ہوا۔ ایک دن آپ حضرت شیخ بزرگ کے مزار منبع اسرار پر تشریف فرما تھے اور یہ غلام بھی حاضر تھا۔ اس وقت زبان غیب سے فرمایا کہ انقیاد ظاہر کے بغیر انقیاد باطن اطاعت مکمل نہیں ہوتا۔ اس فدوی نے اس کو نفحۃ من نفحات اللّٰہ جانا اور اسی وقت بلا توقف سعادت بیعت حاصل کی۔ اور اس سے سابقہ خواب کی تعبیر متحقق ہو گئی۔ اور آنجناب کی اسی توجہ کی برکت نے توحید محبت کی صورت جلوہ گر کر دی اور اس دوران آپ کو حرمین شریفین کے پہلے سفر کا داعیہ پیش آیا اور اس خاکسار کو بھی برکات فیض انتساب کی توفیق نے کھینچ لیا اور درحقیقت وہی سیر و سفر سلوک طریقت ہو گیا۔ جس میں فنا فی الشیخ کی صورت جلوہ نما ہو گئی چنانچہ اپنے قصد و ارادہ کا انسلاخ آنجناب کے ارادہ و مشیت کے رنگ میں رنگ گیا جس کی وجہ سے صبر بلکہ التذاذ بالبلوی جس سے مطلب بلاؤں سے لذت حاصل کرنا ہے میسر ہو گیا۔ اور اس کی وجہ سے سفر کی تمام کلفتوں میں ایک مزہ ملتا تھا۔ اور ہر کلفت میں آنجناب کا احسان بذوق و وجدان معلوم ہوتا تھا۔ اور بے اختیار یہ آیت زبان پر

جاری ہو جاتی تھی۔ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اور جس کسی سے بھی اپنے حال کی تکالیف پر لطف و ہمدردی دیکھتا تھا۔ اس سے سخت وحشت و بیزاری ہوتی تھی اور اس سفر سعادت میں رات و دن ایک گھڑی بھی دولت حضوری سے محروم نہ رہا حالت بیداری میں محو جمال روئے مبارک رہتا اور بحالت خواب بلا فصل بستر خاص کے قریب ہوتا۔ اور ہر معرفت و علم جدید جو اس دوران آپ پر وارد ہوتا اس سے یہ غلام مخاطب ہوتا اور وہ اس کی تحریر کے اسباب مہیا رکھتا۔

توجہات کے ثمرات اس دوران آپ کی بہت سی کرامات کا مشاہدہ ہوا۔ چنانچہ ان سب کو اس کتاب کی قسم اوّل میں تحریر کر دیا اور اس سفر میں آنجناب کی توجہات کے ثمرات کا خواب و بیداری میں اپنے میں مشاہدہ کرتا تھا۔ ایک شب خواب دیکھا کہ کچھ لوگ ذکر نفی و اثبات کر رہے ہیں۔ اس غلام نے کہا کہ نفی و اثبات اس طرح کرنا چاہیئے جس طرح ہم کرتے ہیں پھر میں نے ذکر شروع کیا، جب لَا کے لفظ کو کھینچا تو خود سے غائب ہو گیا۔ ایسا کہ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی چیز مجھ سے گم ہو گئی جس طرح زمین بطریق خسف غائب ہو جاتی ہے جس وقت مجھ سے نفی کی یہی صورت ظاہر ہوئی اس سے متعجب ہوتا تھا۔

ایک دن وقت صبح نیند سے افاقہ ہوا، اس وقت خیال میں ایسا آیا کہ گویا میں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ آفتاب نکل آیا ہے اور نماز کا وقت باقی نہیں رہا ہے نیند کی شدت کی وجہ سے میرا نفس گویا ہوا۔ کہ اب نماز کا وقت چلا گیا ہے اب اطمینان سے اٹھنا۔ اور اسی کے مثل ایک خطرہ دل میں القا ہوا کہ ھِیَ مِنْ اَسْبَابِ التَّلَھُّفِ وَالتَّاَسُّفِ۔ اس کلمہ کے وارد ہوتے ہی نیند کی غفلت کافور ہو گئی اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی دیکھا کہ نماز کا وقت باقی ہے، میں جلدی سے اٹھا وضو کیا۔ اور نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ایک بار یہ غلام مرض تپ و لرزہ میں مبتلا ہوا۔ جس وقت باری آتی تھی بڑی شدت سے آتی تھی ایسا کہ حرکت کرنے کی بھی قوت نہیں رہتی تھی۔ اسی وقت ایک شعر یاد آیا ؎

یار از آغوش دل می جو شد از دورم ہنوز صد تجلی ساقی بزم است و محرومم ہنوز

جب اس کی دو تین بار تکرار کی تو مجھ میں شدت کی تاثیر ہوئی۔ اور ایک ایسی حالت و کیفیت ظاہر

ہوئی جس نے اس مرض کا مکمل ازالہ کر دیا، اور توانائی عود کر آئی۔ اور اس حالت میں اپنے میں ایک قوت محسوس کی کہ اگر میں چاہتا تو دس کوس پیدل چلا جاتا۔ اور اس وقت حرکات وجدیہ کرتا تھا۔ اور لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ بیماری کا اضطراب ہے میں نے اس پر کہا کہ یہ بیماری کی تکلیف ہے۔ بلکہ اس کا ازالہ اس طرح ہوا ہے۔ کہ پھر پلٹ کر نہ آئے گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اور اس روز صبح کے مراقبہ میں اس بات کا کشف مثالی ایک صورت میں مصور ہوا، الحمد للہ خوابوں میں حضرت محمد باقی بیرنگ قدس سرہ سے فیضیاب ہوا۔ بار ہا واقعات میں حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم قدس سرہ کی صحبت سے مشرف ہوا، اور اپنے میں ان کی کیفیات و تاثرات پائیں۔

اور اسی طرح ایک واقعہ میں پیر بھلائی کی زیارت جو حضرت سید آدم بنوری کے مشائخ میں سے طریقہ قادریہ میں ہیں میسر ہوئی، اور ایک اثر بلیغ پایا (فیض خاص) اور بعض مجذوبوں کا بھی خواب میں مشاہدہ ہوا اور ان کی توجہ کا اثر پایا۔

اور بعض صلحاء نے اپنے مبشرات میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھے گلے لگاتے اور اپنا خرقہ عطا فرماتے دیکھا والحمد للہ علی ذالک حمداً کثیرا۔

ایک بار یہ بندۂ ضعیف حضرت اقدس کی طرف سے وطن میں تین مہینہ کے چلّہ پر اعتکاف پر مامور ہوا اور اس دوران حضور کی توجہات عالیہ سے صوفیاء کرام کی انواع و اقسام کی نسبتوں مثلاً نسبت مناجات نسبت توحید وغیرہ کا ادراک حاصل ہوا، اور آنجناب کی قوت توجہ کا ایسا مشاہدہ کیا کہ جس وقت کرامت نامہ (والا نامہ) جو نسبت و حالت کے ارشادات پر مشتمل ہوتا تھا پہنچتا تھا، تو اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کیفیت کا افاضہ بھی فرماتے تھے، اس کیفیت کے فیوض کو بھی منکشف فرماتے تھے کہ اس کا مطالعہ کرتے ہی اسی حال اور کیفیت میں رنگ جاتا ہے

رنگ لایا ہے یہ ضبط الفت گیسوئے دوست   یعنی اپنے پیرہن سے پھوٹ نکلی بوئے دوست

اور اسی درمیان بعض آیات قرآنی کے معنی تصوف کے مذاق کے مطابق واقع ہوئے، نیز اسی طرح بعض دوسرے اسرار کا بھی عرفان ہوا۔ بعد ازاں کتاب وسنت کے حقائق و اسرار ظاہر ہونے لگے والحمد للہ علی ذالک

ایک خاص نعمت | اور اللہ تعالیٰ کی منجملہ نعمتوں کے ایک یہ بھی ہے جو بلا کسب و عمل کے محض

اللہ کی محبت سے اس بندہ ضعیف کو نصیب ہوئی وہ یہ ہے کہ بدوِ شعور سے ہی حضرت اقدس سے خلوص و محبت اس کے دل میں جاگزیں کر دی گئی تھی مجھے یاد نہیں پڑتا کہ بچپن سے لے کر اب تک سوا ادب و تعظیم کے کوئی ایسی بات جو عام طور پر لڑکوں (ہمعمروں) میں آپس میں ہوتی ہے آنجناب کی شان میں اس غلام سے صادر ہوئی ہو۔ بلکہ مجھے یاد ہے کہ کوئی ایسا حرف بھی جس سے آنجناب کی ہمسری اور آپ کی بزرگی و تعظیم میں کمی یا کوتاہی متصور ہوتی ہو کبھی زبان سے نہ نکلا۔ اور نہ کوئی خطرہ جو آپ کے کمال اعتقاد سے خالی ہو دل میں گزرا بلکہ بیشتر اوقات وہ الفاظ جو اولیاء کاملین کی شان میں مدح کے طور پر (منقول ہیں) جاری ہوتے ہیں آنجناب کی شان میں بے اختیارانہ زبان پر جاری ہو جاتے تھے۔ اور اس سے مجھے بڑی لذت ملتی تھی اور آنجناب کا بھی وہ لطف و کرم جو اس غلام کے شاملِ حال تھا کیا بیان کیا جائے۔

ع دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من۔

کتابت کی صنعت میں ملکہ کیسے حاصل ہوا؟

بعد ازاں جب دونوں جانب نوشت و خواند کا سلسلہ شروع ہوا تو خط و کتابت کا دروازہ کھل گیا۔ اور یہی بات حصول (مقصد) کتابت کی صنعت میں ملکہ حاصل ہونے کا سبب ہو گئی، ورنہ اس غلام نے کبھی بچوں کی طرح تختی پر بھی مشق نہ کی تھی، پھر جب آپ پر معارف و اسرار کے ظہور کی ابتداء ہوئی تو اس غلام کو خطاب خاص سے مشرف فرمایا، چنانچہ اس سعادت حضوری سے مشرف ہوتا تو میں ہی مخاطب ہوتا اور اگر کبھی بظاہر اس محفل ولایت منزل سے جدا ہوتا تو والا نامہ میں اس عنایت سے مخصوص ہوتا۔ حتٰی لو حلف علی ان کل ما ظھر من علومہ واسرارہ دامت برکاتھم لاسیما من باب التصوف فما ظھر الا العبد الضعیف وفی مخاطبتہ ان شاء اللہ لا یحنث اس لیے کہ اکثر اس سلسلے میں کوئی دوسرا اس خطاب میں اس غلام کا شریک نہیں ہے (اسا چھے دار نہیں ہے) اور بعض خطابات میں ظاہرا دوسرے بھی شامل رہتے تھے جیسے کہ عربی کا یہ شعر جو اپنے نوازش

ؒ اگر مجھے قسم دی جائے اس بات کی کہ ہر وہ چیز جو ظاہر ہوئی ان کے علوم و اسرار سے ہمیشہ رہیں ان کی برکتیں۔ خاص کر تصوف کے سلسلے میں پس وہ نہیں ظاہر ہوئی ہیں مگر اس عبد ضعیف کی وجہ سے اور ان شاء اللہ کہنے میں وہ کبھی حانث نہیں ہوا (یعنی جب میں نے انشاء اللہ کہا تو کبھی قسم توڑنے والا نہیں ہوا) وہ بات ہو کے رہی۔

ناموں میں اس خاکسار کو عنایت فرمایا کہ ؎

انّی وان خاطبت الف مخاطب[1] فانت الذی اعنی وانت المخاطب

حقیقتاً اسی کے ساتھ مخصوص ہوگیا۔

کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کا تعارف : اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ جو آنجناب کی عمدہ تصانیف میں سے اور اسرار شریعت کے علم خاص میں ہے اس کے انتساب کو کمترین فدوی کے نام سے معنون فرمایا۔ بعدازاں ان کلمات معجز آیات کے تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائی پھر ان میں سے بعض کتب و رسائل جو مرتب تھے مسودات سے نکال کر مبیضہ (صاف کیا ہوا) تیار کیا۔ اور جب خیر کثیر کے مبیضہ سے مشرف ہوا تو سبقاً سبقاً اس کے رموز و نکات آنجناب سے حل کرکے تحریر کئے اور آپ نے اس کو مدون کر کے خیر کثیر سے موسوم فرمایا۔ اور ایک حصہ کو جس میں رقعات مختلفہ تھے مدون کر کے الگ خطوط کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ اور کچھ کو جو خلوت کی مجلسوں میں زبان الہام بیان سے سنی تھیں اپنی فہم کے مطابق تحریر کر کے اسی رسالہ میں شامل کیا۔ پھر تمام رسائل تصوف کو ایک جلد میں جمع کر کے ایک کلیات مدون کیا۔ اس سے آنجناب نہایت مسرور ہوئے اور خوش ہو کر ان کلمات نوازش آیات کے ساتھ لغایت بندہ نوازی اس خاکسار کو شرف امتیاز بخشا کہ ھذا امر منکم بدأ والیکم یعود و تلک[2] الکلمۃ کنتم احق بہا و اھلہا وحق الرب المعبود۔ بربنائے خصوصیت و محرمیت اسرار و معارف خاصہ پر اطلاع کے اپنے (اس) فدوی کو "علی" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اور اس عنایت سے دونوں عالم کی سرفرازی بخشتے ہوئے اس شعر سے خطاب فرمایا ؎

لک[3] یا علی یا علی عہد مودۃ ینمو ولا تفنی ولا تتغیر

سعادت حج بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول : اور اس سب سے بڑھ کر منت عظیمہ الٰہیہ یہ ہے کہ اپنے بیت مکرم کا حج اور اپنے حبیب مکرم کی زیارت حضرت اقدس اور حضرت قبلہ گاہی کے ہمراہ

---

[1] اگرچہ میں نے ہزاروں سے خطاب کیا ہے لیکن در اصل ان ہزاروں میں میری مراد اور مخاطب تم ہی ہوتے ہو۔

[2] اس سلسلہ (افادات علمیہ) کا آغاز بھی تم ہی سے ہوا اور انجام بھی تم ہی پر ہوگا رب معبود کی قسم تم ہی ان معارف کے سب سے زائد مستحق ہو۔ [3] اے علی اے علی! مجھ سے تم سے بنسبت عشقی کا وہ مستحکم عہد و پیمان ہے جو روز بروز بڑھتا ہی رہے گا وہ نہ کبھی ختم ہوگا اور نہ اس میں کسی طرح کا تغیر ہوگا۔

یسر فرمائی اور اس سفر مبارک میں جس کا سنہ ۱۱۴۳ھ میں اتفاق ہوا ہر طرح سے آنجناب کی قربت سے مشرف فرمایا چنانچہ خواب و بیداری میں قدمہائے مبارک سے جدا نہ ہوتا اور دوران سفر آنجناب کے مرکب خاص پر آپ کا ردلیف ہوتا۔ اور دونوں حجوں میں کے تمام مناسک اور عرفات میں حضرت رسالت پناہ علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات کے مکان (آرامگاہ) خاص میں حضرت اقدس کے پہلو بہ پہلو قیام میسر آیا۔ اور مخصوص دعاؤں میں سعادت سے مشرف ہوا اور ہر اس عمرے میں جو رمضان کی راتوں میں آپ نے ادا کئے خدمت عالی میں موجود رہا۔ اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف میں مسجد بیت الحرام نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں اور مواجہہ نبویہ شریفیہ میں جلسہ کے وقت ہمیشہ آپ کے پہلو بہ پہلو باریاب رہا۔ اور حضرت اقدس کے اس پُر کرامت مقام کے بعض احوال اور خاص واردات کا عینی شاہد رہا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اقدس پر فائض ہونے والے اسرار سے مطلع رہا۔ اور حرمین شریفین کے تمام معارف میں خطاب کی سعادت سے (مستسعد و مشرف ہوا)

کتاب "فیوض الحرمین" کا تعارف

بلکہ کتاب "فیوض الحرمین" اسی بندۂ ضعیف کی گزارش پر تالیف ہوئی۔ اور اس کے مبیضہ کی سعادت سے یہ خاکسار بہرہ ور ہوا۔ اور حضرت اقدس کے نئے دتازہ سلوک کے بعد بطریق اُویسی حضرت خاتم الرسل صلوات اللہ و سلامہٗ علیہ کی روح کریمہ سے پہلا شخص جو آنجناب کے شرف بیعت سے مشرف ہوا یہی غلام تھا اور یہ دوسری بیعت تھی اور یہ بیعت شب قدر میں ثلث اخیر میں حجر کعبہ میں میزاب رحمت کے نیچے ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا واقعہ مبارکہ

اور حضرت اقدس کے صحیح بخاری ددارمی و دیگر کتب قدوۃ المحدثین شیخ ابو طاہر کردی مدنی سے پڑھنے کے وقت شرف سماع سے مشرف رہا اور اجازت روایت میں آپ کا طفیلی ہوا اور جب اس سفر کرامت اثر سے واپسی کے بعد حضرت اقدس نے ایک واقعہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت افاضہ سے ممتاز ہوئے تو پہلا شخص جس نے اس واقعہ مبارکہ کے بعد حضرت اقدس کرامت منقبت کی خدمت میں اس حیثیت سے شرف بیعت حاصل کیا یہی غلام تھا اور یہ تیسری بیعت تھی اور یہ بندۂ ضعیف جو کچھ شرف و سعادت کا تھوڑا بہت اندوختہ دونوں جہان میں رکھتا ہے یہی بیعت یگانہ ہیں اور بس۔ والحمد للہ علی ذالک حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ۔

ایک عظیم نعمت اور اللہ تعالیٰ کی منجملہ عطا کردہ عظیم نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس کے اعتکافات اربعینیہ (چلّوں) میں تقریباً سات مرتبہ آپ کا طفیلی رہا۔ اور ان ایام فیوض نظام میں رات و دن خلوت خاص کا پڑوسی رہا اور اوقات مخصوصہ میں خلوت خاص میں باریاب ہوا۔ اور انوار و اسرار کی محرمیّت کا شرف جو اس ذات کرامت آیات کے ساتھ منفرد اختصاص ہے میسر آیا۔ اور اس کے پرتو سے بہت سے علوم و حقائق اس فدوی پر جو اس کی استعداد سے بالاتر تھے ظاہر ہوئے۔ اور ان سب کو حسب الحکم کتاب "درایات الاسرار"ؔ، "شرح الاعتصام من تعلیم ولی الانعام"، ورسالہ "کشف الحجاب عن رموز فاتحۃ الکتاب" میں جمع کر دیا۔ اور حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے کلمہ قدسیہ کی تاویل جو ایک مبشرہ میں آپ نے اس خاکسار سے فرمایا تھا کہ "تم اس جگہ رہ کر شرح ہدایہ حکمت وغیرہ کی سماعت اپنے حضرت سے کیوں نہیں کرتے"، متحقق ہو گئی اور آپ کے بے شمار عجیب و غریب حالات مشاہدہ کیے اور اپنے حسب حوصلہ ان میں رنگ گیا۔ اور ان بشارت عظیمہ سے جیسے بشارات معادی وغیرہ جن سے افراد وا تاد منفرد ہیں بلا کسی استحقاق کے بلکہ محض امتناناً مفتخر ہو گیا۔ اور آنجناب کے طفیل شب قدر کی بہت سی راتوں کی برکات اپنے میں سمیٹ لیں۔ غرض کہ اعتکافات کی حکایات مفصل طور پر اس کتاب کی قسم اول میں تلاش کرنا چاہیے۔

بشارات و عنایات و کرم ہائے خاص دوسرے عطایائے ربانیہ میں سے آنجناب کی وہ بشارتیں اور عنایتیں اور کرم ہائے خاص بھی ہیں جو مستقل اور مسلسل محض رحمت امتنانیہ سے اس خاکسار پر مبذول ہیں، ایک بار اپنے قلم منبع الطاف و کرم سے تحریر فرمایا کہ والذی نفسی بیدہٖ لانت احبّ وافضل واوقع فی القلب فلعلک لاتعلم ھذہ الدقیقۃ او اغمضت عنہا ولولاک ماکنا فلا کانت الدنیا۔ اور ایک بار اس قسم کے الفاظ تحریر فرما کر سرفراز فرمایا کہ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جو تمہاری یاد دل کو نہ ستاتی ہو تم اس کو اس طرح کی یاد نہ سمجھنا جو بیگانوں یا آشناؤں، یا بھائیوں وغیرہ کی ہوتی ہے، بلکہ یہ ایک دوسری ہی چیز ہے۔ اور ایک بار اس عبارت سے

ے افسوس کہ آپ کی یہ جملہ تصانیف یا تو ناپید ہو گئیں یا ناپید کر دی گئیں۔ واللہ اعلم بالصواب

ے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میرے لیے سب سے عزیز و برتر ہو شاید تم کو اس کا علم نہیں یا تم چشم پوشی کر رہے ہو اگر تم نہ ہوتے تو ہم نہ ہوتے اور ہم نہ ہوتے تو دنیا نہ ہوتی۔

نوازش فرما کر مفتخر کونین فرمایا کہ فقیر تمہاری نسبت وہی بات اپنے میں پاتا ہے جیسے کہ شاعر نے کہا ہے ؎

وصبا بتی بالعلو لا تنقل   تنقل الهفتات من جرعا نتها

اور ایک مکتوب میں اس عنوان سے ارشاد فرمایا کہ جب بھی عزیز بھائی محمد عاشق کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو آنکھوں کو ایک نئی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے ان کے لطائف کامنہ حد درجہ آگاہ اور ان کا لطیفۂ روح ایک عجیب قسم کی گدازگی رکھتا ہے اور قلب بھی اس بارہ میں روح کی شاگردی کرتا ہے۔ اور لطافت اخلاق (اخلاق کی پاکیزگی) ایک دوست کی دوسرے دوست پر فدائیت بخشش الٰہی ہے۔ اور دوبارہ اس عنایت سے نوازش فرمائی ؎

یحد ثنی نفسی بانك واصل   الی نقطة قصواء وسط المراكز

وانك فی هتك البلاد مفخم   يكفيك يوما كل شيخ وناهز

اے عزیز باتمیز ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دیار میں تیری زبان سے وہ کلمہ نکلے گا جو تجھ سے قبل بزبان حال کہا گیا۔ قدمی هذه علی كل رقبة كل ولی۔ کیا کیا جائے مجھ میں ایک حرارت پیدا کر دی گئی ہے۔ اگر اس سے زائد میں لکھوں تو بات عمومی طرز خطاب سے بالاتر ہو جائے گی (قانون مخاطبات سے بڑھ جائے گی) تم سمجھتے ہو کہ تم ایک معمولی اور حقیر سا جسم ہو حالانکہ تمہارے اندر ایک عالم کبیر پوشیدہ ہے۔ پھر ان اشعار کرامت آثار سے اس خاکسار کے سر افتخار کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ؎

فان یك حقا ما علمت فانه   فیلقی الیك الامر لا بد سائغا

سیاتیك امر لا یطاق بهاءة

- - - - - - - - - - - - - -

دوسرے وہ بشارت جن کا شکر ادا کرنا اس بندہ کے بس سے باہر ہے دونوں جہانوں کا افتخار بخشا کہ خداوند اتیر اکرم عام سب کے شامل حال ہے اور جس کی جو بھی حاجت ہے وہ تم پوری فرماتا ہے اس عاجزہ کو بھی اپنی اس تجلی سے جو محمد عاشق کے نفس ناطقہ پر ہو اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین اب میں تم کو واقف کر رہا ہوں ان باتوں پر جو تمہارے آئندہ حالات کے بارہ میں مجھے بتائی گئی ہیں۔

؎ اس جان کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میرے لیے سب عزیز و برتر ہو شاید تم کو اس کا علم نہیں یا تم چشم پوشی کر رہے ہو اگر تم نہ ہوتے تو ہم نہ ہوتے تو دنیا نہ ہوتی۔

كن انت على هيئتك من الاضمحلال
فى التوحيد والتجريد والتوجه الى
الله والنشاط فى الله فسيبدى
ذالك البادى فيسهل لك طريق
الى حضور الله سبحانه بحيث
يكون الحاضر امرا قدوسيا وآية
ذالك انك ستعلم ان الامر
الذى كنت مشتاقا اليه حصل لك
بالفعل بعد ان كنت تعلمه علما
وبحيث يكون الحاضر بعينه القدوسية
التى فاز بها كل ممكن وآية ذالك انك
تحضر عندك شئ واحد يغشى
الحس ويحثو المدركة، هو العلم
الحضورى الذى اتيت اليه من قبل
اضمحلال التقرر وهو العلم الحصولى
الذى غشيك وحثى مدركتك. ثم
يقضى الله سبحانه من فوق العرش
تجليا جليل الشان بامر البرهان شايع
محيط بك من ورائك ثم يكون
مايكون مما علمنى ربى جل جلاله
ولم ياذن لى فى الاخبار لك من
كمالاتك الحاصلة فى هذه الدار
والدار الاخرى بوجه اجمالى.

تم اپنی ہیئت پر اضمحلالی طور پر رہو توحید
اور توجہ کی تجرید میں اللہ کی طرف اور
عمل میں نشاط (پیدا کرو) اللہ کی ذات میں
پس اس کو ایک ظاہر کرنے والا ظاہر کرے گا
اور تمہارے لیے اللہ کی جانب راستہ اس
حیثیت سے آسان ہو جائے گا کہ ایک امر
قدوسی حاضر ہوگا (ہوگا حاضر ہونے والا ایک
امر قدوسی) اس کی علامت یہ ہے کہ تم اس چیز کو
جان لوگے جس کے تم مشتاق تھے وہ تم کو بالفعل
(وقت موجود میں) حاصل ہو گئی اور اس حیثیت
سے کہ ہوگا حاضر اپنی عین قدوسیت کے ساتھ جس
سے ہر ممکن فائز ہوتا ہے (فائز المرام ہوتا ہے)
اور اس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک
ایسی شے حاضر ہوگی، جو تمہاری حس کو ڈھانپ لے
گی اور مدرکہ کو مٹا دے گی۔ اور وہ وہی علم
حصولی ہے جس نے تم کو ڈھانپ لیا ہے اور تمہاری
مدرکہ کو مٹا دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عرش کے
اوپر سے جلیل الشان تجلی نازل فرمائے گا دلائل
کے ساتھ (فیصلہ فرمائے گا) جو گھیرے درپیش سے
تمہارا احاطہ کرے گی۔ پھر وہ ہوگا جس کی میرے
پروردگار نے مجھے تعلیم دی ہے (مجھے بتایا ہے)
لیکن دارین میں تمہارے کمالات حاصلہ کے بتلانے
کی اجازت نہیں دی ہے۔

اور اس منجانب اللہ بشارت کو غنیمت سمجھیں اور ان نعمتوں میں سے سمجھیں جس کے قابل نہ تم تھے اور نہ یہ مسکین اور نہ کوئی اور بلکہ بغیر کسی وجہ اور بغیر اپنے میں کسی سابقہ قابلیت کے محض اپنے کرم سے اللہ نے عطا فرمایا۔ فاذا وصل الیک کتابی ھذا فارکع رکعتین للہ شکرا علی ماقضی لک من الخیرات وغیر وجھک فی التراب وارج رجائہ واتقا ولا تدع فیک سبیلا للتشویش اللھم عظیم جودک وکرمک وانی لی لسان اشکرک علیہ فانت کما اثنیت علی نفسک۔ جب تم کو میرا یہ خط پہنچے تو دو رکعت نماز شکرانہ پڑھو اس بات پر کہ (جو) اللہ نے تمہارے لیے فیصلہ کر دیا ہے نیکیوں سے اور قبر میں تمہاری مغفرت کر دی گئی اور امید رکھو اپنی امید کے ساتھ بھروسہ رکھتے ہوئے اور کسی قسم کی تشویش (فکر) نہ کرو۔ اے اللہ تیری بخشش و کرم بہت عظیم ہے اور میری زبان کو اتنی طاقت کہاں حاصل ہے کہ میں اس بات پر تیرا شکر کروں جیسی تو نے اپنی ذات کی تعریف کی (تو وہ ہے جس نے اپنی ذات کی تعریف فرمائی۔

تجلیٔ اعظم کا مشاہدہ اور ایک بار اور ان بشارات عظیمہ سے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ جب تجلیٔ اعظم کے مشاہدہ کے عکوس تجلی اعظم کی حقیقت میں مل جائیں اور اس کی شعاعیں ان عکوس کے گرد جمع ہو جائیں۔ ہم اور تم ابدالآباد تک ایک دوسرے کے قریب آسودہ ہو کر رہیں۔ ایک ایسا وصال ہو جس کے بعد کوئی فراق نہ ہو اور ایسا انبساط ہو جس کے بعد کوئی انقباض نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں ایک ہندی شعر دل میں ڈالا ہے

میرے من نت بسے جس دیکھے مجھے چین — گلی گلی اب کیوں پھرے کون کو کے دن رین

اور اپنے کرم عمیم سے نعیم مقیم کی بشارت کے ساتھ جو تمام بشارات کی جانِ جان (آرزو) اور خلاصہ ہے۔ اس عاجز و خاکسار کے سر کو سدرۃ المنتہیٰ کے ملاء اعلیٰ کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ اس کو وہ اس رسالہ کے آخر میں خاتمہ بالخیر ہونے کی آرزو میں تحریر کرے گا۔ اور اسی طرح آنجناب کے بیشمار الطاف اور کرمہائے بے پایاں اس غلام کے حق میں شب و روز مبذول رہیں ہے

گر بر تنِ من زباں شود ہر موئے — یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

بہترین عطا دوسرے آپ کی بہترین عطا کردہ چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس

کمترین خاکسار کو حضرت قبلہ گاہی اور حضرت عمی قدس اللہ اسرار ہما نیز دیگر علماء و مشائخ کی موجودگی میں عطائے خرقہ جامعہ اور اجازت طرق ثلاثہ نقشبندیہ، و قادریہ و چشتیہ اور دوسرے مشائخ صوفیہ علیہ کے طریقہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی روایت سے سربلند فرمایا اور ایک طویل مثال علوم کبیرہ کے اسرار پر مشتمل جس میں سے چند کلمات وہ اس جگہ تبرکاً لکھتا ہے عنایت فرمائی۔ اور اس کے بعد حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے حضرتِ اقدس کے اشارہ پر دستارِ خلافت اور اجازت طُرُق ثلاثہ مذکورہ اور دوسرے فوائد طریقت جو آبائے کرام اور حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کی جانب سے آپ کو پہنچے تھے۔ ایک مجلس سال میں مرحمت فرمائی۔ اور تمام اشغال و اَوراد تلقین فرمائے اور اس وقت مصافحہ معہودہ (یعنی جس کا مشائخ میں معمول ہے) کیا اور فاتحہ، استقامت پڑھا۔

الکلمات المعهودة المثالية

عطائے خرقہ و اجازتِ رُشد و ارشاد

ان اخانا الفاضل الكامل سرماية الكاملين ووارث اجداده الواصلين المحاير قصبات السبق فى ميدان العلم والعمل المتجنب باتم وجه من موجهات الزلل والخلل، سباق الغايات وصاحب الانابة الشيخ محمد عاشق ابن مولانا المكرم المتحلى (المتحل) الموصوف بالفضائل الكسبية والوهبية الشيخ عبيد الله متع الله المسلمين ببقائه ابن الشيخ الاكمل الاجل العارف العالم ولى الله الصمد مولانا الشيخ محمد قدس الله سره العزيز

ہمارے فاضل و کامل بھائی کاملین کے سردار اپنے اجداد واصلین کے وارث، عالم متبحر سبقت لے جانے والے علم و عمل کے میدان میں لغزشوں اور خطاؤں سے مکمل طور پر محترز، انتہا تک پہنچنے والے اللہ کی جانب رجوع کرانے والے شیخ محمد عاشق ابن مولانا کے مکرم و معزز صاحب فضائل کسبیہ و وہبیہ شیخ عبید اللہ تعالیٰ ان کی (زندگی) کی بقا سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے۔ ابن شیخ اکمل، بزرگ، عالم و عارف، ولی اللہ الصمد مولانا شیخ محمد قدس اللہ سرہٗ العزیز، اللہ ان سے راضی ہو وہ میرے جد مادری ہیں اور میں چند چیزوں میں ان کا وارث ہوں، جب میں نے عنو

وهو رضي الله عنه جدي الوامي و
قد ورثت منه في نفس اشياء
البصرها اذا تاملت في نفس نعم
الله تعالى عليه متواترة متكاثرة
لا تحصى ولا تعد ولا تنازع فيها
ولا وتر، ومن جملتها ان اودع فيه
محبتي من اول ترعرع وكان سيدي
الوالد صاحب الكرامات الجليلة و
المقامات الجزيلة قدس الله سره
العزيز راني واياه متحابين في الله
متجالسين لله فيقول اني اراهما
متحابين وانه ليسر في ذالك وعسى
ان يكون له شان ضخم الهم
طلب طريق مني وبحكمتي في هذا
الطريق ومنح محبة عظيمة لي
مستوعبة لظاهره وباطنه و
قلبه وقالبه ولسانه ورزق
اقبال الانام الاخذ مني فما زال
تيسر الله..........
.....حتى رأيت فيه يتقظ لطيفة
أنا والحجر البحت وحتى رايت فيه
تمكنا تاما واستقرارا قويا وامنت من
تقلب احواله وتذبذب اقواله،

کیا تو ان چند چیزوں میں سب سے زیادہ
بصیرت بخش چیز اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں
اور اس میں کوئی تنازع نہیں ہے اور نہ کوئی
شک ان منجملہ نعمتوں کے ایک یہ ہے کہ ان
میں میری محبت سن طفولیت سے ہی ودیعت
کر دی گئی اور میرے والد صاحب مقاماتِ جلیلہ
ومقاماتِ عظیمہ قدس سرہٗ نے مجھ کو اور ان کو
باہم محبت کرنے والا اور باہم بیٹھنے والا دیکھا اللہ
کے لیے۔ نیز وہ فرمایا کرتے تھے کہ
ان دونوں میں بڑی محبت ہے اور وہ
اس بات سے بہت مسرور ہوتے تھے، امید
ہے کہ ہو ان کے لیے بڑی شان، انہوں
نے مجھ سے طریقۂ معرفت طلب کیا اور میرے
ساتھ محبت عظیمہ کی جس نے ان کی ظاہر و باطن
اور قلب و قالب و زبان کا احاطہ کر لیا۔ اور وہ
مخلوق کے متوجہ ہو جانے کے مجاز کئے گئے (یعنی
میرے علوم اور معارف لوگ ان سے اخذ کریں)
پس اللہ آسانی فرماتا رہا ہے یہاں تک کہ
میں نے ان میں لطیفہ أنا اور حجر
بحت کا تیقظ نیز تمکن تام اور استقرار
قوی دیکھا اور میں ان کے تقلّب احوال
اور تذبذب اقوال سے مطمئن ہو گیا۔
اور میں نے دیکھا کہ ان کے اور ان کے

ورأيت قد انفتح له الباب الذي
بينه وبين عينه الثابتة فهو يأخذ
من متبعه غير تقليد ورضيت اخلاقه
واعماله واستحسنت اطواره واوضاعه
وبينا انا نائم رأيت كاني جالس في
جماعة عظيمة من ارواح الصالحين والملائكة
فنوولت صحيفة فيها اسماء الله الحسنىٰ
واريد ان اقرأها على اسم اخي المذكور
والاشارة اليه فقرات منه ثلثة
السيد والرحمن والرحيم نو ولت صحيفة
اخرىٰ قد كتب فيها اسماء النبي واريد
منيّ ان اقرأها ايضا على اسمه والاشارة
اليه فقرأت منها اسمين السيد والبو
فاطمة ثما تيقظت حتى فطنت انه
سيكون له شان وينال نصيبا من
التخلق باسماء الله تعالىٰ واسماء
نبيه المصطفىٰ وظني في سر تخصيص
السيد والبو فاطمة والله اعلم ان الدعوة
الى الله كلمة باقية في عقبه و
عطية خالدة تالدة في ذريته
وقد جرى على لساني يوما ولا اشك
انه ليس جاريا على اللسان بحكم
العادة بل هو مجرى من حيث....

عین ثابت کے درمیان (کا) دروازہ
کھل گیا۔ وہ جو کچھ اخذ کرتے ہیں وہ
بغیر تقلید کے اسی چشمہ سے اخذ کرتے ہیں۔ میں
ان کے اخلاق و اعمال (کردار) سے راضی ہوا
اور مجھے ان کے طور طریقے اچھے معلوم
ہوئے اور اس دوران (ایک روز) جب کہ
میں سو رہا تھا میں نے دیکھا اپنے کو ملائکہ اور
ارواح کی ایک بڑی جماعت میں بیٹھا ہوں مجھے
ایک صحیفہ دیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ
لکھے ہوئے تھے۔ اور مجھ سے یہ چاہا گیا کہ میں
اسے پڑھوں اخی مذکور کے نام کے ساتھ۔ اور
اشارہ اسی کی طرف تھا۔ جب میں نے اسے پڑھا
تو تین نام تھے سید[1] اور رحمان[2] اور رحیم[3]۔ پھر
ایک دوسرا صحیفہ دیا گیا جس میں نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے دو نام لکھے تھے اور
مجھ سے یہ چاہا گیا کہ اسے بھی پڑھوں۔
اور اس سے بھی اشارہ اسی طرف
تھا۔ پس میں نے اس میں دو نام پڑھے۔ سید[1]
اور ابو فاطمہ[2] پس بیدار ہوتے ہی میں سمجھ گیا کہ بڑی
شان ہوگی۔ اور ان کو اسمائے الٰہی کے تخلق اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اسمائے گرامی
سے ایک حصہ حاصل ہوگا۔ سید اور ابو فاطمہ
کی تخصیص کے (سلسلہ میں) بھید میں میرا گمان یہ

هذا البيت فی مخاطبته ع

وانی وان خاطبت الف مخاطب

فانت الذی اعنی وانت المخاطب

وهو بحمد الله عتبته نصحی ووعاً

علمی وحافظ اسراری

وناظور کتبی بل هو کان الباعث علی

تسوید کثیر منها والمباشر لتبیضه

واظن ان علومی یبقی فی الناس من

جهته، والله اعلم فالهمت ان

ابث فی الناس خیره ولا ادع سره

مکنونا ....

فالبسته الخرقة الصوفیة الباس

اجازة وانابة کما البسنیها سیدی

الوالد الباس اجازة وانابة وکما

البسنیها الشیخ ابوطاهر المدنی و

خرقتهما بحمد الله مستوعبة لجمیع

طرق الاولیاء انشاء الله تعالیٰ و

اجزت له ان یلقن الاشغال الصوفیة

التی سمعها منی اولم یسمعها وانه

بحمد الله ممن یسلم له

فی ذالک الاجتهاد ویجوز

علی فراسته الاعتماد وان یتصرف

فی المریدین السالکین وان

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کلمۂ باقیہ

ہے ان کی نسل میں اور ان کی ذریت میں ہمیشہ

رہنے والا انعام ہے اور وہ بطور وراثت کے

ان کی ذریت میں ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور ایک دن

میری زبان پر یہ جاری ہوا اور اس میں کوئی شک

نہیں کہ وہ میری زبان پر عادتاً نہیں جاری ہوا...

"اگرچہ میں نے ہزاروں سے خطاب کیا ہے۔ لیکن

در اصل ان ہزاروں میں میری مراد تم ہی سے ہے

اور اصل مخاطب تم ہی ہو"۔ اور وہ بحمد اللہ میری

سراپا نصیحت اور میرے علم کا ظرف ہیں میرے

اسرار کے محافظ اور میری کتابوں کے نگہداشت

رکھنے والے ہیں بلکہ میری کتابوں کے بیشتر مسودوں

کے صاف کرنے والے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ

میرے علوم لوگوں میں ان کے ہی ذریعہ باقی رہیں

گے۔ واللہ اعلم پس مجھے الہام کیا گیا کہ میں لوگوں

میں ان کے خیر کو پھیلاؤں اور ان کے راز کو پوشیدہ

نہ چھوڑوں ..... پس میں نے ان کو خرقہ

صوفیہ اجازت لباس اور اس کی خصوصیات

کے ساتھ پہنایا جس طرح میرے والد صاحب نے

مجھے خرقہ پہنایا اور مجاز کیا۔ نیز جیسا مجھے شیخ

ابوطاہر کردی مدنی نے خرقہ پہنایا اور بحمد اللہ

ان دونوں کے خرقے اولیاء اللہ کے تمام خرقوں

کو گھیرے ہوئے ہیں، اور میں نے ان کو اجازت

يدرس الحديث والتفسير والفقه و سائر علوم الذين مما اخذ مني اوشاركني في اخذ من مشائخ الحرمين المحترمين عليهم رحمة رب العالمين وان يبايع الناس ويلبسهم الخرقة الصوفية واجزت له رواية جميع ما هنت له من العلوم المتنوعة ما قرأ على وهو الاكثر اولم يقرأ واجزت له بمثل ذالك بكل من قام ينشر علمي من ذريته طبقة بعد طبقة وقد ودعته الصالحين من اصحابه وذريته من الله وهم اماتني عند الله ارجوان يحفظ الله اماتني وتعاهد تركتي فلا يزال ليسلك بهم الجادة الجلية السنية البتة ويحق بهم القارعة القوية الصفية ويوفقهم لنشر دين النبي صلى الله عليه وسلم وروايته حديثه ويهدي بهم اهل القرآن طبقة بعوته وعنايته انه قريب مجيب وهذا ما جرى به اللسان وتحرك به البيان من ماتي اخينا المذكور كان الله تعالى لنا وله ورا ء ذالك عندي منزلة وفي

دی کہ وہ (لوگوں کو) ان اشغال صوفیہ کی تلقین کریں جو انہوں نے مجھ سے سماعت کئے ہیں یا نہیں سماعت کئے ہیں۔ اور وہ محمد اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کے لیے اس سلسلہ میں اجتہاد مسلّم ہے اور ان کی فراست پر بھروسہ کرنا جائز ہے نیز یہ کہ وہ مریدین، سالکین پر تصرف کریں اور حدیث و تفسیر اور فقہ کا درس دیں اور وہ تمام علوم جو انہوں نے مجھ سے اخذ کئے ہیں یا حرمین شریفین کے مشائخ سے اخذ کرنے میں میرے شریک رہے ہیں ان سب پر اللہ کی رحمت ہو، نیز یہ کہ وہ لوگوں سے بیعت لیں اور ان کو خرقہ پہنائیں اور میں نے ان کو اس سب کی روایت کرنے کی اجازت دی جس کو میں نے ان سے بیان کیا۔ اور وہ علوم مختلفہ جو انہوں نے میرے رُو برُو پڑھے یا نہیں پڑھے اور وہ کثیر ہیں۔ اور اسی طرح میں نے اجازت دی ہر اس شخص کو جو میرے علوم کو ان کی ذریّت سے یکے بعد دیگرے نشر کرے اور میں نے ان کے اصحاب میں سے صالحین کو (صالح اصحاب) اور ذریت کو منجانب اللہ ان کے سپرد کر دیا اور وہ اللہ کے پاس میری امانت ہیں مجھے اُمید ہے کہ اللہ میری امانت کی حفاظت فرمائے گا اور میرے ترکہ کو باقی رکھے گا اور ان کو روشن اور بلند راستہ پر گامزن رکھے گا۔ اور تنبیہات قویہ جو لوگوں کے دلوں کا تصفیہ کرنے والی ہیں ان کے ذریعہ قائم

قلبی مکانۃ وفی حقھا بشارات لا تذکرھا الافھام ولا یحیط بجوانبھا الکلام والقلیل یکون انموذج کثیر والغرفۃ تنبئی عن البحر الکبیر۔

ووراء ذالک فلا اقول لانہ سر لسان النطق عند اخرس والحمد للہ اولاً واٰخراً وظاھراً وباطناً۔

رہیں گی۔ اور ان کو نبی کے دین کی اشاعت اور روایت حدیث کی توفیق عطا فرمائے گا اور اپنی حمایت وعنایت سے اہل قرآن کو ان کے ذریعہ ہدایت دے گا بیشک وہ قریب اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو زبان پر جاری ہوئی اور اس سے بیان متحرک ہوا اخی مذکور کے ماتم سے اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہو (مدد فرمائے) اس کے علاوہ میرے دل میں ان کا ایک مقام اور میرے دل میں ایک جگہ ہے اور ان کے حق میں بشارتیں ہیں اور جو کچھ ان کے

پاس ہے ان کی طرف صرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ نہ عوام کی عقل وفہم اس کا ادراک کر سکتی ہیں اور نہ کلام وبیان اس کا احاطہ کر سکتا ہے اور قلیل کثیر کا نمونہ ہوتا ہے (یعنی جو کچھ میں نے ان کے سلسلہ میں کہا وہ بطور نمونہ ہے ورنہ باتیں بہت ہیں) اور ایک چلو پانی سمندر کا اشارہ کرتا ہے ۔ اب اس کے علاوہ کوئی بات نہ کہوں گا۔ کیونکہ وہ گونگے کے نزدیک لسان نطق کا راز ہے (یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ گونگے کے سامنے تقریر کرنا ہے جس کا جواب نہیں ملتا)

اور بعد وفات حضرت قبلہ گاہی خرقہ فخر یہ پہنا کر تحریری اجازت رشد وارشاد وارادت حصول استقامت ظاہر وباطن سے کونین میں سربلندی عطا فرمائی۔ اور اسی درمیان لوگوں کے کثیر مجمع میں کلمہ یدہ کیدی ومحبتہ محبتی ورضائہ رضائی مکرر (بتکرار) فرمایا اور اس کا اپنی مختلف تحریروں اور تقریروں میں اظہار فرمایا اور خرقہ پوشی کے دوسرے روز وہ خرقہ متبرک جو عارف بزرگوار شیخ نظام نارنولی نے اس غلام کے جد اعلیٰ شیخ ابوالفتح قدس سرہٗ کو عطا فرمایا تھا اور وہ اس کو ابّاً عن جدٍ پہنتے رہے تھے اس عاجز کو پہنایا۔ اور انہیں ایام میں بہ اصرار تمام اپنی موجودگی میں مشکوٰۃ شریف کے درس دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے بعد ہر نوازش نامہ میں بہ بشتر سجادہ نشین اسلاف کرام کے الفاظ سے بہ استحقاق تمام افتخار بخشا۔ اور یہ بشارت دی کہ گویا ارواح طیبہ تمہارے نفس ناطقہ کے وجود کو اپنے نفس کا وجود سمجھتے ہیں اور اس بشارت سے اس خاکسار کو سرفرازی بخشی۔ جاننا چاہیئے کہ جب آفتاب ذرہ کو چمکائے درحقیقت اس نے اپنی ہی ستائش کی ہے اور اپنے ہی نور وضیا کی توصیف

میں لب کشائی کی ہے ورنہ یہ معلوم ہے کہ ذرہ کا جب خود کوئی وجود نہیں ہے تو نمود کہاں سے لائے گا پس اس کتاب کے ناظر کو کبھی غلط بینی (خوش فہمی) میں نہ پڑنا چاہیئے اور نہ کسی کمال کا گمان اس عاجز پر کرنا چاہیے کہ اس میں نہ کسی قسم کی استعداد ہے اور نہ اہلیت نہ اس کی کوئی قیمت ہے۔ اور نہ اس کو کوئی قدر و اعتبار حاصل ہے ؎

من ہماں عاشق پارینہ کہ ہستم ہستم

الحاصل فرد۔ وہ خود ہی کہتا اور خود ہی سنتا ہے ہم کو اور تم کو محض ایک بہانہ بنا رکھا ہے۔

وھٰذہ ھی البشارۃ الموعودۃ کتابتھا نرجو من فضل اللّٰہ تعالیٰ رجاءً موکدًا محققا ان یجمع بیننا وبینکم فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ حیث لا حیث والیضاحیث یکون اعالی الجہات تصور الشمس واسافلھا مثل السراب ------ متغوص جمیعا فی ذالک البحر البشارۃ ثم نرفع رؤسنا بعد الغوص ولا ھناک رؤسنا ولا نحن بل یکون کل ذالک للّٰہ باللّٰہ فی اللّٰہ من اللّٰہ الی اللّٰہ وتلک الامثال نضربھا الخ۔

اور یہی وہ بشارت ہے جس کی کتابت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم امید کرتے ہیں اللہ کے فضل سے اس امید کی جو مؤکّد اور محقق ہو (اور) وہ یہ ہے کہ وہ ہم کو تم کو مقام صدق پر اکٹھا فرما دے جہاں کوئی مقام نہیں ہے (یعنی لامکان میں) نیز اس مقام پر جو جہت شمس سے بھی بلند ہو اور ہم اس کا تصور بھی نہ کر سکیں اور اس کا نچلا حصہ مثل سراب کے ہو ----- یہ سب اس بشارت دینے والے سمندر میں متغوص (غائص) ہیں پھر ہم ڈوبنے کے بعد اپنا سر اٹھائیں نہ اس جگہ ہم ہونگے اور نہ ہمارا سر بلکہ یہ سب للہ باللہ فی اللہ من اللہ الی اللہ ہوگا اور یہی وہ مثالیں ہیں جس کی ہم مثال دیتے ہیں الخ

تمام ہوئی اور انجام کو پہنچی کتاب "قول جلی و اسرار الخفی"

بتاریخ ۵ ماہ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ فقط

قارئین کرام سے امید ہے کہ جس جگہ کوئی سہو یا غلطی ہو تو چشم پوشی کریں اور کاتب (جامع اوراق) پر لعن طعن نہ کریں کیونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اگر تم کسی غلطی پر واقف

ہوجاؤ تو اس پر طعنہ زنی مت کرو کیونکہ نفس انسانی خطاؤں سے خالی نہیں ہے۔ یا اللہ ان تینوں شخصوں یعنی مصنف کی، کاتب کی، اور پڑھنے والے کی مغفرت فرما۔

مطالعہ نمودم در بلدۂ شاہجہاں آباد ۔ ۲، رجب ۱۲۳۷ھ محمد حسن مذکورہ عبادت بھی صفحہ آخر پر ایک کونے پر مرقوم ہے۔

○

تقریظ کتاب و مدح مترجم و شارح

عالی قدر مولوی حافظ تقی انور صاحب علوی سلمہٗ جلوہ کاظمی

بہ باغِ کاظمؑ گل دمیدہ کہ نام نامی تقی انور

چہ حسنِ رعنا چہ طبعِ مے کش مثیلِ شاہ تقیؑ حیدرؑ

چہ سحر عرفاں نمود جلوہ زعلم حاضر زکشفِ محکم

بہ فیض شاہِ حبیب حیدرؒ، زجذب حُب علیؑ حیدرؒ

لباسِ اردو شدہ مزین زحسنِ اظہار قالِ عارف

تمام اشکالِ حالِ ایشاں شدند آسان وصاف یکسر

چو حال و قالِ ولیؒ نوشتند زعزم و ہمتِ ذہنِ روشن

چہ پاک طینت چہ نیک خصلت بذات زیبا سرِ و افسر

○

ؒ رحمۃ اللہ علیہ

التجائے رنجور

تفتی آنور فگن نگاہے کہ خستہ حالم و ناصبورم
بہ وقتِ آخر بیا بیا لیں کہ روزِ محشر خلاص یابم

از معین الدین حسن علوی کاکوروی (ایم اے)
(ریٹائرڈ لکچرر اسلامیہ کالج لکھنؤ)

قطعہ تاریخ طبع

از قلم فصاحت رقم، ادیبِ نازک خیال، شاعرِ شیریں مقال، بلبلِ گلستانِ سخن، صاحبِ مشقِ کہن منشی معین الدین حسن علوی کاکوروی (ایم۔اے)

ایں سوانح عاشقِ شاہِ ولیؒ	نام ملفوظش شدہ قولِ جلی
علم سینہ در سفینہ شد عیاں	شاد فرحاں از حقائق طالباں
داد ہمت قلبِ خستہ ایں کتاب	کج خیالاں شرمسار و لاجواب
دانش و علم و عمل شانِ ولیؒ	مسلک او مسلک مولا علیؓ
بود پنہاں در حجاب اندر حجاب	بعد مدت بارے آمد از نقاب
نور دانش ما در اے آفتاب	آخر آخر شد بر آمد از سحاب
کنزِ مخفی بود شد ظاہر زغیب	نکتہ ہائے دلکشا بالا زریب
واردات مستند قولِ جلی	حال و قال حضرت شاہ ولی
داستانِ عشق خود راز دلی	ذکر کردہ بہر عشق معنوی
وہ چہ خوش گفت حضرت مولائے رومؒ	در کتابِ مثنوی کردہ رقوم
"عشق جانِ طور آمد عاشقا	طور مست و خرّ موسیٰ صاعقا
شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما	اے طبیبِ جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما	اے تو افلاطون و جالینوس ما

ؒ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شد پُر سلاست دلنشیں　　اے تقی انور ترا صد آفریں
رازِ یزداں فاش کردی برملا　　قلب و جاں از دریماں پُرضیا
سالِ تاریخ طباعت از خرد　　بے کم و بے کاست جُستم از عدد

ہاتفش گفتا بہ آوازہ بلند
گو، چراغ در فروغ نقشبند

قطعہ تاریخ طبع

از تراوش خامہ، مشکیں ختامہ، سخن ور، بے مثال، شاعر نازک خیال نقشبند معانی پرور ی
ڈاکٹر افتخار احمد صاحب علوی کاکوروی

خوشا فیضان حق باری تعالیٰ
مبارک آفریں شہکار اعلیٰ
نگاہِ شارحِ قول جلی را
سلامت تہنیت حضرت تقی را
ازیں نور ترا جسم خلد پیکر
کہ رقصاں رحمت یزداں سراسر
خوشا بخشے پئے حسن طریقت
منور شد مقاماتِ محبت
نوائے دلنشیں ایمان افزا
فروغ آگہی پیہم سراپا
زباں شستہ بیانِ روح پرور
رقم کردہ تقی انور قلندر
مشو علوی پئے طبعش پریشاں
ندائے غیب آمد شانِ رضواں
۱۴۰۸

قابلِ مطالعہ کتابیں
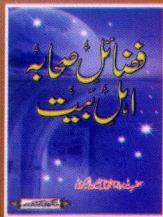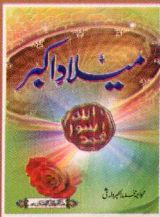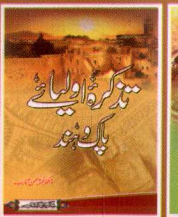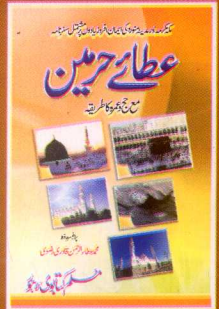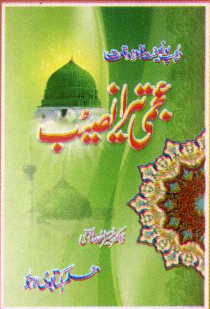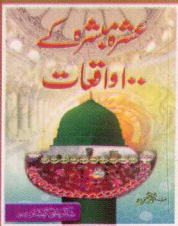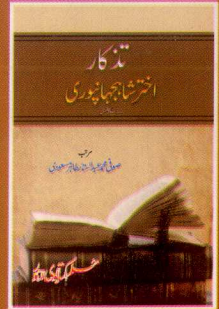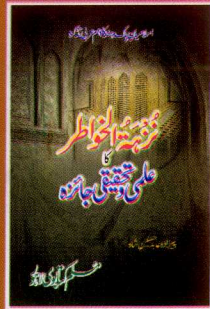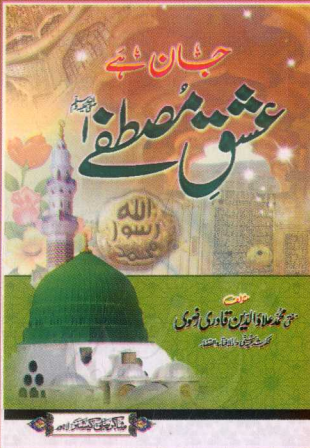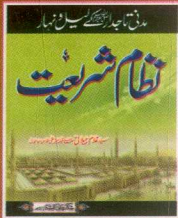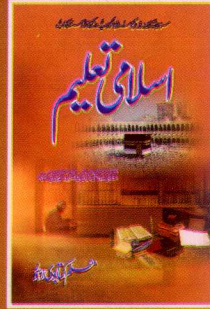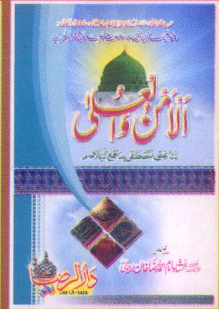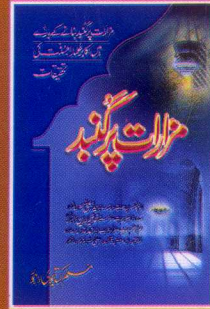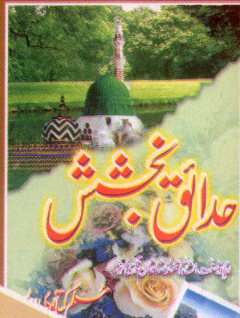
مسلم کتابوی
داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
042-37225605

Email:muslimkitabevi@gmail.com